UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226073

UNIVERSAL
LIBRARY

بعون صناع مکین و مکاں فضل خلاق زمین و زماں

الحمد للہ والمنہ کہ ربیع اول فتاوی محمدی مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار ہوئی

جلد چہارم خانۂ ابرار و مطلع انوار

ترجمہ اردو درالمختار

جسکا ترجمہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور شامی کا حال سنا کر بنام دوم صحیح مسمّی بہ توضیح الدر المختار من حاشیۃ ابن عابدین کی معلومی شرط وقف مطبع ہذا

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوعا ہوا

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے مطالعہ وملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ازان ہے اس کتاب کے مثل پیج کے تین صفحے جو سادے ہین انمین بعض کتب فقہ اردو و فارسی وعربی واصول فقہ کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجود ہے کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

کتب فقہ اُردو

راہ نجات - ازمولوی محمد علی مسائل نماز وروزہ وطریقۂ نکاح خوانی مع خطبۂ نکاح -

مفتاح الجنۃ - ازمولوی کرامت علی جونپوری

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالۂ بے نمازان ازمولوی عبداللہ -

کشف الحاجات - اُردو ترجمۂ مالا بدمنہ ازمولوی محمد نورالدین

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ -

(۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثانیہ (۳) صد وسی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نورنامہ (۷) چہل مسائل - سولفۂ مولوی عبداللہ بن عبدالسلام -

شرح محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری -

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ ازمولوی سید محمد ومحمد طیب -

حیرۃ الفقہ - مسائل مشکلۂ فقہ ازمولوی محمد ابراہیم حسین بنگلوری

جواب السائلین - تحقیقات مسائل بطور فتاوا سولفۂ مولوی لال محمد -

تحفۃ المومنین - ازمولوی قربان علی -

نور الہدایہ اُردو ترجمۂ شرح وقایہ جلد اولین عبادات مین ازمولوی وحید الزمان -

ایضاً - اُردو ترجمۂ جلد ین آخرین شرح وقایہ کا معاملات مین

کنز الدقائق اُردو مسمّٰی بہ تحفۃ العجم - ازمولوی محمد سبحان -

رسالۂ چہار باب - اُردو ترجمۂ رسالہ مولوی کفایت اللہ

چہل مسائل فقہ - ازمولوی محمد ابراہیم حسین بنگلوری -

اشرف المسائل معروف بجواہر اشرف ازمولوی اشرف علی خان -

رسالۂ تجہیز وتکفین میت - ازمحمد عمران

احسن المسائل ترجمۂ کنز الدقائق - جو مسائل ضروریہ فقہ مین بہت مستند ہے کتاب الطہارت سے کتاب الفرائض تک لابدی اور ضروری مسئلے صاف صاف عبارت اُردو مین مرقوم مین مترجمۂ مولوی محمد احسن صدیقی -

فقہ فارسی

بدائع منظوم - ازمولوی ناظم علی -

نام حق - ازشرف الدین بخاری -

مائۃ مسائل - ازمولوی احمد اللہ -

شرح وقایہ فارسی - مع حاشیۂ ملتقی الابحر ازمولوی عبدالحق سہسولی وحاشیہ ازمولوی ابراہیم -

شرح مختصر وقایہ کورمیری - فارسی ازجلال الدین عمر قندی -

مسلک المتقین منظوم - علماے ولایت سے اسمین مسائل فقہ حنفیہ کے کارآمد ضروری مندرج کیے ہین مصنفہ مولوی الہ یار خان -

فتاواے برنپہ - اسمین مسائل فقہیہ ہین مصنفہ مفتی محمد نصیر الدین -

بنا الاسلام فی احکام الصیام مذہب امامیہ کی کتاب ہے -

ہدایہ - مع ترجمہ وشرح حال المتن منقول ازمطبوعۂ کلکتہ جو چند علماے نامدار نے باتفاق راے مدون کیا یہ کتاب مختاران وکلا کے لیے مفید ہے چار جلد مین -

۱- جلد اول - کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک -

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک -

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک -

۴- جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے مسائل شتی تک -

فہرست جلد چہارم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درالمختار

صفحہ	مضمون
۱	کتاب الاجارۃ
۱	یعنے ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ کے احکام
۱۰	جس محل میں نفس سپرد ہونے کا اعتبار ہے
۱۴	باب ما یجوز من الاجارۃ وما لا یجوز وما اختلف فیہ
	یعنے جو اجارہ درست ہے اور جس میں اختلاف ہے
۲۸	باب الاجارۃ الفاسدۃ یعنے اجارہ فاسدہ کے احکام
۳۳	حرمت اجرت جنسی حیوانات ومال منفعتیں ولوحہ گران
	مزامیر نوازان وجواز نوکری تعلیم قرآن وفقہ واذان
۳۹	باب ضمان الاجیر یعنے مزدور سے تاوان لینے کے احکام
۴۴	باب فسخ الاجارۃ یعنے اجارہ توڑنے کے احکام
۵۳	مسائل شتی یعنے اجارہ کے مسائل متفرقہ
۵۶	تحریر سیاہ ونیز بطلمی کو اجرت یعنی جنتی دوسرا کاتب ہے
۶۰	کتاب المکاتب
	یعنے اس غلام کے احکام جسکو مولی نے یہ کہا ہو کہ اتنا مال دے تو تو آزاد ہے
۶۴	باب ما یجوز للمکاتب یعنے غلام مکاتب کو کون سے افعال جائز ہیں
۶۸	باب جنایۃ المکاتب وعلیہ یعنے غلام مشترک کے مکاتب کرنیکا بیان
۶۹	باب بعد المکاتب عجز وعوت الموالی
	یعنے مکاتب کے عجز اور طال اور کرنے سے اور آقا کے مرنے کے احکام
۷۴	کتاب الولاء
	یعنے آزاد کردہ کا مال وہ مرجائے تو آقا کے وارث نسبی کو جو آقا کو ملتا ہے
۷۸	فصل فی کفالۃ الموکاۃ یعنے غلاموں کی ہیئت جو ترکہ ملتا ہے اسکے
۷۹	کتاب الاکراہ
	یعنے دوسرے پر زبردستی کرنے کے احکام
۹۰	کتاب الحجر

صفحہ	مضمون
۹۰	یعنے قسم قبل سے نہانت شرعی کرانے شخص اہلیت کو
۹۵	فصل فی البلوغ یعنے لڑکے اور لڑکی کے بالغ ہونے کا ذکر
۹۶	کتاب المأذون
	یعنے غلام اور بالغ کو اجارت تجارت وغیرہ دینے کے احکام
۱۰۷	کتاب الغصب
	یعنے چیز کے چھین لینے کے احکام
۱۱۸	فصل اسمن غصب غیرہ فغاب کرنے کا بیان ہے
۱۲۶	کتاب الشفعۃ
	یعنے شفعہ کے احکام
۱۲۸	ترتیب شفیعان
۱۳۰	باب طلب الشفعۃ یعنے شفعہ طلب کرنے کے مسائل
۱۳۷	باب ما یسقط الشفعۃ وکیفیۃ یعنے کون سی چیزوں میں شفعہ
	ثابت ہوتا ہے اور کون سی بات میں نہیں
۱۳۹	باب ما یبطلہا یعنے کون سی باتوں سے شفعہ جاتا رہتا ہے
۱۴۷	کتاب القسمۃ
	یعنے مشترک چیز کا شریکوں میں بانٹنا
۱۵۹	کتاب المزارعۃ
	یعنے بٹائی پر کھیت دینے کے احکام
۱۶۵	کتاب المساقاۃ
	یعنے درختوں کو پرورش کے لیے کسی کو دینا اور اسکے پھل کا ملنا
۱۶۸	کتاب الذبائح
	یعنے ذبح کے اور مذبوح جانوروں کے احکام
۱۸۱	کتاب الاضحیۃ
	یعنے قربانی کے احکام
۱۹۲	کتاب الخنثی والمفقود

صفحہ	مضمون
۹۳	یعنے مکروہ وحرام وہ مباح چیزوں کا بیان
۲۰۲	فصل فی اللبس یعنے کپڑا پہننے کے مسائل اور کونسا کپڑا مکروہ
۲۰۷	فصل فی التفاوت للنفس یعنے کیسا اور کپڑا کونسے کو نہیں
۲۱۳	باب الاستبراء وغیرہ یعنے لونڈی کے خریدنے کے بعد اسکا حکم
۲۲۰	یونہی باب تحریمین ہے
۲۲۱	فصل فی البیع یعنے کونسی چیزوں کی بیع مکروہ ہے
۲۲۲	احکام مسجد
۲۲۰	بچھنے لگانا حیوانات کی ہڈی کا استعمال عورت کے دودھ کا بیچنا
۲۳۳	غصہ خوانی میں طرح پر ہے
ایضاً	چار چیز دن کا دفن کرنا چاہیے
۲۳۶	اقسام علم
ایضاً	باب خصوصوں کی غیبت مباح ہے
۲۳۸	فضائل صلہ رحم
۲۴۰	خط کے سلام کو پڑھ کر جواب دینا واجب ہے
۲۴۲	زیارت قبور
۲۴۵	وسعہ کا حتساب مکروہ نہیں
۲۴۷	وصیت کا طریق
۲۵۰	اصول حلال کے دس شے ہیں
ایضاً	کتاب احیاء الموات
	یعنے زمین غیر مزروع کو قابل زراعت کرنا
۲۵۲	فصل فی الشرب یعنے کھیت سینچنے اور جانوروں
	کے پانی پلانے کے بارے کے احکام ہیں
۲۶۰	کتاب الاشربۃ
	یعنے پینے کی چیزیں کونسی حرام ہیں اور کونسی
۲۶۷	جائز خراب برتن کے پاک کرنے کا طریق

صفحہ	مضمون
۲۶۹	کتاب الصید یعنے شکار کرنے کے مسائل
۲۷۵	گوہ کا شکار حلال نہیں
۲۷۹	کتاب الرھن یعنے گرو رکھنے کے مسائل
۲۸۶	باب ما یجوز ارتھانہ وما لا یجوز یعنے جن چیزوں کا گرو رکھنا جائز ہے اور جن کا ناجائز
۲۹۵	باب الرھن یوضع علی یدعدل یعنے گرو کو معتبر آدمی کے پاس رکھدینا
۲۹۶	باب التصرف فی الرھن یعنے گرو چیز میں راہن کا تصرف کرنا
۳۰۱	فصل فی مسائل متفرقۃ یعنے متفرق مسئلوں کے ذکر میں
۳۱۲	کتاب الجنایات
	یعنے قصاص نفس اور اعضا کے مسائل کے ذکر میں
۳۱۶	فصل فیما یوجب والذی دھا لا یوجبہ
	یعنے ان افعال کے ذکر میں جو قصاص کے موجب ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے
۳۳۳	باب الشھود فیما دون النفس
	یعنے جانچ کرنے میں مثلاً ہاتھ یا دانت وغیرہ کا موجود ہونے میں
۳۳۸	فصل فی الفاعلین یعنے دو فاعل ہونے کے مسائل
۳۴۳	باب الشھادۃ فی القتل بالقتل کی گواہی دینے کے احکام
۳۴۷	کتاب الدیات
	یعنے جو مال کہ جانی کے عوض میں دیا جائے خواہ اعضا کے عوض میں اسکے مسائل
۳۴۹	قاعدہ کلیہ دیت اعضا
۳۵۲	فصل فی الشجاج یعنے قسم سر اور چہرہ کے بیان میں
۳۵۷	فصل فی الجنین یعنے گرجانے بچہ کے پیٹ کا پھر زندہ ہونے کیا سزا ہے
۳۶۱	فیما یصدقہ الرجل فی الطریق وغیرہ
	یعنے آدمی جادہ وغیرہ میں کوئی چیز بیچتا ہو جس کے عیب کو خریدار نہ جانتا ہو
۳۶۱	فصل فی الحائط المائل یعنے جھکی ہوئی دیوار کے مسائل
۳۶۹	باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ
	یعنے جو غلام کسی کو تلف کرے یا اسکو کوئی تلف کرے
۳۷۴	باب جنایۃ العبد والجنایۃ علیہ

صفحہ	مضمون
	یعنے مملوک کسی کا بگاڑ کرے یا اسکا کوئی بگاڑ کرے
۳۷۸	فصل فی الجنایۃ علی العبد یعنے غلام میں کوئی نقصان کرنے کے بیان میں
۳۸۱	فصل فی غصب القن وغیرہ یعنے غلام ناقص کرنے کے بعد جیسے چاہے
۳۸۴	باب القسامۃ یعنے قتل جس کا پایا جانا اس کا اولیاء مقتول کو قسم کھانا
۳۹۳	کتاب المعاقل
	یعنے دیت میں بہا دی کس طرح معتبر ہوتی ہے
۳۹۷	کتاب الوصایا
	یعنے وصیوں کے احکام
۴۰۰	تفسیر مرض موت یعنے جس بیماری میں تصرف بیمار کا کامل نافذ نہیں ہوتا وہ کون سی ہے
۴۱۰	باب الوصیۃ بثلث المال یعنے ثلث مال کی وصیت کے احکام
۴۱۸	باب العتق فی المرض یعنے مرض موت میں آزاد کرنیکا ذکر
۴۲۱	باب الوصیۃ للاقارب وغیرھم
	یعنے رشتہ داروں وغیرہم کے لئے وصیت کرنے کے احکام
۴۲۲	سید ہونے ماں کی طرف سے معتبر نہیں
۴۲۳	فقیہ اور متفقہ میں کیا فرق ہے
۴۲۷	باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ
	یعنے خدمت غلام اور سکونت مکان اور ثمرہ باغ کی وصیت کے احکام
۴۳۰	فصل فی وصایا الذمی یعنے ذمی وغیرہ کی وصیت کیسے کی جائے
۴۳۱	باب الوصی یعنے جسکو وصیت پورا کرنیکو کہا جائے اسکے احکام
۴۳۹	فصل فی شھادۃ الوصایا یعنے وصیتوں کے گواہی کے بیان میں
۴۴۲	کتاب الخنثی
	یعنے جس شخص میں مرد عورت دونوں کی علامت ہے اسکے احکام
۴۴۹	مسائل شتی یعنے متفرق مسائل سننے کے
۴۵۳	احکام اربعہ
۴۶۲	ذکر انبیاء کا جو مختون پیدا ہوئے

صفحہ	مضمون
۴۶۴	لڑکیوں کے کان چھیدنے درست ہیں
۴۶۸	قرآن کے احکام
۴۶۹	کتاب الفرائض
	یعنے ورثہ کے حصوں کا بیان
۴۸۱	فصل فی الحصات یعنے حصوں کے بیان میں
۴۹۲	باب العول یعنے حصہ اور حق سہام کا حق سے بڑھ جانا
۴۹۴	مسائل الرد یعنے مالی کو ورثہ پر رد کرنے کے مسائل
۴۹۸	باب توریث ذوی الارحام یعنے ذوی الارحام کے وارث کرنے کے مسائل
۵۰۱	فصل فی الغرقی والحرقی والھدمی وغیرھم
	یعنے جو لوگ ایکساتھ ڈوبے یا جل مرے یا دب کر مرے اور انکے وراثت کے احکام
۵۰۳	فصل فی المناسخات یعنے قبل تقسیم ترکہ اگر کوئی وارث مرجاوے تو کس طرح تقسیم ہوگی
۵۰۶	باب الانکسار جح یعنے فوجوں کے بیان میں
۵۰۹	تصحیح مسائل کے سات قاعدے
۵۱۰	اعداد کی نسبت کا بیان
۵۱۴	قرعہ نکالنے یا وارثوں کو ترکہ کی تقسیم کا طور
۵۱۶	تماریج کا بیان یعنے اگر کوئی وارث کچھ ترکہ لیکر علیحدہ ہوجاوے تو کیا کرنا چاہیے
	تمت

به عون صناع مکین و مکان فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد لله والمنة کہ ربع رابع فتاوی مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنی

جلد چہارم غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو درالمختار

جسکا ترجمہ مولوی محمد علی صاحب مدرس سلطانی اور شیخ محمد نے بفوائد آں بنام بہار دوم بتصحیح مولوی احسان اللہ صاحب کی محلوی و محفوظ حق طبع ہذا

مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ طبع ہوکر مطبوعا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ

یہ کتاب ہی اجارہ کے احکام مین مترجم کہتا ہی اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہین قولہ ہو لغۃ
لکونہا تملیک عین بھذہ تملیک منفعۃ مصنف نے ہبہ کو مقدم کیا اجارہ پر اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی تملیک عین سے اور
اجارہ عبارت ہی تملیک منفعت سے بلا تملیک عین یعنے اور اعیان وجود مین مقدم ہین منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک
منافع سے ذکر مین مناسب ہوئی ھی لغۃ اسم للاجرۃ وھی ما یستحق علی عمل الخیر وللایداعی بہ یقال اعظم اللہ اجرک
اجارہ لغت مین اسم ہی اجرت کا اور اجرت وہ جو نیک کام پر مستحق ہو لہذا بلفظ اجر دعا کیجاتی ہی یون دعا دیتے ہین کہ خدا تجکو اجر عظیم دے
ہم اجرت لغت مین کرایہ ہی مزدور کا اور اجر اور اجارہ کام کی جزا ہی خواہ کام نیک ہو یا بد قال فی القاموس الاجر الجزاء علی العمل کالاجارۃ والاجرۃ
الکراء واعطاہ وی نے کہا شارح کی عبارت مین خلل ہی چنانچہ عینی کی شرح کنز اوسپر دلالت کرتی ہی انتہے یعنے عینی نے اجرت کی تفسیر کراء اجیر
اور اجر کی تفسیر ما یستحق علی عمل الخیر کی ہی وشرعا تملیک نفع مقصود من العین بعوض حتی لو استاجر ثیابا او اوانی لیتجمل بہا او دابۃ
لیجنبہا بین یدیہ او دارا لا لیسکنہا او عبدا او دراہم او غیر ذالک لا لیستعملہ بل لیظن الناس انہ لہ فالاجارۃ فاسدۃ فی الکل
ولا اجر لہ لانہا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین بزازیۃ وسیجی اور اصطلاح شرع مین اجارہ عبارت ہی اوس منفعت کی
تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے باہر تن کرا یہ لیے تاکہ اون سے تجمل اور آرایش حاصل کرے یا گھوڑا شکار کرایہ لے تاکہ اپنے آگے
کو تل چلاوے یا گھر کرایہ لے نہ اسواسطے کہ اوسمین سکونت کرے یا غلام یا دراہم یا سوائے اسکے اور چیز کرایہ لے اسواسطے کہ استعمال مین نہ لاوے بلکہ لوگون
کرین آدمی کہ وہ چیز اوسی کی مملوک ہی تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہی اور اشیاء مذکورہ کے مالک کو اجر نہ ملیگا اسواسطے کہ تجمل اور گمان ملک منفعت غیر
مقصود ہی عین سے کذا فی البزازیہ اور اسکا ذکر آگے آویگا مصنف نفع کی قید سے بیع اور ہبہ خارج ہوگئی اور یہ تعریف اجارہ صحیحہ اور فاسدہ دونون کو
شامل ہی اسواسطے کہ نفع اور عوض مین معلوم اور معین ہونیکی قید نہین لگائی اشارہ مذکورہ کے اجارہ مین اجرت ثابت نہوگی اگرچہ تجمل وغیرہ نفع غیر مقصود مین
استعمال کرے سایہ یہ جو فقہا کا قول ہی کہ اجارۂ فاسدہ مین انتفاع سے اُجرت واجب ہوتی ہی تو اس صورت پر محمول ہی جب کہ نفع مقصود مین استعمال ہوئی ہو
وکل ما صلح ثمنا فی البدلانی البیع صلح اجرۃ لانہا ثمن المنفعۃ اور ہر چیز ثمن بننے بیع مین مل ہونیکی صلاحیت رکھتی ہی وہ اجرت اور مزدوری

قولہ ہو لغۃ اسم للاجرۃ وھی ما یستحق علی عمل الخیر وللایداعی بہ یقال اعظم اللہ اجرک

ہونیکی بھی صلاحیت رکھتا ہی اسواسطے کہ اجرت ثمن ہی منفعت کا ہم ثمن دین بھی ہوتا ہی اور عین بھی اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین عین مال رائج ہوتا ہی تو عین اجرت ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہی ولا ینعکس کلیا فلا یقال ما یجوز ثمنا یجوز اجرۃ تجوز اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ اذا اختلفا کما سیجئ اور قول مذکور منعکس لیعکس کلی نہین ہوتا تو یون نہ بولین گے کہ جسکا ثمن ہونا جائز نہین اُسکا اجرت ہونا جائز نہین بسبب جائز ہونے اجارہ منفعت بعوض منفعت کے جب کہ دونون منفعتین مختلف الجنس ہون چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہم اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت ارض سے کہ یہ صحیح ہی اور بیع مین منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہین عکس کلی سے یہان عکس لغوی مراد ہی نہ عکس منطقی وتنعقد باعترتك هذه الدار شهرا بكذا الان العارية بعوض اجارة بخلاف العكس اور منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ مین نے تجکو یہ گھر عاریت دیا مہینے بھر کو بعوض اتنے کے اسواسطے کہ عاریت بشرط عوض کے اجارہ ہی برخلاف عکس یعنے عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہین ہوتی تو اگر یون کہے کہ یہ گھر مین نے تجکو اجارہ دیا بلا عوض تو یہ اجارہ فاسدہ ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر او وهبتك او اجرتك منافعها شهرا بكذا يا منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو ہبہ کیے ایک مہینہ بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو اجارہ دیے ایک مہینہ بھر بعوض اسقدر کے افاد ان ركنها الايجاب والقبول مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب اور قبول ہی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہی کہ (ہی تملیک نفع بعوض) اسواسطے کہ یہ نہین ہوسکتا بدون ایجاب اور قبول کے اسنتے مین کہتا ہون اور شاید کہ رکنیت ایجاب اور قبول کی متعقد کے لفظ سے نکلتی ہی اسواسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہی ایجاب اور قبول کے ربط سے وشرطها كون الاجرة والمنفعة معلومتين لان جهالتهما تفضي الى المنازعة اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہی اجرت اور منفعت کا اسواسطے کہ دونون کا غیر معلوم ہونا منازعت کیطرف پہونچاتا ہی وحكمها وقوع الملك في البدلين ساعة فساعة اور حکم یعنے اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہی دونون عوضون یعنے منفعت اور اجرتین پر مبدم اور گھڑی گھڑی ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ اجارہ عقد معاوضہ ہی اور احد العوضین منفعت ہی کہ اندک اندک وہ منہدم پیدا ہوتی جاتی ہی اور معاوضہ مقتضی ہی مساوات کا تو بالضرور تراخی فی المنفعۃ موجب ہی تراخی فی البدل کا ہان اگر تعجیل اجرت عقد مین شرط ہوگئی ہو تو پہلے کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر وهل تنعقد بالتعاطي ظاهر الخلاصة نعم وان علمت المدة وفي البزازية ان قصرت نعم والا لا اور کیا اجارہ منعقد ہوجاتا ہی تعاطی سے بلا ایجاب و قبول لفظی ظاہر خلاصہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہی اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور بزازیہ مین ہی کہ اگر مدت اجارہ کی کمتر ہو تو منعقد ہوتا ہی اور اگر کمتر نہو تو منعقد نہین ہوتا صاحب امام محمد نے اصل مین مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعین دیگین اجارہ لین تو جائز نہین اسواسطے کہ دیگین مختلف المقدار ہوتی ہین تو اگر وہ شخص دیگین لایا اور مستاجر نے قبول کرلین پہلے کرایہ پر تو جائز ہی اور یہ اجارہ جدید ہوگا تعاطی سے اور یتیمہ مین ہی کہ مین نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہی نادین یا حجامت کرواتا ہی یا فصد لیتا ہی یا حمام مین جاتا ہی یا شکے سے پانی پیتا ہی پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہ اجارہ جائز ہی بطور استحسان کے اور پہلے سے عقد کی کچھ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ عن التاتارخانیہ ویعلم النفع ببیان المدۃ کالسکنی والزراعۃ مدۃ کذا ای مدۃ کانت وان طالت ولو مضافۃ کاجرتكها غدا او للموجر معها او تبطل الاجارۃ به یفتی خانیہ اور منفعت معلوم ہوجاتی ہی مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اسقدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو گو کہ مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجکو گھر اجارہ دیا کل کے دن اور موجر کو اور مستاجر کو اوس دن بیچ ڈالنا جائز ہی اور اس بیع سے اجارہ باطل ہوجائیگا اسی قول پر فتوے ہی کذا فی الخانیہ ہم مدت طویلہ کا اجارہ جائز ہی اگرچہ موجر اور مستاجر اوس مدت تک زندہ نہ رہین یہی قول نصاف کا مختار ہی اور بعضون نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہی

ل یعنے جو مکان کرایہ پر دیا ہو اسکی مرمت کرانا موجر پر ہی ۱۲

اور تائید مبطل اجارہ ہی یہ قول ہی ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی ولم تزد فی الاوقاف علی ثلث سنین فی الضیاع و علی سنۃ فی غیرھا کما مر فی باب ۔ اور وقف کی چیزون مین تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہوگی اراضی مین اور ایک برس سے زیادہ جائز نہین غیر اراضی مین چنانچہ گھر اور دکان مین جسطرح باب الوقف مین اسکا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد عقودا متفرقۃ کل عقد سنۃ بکذا فیلزم العقد الاول لانہ تاجر الباقی لانہ مضاف فللمتولی فیتخذ خانیہ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو تو اجارۂ طویلہ کا یہ حیلہ ہی کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اسواسطے کہ وقت حاضر کا عقد ہی بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہونگے کہ وہ مضافات بزمان مستقبل ہین تو متولی کو اُسکا فسخ کردینا جائز ہی کذا فی الخانیۃ وفیہا لو شرط الواقف ملازمۃ یتبع الا اذا کانت اجارتہا اکثر نفعا فیفوتہ القاضی لا المتولی لان ولایتہ عامۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر وقف کا کرنیوالا اجارۂ وقف کی مدت شرط کرے تو اُس شرط کی پیروی لازم ہی مگر جب کہ اُسکی اجارہ مین نفع کثیر ہو تو قاضی اُسکو اجارہ دے نہ متولی اسواسطے کہ قاضی کی ولایت عام ہی یعنے قاضی کا حکم مستحقین وقف اور میت سب پر نافذ ہی قولہ وقف ان افتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود وسیجیء متنا فلیراجع و لیتحفظ مین کہتا ہون اور ہم مقدمہ بیان کرچکے ہین کتاب الوقف مین کہ ابطال اجارہ طویلہ پر فتوے ہی اگرچہ بعقود جداگانہ ہوا ور اسکا ذکر متن مین عنقریب آویگا تو اُسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اُسکو یاد رکھنا چاہیے فلو اجرہا المتولی اکثر لم تنقض الاجارۃ اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا اجارہ صحیح نہوگا وتنفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاوی قارئ الہدایۃ ورجحہ المصنف علما فی النفع الوسائل اور عقد اجارۂ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت مین یعنے نہ تین سال مین صحیح رہیگا نہ زیادہ مین اسواسطے کہ عقد واحد جب بعض مین فاسد ہوا تو کل مین فاسد ہوگا کذا فی فتاوے قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح مین فساد کلی کو ترجیح دی ہی اور نفع الوسائل کے قول پر ہم النفع الوسائل مین مذکور ہی کہ اجارۂ طویلہ اگر اراضی مین ہی تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہی تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل وافاد فسادا یقع کثیرا من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ من الاشجار بمبلغ کثیر ویساقی علی اشجارہ بجزء من اثنی عشر جزءا اور مصنف نے اپنی شرح مین اوس امر کی فساد کا افادہ کیا ہی جو اکثر واقع ہوتا ہی وقف یا یتیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے پھر شخص مساقی اجارہ لیتا ہی اُس باغ کی زمین کو جو خالی ہی اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقات کا کرتا ہی وقف یا یتیم کے اشجار پر بمقابلہ ایک سہم کے ہزار سہم سے ہم یعنے ایک سہم یتیم یا وقف کے واسطے مقرر کرتا ہی اور باقی اپنے واسطے مساقی معین کرتا ہی کذا فی الطحطاوی فالخطاء ظاہر فی الاجارۃ لا فی المساقاۃ تو خطا یعنے فساد کا نصیب ظاہر ہی اجارہ مین نہ مساقات مین یعنے فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہی لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہین اسواسطے کہ مساقات عبارت ہی درختون کے سینچنے اور گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض قلیل ہون یا کثیر فمفادہ فساد المساقاۃ بالاولی لان کلا منہما عقد جدید تو مفاد اُسکا یعنے منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد بطریق اولے فساد ہی مساقات کا اسواسطے کہ ہر ایک اُن دونون مین سے یعنے ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنے عقد مستقل ہی ہم منح الغفار مین خانیہ سے مذکور ہی کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض وقف کا اجارۂ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہین اسواسطے کہ اجارۂ طویلہ کی رسم یہ ہی کہ پہلے برسون کی مقابلہ مین تھوڑا مال ہوتا ہی اور پچھلے سال کے مقابلہ مین اکثر مال ہوتا ہی پھر جب پہلے برسون کا اجارہ اجرت مثل سے کمتر ہوا تو صحیح نہوگا انتہے وجہ اولویت کی یہ ہی کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کیواسطے خیر اور شر دونون ہی اور باوجود اسکے فاسد ہی تو جو عقد سراسر اور بالکل شر ہو چنانچہ مساقات مذکورہ تو اُسکا فاسد ہونا بطریق اولے ہی ضمیر مفادہ کی اُسکی طرف راجع ہی جو اُس کے کلام سے مستفاد نہین کذا فی الطحطاوی

قلت وقدمنا واسرایۃ الفساد فی باب البیع الفاسد بالفساد القوی المجمع علیہ فیسری کجمع بین حر وعبد بخلاف الضعیف المختلف فیقتصر علی محلہ ولا یتعدہ الکجمع بین عبدہ وحر فتنبہ لہ وحل بر فتنبہ لہ میں کہتا ہوں ہم نے بیع فاسد کے باب میں فقہائی سرایت فساد کو مقید بفساد قوی متفق علیہ کیا ہے تو کل عقد جس میں فساد ہیگا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد میں بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہیگا اور وہاں سے تجاوز نہ کریگا جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد میں تو اسکو تامل کر ہم یہ شارح نے نفع الوسائل کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد ضعیف ہے تو زیادت پر ٹھہرا رہیگا اور اصل تک نہ پھیلیگا کذا فی الطحطاوی وجعلوا الضابط ما افتتحہ وریہ بھی ہے کہ فقیہوں نے طول اجارہ کو فساد طاری قرار دیا ہے تو آگاہ رہو ہم یہ دوسری تائید ہے یعنے جب کہ یہ فساد طاری ہو تو کل عقد میں ساری ہوگا طحطاوی نے کہا کہ اسکے طاری ہونے میں تامل ہے یعنے بسبب اسکے کہ مدت عقد میں داخل ہے اور طاری وہ ہے جو بعد عقد کے لاحق ہو وہ من حوادث الروم وصی زید باع ضیعۃ من ترکتہ لدین علی المیت فلما ملکہ ثم ظہر ان بعضہا وقف مسجد ھل یصح البیع فی الباقی اجاب فریق بنعم وفریق بلا والف بعضہم رسالۃ لخصہا بعضہم بترجیح الاول فقال ورملک روم کے حوادث سے یہ مسئلہ ہے کہ زید کے وصی نے اوسکے متروکہ سے قطعہ زمین کا بیچا ادائے دین کے واسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہے پھر ظاہر ہوا کہ بعض قطعہ مسجد پر موقوف ہے کیا باقی میں بیع صحیح ہوگی یا نہیں علما کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہاں باقی یعنے غیر موقوف میں بیع صحیح ہے اور دوسرے فریق نے جواب دیا کہ نہیں باقی میں بھی صحیح نہوگی اور بعضے علما نے اسمیں رسالہ لکھا خلاصہ مضمون اس رسالہ کا جواب اول کی ترجیح ہے تو اسکو تامل کر ہم شارح نے امر بالتامل سے نفع الوسائل کی تقویت کی طرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہیں ہوتا کہ عقد واحد میں بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوے عالمگیری اسپر دلالت کرتا ہے کہ عقد جب ایک ہو تو فساد متعدی ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی ومنے جواہر الفتاوی اجر ضیعۃ وقفا ثلث سنین وکتب فی الصک انہ اجر ثلثین عقدا کل عقد عقیب الاخر انتہی والاجارۃ تنتہی بموت المؤجر وھو الصحیح وعلیہ الفتوی صیانۃ للاوقاف ثم قال ونو قضی قاض بصحتہا تجوز ویرتفع الخلاف انتہی اور جواہر الفتاوی سے ہمیں معلوم ہوا کہ وقف کی زمین کا سال کو اجارہ دی اور دستاویز میں لکھا کہ دس برس تک عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے عقد کے بعد یعنے عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوے ہے اوقاف کی محافظت کیواسطے یعنے تاکہ اجارہ مذکور کے تصرف سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوے نکرے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائیگا انتہی ہم رفع خلاف اُسوقت ہوگا جبکہ قاضی حادثہ شرعیہ میں حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہوں ایک صحت کا مدعی اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجیء ان المتولی والوصی لو اجر باجر المثل یلزم المستاجر تمام اجر المثل وان اجر بغبن فاحش لم یلزم الا الاقل للوقف میں کہتا ہوں اوسکے آگے آویگا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دیں کمتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اوسپر عمل ہوگا جو زیادہ تر نافع ہو وقف کے واسطے وفی صلح الخانیۃ متی فسد العقد فی البعض یفسد فی الکل اور صلح خانیہ میں ہے کہ جب عقد بعض میں فاسد ہو بسبب اوس مفسد کے جو مقارن ہو عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا ہم مصنف اپنی شرح میں اس قول کو لایا ہے قاری ہدایہ کے نتیجے کی تقویت کے واسطے ویعلم النفع ایضا ببیان العمل کالصباغۃ والصبغ والخیاطۃ بما یرتفع الجہالۃ بہ اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ زرگری اور رنگ سازی اور درخت اوس طرح کا بیان ہو جہالت کو دور کر دے ہم عمل زرگری میں ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ میں کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کسنخ یا زرد یا سبز اور یہ کہ ہلکا رنگ ہوگا یا گہرا ضرور ہے اور درخت میں جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور ثوب میں کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے ولہذا محیط میں ہے کہ اگر دن دیکھے دس کپڑوں کے ثوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہے اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اسواسطے کہ کپڑا غلظت اور رقت میں مختلف ہوتا ہے فیتنازعا فیستحق الاباۃ للرکوب بیان الوقت والموضع فلو خلا عنہما ففی فاسدۃ جز ۱۲ ریدھ

تو سواری کے واسطے جانور کے کہ اسمیں بیان وقت یا مکان کو بہ شرط ہی تو اگر اجارہ دونوں کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنے اسواسطے کہ بیان مذکور رافع جہالت نہین و یعلم ایضا بالاشارۃ کنقل ھذا الطعام الی کذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہی چنانچہ لینا اس طعام کا فلانے مکان تک ہم رہنیسے منفعت مشار الیہ نہین ہی لیکن اشارہ کرنیسے معلوم ہو جاتا ہی کہ فعل مخصوص مراد ہی کذا فی الدرر واعلم ان الاجیر لا یلزمہ بالعقد ولا یجب تسلیمہ بہ بل بتعجیلہ او شرطہ فی الاجارۃ المنجزۃ اور معلوم کرکہ اجیر اور مزدوری لازم نہین عقد سے تو واجب نہین اوسکی تسلیم یعنے اوسکا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجری تعجیل سے یا اجارۂ حاضرہ مین تعجیل کے مشروط ہونے سے لازم التسلیم ہوتی ہی ہم اور جب کہ مستاجر نے اول مزدوری ادا کردی تو اب اوسکو نہین پھیر لیسکتا کذا فی الطہیری وعن العتابیہ اما المضافۃ فلا تملک فیہا الاجرۃ بشرط التعجیل جمیعا اور اجارۂ مضافہ یعنے وقت غیر موجود کا اجارہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل تجعل عقود اوکل الاحکام فیفتی ہر وایۃ تملکہا بشرط التعجیل للحاجۃ شرح وہبانیہ للشرنبلالی اور بعضون نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام مین عقود معجلہ یا جائے پھر اجیر کے مالک ہونیکا فتوے دیا جائے اشتراط التعجیل سے بسبب حاجت کذا فی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی ہم شارح سے یہان تخصار نقل واقع ہوا بالتفصیل مطلب ظاہر ہوگا اجارہ مذکورہ بخارا مین متعارف ہی صورت اُسکی یہ ہی کہ گھر باز مین کا اجارہ کرتے ہین متواتر تیس برس کا لیکن تین برس ہر سال سے نکالتے ہین اجارہ سے اتصال سنوات باقی نرہی اور سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہین اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہین علما اسکے جواز اور عدم جواز مین مختلف ہین بعضے مجوزین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہین اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہین اسواسطے کہ اگر عقود اعتبار کیجیے تو سوائے عقد اول کے باقی عقود مضاف ٹھہرین اور اجارۂ مضافہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہی صدر الاسلام شہید نے کہا ہی نزدیک صحیح یہ ہی کہ درحق سائر احکام عقود معتبر کیجیے اور درحق ملک اجرت تعجیل یا اشتراط تعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجیے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ مسئلہ ہوا اور اگر یون کہے کہ مین نے اپنا گھر تجکو اجارہ دیا گل ماہی اجرت پر تو مقدم مذکور ہو چکا کہ اسمین اشتراط تعجیل باطل ہی اور بالفعل اوسپر اجرت لازم نہوگی چنانچہ یعقبی نے بیان کیا ہی و لہذا اجلبی نے کہا کہ اس تحریر سے تجکو معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہین ہی اور اگر شارح یون کہتا او قیل یجعل عقدا واحدا فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط التعجیل ای علی ہذا القول م تو بہتر اور واضح ہوتا کذا فی الطہطاوی او الاستیفاء للمنفعۃ یا اجرت لازم ہوتی ہی منفعت کے حاصل کرلینے سے او تمکنہ منہ الا فی ثلث مل کو سرقۃ فی الاستشہاء کہ یا اجرت لازم ہوتی ہی ہستیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر اونمین صورتون مین باوجود قدرت لازم نہین ہوتی جو استثناء مین مذکور ہین ہم جب موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کرکے دے اور اوسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کیطرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہرگا اور اسوقت مین اگر مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو یہ تعجیل لزوم اجرت کی مانع نہوگی تو اگر موجر کیطرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی بادہ چیز اور اوسکے اسقاط سے فارغ نہین یا فارغ تسلیم کی مدت کی غیر متمز یا مدت مین تسلیم کی لیکن اوسکو غیر محل اجارہ مین حبس کر رکھا یا اوسکو محل اجارہ مین رکھا اور اوسمین کوئی عذر ہی مانع یا موجر کیطرف سے کوئی عذر نہین لیکن حاکم یا غاصب نے اوسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صورتون مین لازم نہین کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنے صورتون مین سے پہلی صورت یہ ہی کہ قدرت علی الاستیفا اجارہ فاسدہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اوسکو اپنے پاس باندہ رکھا اور اوسپر سوار نہوا تیسری صورت یہ کہ گھر کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کرکے پھر اوسکو چند سال رکھ چھوڑا بدون بسنے کے تو اجرت لازم نہوگی اوس مدت کے بعد کہ اگر اوسکو بہتا تو کچھ بھٹ جاتا یعنے وہان تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اوسکو بسنے جاتا تو کچھ لاتا بہتا پھر اوس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطہطاوی ثم فرع علی ھذا بقولہ فیجب لاجر المثل ان قبضت ولم تسکن لوجود التمکن من الانتفاع پھر مصنف نے اوسپر یعنے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت واجب ہوگی اوس گھر کی جو مقبوض ہوا اور منہوا اوسمین مستاجر نہین رہا واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہی وھذا اذا کانت

الاجارۃ صحیحۃ واما فی الفاسدۃ فلا یجب الاجر الا بحقیقۃ الانتفاع کما بسطہ فی العمادیۃ اور یہ یعنے وجوب اجرت بقدرت انتفاع اوسوقت ہے جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارۂ فاسدہ مین تو اجرت واجب نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع نہ فقط قدرت سے چنانچہ اسکو عمادیہ مین شرح بیان کیا ہے وظاہر ما فی الاسعاف اخراج الوقف فتجب اجرتہ فی الفاسدۃ باتمکن کذا فی الاشباہ کا اور ظاہر قول ہمان کا نکال الناہے وقف تو وقف کی اجرت فاسد اجارہ مین واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ ہم خلاصہ عبارت ہمان یہ ہے کہ وقف کے اجارۂ فاسدہ مین اگر زراعت اور سکونت نہو تو اجرت لازم نہین متقدمین کے قول پر انتے تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہے حالانکہ متاخرین کا خلاف ہمین نظر نہین آیا اور احناس مین خود مصرح ہے کہ وقف کی اجرت اجارۂ فاسدہ مین لازم نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتے اور یہ لفظ صریح ہے عدم وجوب مین پھر جب وقف کا حکم معلوم ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہوگیا ہمین شرح راجا پنا تردد بیان کیگا کذا فی الطحطاوی لخصاقلت وھل مال الیتیم والمعد للاستغلال والمستاجر فی البیع وفاء علی ما افتی بہ علماء الروم کذلک محل تردد فلیرجع مین کہتا ہون اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کیواسطے مہیا ہو اور بیع الوفا کے اجارہ والی چیز ہو جب فتوائے علماے روم بھی اسیطرح وقف کے مانند ہے تردد کا مقام ہے تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم کچھ تردد کا مقام نہین پنانچہ ہم مذکور کرچکے اسواسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہو تو قدرت انتفاع ہمین کافی ہے اور اگر اجارہ فاسد ہے تو اوسکے حکم مین کچھ تغیر نہین ایسا تیار بیع الوفا کی یہ صورت ہے کہ بیع الوفا کا بائع نے اجارہ لیا مشتری سے اوس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو قدرت انتفاع مین اجارہ صحیح ہے پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اوسکے ہاتھ مین باقی رہی تو ملاء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوے دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال رکھا اور یہ خلل ہے کہ بعد انقضاے مدت اجارہ صلا اجارہ نہین کذا فی الطحطاوی و یقولہ و یسقط الاجر بالغصب ای بالحیلولۃ بین المستاجر والعین لان حقیقۃ الغصب تجری فی العقار اور مصنف نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کیا اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنے مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اسواسطے کہ حقیقت غصب کی جاری نہین ہوتی زمین مین یعنے جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگئی وھل تنفسخ بالغصب قال فی الھدایۃ نعم خلافا لقاضیخان اور کیا اجارہ فسخ ہوجاتا ہے غصب سے ہدایہ مین کہا کہ ہان فسخ ہوجاتا ہے برخلاف قاضیخان کے و لو غصب و بعض المدۃ فبحسابہ اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ مین تو بحساب باقی اجرت ساقط ہوگی الا ان یمکن اخراج الغاصب من الدار مثلا بشفاعۃ او حمایۃ اشباہ اگر بیکے نکالنا غاصب کو مثلا گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہوگی کذا فی الاشباہ ہم اگر باوجود امکان اخراج مستاجر اوسکو نہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اوسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اوسکا اخراج ممکن نہو تو قیمۃ مین ہے کہ اجرت ساقط ہوگی و لو انکر ذلک ای الغصب الموجر وادعاہ المستاجر و لا بینۃ لہ یحکم الحال کمسئلۃ الطاحونۃ اور اگر موجر یعنے اجارہ دینے والا اس غصب کا منکر ہو اور مستاجر یعنے اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہون تو ظاہر حال حکم کریگا پن چکے کے مسئلے کے مانند ہم یعنے اگر مستاجر گھر مین رہتا ہو منازعت کے حال مین تو موجر کا قول مقبول ہوا اور اگر اسمین غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہوا اور اسپر کرایہ نہوگا کذا فی البحر اور اگر پن چکی کے مستاجر اور موجر مین اختلاف واقع ہو بعد انقضاے مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع مین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنے اگر پانی جاری ہو جیسا کہ دے کے وقت تو موجر کا قول مقبول ہوگا اور نہین تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الحلبی ولا یقبل قول الساکن لانہ فرد خیر کا اور گھر کے رہنے والے کا قول مقبول نہوگا اسواسطے کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرہ یعنے مسئلہ غصب مین ساکن دار کا قول معتبر نہین اور اگر گھر مین کوئی ساکن نہین تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیریہ و بقولہ و لا یعتق نوب الموجر لو کان اجیرا لانہ لم یملکہ بالعقد اور عدم لزوم اجرت باعتقاد یہ مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کے اور آزاد نہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو اجارہ مین اسواسطے کہ موجر اوسکا مالک نہین ہوگیا فقط عقد اجارہ سے ہم صورت اوس کی یہ ہے

کزید کا ظلم خالد ہی محمود کا بھائی سو زید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اوسکی اجرت مقرر کی تو خالد بمجرد عقد کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنے موجر کی مملوک نہیں ہوجاتی والمراد من تمکنہ من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر حیث لا مانع من الانتفاع اور قدرت استفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہو منفعت کے لینے سے فلو سلمہ العین للحج بعد صفی بعض المدۃ لموجرۃ فلیس لاھلھا الامتناع عن التسلیم والتسلم فی الباقی المدۃ اذا المرکین فی مدۃ الاجارۃ وقت یرغب فیھا لاجلھا تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو وہ لوگ مین سے کسیکو باقی مدتین دینے اور لینے سے امتناع جائز نہین بشرطیکہ اجارہ کی مدت مین ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنے تمام مدت یکسان ہو تب امتناع دینے اور لینے سے جائز نہین فان کان فیھا ای فی العین للموجرۃ وقتا کذلک کبیوت مکۃ ومنی وحوانیتھا کمزمن الموسم فانہ لا یرغب فیھا بعد الموسم قلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاھلہ خیر فی قبض الباقی کما فی العیم کذا فی العمر اور اگر اجارہ کی چیزین ایسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکانہائے معظمہ اور مناکے گھر اور دوکانین موسم حج کے زمانے مین اسواسطے کہ بعد موسم حج اوسکی خواہش نہین رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اوسوقت مین تسلیم نکرے جسکی خواہش ہوتی ہو تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض مین چاہے لے چاہے نہ لے چنانچہ حج ہیں کذا فی البحر ھم یعنے اگر بیوت مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے سو تسلیم نہ واقع ہوئی مگر بعد گذر جانے موسم کے تو مشتری کو خریدار اور عدم خریدن اختیار ہوگا ولو سلمہ المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ ان ملکہ الفتح بلا کلفۃ وجب الاجر والا لا استحسانا اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی سو مستاجر اوسکی کھولنے پر قادر نہوا بسبب گم ہوجانے کنجی کے تو اگر اوسکو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہین تو واجب نہین کذا فی الاشباہ ھم اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور ہمین رہ مگر اوسنے دروازہ کھول نہین دیا اور مستاجر نے مدتکے بعد کہا میں اوسمین نہین رہا تو اگر مستاجر بلا مؤنت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہین تو نہین اور موجر کو یون حجت کرنا جائز نہین کہ تو نے کیون نہ نقل تو ڈالا اور کیون نہ اوسمین داخل ہوا کذا فی العالمگیریہ قلت وکذا العجز للمستاجر عن الفتح بعین للمفتاح لم یکن تسلیما الا ان التخلیۃ تتحقق فیہ مین کہتا ہون اور اسیطرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنے موجر کی دی کنجی کے تو تسلیم نہوگی اسواسطے کہ تخلیہ نہ صحیح ہوا کذا فی الصیرفیہ ولو اختلفا بکم الحال اور اگر دونون مین اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کرے گا یعنے بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ کنجی مستاجر کے پاس ہے مستاجر کہتا ہے کہ مین قفل کھولنے پر قادر نہوا اور موجر کہتا ہے کہ تو قادر ہوا اور دونون کے گواہ نہین ہین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال سے مراد یہ ہے کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی ولو برھنا فبینۃ الموجر ذخیرۃ اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرۃ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہے یہ تشبیہ ہے مجنر مستاجر کی ساتھ بیع الفارمین کہ اگر خریدکیا اور کنجی اوسکی لی اور گھر کیطرف نہین گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہین تو نہین کذا فی النہر وقیل ان قال لہ اقبض المفتاح واقفل الباب فھو تسلیم والا لا کما بسطہ المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کنجی نہ دی اور یہ قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین بیان کیا ہے وللموجر طلب الاجر للدار والامر من کل یوم وللدابۃ کل مرحلۃ اذا الطلقہ ولو بین تعین اور موجر کو جائز ہے گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا اور چوپایہ اور جانور کا کرایہ ہر منزل مین جب کہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہوگیا ہو تو وہی متعین ہوگا نظر کے موافق للخیاطۃ ونحوھا من الصنائع اذا فرغ وسلم فلہ قبل تسلیمہ یسقط الاجر اور سینے اور مانند اسکے اور

پیشوں کی مزدوری مانگتا جائے ہی جب کہ اوس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنے صرف مزدوری کا مطالبہ ہردن نہیں بلکہ کام کرچکنے اور پہونچا دینے کے بعد ہی تو اُس چیز کا تلف ہوجانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کردیتا ہے ہم کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اوسکی بلاتعدی جل گیا تو مزدوری ساقط ہوگئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہوگا کیون کہ وہ بلاتعدی امین ہے وہ کذا کل من یعمل لغیرہ اثر ہ اور اسیطرح ہر ایک اوس پیشہ ور کا حکم ہے جسکے عمل کا اثر موجود ہو چنانچہ بڑہئی اور لوہار اور معمار اور جولاہہ اور سنار کہ انکے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور بنکان اور کپڑے اور زیور مین موجود رہتا ہے تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا وما لا اثر لہ کحمال لہ الاجر کما فرغ وان لم یسلم بخلاف ما اذا لم یبق اثر اور جسکے عمل کا اثر نہین ہوتا چنانچہ حمال تو اسکی مزدوری مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہے اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو ہم تو بعد فراغت کے تلف ہوجانے سے مزدوری ساقط نہوگی کذا فی البحر وان وصلہ یعمل فی بیت المستاجر دوخت وغیرہ کی مزدوری لازم نہین بدون فراغت اور تسلیم کے اگرچہ دوخت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر مین کیا ہو ہم مصنف کا یہ قول اس کو مقتضے ہے کہ مستاجر کے گھر مین عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہین حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ زیلعی مین ہے کہ خیاطت وغیرہ مین مستاجر کے گھر مین تسلیم حاصل ہوتی ہے بمجرد فعل کے اسواسطے کہ وہ مستاجر کے گھر مین ہے اور گھر اوسکے قبضہ مین ہے تو اسمین تسلیم حقیقی کی حاجت نہین تو اجرت واجب ہوگی بمجرد عمل کے انتہے تو بموجب اسکے اگر کپڑا وغیرہ تلف ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت واجب ہوگی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ تعلیم مذکور کی ہے لیکن تسلیم بیان نہین کی ہدایہ مین یون ہے کہ دھوبی اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہین تا وقتیکہ عمل سے انتفاع ہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہین تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہوگا اور سیطرح اگر مستاجر کے گھر مین عمل کرے مستوجب اجرت نہوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعہ مین ہے کہ جب مستاجر کے گھر مین بعض ثوب کی دوخت کرے پھر اُسکی چوری ہوجائے تو بقدر دوخت اوسکی اجرت ثابت ہے تو یہ دلیل ہے کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہے انتہے درر مین ہے کہ موجب ہدایہ و بحر یہ ہے کہ مستاجر کے گھر مین عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہین اور مبسوط اور فوائد ظہیریہ اور ذخیرہ اور شرح جامع صغیر مین مذکور ہے کہ جب بعض دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اوسکے حساب کے اجرت واجب ہے تو اگر کپڑا چوری ہوجائے کچھ سینے کے بعد تو اوسکے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا پایا گیا نقص لو سرق بعد ما خاط بعضہ او الکل وجب بحسابہ کما لو ہلک بعد ما سلمہ قبل العمل بان کمال بان اگر کپڑا چوری ہوجائے بعد اسکے کہ درزی نے اُسکو کچھ سیا یا کچھ دیوار گر پڑی بعد بنانے کے تو اوسکا اجر ثابت ہوگا اوسکے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البحر وابن کمال ہم یہ تدارک بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے گھر مین ہے تو اجرت واجب ہے خواہ سب دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر مین ہے تو کل یا بعض کچھ اجرت نہین بدون تسلیم کے اور دیوار اُٹھانا تو نہین ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق مین ہے کہ مسئلہ بناخود اصل مین متصدی ہے کہ بعض عمل سے اجرت اوسکی واجب ہوتی ہے بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اسکو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور اسی پر یقین کیا ہے غایۃ البیان مین ہدایہ پر رد کرکے کہ یہی مذہب مُعتمد ہے انتہے اقول مصنف یعنے صاحب تنویر نے مستصفے مین اسیکو پسند کیا ہے اگرچہ اوسکی عبارت کنز مین مطلق ہے کذا فی الطحطاوی ثوب خاطہ الخیاط باجر ففتقہ رجل قبل ان یقبضہ رب الثوب فلا اجر لہ بل لربہ تضمین الفاتق کپڑا ہے جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اودھیڑا کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اُسکے واسطے مزدوری نہین بلکہ درزی کو سیون اودھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے وکالبحر علی الاعادۃ وان کان الخیاط ھو الفاتق فعلیہ الاعادۃ کانہ لم یعمل بخلاف فتق الاجنبی اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہوگا اور اگر درزی ہی سیون کا اودھیڑنوالا ہو تو اوسپر دوبارہ سینا واجب ہوگا گویا اوسنے نہ سیا تھا یہ فرق اجنبی سے ہے یعنے اجنبی شخص کے اودھیڑنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہین وھل للخیاط اجر التفصیل بلا خیاطۃ الاعم الا شباہ لکن فی حاشیتھا مغربا للمصنف ما یعرف قال المصنف ینبغی ان یحکم العرف انتھی اقول رایت فی التتارخانیۃ مغربا للکبری

ان الفتوی علی الاول فتامل اور کیا خیاط کیواسطے کپڑا بیونتنے سے بدون دوخت کے مزدوری ہو یا نہین قول صحیح یہ ہو کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے مزدوری نہین کذا فی الاشباہ لیکن شباہ کے حاشیۂ ضمرات سے منقول ہو کہ قول منتقی یہ ہو کہ ہان اجرت ہو اور مصنف نے اپنی شرح مین کہا جواب لائق یہ ہو کہ رواج پر حکم ہو اتنے سیر مین نے تاتارخانیہ مین فتاوے کبرے سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتوے ہو تو تامل کرہم صورت مسئلہ یہ ہو کہ جب کہ کپڑا درزی کو سینے کے واسطے دیا سو اُسنے قطع کیا اور مرگیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو بلاشک اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمل مقصود ہو تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبری دونون نے ذکر کیا ہو کہ وجوب اجرت پر فتوے ہو اور شارح کی ظاہر عبارت سے نکلتا ہو کہ عدم لزوم پر فتوے ہو اور حالانکہ ایسا نہین ہو قال کذا فی الطحطاوی وللخباز طلب الاجر للخبز فی بیت المستاجر بعد اخراجه من التنور لان تمامه بذلك وباخراج بعضه بحسابه جو ھرہ اور روٹی پکانے والیکو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہی مستاجر کے گھر مین تنور سے نکالنے کے بعد اسواسطے کہ پختگی کی تمامی اسیطرح نکالنے کے بعد ہو اور بعض روٹیون کے نکالنے سے اوسکے حساب سے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی الجوہرۃ فان احترق بعد اخراجه بغیر فعله فسلمه الاجیر لتسلیمه بالوضع فی بیته والا عزم لعدم التعدی وقالا یغرم مثل دقیقه ولا اجر وان شاء ضمنه الخبز والحطاب الاجیر بطباخ روٹی جل جاے تو اُسکا اجر ثابت ہی بسبب تسلیم کردینے طباخ کے مستاجر کے گھر مین رکھ دینے سے اور جل جانے سے طباخ پر تاوان نہین بسبب اُسکی بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ تاوان دے اوسکے آٹے کے برابر اور اوسکی مزدوری نہین اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان لے اور اوسکو روٹی پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبله لا اجر له ویغرم اتفاقا لتقصیره اور اگر روٹی جل گئی تنور کے نکالنے سے پہلے تو اُسکی مزدوری نہین اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اوسکی تقصیر کے کذا فی الدر والبحر وان لم یکن الخبز فیه ای بیت المستاجر سواء کان فی بیت الخباز او لا فاحترق او سرق فلا اجر له لعدم التسلیم حقیقة ولا ضمان لو سرق لانه فی یده امانة خلافا لهما وهی مسئلة الاجیر المشترك جو ھرہ اور اگر مستاجر کے گھر مین روٹی نہو خواہ نان پز کے گھر مین ہو یا کہین اور پھر جل جاے یا چوری جاے تو اوسکے واسطے مزدوری نہین بسبب نہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اوپر تاوان نہین اگرچہ چوری گیا اسواسطے کہ اوسکے پاس امانت ہی بخلاف صاحبین کہ اونکے نزدیک تاوان ہو اور یہ مسئلہ ہی اجیر مشترک کا کذا فی جوہرہ امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہی تو ضمان نہین بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی وان احترق الخبز او سقط من یده قبل الاخراج فعلیه الضمان لعدم التسلیم بالاخراج فان ضمنه قیمته مخبوزا فلا اجر له للهلاك قبل التسلیم ولا یغرم للحطب والملح اور اگر روٹی جل گئی یا اوسکے ہاتھ سے گر پڑے تنور کے نکالنے سے پہلے تو نان پز پر ضمان ہی پھر مالک کو اختیار ہی کہ اگر اوس سے کچی روٹی کا تاوان لے تو اُسکی مزدوری ثابت ہو اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہین بسبب ضائع ہوجانے کے قبل تسلیم کے اور اوپر لکڑی اور نمک کا تاوان نہین ولعدم العرف الا اذا کان لاهل بیته جو ھرہ والاصل فی ذلك العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہی کہ نکالنے کے بعد یعنے جب دیگ سے پیالون اور رکابیون مین باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا جب کہ پختہ مستاجر کے گھر والون کیواسطے ہو نہ اہل دعوت کے واسطے تو نکالنا لازم نہین کذا فی الجوہرۃ اور قاعدہ کلیہ اسمین یہ درج ہی یعنے اگر یہ مروج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہو تو نکالنے کے بعد مزدوری لازم ہوگی اور نہین تو فقط پکا دینے کے بعد مزدوری لیلی نے کہا کہ جس محل مین لفظ نہین وہان عادت کا اعتبار ہی فان فسد ای الطعام الطباخ فان احرقه او لم یعجبه فهو منه من للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا دیا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہی یعنے طعام کی قیمت کا

فائدہ مہتمہ ان الفتوی علی الاول بالاجارۃ

الاجیر

اوپر تاوان لازم ہوگا الی دخل بناء لیخبز او لیطبخ بہا فی قعت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن للاذن ولا یضمن صاحب الدار الی احترق شیٔ من السکان بعد الاقدح جو طرار اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لیگیا روئی یا ہانڈی پکانے کے واسطے اور اُسمیں سے ایک چنگاری گھر میں پڑی اور گھر جل گیا تو اُسپر تاوان نہیں بسبب اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جائے۔ بنے والوں کا بواسطہ عدم تقصیر کے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مخصوص یا جیر مشترک نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے وہو الصحیح للبنی بعد الاقامۃ وقالا بعد التشریح الیہ او جعل بعضہ علی بعض وبقولہما یفتی ابن کمال ھو للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ گھڑی کر دینے کے بعد ہی اور صاحبین نے کہا کہ تشریح کے بعد یعنے بعض کو بعض پر رکھنے اور دھیڑ لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے وھذا اذا ضربہ وبیت المستاجر فلو فی غیر ملکہ فلا اجر حتی یعدہ منصوبا عندہ ومشرجا عند ھما زیلعی اور یہ اُسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر میں اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو اجرت واجب نہیں جب تک شمار کر دے گھڑی کر کے امام کے نزدیک اور دھیڑ لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزیلعی ہم متصفی تسلیم شرط کی ہو نہ شمار اور اشتراط تسلیم ہو بہتر ہے اسواسطے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر فرع مسائل ملحقہ شارح کے الملبن علی الملبن فالاجر علی المستاجر وادخال الحمل المنزل علی الحمال لا علی فی الجی الوتا وصعودہ للغرفۃ الاجر اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے ذمہ پر ہے اور مٹی اینٹ پتھانیوالے مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اوٹھانیوالے پر نہ اوسکا ڈالنا اور بھرنا بوریوں میں یا اُسکا چڑھا لینا چھت پر کونٹر کرایہ لینے سے وایکاف دابۃ للحمل علی المکاری وکذا الحمال والحوالوت اور بوجھ لادنے کیواسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنے کرایہ والے پر ہے اور اسیطرح رسیان اور کونین مکاری پر ہیں والحبر علی الکاتب واشتراط الورق علیہ یفسدھا ظھیریہ اور روشنائی لکھنے والے کے ذمہ ہے اور کاغذ شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا مفسد ہے کذا فی الظہیریۃ ومن کان لعملہ اثر فی العین کالصباغ والقصار یملکھا لا محل لہ اور جس اجیر کے عمل اور کام کا اثر موجود ہو چیز میں چنانچہ رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اوس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے ہم دھوبی سے وہ دھوبی مراد ہے جو کپڑا دھونے نشاستہ وغیرہ کا کلب لگا کر نہ فقط غاسل ثوب جس یہ ہے کہ متصف علیہ وصف ہے جو محل میں ثابت ہے تو من حبس بدلا لینے کے واسطے ہو اچنانچہ بیع میں کذا فی الدرر وھل المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل کالنشاء والغزام مجرد ما یعاین ویرنے قولان اصحھما الثانی فغاسل الثوب وکاسر القصب والحطب والصباغ والخیاط والخفاف وحالق رأس العبد لھم حبس العین بلا اجر علی الاصح مجتبی اور آیا اثر سے کام کرنیوالے کی کوئی چیز مملوک مراد ہے چنانچہ نشاستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے ہمیں دو قول ہیں یعنے ایک قول یہ ہے کہ چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونوں قولوں میں سے صحیح تر دوسرا قول ہے تو کپڑا دھونے والا اور پستہ کوٹنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سبکو روک رکھنا چیز کا اجرت لینے کے واسطے جائز ہے بموجب قول صحیح کذا فی المجتبی ہم کہ الرائی ہیں کہ مستصفے میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد ما یعاین ہیں من حبس نہیں تو صحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو عمل کے مانند ٹھہرایا ہے کذا فی الطحطاوی درزی نہایہ عن قاضی خان مذکور ہے کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر نہ ہو سوائے میل چھوڑانے کے تعیین اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ اوسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال میں اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہوگئی دھوبی کے عمل سے تو گویا اوسنے سپیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے سے وھذا اذا کان حالا اما اذا کان الاجر موجلا فلا یملک حبسھا کما فی بیت المستاجر لتسلیمہ حکما اور یہ یعنے حق حبس اوسوقت ہے جب کہ اجرت کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہوگئی ہو تو اجیر کے حبس کر رکھنے کا مالک نہیں جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں بسبب تسلیم حکمی کے وبطن بالتعدی ولو فی بیت المستاجر غایۃ اور اگر یہ پر تاوان

لازم ہوگا تعدی سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر میں واقع ہو کذا فی النہایۃ فان حبس قضاء فلا اجر ولا ضمان لعدم التعدی سو اگر اجیر نے چیز روک رکھی اور وہ تلف ہوگئی تو اوسکی مزدوری نہیں اور نہ اوسپر تاوان ہی بواسطہ عدم تعدی کے ومن لازم بعمله کالحمال علی ظهر او دابة والملاح ونحو مثل الشرب لتطهیره بالتحسینیه مجتبی افیلحظ لا یحبس لاجل الاجر اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو جیسے مین چنانچہ اپنی پیٹھ پر یا جانور پر بوجھ لادنیوالا اور طاق اور کپڑا دھونے والا چیز کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کیواسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونے والا مراد ہے جو کپڑا دھوے اوسکے ظاہر کرنیکے واسطے نہ تحسین کے واسطے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہی اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اوسکے فعل سے ظاہر ہوگئی تو گویا اوسنے سفیدی کو ایجاد کیا تو محسن ثوب جیسی کا مالک ہوگا نہ مطہر ثوب دُرر مین کہا مگر غلام گرمخانہ کے کپڑا لانے والے کو حق حبس ثابت ہی اگرچہ اوسکے عمل کا اثر نہین فلو حبس ضمن ضمان الغصب وسیجئ فی باب ملیں اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب گزر چکا غصب کے باب مین ہم لیکن اگر حبس مین وہ چیز تلف ہوجاتی تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبها بالخیار ان شاء ضمنه قیمتها ای یوم لها اشرعا مجمولة وله الاجر وان شاء غیر مجمولة ولا اجر جوہر ۱۲ اور مجمول چیز کا مالک مختار ہی اگر چاہے حال سے اوسکو مجمول اعتبار کرکے اوسکی قیمت لیوے اُسکے عوض شرعی کا تاوان لے اور حال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر مجمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی البحر وهو اذا اشترط عمله بنفسه بان یقول له الحمل بنفسك او بیدك لا یستعمل غیره الا الظهر فلها استعمال غیرها شرط وغیر خلاصة اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے اسطرح کہ اوسسے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے پانچے ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نلے مگر دابہ کہ اسکو غیر سوار سے دودہ پلوا دینا جائز ہی شرط اور بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصہ ہم خانیہ مین ہی کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا اسی کے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اُسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام کروا دیا تو اجرت دینا واجب نہوگا کذا فی الحاوی وان اطلق کان له ای للاجیر ان یستاجر غیره افادہ بالاستئجار انه لو دفع لاجنبی ضمن لاول کما الثانی وبه صرح فی الخلاصة اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہی کہ اپنے غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا اسکا کہ اگر اجنبی کو اجیر دیگا یا استیجار تو اول شخص ضامن واں گا درصورت تلف ہونیکے نہ شخص ثانی اور خلاصہ مین اسکو صریح بیان کیا ہی وقید بشرط العمل لانه لو شرط له الیوم او غدا فلو یفعل وطالبه هو اثم لو فرط حتی تشرق لا یضمن واجاب شمس الائمة باضمان کذا فی الخلاصة اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگانی اسواسطے کہ اگر مستاجر نے آج یا کل کے دن کی شرط کی سوا وسنے اوسدن کام نکیا اور مستاجر اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سوا وس کو تاہی کی یہان تک کہ وہ چیز چوری ہوگئی تو تاوان اجیر پر لازم نہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب یا ہی کذا فی الخلاصہ وقوله علی ان یعمل اطلاق لا تقیید مستصفی فلا یستاجر غیره اور مستاجر کا یون کہنا کہ استیجار رہے تیرے عمل پر یہ اطلاق ہی یہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہی کہ غیر شخص سے مزدوری کروا دے استاجره لیاتی بعیاله فمات بعضهم فجاء من بقی فله اجره بحسابه لانه اوفی ببعض المعقود علیه مستاجر نے کہا کہ اجیر اُسکے اہل وعیال کو لے آوے سو اُنمین کوئی شخص مر گیا اور وہ باقی لوگ لیکر نہ آیا تو اوسکی مزدوری ثابت ہوگی اوسکے حساب کے موافق اسواسطے کہ اوسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنے عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد ہوا تھا اور سبکو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہوگا پھر اگر جسکو لانا نصف عیال ہون تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہون تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا وقیل یقول له لو کان الذاهبون معلومین ای للعاقدین لیکون الاجیر بقابلتهم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اُسکے اہل وعیال معلوم ہون یعنے عاقدین کو معلوم ہو جاتے ہون تو بقدر حساب بعض عیال کے بعض اجرت کا مستحق ہوگا تا کہ اجرت کے مقابلہ مین پڑے والا یکون فی معلومین فکما ای له کل الاجر ونقل ابن الکمال ان کانت الاقلة تقل بنقصان عددهم فسبیلها الکل والا فبحسابه اگر عیال غیر معلوم ہون تو اجیر کو اسسے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنے امام سرخسی سے کہ اگر لانے کی مشقت کم ہو جاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اُسکے حساب اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہو جاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی

لایصل قطای کتاب اوزادالی زیدان ردہ ای المکتوب والزادلموتہ ای ردہ ای خیبتہ لانشئ لہ لانہ لمنفعتہ بعقدہ کالخیاط
اذا خاط ثوب فسئل عنہ کیا ایک مزدور نے خط یا توشہ پہونچا دینے کا مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور توشہ پہنچا یا زید کی موت یا فاسد ہونے سے تو اسکے واسطے
کچھ مزدوری نہیں اسواسطے کہ اُسنے معقود علیہ یعنے ایصال المکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اوسکے پہنچانے سے جسطرح درزی نے جب کہ سیا پھر اُسکو اودھیڑا الام
مصنف کو لازم ٹھہرا کہ خط پہونچاتا اور جواب لاتا دونو ذکر کرتا اسواسطے کہ اگر جواب لاتا مذکور نہوگا تو خط پہنچانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع میں
مصرح ہے اور امام محمد کی جامع صغیر میں خط لیجاتا اور جواب لاتا دونو مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً او فی الخانیۃ استأجر لیذہب لفلان ضع کذا و
یدعو فلاناً یأجر بقسمہ فذہب للموضع فلم یجد فلاناً وجب الاجر اور خانیہ میں ہے کہ اجارہ کیا تا فلانے کیطرف جائے اور فلانے شخص کو بلا لاوے
معین مزدوری پر پس اجیر وہان گیا اور اُسنے اُس شخص کو نہ پایا تو مزدوری واجب ہوگی صرخانیہ میں تبلیغ رسالت کا مثل یہی مذکور ہے کہ بلاتا اور شارح نے رسالت اور بلانیکو
یکسان قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع القطالی ورثتہ فی صورۃ الموت او من یسلم الیہ اذا حضر فی صورۃ غیبتہ وجب الاجر
بالذہاب وھو نصف الاجر المسمی اکذا فی الدرر والغرر وتبعہ المصنف ولکن تعقبہ المحشون وعولوا علی لزوم
کل الاجر لکن فی الفہستانی عن النہایۃ انہ ان شرط المجئ بالجواب فنصفہ والافکلہ فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب میں اگرچہ
خط دیا زید کے وارثون کو درصورت موت زید کے یا اوس شخص کو دیا جو زید کو پہونچا وے جب وہ آوے درصورت فاسد ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی آدھا
وہ نصف اجرت معینہ ہے کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پیروی ہوا ہے صاحب درر کا دلیکن درپر محشیون نے اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہے لیکن فہستانی
نہایہ سے منقول ہے کہ اگر جواب لانا شرط کیا ہے تو نصف اجرت لازم ہے اور نہیں تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق میں القولین ہوگئی یعنے صاحب درر اور مصنف کا کلام شرط لانیکے
محمول ہے اور محشیون کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے وان وجد لا ولم یرغ صلہ الیہ لم یجب لہ شئ لانتفاء المعقود علیہ وھو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو پایا
اور خط اور توشہ اوسکو نہ پہونچایا تو کچھ مزدوری اوسکی واجب نہوگی بسبب نہونے معقود علیہ کے یعنے ایصال خط یا جارہ ہوا تھا سو پایا نگیا واختلف فیما لو فرقہ اور اسمیں
اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ دالا یعنے بعضوں کے نزدیک اسمیں مزدوری واجب ہے اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں متولی ارض لو وقف اجرھا یغیر اجر المثل لزم مستاجرھا
ای مستاجر فرص الی وقف لا المتولی کما غلط فیہ بعضھم تمام اجر المثل علی المفتی بہ کما فی البحر عن التلخیص وغیرہ متولی ارض وقف نے زمین
وقف کو بغیر اجرت مثل یعنے کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق میں ہے تلخیص وغیرہ سے اور
متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہیں دلکن احکمہ وصی اب کما فی مجمع الفتاوی اور وسیط کا حکم ہے وصی اور باپ کا چنانچہ مجمع الفتاوی میں ہے یعنے اگر وصی یا باپ صغیر کی
زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر یفتی بالضمان فی غصب عقار الوقف وعصبہ فیما فعا ولکن الیفتی بکل ما ھو انفع
للوقف فیما اختلف فیہ العلماء حتی تفصوا الاجارۃ عنہ الزیدیۃ الفاحشۃ نظر اللوقف وصیانتہ اللہ تعالی ولولی الفتوی یعنے توسع دیا گیا ہے خاص کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کو غصب
کرنے میں اور منافع زمین یا مکان وقف کے غصب کرنیمیں اور اسیطرح ہر اُس چیز کا فتوے ہے جو وقف کے واسطے نافع تر ہو حالانکہ جسمیں علماء کا اختلاف واقع ہوا ہو تو نفس اجارہ کا حکم کیا ہے
فقہا نے زیادت فاحشہ کیے نزدیک یہی لحاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کیواسطے کذا فی حاوی القدسی ہم زیادت فاحشہ سے مراد فی نفسہ اوسکی اصل کا زیادہ ہوجانا ہے بالنسبت
چنانچہ عنقریب فروع میں مذکور ہوگا مات الاجر وعلیہ دیون حتی فسخ العقد بہ تعجیل لبدل فالمستاجر الواعین یدہ ولو بعقد فاسد لساکن مستاجر میت فی ایجارۃ صحیحۃ
مرگیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اوسپر لوگون کے دین ہیں تا اینکہ عقد اجارہ فسخ ہوگیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حقدار ہے بادہ کی پیرکا اُسکے اور قرضخواہوں سے
تا اینکہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ میں ہو اگرچہ بعقد فاسد اُسکے تصرف میں ہو کذا فی الاشباہ ہم یعنے جب کہ موجر مرگیا اور اُسپر غرماء ہیں تو اینکہ
پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر احق بالثمن ہے باقی تر قرضخواہوں سے کذا فی الطحطاوی یعنے پہلے مستاجر اوسکے ثمن سے اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لیگا بعد اُسکے اگر کچھ ثمن باقی رہیگا

تو اور قرضخواہ پاویں گے الا انہ لا یستقط الدین بہلاکہ ای بہلاک ھذا المستاجر من مال رجع بہ الدین علی المستاجر کما ساتی لانہ بہلاکہ ہی کے ہلاک ہوجانے سے سوائے کہ یہ چیز مرہونہ سے رہن نہیں جو مسقط دین ہے بخلاف الرھن فانہ مضمون بالاقل من قیمتہ ومن الدین کما سیجئی فیہلک بالاقل منہما بخلاف مرہونکے ہلاک ہوجانے کے سوائے کہ مرہونکی ہلاکی مین مرتہن پر تاوان ہی کہ تلف کا مرہونکی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن مین آویگا کذا فی مجمع الفتاوی وھم قولہ بالاقل من قیمتہ ومن الدین یہ ترکیب فاسد ہی اسواسطے کہ اُس سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ جو صبح نہیں اور دین سے کمتر ہووے تو اوس پر ہلاکیگا اور دین لیجاویگا حالانکہ یہ مراد نہین بلکہ مراد یہ ہی کہ قیمت اور دین لیجاوے جو اقل ہووے تو ترکیب صحیح یون ہی بالاقل من قیمتہ ومن الدین تو اس صورتمین من بیانیہ ہوگا نہ تفضیلیہ کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر تصح فی المدۃ وبعدھا زیادہ کردینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہی اجارہ کی مدت مین اور بعد مدت کے ھم طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت شباہ اور صحیح العقار کے مخالف ہی وادا الزیادۃ علی المستاجر فان فی الملک او لیتم لہ قبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہوجانا اگر زیادہ ہوجانا اگر زیادتی آدمی کی ملک مین ہی اگر یہ بیتمر کی ملک ہو تو مقبول نہین چنانچہ اگر اجرت ارزان ہوجاوے تو معتبر نہین ھم یعنے بعد اجرت معین ہوچکنے کی اجرت کا نرخ گران ہوگیا یا ارزان تو غیر وقف مین اُسکا اعتبار نہین مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدۃ اجرھا کما نظر بالاخر من علی الاول لکن الاصح صحتھا باجر المثل ولو دعی رجل ما ینافی غبن فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقت تعین ہووے تو اگر اجارہ فاسد ہووے تو وقف کا ناظر اسکو دوسرے مستاجر کو اجارہ دے سکتا ہی بدون پہلے مستاجر اول کے لیکن قول اصح صحت اجارہ مذکورہ ہی بعوض اجرت مثل کے اگر یہ مدعی دعوے کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ھم شباہ مین لکن الاصح کے مقام پر لکن الاصل وتوھا صحیحۃ باجر المثل واقع فان اخبر القاضی ذو خبرۃ بانہا کذا فسخھا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف کار خبر کرے کہ اجارہ اوسطرح ہوجو بات دعوے مدعی غبن فاحش کے ساتھ تھا تو قاضی اجارہ کو فسخ کردے ھم شارح کو یون کہنا کہ خوب واضح تر تھا کہ اگر مدعی دعوے کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ تھا تو صحت اجارہ باجر مثل اصل ہی مگر جب کہ قاضی کو خبردار شخص خبر کرے یعنے باوجود دعوے مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نکرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل بصیرت اور صاحب اپنے قول کیطرف رجوع کرے و تقبل الزیادۃ وان شہد واوفت لعقد فظاہر اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہون نے آکر ابھی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجرت مثل ہووے لان کانت ضرر المؤجر تعنتا لم تقبل اور اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نکرے کہ اجارہ غبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہوگی ھم اضرار اور تذلیل کی زیادت وہ ہی جسکو قبول نکرے گر ایک شخص دوسرے شخص نے بیع مین ہی کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اُسکی طرف التفات نہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور ضرر رسان ہو کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادۃ اجر المثل فالمختار قبولہا فیفسخہا المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یؤجرھا ممن زاد اور اگر زیادت اجر مثل ہو تو اسکو قبول کرلینا قول مختار ہی تو متولی اجارہ فسخ کردے سوا گر وہ فسخ نکرے تو قاضی فسخ کرے پھر اوسکو اجارہ دے اُس شخص سے جو زیادہ اجرت دے ھم زیادت اجر مثل ہو مراد اوسے یہ ہی کہ کرنی نفسہا اجرت زیادہ ہوجاے سب شخصون کے نزدیک بسبب گران ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہوجاوے کسی رغبت کے سبب سے کسی چیز کے اجارہ لینے مین تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہین لہذا الطحطاوی عن نرخ الجمع للعینی فان کانت دار او حانوتا او ارضا فکرغبۃ عرضہا علی المستاجر فان قبلہا فہو احق بہا ولزمہ الزیادۃ من وقت قبولہا فقط یعنے اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان خالی زمین ہو تو اُسکو مستاجر اول پر پیش کرے سوا گر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول کرے تو وہی اُسکا زیادہ تر حقدار ہی اور اُسپر زیادت لازم ہوگی قبول کرلینے کے وقت سے فقط یعنے زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجر المثل فی دعوی انہا اضر فالبینۃ علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونے کا انکار کرے اور دعوے کرے کہ زیادت ضرر رسانی ہی تو ضرور ہی اُسپر گواہ قائم کرنا یعنے زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر وان لم یقبلہا اجر ھا لمثلہ اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی دوسرے شخص کو اجارہ دے ھم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزدوعۃ لم تصح اجارتہا لغیر صاحب الزرع لکن تصح الیہ الزیادۃ من وقتہا اور اگر زمین وقف مزدوع ہو تو اُسکا اجارہ دینا سوا کاشتکار کے جائز نہین لیکن اجرت سابقہ سے زیادت ملانی کیلئے مستاجر پر زیادہ ہونے کے وقت سے

ان

لان الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر غیر لازمۃ علیہ فلہ ان یترکہا فلا تصح الا ان یقبلہا فتصح من وقت القبول والحق الزیادۃ فی الاجارۃ بالاجرۃ فی الاجارۃ کما الحق الزیادۃ فی الاجارۃ بالاجارۃ فی الاجرۃ

وان کان بنی او غرس فان کان استاجرھا مشاھرۃ فانھا تؤجر لغیرہ اذ فرغ الشھر ان لم یقبلھا لا نعتد عند راس کل شھر اور اگر مستاجر نے زمین میں عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دی جائے جب مہینہ ہو چکے اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے بسبب منعقد ہونے اجارۂ ماہواری کے ہر مہینے کے سر پر ہم محیط میں تو کہ غیر کو اس صورت میں اجارہ دیا جائے جب کہ رفع عمارت کے بعد اجرت زیادہ ہو جائے اور اگر بعد دور ہو جانے عمارت کے اجرت سابقہ سے زیادتی نہو تو اوسے اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جائے کذا فی الطحطاوی و البناء یتملکہ الناظر بقیمتہ مستحق القلع الوقف اور عمارت کا ناظر مالک ہوگا وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر اور یہ صبر حتی یتخلص بناؤہ یا مستاجر صبر کرے یہاں تک کہ اوسکی عمارت خلاصی پاوے یعنے انہدام کے بعد اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے و ان کانت المدۃ باقیۃ لم تؤجر لغیرہ وھا تقضہ علیہ الزیادۃ کالزیادۃ و بھا رجح اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا اجارہ نہ دیا جاوے اور اسکے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت ملائی جاوے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہے واما الذی اجر المثل فی نفسہ من غیران یزید ان احدٌ فللمتولی فسخھا کما علیہ الفتوے اور جب کہ اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو جاوے بدون اسکے کہ کوئی شخص سر بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور اسی پر فتوے ہے وما لم تفسخ کان علی المستاجر المسمی اشباہ مفرزا للصغرے اور جب متولی اجارہ کو فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ اشباہ میں فتاوے صغریٰ سے منقول ہے قلت وظاھر قولہ والبناء یتملکہ الناظر الخ انہ یتملکہ لجھۃ الوقف قھرا علی صاحبہ وھذا اولا امر من تنقص بالقلع والاشتراط رضاہ کما فی عامۃ الشروح منھا البحر والمنح فیعول علیھا لانھا الموضوعۃ لنقل المذھب بخلاف فتوی الفتاوی میں کہتا ہوں اور اسکا یہ قول والبناء یتملکہ الناظر الخ آخرہ سے دلالت کرتا ہے کہ ناظر عمارت کا مالک ہو جاتا ہے بجہت وقف کے صاحب عمارت پر جبراً اور زبردستی کرکے اور یہ یعنے زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اوس صورت میں ہے کہ زمین ناقص ہو جاوے عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص نہو تو قیمت دیکر مالک ہونیمیں صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں مصرح ہے از انجملہ بحر الرائق اور منح الغفار ہے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جاوے اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے شروح ہی موضوع اور مقررین بر خلاف نقول فتاوے یعنے اگر فتاوے کی نقول شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لائق نہیں ہم منجملہ فتاوے مذکورہ فتاوے مویدزادہ ہے جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس اور خانیہ سے اونمیں منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی فتاوی مویدزادہ من الوقف مغربا للفصولین حائنوت وقف بنی فیہ ساکنہ بلا اذن متولیہ ان لم یضر برفعہ برفعہ وان ضر فھو للضیع مالہ فلیترک بحالہ الی ان یتخلص او یتھیا بناؤہ ثم یاخذ اور مویدزادہ کے فتاوے میں ہے کتاب الوقف سے منسوب بفصولین کہ ایک دوکان ہے وقف کی جسمیں اوسکے رہنے والے نے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اسکو کھودوا لے اور اگر ضرر کرتا ہو تو بنانے والا خود ضائع کرنیوالا ہے اپنے مال کا تو چاہیے کہ یہاں تک انتظار کرے کہ اوسکا مال تحت عمارت سے خلاص ہو پھر اسکو لے ولا یکون بناؤہ مانعا من صحۃ الاجارۃ لغیرہ اذ لا ید لہ علی ذلک البناء حیث لا یملک رفعہ اور عمارت اوس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اسکا تصرف اور قبض نہیں اوس عمارت پر اسواسطے کہ وہ اسکو منہدم نہیں کرسکتا ولو اصطلحوا ان یجعلوا ذلک للوقف بثمن لا یقیمانہ او ما زاد القیمتین مزوعا وکذا مبنیا فیہ صح اور اگر اسپر اتفاق کریں کہ اوس عمارت کو وقف کے تحت میں کردیں بعوض اوس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نکرے یعنے منہدم عمارت کی قیمت اور طیار عمارت کی قیمت میں سے جسکی قیمت کمتر ہو اوس سے اوسکا ثمن زیادہ نہو تو یہ صحیح ہے ولو لحق الاجر دین رفع الامر الی القاضی لیفسخ لعجزہ ولیس للاجر ان یفسخ بنفسہ وھو یفتی اور اگر موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کردوے اور اجارہ دینے والیکو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور اسی پر فتوے ہے ہم یہ اوس صورت میں ہے جبکہ ادائے دین کا طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کرا کے اوس چیز کو بیچکر

دیوانہ کو سے وہی زیادہ مثل الاجواز باکثر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فتکون فاسدۃ فیوجر ہ اجارۃ صحیحۃ اما من الاول او من غیرہ بالاجر المثل او بزیادۃ او بغبن یسیر فی المنتقی اجر داری بالسکنی انتہی اور اجارہ جائز ہے اجر مثل سے یا زیادہ سے اجر مثل سے یا کم سے جو تغابن سے اسقدر کہ اکثر یا اقل ہو جسقدر میں لوگ تغابن کرتے ہوں اسقدر میں جسمیں لوگوں کا تغابن واقع نہیں ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہو جائیگا تو موجر اسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اسکے سوا اور شخص سے اجرت مثل سے کم پر یا زیادہ اجرت مثل سے جسقدر سے کہ مستاجر راضی ہو منتقی میں فتاوی حجۃ مؤید زادہ و فی فتاوی الحانوتی بنینا الاثبات مقدمۃ وھی الحق شہوت بان الاجر المثل او الاجر المثل وقد اتصل بھا القضاء فلا تنقض بل بہا کذا فی البحر اور فتاوی حانوتی میں ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہیں اور گواہ اثبات وہ ہیں جو یہ گواہی دیں کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا حانوتی نے کہا اور یہی جواب پایا ہے پس اسکو یاد رکھنا چاہیے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حانوتی کی عبارت یہ ہے نور الدین علی طرسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے بحکم اجارۂ وقف کا اور اسکا اجرت پہلی اجرت مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجر یہ مثل تھی پھر اور گواہوں نے گواہی دی کہ اجرت مسلمہ تھی اجرت مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اوس سے متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب ما یجوز من الاجارۃ وما یکون خلافا فیھا ای فی الاجرۃ

باب ما یجوز من الاجارۃ

یہ باب ہے اس اجارہ کا جو جائز ہے اور جس اجارہ میں اختلاف ہے طحطاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا باب ما یجی من الافعال فی الاجارۃ یہ باب ہے ان افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں (قولہ اجارۃ حانوت ای دکان وحمام بالاضافۃ للتعارف صحیح ہے اجارہ حانوت یعنے دوکان کا اور گھر کا بلا بیان اوس فعل کے جو اوسمیں کیا جاوے بسبب پھرنے فعل اور عمل کے متعارف اور مرجع کبھی عرف کبھی الاق ہیں کہا اسواسطے کہ عمل متعارف ہیں سکوت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکوت مفاوت یسیر نہیں و بلا بیان من یسکنہا فلہ ان یسکنہا غیرہ بالاجارۃ وغیرہا کما یشتی اور اجارہ صحیح ہے بدون اس بیان کے گھر میں کون شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے یا بارہ یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم غیر کار رکھنا جائز ہے اگر یہ فقط مستاجر کار رہنا شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی وللہ ان یعمل فیہا ای الحانوت والدار کل ما اراد فیشتد بربط دوابہ ویکسر حطبہ ویستنجی بجدارہ ویتخذ بالوعۃ ان لم تضر ویطحن برحی الید وان اضرت فبقدر ما تضر اور مستاجر کو جائز ہے کہ دکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے تو مینخ گاڑی اور اپنے جانور اوسمیں باندھے اور گرمیان توڑے اور اوسکی دیوار سے ٹیک لگا کر ہے اور چکی چوکہ بنا لے اگر ضرر نہ ہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو پن چکی کا فتوے ہے کذا فی القنیہ ہم جانور باندھنا اسوقت جائز ہے جبکہ جانور دن کیواسطے کوئی مکان گھر میں مقرر نہ ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو اصطبل بنا دے اور چکی کے مسئلہ میں شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاد صاحب بحر کا پیرو ہے حالانکہ بحر الرائق میں خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ ساقط ہو گیا ہے جس سے حکم نکلتا ہے یعنے منع کا وہ عبارۃ الخلاصۃ کما فی الرمز ولا یمنع من رحی الید وان کان یضر یمنع علیہ الفتوے یعنے ہاتھ کی چکی منع نہیں اور اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہے اور اسی پر فتوے ہے ہمارے نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کر ڈالے وہ مطلق عقد سے مستحق نہیں مگر یہ کہ اوسکی شرط ہو گئی ہو یا مالک اوس فعل سے راضی ہو جاوے اور جو فعل کمزور نکرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہے کذا فی الطحطاوی غیر انہ لا یسکن بالبناء للفاعل والمفعول حدادا او قصارا او طحانا من غیر رضا مالکہا او اشترط لہ ذلک فی عقد الاجارۃ لانہ یوھن البناء فیتقید بالعادۃ کما فی الاشباہ کرایہ دار کو ہر عمل گھر میں درست ہے سوائے اسکے کہ گھر میں لوہار یا دھوبی یا بھٹی پھینے والیکو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اوسکے شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کار رہنا عمارت کو کمزور کر ڈالتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہوگا شارح نے کہا لیکن معروف یا مجہول کا صیغہ ہو ہم شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ لیکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہو چنانچہ منع القفار میں ہے تو پہلی صورت میں عدادا کا منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہے اور دوسری صورت میں باعتبار مفعول ہونے کے ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر کما فی البحر اور اگر مستاجر اور موجر شرط ہونے میں مختلف ہوں تو موجر کا قول مقبول ہے چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اوسی کا قول مقبول ہوگا وان اقاما

البینۃ فالبینۃ بینۃ للمستاجر لاثباتہا الزیادۃ خلاصہ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہیں بواسطہ اثبات زیادت کرائی الخانیہ وفیہا استاجر للقصارۃ فلہ الحوائج ان احتاجوا ہما اور خلاصہ میں ہے کہ گھر اجارہ لیا گازری کے واسطے تو اوسکو اسمیں آہنگری درست ہے اگر گازری اور آہنگری کا ضرر یکسان ہو ولو فعل ما لیس لہ نوع الاجر وان انہدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لانہما لا یجتمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے جو اوسکو درست نہیں ہے تو اوسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اوس کام سے عمارت منہدم ہوجاوے تو اوسکا تاوان دے اور اس صورت میں کرایہ نہیں ہے اسواسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہیں ہوتے ولو السکنی بنفسہ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرہا وکذا کل ما لا یختلف بالمستعمل یطیب للمتغیر لانہ غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہے آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہیں ہوتا ہے استعمال کرنے والے کے اختلاف سے اوسمیں استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اسواسطے کہ تقیید مذکور مفید نہیں یعنے بسبب عدم تفاوت کے بخلاف ما یختلف بہ کما سیجئ برخلاف اوس عمل کے جو متفاوت ہوجاتا ہے استعمال کرنیوالیکے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا چنانچہ رکوب اور کپڑا پہننا کہ انمیں تفاوت ہوتا ہے باعتبار مختلف مستعمل کے تو تاوان لازم ہوگا درصورت مخالفت شرط کے ولو آجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو اجارہ دے اکثر اجرت مقررہ کرکے تو زیادتی تو خیرات کرے ہم یعنے اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے اپنے صرف میں نہ لاوے الا فی مسئلتین اذا آجرہا بخلاف الجنس او اصلح فیہا شیئا مگر دو صورت میں مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے جب کہ گھر کو کرایہ دے مخالف جنس پر یا گھر میں کچھ درستی کردی ہو ہم خلاف جنس یہ کہ روپیوں کا کرایہ دیتا ہو اور اشرفی یا پیسوں یا اناج کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح کا اور درستی کی صورت یہ کہ مثلاً گھر میں چونہ کاری کردے یا چھت پر دے لگادے حموی نے کہا جھاڑو دینا اصلاح میں داخل نہیں ولو آجرہا من المؤجر لا تفسخ الاجارۃ فی الاصح بحر مغرباً للجوہرۃ وہی تصحیح خلافہ وفتنبہ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک موجر کو تو اجارہ صحیح نہیں اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح میں چنانچہ بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول ہے اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو خبردار رہیو یعنے متفرقات اجارہ میں عدم فسخ کو شارح وہبانیہ وغیرہ سے نقل کرینگے وتصح اجارۃ الارض للزراعۃ مع بیان ما یزرع فیہا او قال علی ان یزرع فیہا ما شاء کیلا تقع للمنازعۃ والا فہی فاسدۃ للجہالۃ وتنقلب صحیحۃ بزرعہا وجب المسمی اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کیواسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اوس میں بوئی جاوے گی یا مستاجر یوں کہے کہ جو چاہتا ہوں اس شرط پر کہ زمین میں زراعت کروں گا جو چیز کہ چاہوں گا بیان مزروع یا عموم مزروع اسواسطے شرط ہوا تاکہ آیندہ جھگڑا نہ ہو اور اگر بیان مزروع یا عموم مزروع نہو تو اجارہ فاسد ہوا اور اجارہ فاسدہ پلٹ کر صحیح ہوجاویگا اوس کی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ہم چونکہ مزروع یا باعتبار نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزاع کی واسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع دفع ہوجاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور درصورت عدم بیان زراعت کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہوگیا اور فساد تعاقب بسبب تادانستگی مزروع کے توجب کہ جہالت دفع ہوگئی زراعت کرنے سے تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر الشرب فی الطریق اور زمین کے اجارہ میں پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کیواسطے ثابت ہے ہم اجارہ میں پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہے اور زمین کی خرید میں بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہیں اسواسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کیواسطے اور دونوں چیزوں کے زمین سے فائدہ لینا نہیں ہوسکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے انتفاع عین زمین سے ولہذا شور زمین کی بیع جائز ہے اور اوسکا اجارہ زراعت کیواسطے جائز نہیں کذا فی الظہیریۃ اور مستاجر کو بیع یا رہن یا خریدنا اور مستاجر وبازرعت کرے بیع اور خریف میں ہم یہ اوس صورت میں ہے جبکہ سال بھر کا اجارہ ہو کما ہو مصرح فی القنیۃ ولو لبعض یمکنہ الزراعۃ للحال کالحنطۃ یجوز کذا فی الخانیۃ اور اگر ممکن ہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے جاز والا لا وتمامہ فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے

واگر زراعت ممکن ہو عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اوسقدر مدت میں ممکن نہ ہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اسکا بیان قنیہ میں ہے اجرھا وھی مشغولۃ بزرع غیرہ امکان الزرع بحیث لا یجوز الاجارۃ لکن لو عقدا ولم یعلما فالاجارۃ تنعقد اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت سے مشغول ہے تو اگر زراعت از راہ حق ہو یعنے مزارع نے بطریق اجارہ یا عاریت کے زرع کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹنے اور زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ مدل کر جائز ہو جائیگا کما سیجیء فیجوز ویومر بالحصاد والتسلیم بہ یعنی بزازیہ از زراعت والی زمین کا اجارہ جائز نہیں جب تک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسیکا فتوے ہے کذا فی البزازیہ الا ان یوجرھا مضافۃ الی المستقبل فتجوز مطلقا اگرچہ کہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کیطرف منسوب کر کے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز ہے خواہ زراعت واجبی ہو یا غیر واجبی ہم بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جائے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الظہیریہ وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان التسلیم بجبر علی قلعہ اور کے اور کما فتاوی قاری الہدایہ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنے بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہے بسبب ممکن ہونے تسلیم کی زبردستی کھیت اوکھاڑ کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الہدایہ وفی الوھبانیہ تصح اجارۃ الدار المشغولۃ یعنی ویومر بالتفریغ وابتداء المدۃ من حین التسلیم اور وھبانیہ میں ہے کہ دار مشغول یعنے جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اوس کا اجارہ جائز ہے یعنے اور موجر کو حکم ہوگا اوس کے خالی کر دینے کا اور ابتداء اسے مدت اجارہ اوس کی تسلیم کے وقت سے ہوگی وفی الاشباہ استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط ویجیء فی المتفرقات اور اشباہ میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا اور اس کا ذکر باب المتفرقات میں آگے آئیگا وتصح اجارۃ البیت للسکنی والحانوت والارض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات کطحن البر وخزف ومقبرۃ ومرابط حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعہا ام لا اجر اور صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے اور درخت لگانے کے واسطے اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن غیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں کے رہنے کے واسطے نصف روز اور رات کے وقت تو تسلیم سے اجرت لازم ہوگی خواہ اوس میں کی زراعت ممکن ہو یا نہو کذا فی البحر ہم یہ اجارہ زراعت کے واسطے نہیں ہے تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا فی البحر فان مضت المدۃ قلعہا وسلمہا فارغۃ لعدم تمامہا پھر اگر اجارہ کی مدت گذر جائے تو مستاجر کا ان اور درخت کو کھود دے اور زمین خالی موجر کو تسلیم کرے بسبب ہونے دونوں کی نہایت کے ہم حموی نے کہا اور کھود دینے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ پر ہے اسواسطے کہ اوسی نے زمین کو خراب کر ڈالا الا ان یعزم لہ الموجر قیمتہا ای لبنہا والغرس مقلوعا بان تقوم الارض بھما وبدونہما فیضمن ما بینہما اختیار مستاجر زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر جب کہ موجر مستاجر کو کہے مکان یا درخت کی قیمت کا تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جائے تو موجر تاوان دے مابین قیمتین کا کذا فی الاختیار وتملکہ بالنصب عطفا علی یعزم لان فیہ نظرا لما اور قیمت دیکر موجر مکان و درخت کا مالک ہو اسواسطے کہ اسمیں مستاجر اور موجر دونوں کے واسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا تملکہ کا لفظ منصوب یعزم پر عطف ہے قال فی البحر وھو فی الاستثناء من لزوم القلع علی المستاجر فاذا دانہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت تنقص بتملکہا اجبرا علی المستاجر والا فبرضا ہ بحر الرائق میں کہا اور یہ استثناء یعنے الا ان یعزم کا استثناء لزوم قلع علے المستاجر سے ہے تو مصنف نے فائدہ بتایا استثناء سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر جبر کر کے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہ ہوتی ہو تو اوسکی رضامندی سے مالک ہو یعنے بعد ادا سے قیمت اور رضی الموجر عطف علی یعزم یتملکہا ای البناء والغرس فیکون البناء والغرس لہما والارض لہذا یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا

یعنے مستاجر کا اور زمین اسکی یعنے موجر کی شارح نے کہا برضی معطوف ہی ضمیر پر وھذہ الترک ان باجر فاجاکرۃ والا فاعکرۃ فلھما ان یواجر وھا الثلاث ویقتسما الاجر علی قیمۃ الارض بلا بناء وعلی قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصتہ مجتبے اور یہ ترک قلع یعنے مکان اور درخت کا کھنچوانے دینا موجر کا اگر بعوض اجرت کے ہو تو یہ اجارہ ہو ورنہ اگر بلا اجرت ہو تو عاریت ہی تو مستاجر اور موجر دونوں کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہی اور دونوں حصے پھر مکان کو زمین کی قیمت پر بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی قسمت کرینگے پھر شخص اپنا حصہ کو ذالی المجتبی ہم مثلاً اگر زمین کی قیمت دو سو ہو اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین درہم ہو تو دو درہم موجر کے اور ایک درہم مستاجر کے وقف القنیۃ بنی فی الدار المستاجرۃ بلا اذن القیم ونزع البناء لایضر یا لوقف مجیر القیم علی دفع قیمۃ البناء الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف مین ہی کہ فی سبیل اللہ گھر مین کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون اجازت متولی کے اور حالانکہ اس مکان کا کھود نا وقف کو ضرر کرتا ہی تو متولی پر اوسکی قیمت دلانے پر مکان بنانے والے کے واسطے زبردستی کیجاے الی آخر العبارۃ یعنے حاکم زبردستی قیمت دلادے بنظر اصلاح وقف ولو استاجر ارضا من وقف وغرس فیھا وبنی ثم مضت مدۃ الاجارۃ للمستاجر استبقاھا باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیھم الا القلع لیس لھم ذلک فی القنیۃ اور اگر وقف کی زمین اجارہ لی اور اسمین درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو درختون کا باقی رکھنا بعوض اجرت مثل کے جائز ہی جب کہ اس باقی رکھنے مین وقف کو ضرر نہو اور جن پر زمین وقف ہی وہ نمائین سوائے کھود دینے کے تو انکو اسکا اختیار نہین کذا فی القنیہ ہم ظاہر بیان مصنف اسپر دلالت کرتا ہی کہ وہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضاے مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین مملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہی اور اسعاف اور عادیہ مین قنیہ کے مخالف منصوص ہی کہ عمارت جب وقف کو ضرر نکرے تو اوس کے کھودنے پر بنا نیوالے پر زبردستی کیجاے اور علماے نے ذکر کیا ہی کہ قنیہ کا ناطق لائق عمل کے نہین تو کیونکر اسپر عمل ہو گا جو مشہور کتابون کے مخالف ہو یا اسکو اختلاف مشائخ پر محمول کیجئے کذا فی الطحطاوی محتصرا قال فی البحر وبھذا تعلم مسئلۃ الارض المحتکرۃ وھی منقولۃ ایضا فی وقاف الخصاف بحر الرائق مین کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صحت کا مسئلہ معلوم ہوتا ہی اور وہ تو اوقاف خصاف مین بھی منقول ہی ہم یعنے اگر مستاجر مکان بنادے بشرط استبقاء عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دیکر جائز ہی اور اوسکو حق قرار نہایت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہو تو اب متولی اوسکا مالک نہوگا وقف کے واسطے مگر اوسکی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہی خلو کا جو اول کتاب البیع مین مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی والوطبۃ لغۃ ھی ما یتھیا کالشجر فتعلم بھا معنی الملۃ اور رطبہ درخت کے مانند ہی بسبب نہونے اوس کی نہایت کے تو کھود اجاے مدت گذر جانے کے بعد ہم رطبۃ مابین شجر اور گیاہ کے ہی فارسی مین اوسکو سیست کہتے ہین نیل کے مانند ایکبار بونے سے سال ہا سال رہتا ہی لہذا وہ درحکم شجر ہی جسکی نہایت معلوم ہو بیشہ باقی رہے اور اوسکے پتے یا پھول لوبے جاوین اور بیج نہون واما ذکار لہ نہایۃ معلومۃ کما فی الفصل والجزر والبانجن فحکمہ فیما یظھر ان لہ کون کالزرع یعنی باجر المثل الی نہایتہ کذا اعزو للمصنف فی حواشی الکنز وقولہ بما فی معاملۃ الحانیۃ فالمحفوظ ورجب کہ اوسکی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مول اور گاجر اور شلغم تو لائق یہ ہی کہ اوسکا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لیکر اوسکی نہایت تک چھوڑی جاے اسیطرح کی تحریر کی ہی مصنف نے حواشی کنز مین اور اسکو تقویت دی ہی خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقاۃ مین ہی تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مولی اور گاجر کی مثال درست نہین اسواسطے کہ ایکبار اوکھاڑنے سے پھر باقی نہین رہتی قلت بقی لو لہ نہایۃ معلومۃ لکنھا بعیدۃ کطوبایۃ کالنقصب فیکون کالشجر کما فی فتاوی ابن الحلبی فلیحفظ تقییدہ مین کہتا ہون یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن بعید اور طویل ہو جیسا کہ کلک اور بانے تو وہ چیز درخت کے مانند ہی کما فی فتاوے ابن الحلبی تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزرع یترک باجر المثل الی ادراکہ مرایۃ الجانبین لان لہ نہایۃ تعلم کما فی الکیت سے تعرض نکیا جاے اجرت مثل لیکر اوسکے پکنے تک

فی الاجارۃ الفاسدۃ

دونو جانب کی رعایت کیواسطے اسواسطے کہ کھیت کی نہایت ہیں پنچا پنچہ مذکور ہوچکا ہم یعنے مدت اجارہ منقضی ہوگئی اور ہنوز کھیت پختہ نہیں ہوا تو پختگی تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر مدت موجود ہو تو وہ اجرت لازم ہی موجود ہو چکی بخلاف موت احدھما قبل ادراکہ فانہ یترک بالمسمی علی حالہ الی الحصاد وان انفسخت لان البقاء علی ما کان ولی مادامت المدۃ باقیۃ اما بعدھا فبأجر المثل برخلاف موت مستاجر یعنے کہ کھیت پکنے سے پہلے اسواسطے کہ کھیت باقی رکھا جائیگا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کاٹنے تک اگرچہ اجارہ فسخ ہوگیا ایک شخص کی موت سے اسواسطے کہ اُسکا باقی رکھنا بحال ماضی ہے تو جبتک کہ مدت اجارہ باقی رہے اور بعد انقضاء اسکے تو اجرت مثل لازم ہوگی ویلحق بالمیت المستعیر فیترک الی ادراکہ باجر المثل اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہی تو تعرض نکیا جاے کھیت سے اُسکے پکنے تک یعنے ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کیواسطے پھر مالک نے چاہا کہ مین اپنی زمین پھیر لوں اور حالانکہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے پاس زمین چھوڑی جاوے گی اجرت مثل لیکر کھیت کھڑے ہونے تک اور ظاہر یہی حکم ہی عاریت کی زمین میں مکان بنانے اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی واما الغاصب فیؤمر بالقلع مطلقا لظلمہ اور غاصب کو کھیت اوکھار ڈالنے کا حکم ہوگا ہر طرح اگرچہ کھیت کچا ہو اوسکے ظلم کے سبب سے یعنے ظلم واجب الدہم ہی نہ واجب الاثبات ثم المراد بقولھم یترک الزرع باجر ای بقضاء او بعقدھما حتی لا یجب الاجر الا باحدھما کما فی القنیۃ فلیحفظ اجر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قضا کے اس قول سے کھیت سے تعرض نکیا جاے اجرت لیکر مراد یہ ہوکہ قاضی کے حکم سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب ہوگی مگر قضا یا عقد متعاقبین سے چنانچہ تبیین ہی تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی البحر وتصح اجارۃ الدابۃ للرکوب والحمل والثوب لبس اور صحیح ہی کہ یہ اجارہ جانور کا سواری اور بوجھ لادنے کیواسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کیواسطے اگر لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہی اور اگر سواری کیواسطے کرایہ کیا تو بوجھ لادنا درست نہیں کذا فی الخلاصۃ دُرر مین کافی سے منقول ہی کہ اگر بیان نکیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاوے گی یا کون شخص کپڑا پہنے گا تو اجارہ فاسد ہی لا تصح اجارۃ الدابۃ لیجلسھا ای لا جل ان یجعلھا اجنبیۃ بین یدیہ ولا لیرکبھا اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تاکہ اوسکو خالی لے چلے یعنے اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اوسکو کوئی لادے اپنے سامنے اور اوسپر سوار نہو ولا تصح اجارتھا ایضا لاجل ان یربطھا علی باب دارہ لیراھا المارون فیقال الفرس اور جانور کا کرایہ اسواسطے بھی صحیح نہیں کہ اوسکو باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تاکہ آدمی اوسکو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلاً صاحب خانہ کا ہی او لاجل ان یرین بیتہ او حانوتہ او ثوبہ لما فیہ من الاعلام بالیسار او بالکسوۃ وھو منفعۃ غیر مقصودۃ من العین یا اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا دکان کو اراستہ کرے کپڑے سے اجارت شدہ مذکورہ اوس دلیل سے جائز نہیں جسکو ہم اول باب مین مذکور کر چکے کہ جانور کا کوتل لیچلنا یا دروازے پر باندہ رکھنا یا گھر اور دکان کو کپڑے سے اراستہ کرنا منفعت غیر مقصودہ ہی کھوڑے یا کپڑے سے ہم اسیطرح اگر شرط نہیں اور جاندنیان کرایہ سے تا اپنے گھر مین اوخا فرش کرے اور اوپر نہ بیٹھے اور نہ سوے تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ واذا فسدت فلا اجر اور جب کہ اجارۂ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اوسکی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر وکذا لو استاجر بیتا لیصلی فیہ او طبیا لیشمہ او کتابا لیقرأ او مصحفا لیشھر وھبانیۃ اور اسیطرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا تاکہ اوسمین نماز پڑھے یا خوشبودار چیز کرایے سونگھنے کیواسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کیواسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا گھر کرایہ لینا نماز کیواسطے صحیح نہیں علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اسمین کافر اور مسلمان برابر ہی اسواسطے کہ فساد اجارہ مدت انتفاع کی جہالت سے ہی تو اگر مدت معین ہوجاے تو اجارہ صحیح ہی اسمین مسلم اور کافر دونوں برابر ہین اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ قرار دیجے تو بھی اسیطرح کا حکم ہی کذا فی الطحطاوی وان لم یعلما ان لا کتاب ولا اسم لہ بقیا ما لم یتفاسخا اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ مین کسی سوار اور کسی پہننے والے کی قید نلگائی تو مستاجر جسکو چاہے سوار کرے اور جسکو چاہے پہناوے ہم عدم تقیید سے مراد اسیطرح کی تعمیم ہی کہ مستاجر کے موجود ہے کہ سوار کردن کا پہناوے گا

جسکو مین چاہون گا کذا فی الکمونے لعدیہ یہ مراد نہین ہی کہ رکوب مطلق کیواسطے کرایہ سے اسواسطے کہ وہ اجارہ فاسد ہی دیا پنچ شارح مذکور کرینگا وتعین اول راکب کا بس اور متعین ہوجائیگا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہنے والا ہم یعنے جوشخص اول سوار ہوگا تو معلوم ہوجاویگا کہ یہی شخص اصل سے مراد تھا تو اب دوسرے شخص کو اُسپر سوار ہونا جائز نہوگا کذا فی الدرر عن الکافی واں لم یبین من رکبھا فھند تجھالۃ اور اگر مستاجر نے بیان نکیا کہ کون اوسپر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے ہم شارح کو یون کہنا صواب تھا (ولو استاجر ہا للرکوب مطلقا) یعنے اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری کیواسطے تو اجارہ فاسد ہی اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہی کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نکہے کذا فی الطحطاوی وتنقلب صحیحۃ بحر کو دیھا اور اجارہ فاسدہ مذکورہ پلٹ کر صحیح ہوجاویگا جانور پر سوار ہونے سے ہم خواہ مستاجر آپ سوار ہو یا غیر کو سوار کرے اور راہ استحسان اجرت معینہ واجب ہوگی وجہ استحسان یہ ہی کہ فساد کا سبب تو جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہوگئی تو فساد بھی زائل ہوگیا اسواسطے کہ ہم منتہا کی تعیین کو مبتدا کی تعیین کے مانند قرار دیتے ہین اور سوار پر تاوان لازم نہوگا جانور کے ہلاک ہونے سے اسواسطے کہ وہ متعدی نہین بسبب عدم مخالفت کذا فی الزیلعی والواقیہ زیادتی کرنے والا ہی

برا کب اولابس فخالف ضمن اذا عطبت فی الاجر علیہ والسلم اور اگر مستاجر یا موجر نے سوار یا پہنے والے کی قید لگائی سو مستاجر نے اُسکے مخالف کیا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا جب کہ جانور ہلاک ہوجاوے اور اوسپر اجرت نہین اگرچہ اوسنے تسلیم کی ہو ہم منافیہ تاوان اسواسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی دانست مین متفاوت ہوتے ہین اسواسطے کہ اکثر دبلے اور پتلے ہین کہ اونکا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہی بسبب ناواقف کاری کے اور بہت موٹے تازے ہین جنکی سواری سے جانور کو ضرر نہین ہوتا کیونکہ سواری سے واقف ہوتے ہین بخلاف حانوت افتھ فیہ حدادا مثلا حیث یجب اجر المثل اذا سلم لانہ ما سلم تبین انہ لیس لہ ذلک وان ھما لایعلمان کما فی الغایۃ برخلاف اوس دوکان کے جسمین مستاجر نے مثلاً لوہار کو بٹھلایا اسواسطے کہ یہین اجرت واجب ہوگی جبکہ موجر کیطرف سے تسلیم دوکان واقع ہوا اسواسطے کہ جب اوسنے دوکان تسلیم کی تو ظاہر ہوگیا کہ مستاجر نے موجر کی مخالفت نہین کی اور معلوم ہوگیا کہ حداد کی گھر کو کم زور نہین کرتی کذا فی الغایۃ ہم طحطاوی نے کہا یہین گفتگو ہی اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ حدادی عمارتکو ضعیف کردالتی ہی لانہ مع الضمان ممتنع اسواسطے اجرت تاوان کے ساتھ جمع نہین ہوتی ہم یہ تعلیل ہی مصنف کے اس قول کی ولا اجر لہ کذا فی الکبلی ومثلہ فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کالفسطاط اور جانور کی سواری کے مانند ہی حکم مین جو چیز مختلف اور متفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنیوالے کے چنانچہ خیمہ شخین کے نزدیک خیمہ در حکم جانور ہی اسواسطے کہ آدمی خیمے گھر کرنے مین اور مکان نصب بتجویز کرنے مین اور اوسکی میخین گاڑنے مین متفاوت ہوتے ہین یعنے باسلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہین اور بعضے بے سلیقہ ایسے کہ ضائع کردالتے ہین اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہی حکم مین برزازیہ مین ہی کہ خیمہ کی میخین مستاجر کے ذمہ پر ہین اور رسیان موجر پر وفیما لا یختلف فیہ بطل تقییدہ بہ کما لو شرط سکنی واحد لہ ان یسکن غیرہ کما مر ان التقیید غیر مفید اور جس چیز مین تفاوت نہین یا وجود اختلاف مستعمل کے تو اُسکی تقیید اور تخصیص باطل ہی چنانچہ اگر گھر کے اجارہ مین ایک شخص کا رہنا شرط ہو تو مستاجر کو جائز ہی کہ اوسکے غیر کو یا اوسین کسے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ یہان قید لگانا مفید نہین لو ان سمی نوعا وقدرا کلو برہ حمل مثلہ واخذ اکثر کالملح اور اگر نام رکھا محمول کے نوع اور مقدار کا چنانچہ گیہون یقدر ایکمن تو مستاجر کو اوسکے مانند اور اوس سے ہلکا لادنا جائز ہی نہ لادنا زیادہ تر ضرر والی چیز کا چنانچہ نمک کا ہم کر بنہم کان پیمانہ ہی جسمین بارہ صاع غلہ سماوی اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمیناً اٹھائیس سیر ہوتا ہی مانند کی مثال جیسے معین گیہون کے برابر اور کیہون اوسکے وزن کے برابر ہے لادنا اور خفیف تر کی مثال جیسے گیہون کے عوض جو لادنا اور نمک یا لوہا لانا گیہون کے عوض جائز نہین والاصل ان من استحق منفعۃ مقدرۃ بالعقد فاستوفاھا او مثلھا لزوم ونھا کاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہوا جارہ کے عقد سے پھر اوسی منفعت کو یا اوسکی برابر یا اوس سے کم کو حاصل کرے تو جائز ہی اور اگر زیادہ تر کو حاصل کرے تو جائز نہین ومنہ تحمیل وزن البر قطنا

لاشعیر فی الاصح اور منجملہ غیر جائز کے ہے لادنا روئی کا برابر ہے گیہون کے فدنک نے کہا لادنا کا قول اصح میں ہم یہ ہے اگر من بھر گیہون لادنے پر کرایہ ٹھہرا موسم سرما میں من بھر روئی جانور پر لادے تو جائز نہیں اسواسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہون سے زیادہ پھیلتی ہے اور اسمیں گرمی بھی زیادہ ہے تو اوس کا ضرر زیادہ ہے گیہون سے اور گیہون کی عوض اگر جو اوسیقدر لادے اور جانور مرگیا تو تاوان نہیں بقول اصح اسواسطے کہ جب جو اور گیہون وزن میں برابر ہیں تو جو کا ضرر جانور کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیل جانے کے ہی فتوے ہے صدر شہید کا الحاصل اگر مسمی محمول ہو پھر اوسنے اور چیز لادی اور وزن دونوں کا برابر ہے مگر محمول کمتر پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر مسمی سے تو درصورتیکہ ہلاک ہوگا بسبب منفعت کے چنانچہ گیہون کے وزن کے برابر پتھر یا لوہا لادنا اور اگر محمول اوسکے زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام پر مسمی سے تاوان نہیں چنانچہ گیہونکے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے تاوان لازم نہ آویگا مگر جبکہ موضع حمل سے زیادہ تر سخت ہو چنانچہ روئی کی عوض گیہون کذا فی الطحاوی و لو اردف من یمسک بنفسہ وعطبت الدابۃ یضمن النصف اور مستاجر جانور پر بیٹھنے پیچھے اوس شخص کو سوار کرلیا جو بذات خود بلا اعانت جانور پر بیٹھا رہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر پر نصف قیمت کا تاوان دیدھم دار اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا کذا فی النہایۃ ولا اعتبار للثقل لان الادمی غیر موزون اور اعتبار نہیں گرانی وزن کا اسواسطے کہ آدمی غیر موزون ہے یعنے آدمی کے تولنے کی عادت نہیں تو صدر اسکے کا اعتبار ہوگا نہ گرانی کا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ثقیل سوار کے واقف کار سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہے وھذا ان کانت الدابۃ تطیق حمل الاثنین والا فکل بکل حال اور یہ یعنے نصف ضمان اوسوقت ہے جبکہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اوٹھا سکتا ہو اور اگر اوٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہے مستاجر پر ہر حالمیں یعنے خواہ بذات خود مستمسک ہو یا نہو کما او حملہ الراکب علی عاتقہ فانہ یضمن الکل وان کانت تطیق حملھما لکونہ فی مکان واحد چنانچہ اگر دوسرے شخص کو مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اوٹھایا تو مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ جانور دونوں کا بوجھ اوٹھا سکتی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنے جب دونوں کا بوجھ پیٹھ پر ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہو کر ہلاکی کا سبب ہوا ان کان الردیف صغیرا لا یمسک یضمن بقدر ثقلہ اور اگر محمل یا سوار ایسا اطفل صغیر ہو کہ بالا عانت جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اوسکی گرانباری کے یعنے جسقدر بوجھ بھاری ہوگیا صغیر سوار کے نہ بیٹھنے سے تاوان لازم ہوگا کما لو اسلم الطفل صغیرا ہو کر بالا عانت جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اوسکی گرانباری کے یعنے جسقدر بوجھ بھاری ہوگیا صغیر سوار کے نہ بیٹھنے سے تاوان لازم ہوتا ہے اگرچہ وہ چیز محمول جانور کے مالک کی ملک ہو چنانچہ اونٹنی کے بچے کو اوٹھانا تاوان لازم ہوگا بواسطہ عدم اجازت مالک کے ولیس للمرء ان الرجل یوزن بل ان یسأل اھل الخبرۃ کم یزن اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں کہ مرد تولا جاے بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل دانش سے پوچھا جاے کہ کتنا بوجھ زیادہ ہونیا حمل صغیر یا حمل شئے آخر سے ولو رکب علی موضع الحمل ضمن الکل لما مر اور اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہوگیا تو ہلاک کی صورت میں کل کا ضمان دیگا بموجب اوس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنے سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہو گیا وکذا لو لبس ثیابا کثیرۃ اور یہی حکم ہے اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہنکر سوار ہو یعنے درصورت ہلاک تاوان کل کا دیگا کہ ایک ہی جگہ بہت بوجھ کردیا ولو ما یلبسہ الناس فی بعض اوقات مجتمعا اور اگر اوسقدر پہنے ہوں جتنے لوگ پہنتے ہیں تو بقدر زیادتی کے ضمان دیگا کذا فی المحیط واذا ھلکت بعد بلوغ المقصد وجب تسلیم الاجر لکونہ بنفسہ مع التفاوت الی النصف الفیقوم کزید فیرادہ ویرکبہ سوار کرلینے کی صورتمیں اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہنچنے کے ہلاک ہو تو ساری اجرت واجب ہے اسوجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی نصف قیمت جانور کا دیوے اسلیے کہ دوسرے سوار کیا ثم ان رضی الراکب لا یرجع وان ضمن الردیف یرجع بالمستأجر واما لا لا پھر اگر سوار یعنے مستاجر راکب سے تاوان لیا تو رجوع نہ کریگا اور اگر ردیف سے تاوان لیا تو مستاجر سے بھرے اگر اوسنے مستاجر کو کرایہ دینا کیا ہوا اور اگر ردیف بطریق اجارہ سوار ہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی الطحاوی قید بکونھما عطبت لانھما لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے سئلہ دینمیں جانور کے ہلاک ہونیکی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جانور باوجود اردف سلامت رہا تو حقہ مقرر کرایہ لازم آویگا نہ تاوان یعنے جمیع صورتہ کورہ میں کذا فی الطحاوی و یکونہ اردفہ فلانا لو اقعدہ فی المرج صار غاصبا فلا یجب علیہ شیء من الاجارۃ

اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں ارداف ردیف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر اوسکو زین پر بٹھائیگا اور آپ پیچھے بیٹھیگا تو مناسب کھہریگا تو اوپر اجرت لازم نہوگی یعنے فقط تاوان اوپر لازم ہوگا نہ کرایہ کذا فی البحر عن الغایۃ لکن فی السراج الوہاج عن المشکل ما نصہ الفتوی کیف وفی الاشباہ غیرہا ان الاجر والضمان لا یجتمعان لکن سراج وہاج میں مشکل سے وہ قول مذکور ہی جو قول مصنف وجوب الجمع الضمین کے مخالف ہی تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوے دینے کیونکر نہو اور حالانکہ اشباہ وغیرہ میں یہ مذکور ہی کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے ہم سراج میں مشکل سے یون مذکور ہی کہ ارداف کی قید اتفاقی ہی تو خواہ مستاجر آگے سوار ہو یا پیچھے دونون صورت میں حکم یکسان ہی شارح نے امر یا تامل سے اشارہ کیا اس مسئلہ میں دو قول ہین طحطاوی نے کہا اشباہ کی عبارت کا ذکر بلا وجہ ہی اسواسطے کہ اجرت بمقابلہ بدلہ کوب مستاجر ہی اور تاوان بمقابلہ کوب ردیف ہی تو ایک کا دوسرے سے اجتماع اجرت اور تاوان کا نہوا اور اجتماع تاوان کا اجرت کے ساتھ وہان ممتنع ہی ہان تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہوجائے اور یہان ایسا نہین واذا استاجرہا لیحمل علیہا مقدارا فجعل علیہا اکثر منہ فعطبت ضمن ما زاد الثقل ورجعہ جانور کرایہ لیا تا کہ اوپر مقدار معین لادے اور اوپر اوس سے زیادہ تہ لادا اور وہ ہلاک ہوگیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہوجانے بوجھ کے ہم شمالیین من لادنا مقرر ہوا سو اوس نے چہ من لادا تو جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا اسواسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے گرتین من کا لادنا ماذون تھا سو اوسکا حصہ ساقط ہوگیا اور ایک من غیر ماذون تھا اور وہ چوتھائی ہی لہذا چوتھائی قیمت کا تاوان لازم ہوگا وعلی ہذا لو حملہا المستاجر فہلکت بعضہا بیدہ او وحدہ فالضمان علی المستاجر لانہ صار للباشر عادیۃ اور یہ حکم اسوقت ہی جب کہ خود مستاجر اوپر بوجھ لادے سوا گر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اوپر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ مالک ہی تو میانہ ہی کذا فی العمادیہ ہم خواہ مالک زیادتی کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم نہوگا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اوسکو جواب دیا جاے کہ تو نے کیون نہ تول لیا تھا علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہی یہین اشارہ ہی تاوان مستاجر کا بسبب نہ معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہی مقدسی کی نہ روایۃ اسکے حاشیہ تتمۃ الفتاوی میں بھی مذکور ہی کذا فی الطحطاوی وان حملا الحمل معا ووضعاہ علیہا وجب النصف علی المستاجر بفعلہ وہدر فعل ربہا بمجتمع اور اگر مستاجر اور مالک جانور نے بوجھ ساتھی اوٹھایا اور جانور پر دونون نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اوسکے فعل کے سبب سے اور اسکے مالک کا فعل باطل بلا عوض ہوگا کذا فی المجتبی ولو کان البر مثلا وجی لعتیر فحمل کل واحد منہما خمسا فلقائی وعاء کعدل مثلا وحدہ ووضعاہ علیہما معا او متعاقبا لا ضمان علی المستاجر ولجعل حمل المستاجر ما کان مستحقا بالعقد فافہم اور اگر مثلا گیہون ہو دو گونی ہین اور مستاجر اور مالک ہر دو نے ایک ایک گون تنہا اوٹھائی اور دونون نے جانور پر ساتھی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہین یعنے درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اوٹھانا اور لادنا مستحق بعقد اجارہ ٹھہرایا جاویگا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جو لق یعنے ایک طرف ہی گٹھے کے مانند مثلا ومفاد انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر وہو الوجہ من حیث ما علیہ علی خلاف ما فی الملاصۃ کذا فی شرح المجمع اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہین خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا پیچھے اور یہی وجہ قوی ہی اسی سبب سے ہمنے اوسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہی مصنف کی شرح مین قلت وما فی الخلاصۃ ہو ما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ وکذا الاضمان لو حمل المستاجر او لا ثم رب الدابۃ وان حملہا ربہا اولا شارک المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتہی فتنبہ بمن کہتا ہون اور جو خلاصہ مین ہی وہ اس متن کے بعض نسخہ مین موجود ہی مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہین اگر مستاجر نے پہلے گون لادی پھر جانور کے مالک نے اور اگر اوسکے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر پر نصف قیمت کا تاوان دے اتہی فی الخلاصہ تو خبردار رہو اس قول غیر معتمد سے وہو ای ما مر من الحکم اذا کانت الدابۃ للمستاجر فتطیق مثلہ اور یہ یعنے مسئلہ اوپر مین جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادت ثقل کے اوسوقت ہی جب کہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو ما اذا کانت لا تطیق

فجمیع القیمۃ لازم علی المستاجر ویلزمہ ویجب علیہ کل الاجر المسمی والنوان للزیادۃ نہایۃ اور جب کہ جانور اوتھ ہو جھ اوٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذا فی الزیلعی اور مستاجر پر یہ تمام اجرت واجب ہوگی اجتر واجب ہوئی زیادتی کے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنے کی جہت سے کذا فی غایۃ التحقیق ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا سوال یہ ہوکہ بیان اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ اسباب سے مذکور ہو چکا کہ دونوں جمع نہیں ہوتے خلاصہ جواب یہ ہوکہ لزوم تاوان کی وجہ اور ہے اور وجوب اجر کی اور ہے اور منع وہ اجتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہو وافادبالزیادۃ انہا من جنس المسمی فلم تغیر ضمن الکل کما لو حمل المسمی وحدہ ثم حمل علیہا الزیادۃ وحدہا بحر اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کر دیا کہ زیادت حمل معین کی جنس سے ہے تو اگر زیادتی اوسکے مغائر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا چنانچہ اس صورت میں تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط حمل معین بلا خلط زیادت لادا پھر جانور نے فقط زیادت لادے کذا فی البحر قال ولہ یتعرضوا للاجر اذا سلمت لظہور وجوب المسمی فقط وان حملہا المستاجر کان منافع الغصب لا تضمن عندنا صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے تعرض نکیا اجرت کے بیان کا جب کہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط مستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہے اور غصب سے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہیں ومنہ علم حکم المکاری فی طریق مکۃ اور ظہور وجوب مسمی سے معلوم ہو گیا مکہ معظمہ کی راہ میں کرایہ دار کا حکم یعنے جب کہ حمل معین پر کچھ لو چھاز یادہ لادا وہ جانور سلامت ہو تو نچا تو زیادہ لادنے کسی چیز کا استحقاق ثابت نہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وعلم یضربہا کبحہا بالجامہا للتشنیع الاذن بالسلامۃ اور مستاجر تاوان دے درصورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنے ہر چند مارنا اور لگام کھینچنا کم کرنے کے واسطے مالک کے اذن سے ثابت ہو لیکن یہ اذن وہاں تک ہی جب تک کہ جانور تلف نہو جاے حتی لو ہلک الصغیر بضرب الاب اوالوصی للتادیب ضمن لوقوعہ بحق وتقریر ہے تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کے مارسے مر جاے تو تاوان دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقال لا یضمنان بالتعارف اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہیں متعارف اور مروج ہے اور اسیطرح مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے مارنے اور لگام کھینچنے سے بشرطیکہ ضرب متعارف کذا فی الطحطاوی وفی الغایۃ عن التتمۃ الاصح رجوع الامام لقولہما اور غایۃ التحقیق میں تتمہ سے مذکور ہوکہ اسی کا رجوع کرنا صاحبین کے قول کیطرف صحیح تر قول ہے لا یضمن بسبب فیہا اتفاقا مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام وصاحبین وظاہر الہدایۃ ان المستاجر الضرب للاذن العرفی اور ہدایہ کا ظاہر قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے ہم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ اباحت ضرب مقید معلوم ہو بشرط سلامت واما ضربہ لدابۃ نفسہ فقال فی القنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالے لا یضربہا اصلا لو فحلا قصد فیہا زجر علی التادیب اور مالک کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے سے ہے کہ اسکو اصلا نہ مارے اور اوس سے مواخذہ ہوگا اوس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہو ہم یعنے ہر شخص کو منع کرتا جائز ہے علی الخصوص جب کہ مالک جانور کے منہ پر مارے وضمن ینزع السرج ووضع الاکاف سواء اوکفہ بمثلہ لا اور تاوان دے زین کے اور تار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اوپر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو ہم طحطاوی نے کہا شارح کہ شارح پر اکاف مشتبہ ہوا اکاف کے ساتھ اسواسطے کہ اکاف مصدر ہے یعنی پالان نہادن اور اکاف بکسر اول یعنی پالان ہے ولہذا لفظ وضع کو شارح نے زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ اکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے وبالاسراج بما لا یسرج بہذا الحمار بمثلہ جمیع قیمتہ اور اسطرح کے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اس گدھے پر نہیں باندھا جاتا اوسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم صاحبین کے نزدیک پالان زین کے مانند ہے تو تاوان لازم نہیں مگر درصورت زیادت وزن حقائق میں عیون سے منقول ہے صاحبین کے قول پر فتوے ہے کذا فی الطحطاوی ولو بمثلہ او اسرجہا

مکان الایکاف لایضمن الا اذا دوزنا فیضمن بحسابہ ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اُسپ باندھا جاتا ہی یعنی پالان زین باندھا
تو تاوان لازم نہوگا مگر جب کہ تول مین زین پالان سے زیادہ ہو تو اسکے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم پہلے اگر پالان ہو دو سیر کا
اور زین ہو چار سیر کا تو نصف قیمت کا تاوان لازم آویگا کما یضمن لو استاجرھا بغیر جلھا فلبھا بالجلھم لا بالجلھم بمثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دیگا اور صورت
ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون لگام کے پھر اوس کے منہ مین ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اوسکے لگائی نہین جاتی وکذا لو ابدلہ لان الجماد
لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدل کر لگائی جیسی لگام اُسکے نہین لگائی جاتی اسواسطے
کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہین جاتا کذا فی غایۃ التحقیق ہم طحطاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مماثل ہے مستاجر متعدی ہم اور اوسکا
طریقا غیر ما عینہ المالک و تفاوتوا تفاوتا بعدا او وعرا او خوفا فالحیث لا یسلکہ الناس بین کمال یا مستاجر وہ راہ چلا جو مغائر تھی اوس
راہ کے جسکو جانور کے مالک نے مقرر کردی تھی اور دونون راہین متفاوت تھین دوری یا سختی ہونے یا خوف مین اسطرح کہ لوگ اوس راہ مین نہ چلتے
ہون کذا ذکرہ ابن کمال او حملہ فالبحر اذا قید بالبر مطلقا سلکہ الناس او لا الخطر البحر فلو اطلق یقید بالبر لا ضمان یا حمال مستاجر کا اسباب لاد
لیگیا دریا مین جب کہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی مین لیجانیکی تو مطلقا تاوان لازم آوے گا خواہ لوگ دریا کی راہ چلتے ہون یا نہ چلتے ہون بسبب
مخطرہ ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہوگا یعنے تلف ہو جانے سے وان بلغ المنزل فلہ الاجر لحصول المقصود
اور اگر حمال نے مستاجر کا اسباب منزل پر پہونچا دیا دریا کی راہ سے تو اُسکی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے یعنے تو گویا اوس سے مخالفت متحقق نہوئی
وضمن بزرع ربطۃ وقد امر بالبر او نقص من الارض لان ربطۃ اضر من البر ربطہ بونے سے حالانکہ مالک نے گیہون بونے کا امر کیا تھا تاوان
لازم ہوگا بقدر ناقص ہو جانے زمین کے اسواسطے کہ ربطہ زمین کے حق مین زیادہ تر مضر ہی گیہون سے یعنے اسواسطے کہ ربطہ کی جڑین بکثرت ہوتی ہین اور دور تک
پھیلتی ہین ولا اجر لانہ غاصب لا فیما استثنی کما سیجئ اور صورت مذکورہ مین اجرت نہین اسواسطے کہ ربطہ بونے والا غاصب ٹھہرا اور غاصب
پر تاوان ہی اجرت نہین مگر چند مسائل مستثنے مین اجرت ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الارض لانہ بالاقل ضررا لا یضمن وبالاجر
مصنف نے تاوان مین مدت ترک بونے کی قید لگائی اسواسطے کہ کمتر ضرر والی کے بونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب ہوگی ہم اقل مضرت
کی صورت یہ ہو کہ ربطہ بونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گیہون بویا وضمن بخیاطۃ قباء وہم بتقصیص قمیص قطن بہ اور قبا کے سینے سے اور حالانکہ
مدرز کو قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اوسکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم قبا اوسکو کہتے ہین جسکا آگا کھلا ہوا ہو قمیص وہ ہی جسکا آگا اوپر نیچے دونون
سیا ہو وقولہ ای لصاحب الثوب خذ القباء ودفع اجر مثلہ لانجاوز المسمی کما ھو حکم الاجارۃ للفاسدۃ اور اوسکو یعنے کپڑے کے
مالک کو جائز ہی قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارہ فاسدہ کا حکم ہی یعنے اجارہ فاسد مین وہ
اجرت مثل لازم ہوتی ہی جو مسمی سے زیادہ نہو وکذا اذا خاطہ سراویل وقد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی الاصح فقنیۃ الرد بالقباء الخانی اور اسیطرح
کہ درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسیطرح کا حکم ہی صحیح قول مین یعنے مستاجر مختار رہی چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ
اور اوسکی مزدوری دے تو درست مین قبا کی قید لگانا اتفاقی ہی ہم درست مین تخییر کا حکم درصورت تقصیص اور قبا کے مذکور ہی مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا کہ ذکر قبا
اتفاقی ہی ورنہ مخالفت کا یہی حکم ہی وضمن بصبغہ احمر وقد امر بہ قمیصا ثوب بین وان شاء المالک اخذ ثوبہ وعلیہ ما زاد الصبغ قیمۃ ولا اجر لہ
اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کو لے اور رنگریز کو اوتنا روپیہ
جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہو گئی اور رنگریز کیواسطے اجرت نہین یعنے سرخی کی ولو صبغ رجیا ان لو یکن الصبغ فاحشا لا یضمن

الصباغ وان کان فاحشا عند اھل فنہ ضمن قولھما بیض خلافہ، اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ دیا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو رنگریز کے پیشہ والوں کے نزدیک تو سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے کذا فی الخلاصۃ **فرع** مسائل متعلقہ شارح کے قال للخیاط اقطع طولہ وعرضہ وکمہ کذا فاخاف نقصان قدر اصبع فخرجوا عنوان الاکمام ضمنہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول اور عرض اور آستین اسقدر ہو سو وہ کم ہو مقدار معین سے سوا اگر بقدر اوکلی یا اوسکے مانند کم ہو تو معاف ہو اور اگر زیادہ ہو تو اوسکا تاوان دے قال ان کفانی قمیصا قاقطعہ بدرھم وخطہ فقطعہ ثم قال لا یکفینی فقمیصہ ثم قال لا یکفینی لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا لیکر میری قمیص کو کافی ہو اور درزی نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا اوسکو قطع کر اور اوسنے قطع کیا پھر درزی بولا کہ تجکو کفایت نہیں کرتا تو اسپر تاوان لازم نہیں ہوگا اسواسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق خبایا ہو نہ حکم کذا فی الطحطاوی نزل الجمال فی غفلۃ ولم یرتحل حتی فسد العدل بسرقۃ او مطر ضمن لو السرقۃ والمطر غالبا خلاصہ ساربان اونٹ اسپر لادکر اصبہان میں اور وہاں سے کہیں کیلئے چلا یہاں تک کہ مال فاسد ہو گیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش وہاں اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اوسپر لازم ہوگا یعنے اسواسطے کہ غالب تو قوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی ہوگیا وہاں کے چھوڑنے سے اور اگر غالب اوقوع نہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق البیع متاعہ فطلب منہ اجرۃ لعادتھم اور اشباہ میں ہے مددگاری نچاہی ایک مرد سے بازار میں تاکہ اوسکا مال بیچ دے سو اوسنے مزدوری مانگی تو اوسکی عادت کا اعتبار ہوگا یعنے بلا تقرر اجرت اوسنے مال بیچ دیا پھر مزدوری مانگی تو اہل بازار کی عادات کا اعتبار ہوگا کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو اجرت لازم نہیں وکذا لو ادخل رجلا فی حانوتہ لیعمل او اسیطرح کا حکم ہے اگر اپنی دوکان میں کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کروانے کیواسطے یعنے عادت کا اعتبار ہوگا وجوب اور عدم وجوب اجرت میں وفی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لحائک مدۃ کذا لیعلمہ النسج وشرط علیہ کل شھر کذا جاز ولو لم یشترط الشھر فکذلک طلب کل من المعلم والمتعلم اجرا ھی الاجر المعتاد وذکر الحلوانی فی درر میں ہے کہ مولے نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا کہ اوسکو کپڑا بننا سکھا دے اور مولے نے استاد پر ہر مہینے میں کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نکی اور تعلیم کے بعد ہر دو امر معلم اور مولے سے اجرت طلب کرے عقد سے تو رواج شہر کا اور اگر کم ہو تو معتبر ہوگا یعنے اگر مرد شہر استاد کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاے اور اگر مرد مولے کیواسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل استاد پر لازم ہوگی کفانی الدرر من قاضی خان وفیھا استاجر دابۃ الی موضع فجاوزھا الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاظھر کما فی الغایۃ وھو تو بھا والیہ جرھا الاظھر کما فی الغایۃ اور درر میں ہے کہ حانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہاں سے بڑھا کر اور مکان تک گیا پھر اسکے اول مکان کیطرف پھر آیا اور حانور ہلاک ہو گیا تو مستاجر پر مطلقا تاوان لازم ہوگا صحیح قول میں بھیجکہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقا اور صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کیطرف امام نے رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوی عم مطلقا یعنے خواہ آمد و رفت دونوں کیواسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کیواسطے بہرصورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہے عاریت کا یعنی اگر حانور کے کرایہ دینے والیکو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کیطرف پھیرا پھر لایا تو اوسکی مزدوری نہیں اور لائق یہ ہے کہ اُسپر بردستی کی جاوے کذا فی مجمع الفتاوی وفیہ دفع ابتوبیما الی الصباغ لیصبغہ بکذا فقال تصبغہ وزھا علی فلیصبغہ ثم ھلک الثیاب عند الصباغ او ضاعت لا ضمان علیہ ومجمع الفتاوی میں ہے کہ رنگنیکو دیا زعفرانی رنگ تاکہ اوسکو رنگے اجرت پر پھر مالک بولا کہ اوسکو مت رنگ اور مجکو پھیر دے سو اسنے نہ پھیرا پھر کپڑا تلف ہو گیا تو رنگریز پر تاوان نہیں وفیہ سئل الحلوانی عمن استاجر رجلا لیعمل فی الضیعۃ فلما خرج قال لغلامہ اسنتم بسبب ھذا الاجر قال لا اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ظہیر الدین سے اوس شخص کے حکم کا سوال ہوا

لہ قال ای الحلوانی قال فی فصول العمادی الحلوانی والذی یظھر ان ھذا اذا کان ھذا القول بحضرۃ المؤجر اما اذا کان بغیبتہ فلا یکون فسخا لجواز ان یقول ذلک لیطیب قلب الاجیر ولا یترکہ منہ

جیسے ایک مرد کو مزدور کیا تاکہ اوسکا کام کرے زمین میں سو جب کہ مزدور کام کیواسطے نکالنے پر رہنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اوسکے سبب سے کیا اوسکی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہیں یعنے اسواسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلامنع مستاجر استأجرتہ لیحملہا کذا افرضت فحملہا ہو وفاہا للمستکری الوجوہ بحصتہ قال لا لانہ مرضی بذلک جانور کرایہ لیا تاکہ اوسپر اتنا بوجھ لادے سو جانور بیمار ہوگیا تو حمل معین سے کمتر لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصہ کے موافق کرایہ پھیر لینا جائز ہی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہیں اسواسطے کہ مستاجر بھی مقدر کے لادنے پر راضی ہوگیا استأجرتہ حتی فضعہ المجبران عجز عن لتوہین البناء وحکم القاضی بمنعہ ھل تسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا لانہ یمنع حاملا للیمین مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اوسکو پورے دو سیر سے پیسنے سے منع کیا بسبب کم زور ہوجانے مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہوگا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط نہوگا جب تک ظاہر دین پیسنے سے منع نکیا جائیگا ھم مرادیہ ہو واللہ اعلم کہ لوگ اوسکو چکی نہ پیسنے دین یا چکی کے گھومانے دے جانور کو کھول دین کذا فی الطحطاوی استأجر حماما سنۃ فغرق مدۃ ھل یجب بحسابہ لا لان غایتہ ان الاجر قابل غیر منتفعا ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی میں ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی وفی الوھبانیۃ ویسقط فی وقت العمارۃ مثل ما ھدم بفعل الدار لھ یعنی اور وھبانیہ میں ہی اور ساقط ہوتا ہی اجر عمارت کے وقت میں مانند اوس سقوط کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہوجائے تو انہدام تخمین کیا جاویگا ھم یعنے مقدار انہدام تخمین کرکے بقدر اوسکے اجرت ساقط کیجائے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہی ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ گھر کے بعض مکان سے کرنے سے کرایہ ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوھبانیۃ الجمد البرد خالف فی قدر العمارۃ آخر یقدر فیھا قولہ لا المعصر اور نخالت کی مالک امر کرنیوالے نے مستاجر کی عمارت کی مقدار میں تو سمین مالک کا قول مقدم ہوگا مستاجر عمارت بنانیوالے کا ھم صورت مسئلہ یہ ہی کہ مالک خانہ نے مستاجر کو امر کیا عمارت بنانیکا اور کرایہ میں مجرا کرلینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے مسموع ہونگے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ کما رجع الی المستأجر یثبت علی المؤجر فیجدد العمر یف الذی تتوفر بہا الاجرۃ فلا یدخل من تحت الراجح علیہ یہ نہ کہنا ہوں اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہی مستاجر کا اوس چیز کو جو موجر ثابت ہو یعنے امر کرنے کے یعنے مگر تنور اور نجاست کے یہ چیزیں نہ رجوع بجرد امر کے نہیں تو ضرورتہ ہی اشتراط رجوع سے موجر ھم طحطاوی کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہیں بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہی جو شرح وھبانیہ میں مذکور ہی اسطرح کہ بجز الائمہ سنجاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر میں عمارت بنادے مالک کے امر سے تو جسقدر اوسکا صرف ہوا گھر سے بھرے اگرچہ رجوع صریحاً شرط نہو پھر قاضیخان سے نقل کیا کہ تنور اور جو کچھ میں رجوع بجرد اذن بلا شرط صحیح نہیں انتھی فی القنیہ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ قنیہ کا صریح ہی نہ مفاد ولو خربت الدار سقط کل الاجور لانتفاع بہا مالکہا بنفسہا المستأجر لحضرۃ الموجر ھو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران ہوگیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ ویرانی فسخ نہیں ہوجاتا جب تک اوسکو موجر کے سامنے فسخ نکرے یہی قول صحیح ہی ھم اگر بعضا مکان گھر کا منہدم ہوگیا اور مالک خانہ غائب ہی یا بیماری کے حیلہ سے قاضی کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو اجارہ فسخ نہوگا اور قاضی اوسکی طرف سے وکیل قایم کرے کہ وہ فسخ کردے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ واذا بنیت لاختیار لہ اور جب کہ گھر بنا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کا اختیار نہیں یعنے اسواسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ نہیں ہوتا وفی تصحیح عرضہا لاجب لاجرۃ قال ابن الشحنۃ قلت وفی فتح نظر ولعل وجہہ المسمی لابوۃ الاصل احتیاط العرصۃ فلا لازم من لزومہا فتاملہ وبسبق فی فسخہا ما یفید ھ متنبہ اور خانہ منہدم کے پیش در دانے کے میدانکی سکونت میں اجرت واجب نہیں یہ کہا ہی ابن شحنہ نے میں کہتا ہوں کہ اوسکی نفی میں اعتراض ہی اور شاید کہ تفی سے اجرت معہود گھر کی مراد ہی لیکن مثل اوس میدان کے کرایہ پر اصحاب کے کرایہ کے لازم ہونے کا کوئی مانع نہیں اور فسخ جلد باب میں وہ قول آویگا جو لزوم اجرت کا مفید ہوگا سو خبردار رہنا ھم باب الفسخ کا قول مذکور یہ ہی نزدیک ہے کہ اگر پن چکی کا پانی منقطع ہوگیا اور وہ مکان سوکھ

سوا پینے کے لائق انتفاع ہو تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی بسبب باقی مدت معقود علیہ کے تو اگر منفعت لیگا تو بقدر اوسکے حصہ کے اجرت لازم ہوگی ورنہ اور فتاوے عالمگیریہ مین مذکور ہی اگر سب گھر منہدم ہوجائے تو اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ پیش درد آنے سے انتفاع ممکن ہے کذا فی الطحطاوی استاجر حماما وشرط اجرۃ شھرین للعطلۃ فان شرط احدھما قدر العطلۃ صح بزازیہ حمام اجارہ لیا اور دو مہینے کی اجرت کی کسی سبب معطل رہنے کے شرط کرلی تو اگر اجرت کا کم کرنا بقدر تعطل شرط کیا تو صحیح ہی کذا فی البزازیہ صم یعنے اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی واجرۃ السجن والحبس فی زماننا یجب ان یکون علی رب الدین خانیۃ الفتاوی کرایہ قیدخانہ کا اور اجرت قیدخانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ مین واجب یہ ہی کہ صاحب دین پر ہو کذا فی خزانۃ الفتاوی یعنے سواسطے کراوسی کے واسطے تو مدیون مقید ہوا ہی انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدار غائب فسکن المستاجر بعد ذلک وسنۃ لایوجد الکراء لھذہ السنۃ لیس کما علیہ وجہ الاجارۃ لذلک لو انقضت المدۃ والمستاجر غائب والدار فی یدہ لم تکن باجرۃ مدت اجارہ کی منقضی ہوگئی اور صاحب خانہ غائب ہی سو مستاجر ایک سال اُسمین رہا تو اُسپر کرایہ لازم نہوگا اس سال کا اسواسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہین رہا ہی اسطرح اگر مدت اجارہ ہوچکی اور مستاجر غائب ہوا اور گھر مستاجر کی عورت کے تصرف مین ہو تو کرایہ نہین اسواسطے کہ عورت اُسمین بعوض اجرت نہین رہی آجر دار کما کل الشھر او کل الصیف عند تمام شھر فلو للمستاجر فقط او لھما وشھرۃ زوجۃ ومتاعہ فیھا لم یکن للآجر الصیف مع المرأۃ لانھا لیست بمحصور والحیلۃ اجارھا او حولی لھما الشھر فاذا انقضی الاول فتنعقد الثانیۃ فتخرج منھا المرأۃ وتسلم للثانی خانیۃ اپنا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجر ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہی مہینہ تمام ہونے کے وقت تو اگر مستاجر غائب ہو مہینہ تمام ہونے سے پہلے اور اپنی زوجہ اور اسباب گھر مین چھوڑ گیا تو موجر کو اسکی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہین اسواسطے کہ وہ مستاجر مخاصم نہین اور مستاجر کی عورت سے فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہی کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پہلے جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور دوسرا اجارہ منعقد ہوگا اب مستاجر کی عورت اوسمین سے نکلیگی اور دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائیگا کذا فی الخانیۃ ۱۲

باب الاجارۃ الفاسدۃ

یہ باب ہی اجارۂ فاسدہ کے احکام مین الفاسد من العقود ما کان مشروعا باصلہ دون وصفہ عقود مین سے عقد فاسد وہ ہی جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اور سکا عدم مشروعیت وصف جہالت سے یا اوس شرط کی اشتراط سے عارض ہوئی ہو جسکو عقد مقتضی نہین والباطل ما لیس مشروعا اصلا لا باصلہ ولا بوصفہ اور عقد باطل وہ ہی جو کسیطرح مشروع نہو نہ اوسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اُسکا جیسے اجارہ باطل چنانچہ اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے یا بت تراشی یا تصویر آپنانے کیواسطے کسیکو اجیر رکھنا وحکمہ الاول وھو الفاسد وجوب اجر المثل لا المسمی ولو المسمی مرارا بحر کما اور اول یعنے اجارہ فاسد کا حکم واجب ہوتا ہی اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال صم اجرت مثل سے مراد اوس شخص کی اجرت ہی جو اوسکا مماثل ہو اوس عمل مین یعنے جو ایسا کام کرتا ہو اوس زمان اور مکان مین اور اجرت دراہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو لوگون مین تو متوسط کا اعتبار ہوگا اور اجرت اجارۂ فاسدہ کی حلال ہی اگرچہ اوسکا سبب حرام ہو یہ قول ہی حلوانی کا اور حسام کے نزدیک اجرت مذکورہ حلال نہین ہی یہ قول صحیح تر ہی اور اجرت مثل وہان علی الاطلاق معتبر ہی جہان اجرت مسمی نہو اور درصورت تسمیہ اجرت مثل اوجہ مسمی سے زیادہ نہوگی اوظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ درصورت تسمیہ اجرت مثل واجب ہی اور حالانکہ ایسا نہین ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الثانی وھو الباطل فانہ لا اجر فیھما لاستعمالہ اعتبارا بخلاف ثانی یعنے اجارۂ باطل مین اجرت نہین مستعمل کرنے سے کذا فی الکافی ولا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان المبیع یملک فیہ بالقبض اور اجارۂ فاسدہ مین منافع مستاجر کی ملک مین نہین آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اسواسطے کہ بیع فاسد مین مبیع مملوک ہوجاتی ہی مشتری کے قبض کرنے سے بخلاف فاسد الاجارۃ حتی لو قبضھا المستاجر لیس لہ ان یؤجرھا برخلاف اجارہ فاسدہ کے کہ اوسمین منافع مملوک نہین ہوتے تو اگر مستاجر نے مین مستاجرہ پر قبضہ کیا تو اوسکو جائز نہین کہ اوسکو شخص کے اجارہ مین دے سو لو اجرھا وجب اجر المثل ولا یکون عفوا

وللاول نقض الثانیۃ بجزء مشاع بالمخالفۃ اذا راد المستاجر المذکور سکو اجارہ دیگا تو مستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور اس فعل سے صحیح نہ ہوگا اور اول یعنے مستاجر کا دوسرے کو اجارہ دینا فاسد ہوجاوے گا اور ثانی کو اجارہ دینا جائز ہے جیسا کہ بحر الرائق مین ہے خلاصہ سے منقول وفی الاشباہ المستاجر فاسد الوجہ یصح اجارۃ وتسلیمًا اور اشباہ مین ہے کہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر اگر اوسکو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے جیسا کہ آگے آویگا معلوم ہوا کہ اجارۂ مذکورہ کے عدم جواز مین دو قول ہین اور دونو کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد اجارہ کو فاسد کردیتی ہین وہ شرطین جو مقتضاے عقد کے مخالف ہین ہم چنانچہ پہن چکے کہ اجارہ مین شرط ہوئی کہ اگر پانی منقطع ہوجاے تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اسواسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب نہو بلا قدرت حصول منفعت فکل ما افسد البیع مما مر یفسد ھا بجھالۃ ما مجورا واجرۃ امۃ او عمل وکشرط طعام عبد وعلف دوۃ قدارومغارمھا وعشر او خراج ومئونۃ رد اشباہ سو جو چیز بیع کی مفسد ہے چنانچہ کتاب البیع مین مذکور ہوچکی وہی چیز اجارہ کو فاسد کردیتی ہے چنانچہ ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے گھر کی مرمت اور اوسکے مصارف اور زراعت کی زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہونچا دینے کا خرچ مشترط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ہم وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ اعمال مذکورہ منجملہ اجرت کے قرار دیے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہین اور جہالت بعض اجر موجب ہے بانی اجرت کے جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود وتفسد ایضا بالشیوع بان یوجر نصیبا من دارہ او نصیبہ من دار مشترکۃ من غیر شریکہ او من احد شریکیہ انفع المسائل وعماد یہ من الفصل الثالث اور شیوع یعنے عدم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہوجاتا ہے اسطرح کہ اپنے مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو اجارہ دے یا دو شریکون مین سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ انفع المسائل اور عمادیہ تین ہے تیسرون فصل سے ہم فصولین مین ہے کہ ایک زمین مشترک ہے چند شخصون مین تو اگر ایک شریک سب شریکون کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو جائز نہین واحترز بالاصلی عن الطاری فلا یفسدھا علی الظاھر کان اجر الکل او فضولیا فی البعض او اجر الواحد فمات احدھما او الکل اور مصنف نے احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری اجارہ کا مفسد نہین ہوتا بموجب ظاہر الروایت کے چنانچہ تمام گھر یا تمام زمین اجارہ دی پھر بعض مین اجارہ فسخ کردیا یا دو شریکون نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ دی پھر ایک موجر مرگیا یا اسکے بالعکس یعنے ایک نے دو شخصون کو اجارہ دیا پھر ایک مستاجر مرگیا ہم موتین یا خیمہ تین مین میت کے حصہ مین اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ کے حصہ مین اجارہ قائم رہیگا باوجود شیوع کے اسواسطے کہ یہ شیوع طاری ہے نہ اصلی وھی الحیلۃ فی اجارۃ المشاع کما لو قضی بجواز ہ اور وہ یعنے تمام چیز مین اجارہ کرنا پھر بعض مین فسخ کردینا حیلہ ہے جو از مشاع کے اجارہ مین چنانچہ جواز اجارہ مشاع پر قاضی کا حکم ہوجانا ہم یعنے جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اوسکی دو تدبیرین ہین ایک یہ ہے کہ کل چیز کو اجارہ دے پھر بعض مین اجارہ فسخ کردے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اوس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جسکے مذہب مین مشاع کا اجارہ جائز ہے سو وہ اوسکے جائز ہونیکا حکم دے الا اذا اجر کل نصیبہ او بعضہ من شریکہ فیجوز اس شیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جب کہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے دوسرے شریک کو اجارہ دے تو جائز ہے وجوزاہ بکل حال وعلیہ الفتوی ازیلعی وبحر مغربا للمغنی لکن رجح العلامۃ قاسم وتصحیحہ بان قاضی للمغنی شاذ وھو القائل فالمعول علیہ اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے ہر حال مین یعنے خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمۃ ہین ہو یا غیر محتمل مین اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی الزیلعی اور بحر الرائق مین یہ فتوے مغنی سے منقول ہے لیکن اس فتوے کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح مین رد کردیا الا اسطرح کہ جو فتوے مغنی مین ہے ایسا شاذ ہے جسکا قائل معلوم نہین تو وہ اعتماد کے لائق نہین ہم طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوے فخر الدین مین ہے کہ فتوا امام کے قول پر ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اور باب شروح اور متون نے تو یہی مذہب مشہور نقل کیا ہے البدائع لو آجر مشاعا یحتمل القسمۃ فقسمہ وسلمہ جاز لزوال المانع ولو ابطلھا الحاکم ثم قسمہ وسلمہ لم یجز مین کہتا ہون اور بدائع مین ہے اور اگر اوس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہے پھر اوسکی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہے

بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنے شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اوسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہین ویفتی بجواز ذا للبناء للرجل والعرصۃ لاخر فصولین من الفصل الحادی والعشرین یعنے الی سطر منہ اور فتوے دیا جاے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی اور زمین اوسکی دوسرے شخص کی پچاس فصولین مین ہی کہ یہ سو مین فصل سے یعنے تا اوس فصل کے درمیان مین یہ مسئلہ مذکور ہی ہم یعنے اگر صاحب عمارت اوسکو اجارہ دے صاحب زمین یا اوسکے غیر کو تو جائز ہی اور اوس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الجامع وتفسد بجہالۃ المسمی کلہا او بعضہ کتسمیۃ ثوب او دابۃ او مائۃ درھم علی ان یرعاہا المستاجر لصیرورۃ المرۃ قمر الاجرۃ فتصیر الاجرۃ مجہولۃ اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجرت مسمے کی جہالت سے تمام اجرت مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا سو درہم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت مین سے یعنے خرچ مرمت کا اجرت مین داخل ہو گیا تو اجرت مجہول ہو گئی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کتنا مرمت مین صرف ہوگا ہم کپڑا اور جانور تمام اجرت کے مجہول ہونیکی مثال ہی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کون کپڑا اور کون جانور اور سو درہم اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہی وتفسد بعدم التسمیۃ اصلا او بتسمیۃ خمرا او خنزیرا اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجرت کے مطلق نہ نام لینے سے یا شراب یا سور کے نام لینے سے ہم عدم تسمیہ کی یہ صورت ہی کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ تین نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجکو اجارہ دیا اور یہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فان فسدت بالاخیرین فجہالۃ المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجر المثل یعنی الوسط مما لا ینقص عن المسمی سوا اگر اجارہ فاسد ہو گیا پچھلے دو سبب سے یعنے مسمے کی جہالت سے اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہو گی یعنے مجہولی اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہو گی مسمی سے ہم شمار بھی اس قول یعنے لا ینقص عن المسمی مین خلل ہی اسواسطے کہ دونون صورتون مین تسمیہ نہین اسواسطے کہ عدم تسمیہ مین اظہر ہی اور جہالت مسمے تو درحکم عدم ہی کذا فی الطحطاوی لا بالتمکین بل باستیفاء المنفعۃ حقیقۃ کما مر بالغا ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ مین اجرت فقط تمکین یعنے موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہو گی بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل کرنے سے اجرت واجب ہو گی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہو گی کتنی کیون نہو بسبب پہنچنے اوس چیز کے جسکی طرف رجوع کیجاے والا ینقص عن المسمی اور اجرت مثل کم نہو مسمے سے ہم اس قول کا مین مذکور ہو چکا علاوہ اوسکے عدم مرجع الیہ اسکے مخالف ہی والا یفسد بمہما بل بالشرط والشیوع مع العلم بالمسمی لمزید بحر المثل علی المسمی لو ضابطہا یا اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد نہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع سے فاسد ہو یا دونو معلوم ہونے اجر مسمے کے تو اجرت مثل سے زیادہ نہو گی بسبب راضی ہو جانے موجر اور مستاجر کے مسمے سے یعنے دونون بتراضی ہو گئے ہم جہالت سے اور عدم تسمیہ مین اجرت مثل حیثقدر کہ ہو اور انکے سوا مین عدم زیادت علی المسمی اسواسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہین ہی بلکہ اونکی قیمت عقد یا شبہ عقد سے معتبر ہی پھر جب کہ منافع کی قیمت نہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ عاقدین اوسکے اسقاط پر راضی ہو گئے اور جب کہ اجر مسمے مجہول اور معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنے وجوب قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی سطح الاتی ہی اسواسطے کہ عبارات قوم اس مقام مین مضطرب ہین کذا فی الدرر وینقص عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل مسمے سے کم نہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے واستثنی الزیلعی ما لو استاجر علی ان ولا یسکنہا فسدت ویجب بحسابہ کما مر لان البدل ثمۃ اور زیلعی نے فاسدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ لیا اس شرط پر کہ مستاجر اوسمین سکونت نکرے یعنے باوجود تسمیہ اجارہ فاسد ہی اور اگر مستاجر اوسمین سکونت کریگا تو اجرت مثل واجب ہو گی جسقدر کہ ہو یہ فساد اجارہ شرط مخالف عقد سے ہوا تھا لازم تھا کہ اجرت مثل مسمے سے زیادہ نہوتی بسبب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنی تحری وحمل فی البحر انہ جرت العادۃ بہذا فی عمل المسمی اور محل الاتی تنہا اس صورت کو جہالت مسمے سے بیچھول گیا ہی یعنے مسئلہ مذکورہ مین اجر مجہول ہی تو اجرت مثل واجب ہو گی تو رعایت قاعدۂ مذکورہ سے مستثنا نہ تھا لکن اوجہ قالہ خان وغیرہ بالجامع لاجہالۃ لما مر فہو علی اصلہ فلا استثناء فتنبہ

لیکن قاضی خان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت سے کیطرف پھیرا ہی تو اسکو سمجھے اور ہر تقدیر پر مستثنا تین ہو تو آگاہ رہو ہم طحطاوی نے کہا مطلب بحر الرائق اور قاضی خان کا ایک ہی ہو تو استدراک بلا وجہ ہی اور ہر تقدیر کہنا بھی بلا وجہ ہی اسواسطے کہ جو بحر الرائق اور قاضیخان مین مذکور ہو وہ ایک ہی چیز ہو قلت ینبغی لا استثناء الوقف لان الواجب فیہ اجر المثل الخ فتامل میں کہتا ہون اور وقف کا مستثنا کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہی اسواسطے کہ وقف مین اجرت تسمیہ اجرت مثل ابھی ہی حیثکہ کہ اجرت مثل ہو سو غور کر فان الجواب تقریع علی جہالۃ المسمی لبعد مجہول فسکن مدۃ ولو یدیہ فعلیہ العدۃ ہو اسکا بالبلغ ونصف فی الباقی من المدۃ سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا یہون مجہول غلام کے پھر مستاجر گھر مین ایک مدت تک رہا اور غلام اسکو نہ دیا تو مستاجر پر اسکی مدت کیواسطے اجرت مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہوا اور باقی مدت مین اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی سے مستنبط ہی اجو عانونا کر شہر یکذا اصح فی واحد فقط وفسد فی بحصاد لتمھا دوکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ مین اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت مین فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنے معلوم نہین کہ پانچ مہینے یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ بتعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل فسخہا کما یشیر لحضور الاخر انتہی العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہی کہ جب کل کا لفظ داخل ہو اُسمین جسکی نہایت معلوم نہین چنانچہ ایام اور شہر تو اوسکا کمتر معین ہوگا یعنے ایکدن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ فسخ کردینا جائز ہوگا بشرطیکہ حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہونیکے عقد صحیح کے وفی کل شہر سکن فی اولہ ھو اللیلۃ الاولی یوم ھا وفی یدیہ تصح العقد فیہ ایضا اور جس مہینہ کے اول مین مستاجر رہیگا دوکان یا گھر مین تو اوس مہینہ مین بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی رات یعنے چاند رات اور اوسکا دن ہی عرف مین اور اسی کا فتوے ہی ھم یعنے بلا تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن مین وہان سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ مین بھی اجارہ صحیح ہوجائیگا یہ قول ہی بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ اول ماہ ثانی مین دونون کو فسخ اجارہ کا اختیار ہی ہر مہینہ اول ماہ رویت ہلال سے ہو لیکن چونکہ اوسکے اعتبار مین حرج تھا لہذا چاند رات اور اوسکا دن معتبر ہوا ہکذا فی الدرر وشرح الوقایۃ ولیس للموجر اخراجہ حتی یقضی الاجل کما لو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکونہ کالمسلم فیہ ولو بعد سکونت اول ماہ سو جر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی مین اختیار نہین جب تک کہ وہ مہینہ آخر نہو جائے مگر عذر سے اخراج جائز ہی چنانچہ اس صورتمین اخراج جائز نہین اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اسواسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمی کے مانند ہی کذا فی الزیلعی الا ان یبیعہ الکل ای جملۃ شہور معلومۃ فیصح لزوال المانع ہر مہینہ کے اجارہ مین فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہی مگر یہ کہ تمام یعنے سب شہور معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب مین صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے ھم یعنے موجر یون کہے کہ مین نے اپنا گھر جو مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا فی الفتح واذا اجر سنۃ ھکذا اصح وان لم یسم اجر کل شہر فتسمو سوۃ تورتیب گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہی اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت مذکور نہی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر قسمت ہوگا ولو اول المدۃ اسے اون سے اور ابتداء سے مدت اجارہ وہ ہی جو مذکور ہوا اگر نام لیا ہو یعنے یون مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہو او الا وقت العقد او لہ اور اگر ابتداء مدت مذکور نہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہی فان کان العقد بین ہلال ومنسلخ ففتح ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر اعتبارا بالاھلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اوسوقت جب کہ چاند دیکھا گیا تو مہینون کا شمار چاند دن کے دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ اوپر فتح کے ہائے ہوز دیدہ شود ہلال اور مراد اوس سے مہینہ کا چلا دن ہی کذا فی الشمنی والا فالایام کلہا شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہوا ہو تو بیشک شمار گیارہویں تاریخ سے معتبر ہوگا ہر مہینہ تیس دن کا فالاول بالایام والباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دونون سے پورا کیا جائیگا اور باقی مہینے چاند سے معتبر ہونگے ھم یعنے اگر بیچ کی دو سو بیس تاریخ سال بھکا اجارہ ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دونون کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک پھر تیس دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کی بیچ کی دو سو بیس تاریخ اور اگر بیچ او تیس ۲۹

دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارہویں تاریخ کذا فی شرح الوقایۃ استاجر عبدا اٰجرہ معلوما وطعامہ معلوما جاز بخلاف ما لو بعض الاجر کما مر نوکر رکھا کسی کے غلام کو اجرت معین اور اوسکی خوراک پر تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہوا کما مر یعنے اگر مثلاً دو روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجرت یعنے خوراک مجہول ہوئی یعنے معلوم نہیں کہ خوراک کا کتنا روپیہ ہوگا اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہوتی ہے مبسوط میں ہو کہ جس اجارہ میں خوراک یا جانور کا شرط ہو وہ اجارہ فاسد ہوگا یعنے اجارہ کھانے اور کپڑے پر درست ہوتا ہے فتاوے عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہوا کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ ہمارا قانون کے اجارہ میں چار کے ساتھ ہم متقدمین کے قول پر عمل کرتے ہیں یعنے عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ میں تو غلام کھاتا ہی مستاجر کماں سے بنا برد واج اور عادت کذا فی الطحطاوی وجاز استاجار الحمام لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ ولتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہوا سواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام جحفہ کے حمام میں تشریف لیگئے تھے اور بسبب رواج لوگوں کے عام الفاظ کے کہا وجہ جواز یہ ہو کہ تمام شہروں میں لوگ حمام کی اجرت دیتے ہیں اگرچہ استعمال کے پانی کی اور دہاں کے ٹہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہو تو مسلمین کا اجماع سکے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہی اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہیں ہوتا ہو اور یہ ہیں ہو کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہی کذا فی الطحطاوی وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام ما راٰہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن قلت والمعروف وقفہ علی ابن مسعود کما ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانیں تو وہ چیز سکے نزدیک نیک ہی میں کہتا ہوں اور اہل حدیث کے نزدیک مشہور یہ ہی کہ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہی یعنے یہ قول صحابی کا ہی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چنانچہ ابن حجر نے اوسکو بیان کیا ہی ہم مقاصد حسنہ میں ہو کہ مسند احمد میں عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہو کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالے نے بندوں کے دل دیکھے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واسطے اصحاب پسند کیے اور انکو اپنے دین کا مدد کار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانیں وہ عند اللہ نیک ہی اور جسکو مسلمین بد جانیں وہ عند اللہ بد ہی اور یہ حدیث موقوف حسن ہی اور اسیطرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ میں مذکور کیا ہی کذا فی الطحطاوی یہ حدیث حجت اجماع کی دلیل ہی وجاز بناؤہ للرجال والنساء ھو الصحیح للحاجۃ بل ربما حتجن اکثر لکثرۃ اسباب اغتسالھن اور حمام کا بنانا مردوں اور عورتوں کے بنانے کے واسطے جائز ہی ہی قول صحیح ہی بسبب حاجت استعمال کے بلکہ عورتوں کی حاجت حمام کیطرف زیادہ تر ہی اسواسطے کہ عورتوں کے نہانے کے اسباب بہت ہیں وکراھۃ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورۃ (زیلعی) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کا محمول ہی اوس حمام پر جسمیں کشف عورت اور بے پردگی ہو کذا فی الزیلعی وفی احکامات الاشباہ ویکرہ لھا دخول الحمام فی قول وقیل الا لعلۃ اونفساء او المعتمر ان لا کراھۃ مطلقا قلت وفی زماننا لاشک فی الکراھۃ لتحقق کشف العورۃ وقدمر فی النفقۃ اور اشباہ کے احکامات میں ہو اور مکروہ ہی عورت کیواسطے حمام میں جانا ایک قول میں اور قول ضعیف یہ ہی کہ عورت بیمار اور نفاس والی کو جائز ہی اور قول معتمد یہ ہی کہ مطلقاً کراہت نہیں میں کہتا ہوں اور ہمارے زمانے میں مکروہ ہونے میں کچھ شک نہیں ہی بے پردگی سے اور البتہ اسکا ذکر کتاب النفقہ میں مذکور ہو چکا والحمام لانہ صلے اللہ علیہ وسلم احتجم واعطی اجرتہ وحدیث النہی عن کسبہ منسوخ اور حجام یعنے پچھنے لگانے والے کا اجارہ جائز ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنوں سے اور اسکی مزدوری دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہی والظئر بکسر فھمز مرضعۃ باجر معین لتعامل الناس بخلاف بیعہ الحیوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ اجر معین پر جائز ہی بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنے شیر فروشی کیواسطے گائے بکری کو اجارہ دینا جائز نہیں عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا ظئر کزفر وجعفر وسکون ہمزہ دودھ پلانے والی عورت ہی ولھا الطعام وکسوتھا ولھا الوسط وھذا عند الاطلاق بخلاف العادۃ بالتوسعۃ علیھا لتعلقہ شفقۃ علی الولد اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اوسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہی اور اوسکے واسطے متوسط خوراک اور پوشاک کا یعنے نہ عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہی اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت جاری ہی بچے کی محبت اور شفقت سے ہم قیاس کے برے میں ہو کہ دایہ نوکر

بحث موضوع ہے

مدینہ دار الحکمہ کا موضوع ہونا

موضوع ہونے کی تحقیق

ہے قال الطحطاوی کذا رواہ الحاکم فی المستدرک عن ابن مسعود وقال الحافظ ابن حجر فی التلخیص الحبیر لم اجد لہ اسنادا یعرف بھذا اللفظ وانما ھو من کلام ابن مسعود ھکذا رواہ احمد والطیالسی والبزار والطبرانی فی الکبیر والاوسط وابو نعیم فی الحلیۃ والبیہقی فی الاعتقاد موقوفا علیہ ورواہ احمد ایضا والبزار والطبرانی فی الکبیر من حدیث انس مرفوعا بلفظ ما رای المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن وما رای المسلمون سیئا فھو عند اللہ سیئ وفی اسنادہ ھشیم وھو مدلس وقد عنعن وبقیۃ رجالہ ثقات اھ

مسئلہ ہذا کا ماخذ اور حوالہ جات

مسئلہ ہذا کا ماخذ اور حوالہ جات

مسئلہ ہذا کا ماخذ اور حوالہ جات

اجارہ میں تعاقب یعنے دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط فاسد ہی تھے اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہیں اور یہی وقت معین کرنا ہو
قیاس ہی اسواسطے کہ اجرت مجہول ہی امام کیطرف سے جواب یہ ہی کہ جب جہالت نزاع کی موجب نہو تو صحت کی مانع نہیں ہی وللزوج ان یطاها خلافا لمالک
اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہی برخلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک جائز نہیں لانی بیت المستاجر لانه ملکه فلا یدخله الا باذنه
غلہ کا شوہر قربت نکرے اوس سے مستاجر کے گھر میں اسواسطے کہ گھر مستاجر کا مملوک ہی تو نہیں داخل نہو مگر اوسکے اذن سے والزوج له فی نکاح ظاهر او
معلوم ولغیر الاقرار فسخهما مطلقا شانه اجارتها او لا فی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنے اوس نکاح میں جو معلوم ہو بدون اقرار
زوجین کے بھی فسخ اجارہ جائز ہی قول صحیح میں ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ سے اوسکو عیب لگتا ہو یا اوسکے شخصیت کے یا عیب لگتا ہو دونو غیر ظاہر بان
علم باقرارهما لا یفسخهما لان قولهما لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اسطرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونو کے اقرار سے تو زوج ایسا اجارہ فسخ نکرگا اسواسطے
کہ دونوں کا قول مستاجر کے حق میں مقبول نہیں وللمستاجر فسخها لجهلها ومرضها وحبسها وتحو ذلك من الاعذار اور مستاجر کو دایہ کا فسخ
اجارہ جائز ہی دایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اوسکی بیماری اور اوسکی ظاہر زناکاری سے اور مانند اسکے اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہی ہر منجملہ عذرات مذکورہ
یہ ہی کہ لڑکا اوسکے دودھ کو تے کردیتا ہو یا دایہ سارقہ ہو یا لڑکا اوسکا دودھ نہ پیتا ہو الحاصل جو امر صغیر کو مضر ہو تو اوسکا منع مستاجر کو پہونچتا ہی چنانچہ زمانہ طویل
دایہ کا غائب رہنا اور حبس ہونا اوسکا منع جائز نہیں اور اسقدر اجارہ سے مستثنے ہو گا نماز کے اوقات کی مانند کذا فی الطحطاوی ولا یکفرها لانه لا یضر بالصبی
اور فسخ اجارہ جائز نہیں دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اوسکا صغیر کو ضرر نہیں کرتا ولو مات الصبی او الظئر انفسخت لان الاجارۃ تقتضی استیفاء المعقود علیه
اجارہ ٹوٹ گیا ولو مات ابو الصبی اور اگر صغیر کا باپ مر گیا تو اجارہ نہیں ٹوٹتا صاحب اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہو نہ اوسکے باپ کے واسطے خواہ صغیر کا
مال ہو یا نہو اور بعضوں نے کہا بشرطیکہ مال صبی اجارہ باطل ہو گا وعلیها غسل الصبی وثیابه واصلاح طعامه ودهنه بقدر الدارجی طلبه بالمعروف
للعرف وهو معتبر فیما لا نص فیه اور دایہ پر لازم ہی صغیر اور اوسکے کپڑوں کا دھونا اور اوسکا کھانا درست کرنا اور اوسکے بدن میں تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا
اعتبار وہاں ہی جہاں نص شرع نہیں شارح نے کہا ہمیں لفظ دال عبارت ہیں لگانے سے قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب کسی کام پر اجارہ ہوا تو جو چیز اوس کام کی تو ابع ہے
ہو اور اجیر پر اوسکی شرط نہوئی ہو اجارہ میں لو اوسمیں رواج کا اعتبار ہی کفایہ میں ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ صغیر کے کپڑے کا دھونا پنشاب سے دھونا دایہ
ہی اور میلے کپڑوں کا دھونا اوپر نہیں اور جواہر اقتادی میں اس قول کو صحیح تر کہا ہی اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہی کہ دایہ طعام کو جیسا کہ صغیر کو
دے اور ایسی چیز نکالے جس سے دودھ فاسد ہو جائے اور اوپر صغیر کا کھانا پکانا بھی لازم ہی کذا فی الطحطاوی لا یلزمها من ذلك شیئ من ذکر محمد من ان الدهن والریحان علیها فمحمول علی عادۃ اهل الکوفة اور دایہ پر لازم نہیں ان چیزوں کا ثمن یعنے تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہی کہ
تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہی سو اہل کوفہ کی عادت تھی وهو ای ثمنه اجرۃ عملها علی ابیه ان لم یکن له للصغیر مال والا فنفقة له لانه کالنفقة
اور دودھ یعنے تیل وغیرہ کا ثمن اور اوسکے دودھ پلانے کی اجرت اوسکے باپ پر ہی اگر صغیر کا مال نہو اور اگر اوسکا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اوسکا ثمن صغیر کے
مال میں ہو گا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہی فاذا ارضعته بلبن شاۃ او غذته بطعام ومضت المدۃ لا اجر لها سو جب کہ دایہ نے لڑکے کو
بکری کا دودھ پلا یا یا اوسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اوسکی اجرت نہیں لان الصحیح ان العقود علیه هو الارضاع وللتربیة لا اللبن
والتعزیة عنایه اسواسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہی کہ جس پر عقد اجارہ واقع ہوا ہی وہ آدمی کا دودھ پلانا ہی اور پرورش نہ مطلق دودھ اور غذا
دینا کذا فی العنایہ بخلاف ما لو دفعته الی خادمتها حیث تستحق الاجرۃ لانه استاجرت من ارضعته حیث تستحق الاجرۃ الا اذا اشترط رضاهما علی
الام شرطا لابیه عن الخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دیا اپنی خادم لونڈی کو تو اوسنے اوسکو دودھ پلا یا یا دایہ اوس عورت کو جو

رکھا جیسے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر جب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو فرق کے دودھ پلوا دینے سے مستحق اجرت کی نہ ہوگی بقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرہ ہم فتاوے عالمگیری میں قنیہ سے قول صحیح مذکور ہوا نہ اصح پھر فتاوے صغرے سے منقول ہے کہ قول وجہ یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہے جب کہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دے تو دایہ پوری اجرت پاوے گی اور دوسری عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو آجرت نفسہا کذلک لقوہ آخرین ولو یعلم الاولون فارضعتہم وفرغت اثمت ولہا الاجر کما لو علی الفریقین بشکھا کالاجیر الخاص والمشترک وتمامہ فی العنایۃ اور اگر دایہ نے اوس واسطے لینے دودھ پلانے کے واسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے مستاجر کو اجارہ ثانیہ معلوم نہیں ہوا اوسنے دونوں لڑکو کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار ہوگی اور اوسکی پوری اجرت لازم ہوگی دونوں فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ میں ہے ہم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ کی نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایفاء عمل دونوں جگہ ممکن ہے خیاط کے مانند اور الصحیح قول شرح اسبیجابی میں یوں مذکور ہے کہ اگر دایہ کے گھر تین صغیر کو دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں رکھا تو وہ اجیر خاص ہے کذا فی الطحطاوی لا تقع الاجارۃ تعسبا لتیس وھو نزوہ علی الاناث صحیح نہیں اجارہ بکری کی جفتی کا پٹھے نر کے ڈالنے کا مادہ پر گابھن کرنے کیواسطے اور نہ اجارہ گھوڑے کو گھوڑیوں پر چھوڑنے میں پٹھے لینے کے واسطے سو جائز نہیں حدیث شریف میں اس اجرت کو اور تجمد کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اسواسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو اوپر اجرت لینا جائز نہوگا عائشہ سلمی میں ہے اور اگر یہ فعل بطریق عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے ولا لاجل المعاصی مثل لغناء النوح والملاھی ولو اخذ بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہے گانا ہون کیواسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجون کیواسطے اور اگر بلا شرط اجرت لے تو مباح ہے ہم نوحہ گری یہ کہ میت پر رووے اور اوس کی خوبیان بیان کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہین چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہما یعنے لہو ولعب کا طبل اور اگر فازیون کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسی طرح طبل قافلہ درست ہے متقی میں ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اسکے مالکون کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہون اور نہین تو اسکو خیرات کرے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام ستانی نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہین اسواسطے کہ معروف شروط کے مانند ہی انتے آور ہمارے زمانے مین ہی قول بالیقین ماخوذ ہے اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہو گیا تو اے اور بجانے والے بدون اجرت کے نہین جاتی کذا فی الطحطاوی والمختار ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ وقیل الیوم یصح بہا التعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل قیل بہ الیوم یفتی ولو المثل اذا لم یذکر مدۃ ولا عملا من الشروط المفیدۃ للجہل یفتی اور نہ اجارہ صحیح ہے طاعات کیواسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور رائج یعنے امن مانعین فتوے دیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پہ زبردستی ہوگی اوس مال کے دینے پر جو اوسنے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ کیواسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جب کہ مدت اجارہ مذکور نہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیہ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جاے اسی قول کا فتوے ہے ہم اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ جائز نہین لیکن متاخرین مشایخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنے کا فتوے دیا ہے اس دلیل سے کہ زمان سابق مین اہل حل کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اس وقت مین اسلام ضعیف ہوگیا امور مذکورہ سب پر ہم ہو گئے اور اہل علم تحصیل معاش مین مشغول ہوے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو بلا تعلیم کریں تو اگر تعلیم یا امر کی فتح باب ہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہو جائین لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتوے ہوا اور مشایخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہو جاتے ہین زمانے کے اختلاف سے کذا فی الفتح وغیرہ تو زمان سابق مین اجارہ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس ملنے مین جائز ہے لوجہ مزبور واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر کی نوکری بالاتفاق جائز ہے ویجبر علی دفع الحلوۃ للرسومۃ ھی ما یجعل للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن کمیت بہما لان العادۃ

اجرت معینہ کی صورت میں اگر دایہ نے دوسری عورت کو نوکر رکھا

مال مغنیان و نوحہ گران

دودھ پلانے اور اذان کی اجرت

ہونے چاکری تعلیم قرآن

واقعہ واہ سے اذان

اھداء الحلاوی اور معلم قرآن کے ذکر کرنے والے پر شہری مرسوم کے مہینے پہنے برد دستی ہوگی شہری سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دی جاتی ہے قرآن شریف کے بعض سورتوں کے شروع کرنے پر جیسا پانچ سورۃ تبارک اور فتح اور لیس یہ دینا جسمیں یہ شہری کے واسطے ہوا کہ یہ شہری ہدیہ دینے کی عادت ہو ہم کہا وی نے کہا شاید کہ سابق یہ عادت تھی اور اب متروک ہے یا بعضے بلاد میں ہے ولو دفع غزلا لآخر لینسجہ له بنصفه او بنصف الغزل او استأجر بغلا ليحمل طعامه بعضه او ثوبا ليطحن برهة بعض دقيقه فسدت في الكل لانه استأجره بجزء من عمله والاصل فيه ذلك نهيه صلى الله عليه وسلم عن قفيز الطحان وقد مناه في بيع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اسکو بن دے اوسکی نصف پر یعنے مجھے نصف سوت کی مزدوری پر بانچ کر لایا تاکہ اوسکا اناج لاوے بعض انواع مذکورہ کرایہ پر یا بیل کرایہ کو لیا تاکہ اوسکے گیہوں پیس دے کچھ اُسکے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنے بنا کپڑا اور طعام محمول اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اوسی سے اوسکی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہیں اور اصل اس باب میں قفیز طحان ہے جسکی ممانعت ہوئی اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں بیع الوفا کے باب میں ہم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان صورتوں میں قادر نہیں بلکہ عاجز ہے یعنے بعض منسوج یا محمول یا مطحون کے تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ حصول اسکا غیر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہیں شمار ہوتا ہدایہ میں کہا ہے کہ یہ اصل کیسر ہے یعنے قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا علم معلوم ہوتا ہے چنانچہ تل پلنے کا اجارہ کیا سیر بھر تل کی مزدوری پر یا زمین بھی تا دوسرا شخص اوسمیں درخت لگا دے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر اور مستاجر میں نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب زمین کا ہوگا اور اوسپر قیمت درخت کی لازم ہوگی اور اجرت اوسکی عمل کی اور اسطرح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کمیت سے نصف کپاس یا کم و بیش پر اور چرواہا اجیر مشترک مانند نا یعنے بالیدن سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہوں کا کیت بچنہ کا نا نصف پر اور مانند اسکے اور اجارات جائز نہیں ہیں کذا فی الخطاوی عن النسفی فقیر طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہوں کے پیسنے کے واسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز آٹا ہے اوسی گیہوں سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور کپھال اجارہ لی پانی لانے کے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر اللہ تعالے روزی دے وہ دونوں میں نصفا نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر کپھال میں پانی اونٹ پر لادا لاویگا اور نیچے گا تو تمام مثل حامل کا ہوگا اور حامل پر اونٹ اور کپھال کی اجرت مثل لازم ہوگی اور اسیطرح اگر حمال لیا شکار کرنے کے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر شکار حاصل ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار لیا گا وہ شکار کرنیوالے کا ہے اور حمال کی اجرت مثل اوپر واجب ہوگی اور اگر گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو دیئے کے واسطے دین اس شرط پر کہ جسقدر دودھ اور انڈے ہوں وہ دونوں میں نصفا نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور انڈے مالک کے ہیں اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اونٹنی اپنا چارہ دیا تو اوسکی قیمت پاویگا اور نصفا نصف ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف کاؤن اور مرغیوں کو اوسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کردے تو اب جو پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا ہیلون ہے دوسرے شہر میں سو اونٹ مزدور سے کہا کہ اوسکے پار جا اور میرا مال حاصل کر سپرد ہو مال مذکور لاویگا تو تجکو دس درم دونگا اوسی مال سے پھر وہ گیا اور مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اکثر اطمال معتوض بشرط فاسد ہے اسواسطے کہ مسئلے قفیز طحان ہے کذا فی العالمگیریہ ہم جمیع مسائل مذکورہ قفیز طحان میں داخل ہیں والحیلة ان يفرزله الاجر اولا او يسمي قفيزا لاثنين ثم يعطيه قفيزا منه فيجوز اور مسائل متین کے جوانکا حیلہ یہ ہے کہ اوسکی اجرت پہلے سے جدا کر دے یعنے مالک کو سوت اور حمال کو طعام قبل از تسبیح و حمل دے یا قفیز طحان کی صورت میں ایک قفیز آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنے یوں نکہے کہ اس گیہوں کا آٹا پسوا اوسکو ایک قفیز آٹا اوسکے پیسے آٹے سے دے ہم اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہوں کیطرف منسوب نہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجرت کا بھی طرح مشاراکیہ ہونا جائز ہے اوسیطرح اوسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جب کہ یہ جائز ہوا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اوسی گیہوں کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجره ليعمل له نصف هذا الطعام ونصفه الآخر له العمل اصلا لعدم سيره شركة اور ایک شخص سے اجارہ کیا اسکا کہ مالک کا یہ نصف غلہ لاوے بعوض نصف ثانی کے تو اجارہ کیواسطے ہوا اجرت نہیں یعنے نہ اجارہ سے نہ اجرت مثل

بسبب ہو جانے ایدکے شریک ہم صورت اوسکی یہ ہو کہ مثلاً زید کا من بھر یعنے چالیس سیر تیل ہو اوسنے خالد کو کہا کہ بیس سیر لادیجیو اور بیس سیر باقی اپنی اجرت میں سے سو اوسنے پورا من لادا تو اوسکی کچھ مزدوری ثابت نہوگی کیونکہ خالد زید کا شریک ہو گیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اوس قلہ کو لادے جو اوسین اور اوسکے خچر مین مشترک وہ مستحق اجرت نہین ہوتا اسواسطے کہ جو عمل اپنے شریک کیواسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہ ہوگا اھ استشکلہ الزیلعی اجاب عنہ المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ مین اشکال بیان کیا ہو مصنف نے اوسکا جواب دیا ہو یعنے اپنی شرح مین ہم زیلعی نے اس مسئلہ مین دو اشکال مذکور کیے ہین اشکال اوّل یہ کہ یہ اجارہ تو فاسد ہو اور حالانکہ اجارۂ صحیحہ مین اجرت فقط عقد سے معلوک نہین ہوتی تو یہان بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا یعنے جب اجیر مالک نہ ٹھہرا تو شریک کیونکر ہوگا اشکال ثانی یہ ہو کہ عدم استحقاق اُجرت اور ملک مین منافات ہو پھر جب غیر مستحق اجرت ہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے اول اشکال کا جواب یون دیا کہ صورت مسئلہ بالتعجیل اجرت مین مفروض ہو اور بالتعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہو جیسے اشتراط التعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہو اور اشکال ثانی کا یون جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق مین منافات نہین اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلقاً یہ ہو کہ ابتداء مین اجیر اجرت کا مالک ٹھہراتا ہو بموجب عقد اور تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب کہ اجرت کا مستحق نہین ہو بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل یا وجود مالک ہو جانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ شریک ہو گیا مالک کا خاص قبل اینا معقود علیہ کے تو دونون مطلوبون مین منافی نہوئی بلکہ اصل مؤدی ہو ثانی کیطرف پہنچی لیکن اس جواب مین خلل یہ ہو کہ یہ عقد فاسد ہو اور فاسد مین بدون عمل کے اجرت واجب نہین ہوتی اور حالانکہ یہان عمل واقع نہین ہوا اور یہ بھی ہو کہ تعجیل نہین ہو سکتی بدون جدا کر دینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہین لہذا بعض فضلاء نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہو تو تقدیر کلام یون ہو کہ اگر صورت مفروضہ مین اجرت واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کا فی الحال بالتعجیل سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وقال صوحوا بان دلالۃ النص لا عموم لہا فلا یخصص عنہا شیٔ بالعرف کما ذکرہ مشایخنا فی مسئلۃ الاستصناع تصحیح کیا اور علماء نے تصحیح کی ہو کہ دلالۃ النص مین عموم نہین تو دلالۃ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہوگی جیسا کہ مشایخ بلخ نے گمان کیا ہو ہم زیلعی مین ہو کہ مشایخ بلخ اور سنفی نے حمل طعام کو بعض محمول اور نسج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہو اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اوسکو جائز نہین جانتا وہ اوسکو قیفز طران پر محمول کرتا ہو حالانکہ قیاس متروک ہو جاتا ہو تعامل سے اور اگر یون کہیے کہ عدم جواز بطریق قیاس کے نہین بلکہ قیفز طران کے فساد اوسکو شامل ہو کیونکہ یہ فساد دلالۃ کے تو نص مخصوص ہو جاتی ہو تعامل اور عرف سے کیا تو نہین جانتا ہو کہ استصناع مین قیاس متروک ہو اور قواعد شرعیہ سے اوسکی تخصیص ہوئی ہو تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشایخ اس تخصیص کو جائز نہین رکھتے اسواسطے کہ یہ ایک امر شائع رواج ہو اور اس سے حدیث قفیز طحان کی تخصیص نہین ہو سکتی بخلاف استصناع کے کہ اوسکا رواج جمیع بلاد مین ہو گیا ہو اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہو جاتا ہو اور حدیث اور اثر مخصص ہوتا ہو اتنے اور عناء پر نہین ہو اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہین کرتے بلکہ دلالۃ النص سے بعض افراد فی متنے قیفز الطحان کی تعارف و رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہین چنانچہ مشایخ بلخ نے دلالۃ النص کی تخصیص کی ہو اپنے شہر کے رواج سے مین کہتا ہون کہ دلالۃ النص مین عموم ہی نہین کہ اوسکو مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی او استاجر خبازا لیخبز لہ کذا قفیزا دقیق الیوم بدرہم وفسدت عند الامام لجہلہ بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحدہما فیفضی للمنازعۃ حتی لو قال فی الیوم او علی ان فرغ منہ الیوم ما جاز اجماعاً یا نان پز سے اجارہ کیا کہ اوسکو اتنے آٹے مثلاً ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکا دے ایک درہم کی مزدوری پر تو اجارہ فاسد ہو امام کے نزدیک بسبب جہالۃ مشاہرہ کے عمل اور وقت کو اور دونون مین سے ایک کو ترجیح نہین تو جھگڑا ہوگا تو اگر کہا ہے الیوم کے فی الیوم کہدیا اس شرط پر اجارہ کیا کہ اجیر نان پزی سے آج فراغت پاوے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے کہ جب عمل اور وقت مین اجتماع ہوا تو دونون اجارہ کی لیاقت رکھتے ہین اور کوئی اون مین سے اولے نہین پہر بہت باعث نزاع مفسد عقد ہو اور اگر فی الیوم کہیگا تو وہ ظرف ہوگا اور مشروط ظرف کا مستغرق نہین ہوتا تو گویا یون کہا کہ اگر بعض یوم مین تو فراغت ہو سو یہ قول بقیہ کا مفید ہو تو نان پزی ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العنایۃ مختصراً او ارضا بشرط ان یثنیہا ای یحرثہا مرتین او یکری انہارہا العظام او یسیر فیہا بقرہ اثرہا الافعال لرب الارض فلو لم یبق لہ نصب ہا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوس کو دو بار جوتے یا اس شرط پر

کہ زمین کی بڑی نہروں کو کھودے اور صاف کردے یا زمین میں مستاجر پالان ڈالے تو اجارہ فاسد ہی بسبب باقی رہنے ان کا موکلے اثر کے مالک زمین کے واسطے تو اگر انکا کچھ اثر باقی نہ رہے تو اجارہ فاسد نہ ہوگا ہم دوبار جتنے سے مراد یہ ہو کہ ایکبار مستاجر اپنی زراعت کیواسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد بیج جو سے اور انہار عظام کی قید اسواسطے لگائی کہ بداول بیٹنے نالیوں کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے بیچنے کے واسطے مفسد اجارہ نہیں اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جو شرط اجارہ کی مناسب ہو وہ مفسد نہیں اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کی منفعت کے واسطے ہوتا ہی تو جس فعل سے فقط مستاجر منتفع ہو جیسا نیچ جوتنا اور بونا اور سینچنا تو وہ مناسب عقد ہی اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو نہ مستاجر کو وہ شرط مخالف عقد ہی اور وہی مفسد اجارہ ہی جیسا نہر عظیم کا کھودنا اور بعد مدت اجارہ پالان ڈالنا اور زمین کو جوت کر موجر کو دینا کذا فی الطحاوی او شرط ان یزرعها بزراعة ارض اخری لعله یخبی ان الجنس بانفراده یرفع المنازعة یا اس شرط سے اجارہ لیا کہ مستاجر زمین میں زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنے اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین میں زراعت کرے تو اجارہ فاسد ہی اسواسطے آگے مذکور ہوگا کہ فقط اتحاد جنس یعنے بلا تحقیق مقدار تاخیر کو حرام کردیتا ہی ہم مراد یہ ہی کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے نوع جنس سے چنانچہ اجارہ سکنے کا سکنے سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہی اور شارح کی تعلیل میں اعتراض ہی کہ حرمت تاخیر کی مقدارات میں ہی اور یہاں مقدارات میں گفتگو نہیں تو بہتر تعلیل یہ ہی کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہی حاجت کے واسطے اور متحد الجنس منفعت سے اجارہ میں کچھ حاجت نہیں تو اپنی اصل پر تاجائز باقی رہا بخلاف مختلف الجنس اور اتحاد جنس میں اگر منفعتہا منفعت ہوگا تو ظاہر الروایۃ میں اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی بتصرف وقوله فسدت جواب الشرط وهو قوله ولو دفع الخ اور ماتن کا یہ قول یعنے فسدت کا لفظ جواب ہی اس شرط کا یعنے دلو دفع عُرَّالخ کا یعنے شرط مذکور اور اوسکے جمیع معطوفات کا جواب ہی وصحت لو استاجر علی ان یکریها ویزرعها او یسقیها ویزرعها لانه شرط یقتضیه العقد اور اجارہ صحیح ہی اگر زمین اس شرط پر اجارہ کے کہ مستاجر اوسکو جوتے اور بووے یا اوسکو سینچے اور بووے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہی ولو استاجره لحمل طعام مشترک بینهما فلا اجر له لانه لا یعمل شیئا الا ویقع بعضه لنفسه ولا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے اجارہ کیا اوس غلے کے لادنے کا جو دونوں میں مشترک ہی تو اوسکے واسطے کچھ اجر نہیں اسواسطے کہ شریک جو کوئی چیز عمل میں لاویگا مگر کہ بعض عمل خود اپنیواسطے واقع ہوگا تو اسواسطے اجرت کا مستحق نہوگا ہم اور اگر شریک کی ناؤ یا خچی طعام مشترک کیواسطے اجارہ لے تو صحیح ہی اور اگر اوسکے غلام یا جانور کو اجارہ لے تو صحیح نہیں کذا فی الولوالجیہ کراهة استاجر الوهن من المرتهن فاجره للمنفعة یعنی کہ جسطرح راہن اگر مرہون کو کرایہ مرتہن سے تو مرتہن کیواسطے اجرت نہیں بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنے ملک سے ہم حقیقت اجارہ یہ ہی کہ تملیک منافع بعوض ہو اور مرتہن تملیک منافع مرہون کا مالک نہیں جو تملیک کیگا مالک اور راہن ہر چند بسبب تعلق حق مرتہن کے مرہون میں تصرف نہیں کرسکتا پھر جو حق مرتہن کا اجارہ دینے سے باطل ہوگیا تو وہ اپنی مملوک سے منتفع ہوا نہ ال بانہ کے سبب ے وفی حواشی الفتاوی لو استاجر حماما فدخل الموجر مع بعض اصدقائه الحمام لا اجر علیه لانه یسترد بعض المعقود علیه وهو منفعة الحمام فی المدة فلا یسقط شیئ من الاجر لانه لیس بمعلوم اور جواہر الفتاوے میں ہی اگر حمام اجارہ لیا اسلموجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام میں داخل ہوا یعنے نہانی کے واسطے تو موجر پر اجرت ثابت نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ یعنے حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لگا اور کوئی چیز اجر کے ساقط ہونیواسطے کہ بعض معقود علیہ معلوم نہیں استاجر اراضیکم بنذکر ما یزرعها او ای شیئ یزرعها فسدت لان یعلم بخلاف الدار لو قوبه علی السکنی کما مر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نکیا کہ اوسمیں زراعت کریگا یا کون چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کرے سطرح کہ جو چیز چاہو بوؤنگا تو فاسد نہوگا برخلاف اجارہ مکان کہ اوسمیں ہر حالت مفسد اجارہ نہیں بسبب اقع ہونے عقد کے سکنی پر اور سکنی مختلف چیز نہیں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا واذا فسدت زرعها فعلیه المسمی ان سماه وان لم یسم فعلیه اجر المثل ستحصاناً لاوکیة الولو لعصف الاهل لارتفاع الجهالة بالزراعة قبل تمام العقد قلت فلو حذف قوله فعلیه المسمی لاجر کما فی خان فی شرح الجامع لکان اولی اور اجارہ مذکورہ جب کہ فاسد ہوا بہر مستاجر نے کوئی چیز بوئی سو مدت اجارہ منقضی ہوگئے تو اجارہ صحیح ہوگیا

اور اسکے واسطے اجر مسمے بطریق استحسان کے لازم ہوگا اور اسیطرح اگر مدت منقضی ہوگئی تو یہی اجارہ صحیح ہو جائیگا بسبب وہ ہو جانے جہات کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے عقد یعنے قبل مدت مذکورہ مین کہتا ہون تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنے فمضی الاول کو حذف کرتا جس طرح قاضی خان نے شرح جامع مین حذف کیا ہی تو بہتر ہوتا مگر طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے تمام العقد تمام المدۃ کہتا تو بہتر ہوتا واللہ اعلم قولہ تاجر حمارا الی بغداد ولم یسم حملہ فحملہ المعتاد فھلک الحمار لم یضمن لفساد الاجارۃ فاھمین اجارۃ کما فی الصحیحۃ اور اگر گدھا بغداد تک کرایہ لیا اور پوچھا بیان نکیا کہ کتنا پھر اوپر حمل معتاد لادا سو گدھا مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہیں بسبب فاسد ہونے اجارہ کے تو ہین یعنے اجارہ کی چیز امانت ہی جیسے اجارہ صحیحہ مین امانت ہی ہم بہتر تعلیل مسئلہ یہ ہی کہ حمل معتاد مین اسواسطے تاوان نہ لازم آیا اسواسطے کہ مطلق اذن معتاد کیطرف منصرف ہوا اور گدھا امانت اسواسطے ہوا کہ باذن مالک مقبوض ہوا اور اوسکا خلاف امر نہ پایا گیا تو تاوان کی کیا وجہ ہو فان بلغ فلما تم لما مر فی الزراعۃ پھر اگر گدھا لادکر بغداد مین پہونچا تو اجر مسمے ثابت ہوگا اوس دلیل سے جو زراعت مین گذر گیا یعنے جہالت مرتفع ہوگئی قبل از تمام عقد فان تارکہ قبل الزرع وھی مسئلۃ الزراعۃ او الحمل فی مسئلتنا فسخت الاجارۃ دفعا للفساد لقیام بعد پھر اگر دونون مین نزاع واقع ہوا کھیت بونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ مین یا حمل مین نزاع واقع ہوا ہمارے اسی مسئلہ مین تو اجارہ فسخ کردیا جائیگا دفع فساد کیواسطے بسبب قائم ہونے عقد کے ہنوز استیجاد یا تم حجر الاجیر فی بعض الطریق وجب علیہ اجر ما مر کما قبل لا مکارکہ ولا یجب لما بعد ہ عند ابی یوسف لانہ باق بحجی دصار غاصبا او الاجر یتقسم لا یجتمعان وعند محمد یجب المسمی ہو ان کما قبل الاکار اور اگر حجر ہوا قبل اوس مسافت کے جو مین وہ سوار ہوا قبل انکار کے اجرت لازم ہوگی اور بعد اوس مسافت کے اجرت واجب نہوگی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ مستاجر انکار اجارہ سے غاصب ہو گیا تو پس تاوان لازم ہوا و اجارت اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہوگی کذا فی الدرر اور شاید کہ اس مسئلہ مین امام کا کوئی قول نہین ہم طحطاوی سے کہا مراد یہ ہو کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہون پس یہ کلام فقہا پر دلالت کرتا ہی و فی الاشباہ لو قصر الثوب المجحود فان قیمہ فاسد الا ہو الا ہو کذا الصباغ و النساج اور اشباہ مین ہی کہ دھوبی نے دھونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھویا یا بعضے مقرر ہو کر تو اگر کپڑا دینے سے پہلے تو دھوبی کی اجرت ہی اور نہین تو اجرت نہین اور یہی حکم ہی رنگریز اور جولاہے کا یعنے اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہی اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب ثوب مختار ہی چاہے کپڑا لے اور اسقدر قیمت دے جسقدر رنگت نے کپڑے کی قیمت زیادہ کردی اور چاہے رنگین کپڑا لے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے بھرے اور جولاہے نے اگر قبل انکار کپڑا بنا تو اوسکی اجرت ہی اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہین تو کپڑا جولاہے کا ہی اور اوسپر سوتکی قیمت ہی کذا فی الولوالجیہ اور اس بیان سے شاید اور شارح کا اجمال مفصل ہو گیا اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ تجوز اذا اختلفا جنسا کاستیجار حمار من زراعۃ ارض اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہی جب کہ دونو منفعتین مختلف الجنس ہون جیسے اجارہ لینا گدھی کی سکونت کا زمین کی زراعت کے عوض واذا اتحد الاجر تکاجارۃ السکنی بالسکنی والملبس بالملبس والرکوب بالرکوب وفی نحو ذلک لما تقرر ان الجنس بانفرادہ لم یقابل بجنسہ الا متساویا کما مر لفساد الربا ہم درجب کہ دونو منفعتین متحد ہون جنس مین جیسے اجارہ سکنے کا مکان سے اور رہنے کا لباس سے اور سواری کی سواری سے اور نہ مقابلہ اسکے اسواسطے کہ متحد ہو چکا ہی جنس فقط بذات خود بلا تحقق مقدار دیگر کو حرام کردیتا ہی پس متحد ہو کر بطریق اولی حرام کردیگا پس اجرت مثل واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استاجرہ لیصیدلہ او لیخطب لہ فان وقت لذلک وقتا جاز ذلک یعنے کسی شخص سے تا مستاجر کیواسطے شکار کرے یا لکڑیان اوسکے واسطے لاوے تو اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ بھی جائز ہی ہم پہنچے صبح سے شام تک شکار کیواسطے مقرر کیا تو جائز ہی ہو اسواسطے کہ یہ منفعت پر اجارہ ہی اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہی خواہ شکار کرے یا نہ کرے کہ یہ اجیر خاص ہی اور اجیر خاص مین بیان وقت ضرور ہی والا لا فلو لم یوقت وعین الخطب قبل لا اور اگر شکار کیواسطے وقت معین نکیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہین اور اگر وقت معین نکیا اور لکڑیان معین کردین تو اجارہ فاسد ہوگا الا اذا عین الخطب او ہوای الخطب ملکہ فیجوز مجتمع ویفتصر فیہ مگر جبکہ عدم تقرر وقت مین لکڑی معین کردی اور حالانکہ لکڑی مستاجر کی ملک ہی تو اجارہ جائز ہی کذا فی المجتبی یہ کاغذ سے دیا گیا ہی کذا فی الفصولین

سے لینے اگر فسق کا ذکر ہوگا تو شکار اور لکڑی مستثنیٰ ہوگی اور اجارہ صحیح ہوگا یہ فتوے حاوی میں مذکور ہے اور میں فقیر کہتا ہوں تو عدم جواز زیادہ اگرچہ یہ مذکور ہے چنانچہ منح الغفار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی **فروع مسائل ملحقہ شارح کے استاجر اجیر تناول طعام خبز الاکل جیرانہ ولیس جاز صریح فی** اپنی زوجہ سے کہا کہ ہمارے کھانے کیواسطے اجرت پر روٹی پکاوے تو جائز نہیں اور بیچنے کیواسطے زوجہ سے روٹیاں پکوائیں تو اجارہ جائز ہے کذا فی الصغیر فیہ سئم عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زوج کیواسطے زوجہ پر روٹی پکانا واجب ہے باعتبار دیانت کے اسواسطے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دے تھے علی مرتضےٰ اور فاطمہ رضی اللہ عنہما پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے کام حضرت مرتضےٰ پر ہے کذا فی الطحطاوی **اجیرت دار حل الزوجہا فسکنہا فلا اجر لہ اشباہ وغیرہا. قلت لکن فی حاشیتہا یتملی للصائر عن المضمرات مغزیا للکبری قال قاضیخان ہذا الفتوی علی صحتہا کذا بخطہ** اسکے قلمیہ تاریخ یہ ہے اپنا گھر زوجہ کو اجارہ دیا بعد ازاں زوجہ اوس گھر میں رہے تو کرایہ نہیں کذا فی الاشباہ والخانیۃ یعنے اسواسطے کہ سکونت کی منفعت سے اجارہ دونوں کو حاصل ہوئی فقط مستاجر کو نہ ملی تاہم اون نہیں اشباہ کے حاشیہ تنویر البصائر میں مضمرات سے ثبت بفتاوی کبریٰ سے یہ منقول ہے کہ قاضی خان نے کہا کہ یہ ان اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتوے ہے اسواسطے کہ زوجہ تابع ہے سکونت میں تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے **صم** طحطاوی نے کہا کہ خانیہ یعنے فتاوے قاضی خان میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ فتوے جواز کا شرح جامع صغیر یا شرح زیادات میں قاضی خان نے ذکر کیا ہوا نتہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایۃ ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم **وجاز اجارۃ الماشطۃ لتزیین العروس ان ذکر العمل والمدۃ بزازیۃ** اور جائز ہے اجارہ شاطہ کنگھی کرنیوالی کا دولہے کے سنگار کیواسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیۃ **ص** شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں کہا العمل والمدۃ کا واو بمعنی او ہے **وجاز اجارۃ القناۃ والنہر مع الماء یدفع الیہ یوما لیاخذ مضمرات** اور جائز ہے اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ اسی قول کا فتوے ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات **ہم** پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں اسواسطے کہ یہ املاک میں یہ عقد وارد ہے اور حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع عین پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتوے ہوا ہے

باب ضمان الاجیر

یہ باب زیادہ کے تاوان کے احکام میں کا اجیر علی ضربین مشترک وخاص مؤدی وہو قسمہ پر ہیں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص والاول من یعمل لعامۃ الناس کالخیاط وغیرہ تو اول یعنے اجیر مشترک وہ ہے جو سب کا کام کرے **ط** فقط ایک شخص کا نہ کرے چنانچہ دھوبی اور باندو سکے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے کپڑے دھوتا ہے نہ فقط ایک شخص کے **او یعمل لہ عملا غیر موقت کان استاجرہ للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقید بمدۃ کان اجیرا مشترکا وان یعمل لغیرہ** اجیر مشترک وہ ہے جو ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو بیٹھنے کیواسطے رکھا اپنے گھر میں بلا قید مدت تو بصورت تعین درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ درزی غیر مستاجر کا کام کرے **او موقتا بلا تخصیص کان استاجرہ للرعی غنم شہرا بدرہم وکان مشترکا الا ان یقول ولا یرعی غنم غیری فی ہذا الشہر** یا اجیر مشترک وہ ہے جو عمل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بکریاں چرانے کیواسطے ایک مہینہ بدرہمی مزدوری پر تو عدم خصوصیت مستاجر سے اجیر مشترک ہو گیا مگر یہ کہ مستاجر اجیر سے کہے کہ اجیر ایجو میرے سوا اور شخص کی بکریاں کو اور آگے یہ ظاہر الروایۃ ہے **وفی جواہر الفتاوی استاجر حمالا لیحمل ثوبا ثم استاجر الحمال الثانی فحمل ثوبا آخر للمستاجر الاول ضمن الثانی لانہ المعقود علیہ العمل لا المنفعۃ** اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ جو مالک نے کپڑا لیجانے کیواسطے دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونوں عقدین صحیح ہیں اسواسطے کہ معقود علیہ عمل ہے منفعت **ولا یتملی للمشترک الا لو حتفہ عمل کالقصار وما یحتاج لکفتال وحمال وحمال ودلال** اور اجیر مشترک کا تحتی ہوگا جبتک عمل نہ کرے چنانچہ دھوبی اور باندو سکے چنانچہ رسی بٹنے والا اور بوجھ لادنے والا اور دلال **وانہ خیار الرؤیۃ فی کل عمل یختلف باختلاف المحل تجنبی** اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے ہر کپڑا اوس عمل میں جو مختلف ہو جاتا ہے محل کے بدلنے سے کذا فی المحیط **ہم** محیط میں ہے کہ دھوبی کے دھونے کی شرط کی ایک درم کی اجرت پر اور وہ راضی ہو گیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دیکھا تو بولا میں راضی نہیں تو یہ اوسکو جائز ہے اور اسیطرح درزی کا حکم ہے اور اصل یہ ہے کہ جو کام کہ مختلف ہو جاتا ہو محل کے اختلاف سے

باب ضمان الاجیر

اور یہ ضمان ساقط ہوجاتا ہے مکمل کھونے کے بعد اور جو مختلف نہیں اور معین اجیر کو اختیار نہیں چنانچہ معین گیہوں کا کیل کرنا یا مستاجر کے غلام کی حجامت کرنا تو اس میں نفع ولا یضمن ما ھلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانۃ باطل کما لو جمع وبہ یفتی کما فی عامۃ المعتبرات وبہ جزم اصحاب المتون فکان ھو المذھب خلافا للاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اوس چیز کا جو اوسکے پاس تلف ہوجائے اگرچہ اُسپر تاوان دینے کی شرط ہوگئی ہو اسواسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت میں باطل ہے جیسے محافظ ودیعت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتوے ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے اور اسی قول پر مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ ہم نے کہا کہ تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر یہ بالاجماع تاوان ہے تنتے امام کا بھی مذہب ہے کہ اجیر مشترک پر ضمان نہیں خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو چنانچہ سرقہ یا ممکن نہو چنانچہ آتش زنی اور غارتگری اور یہ قول مروی ہے فاروق نعمان اور مرتضے سے اور صاحبین نے کہا کہ اوپر تاوان ہے مگر جس امر سے احتراز ممکن نہیں وہاں ضمان نہیں اور یہ قول بھی مروی ہے فاروق اور مرتضے سے ذیلعی میں ہے کہ یہ اختلاف کے قول پر فتوے ہے اسواسطے کہ لوگ فریب اور دغاباز ہوگئے ہیں اور لوگوں سے اموال محفوظ رہیں گے اور خانیہ اور محیط اور تتمہ میں ہے کہ امام کے قول پر فتوے ہے تو اس مسئلہ میں فتوے مختلف ہوگئے کذا فی الطحطاوی وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمۃ اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کرانیکا فتوے دیا ہے ھذا ظاہر ہے کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک میں صحابہ مختلف ہیں لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتوے دیا تھا بزازی نے کہا اور بعضوں نے زبردستی صلح پر حکم کیا ہے تو دونوں قول پر عمل ہوا یعنے جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف میں ایک قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک واجب کذا فی الطحطاوی وقیل لا یجبر علیہ بل یجبر علی الصلح علی النصف وان یضمن وان مستور الحال یجبر علی الصلح عما ھو الصلح عما ھو الواجب کذا فی الطحطاوی وقیل لا یضمن وان مجازفۃ یضمن وان مستور الحال یجبر علی الصلح عما ھو الواجب کذا فی الطحطاوی وقیل لا یجبر علیہ بحر وفی تنویر البصائر لو تعدی فی وسط البحر او البریۃ تبقی الاجارۃ بالاجر بین کہتا ہوں اور صلح پر کیا زبردستی کیجائے یا نہیں تنویر البصائر میں تحریر کی ہے کہ بان زبردستی ہوگی صلح پر یا نہ اوس شخص کے کہ اوسکی مدت اجارہ پوری ہوگئی سمندر کے درمیان یا جنگل کے بیچ تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی صلح طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار میں مذکور ہے کہ زبردستی صلح کے قائل بعض ظہیر الدین نے ہیں اس قول کو ترک کیا ہے اور علماء سمرقند کا فتوے جواز صلح پر ہے اھ بلا اجر ویضمن ما ھلک بعملہ کخرق الثوب مرد غۃ وزلق الحمال وغرق السفینۃ من مدہ جاز المعتاد اما بخلاف المعتاد ولو کما یأتی عما دیہ اور اجیر مشترک پر اوسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اوسکے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پاؤں پھسلنا حمال کا اور ڈبونا ناوکا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو برخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمادیہ ہم غرقی کشتی میں کھینچنے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اوپر کسی چیز کے گرنے یا بچاؤ کی تگ سے غرق ہوگئی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا والغرق فی المد وغیرھا علی خلاف ما بحثہ صدر الشریعۃ فتأمل اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق در وغیرہا میں صدر الشریعہ کے برخلاف بحث کے مذکور ہے سو تامل کرہم حاصل تقریر دُرر یہ ہے کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی اٹکل سے دریافت کرسکتا ہے کہ اسپر اتنا عمل کوٹنے کا ہے یا نہیں لہذا اوسکے فعل میں سلامتی شرط نہیں صدر الشریعہ نے خلاف فصاد اور حجام کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہے تو حجام اور فصاد اوسکو دریافت نہیں کرسکتا لہذا اوسکے فعل میں سلامتی شرط نہیں صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا یہ جو فقہا نے کہا ہے کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اوپر تاوان ہے میں کہتا ہوں لائق یہ ہے کہ اوسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمیں متعارف متعارف سے تجاوز واقع ہوگیا ہو چنانچہ حجام کے عمل میں عدم تاوان عدم تجاوز عن المتعارف ہے لکن قوی القھستانی قول صدر الشریعۃ لکن قہستانی نے صدر الشریعہ کے قول کی تقویت کی ہے محیط وغیرہ کا قول نقل کرکے فتدبر اور ہمارے شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور جو قہستانی میں محیط وغیرہ سے منقول ہے وہ آسان تر اور لائق تر بجزئیت ہے کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ ھذا اذا لم یکن رب المتاع او وکیلہ فی السفینۃ فان کان لا یضمن

لہ الا بفعل خارج عن المعتاد کما مر ط

ودھوبی میں ایک دوسرا دھوبی کام کرتا ہے اور اوسکی اجرت پر ہے اور اوسکے ساتھ کام کرتا ہے اور اوسکے ساتھ کھاتا ہے اور اوسکے ساتھ سوتا ہے اور اوسکے ساتھ نوکروں میں ہے اور اوسکے ساتھ خرچ میں

فیخالفہ یتجاوز المعتاد کان محل العمل غیر محل مسلم الیہ اور مثلاً مین ہو کہ یعنے کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہوتا اوسوقت ہوگا جب کہ اسباب کا مالک یا اوسکا وکیل کشتی مین موجود نہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر ضمان نہوگا جب کہ وہ حد معتاد سے تجاوز نہو گیا ہو اسواسطے کہ محل عمل ملاح کیطرف غیر مسلم ہوا یعنے ضمان نہین بلکہ صاحب مال یا وکیل اوسکا بھی وہان ہو تو تصور فقط اوسکی طرف منسوب نہوگا وفیہا حمل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ ورکبہا فسقطت فماتت فعثرت وضل للمتاع لا یضمن اجماعا اور مثلاً مین ہو کہ اسباب کے مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اوسپر سوار ہوا پھر اوسکو کرایہ کرنیوالے نے ہانکا اور وہ گھوکر کھا کر گر پڑا اور اسباب تباہ ہو گیا تو اُسپر تاوان نہین باتفاق یعنے اسواسطے کہ محل عمل اوسی کیطرف مسلم نہین قلت قد منا عن الاشباہ مغربا للزیلعی ان الودیعۃ باجو منصفونہ فلیحفظ مین کہتا ہون جسنے اشباہ سے نسبت بزیلعی مقدم مذکور کیا ہی کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہو جاتی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم نے طحطاوی سے کہا اس مسئلہ کی مناسبت ہمکو مقام مین معلوم نہین ہوتی ولا یضمن بہ بنی آدم مطلقا ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ او رکبان سبوقہ او قودہ لان لا دمی لا یضمن بالعقد بالجنایۃ ولا جنایۃ لازنہ فیہ جو آدمی ناؤ مین ڈوب گیے اور گاتا تاوان یعنے دیت لازم نہین ہوتی ملاح ہر طرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول صحیح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو تاوان نہین اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی کا خون بھا عقد سے لازم نہین ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہی اور یہان جنایت نہین اسواسطے کہ اوسکا اذن ہمراہ نہین یعنے کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے مین وان انکسر رجل فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمتہ فی مکان حملہ ولا اجر او فی موضع الکسر ان جاوز بحملہ اور اگر مالک راہ مین ٹوٹ گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان کے اوس مین قیمت کا ہونیکی کی قیمت ہو حمل کے مکان مین اور اوسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب موافق اوسکی اجرت دے یعنے اگر نصف راہ چلا ہو تو نصف اجرت اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وھذا لو نکسر بصنعہ والا بان زاحمہ الناس فانکسر فلا ضمان علیہا اور یہ تاوان اوس صورت مین ہو اگر مٹکا اوسکے فعل اور کرتب سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہو یعنے لوگون نے آپسمین ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا تو حمال پر تاوان نہین بخلاف صاحبین کے کما لو ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان واجب ہی اور اجرت اوسکی لازم ہی اور مالک کو اختیار نہ کورہ نہین کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام وبزاغ ای بیطار وفصاد لم یجاوز المحل المعتاد اور تاوان نہین حجام پر یعنے پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتی کے اور آدمیون کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کر گیا ہم یعنے جسنے موضع مقرری سے پچھنے لگائے اور نشتر زنی مین تجاوز نہین کیا اور آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو حجام اور جراح پر تاوان نہین فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذ الہلاک لحجی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنے بے موقع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اوسپر تاوان لازم ہوگا جب کہ شخص زخمی ہلاک نہو گیا ہو ھم طحطاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نکیا اور شاید کہ سلوتی یہمین یہ مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجائے زخم ماذون کے ساتھ پھر اوسکی قیمت لیجائے زخم زائد کے ساتھ اور یہ طرح غلام کی فصد اور حجامت مین دونون طرح قیمت ٹھہرائی جاے اور اگر آزاد ہو تو دو غلام ٹھہرائیے بکیفیت متقدمہ واللہ اعلم وان ہلک ضمن نصف دیۃ النفس لتلفہا ماذونا فیہ وغیر ماذون فیہ فیتنصف اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ جانکی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصفا نصف ہوگا یعنے مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد مین مثلاً نشتر لگا یا جاے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہو گیا تو یہ غیر ماذون ہی پھر جب دونون فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہو گیا اور غیر ماذون کا تاوان لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وہی المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لما وجی کان علیہ فی الحشفۃ وھی عضو کامل کالسان پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ضد کرنیوالے نے بچہ کا ذکر کاٹ دیا اور حشفہ مقطوع جدا ہو گیا تو جراح پر پوری دیت یعنے خون بہا پورا واجب ہوا اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہو گیا تو اوسپر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہی زبان کے مانند مہم عضو کامل ہی یعنے عضو مقصود ہی جسکا ثانی نہین نفس مین تو اوسکا بدل مقدر بدل نفس ہوگا چنانچہ قطع لسان مین ہی رانی نے کہا یہ جمیب

مسئلہ ہی کہ حصول صحت مین تو اکثر واجب ہوا ور ہلاکت مین اقل کذا فی الطحطاوی و ان مات فالواجب علیہ نصف الحصول تلف النفس بفعلین
احدھما مأذون فیہ وھو قطع الجلادۃ والاخر غیر مأذون فیہ فیجب وھو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مخنون مرگیا تو جراح پر نصف خون بہا واجب ہی
بسبب حاصل ہونے ہلاکی جانکے دو فعلون سے ایک فعل تو وہ ہی جسمین اذن تھا یعنے کھلڑی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہی جسمین اذن نہین یعنے سپاری کاٹ ڈالنا فوجب
پراس سبب سے نصف تاوان یعنے نصف دیت لازم ہوگی و لو شرط علی الحجام ونحوہ العمل علی وجہ لایسری لایضمن لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر
المعتاد فیضمن عمادیہ اور اگرحجام وغیرہ سے اسطرح کا عمل مشروط ہوا جو تلف کیطرف نہ پہونچاوے تو یہ شرط صحیح نہین اسواسطے کہ یہ بات اوسکی اختیار اور قابو مین نہین مگر
جبکہ فعل غیر معتاد کریگا تو تاوان دیگا کذا فی العمادیہ وفیھا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلامہ او عبد اقصدنی فقصدہ فصدا معتادا فمات بسببہ
قال تجب دیۃ الحر وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لانہ خطأ اور عمادیہ مین ہی کہ صاحب محیط سے اوس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ
میری فصد کھول سو اُسنے فصد معتاد کھولی پھر اوسکے سبب سے وہ مرگیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خون بہا اور غلام کی قیمت فصاد کے حمایت والے برادری پر
واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہی یعنے اسواسطے کہ اوسنے قتل کا قصد نہین کیا بسبب عدم مجاذرت اور فعل معتاد و سئل عمن فصد نائما فاغما فترک
حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اوس فساد کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اُسکو چھوڑا یہانتک
زخم یہان تک کہ وہ مرگیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ قصاص واجب ہی یعنے اسواسطے کہ بچانے والی چیز سے اوسکو قتل کیا و الثانی وھو الاجیر الخاص
ویسمی المشترک وھو الذی یعمل لواحد عملا مؤقتا بالتخصیص اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہی اور اُسکو اجیر واحد بھی کہتے ہین یعنے ایک شخص کا اجیر وھو من یعمل لواحد عملا مؤقتا بالتخصیص اور
اجیر خاص وہ ہی جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ ہم مقدسی نے کہا کہ اگر چند شریکون نے اپنی مشترک مجموع کریان پرانے کیواسطے ایک شخص کو بعقد
واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوائے اور کسی کی بکریان نہ چراوے تو وہ بھی اجیر خاص ہی اور اسیطرح بنازیہ اور محیط مین ہی تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام کی
حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید اسواسطے لگائی تا وہ اجیر نکل جاوے جو ایک مستاجر کا کام کرے بلا توقیت چنانچہ خیاط جب کہ ایک شخص کا کپڑا سیے اور سینے کی مدت
مذکور نہو اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہوگیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت مقرر کرکے اور مستاجر سے اوس سے یہ شرط نکی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نکرنا کذا فی
الطحطاوی ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ جوھرۃ وان لم یعمل کمن استؤجر شھرا للخدمۃ او شھرا للرعی الغنم المسمی باجیر مشترک اور اجیر خاص
اجرت کا مستحق ہوتا ہی اپنی ذات کی تسلیم سے یعنے مدت مین حاضر ہونے سے کذا فی الجوہرۃ اگرچہ کام نہ کرے مادامیکہ حاضر ہونے کے کام نہ کرے مانند اوس شخص کے جو ایک مہینہ کو کسی
خدمت کیواسطے یا ایک مہینہ معین بکریان چرانے کیواسطے معین پر ہی یہ ہم ضد ہے مراد مستاجر کی خدمت اور اوسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہی اور خدمت معتادہ کا
وظیفہ صبح سے ہی تا وقتیکہ لوگ سو رہین عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو اخذ المدۃ بان استأجر للرعی شھرا حیث یکون مشترکا لاداء الاکثر
لا یخدم غیرہ والا رعی الغیر فیکون خاصا وتحقیقہ فی البدائع خلاف اوس صورت کے کہ مستاجر عمل کو اوّل ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اس طرح
کہ اجیر کو اجارہ لے چرانے کیواسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جب کہ مستاجر یہ شرط کرے کہ اجیر کسی کی خدمت نکرے سوائے اسکے اور کسی کی بکریان نہ چراوے
سواسے اوسکے تو اس تخصیص سے باوجود تا خیر مدت اجیر خاص ٹھہریگا اور تحقیق اسکی دُرر مین ہی یہ ہم درر مین یون مذکور ہی کہ خدمت اور چرانے کا اجارہ سو مقدم اجیر خاص
ہوتا ہی جب کہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول مذکور اور بھید اسکا یہ ہی کہ جب مدت پر اوّل کلام واقع ہوا تو منافع اوسکے مستاجر کیواسطے اس مدت مین
مخصوص ہوگئے اور غیر کے واسطے منافع کا ہونا بھی ممتنع ہوگیا اور بعد اسکے ذکر خدمت یا چرانے کا احتمال رکھتا ہی کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہوجاوے
اور یہ بھی احتمال ہی کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہی اوسکا بیان نوع مدت خاص مین منظور ہو اسواسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہین تو پہلا حکم
یعنے مدت کا احتمال سے متغیر نہین ہوسکتا تو وہ اجیر خاص ہی رہیگا جبتک اوسکے خلاف کی تخصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہرے گا اور اگر

قولہ اجیر وھو رجل فی الکوفۃ یعمل الدلو علی الغدافۃ غدافۃ الاجیر المشترک فرض من الواحد یعنی الدلو فوضعہ ابو المکارم الواحد وفی نسخۃ الاجیر الخاص وھو رجل فی الکوفۃ یعمل الدلو علی الغدافۃ ۱۲ منہ

مدت کو صحیح ذکر کیا تو اب اجیر مشترک ہوگا بدلیل مذکور انتہے مختصر ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ فلو عمل نقص من اجرتہ بقدرہا عمل فتاوے التواتر خانیہ اور اجیر خاص کو غیر کے واسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کا کام کریگا تو اوسکی اجرت سے بقدر اوسکے عمل کے کم کر ڈالا جائے گا فی فتاوے التواتر خانیہ وان ھلک فی المدۃ نصف الغنم او اکثر من نصفہ فلہ الاجرۃ کاملۃ مادام یرعی منھا شیئا کذا فی المحیط ان المعقود علیہ تسلیم نفسہ جوہرۃ وظاہر التعلیل یقتضی ان ھلاک کلھا کھلاکھا بمصرح فی العمادیۃ اور مدت اجارہ میں آدھی یا زیادہ بھیڑ بکریاں ہلاک ہوگئیں تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جبتک کہ بعض کو اونہیں سے چرانے کے واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا فی الجوہرہ اور ظاہر تعلیل یہ ہے کہ اجرت پوری باقی ہے اگر سب بکریاں ہلاک ہو جائیں اور اسی کی تصریح کی ہے عمادیہ میں ھم یعنے جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا نہ عمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول متون اور زیلعی کے موافق ہے تو قول مصنف تقیید ہلاک بعض بہ مقدم ہے وھو لا یضمن ما ھلک فی یدہ ان ھلک بتخریق الثوب مرقہ الا اذا تعدی الفساد فیضمن کالمودع اور اجیر خاص تاوان نہ دے جو اسکے ہاتھ میں یا اوسکے عمل سے تلف ہوگیا جیسے چھینا کپڑے کا اوسکے کوٹنے سے گر جب کہ وہ قصداً بگاڑے تو تاوان دے امانت دار کے مانند درصورت تعدی ضمان ھم عام تاوان اوسوقت ہے جب کہ عمل متعاد ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اوسکی کھوپڑی پھوٹ جائے یا پانوں ٹوٹ جائے تو تاوان آویگا اسواسطے کہ ضرب چرانے کی حقیقت میں داخل نہیں اور چرانا تو للکارنے اور ضرب خفیف سے بھی ہو سکتا ہے ثم فرع علی ھذا الاصل بقولہ فلا ضمان علی طائر ذبح شیئا فی یدھا او سرق ما علیہ من الحلی لکن ھا اجیر وحد یعنی مصنف نے اس قاعدہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو تاوان نہیں دایہ پر اوس لڑکے میں جو اسکے پاس ضائع ہوگیا یا جو زیور اوپر سے تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر خاص ہے ھم اجیر خاص اوسوقت ہے جب کہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکے کو لیجاتی ہو تو اجیر مشترک ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاتقانی وکذا الاضمان علی حارس السوق وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہیں بازار کے چوکیدار اور مسافر خانہ کی محافظ کرنیوالے پر ھم چوکیدار اور محافظ فقیہ ابوجعفر کے نزدیک اجیر خاص ہوا اور صاحب محیط کے نزدیک اجیر مشترک ہے لیکن ذخیرہ میں ہے کہ اول قول پر فتوے ہے کذا فی الحموی عن البرجندی وصح تردید الاجر بالتردید فی العمل کان خط فارسیا فبدرھم او رومیا فبدرھمین اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلاً بطور فارسیوں کے سیے گا تو ایک درم اجرت ہے اور اگر تو رومیوں کی طرز پر سیے گا تو دو درم اجرت ہیں ھم تردید اسواسطے صحیح ہوئے کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسموں کو ذکر کیا اور ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کر دی تو جہالت باقی نہ رہی وھو فی الاول کذا الخط المصنف ملحقا اولہ یشعر بھی سیتضح اور زمانہ عمل کی تردید صحیح ہے اول میں بطریق مذکور مصنف کے خط متن کے ساتھ ملحق اور مصنف اس قول کی منح الغفار میں شرح نہیں کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنے قولہ اذا عمل کی شرح میں ھم یعنے قولہ وزمانہ فی الاول منح الغفار میں داخل نہیں لیکن نسخہ متن میں داخل ہے بخط مصنف قال شیخنا الوصلی ومعناہ یجوز فی الیوم الاول دون الثانی کان خطہ الیوم فبدرھم او غدا فبنصفہ ہمارے استاد رملی نے کہا کہ زمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تردید جائز ہے عمل معین نہ دستر دین چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں کہنا کہ اگر تو آج کے دن قبا سی تو ایک درم مزدوری ہے اور کل کے دن سیے تو نصف درم مزدوری ہے وھو مسکانہ کان سکنت ھذہ فبدرھم او ھذہ فبدرھمین او کان عمل میں تردید صحیح ہے چنانچہ مستاجر کا مستاجر سے یوں کہنا کہ اگر اس گھر میں تو رہیگا تو ایک درم کرایہ ہے یا اس دوسرے گھر میں رہے تو دو درم کرایہ ہے وھو العمل کما لو کلفہ عطار فبدرھم او حداد فبدرھمین اور تردید صحیح ہے عمل کرنیوالے میں چنانچہ موجر کا یوں کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر میں عطار کو رکھیگا تو ایک درم کرایہ دریا ہوا نہ رکھیگا تو دو درم کرایہ ہے وھو المسافۃ کان ذھبت للکوفۃ فبدرھم او للبصرۃ فبدرھمین اور تردید صحیح ہے مسافت میں چنانچہ مستاجر کا یوں کہنا اجیر سے کہ اگر تو کوفہ تک گیا تو ایک درم اجرت ہے یا بصرہ تک گیا تو دو درم اجرت ہے وھو العمل کان حملت شعیرا فبدرھم او برا فبدرھمین اور یوجہ الاولین تردید صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا حمال سے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایک درم اجرت ہے یا گیہوں لادیگا تو دو درم وکذا الوخیرہ بین ثلثۃ اشیاء اور اسیطرح تردید صحیح ہے عمل اور زمان

اور یہ کون عمل اور عامل اور مسافت اور حمل ہیں اگر اوسکو اختیار دے تین چیزوں میں ولو بین اربعۃ لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیزیں میں اختیار دیدے تو جائز نہیں جیسے بیع میں چار چیز کی تخییر صحیح نہیں ویجب جرما وجد الا فی تخییر الزمان فیصح لخاطمۃ فی الاول لہ وفی الثانی اجرا مثل لانہ اقل علی درھم ولو خاطہ بعد غدا علی نصف درھم وفیہ خلافھما اور ترددیات مذکورہ میں سے جو چیز پائی جائیگی اوسکی اجرت واجب ہوگی اور تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی دوخت میں اجر مسمے واجب ہوگا اور دوسرے دنکی دوخت میں وہ اجرت مثل جو درہم سے زیادہ تو واجب ہوگی اور اگر قبا کو پہن پہلے گا تو اسکی اجرت مثل نصف درہم سے زیادہ تو ہوگی اور تخییر زمانی میں صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی میں دونوں شرطیں صحیح ہیں مثال مذکور میں اول زمان کی دوخت میں ایک درہم اور دوسرے دنکی دوخت میں نصف درہم واجب ہوگا اور نزدیک دونوں شرطیں صحیح نہیں اور اقوال ثلثہ کے دلائل زیلعی میں مذکور ہیں ہی المستاجر تنورا اودکانا عبارۃ الدرر اوکانونا فی اللالا المستاجرۃ واحترق بعض بیوت الجیران اوالدار بضمان علیہ مطلقا سواء ہی باذن رب الدار ام لا اجارہ کے گھر میں مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایوں کے بعضے مکانات یا پورا گھر جل گیا تو مستاجر پر ہر طرح تاوان نہیں خواہ اوسنے صاحب خانہ کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت میں کانون یعنے تھتمی بجائے دوکان مذکور ہے وھم کانون باحراق کے مناسب ہے بخلاف دکان لیکن اگر دکان سے لوہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجئے تو مناسب ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ وایقادنار ایوفی مثلھا فی التنور والکانون مستاجر مذکور پر تاوان نہیں مگر یہ کہ حد طرح تنور میں نار زیادہ رکھے یا اوسے مستاجر زیادتی کرے اوسکی وضع میں اور آگ جلانے میں کہ ویسی آگ نہ جلائی جاتی ہو تنور اور تھتمی میں تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر حماما فضل عن الطین ان علم انہ لا یجد بعدہ الطالب یضمن کمن زراع ارضا ثم قطعہ عنھا نہ تخاف علی الباقی الھلاک ان بعھا لانہ اضاع الحفظ بعذر فلا یضمن کمن فرط الودیعۃ حال الغرق مثلا لو کرھا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہوگیا اگر مستاجر جانے یعنے ظن غالب کہ اوسکو نہ پاویگا تلاش کرنے کے بعد تو اوسپر تاوان نہیں اسیطرح وہ چرانیوالا جسکی پیوند سے مثلا دبہ نکل بھاگا سو چرانے والا دراکہ اگر اوسکا پیچھا کریگا تو باقی جانور تلف ہو جائیں گے تو اوسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ اوسنے نوعی فاضل حفظ سے جیسے ودیعت سے چور کی جیسے ودیعت کے دینا غیر شخص کو دودھ دینے کے وقت ہر چند موروث پر حفاظت ودیعت کی بنات خود لازم ہو لیکن بعذر غرق دوسرے پر دینا جائز ہو تو حذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہیں قالا ان کان لواعی مشترکا ضمن اور صاحبین نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے ولو خلط الغنمان امکنہ التمییز لا یضمن القول لہ فی تعیین الدواب الا فی الغلان اور اگر چرانیوالے نے لوگوں کی بھیڑ بکریاں ملا دالیں اگر اوسکو جدا کر دینا اوسکا ممکن ہو تو اوسپر تاوان نہیں اور جانور دیکھ میں کر دینے میں اوسیکا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے وان لم یمکنہ ضمن قیمتھا یوم الخلط والقول لہ فی قدر القیمۃ عما دیا اگر اوسکو جدا کر دینا ممکن نہو تو تاوان دے اوس قیمت کا جو ملانے کے دن میں اوس جانور قیمت کی ہو اور مقدار قیمت میں چرانیوالے کا قول مقبول ہوگا کذا فی الھدایۃ ولیس للراعی ان ینزی علی شئ منھا بلا اذن ربھا فان فعل فلصاحبھا ان یضمنہ ان نزی بلا فحل فلو بفحل ضمن ان اضر والا فلا ان اضر فحل والیکو جائز نہیں چڑھانا نر کا مادہ پر بدون اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ پر بلا فعل راعی کے تو اوسپر ضمان نہیں کذا فی البحر وہ بعضے اسواسطے کہ اسکی مراعات راعی کو ممکن نہیں کذا فی الخطابی ولا یسافر بھا استاجرہ للحمل مشقۃ ومستاجر سفر میں نہ لیجائے اوس غلام کو جسکو اوسنے خدمت کے واسطے بھاڑ پر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنے سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے الا بشرط الا ان الشرط لا عبرۃ بہ علیہ اھ ملتقی مگر سفر میں لیجانے کی شرط سے البتہ سات لیجا تا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری منفعت یا منفعت کیواسطے زیادہ تر مملوکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنے شرط مشروع کی پورا کرنیمیں آدمی کو چارہ نہیں نفع ہو اور سیمیں یا نقصان وکذا لو عرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر مستاجر

۱۲ منہ
الکاف ای ہی ای ہکذا وفی نسخۃ اخری ہکذا وفی نسخۃ اخری ہکذا فی الاصل ہکذا وفی نسخۃ اخری ہکذا فی الاصل ہکذا وفی نسخۃ اخری ہکذا فی الاصل

سفر مین جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر مین لیجانا درست ہی اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہی ہم معلوم ہونے کی صورت یہ ہی کہ اجارہ کے وقت تعیین سفر کا سامان کرنا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمتہ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا لان مؤنتہ علیہ برخلاف اس غلام کے جسکی خدمت کرنیکی موصے نے موصے لہ کیواسطے وصیت کی ہو تو اُسکو غلام کا سفر مین لیجانا درست ہی ہر طرح خواہ سفر مین لیجانے کی شرط ہوئی ہو یا نہوئی ہو اسواسطے کہ اُسکا خرچ موصی لہ پر ہی یعنے بخلاف غلام اجیرکے اوسکا خرچ موصے پر ہی نہ مستاجر پر ولو سافر المستاجر بہ فھلک ضمن قیمتہ لانہ غاصب ویلا اجر علیہ وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان عند المتاخرین اور اگر مستاجر غلام کو سفر مین لیگیا پھر غلام مرگیا تو اوسکی قیمت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہوگیا اور اُسپر اجرت واجب نہوگی باوجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور امام شافعی کے نزدیک اوسکے واسطے اجرت مثل ہی وکذا لا یسترد مستاجر من عبد اوصبی محجور اجرا دفعہ الیہ لاجل عملہ لعود ھما بالفراغ صحیحا استحسانا اور مستاجر غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اوسنے اوسکو دی اُسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہوگیا بطور استحسان کے ہم وہ غلام اور صغیر مراد ہی جسنے بلا اذن مولے اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہی کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب عبد ما اکل الغاصب من اجرہ الذی آجر العبد نفسہ بلعدم تقوم عند ابی حنیفہ اور تاوان نہ دیگا وہ غاصب غلام کا جسنے اُس غلام مغصوب کی اجرت کھائی جسنے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت ٹھہرا کر بسبب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہی مال محترم متقوم کے اتلاف سے اور یہ مال محترم نہین اسواسطے کہ غاصب ہوتے ہی غلام کا اور نہ اوسکا نائب اور غلام اپنے اختیار سے محفوظ نہین ہوتا بلکہ وہ غاصب کے قبضہ مین ہی تو وہ مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہی اسواسطے کہ خاصیت پر ایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی کما لا یضمن اتفاقا لو اجر الغاصب لان اجرہ لا لما لیکہ پنانچہ غاصب پر تاوان نہین باتفاق حنفیہ وائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اسواسطے کہ آپ اجرت غاصب کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم اجر سے غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کیواسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد قبضھا لو اجر نفسہ لا لو اجر المولی لانہ وکالۃ لانہ العاقد عنایۃ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہی اگر اوسنے آپ اجارہ کیا ہو نہین جائز ہی غلام کا قبض کرنا اگر مالک نے اوسکا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہی اسواسطے کہ پہلی صورت مین عاقد غلام ہی اور دوسرے مین عاقد مولے ہی کذا فی العنایہ ولو وجدھا موکلا ثمامۃ فی یدہ اخذھا لبقاء ملکہ بکسوۃ بعد القطع بھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پاوے تو اُسکو لے بسبب باقی رہنے مالک کے ملک کے مال مسروق کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہر چند وہ مال متقوم نہین لیکن مالک کی ملک اسمین ہنوز باقی ہی لہذا اُسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شھرین شھرا بار بعۃ وشھرا بخمسۃ صح التریتب المذکور حتی لو عمل فی الاول فقط فلہ اربعۃ وبعکسہ خمستہ مہینے کو اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہی ترتیب مذکور پر تو اگر اوّل مہینے مین فقط عمل کرے گا تو چار درم پاوے گا اور دوسرے مہینے مین پانچ درم اختلفا فی الاجر والمستاجر فی اباق العبد او ھی ضدہ او مجری ماء الرحی حکم الحال فالقول قول من شھد لہ الحال مع یمینہ موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اوسکی بیماری مین یا چلنے سے پانی جاری ہونیمین تو حال حکم اور بیچ فیصلہ کرنیوالا ہوگا یعنے قول اوسیکا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اوسکی قسم کے ساتھ کما یعلم الحال لو اباع شجرا فیہ ثمرۃ واختلفا فی بیعھا او بقائھا فالقول قول من فی ید ہ الثمر جس طرح حال حکم دیتا ہی اگر درخت بیچا جسمین پھل لگے ہین اور بائع اور مشتری پھل کے بیچنے مین مختلف ہین درخت کے ساتھ تو مقبول قول اوسکا قول ہی جسکے ہاتھ مین پھل ہو لان الاصل ان القول لمن یشھد لہ الظاھر اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ اوس شخص کا قول مقبول ہی جسکے واسطے ظاہر حال گواہی دے وقتی الخلاصۃ فقط واللہ تعالی

سقط من الاجر بحسابہ لو عادۃ وعادۃ ہذا اور خلاصہ مین ہی کہ پن چکی کا پانی بند ہو گیا تو اوسکے حساب کے موافق اجرت ساقط ہوگی اور اگر پانی بہت زیادہ ہوگا تو اجارہ پھر آویگا ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر ولو فی نفسہ حکم الحال اور اگر دونون نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع مین تو مستاجر کا قول مقبول ہی اور اگر خود پانی مین اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کریگا والقول لرب الثوب بیمینہ فی القمیص القباء والخز والصفرۃ وکذا فی الاصح فی عکسہ اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہی قسم کے ساتھ قمیص اور قبا مین اور سرخی اور زردی مین اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین یعنے مالک کہتا ہو کہ مین نے قمیص سلائی تھی اور خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو مین نے کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین مالک ہی کی بات مسموع ہی وقال ابو یوسف ان کان الصانع معاملۃ لہ فلہ الاجر والا لا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر اور مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اوسکی مزدوری ثابت ہوگی اور نہین تو نہین یعنے اگر مفت اسکو سی دیتا ہو تو اجرت نہین وقیل ای وقال محمد ان کان الصانع معروفا بہ الصنعۃ بالاجر وقیام حالہ بہا ای بحالۃ الصنعۃ کان القول قولہ لشہادۃ الظاہر والا فلا وبہ نفتی زیلعی اور بعضون نے کہا یعنے محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشے کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے مین اور اسکا قیام معاش اسی پیشے سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی قول محمد پر فتوے ہی کذا فی الزیلعی وہذا بعد العمل اما قبلہ فیتحالفان اختیارا یہ یعنے حکم مذکور اوسوقت ہی جب کہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنے سینے اور رنگنے کے بعد شتا اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونون قسمین کھائین کذا فی الاختیار فرع مسائل لحقہ شارح کے قبیل الاجیر فی کل الصنائع یضاف الاستاذ فما اتلفہ یضمنہ الاستاذ احتیاطا سب پیشون مین مزدور کا کام اوس کے استاد کاریگر کی طرف منسوب ہوگا سو جس چیز کو مزدور تلف کرے گا تو اوس کا تاوان استاد دوکاندار دے کذا فی الاختیار یعنے مالم یتعد فیضمنہ ہو عادیہ یعنے استاد اوسوقت تاوان دے جبتک مزدور کی طرف سے زیادتی اور تقصیر نہوا ہو اور درصورت تقصیر مزدور ہی تاوان دیگا کذا فی العادیہ ہم استاد یعنے صاحب دوکان خیاط یا رنگریز یا جیسا شرکی ہی لہذا اسکے تاوان ہی اور مزدور اجیر خاص ہی دوکاندار کا لہذا اسپر تاوان نہین مگر درصورت تقصیر وفی الاشباہ ما یدل علی ان دخول الحمام ساکن المعد للاستعمال لا یضمن بالاتفاق ولا جرجیت قلت وکذا مال الیتیم علی المفتی بہ نقتبہ اور اشباہ مین ہی کہ سرائے کے اوتارنیوالے اور حمام کے داخل ہونے والے اور جو مکان کرایہ کے واسطے بنا وے کے بنوانے والے نے غصب کا دعوے کیا یعنے مین بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہون مجھپر کرایہ واجب نہین بواسطہ عدم اجارہ تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی اور کرایہ واجب ہی مین کہتا ہون اسیطرح مال یتیم کا حکم ہی یعنے دعوے غصب سے اوسکی بھی حرات ساقط نہین بقول مفتی بہ تو اگاہ رہیو وفیہا الاجرۃ للارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجر ارضا للزراعۃ فاصطلم الزرع آفۃ وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعدہ قلت وہو ما اعتمدہ فی الولوالجیۃ اور اشباہ مین ہی کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہی بنابر قول معتمد کے پھر جب کہ زمین اجارہ لیے زراعت کیواسطے پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوگی مین کہتا ہون اور اسی قول کو معتمد کہا ہی ولوالجیہ مین ہی یہ قول ولوالجیہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ اوسمین خراج اور اجرت مین فرق بیان کیا ہی یعنے آفت رسیدگی سے خراج واجب نہین ہوتا ہی یہی قول معتمد ہی انتہے اور یہ جو کہا کہ بالبعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہی سو قول مفتی بہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ محیط مین ہی کہ فتوے اسپر ہی کہ جب زراعت تلف ہو جانے کے بعد اتنی مدت باقی نرہے جسمین اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اوس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم ہی منع ظالم کا کذا فی الظہیریہ ہی کس حرام فی الحانیۃ ہو وابہ قدم سقوط نسبی حیث قال اصاب الزرع آفۃ ذہلت اوغرق ولم یبق لزم الاجر کالمنع

اذ زرعہ ولو غرقت قبل ان یدرع فلا اجر علیہ انتہے لیکن فتاوے قانیخان میں عدم سقوط اجرت کی روایت پر اعتماد کیا ہے چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پہنچی سو وہ تلف ہو گئی یا ڈوب گئی اور نہ جمی تو اجرت لازم ہے اسواسطے کہ مستاجر اوسکو بو چکا اور اگر زمین ڈوب گئی بونے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہیں انتہے ھ یہ قول محیط کے قول مفتی بہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم ؛

باب فسخ الاجارۃ

یہ باب فسخ اجارہ کے احکام میں ہے تفسخ بالقضاء او الرضا بخیار شرط او رؤیۃ کالبیع خلافا للشافعی اجارہ فسخ کیا جاتا ہے حاکم کے حکم یا رضاے عاقدین سے بسبب خیار شرط اور خیار رویت کیسع کے مانند بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے کہ اجارہ عبارت ہے شہر منافع سے لہذا ان سبب بیع کے مانند خیار شرط سے تین دن تک فسخ عقد میں مفید ہوا اور ایسے چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اسکے فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ میں خیار شرط صحیح نہیں نہ بے دیکھے چیز کا اجارہ درست ہے بخیار عیب من قبل العقد او بعدہ قبل القبض او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب کے خیار العیب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے پہلے یا قبض کے پیچھے یفوت النفع بہ صفۃ عیب کخراب الدار انقطاع ماء الرحی او انقطاع ماء الارض حصول اس عیب سے اجارہ فسخ کیا جاتا ہے جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جاے چنانچہ گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہونا شارح نے کہا یفوت النفع کا جملہ عیب کی صفت ہے ولو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر کا اجر خانیہ اے وان لم تنفسخ علی الاصح کما مر اور اسپلج اگر زمین سینچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے جو منقطع ہو گیا تو اجرت نہیں کذا فی الخانیۃ یعنے قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ بنا بر قول اصح اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ سے ان باب سے پہلے ہم خیار شرط اور خیار رویت اور خیار عیب سے اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا ہے لیکن حق فسخ ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہے اور غیر اصح قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہے ولہذا مصنف نے تفسخ کہا ہے نہ تنفسخ وفی الجوھرۃ لو جاء من الماء ما یزرع بعضھا فالمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلھا او ترک ودفع بحساب ما دری منھا اور جوہرہ میں ہے کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکتی تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ فسخ کر ڈالے یا چھوڑ دے وہ زمین جہاں پانی نہیں پہونچا اور جسقدر زمین سیراب ہوئی ہو اسکے حساب سے موافق اجرت دے وفی الولوالجیۃ لو استاجر ارضا بغیر شرب فانقطع ماء الزرع علی وجہ لا یرجی فلہ الخیار وان انقطع قلیلا قلیلا ویرجی منہ الشفی فالاجر واجب اور ولوالجیہ میں ہے کہ زمین اجارہ کی بدون شرب لیعنے اوس میں کی آب پاشی کی نوبت اجارہ میں نہ داخل کی پھر کلیت کا پانی اسطرح پر منقطع ہو گیا کہ اوسکی امید باقی نہیں رہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ میں اختیار ہے اور اگر تھوڑا تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اوسقدر سے پہنچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے وفی لسان الحکام استاجر حماما فی قریۃ فنفر اھلھا او انقطع الماء عنہ وان نفر بعض الناس لا یسقط الاجر اور لسان الحکام میں ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گاؤں میں سو آدمی وہاں کے رہنے سے ڈرے اور کوچ کر گئے تو مستاجر پر سے اجرت ساقط ہو گئی اور اگر گاؤں کے بعضے آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہ ہوگی او بخیل عطف علی یفوت بقای بالنفع بحیث ینفع بہ فی الجملۃ کعوض العبد وذبح الدابۃ ای قیمتھا وسقوط حائط طاحن اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس عیب سے جو منفعت میں خلل ڈالتا ہے اسطرح پر کہ اوس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی بیٹھ لگ جانی یعنے اوس میں زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا وفی التبیین لو انقطع ماء الرحی والبیت مما ینتفع بہ لغیر الطحن فعلیہ من الاجر بحصۃ البقاء بعض المعقود علیہ فاذا استوفاہ کزمہ حصتہ اور تبیین میں ہے کہ اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پن چکی کی کوٹھری ایسی ہے کہ آٹا پیسنے کے سوا اور نفع اوس سے حاصل ہو سکتا ہے تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اوسکے حصہ کے موافق بسبب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے

پھر جب وہاں کی بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کریگا تو اجرت بقدر اوسکے حصہ کے اوپر لازم ہوگی فان لم یخل العیب بہ او ازالہ للوجر او انتفع بالمحل سقط خیارہ لزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا مخل انداز نہو یا موجر اوس عیب کو زائل کردے یا مستاجر مخل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اسکا اختیار فسخ ساقط ہوگا بسبب اُن ہوجانے سبب فسخ کے مثل عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہوجانا یا اوسکے بال جھڑ جانے اور ازالہ عیب کی یہ صورت ہی کہ دار منہدمہ کو موجر جلد طیار کردے وعمارۃ الدار المستاجرۃ وتطیینہا واصلاح المیزاب ما کان من البناء علی رب الدار وکذا کل ما یخل بالسکنی اور اجارہ کے گھر کی مرمت اور اوسکو مٹی لیسنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیز من قبیل تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہی اور اسیطرح جو چیز سکونت مین مخل انداز ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ پر ہی ہم تطیین سے مراد وہ مٹی لیسنا ہی جسکا ترک مخل انداز ہو اور بعضی کتابون مین چھت کی مٹی لیسنی مذکور ہی کذا فی الطحطاوی فان ابی صاحبہا ان یفعل کان للمستاجر ان یخرج منہا الا ان یکون المستاجر استاجرہا وہی کذلک وقد راہا لوطاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بناوے تو مستاجر کو اوس گھر سے نکلنا درست ہی مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو تو اب نکل جانا جائز نہین بسبب راضی ہوجانے مستاجر کے عیب پر واصلاح ماء البیر والبالوعۃ والخلخ علی صاحب الدار لکن لا یجبر علیہ الا مدۃ یجبر علی اصلاحہ فان فعلہ المستاجر فہو متبرع ولہ ان یخرج ان ابی ہا خانیۃ اذا راہا کما مر اور کوئین کے پانی اور نجس پانے کے بچے اور بدرو کی اصلاح اور درستی گھر کے مالک کے ذمہ پر ہی لیکن اوسپر زبردستی نہین اسواسطے کہ مالک پر مملوک کے درست کرنے کو زبردستی نہین کھاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلا عوض ہی اور مستاجر کو اوس گھر سے نکل جانا جائز ہی اگر اوسکا مالک امور مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیۃ لیکن مگر اوس صورت مین نکلنا درست نہین جبکہ اوس نے نادرست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا وفی الجوہرۃ وکلہا ان ینفسخ بالفسخ بالاقضاء اور جو ہر وہ مین ہی کہ مستاجر مذکور کو جائز ہی کہ تنہا اجارہ کو فسخ کردے بلا حکم حاکم ولو استاجر اثنین فسخت او فسخت احدہما فلہ تبعہما او عقد علیہما صفقۃ واحدۃ اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہوگیا تو اوسکو دونون کا چھوڑ دینا جائز ہی اگر دونون پر ساتھی یکبارگی عقد کیا ہو یعنے اگر جدا جدا عقد ہوا ہو تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہین چھوڑ سکتا قلت وفی حاشیۃ الاشباہ معزیا للبنا بقولہ ان العذر ظاہرا منفرد وان مشتبہا لا ینفرد وہو لا صحیح بین کہتا ہون اور حاشیۂ اشباہ مین نہایہ سے منقول ہی کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کرسکتا ہی اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہین کرسکتا اور یہی قول اصح ہی ہم اگر عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ مین متفرد ہی یا قضا یا رضا کی حاجت ہی اسمین روایات مختلف ہین اور قول صحیح یہ ہی کہ اگر عذر ظاہر ہو تو متفرد ہی اور اگر مشتبہ ہو تو متفرد نہین کذا فی فتاوے قاضی خان وبحث عطف علی بخیار شروط لزوم صور لم یستحق بالعقد ان نفی العقد کما فی سکون صوبس استوجر الفلعہ ومرت عوبس واختلا عہا استوجر طباخ لطبخ ولیمتہا اور فسخ کیا جاتا ہی اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد کے سبب سے اگر عقد باقی رہی یعنے اگر عقد اجارہ قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہوجسکا استحقاق عقد سے ثابت نہین چنانچہ اوس ڈاڑہ کے درد کا ساکن ہوجانا جسکے اوکھاڑنے کے واسطے اجیر معین کیا اوس زوجہ کا مرجانا یا اوسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے باورچی کو اجیر کیا ہم یعنے جب درد ٹھہر گیا تو ڈاڑہ اوکھاڑنے مین ضرر کا مستاجر کا ضرر ہی اسیطرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے مین سر انسان کا ضائع کرنا ہی تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہی شارح نے کما قدمنا وبعذر خیاز شرط پر عطف ہی کہ تبیین مذکور ہی کہ عذر سے مرلو فاجز ہونا ہی احد العاقدین کا اجارہ قایم رکھنے مین مگر یہ تحمل ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہین وبعدم لزوم دین سواء کان ثابتا ببیان من الناس او ببیان ای بینۃ او اقرار المحال انہ لا مال لہ غیرہ

ای غیر المستأجر کالمرتھن بہ فیستوفی دینہ اذا کانت الاجرۃ معجلۃ تستغرق قیمتھا اشباہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگون کی دانست سے یا گواہون کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ اوسکا کچھ مال نہین ہی اجارہ والی چیز کے سوا اسواسطے کہ اگر وہ چیز ادائے دین واسطے بیچی جاوے اجارہ کے سبب سے موجر محبوس ہوگا تو اوسکو ضرر پہونچیگا مگر جب کہ پیشگی دی ہوئی اجرت اوس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہوگا کذا فی الاشباہ ھم یعنے اگر قیمت گھر کی سو درم ہو اور مستاجر نے اسیقدر اجرت موجر کو پیشگی دی ہو تو انقضاے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے تو دین کے عذر سے اوس وقت اجارہ فسخ ہوگا جب کہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے وبعذر افلاس مستأجر دکان لینتیجہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اوس کرایہ دار کے مفلس ہو جانے سے جیسے دوکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنے اسواسطے کہ افلاس مین تجارت ممکن نہین وبعذر افلاس خیاط یعمل بمالہ کالحائک اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اوس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام نہین کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اسطرح کام کرتا ہی کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہی سو غلام اوس خیاط کا کام چھوڑ دیا اوسکے افلاس کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اوسکا افلاس فسخ اجارہ مین عذر نہین ہی وبعذر بدن مکتری دابۃ من سفر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے ہم اگر جانور کرایہ لیا بغداد تک پھر اوس کو سفر کرنا بہتر معلوم ہوا یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اوس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہوگیا یا سفر سے عاجز ہوگیا تو یہ عذر ہی فسخ اجارہ کا کذا فی قاضی خان ولو فی نصف طریقہ فلہ نصف الاجر ان استوی اصعوبۃ وسھولۃ والا فبقدر المشوح وھبانیۃ وکاتبیۃ اور اگر نصف راہ مین دل ہٹا سفر سے تو جانور کے مالک کو نصف کرایہ ملیگا اگر راہ کے دونون نصف سختی اور آسانی مین برابر ہون اور اگر برابر نہون تو بقدر اوسکی زیادتی یا کمی کے ملیگا کذا فی شرح الوہبانیۃ والکاتبیۃ محل ف بداء المکاری فانہ لیس بعذر اذ یمکنہ ارسال البعیر بغیر خلاف دل بخبث مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر نہین ہی اسواسطے کہ مکاری یعنے جانور کے مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہی وفی الملتقی ولو مرض عذر فی روایۃ الکرخی دون روایۃ الاصل قلت وبہ لا وفی الفتی اور الملتقی مین ہی اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہی کرخی کی روایت مین نہ مبسوط کی روایت مین مین کہتا ہون اور پہلی روایت لینے کرخی کی روایت پر فتوے ہی ثم قال ولو استأجر دکانا للعطر فاطرحہ فترکہ لعمل الخرز فعلی اجرہ پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دوکان کرایہ کی دوخت کے عمل کیواسطے پھر اوسنے دوخت کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہی ھم یہ قول تفصیل فتاوے کبرے کے مخالف ہی فتاوے عالمگیری مین کبرے سے منقول ہی کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کیواسطے دوکان مین مستعد ہوا تو اوسکو نقض اجارہ درست نہین اور نہین تو نقض جائز ہی اتقانی اور اسی کو شارح بعد اسکے ولو ابجیہ سے نقل کریگا وکذا لو استأجر عقارا ثم اراد السفر اتقانی اور اسیطرح کا عذر ہی اگر زمین کو اجارہ لیا پھر سفر کا ارادہ کیا اتقانی وفی الخبستانی سفر مستأجر دار للسکنی علی العود سفر حاجۃ اور قستانین ہی سفر کرنا اس مستاجر کا جسنے گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے عذر ہی نہ اوسکے موجر کا سفر لینے صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہین ولو اختلفا فالقول للمستأجر لتمسکہ بالاصل ولو عزم علی السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہی تو وہ یون قسم کھائیگا اوسنے سفر کا ارادہ کیا ہی وفی الولوالجیۃ تحولہ عن جنسعتہ الی غیرھا عذر دون لم یفلس حیث لم یمکنہ ان یتعاطاھا فیدد ولو ابجیہ مین ہی پھر نامستاجر کا اپنے پیشہ سے دوسرے پیشہ کیطرف عذر ہی فسخ اجارہ دوکان کا اگرچہ وہ مفلس نہوگیا ہو جب کہ اوسکو اوس پیشہ کا کرنا دوکان مین ممکن نہو یعنے اگر ممکن ہوگا تو عذر نہین وفی الاشباہ لا یلزم المکاری الذھاب معھا ولا ارسال غلامہ اما یجب لاجر بتخلیتھا اور اشباہ مین ہی کہ مکاری پر جانور کے ساتھ جانا

ف ای لو دون نصف یجبر المکاری علی الذھاب معھا

تتبعہ ویتیات
کلیہ جامعہ عثمانیہ

لازم نہیں اور نہ بھیجنا غلام کا اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے بخلاف ترک خیاطۃ مستأجر عبد یخیط لیعمل متعلق بترک فی المصر فی کالمکان المجمع برخلاف اوس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا دوخت کے واسطے پھر دوخت ترک کی تاکہ غلام صرافی کرے تو یہ جلد نہیں فسخ کا اسواسطے کہ جمع بین العلتین ممکن ہو یعنے دونون کام ہو سکتے ہین اسطرح پر کہ دوکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرافی ہم الطحطاوی نے کہا فوجد بخلاف ترک خیاطۃ الخ ترک رکیک المعنی ہے باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یون کہتا ترک بخلاف خیاط استاجر عبد الخیاطۃ فقرکہا لیعمل نے الصرف ہو تا واضح تر ہوتا بخلاف بیع ما آجرہ فانہ ایضا لیس بعذر یبد ون محوق دین کما مر دیوقف بیعہ الی انقضاء مدتہا ھو المختار لکن لو قضی بجوازہ نفذ عامۃ مشی علی شرح الوھبانیۃ اور برخلاف بیچدالے موجر کے اوسکے دین کسکو اوس نے اجارہ دیا کہ وہ بھی مدت فسخ نہین بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اوسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفیہ معزیا للخانیۃ لو باع الآجر المستأجر فاراد المستأجر ان یفسخ بیعہ لا یملکہ ھو الصحیح ولو باع الراھن للمرتھن فسخہ اور شرح وہبانیہ مین ہے خانیہ سے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اوسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اوسپر قادر نہین اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اوسکی بیع فسخ کرے ہم لیکن عمادیہ مین قاضیے صغرے سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق مین نافذ ہے راہن اور مرتہن اسکو فسخ نہین کر سکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے مانند کذا فی الطحطاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنون مطبقا عقدھا لنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اوسکے جنون مطبق ہو جانے سے موت سے وہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے جسکو اپنی خاص ذات کیواسطے عقد کیا ہو لا لاضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فی الطریق ینتقی الی مکۃ فیرفع الامر الی القاضی لیفصل الامر الصحیح یوجرھا لہ لو امینا او یبیعھا بالقیمۃ ویدفع لہ اجرۃ الاباب ان یرھن علی دفعھا وتقبل البینۃ ھنا بلا خصم کما ذہب الاخذ من ثمن عانی بید کا اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوتا ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہین ہوتا چنانچہ موجر کا مر جانا مکہ معظمہ کی راہ مین اور حالانکہ راہ مین کوئی حاکم نہین تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ وہان کے قاضی کے سامنے پیش کیا جاے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ دے مستاجر کو اگر وہ امانت دار ہو جانور کو بقیمت بیچ دالے اور مستاجر کو پھیرنے کی اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہون سے ثابت کر دے اور اس مقام مین بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اوس چیز کی ثمن سے لیا جاتا ہے جو اسکے قبضے مین ہے کذا فی الاشباہ ودفی الخانیۃ استأجر دارا وحماما او ارضا شھرا فمکن شھرین ھل یلزمہ اجر الشھر الثانی ان معدا للاستغلال لزم والا لا بہ یفتی اور خانیہ مین ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایکمہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اوسمین دو مہینے رکھی تو دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہین اوسکا جواب یہ ہے کہ اگر دو چیز فقط کرایہ کیواسطے مہیا کی ہو تو ہان دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کیواسطے مہیا نہین ہے تو اجرت لازم نہین اسی قول کا فتوے ہے قلت فکذا الوقف وما لا یتسم ولکن الوفق اضافۃ المالک وطالبہ بالاجر فسکن بلزمہ الاجر لسکناہ بعد کا مین کہتا ہون اسیطرح مکان وقف اور مال یتیم مین دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی مین تقاضا کیا اور اجرت شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اوسپر اجرت لازم ہوگی اوس کی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے ولو سکن المستأجر بعد موت الموجر ھل یلزمہ اجر ذلک قیل نعم لمضیہ علی الاجارۃ وقیل ھو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موجر کے کیا اوسکو اوسکی اجرت لازم ہوگی یا نہین بعضون نے کہا ہان اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر اجارہ سابقہ پر اور بعضون نے کہا کہ پہلے یعنے سکونت شہرین کے

مطبق یعنی جنون کہ ایک مہینہ سے زیادہ رہے
اور جنون کو مطبق نہین ہوتا جب تک کہ ایک مہینہ سے زیادہ نہ ہو

مانند ہو ہم یعنے اگر وہ مکان کرایہ کیواسطے بنا ہو یا موجود کے وارث نے شہر ثانی مین تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہو اور نہین تو لازم نہین ویلیغہ ان لا یظہر الانفساخ ھنا مالم یطالبہ اوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معد اللاستغلال لا ندفصل مجتہد فیہ ھل یلزم المسمی او اجر المثل ظاھر الفتیۃ الثانی وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ ورالق بقواعد نفقہ ہی کہ یہان اجارہ فسخ ہو جاتا ظاہر نہو جب کہ وارث موجر کا مکان خالی کر دینے کا مطالبہ نکرے یا التزام اور اجرت کا نو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہو سو اسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہی اور کیا اجرت معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر تعینہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہو اور اسکو درر یا بیان شرح وہبانیہ مین ہی وفی المنبعۃ مات احدھما او انہدم بقی العقد بالمسمی حتی یدرک وجب المرۃ باجر المثل اور منیہ مین ہی کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہی یعنے ہنوز کھیت خام ہی تو عقد اجارہ باقی رہیگا یہانتک کہ بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضاے مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفی جامع الفصولین لو رضی الوارث وھو کبیر ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز انتہے فیجعل الرضی بالبقاء انشاء عقد ای بجوازھا بالتعاطی فتامل اھ اور جامع الفصولین مین ہی اور اگر موجر کا وارث بالغ بعد اجارہ پر راضی ہو اور مستاجر بھی اسپر راضی ہو تو جائز ہی انتہے فی الفصولین یعنے تو باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دی جائیگی یعنے جواز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے اسکو تامل کرو ــــ فی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتھن والمشتری احق بالعین من سائر الغرماء لو العقد صحیحا ولو فاسدا سرکۃ للغرماء فلیحفظ اور اشباہ کے حاشیہ مین ہی کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ تر حقدار ہین عین کے باقی دین والون سے اگر عقد اجارہ اور رہن اور بیع صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر رہن اور دین والون کے اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم یعنے اگر موجر مرگیا اور اوسپر دیون ہین تو اور دین سے مستاجر زیادہ تر حقدار ہی اور اسیطرح مرتہن احق ہی اور اگر چیز خرید کی اور ہنوز قبض مین نہین آئی کہ بائع مرگیا اور اوسپر دیون ہین تو مشتری احق ہی یعنے اور مشتری اپنا حق لیگا پھر اگر چیز زیادہ باقی رہیگا تو اور ارباب دیون یا دین کے بیان عقدھا لغیرہ کا تنقسیم کو کیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کیواسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہوگا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنے تلامذہ نے خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کیسکو اجارہ دے اور اوسنے محمود کو اجارہ دے تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ اجارہ عاقد کیواسطے نہ تھا وامّا الوکیل بالاستیجار اذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشراء المنافع فصار کالتوکیل بشراء الاعیان فنصیر مستاجرا لنفسہ تدبیر موجرا للموکل فھو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا نقلہ المصنف عن الخیریۃ قلت ومثلہ فی شرح المجمع البزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مرجائیگا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہی تو یہ شراء اعیان کی توکیل کے مانند ہی تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہی ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہی ایسا نقل کیا ہی مصنف نے ذخیرہ سے مین کہتا ہون اور اسی کے مانند شرح مجمع اور بزازیہ اور عمادیہ مین ہی ثم قال المصنف قلت ھذا مستقیم علی ما ذکرہ الدرعی من ان الملک یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما کلام ابو طاہر من انہ یثبت للموکل ابتداء دبہ جزم فی الکنز وھو الاصح کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہے پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہا مین کہتا ہون یہ یعنے مستاجر کے وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہی درعی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کیواسطے ثابت ہوتی ہی پھر موکل کیطرف منتقل ہوتی ہی اور وہ جو ابو طاہر نے یہ کہا ہی کہ ملک موکل کیواسطے ابتدا ثابت ہوتی ہی اور اسی قول پر تعین کیا ہی کنز مین اور یہی صحیح تر قول ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی تو بطلان اجارہ مستقیم نہین واللہ اعلم انتہے قول المصنف

قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضا لانقاضہ علی عدم عتق قریب الوکیل کان ملکہ غیر مستقر والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد نے اعتراض کیا ہے اسطرح کہ بطلان اجارہ بموجب اوس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار وکیل کی عدم آزادی پر اسواسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہیں اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے غیر مستقر ہم فساد سے مراد فساد نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو اوسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہا میں مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم ردالمحتار قولہ ودو قاض ومتولی لوقف لبقاء المستحق علیہ المستحق حتی لومات المعقود لہ بطلت درمختار اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مرگیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہوگا اوسکی موت سے کذا فی الدر رمستحق علیہ سے مراد وہ ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جسکے نفع کیواسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ وجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ معزیا للوہبانیۃ قال واطلاق المتون یخالفہ قلت واطلاق المتون افتی قاری الہدایہ فکان ہو المذہب المعتمد کما نالہ المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اوسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا اسکی ذات کیواسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیہ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا اطلاق اس تشنیہ کے مخالف ہے میں کہتا ہوں اور اطلاق متون کا فتوے پر ہے قاری ہدایہ نے تو اسی اطلاق کو مذہب معتمد سمجھ لیا ایسا کہ مصنف نے کہا ہے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ بعد ایراد ہذا ان لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین ما اذا آجرہا الوقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردتہ فیہا اذا آجر ضہ ثم وقفہا علی معین ثم مات تنفسخ اور بیواسطے اشباہ میں کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلہ میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ جب زمین کو اجارہ دیا وقف کرنیوالے نے پھر وہ مرتد ہوگیا پھر مرگیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین وقف کردی ایک شخص معین پر پھر وہ واقف مرگیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنے اسواسطے کہ ابتداء عقد اپنی ذات کیواسطے تھی اور یہی صورت میں وقف میراث ہوجائیگا وفی وقف نتاوی ابن نجیم مسئل اختلف الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت الموجر المستاجر کذا رایتہ فی عدۃ نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ فتاوی قاری الہدایہ فتنبہ اور فتاوے ابن نجیم کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مرگیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف میں موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہیں ہوجاتا اسطرح میں نے دیکھا ہے فتاوے مذکور کے کئی نسخوں میں لیکن وہ مخالف ہے فتاوے قاری ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہیو ہم مخالف فقط یہی ہے کہ اوس میں لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیہا ایضا لا تنفسخ بموت المتولی والواقف لہ بغیرہ لا غیبۃ اور اوسی فتاوے میں یہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کیواسطے سو خبردار رہنا ہم شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا ہے اوس مذکور کی طرف یعنے وہبانیہ کا قول جو اشباہ میں مذکور ہے وہ اس قول سے بھی ہوگیا وفی الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات ومتی لا ستحسان لا بسطل لانہ آجر لغیرہ انتہی ومثلہ فی البزازیۃ اور فیض میں ہے کہ وقف کرنیوالا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مرجاوے تو استحسانا میں اجارہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ اسنے غیر ونکے واسطے اجارہ دیا یعنے وقف کے

مصرف موقوف علیہم ان نہ واقف اور اسیطرح برازیہ میں ہے وفی السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت ولا ینفسخ اور سراجیہ میں ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کی برابر ہے تو اونکے عزل سے اجارہ فسخ نہوگا وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصتہ او حصۃ للمیت لو عقدھا لنفسہ فقط وبقیت فی حصۃ الحی اور دو مستاجرون یا دو موجرون میں سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہوجاتا ہے فقط اوسکے حصہ میں یعنی میت کے حصہ میں فسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہیگا اجارہ نہ مستاجر یا موجر کے حصہ میں فرع مسئلہ لمحقہ شارح کافی وقف الاشباہ تخلیہ البعید بالطلۃ فلو استاجر قریۃ وھو بالمصر لم تصح تخلیتھا علی الاصح بل ینبغی للمتولی ان یذھب للقریۃ مع المستاجر او غیرہ فیخلی بینہ وبینھا او یرسل وکیلہ او رسولہ احیاء للمال قلیحفہ قلت لکن نقل محشیھا ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن بیوع فتاوی قاری الہدایۃ انہ متی مضی مدۃ یتمکن من الذھاب الیھا والدخول فیھا کان قابضا والا فلا فتنبہ انتہے اور اشباہ کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ مکان بعید کا تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض وتصرف میں کردینا باطل ہے تو اگر کانون اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر میں ہے تو اسکا تخلیہ صحیح نہیں بنا بر قول صحیح تو متولی وقف کو لائق ہے کہ گانون میں جاے مستاجر کے ساتھ یعنی اوسکے وکیل کے ساتھ پھر تخلیہ کردے درمیان مستاجر اور درمیان گانون کے یعنی بلا مزاحمت احد سے اوسکے تصرف میں کردے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رسان کو اوسکے ساتھ بھیجے مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر میں فتاوے قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جاے کہ جسمیں مستاجر گانون کیطرف جانے اور تسکے داخل ہونے میں قادر ہوتو وہ گانون کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہو تو فقط مستاجر کے اعتراف سے قابض نہ ٹھہریگا انتہی باقی زواہر الجواہر مہم ذخیرۃ الناظرین ہے کہ اگر گانون اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اوسکے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہے اور اقرار اسکا باطل ہوتا وقتیکہ اتنی مدت نگذرے جسمیں وہان جاے اور قبض کرے یا بقدر مدت گذرنے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر اپنے وکیل یا رسول بھیجیں گذانی الطحطاوی مسائل شتے یہ چند مسائل متفرقات ہیں احرق حصائدہ ای بقایا اصول قصب محصود فی ارض مستاجرۃ او مستعارۃ جلائین باقی جڑیں قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہیں ہم قصب یعنی بالس ہر قسم کل بطریق مثال کے ہم اسکی خصوصیت نہیں بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھوٹھیوں کے جلانیکا یہی حکم ہے گذانی شرح المجوی فی مثلہ ارض بیت المال المعدۃ لحط القوافل والاحمال ومرعی الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصلہ ان لم یکن لاحق الانتفاع فی الارض یضمن بالحرقۃ مکانہ بنفسل لوضع لا ما انقلتہ الریح علی ما علیہ الفتوی فالشیخان اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے جو قافلون اور بھاری اسباب کے اوتارنے کیواسطے اور جانورون کی چراگاہ اور کھلیانون کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہے میں کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر شخص کے واسطے حق انتفاع نہو زمین میں تو سپرد اوان لازم ہوگا اُس چیز کا جسکو اگ نے جلا دیا اوسی مکان میں بجز درکھنے آگ کے نہ اوس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اوڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا ہی کہا ہے ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے فاحترق شیئ من ارض غیر مملوکۃ لہ تسبب لا مباشر ۃ اجارہ یا عاریت کی زمین میں کھیت کی ٹھوٹھیاں جلائین تو غیر شخص کی زمین سے کوئی چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہیں ہوسکے کہ احراق مذکور تسبب ہی احراق کا نہ مباشرت یعنی اوتاوان کی شرط مباشرت ہے نہ تسبب ان لم تضطرب الریاح فلو کانت مضطربۃ ضمن لانہ یعلم انھا لا تستقر فی ارضہ فیکون مباشرا لہم تاوان اس شرط پر ہے کہ ہوا میں زور سے نہ چلتی ہون اور اگر ہوا تیز ہوگی تو جلانے والا تاوان دیگا اسوسطے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ ہوا کی تیزی سے آگ اوسکی زمین میں ٹھہری نہ رہیگی تو وہی شخص احراق کا مباشر یعنی جلانیوالا

مسائل شتے

ثمہ او کذا کل موضع کان للواضع حق الوضع فیہ ای فی ذلک الموضع لا یضمن علی کل حال اذا تلف بذلک الموضوع شیئ مسح ۱۲ تلف بہ وھو فی مکانہ او بعد ما زال عنہ اور اسیطرح جس موضع مین کہ رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہان تاوان نہین ہوگا اگر اس مین رکھی ہوئی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جاے خواہ چیز تلف ہو اس حال مین کہ شی موضوع اپنے مکان مین ٹھہری ہو یا تلف ہوا اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع حیث یضمن الواضع اذا تلف بہ شئ وھو فی مکانہ وکذا بعد زوال لا بمزیل کوضع جرۃ فی الطریق ثم اخر اخری فتدحرجتا فانکسرتا تضمن کل جرۃ صاحبہ ان زال بمزیل کوجر او سیل لا یضمن الواضع ھذا ھو الاصل فی ھذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہی جب کہ رہنے والے کا اوس مکان مین رکھنے کا حق ہو تو اگر رکھنے والا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اوس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شی موضوع اپنے مکان مین ہو اور سیطرح تاوان لازم ہوگا شی موضوع کے خود ٹل جانے کے بعد بدون ٹلنے والے کے جیسا کہ ٹھہرا رکھنا راہ مین پھر دوسرے شخص نے دوسرا ٹھہرا وہین رکھا پھر دونون گھڑے ڈھلکے اور ٹکرکھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے مٹکے کا تاوان دے اور اگر شی موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹکرانے سے چنانچہ ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہین یہی قاعدہ کلیہ ہی ان مسئلون مین چنانچہ اسکی تحقیق خانیہ مین کی ہی ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع جرۃ فی الطریق فاحترق بذلک شئ ضمن لعدیۃ یا لو ضع پھر مصنف نے اپنے قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ مین ہوا کے سبب سے کوئی چیز جل گئی تو تاوان دیگا بسبب اپنی تقصیر کے آگ رکھنے سے ہم اسواسطے کہ راہ مین چلنے کا حق ہی اگر رکھنے کا حق ہوتا کذا یضمن فی کل موضع لیس فیہ حق المرور اور سیطرح تاوان دیگا ہر ایک اوس موضع مین جہان چلنے کا حق ثابت نہین ہم حق مرور خانیہ مین مذکور نہین اور نہ مین حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ای ومرور کے حق کو صاحب خلاصہ نے ذکر کیا ہی اور کہا ہی کہ اس قول پر فتوے ہی کذا فی الطحطاوی الا اذا ذھبت بہ ای بالموضوع الریح فلا ضمان لتسخھا فعلہ وکذا لو دھرج السیل الحجر وبہ یفتی خانیۃ مگر جبکہ رکھی ہوئی چیز کو وہان سے ہوا اوڑا لیجاے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہین ہوسکتا کہ ہوا نے رکھنے والے کا فعل نہین یا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے کیطرف اور سیطرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکایا اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو رکھنے والے پر تاوان نہین اسی قول پر فتوے ہی کذا فی الخانیۃ ولو احترق الحطب اذا لحق بہ من الکبریت فکانہ ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق واحرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واحرقہ الروغ لا یضمن یعنی اور اگر لوہار نے لوہا کالا بھٹی سے اپنی دوکان مین پھر اوسپر ہتھوڑا مارا سو راہ کی طرف چنگاری نکل گئی اور اسنے کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان دیگا اور اگر اوسپر ہتھوڑا نہین مارا اور چنگاری ہوا نے نکالی تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہین کذا فی الزیلعی وسقی ارضہ سقیا لا یحتمل فتعدت الماء الی ارض جارۃ فافسدھا ضمن لانہ مباشر لا متسبب ایک شخص نے اپنی زمین اسقدر یکبارگی سینچی کہ زمین اوسکو نہ تھام سکی سو پانی اوبل کر اوسکے ہمسایہ کی زمین کیطرف بہا اور اوسکو خراب کر دیا تو سینچنے والے پر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ مباشر ہی فساد کا نہ سبب انگیز اتعدیا صاحبہ فی خانیۃ من یطرح علیہ العمل المنصف سواء انتھی العمل او اختلف کخیاط مع قصار مع ستحسانا لان شرکۃ الصنائع فھذا ابو حنیفۃ تفصل وھذا الجواب فیما یعمل خیاط یا رنگریز نے اس شخص کو اپنی دوکان پر بٹھایا جو دوکاندار کو سینے یا رنگنے کا کام لیکر دے نصفا نصفا جرت پر خواہ دونو کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونون خیاط ہون یا دونون رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط و دھوبی کے ساتھ تو یہ درست ہی یا عتبار استحسان کے اسواسطے کہ یہ شرکت ہی صنائع کی نہ شرکت مجرد جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھا ہی تو یہ شخص بسبب اپنی وجاہت اور رو داری کے کام لیتا ہوا اور یہ یعنی دوکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہی کذا کسیطباخ یعمل یحمل علیہ محملا ورا الکبین الی مکۃ ولما یحمل المعتاد ورویتہ احب وکذا اذا لم یر الطریق ولا لحاف جیسے صحیح کرایہ پر لیا ناقہ مین

حاشیہ کتاب الاجارۃ باب فسخ الاجارۃ صفحہ ۱۲ ۱۲ ۱۲

اونٹ کا تا نہیں محمل لادا جائے اور دو سوار اوپر سوار ہوں مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل پر رواج کے موافق ہے اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہے یعنی قطع نزاع کے واسطے اور اسیطرح اجارہ جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا ہو ہم شامل ہیں مذکور ہے کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ لیے تا ایک اونٹ پر محمل کسے اور دو شخص دو سوار ہوں اپنا اوڑھنا بچھونا لیکر سو مکاری نے سوار ہونے والو نکو دیکھا اور انکا اسباب مذکور نہیں دیکھا اور دوسرے اونٹ پر کئی من ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لادے اور اسکی مقدار بیان نکی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تخالف لادلا دیگا جسقدر لوگ لادلاتے ہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے قیاس میں بسبب غیر معین ہونے بوجھ کے اور باعتبار استحسان کے جائز ہے واسطے کہ اسکا رواج جاری ہے انتہی زیلعی نے کہا وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ راکب ہے سو معلوم ہے اور محمل تابع ہے اور اسکی جہالت معتاد کی طرف پھیرنے سے زائل ہو جاتی ہے اور اسیطرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ ولو تکاری الی مکۃ الا اسماۃ بغیر اعیانہا جاز ویجعل المعقود علیہ حملا فی ذمۃ المکاری والابل آلۃ وجہالتہا لا تفسد قلت فما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ للحمل او الرکوب الی مکۃ بلا تعیین لابل صحیح واللہ اعلم اور والوالجیہ میں ہے اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعیین کرایہ لیے مکہ معظمہ تک تو جائز ہے اور معقود علیہ بوجھ اقرار دیا جاتا ہے مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھ لادنے کے آلات ہیں اور انکی جہالت اجارہ مذکور کی مفید نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہیں بوجھ لادنے اور سواری کیواسطے مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹوں کے تو صحیح ہے واللہ اعلم وجہ جواز یہ ہے کہ مطلق متعارف کی طرف منصرف ہے استاجر جملا لمحمل مقدارہ من الوزن فاکل منہ ردعوضہ من زاد ونحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین کے لادنے کیواسطے سو توشہ میں سے کچھ کھایا گیا تو اسکی عوض توشہ یا مانند اوسکے اور چیز پھر اوپر لادی جائے قال لغاصب دارہ فرغہا والا فاجر مثلہا کل شہر بکذا فلم یفرغ وحیث علی الغاصب المسمی لان سکوتہ تمکین صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنیوالے سے کہا کہ گھر خالی کردے اور نہیں تو کرایہ اوسکا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے گھر خالی نکیا تو غاصب کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اسکا سکوت رضامندی ہے اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان اثبتہ ببینۃ لانہ اذا انکر لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اوس صورت میں کرایہ واجب نہوگا جب کہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی ملک گواہوں سے ثابت کرے اسواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا واو اقع عطف علی انکر وہو قولہ بملکہ ولکن لم یرض بالاجارۃ لم یصرح بعلم الرضی یا غاصب نے اوسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہوا تو بھی اجرت واجب نہوگی اسواسطے کہ اوسنے عدم رضا کی تصریح کردی فی الاشباہ السکوت فی الاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا او الا فانتقل او قال الوارث لا ارضی بالمسمی لک لکن لفسکت لزم ما سمی اور اشباہ میں ہے کہ جب رہنا اجارہ میں سنا اور قبول ہے تو اگر مالک نے گھر یا دکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کی سکونت کرو اور نہیں تو نکل جا یا چرانے والے نے کہا کہ میں اجرت سابقہ پر راضی نہیں بلکہ اسقدر اجرت لونگا پھر اسنے سکوت کیا تو اسقدر اجرت لازم ہوگی جتنی اوسنے معین کی بقی لو سکنت ثم ادعاہا لہ قال لہم مع کلامہ ہل یصدق ان بار صمہ نعم والا لا عملا بالظاہر باقی ہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے اگر سکونت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ میں نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اوسکی تصدیق ہوگی یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرا ہے تو بیان تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہو تو تصدیق نہوگی بنا بر عمل بظاہر حال للمستاجر الا اذا قبضت قبل وقبلہ من غیر محرز وما من موجر فلا یجوز ان شغل ثالث بہ یفتی لزوم تعلیم المالک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد سکے قبضہ کرنیکے اوسکے مالک کے سوا اور شخص کو اجارہ دے بعضوں نے کہا قبل از قبض بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ تیسرا شخص وہاں میں واقع ہو اسطرح مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوے ہے بسبب الغرض ہونے تعلیک المالک کے یعنی مالک

مالک منافع بھی مالک ہوا و مستاجر اوسکے قائم مقام ہی کذا فی الطحطاوی وھل تبطل الاولی بالاجارۃ للمالک الصحیح لا وھبانیۃ قلت وبہ افتی خان وغیرہ وفی المضمرات وعلیہ الفتوی اور کیا پہلا اجارہ اٹھ کو اجارہ دینے سے باطل ہوجاتا ہی یا نہین جواب یہ ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ باطل نہین ہوتا مین کہتا ہون اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہی خانی خان وغیرہ نے اور مضمرات مین ہی اور اسی قول پر فتوے ہی وقد منا عن البحر عن الجوھرۃ الاصح نعم واقرہ المصنف ثمہ ونقل ھنا عن الخلاصۃ ما یفید انہ قبضہ منہ بعد ما استاجر بطلت والا فلیکن التوفیق فتامل اور بہنے بحر الرائق سے نسبت بجوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح قول یہ ہی کہ ہان اجارہ باطل ہوجاتا ہی مالک کو اجارہ دینے سے اور ثابت رکھا ہی اس قول کو مصنف نے دہان اور اپنی شرح بن یہان خلاصہ سے وہ نقل کیا ہی جو اسکا مفید ہی کہ اگر موجر نے مستاجر سے اجارہ کی چیز قبض کی بعد اوسکے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہین تو باطل نہوگا تو اب تو دونون قولون مین اختلاف رفع ہوگیا اتفاق ہوگیا سو اسکو غور کرے ہم یعنی بطلان اجارۂ اولی کا قول بعدم قبض موجر پر محمول ہی اور بطلان کا قول قبض موجر پر محمول ہی محیط مین ہی کہ موجر نے مستاجر سے لیکر قبض نہین کیا تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہی وھل تسقط الاجرۃ ما دام فی یدہ الموجر خلاف مبسوط فی شرح الوھبانیۃ اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز موجر کے قبض مین ہی اسمین اختلاف ہی جو شرح وھبانیہ مین مشرح مذکور ہی وکلہ باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض ولو یسلمہا او لم یسلم الوکیل العین الموجرۃ الیہ او الی الموکل حتی مضت المدۃ فالاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق ورجع الوکیل بالاجر علی الآمر لنیابتہ عنہ فی القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل ویسا ہی کیا اور اوسپر قبضہ کیا اور وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم کی یہانتک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر ہی سو اسواسطے کہ وہ اصل ہی عقد کے حقوق مین اور وکیل اجر بھر لے سو کل امر کرنیوالے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے مین تو موکل حکماً قابض ٹھہر گیا ہم وکیل موکل سے اجرت بھر لے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا الحکم ان شرط الوکیل التعجیل الاجر وقبض الدار ومضت المدۃ ولم یطلب الآمر الدار منہ فانہ یرجع ایضا علی الصحیح وبہ افتی الآمر قابضا بقبضہ ما لم یظہر المنع اور اسیطرح حکم ہی اگر وکیل نے پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنیوالے نے اوس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ بھر لیگا بسبب ہی جانے موکل کے قابض وکیل کے قبض کرنے سے جب تک کہ وکیل کی جانب سے منع ظاہر نہو یعنی تا وقتیکہ موکل کو تصرف سے جارتہ رکھے وان طلب الآمر الدار منہ وابی الوکیل لتعجیل الاجرۃ لا یرجع لانہ ما حبس الدار بحق لعدم یدہ ونیابتہ فلم یصر للموکل قابضا حکما لانہ لیس فیہ الا الاجر اور موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے تو اب اجرت فقط وکیل پر رہگئی اور وکیل موکل سے پھر کچھ نہ لیسکیگا سو اسواسطے کہ جانے سے گھر کو بسبب حق حبس کے رکھا تو وکیل کا قبض ثابت نہ ہوا نہ باقی رہا تو موکل حکماً قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہوی وسلتحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہی دستاویز اور محضرون اور سجلون کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہی ہم قاضی پر حکم کرنا واجب ہی نہ لکھدینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہین کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ مبنی اجرت اوسپر شخص اسقدر لکھنے پر لینے ہون او مسیقدر قاضی بھی اجرت لے اپنے علو منصب سے زیادہ طلبی نکرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی لان الواجب علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع ھذا الکف اولی احترازا عن القلیل والقال وصیانۃ لما ھو الوجہ عن الابتذال ہزا للہ تمامہ فی فتاوانا الوھبانیۃ پس قاضی فتوے دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہی فتوے لکھدینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہی

قاضی کو اخذ اجرت پر تحریر دستاویز میں متعدد اجرت دیگر ان جائز ہے لیکن نگرانی افضل ہے ۱۲

نہ اوانگلیون سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل اور قال ہی بچے اور آبرو اہتیاں سے محفوظ رہے کذا فی الخزانۃ اور پورا بیان اسکا جو بانیہ کی کتاب القضا میں ہے وفی الصیرفیۃ حکم وطلب اجرۃ لیکتب شہادۃ جاز وکذا یفتی فی البلدۃ غیرہ وقیل مطلقا لان کتابتہ لیست بواجبۃ علیہ اور صیرفیہ میں ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھدے تو جائز ہے اور یہی حکم مفتی کا اگر اوس شہر میں اوسکے سوا اور کوئی بھی فتوے دینے والا نہو یا نہو مطلقاً طلب اجرت تحریر شہادت پر جائز ہے اسواسطے کہ لکھنا واجب نہیں مفتی پر جیسا طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی کے دستخط یا مہر والا بیان تو گفتگو قاضی میں ہے نہ شاہدین اور فراموش نکیجیو جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا تعدد کتابت غیر قاضی جائز ہے زیادہ وفیہا استأجر لیکتب لہ لعویذ لاجل السحر جاز ان بین لہ قدر الکاغذ والخط والمکتوب اور صیرفیہ میں ہے ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اوسکے واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھدے تو جائز ہے اگر اوس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے ہم اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہو گئی تو معلوم ہو گیا اسقدر سطور کی اوسمیں گنجایش ہے باعتبار غرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونیکا معاف ہے اور ظاہر الخط سے مراد عدد سطور ہی اسواسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہیں تو اس صورت میں لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہیں اور لفظ مکتوب بمنع القضاء میں صیرفیہ کی نقل عبارت میں نہیں ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھ لیتے ہیں کذا فی الطحطاوی المستأجر لا یکون خصما لمدعی الاجارۃ والرھن والشراء الا ان الدعوی لا تکون الا علی مالک العین ساجر مدعا علیہ نہیں ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہیں ہوتا مگر مالک عین پر اور مساجر تو مالک نہیں ہم مثلاً ایک گھر زید نے کرایہ لیا سو دوسرے شخص نے دعوے کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ میں ہے یا میرے پاس گروی ہے یا میں نے اسکو خرید کیا ہے تو اسکی جواب دہی مالک سے متعلق ہوگی زید سے بخلاف المشتری والموھوب لہ للکھا العین برخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونوں کے یعنی مشتری اور موہوب لہ عین کے مالک ہیں پس وہ مدعا علیہ ہو سکتے ہیں اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوے کے وھل یشترط حضور الآجر مع المشتری قولان اور کیا حاضر ہونا موجر کا مشتری کے ساتھ دعوے اجارہ میں شرط ہے اسمیں دو قول ہیں ایک قول میں شرط ہے اور دوسرے قول میں نہیں وتصح الاجارۃ وفسخھا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون کل واحد مما ذکر مضافا الی الزمان المستقبل کآجرتک او فاسختک راس الشھر صحیحا اور صحیح ہے اجارہ اور اوسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور ضامنی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کیواسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف جب کہ ہر ایک اسمیں مذکورہ سے زمان مستقبل کیطرف مضاف ہوں چنانچہ میں نے تجکو اجارہ دیا یا تجھسے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ میں تو صحیح ہے بالاتفاق ہم ایصائی مثال یہ ہے کہ میں نے فلانے کو کسی اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہے میری موت کے بعد تمرتاشی نے ھدایہ سے نقل کیا کھایت اور اذن فی التجارۃ بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی لا الیمین مضافا للاستقبال کل من کان تملیکا للحال مثل البیع واجارۃ وفسخہ والقسمۃ والشرکۃ والھبۃ والتکاح والرجعۃ والصلح عن مال وابراء الدین وقذف متعرقۃ الیمین صحیح نہیں مضاف بزمان مستقبل جو تملیک فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اوسکی اجازت اور فسخ کی اور مانند قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن مال اور ابرا دین سے اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات میں ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی اور صلح میں داخل ہیں کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکل گئی اسواسطے کہ اوسکی اضافت بزمان مستقبل کیطرف صحیح ہے مرادا جو المثل نے نفسہ

من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخها وما لم یفسخ کان علی المستأجر المسمی بالغ ما بلغت اجرت مثل زیادہ ہوگئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اسکو فسخ کرے متولی کو اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہوا اور جب تک متولی فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی یہی قول کافی کا نتوے ہو فسخ العقد بعد تعجیل البدل فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی من مال المبدل صحیحا کان العقد او فاسدا لو العین فی ید المستأجر فلیحفظها موجر نے عقد اجارہ فسخ کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز روک رکھنا جائز ہی یہاں تک کہ عوض کا مال بھر لے خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ میں ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولا فی فارغا عمر فی الفارغ فقط الا المشغول کعامر لکن حر محشی الاشباہ ان الراجح صحة اجارة المشغول ویؤمر بالتفریغ والتسلیم لکن فیه ضرر فله فسخها فتنبه اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہو فقط خالی چیز میں نہ مشغول میں چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی ہو کہ قول راجح یہ ہو کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہی اور موجر کو امر ہوگا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا اور تسلیم کا جب کہ خالی کرنے میں ضرر نہو تو اوسکو اوسکا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہی سو خبردار رہنا استاجر شاة ولدها او جدیا لم یجز لعدم العرف بکری اجارہ لی اپنے لڑکے کے دودھ پلانے کو یا اپنی بکری کے بچے کے دودھ پلانے کو تو اجارہ جائز نہیں لیسبب عدم رواج کے المستاجر فاسد اذا اجر صحیحا لا لو بعد قبضه فی الاصح مینه وقیل لا وتقدم الکل وکل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ صحیح دے تو اجارہ جائز ہی اگر اجارہ دیا بعد اوسکے قبضہ کرنے کے قول اصح میں کذا فی المینہ اور قول ضعیف میں اجارہ مذکورہ صحیح نہیں اور سب مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ میں مذکور ہیں **فروع** مسائل ملتقط شارح کے اعلم ان المقاطعة اذا وقعت بشروط الاجارة فهی صحیحة لان العبرة للمعانی وقد مناه فی الجهاد وبیانه کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطوں کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہی بواسطے کہ اعتبار معانی کا ہی نہ خشک لفظ کا اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الجہاد میں ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے بطور معافی کے اسطرح کہ بادشاہ کے ہیں نے تجکو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اسقدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہی معنی کذا فی الطحطاوی صح استیجار قلم وبیان الاجر والمدة صحیح ہی اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استأجر شیئا لینتفع به خارج المصر فانتفع به فی المصر فان کان ثوبا لزم الاجر وان کان دابة لا ایک چیز اجارہ لی تا اوس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جاکر پھر اوسنے شہر ہی میں فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا ہو تو اجرت لازم ہوگی اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہیں ساقطها ولم یرکبها لزم الاجر الا لعلفه رهبا مستاجر جانور کو بانک لیگیا اور اوسپر سوار نہوا تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر جانور میں کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلاً اوسکی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہیں یعنی سواری کیواسطے اجارہ لیا اور سوار نہوا تو اوسکا تصور ہی اخطأ الکاتب فی البعض ان الخطأ فی کل ورقة خیران شاء اخذه واعطی اجر مثله او ترکه علیه واخذ قیمته کاتب چوک گیا بعض سطرین اگر خطا ہر ورق میں ہو تو لکھا نہوا لا مستاجر جاہے تو اوسکے اور اوسکی اجرت مثل دے اختیار ہی اور کاتب سے قیمت کاغذ اور روشنائی کی لے کذا فی الولوالجیہ وان فی البعض اعطاه بحسابه من المسمی اور اگر خطا بعض ورقوں میں ہو تو اوسکو اجرت معینہ دے اوسکے حساب کے موافق یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہوں اوسکی اجرت تو ٹھہرانے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہوں اوسکے موافق اجرت مثل دے کذا فی الطحطاوی والصیرفی یاجر الظلمات الزیادة فی الکل استرد الاجرة وفی البعض بحسابه صراف نے پرکھائی کی اجرت لی جبکہ کھوٹا ہو مناسب یہ ہم یاد نا نہیں ہوگا تو اوس اجرت پھیر لیجائیگی یا بعض کے کھوٹے ہونے میں اوسکے حساب سے واپس دیدیگا دلنی علی کذا فله کذا فله اجر مثل ان مشی لا لجله اگر مجکو فلانی چیز بتاوے تو اوسکے واسطے اجرت ہی سو اوسکو بتائی تو بتانیوالے کیواسطے اجرت مثل ثابت ہی اگر بتانیوالا چند قدم چلا ہو بتانے کیواسطے دلنی علی

کذا فلہ کذا فھو باطل ولا اجر لہ اذا عمل ۔ ہو شخص مجکو فلانی چیز بتاوے تو اوسکے واسطے اتنی اجرت ہو تو یہ باطل ہو اور بتانے والے کیواسطے کچھ اجرت نہیں مگر جب کہ موضع دلالت معین کرے ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہو کہ اجارہ مذکور بلفظ ان شرطیہ صحیح ہو اور بلفظ متی صحیح نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہم اسواسطے کہ طحطاوی نے مراقی سے یوں نقل کیا ہو کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہو گئی سو اوسنے کہا کہ جو مجکو دلالت کرے اوسپر تو اوسکے واسطے اتنی اجرت ہو تو اوسکی دو صورتیں ہیں اگر اوسنے یہ کلام بر سبیل عموم کے کہا اس طرح کہ من دلنی یعنی جو شخص کہ مجکو بتاوے تو اجرت باطل ہو اسواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہیں ہو جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نہ ملیگی اور اگر بر سبیل خصوص کے کہا یعنی اسطرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجکو فلانی چیز بتاوے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہو تو اگر وہ شخص بتلانے کیواسطے چلا اور اوسنے دلالت کی تو اوسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کے سبب سے نہیں بلکہ چلنے کے سبب سے چلنا ایسا عمل ہو جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہو تعدا جارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہیں لہذا اجرت مثل واجب ہوگی نہ اجرت معینہ اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص میں برابر ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہونے نفظ ان اور من کی تعبیر پر ہا اور شباہ کی بھی عبارت بزازیہ کے مانند ہو کذا فی الطحطاوی واستاجر لحفر حوض عشرۃ فی عشرۃ وبین العمق فحفرہ خمسۃ فی خمسۃ کان لہ ربع الاجر الکل من الاشباہ کا اجارہ لیا وہ درد ہ حوض کے کھود نیکا اور اوسکا عمق بیان کر دیا مثلاً ہاتھ بھر کا اور اسمزدور نے پنج در پنج کھود ا تو اوسکے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہیں ہم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ دہ در دہ یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کی تہائی ہاتھ کسر ہوتے ہیں تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ کسر ہوئے اور پچیس چوتھائی ہی سو کی تو چوتھائی عمل پچھتائی اجرت لازم ہوئی معلوم ہوا کہ اجسام میں ضرب معتبر ہی مثل طلاق میں کذا فی الطحطاوی وفیہا جاز استیجار طریق للمرور ان بین المدۃ قلت وفی حاشیتھا عن اقی لیھا وھو المختار سترہم مجمع اور اشباہ میں ہو کہ جائز ہی اجارہ لینا راہ کا چلنے کیواسطے اگر مدت مرور بیان کیجاوے میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہو کہ یہ صاحبین کا قول ہی اور یہی مختار ہو کذا فی شرح المجمع ہم جواز اجارہ طریق اوس صورت میں ہی جب کہ طریق ایک شخص کی ملک میں ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاختیار من دلنا علی کذا اجاز لان الاجر یتعین بالاشارۃ اور ہنیاہ میں ہو مستاجر نے کہا کہ جو شخص ہمکو فلانی چیز بتاوے اوسکا اتنا اجرت ہی تو جائز ہی اسواسطے کہ اجر متعین نہ ہوتا ہو اوسکے بتانے سے ہم اور اسیطرح سیر المکیین میں ہو اور عنقریب مذکور ہوچکا کہ مراد یہ ہو کہ اس کلام کا مخاطب معین ہو اور اسکی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا اجر کا اوسکی دلالت کے اس مراد پر دلالت کرتا ہو کیونکہ اجرت مسمے مراد ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایۃ داری لک اجارۃ ھبۃ صحت غیر لازمۃ فلکل منھما ولو بعد القبض فلیحفظ اور اتقانی کی غایۃ البیان میں ہو کہ میرا گھر تیرے واسطے اجارہ ہی ہبہ تو اجارہ ہی ہبہ لازم نہیں ہوتا ہو جرا ور مستاجر ہر ایک کو اوسکا فسخ کرنا جائز ہی اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسیطرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضاً اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ یتفحصان وابن ھبیرۃ لزومھا بان علیہ الفتوی اور اجارہ مضافہ کے لزوم میں یعنی جو اجارہ کہ مضاف ہو زمان مستقبل ہو اوسکے لزوم میں دو قول صحیح ہیں اور عدم لزوم کے قول کی اسطرح تائید کی گئی ہو کہ عدم لزوم پر فتوے ہو کذا فی الملتقی الاجتبی اجارۃ البناء وعن محمد یجوز لو منتفعا بہ بکذا رو مستقبلۃ و بہ یفتی اور مجتبے میں ہو کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہیں اور محمد سے ایک روایت میں اجارہ مذکورہ جائز ہی اگر عمارت سے نفع حاصل ہو چنانچہ دیوار اور چھت وہی قول پر فتوے ہم خلاصہ میں کہ فتوے اسپر کہ زمین کا اجارہ بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین کے صحیح ہو کذا فی الطحطاوی ومنہ اجارۃ بناء حالۃ وکرہ اجارۃ اضعاف اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا اور اسکی زمین کا اجارہ ہم مختارات النوازل میں ہو کہ بنا رکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ میں کچھ مضائقہ نہیں اور وہاں کی زمین کی بیع امام کے نزدیک مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی

اور امام سے بھی ایک روایت ہمکذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ لعبد البر وفی الوہبانیۃ وفی الکلب والبازی قولان والبناء کالقرار فخالف الکبیر توجیہ ۔ اور وہبانیہ میں بازاور کتے اور بازکے اجارہ میں اختلاف ہی جیسے کہ مکہ معظمہ کی عمارت میں اختلاف ہی اسواسطے کہ وہاں کی زمین کا اجارہ نہیں ہوتا ہم کہتے اور بازمیں اگر مدت مذکور ہو تو بعضوں کے نزدیک اجارہ جائز ہی اور بلی کا اجارہ جو چوہا پکڑنے کیواسطے بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو وقع الدلال فی ثوب بالتلبیس یغلبہ لو راح لیس یضمن اور اگر دلال نے وہ کپڑا جسکو خرید نے کیواسطے لیکر پھرتا ہی تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جائے تو دلال ضامن نہیں ومن قال قصوری ان اسافر فانا فلانی کذا او جس مستاجر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہی کہ سفر کروں سو اجارہ کو فسخ کرتا ہوں اوسکو قسم دے یا اوسکے رفیقوں سے سوال کرنا وہ بیان کردیں ہم یعنی اگر مستاجر سفر کرنیکا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہیں کریگا فسخ اجارہ کیواسطے حیلہ انکیری کرتا ہی تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمہارے ساتھ مستاجر بھی مستعد سفر ہی یا نہیں اگر وہ کہیں ہاں تو عذر فسخ ثابت ہوگا ویفسخ من ترک التجارۃ ما اکتری ۔ ولو کان فی بعض الطریق ومؤجر لہ فسخہا لو فات منہا معین ۔ واطلق فیقوم وبالضعف یفتی ۔ اور ترک تجارت سے فسخ ہوگا اجارہ اس جانور کا جسکو سوداگر نے کرایا۔ لیا اگر یہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہوا اور موجر کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہی اگر معین اونٹوں کے اجارہ میں ایک معین اونٹ مرجائے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہی یعنی خواہ اونٹ معین ہوں خواہ غیر معین بہر صورت فسخ جائز ہی اور یہ قول ابو یوسف کا نصف کے ساتھ مذکور ہی یعنی قول ضعیف ہی اور ہم عمل کے نہیں ہم یعنی اگر موجر نے معین اونٹوں کا کرایہ کیا سواری یا مدبجھا لادنے کو پھر اونٹ مرگئے تو اجارہ فسخ ہوگیا اور اگر بلا تعیین اونٹوں کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اب مرجانے سے اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ خاص اونٹوں پر واقع نہیں ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لادے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہی اسکی کچھ حاجت نہیں سواسطے کہ اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہی متعین کی موت سے کذا فی الطحطاوی والبحر ذی ضعف من الکل جائز ۔ ولو ان اجر المثل مرفوا الکثر واجارہ دینا بہار کا تمام مال سے جائز ہی اگرچہ اجرت مثل اسکے اجر معین سے زیادہ تر ہو ہم صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص کا ہمکی مال مثلاً پانچ اونٹ ہیں اور وہ شخص بیمار ہوا موت ہوا اور اسپر دیون ہیں اور اسکے وارث ہیں سو بیمار مذکور نے پانچوں اونٹ اجارہ دیے اجرت مثل سے کمتر کو تو اجارہ مذکور جائز ہی اسواسطے کہ بیمار کا وہ تصرف جائز نہیں جسمیں ارباب دیون اور وارثوں کا حق متعلق ہوا اور اونکا حق تو اعیان سے متعلق ہی نہ منافع سے اب اسواسطے کہ منافع بیمار کی باقی تین ہتے تا تعلق حق مقصود ہو کذا فی الطحطاوی عن عبد البر تصرف ومن مات مدیونا واجر عقارہ فوفا للمستاجر الحبس اجدا اور جو شخص دیون پر مرگیا اور اوسنے اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اوسکی اجرت مثل سے بھی تو مستاجر کو جبس لائق ترہم یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر سے منافع کریگا بعد اسکے ارباب دیون اوس میں سے جو چاہیں اپنا تصرف کرینگے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہی غلام مکاتب کے احکام میں مناسبتہ للاجارۃ ان فی کل منہما ملک الرقبۃ لشخص ومنعتہ لغیرہ ۔ کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارۃ سے یہ ہی کہ دونوں میں رقبہ ایک شخص کا مملوک ہی اور منفعت اوسکی غیر شخص مذکور کی ہم مکاتب رقبہ مولے کا مملوک ہی اور اجارہ میں رقبہ مؤجر کا مملوک ہی اور منفعت مستاجر کی الکتابۃ من الکتب وہی جمع الحروف فسمی بہا لان فیہ ضم حریۃ الی الرق الکتاب لغت میں کتب بالفتح سے مشتق ہی اور کتب عبارت ہی حروف کے جمع کرنے سے عقد کتابت کو کتابت اسواسطے نام رکھا کہ اسمیں حریت مدبر حریت رقبہ کے ساتھ ملاتا اور جمع کرتا ہم یہ ہی سمجھا شارح جون کہتا کہ کتب عبارت ہی جمع سے یعنی جمع حروف کہ کتابت اسواسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہی نہ کتب کی مصنف نے منح الغفار میں کہا کہ مکاتب ہم مفعول ہی کاتب مکاتبہ سے اور بولے مکاتب ہی کہ کتابت اور وصل اوسکی کتب سے ہی اور کتب عبارت ہی جمع سے اور اوسکی ہی کتبہ یعنی طائفہ مجتمعہ لشکر کا اور اوسی سے ہی کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہی ابواب وفصول کی اور اوسی سے ہی کتاب یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع ہی حروف کی اور اوس عقد کا کتابت اور مکاتبہ اسواسطے نام رکھا کہ اسمیں غلام ہی حریت مدبر حریت رقبہ کے ساتھ یا اسواسطے کہ اسمیں دو قسطین یا زیادہ مجتمع ہوتی ہیں یا اسواسطے کہ غلام اور مولے دونوں

الکسب یعنی ان اور یہی وجہ اخیر ظاہر ترجمہ اقوی ومشہر عاجز ہر المملوك یدہ ای من جهة التصرف والاکساب ومنافع الاعضاء القبول حتی لو اداہا اصلا اصحتی حال اور شرع میں کتابت عبارت ہے مملوک کے فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور مولیٰ کی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت کے ادا کرنیکے وقت تو بلکہ عقد کتابت کے فی الحال بدل کتابت ادا کرے تو وہ آزاد ہو جائیگا یعنی جب مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھکو مکاتب کیا سو درہم مثلاً یعنی اگر سو درہم کما لاوے تو آزاد ہو جاوے تو بجز اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح آزاد لوگ خرید فروخت اور نوکری چاکری میں بطور خود تصرف کرتے ہیں ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اسمیں مولے کے اذن کی حاجت نہیں اور جب سو درہم ادا کریگا تو اوسکی ذات آزاد ہو جائیگی تو مکاتب عبد اور حر دونوں سے مشابہ ہے عبد سے اسواسطے مشابہ ہے کہ ہنوز اوسکی گردن آزاد نہیں تا وقتیکہ بدل کتابت ادا کرے اور حر سے اسواسطے مشابہ ہے کہ آزادوں کی طرح تصرف کرتا ہے اور اپنی کمائی کا مالک ہوتا ہے وسمی الکتابة ایجابا والقبول بلفظ الکتابة اوما یؤدی معناہا اور کتابت کا رکن ایجاب اور قبول ہے لفظ کتابت یا جو لفظ کہ موصل معنی کتابت ہو ہم معنی کتابت ہو مثلاً مولی کہے غلام سے کہ میں نے تجھکو مکاتب کیا یا تیرے سانہ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے اور ہم معنی کتابت کی یہ مثال ہے کہ مولے کہے کہ میں نے تجھپر ہزار درہم مقرر کیے تو اوسکو ادا کر یا تو ان کے مجھکو ہزار درہم ہر مہینے میں سو درہم کرکے ادا کر اور تو آزاد ہو ایجاب قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہو گئی اور لفظ کتابت کی قید سے معاق علی المال خارج ہو گیا اور قرینی معنوی یہ ہے کہ مکاتب عجز سے پھر رقیق ہو جاتا ہے معلق علی المال وشرطها کون البدل المذکور فیها معلوما فی سن او جنسه کون الرق فی المحل قائما اور کتابت کی شرط ہونا ہے اوس بدل کا جو کتابت میں مذکور ہو معلوم القدر والجنس اور ہونا رق کا محل میں یعنی ذات مملوک میں قائم ہو اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہ ہو تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہے پس اسکا بدل حالی ہو یا منجم اسقطت تلک الدرر لانه منجما او موجلا لصحتها بالحال ہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح ہونے کتابت کے فی الحال کے اور کرنے سے ہم یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہیں منجم اور موجل میں فرق یہ ہے کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہے جسکی کئی قسطیں ہوں مثلاً ہزار درہم کی دس قسطیں ہر سو درہم کی ہر ایک مہینہ وحکمها فی جانب اهل انقضاء النجم فی الحال و تبوت الحریة فی حق البعض لا الرقیة الا الادا اور کتابت کا حکم یعنی اثر مرتب غلام کی جانب میں دور ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور ثابت ہونا آزادی کا تصرف کرنے کے حق میں نہ کہ دین کے حق میں ادا سے بدل کتابت سے وفی جانب المولے ثبوت ولایة مطالبة البدل فی الحال ان کانت حالة والملك فی البدل اذا قبضه وعود الملك اذا عجز اور اثر مرتب مولے کے جانب میں ثابت ہونا مطالبہ بدل کی فی الحال اگر کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جب کہ اوسپر مولے قبض کرے اور غلام کا پھر تا مولے کے ملک کیطرف جب کہ وہ ادا سے بدل کتابت سے عاجز ہو کاتب قنه ولو القن صغیر العقل بمال حالی فقه کله او موجل کله او منجم ای مقسط علی اشهر معلومة او قال جعلت علیك الفا تؤدیه نجوما او نهاكن او آخرها كذا فان ادیته فانت حر وان عجزت قنن وقبل العبد ذلك منه وصار مكاتبا لاطلاق قوله تعالی فكاتبوهم كاتب کیا اپنے غلام کو اگرچہ غلام لڑکا صغیر ہو کہ خرید فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا ہو فی مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال فقہ ہو یا سب مال موجل ہو یعنی اوسکی قسطیں مقرر ہو گئی ہوں معین مہینوں پر یا مولے نے یوں کہا کہ میں نے تجھپر ہزار درہم مقرر کیے جبکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہے اور آخر قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کرے گا تو آزاد ہے اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو غلام ہو اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتب ہو جائیگا بسبب مطلق ہونے حق تعالے کے اس قول کے کہ فکاتبوهم پس تم غلاموں کو مکاتب کرو ہم یعنی امر قرآنی غلام صغیر اور کبیر اور مال فقہ اور موجل اور منجم سب کو شامل ہے والامر للندب

علی الصحیح اور امر کتابت کا استحباب پر گو ہوسکے ہر بنا بر قول صحیح کے وجوب پر کیواسطے چنانچہ وہ ظاہری کا مذہب ہے اور اباحت کا بتایا بعض علماء حنفیہ صحیح ہیں والمراد بالخیر ان لا یضر بالمسلمین یعنی خیر سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو غلام ضرر نہ پہونچاوے آزاد ہونیکے بعد ہم یعنے جو قرآن شریف میں مذکور ہے کہ اگر تم انہوں میں خیر سمجھو تو انکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم ضرر مسلمین ہے قولی یضر فالافضل ترکہ تو اگر آزاد ہونیکے بعد مسلمانوں کو ضرر پہنچاوے تو افضل یہ ہے کہ اسکو مکاتب نکرے ولو فعل صح اور اگر باوجود اسکے مکاتب کریگا تو صحیح ہوگا کما لو کاتب نصف عبد لا جاز فی نصفہ الاخر ماذون لہ فی التجارۃ وارادمنعہ لیس لہ ذلک کما یبطل علی العبد حق العتق وتمامہ فی التاتارخانیہ اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتب کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ماذون لرئی التجارۃ ہوگا اور اگر مولے اوسکو منع کرنا چاہے تو اوسکو جائز نہیں تاکہ غلام کا حق عتق باطل نہو جائے اور پورا بیان ہمکا تاتارخانیہ میں ہے واذا صحت الکتابۃ خرج من یدہ ودون ملکہ حتی یؤدی کما بدل لحدیث ابی داؤد والمکاتب عبد ما بقی علیہ درہم اور جب کہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکل گیا مولے کے ہاتھ سے یعنی اوسکے تصرف سے نہ اوسکی ملک سے یہانتک کہ تمام بدل کتابت ادا کرے بدلیل حدیث ابوداؤد کہ مکاتب غلام ہے جبتک اوسپر ایکدرہم باقی رہے ہم اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور یہی پر عمل ہے علماء مصار کا ثم فوسع علیہ بقی لہ وعزم المولے العتق وملی مکاتبتہ لہ منعہ علیہ پھر مصنف نے خروج تصرف مولے پر تفریع کی ہے اس قول سے اور نا داں دے مولے عتق قیمت کا اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولے پر ہم عقر آزاد عورت میں مہر مثل ہے اور لونڈی میں اوسکی قیمت کا دسواں حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسواں حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود واوجبنا علیہا فانہ یلزم ارشہا یا مولے مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اوسکو قتل کرے تو اوسکی دیت کا تاوان دے اوجبنا علیہا ولہا یا مکاتبہ کے ولد کو مولے قتل کرے تو دیت دے اوقلت المولی ما لہا الا نبعقد الکتابۃ صار کل منہما کالاجنبی لغیر الاصل والعقود علی المولی للشبہۃ شمنی یا مولے مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اسواسطے کہ عقد کتابت کے سبب سے مولے اور مملوک ہر ایک اجنبی کی مانند ہوگیا ہاں بہ التبہ ہر کہ مولے پر حدود میں وطی سے اور قصاص میں قتل سے بسبب شبہ ملک کے کذا فی الشمنی ولو اعتق عتق مجانا لاسقاط حقہ اور اگر مولے مکاتب کو آزاد کردے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولے کا حق ہی سو اوسکو اوسکے اسقاط میں اختیار ہے بلا خذ بدل وفسہ ان کاتبہ علی خمر او خنزیر لعدم ملکیتہ فی حق المسلم فلو کان مسلمین جاز وفاسد ہوگی کتابت اگر مولے نے غلام کو مکاتب کیا شراب پر اوسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق میں تو اگر مسلمان اور غلام دونوں ذمی ہوں تو کتابت مذکورہ جائز ہے ہم کتابت جائزہ اور فاسدہ میں فرق یہ ہے کہ فاسدہ میں مولے کو اختیار ہے کہ اوسکو پھر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کردے بدون رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ میں بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز نہیں اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونوں میں بلا رضامندی مولے کے فسخ جائز نہیں کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمۃ نفس العبد بالغۃ القدر یا کتابت فاسدہ ہو اوسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول ہونے اوسکی مقدار کے ہم یعنی قیمت کی مقدار مجہول چیز ہے سو بسبب یہ تفاوت بین قیمت کرنیوالے مختلف ہوتے ہیں او علی عین معینۃ لغیرہ الجز عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسدہ ہو غیر شخص کی معین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ہم معین کی قید سے نقود خارج ہوگئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہے سو اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ میں نقود متعین نہیں ہوتے کذا فی الطحطاوی او علی ما تختلف بہ قیمتہ کعبد او فرس مبہم او حمل جاریتہ یا کتابت فاسدہ سو دینار پر تاکہ اوسکا مولے اوسکو ایک غلام نابالغ غیر معین ہمپر دے بسبب مجہول ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثناء نادر سے ممکن نہیں مگر باعتبار قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فہو ای عقد الکتابۃ فاسد فی الکل لما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتوں مذکورہ میں فاسد ہے ان وجوہ کے سبب جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی المکاتب الخمر عتق بالاداء وکذا

المختار لما لیتمها فی الجملة وصح فی قیمته بالغة ما بلغت یعنی قبل ان یقضی القاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور اسیطرح سور ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا بسبب مال ہونے شراب اور سور کے فی الجملہ یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک مال ہی اور کوشش کرے مکاتب مذکور اپنی قیمت مین جسقدر کہ اوسکی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اسکا معاملہ قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم بھی قیمت ادا کرنے سے قبل ابطال قاضی آزاد ہوگا اوسواسطے کہ قبل دفع مین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کا بعد مہ کتابت فی الظہاریہ و اعلم انه متی سمی مالا او فسدت الکتابة بوجه من الوجوہ الا مرتقص من المسمی بالبیان اور معلوم کر جبکہ مال مسمے ہوا اور کتابت فاسد ہو جاکسی وجہ سے وجوہ مفسدہ سے تو مال مسمے سے نقصان نکیا جائیگا بلکہ اوسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کتابته علی میتة ونحوها کالدم بطل العقد لعدم المالیة اصلا لعدم فلا یعتق بالادا ہ الا اذا حلفه بالله ما صح یمینا فیعتق للشرط لا للعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اوسکے جسنے خون پر تو کتابت باطل ہوگی اوسپر بسطے کہ مردار اور خون اصلا مال نہین کیونکے نزدیک تو مکاتب آزاد نہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولے مریض شرط کے ساتھ عتق کو معلق کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ہم لینے اگر مولے نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجھکو دے تو تو مکاتب ہی پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان بین جنسه فقط اسے لا نوعه وصفته وبین دی الوسط او قیمته وهو علیه او علی قیمته اور عقد کتابت صحیح ہی اوس جاندار پر جسکی فقط جنس بیان ہوئی نہ اوسکی نوع اور صفت اور مکاتب اوس جنس کا متوسط حیوان یا اوسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولے انکار کرے تو قبول قیمت پر اوسپر زبردستی ہوگی وصح ایضا ان کاتب کافر کاتب فیما کافر امثاله علی خمر لعامیته عند هما معلوما بقدر ما یسعی المثل او صحیح ہی کتابت مالک کافر سے بھی جسنے اپنا ساکافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن ادا نظر بہ بتالہ بدل معلوم ہو جاسے مجہول باقی نرہی شراب پر ہم بسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہی وہ ای مولی الکافر والعبد اسلم قیمة الخمر وعتق بعضها کالتعلیق عتقه باداء الخمر لکن معه ذلك یسعی فی قیمته کما مر ہا و مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کریگا تو شراب کی قیمت دینی اوسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اسکے غلام کو کوشش کرے اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصح ایضا علی خدمته شهرا مثلا ای للمولی ولغیرہ اور کتابت صحیح ہی ایک مہینے مولی کیخدمت یا غیر مولے کی خدمت پر بھی یا دو جزو یا بناء دار اذا بین قدر المعمول والاجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہی کو بین کھودنے پر یا گھر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جاسے کہ نزاع کو رفع کردے بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت کے کہ رکن ایجاب اور قبول ہی اور شرط معلوم ہونا بدل کا لانفسد الکتابة بشرط لشبهها بها لمنکاح ابتداء لا فهما معاوضة لغیر مال وهو التصرف کتابت فاسد نہین ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتدا کے اسواسطے کہ کتابت معاوضہ ہی غیر مال سے اور غیر مال تصرف غلام ہی ہم اگر مولے نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر سے باہر نجائے تو شرط باطل ہی اور عقد صحیح ہی اسواسطے کہ کتابت باعتبار ابتدا عقد کے نکاح سے مشابہ ہی یعنی جسطرح نکاح مین معاوضہ مال کا ہوتا ہی غیر مال سے یعنی تمتع سے اسیطرح کتابت مین بھی معاوضہ غیر مال سے ہی یعنی آزادون کا سا تصرف ہونا غلام کا تو جسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرط سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہین ہوتی الا ان یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبهها بالبیع انتهاء لانتهاء البدل فتعود الی کتابة شرط صاحب تنویر یعنی اگر شرط کتابت کے اندر واقع ہو تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اسواسطے کہ فساد بدل مین واقع ہوا ہی ہی قاعدہ کلیہ ہی صلب عقد مین شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سور پر کہ کتابت ہو گئی کتابت بیع سے اسواسطے مشابہ ہی کہ معاوضہ مال کا مال سے

انجام کار مین تو جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہی شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صلب عقد مین متمکن ہو **باب ما یجوز من المکاتب**

ان یفعل وما لا یجوز یہ باب ہی اُن افعال مین جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہی اور جو افعال کہ جائز نہین **للمکاتب البیع والشراء ولو نسیئۃ** مکاتب کو خرید فروخت جائز ہی اگرچہ خرید فروخت بنقصان قلیل ہو ہم اسواسطے کہ سوداگرون کا طریقہ یہ ہی کہ ایک صفقہ مین گاہی نقصان قبول کرتے ہین تاکہ دوسرے مین فائدہ حاصل کرین کذا فی الدرر **والمستحق بشرط المولی بعد مه** اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہی اگرچہ مولے کے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اسواسطیکہ سفر مین سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہی تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا **وتزویج امته وکتابته عبدا** اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اجنبی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی ہم اسواسطے کہ نکاح سے مہر اور نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت توسیع کے مانند نافع ہی بلکہ اوس سے زیادہ تر **والی لام له ان ادی الثانی بعد عتقه** اور ولا یعنے میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے ہی اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے مکاتب اول کے آزاد ہو جانیکے بعد **ولا بان اداه قبله او ادیا معا فلسیه** اور مکاتب ثانی نے ادا کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اسطرح کہ قبل اوسکی آزادی کے ادا کیا یا دونون نے ساتھ ہی بدل کتابت ادا کیا تو اوسکا مولے یعنے پہلا مالک دونون مکاتبون کی میراث لیگا **لا التزوج بغیر اذن مولاه** مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولے کی اجازت کے بدون جائز نہین یعنی سواسطے کہ یہ اکتساب مین داخل نہین اور اجازت مین مولے کا ضرر بھی ہی کہ مہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا **ولا الهبة ولو بعوض ولا التصدق الا بیسیر منهما** اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہی اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہی مگر ہبہ قلیل اور خیرات کثیر جائز ہم دونون ہی ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہی اور طعام موجود سے ضیافت یسیرہ درست ہی **ولا التکفل مطلقا ولا بان مولاه بنفس کتابته تبرع** اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہی مطلقا اگرچہ مولے کے اذن سے حاضر ضامنی کرے اسواسطے کہ ضامنی تبرع ہی اور مکاتب تبرع کا اہل نہین ہی **ولا اقراض واعتاق عبده ولو بمال** اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہی اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو **وبیع نفسه منه** اور بیچنا جائز ہی غلام کی ذات کا غلام سے اسواسطے کہ یہ فی الحقیقہ اعتاق علی المال ہی **وتزویج عبده بمنفعته بالمهر والنفقة** اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہی بسبب ناقص ہو جانے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم ہونے سے ہم مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست ہی نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے **واب ووصی وقاض وامینه فی رقیق صغیر تحت حجرهم کمکاتب فیما ذکر** اور باپ اور وصی اور قاضی اور اوسکا امین اوس صغیر کے غلام مین جو اونکی پرورش مین ہی مکاتب کی مانند ہین تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی مین یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اوسکے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی اور عتاق عبد اور عبد کو اوسکے ہاتھ بیچنا اور غلام کا نکاح کر دینا جائز نہین **بخلاف مضارب وماذون وشریك ولو مفاوضة علی الاشبه لعجزه** تصرفهما بالتجارة بخلاف مضارب اور عبد ماذون اور شریک کے اگرچہ شرکت معاوضہ ہونا بر قول اشبہ یعنی مضارب اور ماذون اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہین ہم اسواسطے کہ اونکا تصرف تجارت مین مخصوص ہی اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونون کو شامل ہی **ولو اشتراه اباه او ابنه یکاتب علیه تبعا لمولاه قرابة الولاد لا غیر** اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اوسکی کتابت مین داخل ہوگا قرابت کی رعایت اوپر بیٹے سے قرابت ولادت مراد ہی اور قرابت سوا اوسکے ہم یعنی جبکہ مکاتب آزاد ہو گا اور بدل کتابت سے نوا اوسکا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب اور بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت **ولو اشتری محرما غیر الوالد کالاخ والعم لا یکاتب علیه خلافا لهما** اور مکاتب نے اپنے محرم غیر والد کو خرید کیا چنانچہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت مین داخل نہوگا برخلاف مذہب صاحبین کے کہ اونکے نزدیک داخل ہوگا **ولو اشتری**

ام ولد لا مع ولدہا منہا وکذا الواشتراہا کما مر شارحہ قولہ بخلاف بیعہا للتبعیۃ قولہ ولدہا ولکن کاتبتہ اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد کو اپنے اُس فرزند کے ساتھ جو اوسکی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہوگی اور ولد اپنے ولد کے تابع ہو ولیکن فرزند کی کتابت میں داخل نہوگی ام ولد کے تابع ہو یعنی جسطرح ولد کی بیع جائز نہیں اوسیطرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے درست نہیں اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہوا کہ ام ولد کو اوسکے ولد سے نہ آزاد کرو یا فلا تعتق بعتقہ ولا یفسخ نکاحہ لانہ لم یملکہا فجاز ان یملک احدہما دون الآخر النکاح تو ام ولد آزاد نہوگی اوسکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اسواسطے کہ وہ اوسکا مالک نہیں ہوگیا تو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولد کی ولی کرے مالک نکاح کے سبب سے نہ مالک یمین کے سبب سے وکذا للمکاتبۃ اذا اشترت بعلمہا اور اسیطرح لونڈی مکاتبہ کا نکاح فسخ نہوگا جبکہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اوسکے شوہر کو اوسکی ولی مالک نکاح جائز ہے غیران لہا بیعہ مطلقا لان الحرمۃ لتبعیۃ من جہتہا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتبہ کو شوہر مذکور کی بیع مطلقا جائز ہو اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہیں ہوا ہم یعنے برخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنے ام ولد کو خرید کریگا ولد کے ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے ظاہر یہ ہوا کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے کذا فی الظہیریۃ وی ولو ملکہما بدون الولد جاز لہ بیعہما لانہما اور مکاتبہ اپنے ام ولد کا مالک ہو بدون ولد کے تو اوسکو اُم ولد کا بیچنا چاہیئے برخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ فیکاتبہما علیہ تبعا لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اوسکی لونڈی سے پھر اوسنے اوسکی فرزندی کا دعوے کیا تو فرزند بھی اوسکی کتابت میں داخل ہوگا باپ کی تبعیت سے ہم بخلاف اُسکے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز نہیں اوسکا جواب یہ ہے کہ نسب ملت پر موقوف نہیں چنانچہ اپنے فرزند کی لونڈی کی وطی میں باوجود شرک لونڈی کی ولی میں ونہ صورت ادعا نسب ثابت ہوتا ہے حالانکہ وطی حلال نہیں وکان کسبہ لہ لانہ کسب کسبہ اور مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کا کسب اپنی فرزند کے کسب ہو یا یہ کا تو فرزند کی کمائی مکاتب کی کمائی ہوئی زوج المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبہما فولدت فدخل فی کتابتہما فولدہا وکسبہ وقیمتہ لو قتل لہما لان تبعیتہما اولی ترجیح مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح کردیا اپنے غلام سے پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت میں داخل ہوگا اور اوسکی کمائی اور اوسکی قیمت اگر اوسکو کوئی قتل کر ڈالے مکاتبہ کی ملک ہے اوسکے شوہر کی اسواسطے کہ مالکی تبعیت غالب تر ہے باپ کی تبعیت سے ہم وجہ رجحان یہ کہ مولود میں وہ صفات شرعیہ جو مان میں ثابت ہیں چنانچہ تدبیر اور سعایۃ اور حریت اور ملک سرایت کرجاتی ہیں کذا فی الظہیریۃ ومکاتب اوماذون لکم امۃ زعمت انہا حرۃ باذن مولاہا متعلق بکم فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد لانہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون نے اپنے مولے کے اذن سے نکاح کیا اوس لونڈی سے جسنے اپکو آزاد ظاہر کیا پھر اوسکے لڑکا پیدا ہوا مکاتب یا ماذون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر نکلی تو لڑکا غلام ہوگا لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو اوسکا لینا قیمت دیکر جائز نہیں بخلاف محمد اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکھا کھانے والے کا فرزند ہوا ہم محمد کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اوسکو دھوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن اوسکے تزویک قیمت دینا مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونیکے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العنایۃ وخصصا المغرور بالحر باجماع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہو جائے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب یا ماذون واستشکل الزیلعی اور زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہم وجہ اشکال یہ ہے کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہے مولے کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولے پر لازم ہوتا ہے اور اُس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولے مفروض ہے تو چاہیئے کہ مولے پر فی الحال قیمت لازم آوے نہ مکاتب پر اوسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اسکا جواب رازی نے یوں دیا ہے کہ مولے نے تو نکاح کا اذن اوسکے متعلقات یعنی مہر اور نفقہ کا

اذن دیا ہو تو غریب کھانے کا تو مولے اُس سے راضی نہو گا تو قیمت دینا موقوف ہے گا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی مختصراً واستثنی للمکاتب
اعۃ شراء فاسدا فوطئھا لتوھمھا ملکا او شراھا صحیحا فاستحقت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ قبل عتقہ علی المولی فی
کیا مبتلا بالاذن بالشراء اذن بالوطی ۔۔۔ اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خریدا فاسد کر کے پھر اوس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی فساد بیع کے سبب سے
یا اوسکو تجرید صحیح مول لیا یعنی پھر وطی کی سو وہ مستحق ملک غیر نکلی تو مکاتب پر عقر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اوسکے آزاد ہونے سے پہلے بسبب داخل ہونے
خریدفروخت کے اوسکے عقد کتابت میں اسوسطے کہ خرید کرنے کا اذن وطی کرنے کا اذن ہوگا لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہو خرید کی اور خرید موجب ہو
سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہو عقر کی تو کتابت ہی موجب ہوئی عقر کی اسوسطے خرید کا اذن نہیں اور وطی تجارت میں داخل نہیں کذا فی الطحطاوی
مختصراً والو وطیھا بنکاح بلا اذن اخذ بہ بالعقر منذ عتق ای بعد عتقہ ای بعد عتقہ لیس لہ فسخہ اور مکاتب نے لونڈی مذکور سے قربت کی بوا سطہ
اس نکاح کے جو اوسنے بلا اذن مولے کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائے گا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب داخل ہونے نکاح کے کتابت میں
چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولے جائز نہیں والماذون کالمکاتب فیھما فی الفصلین اور غلام ماذون مکاتب کے مانند ہے دونوں فصلوں میں
یعنی لونڈی مذکورہ کے شراء فاسد اور صحیح میں ونکاح کی صورت میں واذا ولدت مکاتبۃ من سیدھا فلھا الخیار ان شاءت مضت علی کتابتھا
وترکت فی العقر منہ او ان شاءت عجزت نفسھا وھی ام ولدہ ویثبت نسبہ بلا تصدیقھا لانہ ملکہ رقبۃ اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولے
تو اوسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جاوے اپنی کتابت پر یعنے اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولے سے عقر لے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کر لے یعنے ادائے بدل کتابت سے
عاجزی کا اقرار کرے اور مولے کی ام ولد ہو اور مولے کا نسب مکاتبہ سے بدون اوسکی تصدیق کے ثابت ہوگا اسوسطے کہ مکاتبہ مولے کی ملک ہے اگرچہ باعتبار
تصرف کے ۔۔۔ یعنی وہ مکاتبہ شخص ام ولد کا او مدبر کا صح وعتقت ام الولد تجانا بموتہ بالاستیلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا
تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اوس شخص کی موت سے بسبب استیلاد کے بلا ادائے بدل کتابت وسعی للمدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء او سعی فی کل المال بموت
سیدہ فقیرا لا یترک غیرہ ۔ اور سعی کرے مدبر مذکور اپنی قیمت کے دو ثلث میں یا جاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہو کر مرنے سے اسطرح کہ اوسنے
کچھ ترکہ نہیں چھوڑا سوائے اس مدبر کے ولو دبر مکاتبہ صح فان عجز بقی مدبرا والا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء او فی ثلثی المال بموت المولی معسرا
لا یترک غیرہ اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہوگیا پھر اگر وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو مدبر باقی رہے گا اور اگر عاجز نہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے
اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے میں اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث میں اپنے مولے کی اسطرح محتاج ہو کر مرنے سے کہ مولے نے کچھ ترکہ نہیں چھوڑا ہو
سوائے اوس مدبر کے والکسان مات موسرا لم یسع المدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنہ بدل الکتابۃ کما لو اعتق المولی مکاتبہ فانہ یعتق
مجانا لقیامہ ملکہ اور اگر مولے اس طرح مالدار ہو کر مرا ہو کہ مدبر ثلث ترکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اوس سے ساقط ہوگا بدل کتابت مکاتبہ کیونکہ
اگر مولے نے مکاتب کو آزاد کر دیا تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کتابۃ علی الف موجل ثم صالحہ علی نصف حال صح ان مات المولی قبل الاداء
علیہ کو بزار مدت والے پر مکاتب سے صلح کر لی اوسکی نصف یعنی پانسو نقد پر صحیح ہے استحسان کی راہ سے طرفین کے نزدیک مریض کاتب عبدہ علی الثلث
الی سنۃ فمات المریض والحال ان قیمۃ المکاتب الف درھم فخرج الجمیع من الثلث یسعی المکاتب فی الاقل من بدل الکتابۃ وقیمتہ ادی المکاتب ثلثی المال و
عتق وعجل ثلثی القیمۃ ولا شیء للباقی الی اجلہ وھو قول ابی یوسف وقال محمد یسعی فی ثلثی قیمتہ حالۃ ویعتق ولا شیء علیہ للباقی وھو قول زفر
والاکثر علی قول ابی حنیفہ وصاحبہ ان لمولی المکاتب ان یبیع مکاتبہ ممن شاء ولو من مکاتبہ بیعا صحیحا لا فاسدا ولا بیع ام ولدہ ومدبرہ ومکاتبہ
ولا یجوز ان یھب شیئا من اکسابھم ولا ان یزوج اماءھم ولا ان یتسری بھن ولا ان یکاتب عبدا من عبیدھم ولا ان یعتق احدھم ولا ان یکاتبہ
ولا ان یدبرہ ولا ان یقرضہ ولا ان یرھنہ ولا ان یقبلہ ولا ان یبیعہ ولا ان یھبہ ولا ان یتصدق بشیء من اکسابھم ولا ان یحابی فی بیع ولا ان یحط
عن کتابتھم شیئا ولا ان یؤاجرھم ولا ان یعیرھم ولا ان یودعھم ولا ان یودع عندھم ولا ان یعطیھم مضاربۃ ولا ان یشارکھم ولا ان یعطیھم
بضاعۃ ولا ان یقبل منھم ھبۃ ولا ان یقبل منھم ھدیۃ ولا ان یقبل منھم ودیعۃ ولا ان یقبل منھم بضاعۃ ولا ان یقبل منھم مضاربۃ ولا ان
یقبل منھم شرکۃ ولا ان یقبل منھم ھدیۃ ولا ان یقبل منھم ودیعۃ ولا ان یقبل منھم بضاعۃ ولا ان یقبل منھم مضاربۃ ولا ان یقبل منھم
شرکۃ ولا ان یقبل منھم ھدیۃ ولا ان یقبل منھم ودیعۃ ولا ان یقبل منھم بضاعۃ ولا ان یقبل منھم مضاربۃ ولا ان یقبل منھم شرکۃ

ادا کرے بسبب فاسد ہونے بدل کے قبضہ کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث میں نافذ ہوگی والکتابۃ الف الی سنۃ والحال ان قیمتہ الفان لو یعجز والا فری ثلثی القیمۃ حالا او یسقط الباقی اور مدبر رقیقا الفا کاتو نوع المحاباۃ فی القدر والتاخیر فیتفنن بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار سال تک مدت مقرر کرکے اور حالانکہ اوسکی قیمت دو ہزار ہیں اور حالانکہ وارثوں نے کتابت مذکورہ جائز نہ کی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار اسکے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث مافی اوسے ساقط ہوگا یا اگر ادا نہ کرے تو پھر کر غلام بنایا جاوے بااتفاق شیخین اور تحریر کے بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار اور تاجیل میں تو محاباۃ مرفض ثلث میں جاری ہوگی

حر قال لمولی عبد کاتب عبدک فلان الغائب علی الف علی ان ادیت الیک الفا فھو حر فکاتبہ المولی علی ذلک الشرط قبل ان یقبل العبد ثم ادی الحر الفا عتق العبد بکلمۃ الشرط ولکن للمولی ان یقول ان ادیت فادی یعتق تحسانا لنفوذ تصرف الفضولی فی کل مالیس بضرر ولا یرجع الحر علی العبد لانہ متبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر تین سو ہزار درم ادا کروں تو وہ غلام آزاد ہو پھر اوسنے اس شرط پر اوسکو مکاتب کیا اور مولے نے قبول کیا پھر آزاد مذکور نے ہزار درم ادا کیے تو غلام آزاد ہوگا یہ شرط لغو ہوگی اور اسیطرح اگر دو شخص نے اپنا اپنا غلام مکاتب کیا ہزار درم اوپر کیے تو غلام مذکور آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہو جانے تصرف فضولی کے ہر ایک اس امر میں جو ضرر نہیں اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درم بھرنے کا سوا اسکے کہ وہ محسن ہے معاوضہ ہم قبل المولے شارح نے ضرر کا مرجع مولے کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح حلا میں قبل العبد واقع ہوا اور یہی بالکف مناسب ہے واحالۃ الغرماء علی الاجر فقبل صار مکاتبا انما یعتبر قبول العبد لانہ اھل لزوم الدین علیہ اور جبکہ غلام غائب کو اس امر کی خبر ہو پہنچے یعنے قبول اوسکا کرنے حر مذکور کے سو غلام مکاتب قبول کی تو وہ مکاتب ہو جاوے گا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی وسیلے ہے کہ دین کتابت اوسپر لازم ہو جاوے پہنچے صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہیں بلکہ نزدیک قبول پر موقوف ہے قال عبد حاضر لسیدہ کاتبتنی عن نفسی وعن فلان الغائب فکاتبھما فقبل العبد الحاضر صح العقد تحسانا فی الحاضر والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میری ذات کیطرف سے اور فلانے غلام کیطرف سے سو مالک نے دونوں غلاموں کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہوا بطور استحسان کے غلام حاضر میں اصالتاً صحیح ہوا اور غائب غلام میں تبعاً وایھما ادی یبرأ الکتابۃ عتقا جمیعا للاخر حوج ویجبر المولے علی القبول للمحل من احدھما اور دونوں میں سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا کرے گا تو دونوں غلام آزاد ہو جاویں گے بلا رجوع یعنے ادا کرنے ادا کرنے والا غلام ہر غلام سے بقدر ادا کے حصہ کے مطالبہ نہ کر سکے گا اور مالک پر زبردستی ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کی طرف سے یعنے دونوں غلاموں کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کرے گا تو مالک کو قبول کرنا ہوگا ولا یطالب العبد الغائب فی شیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہ ہوگا اوسکے عدم التزام کے سبب سے یعنے اوسنے عقد کتابت قبول نہیں کیا کہ اوس سے کچھ مطالبہ ہو وقبولہ للکتابۃ لغو لا یتقید بہ ایاھا اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنے معتبر نہیں جیسے اوسکے رد کرنے کتابت کا اعتبار نہیں ہم قبول اور عدم قبول غائب اسوا سطے معتبر نہیں کہ عقد کتابت بدون اوسکے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہو چکی تو بعد اوسکے قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار رہے ولو حر کاسقط عن الحاضر حصتہ اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کر دیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے وسکا حصہ بدل کتابت کا ساقط ہوگا ہم اسوسطے کہ غائب عقد میں قصداً داخل ہوا اگرچہ مقصود بالخطاب نہیں تو بدل کتابت دونو پر منقسم ہو گیا اگرچہ اوس سے مطالبہ بدل کا نہیں ولو حر الحاضر وھو ابو الغائب حصتہ الاولاء والاجر قیمتا اور اگر غلام حاضر آزاد کیا گیا یا وہ مر گیا تو غلام غائب پر اپنا حصہ بدل کتابت سے نقد ادا کرے اور نہیں تو پھر غلام بنایا جاوے ولو ابرأ الحاضر او وھب لہ عتقا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کر دیا یا تمام بدل کتابت اوسکو ہبہ کر دیا تو دونوں غلام آزاد ہو جاویں گے مفت ہم اور اگر بعض بدل معاف کرے گا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہایہ سے گذرا فی الخلاصۃ وان کاتب لامۃ عن نفسھا وعن ابنین صغیرین لھما وقبلت عتقا انا لھما اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اوسکی ذات سے اور اوسکے دو چھوٹی بیٹیوں سے اور لونڈی نے قبول کر لیا تو عقد صحیح ہوا بطور استحسان کے بدلیل اگر نشہ یعنی اصالتاً لونڈی کیطرف سے اور تبعاً اوسکے بیٹیوں کیطرف سے عقد کتابت صحیح ہوا ای ادی من ذکر لم یرجع علی الاخر لانہ

متبرع ویجبر علی القبول الآخر وما مر اور اشخاص مذکورین میں سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کرے گا وہ دوسرے سے رجوع نہ کرے گا ہوسطے کہ وہ محسن ہو اور مولے پر جو شخص کہ ادا سے بدل کے قبول پر مجبر ہوگا آخر احکام مذکورہ سابقہ ہم زیلعی میں ہے کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت میں معتبر نہیں اور اگر مالک ماں کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہے گا بقدر اوسکے حصہ کے ہوسکو فی الحال ادا کریں اور مولے مکاتب بدل کا اوسکی ماں سے کرے نہ اوسسے اور اگر مولے اوسکو آزاد کرے تو اوسکی ماں پر سے اوسکا حصہ ساقط ہوگا اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کردے یا اوسکو ہبہ کرے تو صحیح نہیں اور اگر اوسکی ماں کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو ماں بھی آزاد ہوگی اور اوسکے ساتھ اوسکی اولاد بھی انتہی تو یہ مسئلہ نظیر ہی مسئلہ سابقہ کا بلکہ اوسکے مکاتبہ کذا فی المحیط وہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا کاتب نصف عبد ہ فادی الکتابۃ عتق نصفہ وسعی فی بقیۃ قیمتہ وفاء لا العبد کاتب مکاتبۃ علی ذلک المال وبرئ بأخذ ما وی القدوری سے مالک نے اپنا نصف غلام مکاتبہ کیا سو اوسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام ادا ہوگا اور کوشش کرے گا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے میں اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اوسی قدر مال پر اور اسی قول صاحبین کو ہم نے لیا ہے متن کذا فی ہادی القدسی

باب کتابۃ العبد المشترک

یہ باب ہی عبد مشترک کی کتابت کے احکام میں عبد لشریکین اذن احدھما لصاحبہ ان یکاتب حظہ بالف ویقبض بدل الکتابۃ فکاتب الشریک الماذون لہ نفذ فی حظہ فقط عند الامام لتجزی الکتابۃ عندہ ولیس لشریکہ فی الاذن غلام ہو دو شریکوں کا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصے کے ہزار درہم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اوسنے غلام کو مکاتب کیا تو فقط اوسکے حصے میں کتابت نافذ ہوگی امام اعظم کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے اونکے نزدیک مانند اعتاق کی اور اوسکے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہیں اوسکے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک فائدہ یہ ہے کہ اوسکے واسطے حق فسخ باقی رہے اور رر صورت عدم اذن اوسکو فسخ میں اختیار رہے اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہے کہ مال مقبوض سے اوسکا حق منقطع ہو جائے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا سو ہوسطے کہ قبض کا اذن دیا ہے غلام کو اسکا اذن ہی کہ مال کتابت کو حاصل کرکے شریک کو دے تو اوسنے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہاں اگر نصیل ادائے بدل وہ مکاتب کو منع کردے تو بھی صحیح ہوگی اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہیں تمام نہیں ہوا کذا فی الزیلعی لنحصا واذا قبض بعضہ بعض الالف فعبدہ بینھما کلہ للقابض لانہ بالقبض فیکون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درہم کے کچھ درہم قبض کئے پھر مکاتب ادائے بدل سے عاجز ہوگیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اوسنے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی باہت اور اگر ہزار درہم قبض کرے کا تو قابض کا حصہ آزاد ہو جاوے کا ھم ہدایہ اور رر کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ احسان مزکور قابض پر ہی کذا فی المحیط وہی امۃ بین شریکین کاتباھا فوطیھا احدھما فولدت فادعاہ الواطی ثم وطیھا الشریک الاخر فولدت فادعاہ الولی الثانی صحت دعوتہ لقیام ملکہ ظاھرا خلافا لھما ایک لونڈی مشترک ہو دو شریکوں میں دونوں نے اوسکو مکاتبہ کیا سو اوسی کو ہر ایک شریک نے سو وہ جنی تو وقت کرنے والے نے اوسکے ولد کی فرزندی کا دعوے کیا پھر دوسرے شریک نے اوس سے قربت کی سو وہ دوسرا بھی سو وہ بھی قربت کی ایک شریک نے دوسرے ولد کی فرزندی کا دعوے کیا تو اوسکا دعوے صحیح ہی اسواسطے کہ ظاہرا اوسکی ملک ہنوز قائم ہی برخلاف مذہب صاحبین ہم کہتا ہی صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول کی ام ولد ہی بنظر تکمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اوسپر تمام مہر یعنی مقرر لازم ہوگا لیکن شبہ ملک کے سبب سے اوسپر حد لازم نہ ہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک عجزت الکتابۃ کان لم تکن وحینئذ تنھی وفی الحقیقۃ ام ولد للاول لزوال المانع من الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی ادائے بدل کتابت سے بعد اسکے یعنے دونوں کی وطی اور دونوں دعوت کے بعد نوبوں ٹھہرایا جاوے گا گویا کتابت کبھی تھی اور نہ تھی مکاتبہ حقیقت میں شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب پورے ہو جانے اس سبب کے جو مانع تھی انتقال ملک کی یعنے زوال کتابت سے مکاتبہ شریک اول کی بالکل ام ولد ہوگی اسواسطے کہ مقتضی تملیک قائم ہی اور تکمیل ملک سے کتابت رافع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہیں کرتی پھر جب کتابت زائل ہوگئی تو مقتضی تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدر ملتقطا ووطیہ سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہو شریک ثانی کی

ولی سے ہم یہ جواب اس سوال مقدر کا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتب میں ثابت ہوئی اور ہر ایک نے ولی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوے کیا تو کیا وجہ ہوئی کہ مکاتبہ شریک اول کی خالصہ ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی ولی سابق ہوئی یہ وجہ ہوئی اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرھا اور شریک اول اپنے شریک کو اوسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا ان سے ہم مراد قیمت مکاتبہ کی ہوئی اور مکاتبہ کی قیمت اوسکی خالصہ کی قیمت سے نصف ہوتی ہوگی کما مر بالطبع عن الفتح وضمن شریکہ عقرھا کاملا لو طیہ ام ولد الغیر حقیقۃ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دے واسطے کہ اوسنے حقیقت میں غیر کی ام ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضا وھو ابنہ لانہ بمنزلۃ المعتزم اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دے اور وہ ولد اوسکا بیٹا ہوا واسطے کہ شریک ثانی نے اوسکے ہم دسگاہ مکاتبہ کو تو بیچ ڈالنے قبل از مجیز بنا بیع ہی بسبب مخصوص ہونے کے پھر جب وہ عاجز ہوا آدے بدل کتابت کے تو عقر مولے کو پھیر دے وان دبر الثانی ولدھا او المسئلۃ بحالھا فحرف بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبر کیا اور اوس سے وطی کی اور یہ مسئلہ بحال مسئلہ سابقہ ہی یعنی دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اوس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اوسکا دعوے کیا سو مکاتبہ عاجز ہوگئی آدے بدل کتابت عقر مدبر کا باطل ہوگیا یعنے اوسکے واسطے کچھ ظاہر ہو اگر وہ بالکل ام ولد ہو شریک اول کی تو اوسمیں ملک باقی نہ رہی اور حالانکہ ملک شرط ہی صحت تدبیر کے واسطے وضمن الاول لشریکہ نصف عقرھا والولد للاول وھی ام ولد اور شریک اول ثانی کو اوسکی نصف قیمت ونصف عقر کا تاوان دے اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اوسکی ام ولد ہوئی وان کاتبتاھا فجزھا احدھما موسرا عجزت ضمن المعتق شریکہ نصفہا اور اگر دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اوسکو آزاد کر دیا پھر وہ عاجز ہوگئی تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کو اوسکی نصف قیمت کا تاوان دیوے ورجع الضامن بہ علیھا لما تقرر ان الساکت ذو ضمن المعتق یرجع عند الاعتاق اور تاوان دینے والا اپنے شریک اوسکو مکاتبہ سے بھرلے اوسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لی آزاد کرنے والے شریک سے تو اوسکو رجوع جائز ہی امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد لرجلین ورجع احدھما بثمن حرہ الآخر غنیا او عکسا اعتق المدبر ان شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن شریکہ فی الاولی دو مدبر وں کا ایک غلام ہو ایک شریک اوسکو مدبر کیا پھر دوسرے نے اوسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقصور والا ہی اور دونوں کے مال سے نکلتی اپنے اول عتاق فی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنے والا آچکا مدبر کو آزاد کر دیا دونوں صورتوں میں یعنی صورت تعسیر یعنی جبکہ آزاد کرنے والا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت المولی

وہ باب ہی مکاتب کی تبدیل اوسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام من مکاتب عجز عن اداء نجم ان کان لہ مال سیصل الیہ لم یعجزہ الحاکم الی ثلاثۃ ایام لاحتمالہ مدۃ ضرب الاجل اس واسطے کہ ایک مکاتب ہے کہ عاجز ہو گیا اور اوسکے پاس مال ہو کہ عنقریب اوسکے پاس پہنچے گا پھر اوسکا وہ مال کسی پر غریب الوصول ہوا اور اوسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الخطابی تو حاکم اوسکو عاجز نہ ٹھہرا وے تین دن تک اوسواسطے کہ یہ مدت ہی اظہار عذرات کے واسطے عرف کی ہی ہم چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہی اور مدت علیہ کی مہلت دینے کی مدت رفع دعوی کے واسطے والا یعجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول ہو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہرا وے وفسخھا بطلب المولی او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کر دے اسکے مولے کی خواہش سے یا اوسکا مولے فسخ کر دے مکاتب کی رضامندی سے ہم فسخ کو تعجیز کے بعد سواسطے ذکر کیا کہ عجز عجز نے کتابت منفسخ نہیں ہوتی بدون فسخ کرنے کے ولو کاتبت الکتابۃ فاسدۃ فالمولی لہ الفسخ بغیر رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولے کو فسخ کتابت کا نہیں بغیر رضامندی مکاتب کے بلکہ مولے پر ضرور صورت فساد کتابت فسخ واجب ہی گناہ کے واسطے ویملک المکاتب فسخھا مطلقا فی الصحیحۃ والفاسدۃ وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہی ہر طرح کتابت جائز ہو یا

اور فاسدہ میں بھی اگر مولے راضی نہو وعادۃ قیمتہا اور اوسکی غلامی پھیر آویگی دونوں کے منع کرنے سے یعنے جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھیر مملوک ہوگا
فقہ فرمادیا قیمتہا کما فی البدائع لو ۱۲ اور جو مال کہ اوسکے پاس ہوگا وہ مولے کا مملوک ہوگا اگرچہ خیانت ہو اور مولے غنی ہو بقول صحیح کذا فی الظہیریۃ وفی المکاتب اتفاقات وما ملک
فی بالبدل لو تنفسخ ولو دی المکاتبۃ من مالہ اور اگر مکاتب مرجائے اور اوسکا اتنا مال ہو جو بدل کیوسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ ہوگی اور بدل کتابت اوسکے
مال سے ادا کیا جاوے گا ہم بموت کے بقاء کتابت اور ادائے بدل کتابت سے فائدہ یہ ہوگا کہ ہنگام کتابت کے فرزند اوسکے آزاد ہوں لو اگر مال ادائے کتابت سے بچے تو وہ اوسکے
وارث ہوں وحکمہ بعتقہ فی آخر جزء من اجزاء حیاتہ اور حکم ہوگا اوسکی آزادی کا اوسکے اجزاء حیات میں سے آخر جزء میں ہم یہ مذہب ہی جمہور کا اور بعضوں کے نزدیک بعقد
آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولادہ الصولی دین فی کتابتہ لا قبلہا چنانچہ حکم ہوگا اوسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اوسکی کتابت کے زمانے میں پیدا ہوئی نہ اوسکا جو
قبل کتابت کے پیدا ہوئے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول و فروع کو مکاتب نے حال کتابت میں جنا ہے کیا وہ آزاد نہونگے حالانکہ انکی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یوں کہنا
حق تھا کما یحکم بعتق من ولد فی کتابتہ یعنے چنانچہ اون شخصوں کی آزادی کا حکم ہوگا جو درخیل ہوگئے اوسکی کتابت میں کذا فی الجلبی والباقو من مالہ میراث الورثۃ
اور جو مکاتب مذکور کے مال میں سے ادائے بدل کتابت سے باقی رہے گا وہ اوسکے وارثوں کی میراث ہم یعنے اگر قرابت والے ہوں مکاتب کو وہ اوسکے مال کے وارث ہونگے
اور اون میں کوئی نہو تو مال باقی مولے کو ملیگا لاطلاق ارث کے کذا فی الجوہری ولو لم یترک مالا ولد اولی فی کتابتہ ولا وفاء بقیت کتابتہ وسعی الابن فی کتابۃ ابیہ
علی نجومہ للقسطۃ اور اگر مکاتب مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑ گیا اور ایک استادہ بیٹا چھوڑ گیا جو زمان کتابت میں پیدا ہوا اور ادائے کتابت کو وسطے کچھ مال نہیں تو مکاتب کی
کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت میں کوشش کرے بموجب اسکے واسطے کہ فاذا ادی حکم بعتق ابیہ قبل موتہ ولعتقہ تبعا پھر جب بیٹا بدل کتابت
ادا کریگا تو اوسکے باپ کی آزادی قبل الموت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے ولو ترک ولدا اولی الاشتراۃ فی کتابۃ ادی البدل حالا
اور رد الی حالہ رقیقا وسوی بینہما اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اوسنے اپنی کتابت کی حالت میں مول لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو فی الحال ادا کرے یا اگر
فی الحال نہ ادا کرسکے تو پہلی غلامی کی حالت کی طرف پھیرا جائے یعنے جسطرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بنا رہے گا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اوسکا باپ یہ صاحبین دونوں بیٹو نکو
برابر کہا ہی یعنے جو بیٹا کہ کتابت میں پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونوں حکم میں برابر ہیں یعنے بموجب تسلط کے بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہونگے وہا الا لولوان فیدان للوقت عتقا
وقالا لان ادیاہا لاعتقا والا لا اور مکاتب کو کے مال باقی تو یہ حال ہوگا کہ بجز موت مکاتب کے مملوک کیطرف پھیرے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونوں فی الحال بدل کتابت کو
ادا کرینگے تو آزاد ہونگے اور نہیں تو آزاد نہونگے ہم شرح مجمع اور شرح نقایہ میں مصرح ہی کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہیں ادائے بدل کتابت میں بموجب
اقتضاء حدیث کے تو نظر کرنا چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہاں سے کیا یعنے تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الجلبی اشتری المکاتب ابنہ فعتقت عن قاسم وترکہ
ابنہ لموتہ عن ابن عتق عن مکاتب اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مرگیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادائے بدل کتابت کو وسطے کافی ہو تو اوسکا بیٹا اوسکا وارث ہوگا اور مکاتب آزاد ہوکر مرگیا پانچ
بیٹا آزاد ہوگا تو دونوں آزاد ہوئے تو معلوم ہوا کہ باپ دوسرا آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الزیلعی ولکن ایرثہ لو کان ہوای المکاتب ابنا الکبیر مکاتبا کما یتوارثہ
الصغیر ورثہما کشخص واحد ضرورۃ انحلال العقد اور اسیطرح مکاتب کا بیٹا ہو کہ وارث ہوگا اگر مکاتب اور اوسکا بالغ بیٹا مکاتب ہوں ایک کتابت سے بسبب ایک عقد کے
ایک شخص کے ساتھ تحاد قصد کی ضرورت کی جہت سے ہم بالغ کی قید لگانا خطا مرصح بہ خبر کے مخالف ہے حیث قال او کوتب ہو وابنہ فیفرق بکبیر آخر کذا فی الجلبی طحطاوی نے کہا یوں
پیدا ہوسکتا ہو کہ کبیر کی قید سوا بطے لگائی کہ شاید کوئی توہم کرے کہ بالغ بسبب بلوغ کے مستقل ہو کتابت میں فان ترک المکاتب ولدا من حرۃ اتی معتقۃ ولد
دنیا یکفی اما لمجیء ان الولد فقضی بہ کما جری علیہ عامۃ ضرورۃ ان الاب لو یعتق بعد لو لکن ذلک القضاء لتجہیز الابیہ لعدم المنازع فاتہ ہمارا گر
مکاتب نے ولد چھوڑا حرہ سے یعنے منعقدہ سے اور مکاتب نے تو کہنہ تین دن چھوڑا جو بدل کتابت کیوسطے کافی ہو پھر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب حمایت اوسکی

ف ۱۲

مان کی برادری پر دیت کا حکم کیا اس ضرورت سے کہ اوسکا باپ ہنوز آزاد نہین ہوا ورنہ آئندہ بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اوسکے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہین ہوسکتا ورنہ منافات یعنے حکم مذکور کتابت کے منافی نہین کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا ہم حرہ کی تفسیر متفقہ ہو سکے کہ حرہ اصلی کے ولد پر کسی شخص کا ولا نہین اور جنایت سے جنایت خطا مراد ہی ہو سکے کہ جنایت عمدین برادری پر دیت نہین کذا فی الطحطاوی ولا یرجع اور رجوع نہین یعنے مان کی برادری باپ کے مولے سے دیت کو رجوع نہین کر سکتی اسواسطے کہ جب اونھون نے دیت دی تھی تو اونکے واسطے حق ولا ثابت تھا اور باپ کے مولے کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونیکے بعد ثابت ہوگا قید بالدین لان فی العین لا یبقی القضاء بالاحاق بالامر المکان الی فاء فی الحال مصنف نے دین کی قید ہو سکے لگائی کہ اگر مکاتب کا ستر وکہ عین ہوگا تو مان کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہین اصل ہوتا بسبب تمکن ہونے اوسے بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی بہ بالولا لاولقوم امہ بعد خصومتہم مع قوم الاب فی ولائہ فھو القضاء بما ذکر تعبیر لانہ فی فضلہ مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اوسکی مان کی قوم کے واسطے ولا کا حکم کیا اونکی خصومت کرنیکے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اوسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہو مکاتب کا ہو سکے کہ قضاء مختلف فیہ مین واقع ہوئی ہم یعنے جبکہ بیٹا مر گیا مکاتب نہ کوئی موت کے بعد سو جمعکلا ہوا باپ کی قوم اور مان کی قوم کے درمیان اوسکی میراث مین سو قاضی نے مان کی قوم کے واسطے ولا یعنے میراث کا حکم دیا تو یہ قضا کالمتروک فسخ کرنا ہی اسواسطے کہ خصومت واقع ہوئی بقا اور عدم بقائے کتابت مین اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت نہوگی بدون اسکے یعنے اگر کتابت باقی ہو کر بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہریگا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوئی اور اگر کتابت باقی نہ رہیگی تو میراث مان کی قوم کے واسطے ہوگی اور صحابہ کرام کا مسئلہ مین اختلاف ہی یعنے صحابہ کا یہ مذہب ہی کہ جب مکاتب مر جائے بدل کتابت چھوڑ کر تو وہ غلام مر گیا نہ آزاد ہو کر اور بعض اصحاب کا یہ مذہب ہی کہ مکاتب مذکور آزاد ہو گیا سو جب قاضی نے میراث کا حکم مان کی قوم کیواسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ مین قضا ہوئی اور مختلف فیہ مین قاضی کا حکم بالاتفاق نافذ ہوجاتا ہی تو یہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی مختصرا وطاب لسیدہ وان لم یکن مصرفا للصدقۃ تملیکا ادی الیہ من الصدقات لتحول الملک واصلہ حدیث بریرۃ ھو لہا صدقۃ ولنا ھدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہو گیا ادائے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے مولے کو حلال ہوا اگرچہ مولے خیرات کا مصرف نہو بسبب بدل جانے ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی حدیث ہی کہ بریرہ کے واسطے تو صدقہ ہی اور ہمارے واسطے ہدیہ ہی یعنے تبدل ملک تبدل عین کے مانند ہی گویا وہ اور چیز ہو گئی اور اسی کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث مین اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کے واسطے صدقہ ہی اور ہمارے واسطے ہدیہ ہی جس وقت فرمایا جبکہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریرہ اوس وقت مین مکاتبہ نہین کذا فی الزیلعی قاری ہدایہ نے کہا بلکہ وہ حرہ نہین کذا فی الطحطاوی کما فی وارث شخص فقیر ورث عن صدقۃ اخذ ھا وارثہ الغنی چنانچہ اوس شخص فقیر کے وارث مین جو مر گیا صدقہ چھوڑ کر تو اوس صدقہ کو اوسکا مالدار وارث لیگا یعنے ہر چند صدقہ مالدار پر حرام ہی لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول مالک ہوا پھر اوسکے بعد اوسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق مین حلال ہو گیا بتبدل ملک کے بسبب وکما فی ابن سبیل اخذ ھا ثم وصل الی مالہ وھی فی یدہ ای الزکوۃ اور چنانچہ اوس مسافر مین جسنے زکوۃ کا مال لیا پھر مسافر پہنچ گیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اوسکے قبضہ مین ہی تو وہ اوسکو حلال ہی اسواسطے کہ جب اوسنے لیا تھا وہ محتاج تھا وکفقیر استغنی وھی فی یدہ فاکلھا طیب اور اوس محتاج کے مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہو گیا اور حالانکہ زکوۃ اوسکے پاس ہی تو زکوۃ اوسکو حلال ہی اسواسطے کہ غنی پر ابتداء اخذ زکوۃ حرام ہی کیونکہ اسمین ذلت ہی تو اوسکو لینا جائز نہین بلا ضرورت اور یہان ضرورت پائی گئی پھر جب اوسنے محتاجی کی حالت مین لیا تو بعد اسکے نہین مگر استدامت تو حلال ہوگا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونون مسئلون مین تبدل ملک علت کی علت ہوا اور پچھلے دو مسئلون مین تبدل حال علت ہی بخلاف فقیر ایجم لغنی اوھاشمی عین زکوۃ اخذ ھا لان الاجل لان للملک لم یتبدل بر خلاف اوس محتاج کے جس نے

غنی یا ہاشمی کو پھر مال زکوۃ جسکو فقر نے لیا تھا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہیں ہوگی اسواسطے کہ ملک متبدل نہیں ہوئی ہم اسواسطے کہ اباحت سے مباح کرنیوالے کی ملک زائل نہیں ہو جاتی تو مباح لہ اوسکو متناول کرتا ہے بیع کی ملک پر فان جنی عبدہ وکاتبہ سیدہ کما جاء فی الجنایۃ او جنی مکاتب فلم یقض بہ بما جنی فعجز فان شاء المولی دفع العبد او فداہ بازوال الملک بالعجز پھر اگر غلام نے کسیکو قتل کیا اور اوسکے مالک نے اوسکو مکاتب کیا نہ انستہ اوسکی جنایت سے مکاتب نے کسی کو قتل کیا سو اوسکی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اگر مولے چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال ملک کے عاجز ہو جانے سے یعنے رافع رفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہو گئی تو اب مالک کو دفع اور فدیہ مین اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہا لانتقال الحق من رقبتہ الی القیمۃ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہو گیا اوسپر حالت کتابت مین پھر وہ عاجز ہو گیا اور سے بدل کتابت سے تو بیچا جاوے گا اوسمین اسواسطے کہ حق اوسکی گردن سے اوسکی قیمت کیطرف منتقل ہو گیا قضا کے سبب بخلاف جنایت اقل ہو دیت سے کذا فی الجلبی عن النہایۃ قیدنا بقولنا جنایات المکاتب علیہ فی کسبہ ویلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب کی قید لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہین اوسکے کسب مین اور لازم ہوتا ہے اوسپر جو کمتر ہو قیمت مین سے اور دیت مین سے یعنے اگر قیمت کمتر ہو دیت سے تو قیمت کا دینا اوسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہو قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمۃ واحدۃ او لعبدہ فقیر اور اگر قبل از قضای قاضی مکاتب سے چند بار جنایت مکرر وقع ہوئی تو اوسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتین اوسپر لازم ہونگی یعنے اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو قبل از قضاء قاضی تو ایک ہی قیمت اوسپر واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے ایکبار جنایت خطا وقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہو گیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کرے قیمت مین اگر وہ کتر ہو دیت سے پھر بعد اوسکے اگر جنایت ثانیہ وقع ہوگی تو اوسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی وعلی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایۃ خطأ لزمتہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اوسپر قیمت لازم ہوگی اوسکے کسب مین بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز یطلت اور اگر قاضی کا حکم اوسپر نہوا ہو تا کہ وہ عاجز ہو گیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہی کذا فی الدرر علی القاعدۃ یعنے دفع ہوئے جنایت باطل ہوا اور اوسکا مواخذہ اور مطالبہ ہو گا زاد ہو گئے کے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین کہ فی الحال مطالبہ ہوگا کذا فی الظہیریۃ وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالدین بیرد امومیۃ الولد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولے مر گیا تو کتابت فسخ نہین ہو جاتی جیسے مدیر اور ام ولد ہونا باطل نہین ہوتا اور جیسے دین کی مدت باطل نہین ہوتی جبکہ طالب دین مر جاوے ویؤدی المال الی ورثتہ علی النجوم کاجل الدین اور ادا کیا جاوے مال کتابت کا مولے کی موت کے بعد اوسکے وارثون کو اوسکی قسطون کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنے اگر وارث کبیر ہون تو اوسکو مال دیا جاوے اور اگر صغیر ہون تو اوسکے وصی کو دیا جاوے کذا فی التہتاتی بخلاف موت المکاتب فی الخراج فی مسئلہ بر خلاف موت مطلوب کے بسبب مجنی اوسکے ذمہ کے یعنے اگر بدون مرجانے تو مدت باطل ہوگی ہو سکتے کہ اوسکا ذمہ خراب ہو گیا اور دین کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ مین بدون کذا فی الزیلعی ھذا اذا کاتبہ وھو صحیح ولو فی مرضہ لا یصیر تأجیلہ الی الثلث یعنے ادائے مال اقساط سابقہ کے موجب صورت میں کہ مولے نے مکاتب کیا ہو اپنی صحت کی حالت مین اور اگر اوسنے بیماری مین مکاتب کیا ہو تو اوسکا مدت ٹھہرانا باطل ہو گا ثلث ترکہ سے یعنے بدل کتابت کے دو ثلث فی حال ادا کرے گا ایک ثلث اقساط سعایہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حرر وکاتب اھ کل الورثۃ فی مجلس واحد عتق بحانا استحسانا وتجعل براۃ المقتضاۃ اور اگر وارثون نے یعنے تمام وارثون نے مکاتب کو آزاد کر دیا ایک ہی مجلس مین تو وہ عتق از دہو جاوے گا استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا براۃ قرار دیا جاوے گا بطریق اقتضاء کے تمام مال کتابت کا ادا ہونے پر وارثون کے آزاد کرنے سے اسواسطے کہ تدارک وہ کرتا ہے جو مالک ہوا اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہین ہوا سواسطے کہ مکاتب ہو کر نہین ہو سکتا کسیکا مملوک بھی مملوک نہین ہوتا تو جو شخص کہ ہنوز آزاد نہین ہوا اوسکا وارث کیونکر ہو سکتا ہے اور اسواسطے کہ بدل کتابت وارثون کا حق ہے میراث اوسمین جاری ہوتی ہے عتاق علی بدل کتابت کا

معاف کردینا ہوگیا بطریق اقتضا کے یا بصول بدل کتابت کا اقرار ہوگیا اوسکی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہوگیا کذا فی المحیط اوی فان حرر ابعضہ فی مجلس والاخر فی آخر لم یعتق عتقت علی الصحیح لانہ یملکہ پھر اگر مکاتب کو بعض وشنے ایک مجلس میں آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس میں آزاد کیا تو کیا حکم ہوگا عتق نافذ ہوگا یہ مذہب صحیح ہوسکے کہ وارث اوسکا مالک نہیں ولو عجز بعد الموت المولی عاد رقا اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا اوسے بدل کتابت سے بعد موت مولے کے تو اوسکی غلامی پھر آوے گی یعنے جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہوجاوے گا مکاتب لحبتہ امۃ طلقہا ثنتین فملکہا الاخیل لہ ان یطأہا حتی تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسی کی لونڈی ہو بطریق کتابت کے اوسکو دو شے دو بار طلاق دی پھر مکاتب اوسکا مالک ہوا تو اوسکو اوسکا ولی کرنا حلال نہیں یہانتک کہ وہ لونڈی سوائے اوسکے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحر کما تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہوچکا ہے اس مقام میں یعنی اگر آزاد نے منکوحہ کو دو طلاق دے پھر اوسکو خرید کرے تو وہ حلال نہیں تاوقتیکہ اوسکے سوائے اور شوہر سے نکاح نکرے اور مکاتب کے ساتھ قرار داد کرکے اور غلام کی بیٹی اور غلام کی بہن اسوسطے کہ عدد طلقات میں عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہو تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظ ہوجاتی ہے خواہ اوسکا شوہر غلام ہو شاید آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد وکاتبا عبدی الکتابۃ واحدۃ ای یعقد واحد ویعجز المکاتب لا یعجزہ القاضی حتی یجتمعا لانہما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدھم مجتبے دو مالکوں نے غلام کی ایک کتابت کی یعنے دونوں نے غلام کو مکاتب بعقد وحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اوسکو عاجز نہ ٹھہراوے تاوقتیکہ دونوں مالک طلب نہ کریں اسوسطے کہ دونوں ایک شخص کے مانند ہیں برخلاف وارثوں کے اسوسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہراوے گا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبے وفیہ کاتب عبدیہ بصفقۃ فعجز احدھما فہو للولی فی الاول والقاضی ولم یعلم بکتابۃ الاخر لم یعلم فان غاب ھذا المردود وجاء الاخر فعجزہ فلیس للاخر شیء فی الوجہ الاول اور مجتبے میں ہے کہ ایک مالک نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا ایک بار یعنے بعقد وحد پھر ایک عاجز ہوگیا سو مولے نے اوسکو پھر غلام کرلیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہیں تو یہ غلام کرلینا درست نہوگا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہونے کے بعد پھر عبدیت کیطرف پھیر گیا ہے غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہوگیا ادای بدل کتابت سے تو دوسرے کو اوسکا پھیر دینا غلامی میں جائز نہیں ہم عالمگیریہ میں محیط سے یوں منقول ہے کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولے نے اوس سے ایک قسط یا دو قسط میں سعی کروائی پھر وہ عاجز ہوا سو مولے یا قاضی نے چاہا کہ اوسکو غلامی کی طرف پھیر دیں تو جائز نہیں کذا فی المحیط اوی فرع مسئلۃ شارح کا اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عند نا مولے اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار میں تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہے ہم شیخین کے نزدیک اسوسطے کہ وہ منکر زیادت اور نافی ضمان ہے اپنی ذات پر سے ولہ ان یحبس المکاتب فی دین مولاہ فی الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ بقولہ سراجیہ ہم مجموعہ نہوگا کہ مکاتب اپنے مولے کے دین میں جو دین کہ حال کتابت میں مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوی دین کتابت میں قول ہی حبس اوسکا ہم حبس میں کذا فی السراجیہ ہم سوائے دین کتابت چنانچہ دین اسواسطے کہ یا وہ دین ہوا وسیتہ اپنے مولے سے لیا تھا قبل الکتابت جبکہ وہ ماذون کی تجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا وسیتہ میں تھا قلت وفی عتاق الوہبانیۃ شعر وفی غیر جنس الحق یحبس سیدہ اگر مکاتب اوسپر دین غیر جنس کتابت میں کیا ہوں اور وہبانیہ کی کتاب العتاق میں ہے وغیر جنس حق میں مکاتب اپنے مالک کو حبس کرے گا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت میں مختار ہے ہم یہ تین مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مولے اسطلاح ہوا مکاتب کے اوس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس ہے یعنی مثلاً بدل کتابت دراہم ہیں اور مولے نے مکاتب کا گھوڑا یا تھان چھین لیا تو مکاتب کو مولے سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولے کو حبس کرے گا دوسرا یہ طریق مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت کا مال ہوا اور مولے اوسکو بدل کتابت میں مجرا کرلے تو مکاتب مطالبہ نہیں کرسکتا تیسرا یہ مسئلہ ہے کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت میں غلام کو اختیار ہے اگرچہ مولے راضی ہو تو کذا فی شرح الوہبانیۃ شعر ولاء الاولاد لمن جر الاعتاق ابیہم لیس للام معبر ولاء اولاد مدبرین معتقین کی میراث اونکے باپ کے مولے کی ہے ان کے موالی کو اسمیں دخل نہیں ہم چنداولاد مذکور کی ماں اور باپ دونوں کو ولاء عتاقت حاصل ہے لیکن باپ اصلی ہے میراث میں نسب کے مانند

ع

لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاویں گے نہ موالی ماں کے **شعر** توفی وما ملکت فما لمیت ۰ من الولد لم والمی تسعی وتحضر مکاتب مگیا اور مدبر قائم رہا کما مکاتب کی اوس ام ولد کو جسکا بیٹا مر گیا چھوڑا بدل کتابت کے ادا کرنے کے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سمجھی کر سے اور بدل کتابت کو ادا کرنے کی قدرت نہ ہی کہ موافق اوی وان ادرکت صمھا ولد بیعت وان کان استسعت علیھ فجوھ صغیرا کان ولدھا اوکبیرا وعندھما تسعے مطلقا یعنے اگر ام ولد مکاتب کے ساتھ ولد شوتوام ولد بیچی جاے اور اگر ہو توام ولد سے سعی کروائی جاے مکاتب کی قسطوں پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفرہ ولہ الحمد

کتاب الولاء

یہ کتاب ولاء کے احکام میں ہم کتاب الولاء کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولاء زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہی کذا فی المغ ھو لغۃ النصر والمحبۃ مشتق من الولی وھو القرب واللاصق عرب میں بمعنی نصرت اور محبت کے ہی مشتق ہوا ولی بفتح واو وسکون لام سے اور ولی عبارت ہی قرب اور نزدیکی سے ہم اور قرب ولاء مصطلح میں حاصل ہی اسواسطے کہ ولاء کا حکم یعنے ارث قریب اور حاصل ہو جاتی ہی بالفصل جبکہ اوسکی شرط پائی جاے وشرعا عبارۃ عن التناصر بولاء العتاقۃ او بولاء الموالاۃ مر یلعی اور شرع میں ولاء عبارت ہی باہم کی مددگاری سے بسبب ولاے عتاقت یا بسبب ولاء حالات کے کذا فی الزیلعی ہم تناصر عتاق سے حاصل ہونا ہی ولہذا متعلق کی طرف سے اوسکا مولے دیت دیتا ہی ملا علی قاری نے ولاء شرعی عبارت اوس قرابت سے جو قرابت نسبی کے بعد ہی جس قرابت سے مولے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہی اور اوسکے کفن کرنے اور اوسپر نماز پڑھنے کی ولایت اوسکو حاصل ہوتی ہی انتہی اور یہ تعریف بہتر ہی مصنف کی تعریف سے اسواسطے کہ تناصر ولاء کے آثار سے ہی اور اوسی کی طرف شارح کا آیندہ یہ قول اول قرینہ حکمیہ رجع ہی کذا فی الطحطاوی ومن آثارہ الارث والعقل ولایۃ الانکاح وھی اعلموان الولاء لیس بنفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ تصلح سببا للارث اور ولاء کے آثار سے ہی ارث اور دیت اور نکاح کر دینے کی ولایت مولے کے واسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہو گیا کہ ولا نفس میراث نہیں ہی بلکہ ولا قرابت حکمی ہی جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہم یہ فرقیں ہی صدر الشریعہ طرف کہ انہوں نے ولا کی تفسیر میراث کی ہی تہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہ تفسیر باحکم ہی اور تفسیر باحکم غیر بالوجود بین وسببہ العتق علی ملکہ لا الاعتاق لا بالاستیلاد وارث القریب یحصل العتق بلا اعتاق اور ولا کا سبب آزاد ہو جانا ہی مولے کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہی ولا کا اسلیے کہ استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قریب دار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہو جاتی ہی بدون آزاد کرنے کے ہم ام ولد آزاد ہو جاتی ہی مولے کی موت کے بعد بدون آزاد کرنے کے اور قریب دار بھی میراث کے آزاد ہو جاتا ہی بلا اعتاق تو صحیح نہ ہوا کہ سبب ولا عتق علی ملک المولے ہی نہ اعتاق فقط واما حدیث الولاء لمن اعتق فجری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولا اوسکے واسطے ہی جو آزاد کرے سو جہاں ہی غالب حال پر ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنے اگر فقط اعتاق سبب ولا کا نہو تا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنے والے کو مخصوص نہونی شارح نے جواب دیا کہ خصوصیت بنا بر اکثر ہونے کے ہی من عتق ای حصل العتق باعتاق ولو من وصیہ او بغیر علہ کالکتابۃ وتدبیرہ وتیاید او ملک قریبہ لاحرۃ لسید لا جو شخص کہ آزاد ہو یعنی اوسکو آزادی حاصل ہوئی مالک کے آزاد کر دینے سے اگرچہ اعتاق مالک کے وصی سے صادر ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی بغیر اعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت اور تدبیر اور استیلاد سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے تو اس آزاد ہو جانے والے کی ولا اوسکے مالک کے واسطے ہم اعتاق ہی کی صورت میں ہی موصی نے وصی کو جو غلام کے عتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی کی موت کے بعد اسکو آزاد کر دیا تو اسکی ولا موصی کی ہی اسواسطے کہ وصی کا فعل موصی کی طرف منتقل ہی کذا فی الطحطاوی یہاں تہ اعتراض مقدر ہی کہ مدبر اور استیلاد سے کسطرح مالک کو ولا حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولے کی موت کے بعد آزاد ہو جاتے ہیں جواب ہی کہ صورت اوسکی یہ ہی کہ مولے نے مدبر ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا تو پھر کے مدبر اور ام ولد کے عتق کا حکم ہوگا پھر مولے مسلمان ہو کر آیا سو اوسکے ام ولد اور مدبر گئی تو اب دونوں کی ولا مولے کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہ ہی کہ یوں کہیے کہ مراد یہ ہی کہ عصبہ مولے کیواسطے مدبر اور ام ولد کی ولا کا ثابت ہونا اوسی سبب سے ہی کہ ثبوت ولا

مولے کے واسطے ہو چکا ہو اسواسطے کہ ولا کا مستحق اول وہی ہے کیونکہ سبب عتق اسی سے صادر ہوا ہے پھر والا مولے کی طرف سے اوسکے عصبہ کو سونپی جاتی ہے ولد ثم الولد ولو امراۃ اوذمیاً اومیتاً حتی تنفذ وصایاہ وتقضی دیونہ منہ وان مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو مالک میت کی وصیتیں نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک دیون اوس سے ادا کیے جاوین گے ہم حق ولا مولے کا ہے اگرچہ عتق کفارۂ قتل اور کفارہ افطار رمضان اور کفارۂ ظہار یا عتق نذور اور ایمان وغیرہا واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لحق المعتقہ للشرع فیبطل ولاحق مولے کا ہے اگرچہ عدم ولای مولے نے شرط ہو گیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امتہ والحال ان بہ وبھا حبل الغیر فولدت لاقل من نصف حول من عتقت لاینتقل ولاء الحمل لموجود عند العتق عن موالی الام ابداً اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اوسکا شوہر غیر کا غلام ہے پھر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت مین جب سے کہ وہ آزاد ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کے وقت اوسکا ولا منتقل نہوگا اوسکی ماں کے مولے سے کبھی یعنی اگر حمل اوسکا باپ بعد اسکے آزادی بھی ہو مثلاً جب لونڈی آزاد ہوئی کے بعد چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اوسکا حمل بھی آزاد ہو گیا اسواسطے کہ حمل اپنی ماں کا جز تھا اور عتاق وارث ہوا اوسکے تمام اجزا کو پھر بھی تصدا آزاد ہو گیا تو اوسکا ولا آزاد کرنے والے سے منتقل نہوگا وکذا الولد لدون ولدین احدھما لاقل من ستۃ اشھر والاخر لاکثر منہ وبینھما اقل من نصف حول فولد کل منھما کتوأمین اور اسی طرح موالی ام سے انتقال ولا نہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی ایک لڑکا تو کمتر چھ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت ولدین نصف سال سے کمتر ہو اسواسطے کہ دونوں لڑکے توام بالضرور ہین ہم پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کے وقت موجود تھا پھر جب دونوں توام ٹھہرے بسبب عدم تخلل مدت حمل کے تو دونوں کا علوق ساتھ ہی ثابت ہوا تو دونوں کو عتاق شامل ہو گیا بالضرور تو ولا منتقل نہوگی فاذا ولدت بعد عتقھا لاکثر من نصف حول فولاؤہ لمولی الام ایضا لفقد رتبۃ الاب لو قبلہ پھر جب لونڈی بچے آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت مین جنی تو اوسکی بھی میراث موالی ام کے واسطے ہے اسواسطے کہ تولد ہونا ولد کا باپ سے متعذر ہوا اوسکے غلام ہونے کے سبب سے فان عتق الاب وھو الاب قبل موت الولد لابعدہ جر ولاء ابنہ الی موالیہ لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جو باپ ہوا آزاد ہو گیا قبل موت ولد نہ بعد موت تو وہ اپنے ولد کی میراث اپنے مالکون کی طرف کھینچ لاوے گا بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت مین لڑکا پیدا ہوا تو مان کے مالکون کا عتاق ثابت ہوا بسبب حادث ہونے ولد کے بعد عتاق کے اور مسئلہ سابقہ مین جو مان کیطرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کیطرف بسبب اوسکی غلامی کے نسبت نہو سکتی تھی پھر جب اوسکا باپ آزاد ہو گیا تو اوسکی طرف نسبت ممکن ہوئی تو ولد المانع کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی مان کی نسبت سے مقدم ہے کیونکہ ولا النسب کے ماتحت ہی اور نسب باپ کی طرف ہوتا ہے نہ مان کی طرف اور اگر ولد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی اوسکے موالی کی طرف منتقل نہوگی اسواسطے کہ ولد کے موالی مستحق ولا ہو چکے تھے اوسکے مرنے کے وقت تو اب انتقال ولا نہوگا کذا فی البحر وھی مختصراً ھذا اذا لم تکن معتدۃ یہ یعنی تقیید ولادت کی نصف سال سے پہلے ابتدا عتاق اوسوقت ہے جبکہ لونڈی عدت مین نہو فلو معتدۃ لاقل من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق کانت لمولی الاب الا اگر لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت مین آزاد ہونے سے اور دو سال سے کمتر مدت مین فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے مالکون کی طرف نہوگا بخلاف مولی موالاۃ اولو لم یکن لہ ذلک وقیدنا بالعجمی لان لام الموالاۃ لا یکون فی العرب لقوۃ النسب بھم لکم معتقۃ وولدھا ولد منہ فولاء ولدھا لمن لا ھا وس عجمی نے جبکا ایک شخص مولے ہی عقد موالات کا یا اوسکا ویسا مولے نہو نکاح کیا اوسنے معتقہ سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو سو معتقہ اوس عجمی سے جنی تو معتقہ کے ولد کی میراث اوسکے مولے کی ہوگی عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ موالات کی میراث عرب مین نہین ہے اوسکے انساب کے قوی ہونے سے ہم عجمی کہ موالاۃ ہونے کی یہ صورت ہے کہ شخص عربی کا باپ کافر تھا پھر وہ مسلمان ہوا سو اوسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسنے ایک مرد سے عقد موالات معتقہ کی تو ولد والد عربی صواب ولو بعجمی صواب تھا کہ شارحین کہتے ہین کہ

اگرچہ متعتق عجمی شخص کی ہو اسوسطے کہ جب میراث عجمی مولے کے وسطے عربی مولے کے وسطے بطریق ولے ثابت ہوئی تو عربی مولے کی کتابی الطحطاوی لقوۃ ولاء العتاقۃ
تقدیم بعتبرت فیہ الکفاءۃ الا فی العجم ولاء الموالاۃ مولاے معتقہ کے وسطے میراث ولاء کی ثابت ہوئی کہ ولاے عتاقت قوی چیز ہی یہانتک کہ ہوں کفارت یعنی جسمیں معتبر ہی
عجم اور ولاے موالات میں ہم یعنی لوگ تفاخر کرتے ہیں عتاقت سے اور اوسکو کفارت میں اعتبار کرتے ہیں تو وضیع کا عتق کفو نہیں ہی شریف کے معتقہ کا اور عجم کے حق میں
نسب ضعیف ہی اسوسطے عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے اور لہذا کفارت انمیں معتبر نہیں نسب کی راہ سے بلکہ انتخاب عجم کا قبل از اسلام مراتب دنیاوی سے تھا اور بسبب اسلام کے
دینداری ہے برخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسوسطے کہ عرب کے نسب کی تجی ہیں معتبر ہیں حق نسب اور خونبہا دینے میں اسوسطے کہ عرب ہیں ہم دگر نسبی نسب کے
سبب سے ہو ولاء موالات کی کچھ حاجت باقی نرہی کذا فی الطحطاوی والمعتق مقدم علی الرد اور آزاد کرنے والا مولے مقدم ہی در میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہوں
اور ترکہ باقی رہی اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھیر دیا جاتا ہی اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو صاحب الفروض پر مقدم ہی میراث نہوگی آزاد کرنیوالا
اوسکو لیگا ومقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا مقدم ہی ذوی الارحام پر یعنی نانہالی وغیرہ رشتہ داروں پر موخر عن العصبۃ النسبیۃ لا
عصبۃ سببیۃ آزاد کرنے والا موخر ہی عتیق کے عصبات نسبی سے اسوسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہی اور نسبی مقدم ہی عصبہ سببی پر فان مات المولے
ثم المعتق ولا وارث لہ منسبہ فمیراثہ لاقرب عصبۃ للمولی المذکور وسنحققہ فی باب پس اگر مولے مرے پھر اوسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی
وارث نسبی نہو تو میراث اوسکے مولے کی عصبات ذکور میں سے اوس عصبہ کو لیگی جو مولے سے زیادہ تر قریب ہوا ور اگر کے ہم اوسکو محقق بیان کرینگے اوسکے باب میں لیکے کتاب الفرائض
میں میراث مذکور کی تفصیل تحقیق مذکور ہوگی ولیس النساء من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الدر وغیرہا اور عورتوں کے وسطے ولاء عتیق میں
کچھ حق نہیں مگر جس غلام یا لونڈی کو عورتیں خود آزاد کریں تو اونکی لاپا وینگی چنانچہ اوس حدیث میں یہ مصرح ہی جو در روغیرہا میں مذکور ہی لفظ حدیث یہ ہی لیس للنساء من الولاء
الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء من اعتقن او معتقص قال العینی وغیرہ انہ حدیث منکر
لا اصل لہ وسیجئ الجواب عنہ فی الفرائض علامہ عینی وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہی کچھ اوسکی اصل صحیح نہیں اور اسکا جواب کتاب الفرائض میں آوے گا
ہم جواب یہ ہی کہ اگرچہ یہ حدیث شاذ ہی لیکن صحابہ کبار کے کلام سے موکد ہی تو بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتوں کو میراث
دیتے تھے مگر اونکو جنکو اونھوں نے مکاتب کیا یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنۃ معتقہ فلانثی لھا کی آگے
المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال پھر مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مر گیا اور اوسنے کوئی وارث نچھوڑا سوائے اپنے آزاد کرنیوالے کی بیٹی کے تو اوسکے وسطے غلام آزاد کی کچھ میراث نہیں اسلیے کہ وہ حق مردوں کا ہی اور اوسکا مال بیت المال میں رکھا جاے گا ھذا ظاھر الروایۃ وذکر الزیلعی معزیا
للنھایۃ ان بنت المعتق ترث فی زماننا لفساد بیت المال ولکن اما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ ولکن المال یکون للابن والبنت رضاعا
کذا فی الفرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ یہی قول عدم میراث کا ظاہر الروایۃ میں ہی اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کر کے کہا ہی کہ آزاد کرنیوالے کی بیٹی ہمارے
زمانے میں وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی بسبب بگڑ جانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق کو نہیں دیتے اپنی شہوات میں صرف کرتے ہیں اسی طرح جو
مال کہ فاضل باقی رہتا زوجہ یا زوجہ کے حصے سے وہ اوسکو پھیر دیا جاے اور اسیطرح فرزند رضاعی یا دختر رضاعی کے وسطے مال ہوگا اور بیت المال میں نہ جاے گا کذا فی فرائض الاشباہ
اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکھا ہی رد نہیں کیا واذا علمت الذی علمنا ولو مسلما واعتقہ فولاءہ لامن اسلم علی یدہ فیتوارثون بہ عند
عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنہ وبھذا اندفع فساد القول بان الولاء ھو المیراث حتی الاتضاح اور جبکہ کافر کی
غلام کا مالک ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہوا ور وہ اوسکو آزاد کرے تو اوس غلام آزاد کی ولاء اوسی کو وسطے ہی اسوسطے کہ ولاء عتاقت نسب کی مثل سبب ہی میراث کا تو اہل نعمت کی جہت سے
باہم وارث ہوتے ہیں مسلمانوں کے مانند جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہوا ور وہ اوسکو آزاد کرے تو ذمی اوسکی میراث پاوے گا نہ اوسکی طرف سے دیت دیگا اور اس

قول ہے یعنی ذی مولے کو ولا حاصل ہوتی ہے میراث اس قول کا فساد نہایت ترتبے کے وضوح سے فرع ہو گیا کہ ولا تو وہی میراث ہم لیتے ہیں کو ولا عتیق مسلم کا ہوتی ہے اور میراث اوسکی حاصل تھہری تو معاف معلوم ہو گیا کہ ولا اور میراث تحمد تحقیقہ متغایرین اور سابق مذکور ہو چکا کہ میراث ولا کا حکم اور اثر ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذی حوالے اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہو گا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں یعنی تمام ملت وارث و مورث شتی اگر ذمی مسلمان ہو جاوے اور عتیق مسلم اوسکے بعد مرے تو اوسکو میراث اوسکی ملے گی کذا فی الطحطاوی ولو اعتق حربی فی دار الحرب عبدا ثم سبیا العتیق بحر اعتاقہ الان بحلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق حینئذ و لا ولاء حتی لا خرجا الینا مسلمین کما ہو شغلا فالشانے اور اگر حربی نے دار حرب میں حربی غلام آزاد کیا تو بحر و عتاق بالتخلیہ کیوجہ وہ آزاد نہو گا مگر جو حربی غلام مذکور کو مخلی بالطبع کر دے پھر جب اوسکو مطلق العنان کر دے یعنے اپنے قبض و تصرف نہ رکھے تو وہ اوسوقت میں آزاد ہو جاوے گا اور اوسکی ولا اوسکو ملے گی تو اگر حربی اور اوسکا عتیق دونوں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آویں پھر حربی اوسکا وارث نہو گا برخلاف مذہب ابو یوسف کہ انکے نزدیک میراث پاوے گا وکان لہ ان یوالی من شاء لانہ لا ولاء احد علیہ اور حربی کے غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منعقد کرے سوا سے اوسکے کسی کی ولا اوسپر نہیں ہے عقد موالات دوسرے کر سکے ولو دخل مسلم فی دار الحرب فاشتری عبدا ثم اعتقہ بالقول عتق بلا تخلیۃ اور اگر مسلمان دار الحرب میں گیا سو اوسنے وہاں غلام خرید کیا پھر اوسکو بغیر بالتخلیہ آزاد کیا یعنی دار الحرب میں تو وہ آزاد ہو جاوے گا ہم یہ روایت شرنبلالی کی ہیں ہدایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب میں آزاد کرے تو اوسکا اوسکی ولا حاصل نہو گی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یوں جواب ہو سکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے ولا اور شرنبلالی میں نفی ولا مذکور ہے نفی عتق کی اور سابق مذکور ہو چکا ہے کہ ولا اور میراث تحمد تحقیقہ متغایرین واللہ اعلم ولو کان العبد مسلما فاعتقہ مسلما او حربی فی دار الاسلام فولاءہ للامام المعتقہ اور اگر غلام مسلمان ہو سوا وسکو مسلمان یا حربی دار الاسلام میں آزاد کرے تو اوسکی ولا اوسکو ملے گی یعنی اوسکا آزاد کرنے والے کو فروع مسائل ملحقہ شارح کے ادعیا ولاء میت و برہن کل انہ اعتقہ یقضے بالولاء والمیراث لہما دو شخصوں قسمیت کی ولا کا دعوے کیا اور ہر شخص اوسکے گواہ لایا کہ اوسی نے اوسکو آزاد کیا ہے تو دونوں مدعیوں کے واسطے ولا اور میراث کا حکم ہو گا بسبب عدم ترجیح المولی یقدم الولاء او لا حتی تنفذ منہ وصایاہ او یقتضی منہ دیونہ مولے آزاد کرنے والا متوفی ولا ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولے کی وصیتیں نافذ ہونگی اوسکے دیون ادا کیے جاوینگے اگرچہ عتیق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءۃ تعتبر فی ولاء العتاقۃ فتحت العتیق التاجر کفو لعتیق العطار دون الدباغ ہمسری نہ ہیں ولاء عتاقت میں مثلاً تو آزاد کیا غلام سوداگر کا برابر ہو عطر فروش کی آزاد کرنے والے کا غلام آزاد ہم تو اگر اسود معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اوسکے مولے کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تاوقتیکہ ولادت یا عمل نہوا ہو کذا فی الطحطاوی (تجنیس) اذا کانت حرۃ الاصل ثم سبی فعتقت ثم ولدت اولادا فی اصلہا فالولاء علی ولدہا جبکہ عورت حرہ اصلی ہو پھر سبی ہوئی کسی کی اصل میں لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اوسکے فرزند ہیں ولا نہیں ہے اگرچہ اوسکا باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت میں لڑکا ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی ہم حر اصلی ضمناً کے نزدیک وہ معنوں میں مستعمل ہے ایک یہ کہ حسی ذات پر رقیت کی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور طوق کے وقت سے یا اوس شخص سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل میں رقیت نہ ہو اور دوسرے یہ کہ جسکی اصل میں اصلاً رقیت نہو کذا فی الدرر والاصل اذا کان کذالک فلو سبیا اولاد علیہ مطلقاً اور باپ جبکہ اوسی طرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہو تو اوسکے ولد پر ولا نہیں مطلقاً یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے ولا ہے نہ ماں کی قوم کے واسطے ولو عجمیا کان اولادہ علیہ لقوم الاب و ورث معتق الام و عصبتہ فلو للثانی اور اگر باپ عجمی ہو تو اوسپر ولا نہیں باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاوے گا ماں کا آزاد کرنے والا اور اوسکا عصبہ برخلاف مذہب ابو یوسف ہم ابو یوسف کے نزدیک مبتنا تابع ہے باپ کا ولا میں چنانچہ شخص عربی میں تابع ہوتا ہے اسواسطے کہ نسب باپ کی طرف سے ہے اگرچہ نسب ضعیف ہو اور حکم نسب کی دلیل ہے کہ ولا ثابت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہیں عجمی باپ کی طرف سے اس واسطے کہ عرب اعجم میں

شاعر مثل ہے نہیں ہے یہ رئین ہو کا اصل اگر والدین مرحومی ہوں یعنی مذکور تو ولد پر ولاء نہیں اور اگر دونوں معتق ہوں یا ان کی اصل میں معتق ہو تو ولاء باپ کی قوم کیسوسطے ہوگا اور اگر مان معتقہ ہو اور باپ مرحومی یعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم ماد کی ولاء نہیں ہوگا اور اگر باپ غیر عربی ہو تو قوم مادر کے وسطے ولاء امام اور محمد کے نزدیک ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاۃ

فصل فی ولاء الموالاۃ

یہ فصل ہے ولاء موالاۃ کے احکام میں ہم موالاۃ لغت میں یعنی مناصرت اور شرع میں چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح میں تصریح کی ہے کہ موالاۃ یہ ہے کہ مرد مسلم دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہیں اور نہ کوئی مددگار سو مجھکو تو اپنی طرف ملالے اور اپنی قوم کی طرف تا میں تیری جماعت میں گنا جاؤں تو میری مدد کیجیو اور میرے اوپر سے نوائب اور مصائب دور کیجیو اور اگر میں مر جاؤں تو تو میرے مال کا وارث ہو تو دونوں شخصوں میں عقد موالاۃ منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء موالات کو ولاء سے موالاۃ پہلا سوا سطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے قابل انتقال نہیں جمیع احوال میں بخلاف ولاء موالاۃ کہ وہ منتقل ہے پذیر ہوتی ہے ازالہ دیتا اور ولاء عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہے بخلاف ولاء موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اسکا کچھ اعتبار نہیں والدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اسلم رجل مکلف علی یدی آخر وقالا او والی غیرہ الشرط کونہ عجمیا لا مسلما علی اقر ہ وسیجئ علی ان میراثہ اذا جنی صح ھذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اوسکا تابع ہوا یا اوسکے سوا اور شخص کا تابع ہوا یا اس شرط پر کہ متبوع اسکا وارث ہو جبکہ تابع مرے اور شخص متبوع اوسکی طرف سے دیت دے جبکہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو یہ عقد موالاۃ صحیح ہے شارح نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہے نہ مسلمان ہونا بنا بر بیان گذشتہ اور آگے پھر مذکور ہوگا عاقل اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہیں عاقل بالغ ہونے کی قید سو سیطے لگائی کہ عقد موالاۃ متصرف دائر ہے نفع اور ضرر میں اسوسطے کہ ہمیں ایجاب میراث اور الزام دیت ہے تو بدون عقل اور بلوغ کے صحیح نہوگا مگر باذن اور عجمی کی قید اسوسطے لگائی کہ تمام عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھ حاجت نہیں کذا فی الدر وعقلہ علیہ وارثہ لہ اور دیت اسفل کی اعلے پر ہے اور میراث اسفل کی اعلے کیوسطے ہے وکذا الوشرطا الارث من ایجابہیں اور اسیطرح عقد موالاۃ صحیح ہے اگر میراث دونوں جانبوں سے مشروط ہو یعنے اگر اسفل مرے تو اعلے میراث اوسکی لے اور اگر اعلے مرے تو اسفل اوسکی میراث لے دھم تو ارث میں ایجابہیں اسیطرح اکثر کتابوں میں بلا خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیا سے نقل کیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولے ہوگا اول کا اور اول کی ولا باطل ہو جائیگی اسوسطے کہ تابع متبوع نہیں ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اوسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تابع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح ویکون وکیلا عن سیدہ لعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہرے گا اپنے مالک کیطرف سے عقد موالاۃ کا کام غلام وکیل ٹھہرے گا ذیل سوسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہیں ہے بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہے واخرا رثہ عن ذی الرحم لضعفہ اور موالاۃ سے موالاۃ کی ارث ناطہ نسبی رشتہ دار سے موخر ہے اوسکے ضعف کے سبب سے ہم سوسطے کہ موالاۃ عاقدین کا عقد ہے تو اونکے غیر پر وہ لازم نہوگی اور نا طہ نسبی رشتہ دار وارث شرعی ہے تو عاقدین اوسکے ابطال کے مالک نہیں ولہ النقل عنہ بخلاف ہبتہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ او عنہ او عن ولدہ لا ان یعقل عنہ او عن ولدہ لا ینتقل کیونکہ اور عاقد اصل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلے سے اوسکے سامنے اوسکے غیر کی طرف جائز ہے اگر عاقد اعلے نے اوسکی طرف سے یا اوسکے ولد کی طرف سے دیت ندی ہو اور اگر دیت دی ہو اوسکی طرف سے یا اوسکے ولد کی طرف سے تو ولاء موالاۃ منتقل نہوگی اسوسطے کہ مولے نے اوسکو موکد اور مضبوط کر دیا دیت کے دینے سے ولا یوالی معتق واحد اللہ ولاء العتاقۃ اور عقد موالاۃ منعقد کرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب لازم ہونے ولاء عتاقت کے امراۃ والت ثم ولدت مجہول النسب یتبعہا المولود فیما عقدت ایک عورت نے مولاۃ منعقدہ کی ہو ایک لڑکا جسکا باپ معلوم نہیں ہے تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہے

عقد مذکور مین وکذا لو اقرت بعقد الموالاۃ او انشأتہ والولد معھا لانہ نفع محض فی حق صغیر لہ دیباچہ اور اسی طرح اگر کہا ان کا تابع ہوگا اگر اوسکی مان عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بیٹا اوسکے ساتھ موجود ہو تو ان کا تابع ہوگا عقد مین اسواسطے کہ وہ نفع محض ہے اوس صغیر کے حق مین جسکا باپ معلوم نہین وعقد الموالاۃ شرطہ ان یکون حر المجھول النسب بان لا ینسب الی غیرہ اما نسبۃ غیرہ الیہ فغیر مانع عنایۃ اور عقد موالاۃ کی شرط یہ ہی کہ قاعد اصل آزاد مجہول النسب ہو یعنے اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہو اور غیر شخص کا منسوب ہونا اسکی طرف مجہولیت نسب کا مانع نہین کذا فی العنایہ ھم اور دوسرا قول عالمگیری مین محیط سے یہ منقول ہی کہ مجہول النسب ہونا شرط نہین کذا فی الطحطاوی والثانی ان لا یکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہ ہی کہ مولاے اسفل عربی نہو والثالث ان لا یکون لہ ولاء عتاقۃ ولا موالاۃ مع احد وقد عقل عنہ اور تیسری شرط یہ ہی کہ اوسکے واسطے ولاے عتاقت نہو اور نہ ولاے موالاۃ کسی شخص کے ساتھ اور حالانکہ وہ شخص اوسکی طرف سے دیت دے چکا ہو والرابع ان لا یکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہی کہ اوسکی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دی گئی ہو ھم تو اگر اوسکی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اوسکی میراث جماعت مسلمین کے واسطے شرح طحطاوی مین ہی کہ بقیط آزاد ہوا اور جنایت اوسکی بیت المال پر ہی اور اوسکی میراث بھی بیت المال کیلئے اہل اسلام کے واسطے ہی پھر جب مجہول النسب ہونا اوسکا ثابت ہوا جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اوسکی طرف سے دیت دی گئی ہو بیت المال سے تو اوسکو کسی کے ساتھ موالاۃ کرنا درست نہین کذا فی الطحطاوی والخامس ان یشترط العقل والارث اور پانچوین شرط یہ ہی کہ دیت اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فتجوز موالاۃ المسلم الذمی وعکسہ والذمی المذمی وان اسلم الاسفل لان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسط فی البدائع اور اسلام عقد موالاۃ مین شرط نہین تو جائز ہی موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولاے اسفل اسلام قبول کرے اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کے مانند ہی چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہی بدائع مین ھم یعنی جس طرح وصیت صحیح ہی مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کے واسطے ویسی ہی موالاۃ بھی صحیح ہی لیکن دونون مین فرق یہ ہی کہ موصی لہ وصیت کا مسخ ہوتا ہی موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالات کا مولی وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذا فی الکافی وفی الوھبانیۃ شعر ومعتق عبد عن ابیہ ولاؤہ لہ والولاء بالمشیۃ یوجر اور وھبانیہ مین ہی اور غلام آزاد کرنے والے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے ہی اور اوسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہی یعنی اعتق عبدا عن ابیہ المیت فالولاء لہ والاجر للاب انشاء اللہ تعالی من غیر انتقاص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے اور ثواب باپ کے واسطے ہی اگر اللہ تعالے چاہے بلا انتقاص ثواب فرزند ھم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ عتاق کا ثواب کچھ باپ کو ملے گا اور فرزند کو بلکہ دونون کو پورا ثواب عتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا مشیت الہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہی خبر احاد سے اور اس سے یقین حاصل نہین ہوتا وکذا الصدقات والدعوات لابویہ وکل مؤمن یکون الاجر لھم من غیر ان ینقص من اجر الابن مضمرات اور اسی طرح صدقات اور دعوات الدین کے واسطے اور ایمان لانے کے واسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہی بدون سبات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھ ثواب کم ہو جاے کذا فی المضمرات ھم علامہ عبد البر نے کہا کہ بنا ے مسئلہ اسپر ہی کہ زندون کے اعمال کا ثواب مردون کو پہونچتا ہی اور اسمین فلغی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیے ہین اور پچھلی تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کی ہی جسکا نام کواکب نیرات ہی خلاصہ تالیفات مذکورہ یہ ہی کہ جمہور علما کا مذہب صحیح ہی کہ اموات کو ثواب پہونچتا ہی یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہی اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین ھو لغۃ تحمل الانسان علی شئ یکرھہ اکراہ لغت عرب مین عبارت ہی انسان کو برانگیختہ کرنے سے اوس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کروانا جو اوسکو برا لگتا ہو خواہ کہنا ہو

طبعی ہو یا شرعی وشرعا کل فعل یوجد من المکرہ فیحدث فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعا الی الفعل الذی طلب منہ اور شرع مین اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھکانے کو کہتے ہین جو طرف ثانی کے دل مین وہ اثر پیدا کردے کہ جس فعل کو اول شخص اُس سے چاہے اُسکو بجا لاجاری کرنیوالے پر فعل اول شامل ہی فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہی قول کو بھی چنانچہ بانی دھمکی قتل حکمی کی یہ صورت مذکور ہی قسمتانی مین کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا حکم کیا اور اسکو کسی چیز سے تہدید کی مگر یہ امور جانتا ہو دلالت حال سے کہ اگر اوسکو قتل نکریگا تو آمر اوسکو مارڈالے گا یا اوسکا کوئی عضو کاٹیگا تو یہ بھی اکراہ ہی اور محل سے مراد مکرہ بالفتح ہی یعنی جسپر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہی کذا فی الطحطاوی قدر غرر مین ہی کہ اکراہ شرعی غیر سے فعل کروانا بواسطہ اوس تہدید کے جو رضائے غیر کو نیست ونابود کردے نہ اوسکے اختیار کو لیکن تہدید یگا ہی اختیار کو فاسد کردیتی ہی اور گاہے نہین تحاصل عدم رضا مستبر ہی اکراہ کی سب صورتون مین اور اصل اختیار ثابت ہی سب صورتون مین لیکن بعضی صورت مین اختیار فاسد ہوجاتا ہی اور بعضی صورت مین فاسد نہین ہوتا فتنبہ اور تحقیق اوسکی شرح وقایہ مین یون مذکور ہی کہ رضا کے مقابلہ مین کراہت ہی اور اختیار کے مقابلہ مین جبر ہی جس یا ضرب کے اکراہ مین بلاشک کراہت موجود ہی اور رضا معدوم ہی لیکن اختیار ثابت ہی مع وصف السلامۃ اسواسطے کہ اختیار فاسد ہوجاتا ہی بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے تو جس امر مین جان یا عضو کی بلا کی ہی تو امتناع اوس سے جمیع حیوانات کی پیدائشی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ قوۃ ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روک رکھتی ہی اور نیچے مکان کے گرنے اور آگ مین گھسنے سے درصورت گمان تلف تو اوس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہی لیکن ملجا ہر کا اختیار ہی جو جبر سے قریب ہی اسی طرح تلف جان یا عضو کے وقت اختیار امتناع ہی لیکن اختیار فاسد ہی اسواسطے کہ انسان اوسپر مخلوق ہی اس امر سے دہشت اوسپر مجہول ہی باوجود اسکے اہلیت خطاب شرع باقی ہی اکراہ ملجی اور غیر ملجی مین بواسطہ تحقق عقل اور بلوغ کے وھو لونان تام وھو الملجیٔ بتلف نفس اوعضوا وضرب یبرح والا فناقص وھو غیر الملجی ۶ اور اکراہ دو قسم ہی کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی ہی یعنی جو مامور کو مضطر کردے بجان یا عضو کے تلف ہوجانے سے یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہو تو وہ ناقص ہی اور وہی اکراہ غیر ملجی ہی ہم ضرب شدید سے مراد وہ ضرب ہی جو موجب ہو تلف نفس یا عضو کی چنانچہ ہدایہ مین ہی ولہذا الفاقانی نے کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ دراتا تلف نفس اور قطع عضو اور ضرب شدید مینوالی سے جس سے تلف ہونے کا خوف ہو اور غیر ملجی چنانچہ دراتا ما یخاف منہ التلف غالبا کہ ہاتھ پاؤن کو مروڑنے اور چرپان پاؤن مین ڈالنے اور ضرب یسیر کذا فی الطحطاوی وشرطہ اربعۃ امور قدرۃ المکرہ علی ایقاع ما ھددہ بہ سلطان او لصا او نحو ۷ اور اکراہ کی شرطین چار چیزین ہین ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنے والے کا اوس چیز کے وقوع کرنے پر جس سے اوسنے تہدید یا تخویف کی ہو خواہ کرنیوالا بادشاہ ہو یا چور ڈاکو یا مانند اوسکے اور نحض جارم مانند اوسکے زوج ہو اپنی زوجہ کے حق مین اور صغیر غیر محتلم سلطان سے اور مجنون سلطان سے اکراہ ممکن ہی اگر ممیز مجنون کو ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروانے کے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہوگا اگر اوسکا وارث ہو اور دیت مجنون کی تو یہ ہوگی کذا فی الطحطاوی والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای ایقاع ما ھدد بہ فی المال بغلبۃ ظنہ لیصیر ملجأ اور دوسری شرط خوف ہی مکرہ بالفتح کا یعنی جسپر اکراہ اور زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب پر ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کردینے سے فی الحال نا کہ اس گمان سے کہ بعد مین چلا جاوے گا اور اگر ظن غالب ہوا اوسکے نہ واقع کرنیکا یا اکراہ کرنے والا وہان سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہوگا والثالث کون الشیٔ المکرہ بہ متلفا نفسا او عضوا او موجبا غما یعدم الرضا اور تیسری شرط یہ ہی کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہوا وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہو ایسے غم اور اندوہ کی جو رضا کو نیست اور نابود کردے ہم شرح وقایہ مین ہی کہ اکراہ دو قسم ہی ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کردے اور یہ اکراہ جس یا ضرب سے ہوتا ہی اور اکراہ ناقص فاسد اختیار ہی وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہی تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہی تو حبس یا ضرب مین رضا فوت ہی لیکن اختیار صحیح باقی ہی اور قتل مین رضامندی نہین لیکن اوسکو اختیار غیر صحیح ہی بلکہ اختیار فاسد ہی انتہے اور موجب غم گاہے حبس ہوتا ہی اور گاہے ضرب

اور اکراہ میں مقدار جس سے غم مرتفع حاصل اور ضرب کی مقدار یہ ہی جس سے درد شدید پیدا ہو اور اس میں ایسی کوئی حد نہیں جس سے کمی اور زیادتی نہ ہو سکے اسواسطے کہ نسب مقادیر راے سے ممتنع ہی بلکہ یہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہی کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وھذا ادعے مراتبہ وھو مختلف باختلاف الاشخاص فان الاشراف یغمون بکلام خشن والارذال ربما لا یغمون الا بالضرب المبرح ابن کمال اور یہ یعنی موجب غم کم مرتبہ ہی اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہی سو اسطے کہ اشراف تو غمگین ہو جاتے ہیں سخت بات سے اور کمینے اکثر آزردہ نہیں ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والواہ کون المکرہ ممتنعا عما اکرہ علیہ قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر او الزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط ممتنع ہونا مکرہ بالفتح کا قبل از اکراہ اوس فعل سے جسکے واسطے اوپر زبردستی ہوئی یعنی اگر یہ اکراہ نہوتا تو وہ فعل پر گز نہ کرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا چنانچہ اپنا مال بچانا دوسرے شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی جہت سے نہ کرتا چنانچہ شراب خوری اور زنا کاری ہم اپنے مال کے بچانے میں اگر اکراہ نہ ہوتی ہو اور اتلاف مال غیر اور شراب خوری میں اگر اکراہ بقتل او ضرب شدید متلف او سوط طویل او وعید علی المذکور والعین ہو تو اگر کسی شخص پر اکراہ ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کے نہ ایسا مرد کو ایسے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہیں مگر آلات مثل سوط اور لکھ یا الیتہ متلف ہی کذا فی البزازیہ یعنی سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی راے پر مفوض ہی اور سکی کچھ حد معین نہیں اور تصرفات مذکورہ میں کی اکراہ نہیں ہوتے ہیں اور ضرب متلف تو اکراہ یعنی میں داخل ہی کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید میں متلف کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہ تھی او حبس او قید شدید یعنی خلاف حبس یوم او قید ہ او ضرب غیر شدید الا للامھا کہ در یا اکراہ ہوا حبس و زنا طویل سے بر خلاف حبس یکروزہ یا قید یکروزہ یا ضرب خفیف کہ کہ وہ اکراہ نہیں ہو سکتا غرت دار کے حق میں البتہ اکراہ ہی کذا فی الدرر ہم قید سے اعادہ پر یاں پاون ہیں ڈالنا ہی حبس چنانچہ مشہور ہی عوام میں حتی باع او اشتری او اقر او رجع فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص پر تہدید قتل یا ضرب شدید یا حبس شدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہانتک کہ اوسنے اپنا مال بچانے یا خریدنے کیلئے کسی کے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا او وہ شخص عقود مذکورہ کو فسخ کرنے کے بعد زوال اکراہ ھم عقود مذکورہ سے مرد وہ عقود ہیں جو قابل فسخ ہیں چنانچہ بیع اور شراء اجارہ اور صلح اور اسقاط مدیون اور قبیل اور ہبہ کذا فی الدرر والزیلعی حتی الفضولی ہو تا ھم اور حق فسخ کا باطل نہیں ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے ھم یعنی مکرہ بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ میں اور مکرہ بالکسر کا وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اوسکے ترکہ سے جمع ہوگا وارث المشتری فی الاستحسان ھم وکما یرد بالفسخ المتصل یرد بالفسخ المنفصل یعنی فسخ باطل ہوگا مشتری کی موت سے اور زیادت متصلہ سے ھم یعنی زیادت متصلہ جیسے بچہ اور کپڑا زیادت متصلہ ہی طریق رد فسخ باطل ہوگا وتضمن بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا تا وان نہ ہوگا مشتری پر اوسکی تعدی کرنے سے وسیتی الدیستوہ وان ھلکت الا لدی اور اگے اوسے گا کہ مبیع پھیر دیا جاوے گا اگر چہ درست ہو چند بار یعنی بیع ہوگئی ہو اور اسکے کان او اکبر او الطحطاوی وغیرہ الخ لعدم ان الرمنی والوصی شرط الصحۃ ھنا العقود وکذا الصحۃ الاقرار فلا اصار حق الفسخ والامضاء یعنی مکرہ بالفتح چاہے تو عقود مکرہ جاری رکھے سو اسطے کہ اکراہ بلی رضامندی کو نہیست اونا بود کر دیتے ہیں اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی بقا کی شرط ہی اور سبب ارتفاع جب مرتفع ہو تو اسکے واسطے رضامندی شرط ہی تو اسی واسطے اوسکا فسخ ہو گیا فسخ کر دالتے اور جاری رکھے مرضی ان شاء تلک العقود فاذا تقرر ذلک پھر جب یہ ثابت کر چکا ہے کہ عقود مذکورہ نافذ ہیں ہم حنفیوں کے نزدیک ھم مراد یہ ہی کہ مکرہ بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچہ فاسد ہیں مگر قابل انفاذ ہیں بلکہ ہیں مالک کے اجازت رکھنے سے لازم مراد نہیں کیونکہ مکرہ فا

مانند اور فتاوی عالمگیری کی بھی عبارت فساد عقود مذکورہ کے نفیس ہی بیان یہ البتہ ہوکہ اوعقود فاسدہ سے یہ عقود مخالف ہیں جنہیں حکم میں کذا فی الطحطاوی ومختصر نصف وحینئذ یملکہ المشتری ان قبض فیصح اعتاقہ ورسوخ بمعنی جبکہ مبنی عقود مذکورہ پر نفاذ کا حکم کیا تو مشتری مالک ہوگا اگر اور قبضہ کرلے تو مشتری کو غلام بیع کا آزاد کرنا صحیح ہو وکذا کل تصرف لا یمکن نقضہ اور عتاق کے مانند ہر ایک وہ تصرف ہو جسکا نقض ممکن نہیں ہم چنانچہ تدبیر اور مستسعاد اور طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت اعتاق ولو معسرا زاہدی لا تلافہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اوسکی جو عتاق کے وقت ہوگی لازم ہوگی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی یہ سب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعا قید للمذکورین فقط یعنی ابو لمالکہ عقود المذکورۃ نافذۃ عندنا وان المعلق علی الرضی والاجازۃ لوجد احدہما نفاذا والا لوجد احدہما ورد لنفاذ کما حققہ ابن کمال پھر جبراً کراہ ہوا اگر ثمن اوسکا خوشی سے یا مبیع کو رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہوگی بیع لازم ہوجائیگی اگر کہا کہ مکرہ بالفتح کردیا عقود ہمارے نزدیک فقہ ہیں یا بیع کی فاسدہ اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہے اوسکا نافذ ہونا اسوسطے کہ رضا اوسکے لزوم کے سوا اور ہی اسوسطے ابن کمال نے ایضاح میں اسکو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہم نے قبض اور تسلیم سے لازم ہوگی یعنی فاسد منقلب بصحیح ہوکر لازم ہوجاوے گی اسوسطے کہ اب اوسکو فسخ کا اختیار باقی نہ رہے گا اور شارح نے ہو نافذ لا عقد کہا کہ مذکور کیا اور سکی تاویل بھی مذکور ہوچکی اور ابن کمال نے شرح طحطاوی سے نقل کیا کہ عقود مذکورہ فاسد ہیں مگر اوسکو اختیار ہے فسخ کردینے کا رضا مندی کے سبب سے انتہی ظاہر اتفاوت سہ را و اعادہ ملک ہے یہ کہ عقود صحیح ہیں اسوسطے کہ خود ابن کمال نے تصریح کی ہے کہ تمامی بیع کی اوسکے منقلب ہوجانے سے صحیح ہوکر بالکل کی رضا اور اجازت پر موقوف ہے تو ہوگا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کردینا پلٹ کر بیع کو صحیح کردینا ہی اسوسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہے اور بحر الراق میں کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے کہ منجملہ شروط صحت رضا مندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شراء فاسد ہی اور منار اور اوسکی شرح میں مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہے یعنی فاسد منعقد ہوتی ہے عدم رضا کے سبب سے جو فضولی کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی فحصل قلت والضابط ان ما لا یصح مع الہزل یفقد فاسدا قلہ البطلانہ میں کہتا ہوں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عقد کہ نہیں ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شراء اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہے تو مالک کو اوسکا باطل کردینا جائز ہے وما یصح یصح فیتمض الی اوان قد یسمی اور جو عقد کہ اہزل اور بیہودگی سے صحیح نہ ہو چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بھی صحیح ہوتا ہے اور اوسے مالک حال یعنی اکراہ کرنے والے سے چنانچہ اوسکا ذکر عنقریب آوے گا وان قبض الثمن مکرہا لا یملک اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہ ہوگی ورجہ ولم یضمن ان ہلک الثمن کالودیعۃ ان بقی فی یدہ فلہ امساکہ اور ثمن کو پھیر دے اگر اوسکے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہوگیا اور تاوان نہ دے گا اگر ثمن تلف ہوگیا ہو اسوسطے کہ وہ امانت ہوگی کذا فی الہدایہ ہلکت امانت ہوجانے کے اور مشتری کو اجازت سے لیا تملکا علی سبیل التملک قرتاوان اور پلٹ نہ ہوگا لکنہ یخالف المبیع الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہے بیع فاسد کے چار صورتوں میں یجوز بالاجازۃ القولیۃ والفعلیۃ پہلی صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ جائز ہوجاتی ہے اجازت قولی اور فعلی سے برخلاف اوربیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہیں ہوتی والثانی امتنع نقض تصرف المشتری منہ وان قاولتہ الاید اور دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری کا تصرف اوس سے توڑا جاتا ہے اگرچہ بدست چند بار اوسکی بیع ہوگئی ہو برخلاف اور بیع فاسد کے اسوسطے کہ اور بیع فاسدہ میں حق شرع کی جہت سے فساد ہے اور بیع مکرہ میں حق العبد کی جہت سے فساد اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہے کیونکہ عبد حاجتمند ہے اور حق تعالے غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ میں وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ وقت قبض کے برخلاف اور بیع فاسدہ کے کہ اوس میں وقت قبض کے قیمت معتبر ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مثمن یعنی مبیع امانت ہے مکرہ بالفتح کے ہاتھ میں بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون

تعدی کے تاوان نہیں بخلاف ان دونوں کے شراب اور خنزیر کے بیع فاسد میں کہ امانت نہیں ہوتی کذا فی البزازیہ ہم ثمن اور مبیع اوسوقت امانت ہی جبکہ بائع پر ثمن لینے کا اکراہ ہوا ہو اور مشتری پر مبیع لینے کا امر السلطان ان کراہ وان لم یتوعد ۵ بادشاہ کا امر اگراہ ہے اگرچہ اوسنے قتل یا حبس کی وعید اور تہدید نکی ہو ہم ذکرنا وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے ایک مرد سے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا یا اس سوکا گوشت کھا اور نہیں تو میں تجکو قتل کرون گا تو اوسکو کھانا جائز ہے بلکہ فرض ہو جبکہ اوسکا گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاوں گا تو مقتول ہون گا پھر اگر وہ نہ کھایا اور قتل ہوا تو گنہگار ہوگا ظاہر الروایۃ من اوضح الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر گنہگار ہوگا اور پینے والون میں ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت کی بات سے جاہل ہوگا اور نکھانے سے مقتول ہوگا تو سعید کی ماخوذ نہوگا اور اگر مباح ہونے کا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اوسکو بغیر خانہ کیا بادشاہ اوسکو نکھانے سے تہدید قتل کی کرتا ہی تو اوسکو کھانا درست نہیں اور اگر بادشاہ کا امر سنکر اوسکو کھا لیا تو ماخوذ ہوگا اور اگر بادشاہ نے کہا کہ اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اوسکو ہاتھ کاٹنا جائز نہیں اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو نبی ذات کو قتل کر نہیں تو تجکو قتل کرون گا تو اوسکو یہ قتل کرنا جائز نہیں انتہی مختصرا اور ملتقی اور اوسکی شرح مین ہے اکراہ بتہدید قتل ہوا وسپر کہ پہاڑ سے گر پڑے یا آگ مین گھس جاوے اور مملوک چیز پر تو اوسکو اختیار ہوا مام کے نزدیک چاہے اقدام کرے یا ہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ وسپر لازم ہو ذلک فی الطحطاوی ملخصا و امر غیرہ لان لم یعلم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل امرہ قتلہ او یقطع یدہ او یضربہ بحیث یخاف علی نفسہ او تلف عضوہ منیۃ للفتی و یہ یفتی اور پادشاہ کے سوا اور کسی کا اکراہ نہیں ہے مگر یہ کہ مامور دلالت حال سے جانتا ہو کہ اگر اوسکا کہنا نکرے گا تو وہ اوسکو قتل کرے گا یا اوسکا ہاتھ کاٹ ڈالے گا یا اوسکو اس طرح مارے گا جس سے اوسکی جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف ہو کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوے ہے و فی البزازیۃ الزوج سلطان علی زوجتہ فیتحقق منہ الاکراہ اور بزازیہ مین ہے کہ شوہر بادشاہ ہے اپنی زوجہ کا تو اوس سے اکراہ ثابت ہوگا تہدید زوج اوس صورت مین اکراہ ہے جبکہ وہ قادر ہو اوسکے کرنے پر اور یہ دو روایتون مین سے ایک روایت امام سے کذا فی الطحطاوی اکراہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی الاشباہ ۵ احرام باندھنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنے کا سو اوسنے انکار کیا یہانتک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاوے گا حق تعالی کے نزدیک کذا فی الاشباہ پھر اگر محرم شکار مارے گا تو قاتل مین اور مکسان مین قاتل پر کفارہ ہے اوسکے آمر پر اور اگر امرا اور ماموردونون محرم ہون تو دونون پر کفارہ کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ البائع علی البیع لا المشتری وھلک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع لفسخ البیع فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہوا نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھ مین تو مشتری اوسکی قیمت کا بائع کو تاوان دے بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو عقد فاسد سے ہم تاوان قیمت کا مشتری پر لازم ہے اگرچہ بائع ثمن اوسکا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہے کہ اگر قیمت زیادہ ہوئی ہے تو زائد کو بائع مشتری سے پھیرلے اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اوسکے پاس تلف ہو جاوے بدون تعدی کے تو تاوان اوسپر نہین کیونکہ وہ اس صورت مین اوسکے پاس امانت ہے کذا فی الطحطاوی عن الصغری والبائع للمکرہ لہ ان یضمن ایاشاء من المکرہ بالکسر و المشتری والمکرہ بالفتح یعنے بائع کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ پھر اگر مالک تاوان لے اکراہ کرنے سے تو وہ مشتری سے قیمت اوسکی پھیر لے یعنے اسواسطے کہ وہ اوسکے فرمان سے اوسکا مالک ہو گیا وان ضمن المشتری نفذ ای جاز لھما مر کل متاجر بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ لو ضمن المشتری الثانی مثلا لاصیرورتہ ملکہ فیجوز ما بعدہ لا ما قبلہ اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بیسل گذشتہ جائز ہو جاوے گی ہر خرید کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہوگی وہ خرید جو تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلا مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہو گئی تو وہ بیع کہ بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی ہم مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن مین بیان کر دیا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر مبیع

تلف ہو جائے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیچ کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لے گا تو تمام خریداریاں جائز ہو جاویں گی طحطاوی نے کہا کہ بہتر تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ تداول ایدی میں مفروض ہے اور پہلا مسئلہ مشتری واحد میں مفروض ہے فرجع المشتری لضامن بالثمن علی بائعہ تو تاوان دیوے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے بھرلے بخلاف ما اذا اجاز المالک احد البیاعات حیث یجوز التجمیع ویأخذ الثمن من المشتری الاول فزوال المانع بالاجازۃ برخلاف سابق یہ صورت ہی جبکہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ بین سے جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر میں اجازت وقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب کی اول و پچھلی بیوع جائز ہو جاویں گی اور مالک مشتری اول سے ثمن لے گا وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہی یعنی مانع صحت بیع نا رضامندی تھی مالک کی سو اوسکی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فان اکرہ علی اکل میتۃ او دم او لحم خنزیر او شرب خمر او اکراہ غیر ملجیء بحبس او ضرب او قید لم یحل لہ ذلک لعدم رخصۃ فی اکراہ غیر ملجیء پھر اگر ایک شخص پر اکراہ وقع ہوا مردار یا خون یا سور کے گوشت کھانے یا شراب کے پینے پر بوسطہ اکراہ کرنے والے کے جو نہ تھا اکراہ ملجی کے یا نہ تھا اکراہ غیر ملجی بحبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہیں ہوا سواسطے کہ کوئی ضرورت نہیں یعنی حرمت مذکورہ تو نہ ضرورت مبدل ہو جاتی ہیں چنانچہ مخمصہ میں اور جب جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف نہ ہوا تو ضرورت ثابت نہ ہوئی کذا فی البحر لنعدم الحل لمشرد المشتہی کذا فی الزیلعی البتہ یہ اکراہ مذکورہ سے اگر تہدید قتل کی ہے تو واسپر جدماری جاوے گی شبہ باحت کے سبب سے وان اکرہ بملجیء بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح ابن کمال الفعل بل الاولی الرخصۃ لہ بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید متلف کذا صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہوا الغرض ہو یعنی ہو سکتا ہے کہ حرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہیں اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت ہے سو اس اکراہ کی دو قسم ہیں ایک قسم یہ ہے کہ جس سے اقدام حرمت ہی پر جبکہ اکراہ کرنے والا فعل کرنا اور اگر نہ کرے گا تو قتل ہوگا تو گنہگار ہوگا اور دوسری قسم یہ ہے کہ اقدام حرمت پر جبکہ اکراہ کرنے والا فعل کرنا اور اگر نہ کرے گا یہانتک کہ قتل ہوگا تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اسکے ہیں دوسری قسم میں اکراہ ملجیء ہوا اور وہ یہ ہے کہ اکراہ کرنے والا کلمہ کفر بولنے کا اکراہ کرے اور وہ شاتم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو جو کفر ہے اور استحقاق دین کا سبب ہے یا قتل کرنا کسی مسلمان کا ہو یا قطع عضو کا ہو یا ضرب شدید کا ہو جو متلف ہو یا قید کا ہو یا حبس کا ہو جو مدت طویلہ تک ہو یا ایسا حبس ہو جو مدت طویلہ تک نہیں ہے اور وہ قتل نفس معصوم محترم ہو یا قطع عضو کذا فی الاتقانی فاکراہ علی قتل اشرف منہ کالنبی صلی اللہ علیہ وسلم او علی قتل مساو لہ کالذمی والمعاہد لیس بعذر ہو اگر مجبور مذکور کے اکراہ سے کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کر ڈالا تو گنہگار ہوگا اگر اس امتناع سے کفار کی عصمت کا اور کفر کا ارادہ کرے تو گنہگار نہ ہوگا کذا فی الزیلعی وذکر الطحاوی انہ لا مضائقۃ لہ فی ذلک لانہ لا عصمۃ لہ ولا لدینہ ہو یہ تناول محرمات اس حالت میں مباح ہوا اور جان یا عضو کے تلف سے تخلص کرنا واسپر لازم ہوا کذا فی الزیلعی وذکر الطحاوی یعلم الا باحۃ بالاکراہ الا یاثم لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرہوا علیہ کالجھل یا خطأ تبع اول الاسلام ابو یوسف فی دار الحرب اور اسی طرح الرستاق میں تناول باحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے مباح ہوا تو گنہگار نہ ہوگا اسبب تحقق ہونے باحت کے تو معذور ہوگا تاوانکی سے جیسے احکام شرعیہ کی نادانستگی کی ابتدای اسلام میں یا دار الحرب میں عذر ہے عدم باحت محرمات کے اور حین اختلاف بعض علما اور صابر کے گمان امتناع معصیت سے احتراز ہی تو معذور سمجھا گیا فی الزیلعی ابتدائے اسلام میں مردہ ہو کہ کافر مسلمان ہوا اور نہ ہو حکام شرع کے رکھنے کی فرصت نہیں پائی یا دار الحرب میں مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کذا فی المحیط کما قدمناہ فی البحر جیسے نہ حنث کرنسکی میں محرمات مذکورہ کے نہ کھانے اور مرجانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہم نے اسکو کتاب الحج میں بیان کیا ہے وان اکرہ علی الکفر باللہ او بسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم او بقتل مسلم او قطع عضوہ او ضربہ ضربا شدیدا او قیدہ او حبسہ حبسا طویلا بحیث یتضرر بہ لم یرخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا نفس سے تو اوسکو جائز ہے کہ زبان سے

ظاہر کرے جسکا اوسکو امر ہوا اور دل سے توریہ کرے درآں حالیکہ اوسکا دل مطمئن ہو ایمان کے ساتھ یعنے ثابت ہو بالتعیین عقیدہ ہم توریہ عبارت ہے اظہار
غیر مراد اور خلاف مقصود سے توان وری لا یکفر وبانت امرأتہ قضاء لا دیانۃ پھر اگر کرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار کفر میں تو کافر نہوگا اور اوسکی
عورت کا نکاح ٹوٹ جائے گا ظاہر حکم میں نہ عند اللہ تعالیٰ توریہ کی صورت یہ کہ کفر بالدل میں خبر کاذب کا قصد کرے اور انشاء کفر کا قصد نکرے کذا فی الحموی اور چنانچہ
اوسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اوسنے کہا کہ دشنام کے وقت میں نے مرد نصرانی کا ارادہ کیا تھا تو وہ قضاءً کافر ہوگا نہ دیانۃً کذا فی القہستانی قضاءً
اسواسطے کافر ٹھہرا کلمہ کفر اوسکی زبان پر گذرا اور دیانۃً اسواسطے کافر نہوا کہ کفر کا اوسنے ارادہ نہیں کیا وان خطر ببالہ التوریۃ ولو یوس کفر وبانت
امرأتہ دیانۃً وقضاءً نوازل وجلالیہ اور اگر اوسکے دل میں توریہ مخطور ہوا اور اوسنے توریہ نکیا تو کافر ہوگیا اور اوسکی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا
ہر طرح دیانۃً بھی اور قضاءً بھی کذا فی النوازل وجلالیہ اسواسطے کہ جب دل میں توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت معدوم
ہوگئی تو وہ راضی ٹھہرا کفر سے باقی رہی تیسری صورت وہ یا ہیکہ کرہ کے کہ میرے دل میں توریہ مخطور نہوا ولیکن میں نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن
بالایمان تھا تو اوسکی عورت جدا نہوگی بہتیرے میں اسواسطے کہ جب اوسکے دل میں سوا اوسکے کچھ مخطور نہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت میں اظہار
کفر کی رخصت ہوا اور اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اوس حالت میں لازم ہے جبکہ اوسکے دل میں توریہ مخطور ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ویؤجر لو صبر لقولہ
لاجراء المحرم اور ثواب پاوے گا اگر صبر کرے گا ببیبک کرنے اجراء محرم کے جیسے عمار یاسر اور خبیب رضی اللہ عنہما آمین مبتلا ہوئے جسمے عمار نے خوشی کیا
اور خبیب نے صبر کیا یہانتک کہ سولی دیے گیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو سید الشہداء فرمایا کذا فی الدرر ومثلہ سائر حقوق اللہ تعالیٰ کافساد
صوم وصلوۃ وقتل صید حرام وکما اثبت فرضیتہ بالکتاب اختیاراً اور اکراہ علی الکفر کی مانند ہیں رخصت اور صبر میں باقی حقوق
حق تعالیٰ کے جیسے صوم وصلوۃ کا فاسد کر دینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام میں شکار کرنا اور جس چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی کذا فی
الاختیار ہم زیلعی میں ہے اور اسی طرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہے تو اکراہ کامل یعنی اکراہ ملجی کے نزدیک اوسکے کرنے میں رخصت ہوا اور وہ چنانچہ اتلاف مال
غیر اور افساد صوم اور صلوۃ اور جنایت احرام اسواسطے کہ کفر کی حرمت محتمل سقوط نہیں ہے تو اسمیں اصلا اباحت منصور نہیں اور سوا اسکے کفر کے اگرچہ عقلا
محتمل ہے لیکن موجود نہیں تو وہ ملجی ہوگیا غیر محتمل السقوط کے ساتھ تو اکراہ ملجی سے اوسکی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقا اور غیر ملجی سے چنانچہ عنقریب
اور جس سے رخصت ثابت ہوئی تو اجراء کلمہ کفر خص الاجراء دون غیرہما بغیر القطع والقتل یعنی بغیر الملجیٔ ابن کمال اذا التکلم بکلمۃ الکفر
لاجل بقاء اور اجراء کلمہ کفر خص نہیں بغیر قطع اور قتل کے یعنی بغیر اکراہ ملجی کے اسواسطے کہ کلمہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہیں ہم غیر قطع اور غیر قتل کی تقیید اشارہ ہے
غیر ملجی اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ اکراہ ملجی قتل اور قطع میں منحصر نہیں بلکہ جو چیز نہایت مضطر کر دے وہ بھی قتل اور قطع کے حکم میں ہے چنانچہ آئندہ پردہ آلات تناسل
مارنا اور عدم حلت اجراء کلمہ کفر قول سابق یعنی ترک اجراء محرم کی علت ہو سکتی ہے تو اوسی کے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحطاوی ورخص لہ اتلاف
مال مسلم اردمی اختیار بقتل او قطع ویؤجر لو صبر ابن ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دی گئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کر دینے میں
تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور اسکو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کرے گا کذا صرح ابن ملک وخص من اتلاف المال المکرہ بالکسر المکرہ بالفتح
کا لآلۃ اور صاحب مال اکراہ کرنے والے سے تا وان لے اسواسطے کہ جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کے مانند ہے دو قسم افعال دو قسم میں ایک
فعل وہ ہی جس میں مکرہ بالفتح صالحیت اسکی رکھتا کہ اوس فعل میں مکرہ بالکسر کا آلہ یعنی ہتھیار ہو تو یہاں اکراہ کرنے والے کی طرف فعل منقول
ہوگا تو گویا اوسنے بہ ذات خود وہ فعل کیا تو تا وان اوسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہی جسمیں وہ آلہ نہیں ہو سکتا تو وہاں فعل اکراہ کرنے والے کی
طرف منقول نہوگا چنانچہ اکل اور وطی اور تکلم اسواسطے کہ آدمی غیر کے منہ سے نہیں کھا سکتا اور نہ دوسرے کے آلہ سے وطی کر سکتا ہے اور نہ غیر کی

زبان سے بول سکتا ہو اور بخلاف مال پہلی قسم سے ہو اسوسطے کہ ممکن ہو کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑکے مال پر گرا دے اور مال تلف ہو جاوے کذا فی البحر طاوی لا یرخص قتله او سبه او قطع عضوه ولا یستباح بحال اختیارا اور رخصت نہیں اکراہ نے مسلمان کے قتل کی یا اوسکے گالی دینے یا اوسکے ہاتھ کاٹنے کی اور ایسی فعل کی جو کسی حالت میں مباح نہیں کذا فی الاختیار ہم لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہی کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ ملجی سے عذر ہی انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گلا دابکر مار ڈالنا اور جان کا جلانا اور پانی میں گرا کر ڈبونا اور زنا کرنا کذا فی البحر طاوی ویقاد فی القتل ایضا للمکرہ بالکسر لو مکلفا لما فی المبسوط خلافا لما فی النهایة فقط لان القاتل کالة اور قتل عمد میں فقط مکرہ بالکسر پینے اکراہ کرنے والے سے قصاص لیا جاوے گا اگر وہ عاقل اور بالغ ہو کذا فی المبسوط بر خلاف اوس قول کے جو نہایہ میں ہی فقط مکرہ بالکسر پر ہو سطے قصاص ہی کہ مکرہ بالفتح جیسے قاتل ہتھیار کے مانند ہم منع الغفار میں ہی کہ عنایہ میں نہایہ سے منقول ہی کہ قصاص آمر پر ہی خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا مجنون انتہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہی کہ قاتل مکرہ کا قتل بمقتضاے اوسکی طبیعت کے ہی اپنی جان بچانے کے واسطے تو وہ آلہ ٹھہرا یا اوس فعل میں جس میں وہ آلہ ہو سکتا ہی جیسے اتلاف میں نہ گناہ میں اور یہ اسوسطے ہی کہ وہ ہتھیار وہ ہی جو بمقتضاے اپنی طبیعت کے عمل کرے چنانچہ تلوار کہ قطع کرنا اوسکی طبیعت ہی جبکہ وہ مستعمل ہو محل قطع میں اور چنانچہ آگ کہ اوسکی طبیعت جلا دینا ہی اور چنانچہ پانی کہ اوسکی طبیعت ڈبو دینا ہی اور آلہ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنے والے پر قصاص واجب ہونا ہی تو اسی طرح یہاں یعنی اکراہ ملجی میں آمر پر قصاص واجب ہوگا نہ مامور بر کذا فی البحر طاوی وأوجبه الشافعی علیهما اور امام شافعی نے آمر اور مامور دونوں پر قصاص واجب کہا ہی وفاقا ایو یوسف عنهما للشبهة ابو یوسف نے دونوں سے قصاص کی نفی کی ہی بسبب شبہ کے یعنی بسبب شبہ عدم وجوب جرم اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہی سو اسوسطے کہ فعل اوسی سے پایا گیا ہی حقیقۃً وحسًا وحکمًا یعنی اور حق گناہ تو اوسی پر قصاص واجب ہوگا ولو اکرہ علی الزنا لا یرخص له لانه قتل النفس بقیاسها اور اگر زنا پر اکراہ ملجی ہوا تو مامور کے واسطے رخصت نہیں ہو سطے کہ اسمیں جان کا قتل کرنا ہی اوسکے ضائع ہو جانے سے ہم ہو سطے کہ ولد الزنا حکمًا مالک ہی سو اسطے کہ اوسکا کوئی پالنے والا نہیں تو زنا کسی صورت سے مباح نہیں ہو سطے کہ اسمیں جان کا قتل کرنا ہی اوسکے ضائع ہو جانے سے ہم ہو سطے کہ ولد الزنا حکمًا مالک ہی سو اسطے کہ اوسکا کوئی پالنے والا نہیں تو زنا کسی صورت سے مباح نہیں مانند قتل کے کذا فی البدر ولکنه لا یحد استحسانا لیکن مامور پر حد نہیں از روے استحسان کے بل یلزم المهر ولو طائعة لانها لا یسقط جمیعا شرح وهبانیة بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دے اگرچہ عورت راضی ہو سو اسطے کہ حد اور مہر دونوں کے دونوں ساقط نہیں ہو جاتے کذا فی محرج الوہبانیة ہم یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہیں ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہیں ہوتی حد یا مہر سے وفی جانب المراءة یرخص لها الزنا بالاکراه الملجئ لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل من جانبها اما فی الرجل اور عورت کی جانب میں رخصت ہی اوسکو زنا کی اکراہ ملجی سے اسواسطے کہ نسب ولد کا اوسکے زنا سے منقطع نہیں ہوتا تو زنا یعنی قتل کے نہوا عورت کی جانب سے بر خلاف مرد کے کہ اوسکی جانب سے زنا در حکم قتل کے ہی کما مر لا بغیر ولکنه یسقط الحد فی زناها لا زناه لانه لما لم یکن الملجئ رخصة له لم یکن غیر الملجئ شبهة له نہیں رخصت ہی عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور حبس سے لیکن عورت کے زنا میں حد ساقط ہی نہ مرد کے زنا میں اسواسطے کہ جب اکراہ ملجی رخصت نہوا مرد کے واسطے تو غیر ملجی اوسکے واسطے شبہ نہوا سقوط حد کا بر خلاف عورت کے

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ظاہر تعلیلہ یقتضی ان حکم المواطاة کحکم المراءة لعدم الولد فترخص بالملجئ الا ان یفرق بکونها اشد حرمة من الزنا لانها لم تقع بطریق ما وکون قبحها عقلیا ولذا لا تکون فی الجنة علی الصحیح قاله المصنف فقہا کی ظاہر تعلیل سے کہ نہوا ولد عورت اور عدم رخصت مرد کی اسپر دلالت کرتی ہی کہ لواطت کا حکم عورت کے حکم کے مانند ہو بسبب نہونے ولد کے لواطت میں تو لواطت میں مرخص ہوا اکراہ ملجی سے مگر یہ کہ زنا اور لواطت میں فرق کیجیے اس طرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہی زنا سے اسواسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہیں اور اسوجہ سے کہ قباحت لواطت کی عقلی ہی اور اسی واسطے غلمان بہشت میں نہوگا بر مذہب صحیح یہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مجمع میں ہم نے کی کتاب الاکراہ میں ہی کہ اگر زنا اور لواطت پر اکراہ

ہو تو اوسکی رخصت نہیں اگرچہ وہ قتل ہوا منتہی نوہس روایت میں غلام اکراہ بحبس سے ممنوع ہوا باوجودیکہ اہلاک ولد کا سودی نہیں اور نہ مفسد فراش ہی
اور ظاہر اطلاق تسف فاعل اور مفعول دونوں کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ
ابن کمال اور اکراہ سے مکرہ بالفتح کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہی اگر عتق قول سے ہو نہ فعل سے جیسے اپنے قرابت دار کا خرید کرنا کذا ذکرہ
ابن کمال ھم لیکن جوہرہ کی یہ روایت سکے مخالف ہی کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ آزاد ہوگا اور اکراہ کرنے والے پر تاوان لازم نہوگا اور اسکے
کو اوسنے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ورجع بقیمۃ العبد ونصف المسمی ان لم یطأھا اور جسپر اکراہ ہوا وہ اکراہ کرنے والے سے غلام کی
قیمت بھرلے اور نصف مہر مسمے بھرلے اکراہ کرنے والے سے اگر اوسنے مطلقہ کی وطی نکی ہو ھم یعنے عتق غلام من نیت نے مکرہ بالکسر سے اور نصف
مہر مسمے لے بشرط عدم وطی اور اگر مہر مسمے نہو تو وہ لے جو اسپر متعہ لازم ہوا کذا فی الدرر ونذر ہ ویمینہ وظہارہ ورجعتہ وایلاؤہ
ویمینہ فیہ ای فی الایلاء بقول او فعل اور صحیح ہی اکراہ سے نذر مکرہ کی اور قسم اوسکی اور ظہار اور رجعت اوسکی اور ایلاء اوسکا
اور رجوع کرنا اوسکا ایلاء من قول سے یا فعل سے کذا فی الدرر المنتقی اور زیلعی اور درر میں فقط قول مذکور ہی فعل واسلامہ ولو میتا
کما ھو اطلاق کثیر من المشائخ وما فی الخانیۃ من التفصیل فقیاس والاستحسان صحتہ مطلقا فلیحفظ اور صحیح ہی اسلام مکرہ کا اگرچہ
وہ اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسی طرح کا ہی اطلاق اکثر مشائخ کا اور جو خانیہ میں تفصیل ہی کہ حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہی نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہی
اور استحسان صحت اسلام ہی مطلقا خواہ حربی ہو یا ذمی اوسکو یاد رکھنا چاہیے ھم کہ عمل استحسان پر ہوتا ہی نہ قیاس پر سوائے چند مسائل کے کہ یہ مسائل ان میں سے
نہیں ہی تو عتماد استحسان ہی ہوا کذا فی الطحطاوی وبالاقتل لورجم للشبہۃ کما مر فی باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہی یہود اوسکے قتل کے اگر وہ اسلام سے
پھر جاوے قتل نہیں بسبب شبہ چنانچہ باب المرتدین گذر گیا ھم شبہ یہ ہی کہ شاید اوسنے دل سے اسلام قبول نکیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہو تا اور یہ شبہ
بطلاق وعتاق وما فی الاشباہ من خلاف فقیاس والاستحسان وقوعہ اور صحیح ہی وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کے واسطے اور جو اشباہ میں اسکے مخالف
مذکور ہی سو قیاس ہی اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہی وکیل کی تطلیق اور عتاق سے ھم اشباہ میں ہی کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع نہیں ہوتا ہونا
وجہ قیاس یہ ہی کہ وکالت باطل ہو جاتی ہی عزل سے تو اسی طرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اوسکی وجہ استحسان یہ ہی کہ اکراہ مانع انعقاد بیع نہیں بلکہ اوسکے فساد کا
موجب ہی تو اسی طرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہی اور شروط فاسدہ کا اثر وکالت میں نہیں ہونا کذا فی الطحطاوی والاصل عندنا ان کل ما یبطل مع الھزل
یبطل مع الاکراہ لان ما یبطل مع الھزل لا یحتمل الفسخ وکل ما لا یحتمل الفسخ لا یؤثر فیہ الاکراہ وعدھا ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ ثمانیۃ عشر
وعدہا فی باب الطلاق نظما عشرین اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت میں یہ ہی کہ جو عقد صحیح ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہی
اسوسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہی اسمیں فسخ کا احتمال نہیں اور جس میں فسخ کا احتمال نہیں اوسمیں اکراہ اثر نہیں کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ
صحیح میں انکو فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں اٹھارہ شمار کیا ہی اور باب الطلاق میں بیس گنا ہی ھم فیما یحتمل الفسخ میں اکراہ اثر نہیں کرتا یعنی صحت عقد کا
مانع نہیں ہوتا اسوسطے کہ اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہی اور فوت ہونا رضامندی کا موثر ہی عدم لزوم عقد میں اور عدم لزوم عقد مکرہ کو قادر کر دیتا ہی فسخ عقد کا
تو اکراہ اوسکو قدرت دیتا ہی فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد میں کہ فسخ کا احتمال نہیں اوسمیں اکراہ عمل نہیں کرتا کذا فی الفتح لا یصح مع الاکراہ
ابراؤہ مدیونہ او ابراؤہ کفیلہ بنفس او مال کان الابراءۃ لا تصح مع الھزل صحیح نہیں اکراہ کے ساتھ بری الذمہ کر دینا
مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا ما الضامن اسوسطے کہ برات صحیح نہیں ہزل یعنے بیہودگی کے ساتھ اور اکراہ کے
بھی ساتھ صحیح نہوگی ولکنہ لو اکرہ الشفیع علی ان یسکت عن طلب الشفعۃ فسکت لا یبطل شفعتہ اور یہی طرح اگر شفیع پر اسکا اکراہ ہو وہ

طلب شفعہ سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اوسکا باطل نہوگا والمرتد بلسانہ وقلبہ مطمئن بالایمان فلانبین بزوجتہ لانتفاء
والقول لہ استحسانا قلت وقد منا عن النوازل خلافہ فلیتأمل وہ نہ اوسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہے اکراہ سے اور حالانکہ اوسکا دل ایمان کے
ساتھ مطمئن اور ثابت ہی تو اوسکی زوجہ چھوٹ نجاوے گی ہمسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہین ہو جاتا اور عدم ارتداد قلبی مین اوسکا قول معتبر ہے استحسان کی
دلیل سے مین کہتا ہون اور ہم سے پہلے ہمنے خلاف نقل کیا ہی نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہمنہ استحسان سو ہمکو تامل کرم نوازل اور جالیہ سے شارح نے
تفصیل نقل کی ہی کہ درصورت توریہ زوجہ قضاءً چھوٹ جاوے گی نہ دیانۃ اور اگر توریہ کا قصد نکیا یا وجود اوسکے دل مین محفوظ رہو نہ کے تو دونون
طرح سے چھوٹے گی اکرہ القاضی رجلا لیقتل سرقۃ او قتل رجل بعد او لیقرن بقطع ید رجل بعد فاقر بذلک فقطعت یدہ او قتل علی ما ذکر
ان کان المقر موصوفا بالصلاح اقتص من القاضی وان متہما بالسرقۃ معروفا بہا وبالقتل لا یقتص من القاضی استحسانا للشبہۃ
قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تلوہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمداً کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو ہمنے کا اقرار کیا تو اوسکا ہاتھ کاٹا گیا
یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیکبخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے قصاص لیا جائے اور اگر قہر چوراہے کے ساتھ متہم ہو
اور چوری اور خونریزی مین مشہور ہو تو قاضی سے قصاص نلیا جاوے گا استحسان کی دلیل سے بسبب شبہہ واقع ہونے کے کذا فی النہایہ ہم شبہہ یہ ہی کہ شاید اوسنے کیا ہو
جسکا اوسنے اقرار کیا ہی قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشراب وتبیع کرمک فہو اکراہ ان کان شرابا یحل کالخمر والا فلا کذبہ قال وکذا الزنا والسرقۃ
الخمر مالت ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس شروب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ بیع کر تو وہ اکراہ ہی اگر مشروب یعنی پینے کی چیز شریعت مین حلال نہو چنانچہ شراب اگر شراب
حلال چیز ہو تو اکراہ نہین کذا فی التبیین صاحب تبیین نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہی زنا اور باقی محرمات کا ہم درصورت اکراہ جاوے سے بیچا تو اوسمین صحیح بعد زوال اکراہ کے
مختار ہی چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے صادرہ السلطان ولم یعین مبیعا مالہ فباع لغیرہ تعلیۃ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور
اوسکے مال بیچنے کی تعیین نہین کی سوا وسنے کوئی چیز بیچ ڈالی بادشاہ کے دینے کے واسطے تو بیع صحیح ہی یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اوسکے عدم تعیین کے سبب سے
ہم یعنے بادشاہ نے مال طلب کیا اور یہ نہین کہا کہ فلانی چیز بیچ کر دے تو وہ بیع مین طائع اور راضی ٹھہرا اسواسطے کہ ادائے مال بیع کے سوا فرض لینے سے بھی
ہو سکتا ہی کذا فی العالمگیریۃ والحیلۃ ان یقول من ابن اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم لیع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ اور حیلہ خیار فسخ کا
یہ ہی کہ ظالم سے کہے کہ مین کہان سے دون میرے پاس تو مال نہین پھر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچ کر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اوسکی بیع مین
کذا فی البزازیہ خوفہا الزوج بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لو تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اوسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا
یہانتک کہ اوسنے اپنا مہر معاف کر دیا تو بخشنا صحیح نہین اگر شوہر مارنے پر قادر ہو ہم ظاہر اطلاق مضعف ضرب متلف اور غیر متلف دونونکو شامل ہی لیکن
قاضی کے فتاوے مین ضرب متلف کی قید ہی اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہی وان ہددہا بطلاق او تزوج علیہا او تسر فلیس باکراہ خانیۃ
اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہین کذا فی الخانیہ ہم اسواسطے
کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہ افعال شرع شریف مین درست ہین اور فعال شرعیہ اکراہ نہین ہو سکتے ومجمع الفتاوی منہا امرأتہ
امر بیضۃ عن السیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبت بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کانت کرہۃ قلت ویؤخذ منہ جواب حادثۃ
الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادۃ الرفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا استوفت منہ میراث امہا فافترت
ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہۃ وبہ افتی ابو السعود وقد الزوم فی شرح منظومۃ فتحۃ الاوفی
فی ہبۃ الہبۃ ومجمع الفتاوی مین ہی کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اوسکے والدین کیطرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اوسکو اپنا مہر بخشدے سو اوسنے کچھ

مہر بخشدیا تو ہبہ باطل ہی اسواسطے کہ وہ اوس عورت کے مانند ہی جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس واسطے ماخوذ ہوتا ہی بمقتضائے حدیث جو بوجہ استحسان کے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا ایکمدت کے بعد جب اوسنے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اوسکو منع کیا مگر اس طرح کہ وہ شاہد ونکو اپنے اس اقرار پر گواہ کردے کہ اوسنے اپنی ماں کی میراث باپ سے پوری بھرلی ہی سوا اوسنے اسکا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ وہ اوس عورت کے مانند ہی جسپر اکراہ ہوا اور اسی کا فتوے دیا ہی ابو سعود مفتی روم نے یہ کہا ہی مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام منحۃ الاقران ہی ہبہ کی بحث مین ہم ظاہر امرض سے وہ مرض مراد ہی جس مین والدین کی طرف جانے کی حاجت ہی اور خفیف مرض مین منع عن الخروج شرعاً جائز نہی اور ہبہ کل مہر معتبر ہ بعض مہر کے ہی اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کی مانند ہی اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کے مانند ہی اور اسیطرح

بکارت قید نہین کذا فی الطحطاوی المکرہ یاخذ المال لا یضمن ما اخذہ اذا نوی الاخذ وقت الاخذ ای للرد ویرد علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال چھین لینے کا تو اوسپر تاوان نہین جو اوسنے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ مال مذکور پھیر دے گا اوسکے مالک کو اور اگر یہ نیت نہین کی تو تاوان اوسپر لازم ہوگا ھم یعنی پھیر دینے کی نیت سے اوسنے مال لیا پھیر وہ مالک ہوگیا تو اوسکا تاوان اکراہ کرنے والے پر ہو اذا اختلفا ای المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ والا یضمن مجتبے اور جبکہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت مین یعنی مالک کہتا ہو کہ اسنے پھیر دینے کی نیت سے نہین لیا تھا اور لینے والا کہتا ہو کہ مین نے پھیر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھ معقول ہی اور اوسپر تاوان لازم نہوگا کذا فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قرینہ ہی کہ مکرہ صدق کا وفیہ المکرہ علی الاخذ والواقع انما کیسعہ ما دام خائفا عند المکرہ والا لم یحل لزوال الاکراہ بالقدرۃ والالجاء بالبعد منہ وبہذا یتبین ان العذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر اور سولہ فلیحفظ اور مجتبے مین ہی کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اوسکو لینا اور دینا اوس وقت تک جائز ہی جبتک اوسکے پاس اکراہ کرتے والا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہو تو لینا اور دینا حلال نہین بسبب اسکے کہ ہوجانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اوسکے دور ہوجانے سے اور اس قید سے ظاہر ہوگیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر دگاروغہ کو کچھ عذر نہین تا حق مال چھین لینے مین حاکم یا اوسکے فرستادہ کے موجود نہونے کے وقت تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مبسوط مین ہی کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے غیر کا مال چھین لینا جائز ہی تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگرچہ اوسکو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کریگا اگر مجکو پاویگا ہان اگر امیر کا فرستادہ مکرہ کے ساتھ ہو اس طرح کہ اگر شخص وہ کام نکرے تو اوسکو پکڑلاوے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالے جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملتقط شارح کے اکراہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا لا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ والحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام کے کھانے کا اکراہ ہوا تو اگر صاحب بھوکا ہو تو رجوع نہین اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بھرے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہوجانے کھانے کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال مین دوسری صورت مین یعنی سیری مین قال اھل الحرب لنبی اخذوہ ان قلت لست نبیا فترکناک او الا قتلناک لا یسعہ قتل خلافہ وان قیل لغیر نبی ان قلت ھذا لیس نبی ترکنا نبیک وان قلت نبی قتلناہ وسعہ لامتناع الکذب علی الانبیاء علیہم السلام کفار حربیون نے اوس نبی سے کہا جسکو اونھون نے گرفتار کیا اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجکو چھوڑ دینگے اور اگر نکہے گا تو ہم تجکو قتل کرینگے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہین اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یون کہے کہ یہ نبی نہین ہی تو ہم تیرے نبی کو چھوڑ دین اور اگر تو کہے گا کہ یہ نبی ہی تو ہم اوسکو قتل کرینگے تو اوسکو یہ کہنا جائز ہی بسبب متمنع ہونے کذب کے انبیا علیہم السلام پر پھر اس مسئلہ سے اگر تحقیق انبیا کا بیان واقعی منظور ہی تو ظاہر ہی اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہو تو غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہی نہ غیر نبی سے

لہ مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ اگر تو اپنا مال مجھکو نہ دیگا تو مین تجھکو قتل کرونگا اور عمرو نے مال مجھکو دیدیا اور پھر اوسنے اوسکا تاوان زید سے مانگا تو زید پر تاوان نہین ہی کذا فی الطحطاوی

کذا فی الطحطاوی قال حر بے لو جعل دفعت جاریتک لا زنی بہا دفعت تلک الفاسیر لعمل کا فر حربی نے مسلمان مرد سے کہا اگر تو اپنی لونڈی مجھکو دے تا کہ میں اسکے ساتھ زنا کاری کروں تو میں تجھکو ہزار قیدی مسلمان دونگا تو لونڈی دینا حلال نہیں ہم سوسطے کہ یہ اکراہ نہیں اور قیدیوں کی تخلیص پر قادر ہے تو قادر علی الخلق قادر ہی چاہے اونکو خلاص کرے چاہے بالصرعطا فرمائے اقر بعتق عبدہ اکرھا لم یعتق فی الاصح اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہو کر تو وہ آزاد نہوگا صحیح یہ قول ہے وھل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاھر الفتیہ تعلیم دال چھین لینے کا اکراہ شرعاً معتبر ہے یا نہیں ظاہر فتیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہاں معتبر ہے یعنی ہے کہ سلطان فی وصی یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تا کہ یتیم کا مال سلطان کو دے سوا اوسنے دیا تو وصی پر تاوان نہیں اور حبس اور قید کی تہدید سے یہی مال ہی اور اگر وصی کے مال چھین لینے کی تہدید کی تا کہ مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لے گا اور بعض چھوڑے گا اور مال مترو کہ اوسکو کفایت کریگا تو تسلیم جائز نہیں اور اگر دے گا تو تاوان مثل اوسپر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لے گا تو وہ معذور ہے تسلیم کے مال دینے میں اور سپر تاوان نہیں اھ اگر سلطان یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت میں وصی پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیۃ قال الشعو وان یقل المبایعون انی حر اذا لم یعتبر فالاکراہ عندھم مصور اور وہبانیہ میں کہا ہے اور اگر مدیون نے کہا داین سے کہ میں تیرا بھید ظاہر کرتے والا ہوں حالم سے ورنہ تو مجکو اپنے دین سے بری کردے تو یہ قول معتبر اکراہ متصور ہوگا شرنبلالی میں ہے کہ مدیون نے دائن سے کہا کہ تمسک کا وثیقہ پھیر دے اور یہ اقرار کر کہ میرا تجھپر کچھ اور بار نہیں اور اگر تو نہ دیگا تو میں حالم سے ظاہر کرون گا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا اتنا روپیہ ہے اور حالم اوس مال کی تلاش میں ہو سو دائن نے وثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہونے کا اقرار کیا تو تاجر نے جواب دیا کہ یہ معنی اکراہ ہوا اور اوسکو جائز ہے کہ اوسپر اپنے دین کا دعوے کرے یہ جواب اس صورت میں ہے جبکہ حالم چغلخور کی چغلی سنکر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحطاوی شعر وصح فی الاستحسان اسلام مکرہ وان قتل ان ارتد بعد ویجبر اور استحسان میں صحیح ہے کہ اسلام الناکرہ بالقتل کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جاوے تو قتل نہیں ہوگا اور اوسپر جبر ہوگا قبول اسلام میں ہم پر مسئلہ مشہور حایان ہو چکا مبسوط میں ہے کہ غلام نے کہا کہ یہ شراب میری یا بعہد ار رکھا ہے اور نہ میں تیرے بیٹے یا باپ یا کسی اور قرابت دار محرم کو قتل کرون گا یا تیرے باپ کو حبس کرونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درہم کو بیع کر سوا اوسنے غلام کو بیچا تو قیاس میں بیع جائز ہے اور استحسان میں باطل ہے اور تصرف مذکور نافذ نہیں ہم سوسطے کہ یہ اکراہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحجر

یہ کتاب ہے حجر کے احکام میں ہم مصنف کہتا ہے کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد ہو سوسطے لایا کہ دونوں میں سلب اختیار ہے کیونکہ اکراہ قوی تر ہے حجر سے ہو سوسطے کہ اکراہ سبب ہے سلب اختیار اوس شخص کا ہے جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کامل کا ہے بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر رعایت اور شفقت ہے محجور پر اور اگاہی غیر محجور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہے چنانچہ مدیون اور سفیہ کے حجر میں بقول صاحبین اور حجر غلام رعایت حق مولے کو لغۃ للمنع مطلقا حجر لغت میں منع مطلقا یعنی باز رکھنا اور روکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے ہو اور مطلب سے قاموس میں حجر بحرکات ثلثۃ حاکم محلہ وسکون جیم مذکور ہے و شرعا منع من نفاذ تصرف قولی او فعلی لان الفعل بعد وقوعہ عدما یمکن رده فلا یتصور الحجر عنہ اور اصطلاح شرع میں حجر منع کرنا اور روکنا ہے تصرف قولی کے نافذ ہونے سے یا تصرف فعلی سے فعل کا پیدا ہونے سے فعل کے واقع ہو جانے کے ممکن نہیں تو فعل سے روکنا متصور نہیں ہم تصرف فعلی چنانچہ قتل اور اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شراء وہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہے اسلیے کہ حجر کا عقد موقوف ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ مصنف یہ کہتا بوض نفاذ کے سوا سطے کہ نافذ عام ہے لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہے جس میں ضرر ہو اور جس تصرف قولی میں سراسر نفع ہو چنانچہ قبول ہبہ اور سلم تو اوسمیں صغیر بالغ کے مانند ہے قلت بشکل علیہ الرقیتملک نفاذ فعلہ فی الحال بل بعد العتق کما صرح بہ فی البدائع اللھم الا ان یقال الاصل فیہ ذلک لکنہ اخر لعتقہ لقیامہ اگما ینو فعل میں کہتا ہوں اور تصرف فعلی کے خراج پر غلام کے فعل سے اشکال وقع ہوتا ہے سو سطے کہ اوسکے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہے یعنی اگر غلام مال قرض نے

اور تلف کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہ ہوگا بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع میں مصرح ہے بخلاف جواہر یا جانور کے کہ ان کا تلف کرنا سبب اتلاف ہے فی الحال ماخوذ ہوتا ہے اپنے فی الحال جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ماخوذ ہونے میں تاخیر تو ہوئی اور سکے آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے سکتا ہے تامل کہ بعد مانع حق ہونے کے فی الحال ماخوذ ہو تو اوس میں کیا جائے اور اوسمیں حق ہونے کا ابطال ہے محیط طاوی نے کہا کہ اس وقت میں وجہ ہوتا جبکہ غلام اپنے نفس میں کچھ ماخوذ نہ ہوتا تصرف قولی کے مانند قتل و سبب صغر و جنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ و حکم کسبہ کما سیجئ فی العاذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہے جو شامل ہو معتوہ دیوانگی اور ضعیف بیوقوفی کو چنانچہ معتوہ میں اور حکم معتوہ کا طفل ممیز دار کے مانند ہے جیسا کہ کتاب العاذون میں آوے گا و دق اور سبب حجر کا رق ہے یعنی حکم کا یہ ہے کہ غلام ہو تاہم چونکہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہے کہ اپنے نفع و ضرر کو نہیں پہچانتے لہذا شرع میں اونکے تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوئے اور محلوک ہر چند عاقل ہے لیکن چونکہ جواہر اسکے پاس زر دے مولے کی ملک ہے تو بروایت حق مولے کا اوسکا تصرف جائز نہوا فلا یصح طلاق صبی و مجنون مغلوبا ای یضیق بحال ان اللہ یعلم والعبد یشک کسہیر مہایا تو صحیح نہیں طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش میں نہیں آتا اور جو کبھی دیوانہ ہو جاتا ہو اور کبھی ہوشیار ہو اوسکا حکم طفل ممیز کے مانند ہے کذا فی النہایہ اور غایۃ البیان میں ہے کہ معتوہ یعنی جو گاہے دیوانہ ہے اور گاہے ہوشیار وہ ممیز کے مانند ہے اور ذہلی میں ہے کہ وہ عاقل کے مانند ہے شیلی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین میں کہا کہ اگر اوسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حال افاقہ میں کوئی عقد منعقد کرے تو اوسمیں نفاذ عقد کا حکم ہے عاقل کے مانند اور اگر اوسکی ہوشیاری کا وقت نہیں تو حکم اوسمیں توقف کا ہے صغیر کے مانند تو زیلعی کا کلام شق اول پر محمول ہوا اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی المحیط طاوی و لا عتاقتہما او اقرارہما انظر الہما اور نہ صغیر اور مجنون کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہے بہ عایت اونکے حال کے یعنی عدم صحت طلاق کے معلل ہے اور اقرار کے منظر ترحم اور شفقت کے ہونے کے حال پر وصحح طلاق عبد و اقرارہ فی حق نفسہ فقط لاصیدہ اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اوسکا اقرار فقط اوسکی ذات کے حق میں نہ اوسکے مال کے حق میں فلو اقر بمال الخ او عتقہ او لغیر مولاہ او لمولاہ ہو تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اوسکا مطالبہ بھیجے ڈالا جائے گا اوسکے آزاد ہونے تک اگر غیر مولے کے مال کا اقرار ہوا اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے تو لغو اور باطل ہے یعنی ہوسطے کہ مالکیا اپنے غلام پر مستوجب مال نہیں ہوتا کذا فی الدرر و تحدد فی القہستانی فی الحال لبقائہ علی اصل الحریۃ فی حقہما اور اگر غلام نے حد اور قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اوسپر فی الحال قائم کیا جائے گا بسبب باقی رہنے غلام کی اصل حریت پر و من عقد عقدا یہ و ربین نفع و ضرر کما سیجئ فی العاذون منہم من ہؤلاء المحجورین و ہو یعقلہ یعرف البیع سالکا للمسالک والشراء عالما بالغبن فیہ اور جو کہ ان محجورین مذکورین میں سے وہ عقد منعقد کرے جو دار ہے درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ تصریح کی ہے العاذون میں اوسے کہ وہ عاقل کا عقد اوسکو نقل کرتا ہو یعنی سمجھتا ہو کہ بیع ملک مالع کو سلب کرتی ہے اور شراء ملک مشتری کو کھینچ لاتی ہے تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے اور چاہے رد کر دے ہم منہم کی ضمیر صغیر اور غلام اور معتوہ کی طرف پھرتی ہے ہوسطے کہ مجنون مغلوب میں فصل کو نہیں ولی سے مراد قاضی اور باپ اور دادا اور وصی اور مولے ہے اور اگر قاضی منحجر کو تصرف کا اذن دے اور اوسکا باپ نہ مانتا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی المحیط طاوی و ان لم یعقل فباطل فہایۃ اور اگر شخص محجور معتوہ کو سمجھتا نہو تو عقد باطل ہے کذا فی النہایہ و ان اتلفوا ای ہؤلاء المحجورین سواء عقلوا او لا در رشیئا مما یتقوم من مال او نفس ضمنوا اذا احجر فی الفعلی اور اگر یہ محجورین کہ بوجہ ہوں یا بنوجہ سمجھتے ہوں کذا فی الدرر تلف کر ڈالیں کسی مقوم کو مال ہو وہ شئی یا جان تو ضمان دینا لازم ہوگا ہوسطے کہ تصرف فعلی میں محجور نہیں کیونکہ اوسکا تلف کرنا مالا متبرعا لکن ضمان العبد یعتق علی مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد ہونے کے ہوگا چنانچہ گذر گیا و فی الاشباہ الصبی المحجور ہو اعم فانہ یؤاخذ بافعالہ فیضمن الاتلاف من المال للحال فاذا افتقل فالدیۃ علی عاقلتہ الا فی مسائل لو اتلف ما افترضہ و ما اودع عندہ بلا اذن ولیہ و ما اعیر لہ و ما بیع منہ بلا اذن اور اشباہ میں ہے کہ صغیر محجور مانند مطلق ہے اپنے افعال سے تو اوس چیز کا تاوان دے گا فی الحال جسکو اوسنے تلف کر ڈالا اور جبکہ تنگدست رہے گا تو دیت اوسکی برادری پر ہوگی اگر چار سو درہم سے کم ہو صغیر پر تاوان نہیں اگر اوسنے تلف کیا وہ مال جو اوسنے قرض لیا اور تلف کی وہ چیز جو اوسکے پاس ودیعت رکھی گئی بدون اذن اوسکے

ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کے واسطے عاریۃ لی گئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اوس سے بدون اذن کے ھم صدم اذن قبل چاروں مسئلوں کی قید سے نکلا اذن سے لاوان ہونا تاوان بالاتفاق ہوگا شرح منور الاذہان میں ہے اگر غیر کلال یا سبقت ایداع یا اقراض عمد کرے گا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی البطحاوی ویستثنی من ایداعہ اذا اودع صبی محجور مثلہ وھی ملک غیرھما فاتلاف تضمین الدافع او الاخذ اور ایداع صغیر سے مستثنے ہوا وہ صورت جبکہ صغیر محجور غیر مانند دوسرے صغیر محجور کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور حالانکہ وہ چیز غیر صغیرین کی ملک ہو تو مالک کے جائز ہے چاہے ودیعت دینے والا صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکھنے والے سے ہم مسئلہ بن قید یہ بھی ہے کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی البطحاوی ولا یحجر علی حر مکلف بسفہ ھو تبذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع او العقل ولو فی الخیر کان یصرفہ فی بناء المساجد ولھذا لم یحجر علیہ عمر کما تمامہ فی فوائد شتی الاشباہ ۲ اور حجر نہیں کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد بیان اسراف مال اور اوسکا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدر رار اور اگر صرف خیر میں مال اسراف مال کرے جیسا بنانا مسجد اور اوسکا مانند امور دین میں مال صرف کرنے تو اوسکا تصرف منع کیا جاوے گا صاحبین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اسکا اشباہ کے فوائد شتی میں ہے ھم سفہ مخففین لغت میں عبارت ہے حماقت اور خفت عقل سے اور شرع میں سفہ اور سفاہت سے مراد صرف بیہودہ ہے مخالف شرع یا عقل کے تو اوسکے سوا اور معاصی کا ارتکاب چنانچہ شراب خواری زناکاری سفاہت ہے مصطلح میں اہل نہیں جو ہوئی کہ اگر سفیہ کی عادت ہے اسراف کرنا فقہ میں اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض میں صرف کرنا جسکو عقلاء ذی ہمت غرض شمار نہیں کرتے چنانچہ مغنین اور لاعبین کو مال دینا اور اوڑنے والوں کیلئے نوکروں کو گران قیمت خرید کرنا اور خرید و فروخت میں بلا محمدت نقصان اٹھانا اور حد اول شدید تک پہنچ ہو گیا اور اگر بالغ ہو سفاہت کی حالت میں تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جائے گا جبتک وہ ۲۵ برس کا نہ ہو کذا فی البطحاوی وفسق ودین وغفلۃ اور محکوم محجور تصرف نہ ہوگا گنہگاری اور اوہار لینے اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک وہ دین مراد ہے جو اوسکے اموال مملوکہ سے زیادہ ہو غفلت سے مراد یہ نہیں کہ سفیہ ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ کرجانتا ہو اور تجارت میں نقصان اٹھانا یا کرنا ہو کذا فی البطحاوی بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ لتعلیم الورثۃ من زورھا وتستفتیہ عنھا الزکوۃ کا بلکہ منع کیا جائے فتوے دینے سے یعنی ماجن یعنی مفتی مہبا ک جو لوگوں کو باطل حیلے سکھاوی جیسے زنا دسکھانا کہ عورت اپنے زوج کے کاح سے چھوٹ جاوے یا اوس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جاوے ھم زیلعی نے کہا مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ سکھاوے اور حرام کے حلال کہدیوے اور حلال کے حرام بتادیوے یعنی پروا اور بیباک ہو قاضی خان میں ہے کہ مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوے جہالت سے دیوے یعنے علم فقہ نہ جانتا ہو اور فتوے دینے پر جرأت کرتا ہو وطبیب جاہل اور ممنع کیا جاوے علاج کرنے سے طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوا سے ہلاک کر دیتا ہو خواہ اوسکو ہلاک جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور جبکہ دوا مرض پر شدت کرے تو اوسکا مرد و زن کہنا ہو کذا فی البطحاوی فتاوے قاضی خان میں ہے کہ طبیب جاہل وہ ہے جو لوگوں کو مضر اور ہلاک کرنے والی دوا پلا دے اور وہ اوسکو شفا اور دوا جانتا ہو ومکار مفلس اور منع کیا جاوے مکاری مفلس یعنی جانوں کا کرایہ کرنے والا ھم حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ حجر کے سبب تین ہیں یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور انکے ساتھ تین اور ملحق ہیں یعنی مفتی جہلہ آموز طبیب جاہل اور مکاری مفلس ۱۲ روایت ہے امام اعظم سے اور تینوں سے تین اور ملحق ہیں محتکر یعنی جو تحطہ میں غلہ نہ بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع میں تعدی کریں بسبب نابودگی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاوے اور وہ اوسکو نہ بیچے تو قاضی اوسکو بیچدے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع میں بیان کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مفلس اور مدیون بھی محجور تصرف ہیں ابن ضیاء نے شرح مجمع میں کہا کہ یہ جو امام سے مروی ہے کہ اونکے نزدیک حجر نہیں مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہیں ہے یعنی عدم نفوذ تصرف اوسکے کہ اگر مفتی فتوے دینے حجر کے بعد اور وہ فتوے ٹھیک ہوئے تو جائز ہے اسی طرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیچ اوسکی نافذ ہو معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہیں بلکہ منع جس سے ظاہر ہی مراد ہے سطر جبر کہ وہ لوگ ایسے کام سے روکے جائیں سو بسبب کہ مفتی جاہل لوگوں کو دین میں فساد ڈالتا ہے اور طبیب جاہل اونکے بدن کو فاسد کرتا ہے اور مکاری مفلس اونکے اموال تباہ کرتا ہے سو بسبب کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اوسکے پاس اونٹ نہ ہو اور جانور جسپر بار برداری کرے اور بسبب پاس مال کے جس سے جانور بار بردار خرید کرے اور لوگ اوسپر اعتماد کرکے اپنا مال کرایہ میں دیتے ہیں اور وہ مال کو اپنی حاجت میں صرف کر ڈالتا ہے پھر جب سفر کا وقت

وقت آتا ہی تو وہ چھپے رہتا ہی اور لوگون کے مال تلف ہوتے ہین اور فساد اس شخص کا خلق اللہ کو پہونچتا ہی مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کی مانند تو اسکا حق مرتفع ہوا بسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہی اور یہ از قسم امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہوا نہ از باب حجر تو تناقض لازم نہوا الکذا فی الطحطاوی وعندھما یحجر علی الحر البالغ السفیہ وبالغفلۃ بہ ای بقولھم یفتی صیانۃ لمالہ اور صاحبین کے نزدیک حجر کیا جاے آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتوے ہوا ہی مال کے بچانے کے واسطے وعلی قولھما الفتوی بانہ یکون فی احکامہ کصغیر اور ہو جب قول مفتی بہ صاحبین کے سفیہ اور غافل اپنے احکام مین صغیر نابالغ کے مانند ہین یعنی اس پر نابالغ کے عقود ومحمل التصرف ہون قاضی کو اختیار ہوگا چاہے جاری کرے چاہے فسخ کردے شرح ھدایہ اختلاف فی تصرفات نحو الفسخ والاطلاق والاعتاق والطلاق والرجعۃ والاقرار بالحدود والقصاص والاقرار بالنسب والصحۃ والمرض والاقرار بالدین والعین والایلاء والظہار والایلاء والتحریم والتعلیق بالشروط والصدقۃ والھبۃ والاعارۃ والایداع والرھن والوکالۃ والوصایۃ والشرکۃ والمضاربۃ والاقرار بالعقوبات والصلح عن دم العمد والاقرار بالوکالۃ والمضاربۃ والشرکۃ والاقرار بالوصای

فی قولہ تعالیٰ فان انستم منھم رشدا آھو کونہ مصلحا فی مالہ فقط او لو فاسقا قالہ ابن عباس اور وہ رشد جو نہ کورہی حق تعالے کے اس قول مین کہ اگر تم بیتیون کا رشد معلوم کرو تو انکے مال انکو دو تو مراد اوس سے یہ ہی کہ یہ فقط اپنے مال مین مصلح ہون نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا ہی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فہم اصلاح فی المال سے مراد یہ ہی کہ مال کو حلال مین صرف کرے نہ حرام مین اور مسرف فضول خرچ نہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد صلاح فی المال اور اصلاح فی الدین دونون مراد ہین کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس لحق المدیون لیبیع مالہ للدین اور قاضی مجبوس کرے آنا دین کو تاکہ وہ اپنا مال بیچڈالے اپنے قرض ادا کرنے کے واسطے ھم ادا کرنا دین کا واجب ہی مدیون پر اور محاطلت یعنی ٹالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہی تو حاکم کو مدیون کا حبس کرنا رفع ظلم کے واسطے لازم ہوا وقضی دراھمہ یعنی من دراھمہ دینہ یعنی بلا امرہ ولکن الوکان دنانیر اور حاکم اوسکے دین کے روپے کو مدیون کے روپیون سے ادا کرنے یعنی بلا امر مدیون کے اور اسی طرح اگر دین اشرفیان ہون تو مدیون کی اشرفیون سے ادا کرے وباع دنانیرہ لدراھم دینہ وبالعکس متحسانا لاتحادھما فی الثمنیۃ اور قاضی مدیون کی اشرفیان بیچڈالے اودھا کے روپیون کے واسطے اور روپے بیچے اشرفیون کے ادا کرنے کے واسطے استحسان کی وجہ سے اسواسطے کہ ثمن ہونے مین اشرفی اور روپیہ دونون متحد ہین لایبیع القاضی عرضہ ولا عقارہ للدین خلافا لھما وبہ ای بقولھما یبیعھما للدین یفتی اختیارہ وصححہ فی تصحیح القدوری بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے برخلاف مذہب صاحبین کے اور فتوے ہی صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادا ے دین کے واسطے بیچڈالے چنانچہ اختیار شرح مختار مین ہی اور صحیح کیا ہی اس قول کو تصحیح قدوری مین ویبیع کل مال المحتاجہ فی الحال اور بموجب قول مفتے بہ کے حاکم بیچڈالے ہر وہ چیز جسکی مدیون کو فی الحال حاجت نہین ہم ادا ے دیون کے واسطے اصل نقود کی جمع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہین وہ بیچی جاے تو بدا اور اونی قالین موسم گرمی مین بیچا جاے اور شطر نجیان موسم سرما مین اور لوہے کی انگیٹھی بیچی جاے متی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی ولو اقر بمال یلزمہ بعد الدیون ما لم یکن ثابتا ببینۃ او علم قاض فیزاحم الغرماء کمال استھلکہ اذ لا حجر فی الفعل کما مر اور اگر مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اوسکو ادا کرنا لازم نہوگا بعد ادا ہو جانے اون دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ مال مذکور گواہون سے یا قاضی کے علم سے ثابت نہوا اور اگر ثابت ہو تو مقر لہ اور اصحاب دیون کا مزاحم ہوگا یعنے اونکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لے گا مانند اوس مال کے جسکو مدیون نے خلف کر ڈالا اسواسطے کہ حجر نہین ہی فعل مین چنانچہ ذکر ہوا چکا ھم قول معتمد ہی کہ قاضی کو بیچنے دست پر بدون گواہون کے حکم دینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی افلس ومعہ عرض مثل ثمنہ فباعہ بالاذن من بائعہ ولم یودثمنہ فباعہ اسوۃ للغرماء فی ثمنہ ایک شخص مفلس ہو گیا اور اوسکے پاس وہ متاع ہی جو اوسنے خریدی اور قبضہ کیا ہو اوس متاع پر اوسکے بائع کے اذن سے اور ہنوز اوسکا ثمن ادا نہین کیا تو اوسکا بائع اور دین والون کی برابر ہی متاع کے ثمن مین ہم یعنی بائع فسخ بیع کرکے متاع کو نہین لے سکتا بلکہ وہ متاع بیچ ہو کر بائع اور باقی ارباب دیون کو اوسکا ثمن حصہ رسد دیا جائے گا اور باقی دین کے واسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجائے گی اور یہ جو حدیث مین وارد ہی کہ جو اپنی متاع بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ احق بالمتاع ہی اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت مین ہی کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پاوے تو وہ اوسکا زیادہ تر حقدار ہی تو اس متاع سے مراد وہ متاع ہی جو بطریق غصب او عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینہ اوسکا مال ہو اور بمبیع تو بائع کا مال نہین ہی اور نہ اوسکی وہ متاع ہو گی بلکہ کسی چیز تو مشتری کا مال ٹھہرے گی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکل گئی اور بیع اور قبض سے اوسکا ضمان لازم ہو گیا کذا فی الطحطاوی بموضع فان افلس قبل قبضہ او بعدہ لکن بغیر اذن بائعہ کان لہ استردادہ وحبسہ بالثمن وقال الشافعی البائع الفسخ پھر اگر مشتری مفلس ہو گیا قبل قبض بیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض بیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع بیع کا پھیر لینا اور اوسکا روکنا ثمن کے واسطے جائز ہی اور امام شافعی نے کہا کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہی حجر القاضی علیہ ثم دفع الی قاض آخر فاطلقہ واجاز

صاصنع المحجور کذا فی الخانیہ وھو ساقط علی المدد والمنح جاز اطلاقہ قاضی نے ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شراء غیرہ سے اوسکو روک دیا پھر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو اوسنے اوسکو کھول دیا مطلق العنان کر دیا اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیہ تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہی اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور کی ساقط اور رہ گئی ہی در رما و منح الغفار سے وصا منع المحجور فی مالہ من بیع وشراء قبل اطلاق الثانی وبعدہ کان جائزا ان حجرا الاول مجتھدا فیہ فیتوقف علی امضاء قاضی اخر اور جو تصرف محجور نے اپنے مال مین کیا بیع یا شراء اسے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اوسکے وہ جائز ہوگا سو بشرطیکہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین ہو پس موقوف ہے گا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے یصح الحجر علی الغائب لکن لا ینجر ما لم یعلم خانیہ صحیح ہی حجر کرنا شخص غائب پر لیکن وہ محجور نہوگا جبتک اوسکو معلوم نہوگا کہ قاضی نے اوسپر تصرف منع کر دیا ہی کذا فی الخانیہ ھم اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اوسکے تصرفات نافذ ہین اور اگر بشیر بالغ ہو سفاہت کی حالت مین تو قبل از قاضی محجور نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اوسکے تصرفات نافذ ہونگے اور محمد کے نزدیک محجور ہوگا بدون حجر کرنے کے کذا فی الخانیہ والاولیۃ الحجر بالبلوغ ورشد کے پیدا ہوتے ہی حجر نہین اوٹھجاتا بل بالطلاق القاضی بلکہ جب قاضی اوسکو اوٹھنے کا حکم دیوے ولو ادعی الرشد وادعی خصمہ بقاء ہ علی السفہ وبرھنا یبنی تقدیمہ بینہ بقاء السفہ شبلی اور اگر دعوے کیا رشد اور ہوشیاری کا اور اوسکے مخاصم نے اوسکے باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونون گواہ لائے اپنے دعوے پر تو بقاے سفاہت کے گواہون کو مقدم رکھنا لائق ہی کذا فی الاشباہ ہم طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہ بحث مخالف ہی منقول کے اسواسطے کہ نظر مین ہی ہم وصالح تھا سپھر فاسد ہوگیا قاضی نے اوسپر حجر کیا اور ایک انسان نے اوس سے کچھ خریدا پھر محجور اور مشتری مین اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ مین نے تجھ سے اوسکو خریدا تھا تیری صلاح کی حالت مین اور محجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت مین تو محجور کا قول مقبول ہی اور اگر دونون گواہ لاوین تو گواہ مشتری کے صحت کے گواہ مقبول ہین اتنی اور ذخیرہ ناظر مین ہی کہ بقاے سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہین **شعر** ومن یدعی اقرارہ قبل حجرہ فمن یدعیہ وقتہ فھو احق ہی اور وہبانیہ مین ہی اور جو دعوے کرے محجور کے اقرار کا محجور ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اوسکے اقرار کا دعوے کرے حجر کے وقت کا تو وہی لائق تر بقبول ہی ہم شارح وہبانیہ نے مطلب یون بیان کیا ہی کہ اگر محجور نے کہا صالح ہو جانے کے بعد کہ مین نے جو استہلاک کیا ہم کا اقرار کیا تھا سو حالت محجور مین کیا تھا اور صاحب مال نے کہا کہ تو نے اوسکا اقرار اپنی اصلاح کی حالت مین کیا تھا تو مقر کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہی تو در حقیقت وہ منکر ٹھہرا تو اوسی کا قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ غیر بالغ کے ہوا کذا فی البحر طحطاوی **شعر** ولو باع والقاضی اجاز وقال لا + تودی فادا ہ من بعد یحسر اور اگر محجور نے بیع کی اور قاضی بیع جائز رکھی قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اوسکا ثمن محجور کو نہ پہچو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اسکے تو مشتری کا نقصان ہوگا ہم اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو ادا کے ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا حق قاضی کے واسطے ثابت ہوگیا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دینا تو مشتری نے اپنا مال ضائع کیا پینے اوسکا ثمن دوبارہ اوسکو دینا پڑے گا ہم اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکھی اور ادا سے ثمن سے مشتری کو منع نہین کیا اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہی اسواسطے کہ اجازت بیع در حقیقت دفع ثمن کی جانب ہی کذا فی الاختیار ہی **فصل** فصل ہی صغیر کے بالغ ہونے مین ہم بلوغ لغت مین بمعنی وصول ہی اور اصطلاح مین عبارت ہی انتہاے حد طفلی سے اور جو اوسکی ایک سبب تھا سبابہ حجر سے اور اوسکی ایک نہایت تھی تو اوسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہ فصل اوسکے بیان مین ہوئی کذا فی المنح بلوغ الغلام بالاحتلام والانزال والاصل ھو الانزال بالغ ہونا فضل صغیر کا ثابت ہوتا ہی احتلام سے یعنی خواب مین منی چمکنے سے اور عورت کے حاملہ کر دینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ مین اصل انزال ہی ہم اصل انزال اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہین ہ بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہین ہوتی مگر انزال سے تو وہی اصل ٹھہرا اور احتلام اور احبال اوسکے علامات سے ہوے والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل ولو بدون الانزال صریحا لانہ علم انہ اصل فیھا اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہی احتلام اور حیض اور حاملہ ہو جانے سے اور مصنف نے صغیرہ کے بلوغ مین انزال کو صریحاً ذکر نہ کیا اسواسطے

کر صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے ہم موی زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ میں معتبر نہیں اور اسی طرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہو جانا معتبر نہیں بلوغ صغیر میں کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد منھما شیٔ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی اقصر اعمار الرجال سنا حتا پھر اگر صغیر اور صغیرہ میں امور مذکورہ میں سے کوئی امر نہ پایا جاوے تو بلوغ کا حکم نہ ہوگا یہاں تک کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو یہی قول پر فتوے ہے بسبب کے ہمارے اہل زمانہ کی عمر میں کم در صورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال ہے اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہے اور امام سے بھی یہی روایت ہے وجہ فتوے حادث غالب ہے اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت میں اکثر ظاہر ہو جاتی ہیں تو اس مدت کو علامت بلوغ کی ٹھہرا دیا اوس شخص کے حق میں جسمیں علامت بلوغ ظاہر نہیں ہوئی کذا فی الدرر اور شارح نے کو تاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوے قرار دیا وادنی مدتہ لھما اثنا عشر سنۃ وھما تسع سنین ھو المختار کما فی احکام الصغار اور کمتر مدت صغیر کے بالغ ہونے کی بارہ برس ہیں اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہے چنانچہ حکم صغار میں ہے ہم شرح مجمع میں ہے کہ بھما کا اتفاق ہے کہ بالغ یا اس سے مگر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہیں اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہے اور اختلاف ہے چھ اور سات اور آٹھ سال میں اور کافی میں بعضوں سے منقول ہے کہ کمتر مدت گیارہ سال ہے کذا فی الطحطاوی فان راھقا ای بان بلغا ھذا السن فقالا بلغنا مدۃ فان لم یکذبھما الظاھر کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرھا فبعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط سنۃ اخری لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وقیل ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وھبانیہ پھر اگر صغیر اور صغیرہ قریب البلوغ ہوں یعنی اس ادنی مدت کو پہونچ گئے ہوں اور دونوں کہیں کہ ہم بالغ ہو گئے ہیں تو انکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال اونکی تکذیب نکرے گا اسی طرح عدم تکذیب کی تصدیق میں قید لگائی ہے عمادیہ وغیرہا میں اور بارہ برس کے بعد ایک برس مشروط ہے اوسکے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے وہ شرط یہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اوسکا قول مقبول نہ ہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوے کریں اور نہایت اتوان اور دلاغ اور خستہ حال نہ ہوں تو اونکی تصدیق نہ ہوگی یہ ظاہر الروایۃ ہے پس دلالت نہیں کرتا وھما کحینئذ کتابالغ حکما فلا یقبل وجود البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمۃ وقعت بینھما وقت اقرار بلوغ کے وقت میں بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کی مانند ہیں حکم میں پس انکا بلوغ کا قبول نہ ہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اوسکی حالت کے تو اوسکی تقسیم جو صغیر اور صغیرہ سے وقت میں اقرار بلوغ کے ہوئی ہو منقوض نہ ہوگی ہم فتاوے قاضی خان میں ہے کہ ایک لڑکا خریدہ فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں پھر اگر بعد اسکے کہے کہ میں بالغ نہیں تو جبکہ وہ ویسے بلوغ کا اظہار کیا ہو محتلم ہونے کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اوسکا انکار معتبر نہیں اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اور سکا صحیح نہیں ہے جسمیں کہ وہ دونوں کے حکم میں لغو کی مانند ہیں باقی تصرفات میں کذا فی الطحطاوی وفی شرح الوہبانیۃ یقبل قول العراھقین قد بلغنا مع تفسیر کل بما ذکرنا بخلاف ما لو قیل قبل البلوغ کما یفتی بہ الیوم کما مر یعنی جو صغیر اور صغیرہ کہ قریب البلوغ ہیں انکا یہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہو چکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھ لگون علامت سے کہ وہ بالغ ہوا ہو دون قسم کے ہم یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہیں لیکن بیان کیفیت بلوغ کا یہ قول مقبول ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور فی الخانیۃ اقر بالبلوغ فقیل اثنتی عشرۃ سنۃ اصح الا بالبینۃ وبعدہ تقبل دعواہ کذا فی التتارخانیۃ اور خزانہ میں ہے صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہیں مگر گواہوں سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہے انتہی کلامہم سماعۃ انزال کی گواہی اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الماذون

یہ کتاب ہے عبد ماذون کے احکام میں ہم ماذون وہ غلام ہے جسکو مالک اوسکا سودا گری کی اجازت دے مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اسواسطے لایا کہ اذن سبقت حجر کو مقتضی ہے الاذن لغۃ الاعلام اذن لغت میں عبارت ہے اعلام یعنی بتانے اور جتانے سے قاموس میں اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور ہے وشرعا فک الحجر الثابت فی التجارۃ لان الحجر لا یفک عن العبد الماذون فی غیر باب التجارۃ ابن کمال اور شرح عین میں اذن عبارت ہے منع تصرف کے دور کر دینے سے یعنی تجارت عین اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہیں ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سوا عین

کتاب الماذون

گذا ذکرہ این کمال اھ یعنی تنگ حجر سے اطلاق حجر مطلقا مراد نہیں اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اور عتاق اور تکفیر بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہے واسقاط الحق اور شرع میں اذن عبارت ہے اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہے فقط مولے کا حق اسواسطے کہ اس صورت میں اذن فقط غلام کو شامل ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونو کو شامل ہے المسقط وھو المولے لو الماذون فیقا والولی لو صبیا حق منع کا ساقط کرنے والا مولے ہوگا اگر ماذون غلام ہے اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہے وعند زفر الشافعی ھو توکیل وانابۃ اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہے وکیل کرنے اور نائب کرنے سے ھم غمرہ خلاف کا ظاہر ہوتا ہے یعنی کہ تخصیص اذن کی انکے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اوسکے خلاف نہیں کرسکتا وکیل کے مانند اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہوتے لتصرف العبد لنفسہ باھلیتہ فلا یتوقت بوقت ولا یتخصص بنوع تقریرا علی کونہ اسقاطا یعنی جب مولے نے اذن دیا تو حجر منفک ہوگیا پس تصرف کرے گا غلام اپنی ذات کے واسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر ہم غلام عقل اور بلوغ کی جہت سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولے کے حق کے سبب سے پھر جبکہ مولے نے اپنا حق ساقط کردیا تو غلام ٹھہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سے کذا فی الزیلعی مختصرا ولا یرجع بعد العتق علی سیدہ لفکہ الحجر اور عمدہ تصرف غلام کی رجوع اوسکے مولے پر نہوگی بسبب دور کردینے مولے کے منع تصرف کو یعنی جب مولے نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خرید کرے گا تو اوسکے ثمن کا مطالبہ مولے سے نہوگا یہ قول متفرع ہے تصرف نفسہ پر فلو اذن لعبد تقریرا علی فک الحجر یوما او شھرا عاد ماذونا مطلقا حتی لحجر علیہ لان اسقاطات لا تتوقت پھر اگر مولے نے اپنے غلام کو ایک دن یا ایک مہینے کے تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون ہوگیا مطلقا یعنی ہمیشہ یہانتک کہ مولے اوسکو منع کرے اسواسطے کہ اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہیں کرتی شارح نے کہا اذن غلام متفرع ہے فک حجر پر ولو تخصص بنوع فاذا اذن فی نوع عم اذنہ فی الانواع کلھا لانہ فک الحجر لا توکیل اور اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص نہوگا پھر جبکہ مولے نے ایک قسم میں اذن دیا تو اوسکا اذن عام اور شامل ہوجاوے گا تجارت کی سب قسموں کو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہوسکے ھم پس اگر دربارہ تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے منع کیا تھا تو یہ خشکی کی تجارت کا بھی اذن ہوگیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہو اور مالک اسکے وقف بھی ہو کذا فی القنیۃ اتی بنوا عام ان الاذن بالتصرف النوعی اذن بالتجارۃ وبالشخصی استخدام پھر اسکو دریافت کرکہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہے اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے نہ اذن تجارت ھم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ حد فاصل تجارت اور استخدام میں یہ ہے کہ اگر مالک غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولے کی طلب منفعت ہی تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور عادت میں یعنی اگر مولے نے کہا کہ کپڑے کی خرید و فروخت کر تو وہ ماذون تجارت میں ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام میں مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارۃ نہیں اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر کہا کہ لوگوں کے یہاں فلانے کام میں مزدوری کر تو یہ اذن ہی تجارت کا بسبب عدم تعین ستاجر تو عقود متعلقہ کا اذن ہوا انتہی القانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا اذن بھی اذن عام ہوجاتا تو بڑی تنگی لوگوں پر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خریدکر لانے سے غلام ماذون فی التجارۃ ٹھہر جایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اسی ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وثبت الاذن دلالۃ فبعد را سہ بیع مالہ بغیر فلو ملک مولاہ الیہ جز حتی یاذن ما لنطق بزازیہ ودر مرعی الحانیۃ اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالت حال سے تو جس غلام کو اوسکے مولے نے ملک تجارت کو بیچ کرتے دیکھا تو اگر مولے نے اپنے غلام کو تجارت سے روکا چپکے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہوگا جب تک زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درمرعی الحانیہ سے ھم اذن جائز نہوگا یعنی اذن ثابت نہوگا اس تصرف میں جسمیں سکوت واقع ہوا کما ذکرہ عرفی نازہ اور یہ ھم یعنی اس تصرف کو

ماذون اگر غلام کے ہاتھ کوئی چیز خریدے اور مولے کو اسکی خبر نہ ہو اور مولے کے سامنے اوسکو بیچ ڈالے تو مولے کو اختیار ہے کہ اوسکو لے لے یا اوسکی قیمت لے لے اور اگر مولے کو خبر ہو اور اوسکے سامنے بیچا ہو تو مولے کو اختیار نہیں

اوس سے کوئی چیز خریدے اور اوسکے ہاتھ بیچے اور اوسکے ساتھ کوئی تصرف کرے اور مولے کو خبر نہ ہو تو یہ اذن ہوگا یعنی اگر مولے کو خبر ہو اور اوسکے سامنے ہو تو یہ اذن نہیں ہوتا

سوا اور تصرفات مین بھی ماذون ثابت نہوگا جیسا کہ شرح تبلالیہ کا مصنف سمجھا ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن سوی بینھما الزیلعی وغیرہ وجزم بالتسویۃ ابن کمال وصاحب الملتقی وھو حجۃ فی الشرنبلالیۃ بأن ما فی المتون والشروح اولی مما فی فتاوی العلامی فلیحفظ لیکن مال اجنبی اور مال مولے برابر کہا ہی زیلعی وغیرہ مقدمین اور ابن کمال اور صاحب ملتقی نے دونون مالون کی برابری کا یقین کیا ہی اور شرنبلالیہ مین دونون کی برابری کی ترجیح دی ہی اس طرح پر کہ جو روایت کہ متون اور شروح مین ہی وہ مقدم ہونی اوسی روایت سے جو فتاوے کی کتابون مین ہی تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے ہم نے استدراک بھی تم کیا ہی واسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام ماذون ہو جاتا ہی اوس فعل کے بعد جسپر سکوت واقع ہوا اور یہ بزازیہ اور درر کی مغایر ہی واسطے کہ بزازیہ اور درر کا موضوع نفس فعل مسکوت عنہ ہی اور یہ مقتضی فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ مین اور اوسکے مابعد مین اور اگر مولے کا مال ہوگا تو غلام ماذون نہوگا مابعد مین نہ اوس فعل مسکوت عنہ مین کذا فی الطحطاوی وبشتری ما اراد وسکت لیس ماذونا خبر بلبتدا ای توجس غلام کو اوسکے مولے نے مالک اجنبی کو بیع کرتے اور جو چاہا اوسکو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارۃ دلالۃ لفظاً ہی شرح شرنبلالیہ کما ماذون خبر ہی مبتدا کی اور مبتدا ہی نعبد کما راہ الا اذا کان المولی قاضیا اشبہ کا سکوت مولے کا اذن ہی مگر جبکہ مولے قاضی ہو تو سکوت اذن نہین کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذونا فی بیع ذلک الشیء واشرائہ فلا ینفذ علی المولے بیع ذلک المتاع لانہ یلزمہ ان یضمن ثمنہ لمن یصیر ماذونا قبل ان یصیر ماذونا وھو باطل ولیکن غلام ماذون نہوگا اوس چیز مسکوت عنہ کی بیع یا اوسکی خرید مین تو مولے پر اس متاع کی بیع نافذ نہوگی واسطے کہ لازم آتا ہی کہ غلام ماذون ہو جاوے ماذون ہو جانے سے پہلے اور حالانکہ یہ باطل ہی قلت لکن فی التھستانی معزیا الذخیرۃ بالعبد ماذون لشراء من مال مولاہ ای فیصح فیہ وعلیہ فیفتقر الی العزل واللہ الموفق مین کہتا ہون لیکن عدم اذن یا عدم نفاذ کو تھستانی نے ذخیرہ سے نقل کرکے مقید کیا ہی بیع کے ساتھ نہ اوس خرید کے ساتھ جو مولے کے مال سے ہو یعنی تو اوسمین بھی خرید صحیح ہوگی اور بر موجب قید ذخیرہ کے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق یہ ہی کہ فرق دے فرق بیان کرنے کی وجہ زیلعی مین ہی کہ اگر مولے نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا مولے کے دراہم یا دنانیر سے اور اوسکو منع نکیا تو وہ ماذون ہو گیا اسلئے تو غلام ہی عقد مین ماذون ہو گیا سو ہی نے کہا وجہ فرق ہی کہ خرید مین مبیع داخل ہو جاتی ہی مولے کی ملک مین تو کچھ ضرر نہین بخلاف بیع کہ اوسمین زائل ہو جاتی ہی مولے کی ملک سے تو اوس بیع مین سکوت اذن نہوا لیکن اسمین علل ہی کہ بیع اور شرا دونون مین ادخال اور خراج ہی زیلعی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہی جو فقہا نے باب الفضولی مین مذکور کیا ہی کہ شرا اسرع نفاذ ہی بیع سے اور سری الدین نے اس عقد کو موقوف کہا ہی مولے کی اجازت پر یعنی اگر مولے اجازت قولی دے تو نافذ ہو اور اگر باطل کرے تو باطل ہو کذا فی الطحطاوی واثبت صریحا فلو اذن مطلقا بلا قید صح کل تجارۃ منہ اجماعا اور اذن ثابت ہوتا ہی صریحاً تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی اذن مطلق کی یہ مثال ہی کہ مولے نے کہا کہ تجکو اذن دیا سوداگری کا یا یون کہے کہ اذن دیا سوداگری مین اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگائی اور نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی الخ اما لو قید فنہ ما یعم خلافا للشافعی اور اگر اذن مین قید لگا دے گا تو ہمارے نزدیک قید معتبر ہوگی اذن عام ثابت ہوگا برخلاف مذہب شافعی کے فیبیع ویشتری ولو نسیئۃ فاحش خلافا لھما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگر یہ بیع اور شرا غبن فاحش کے ساتھ ہو یہ برخلاف مذہب صاحبین کے اونکے نزدیک بیع اور شرا غبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہین ہو ویوکل بھما ویرھن ویرتھن ویعیر الثوب والدابۃ لانہ من عادۃ التجار اور خرید وفروخت مین غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گروکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہن رکھا اور کپڑے اور جانور کو عاریت دے واسطے کہ یہود اگر وتکی عادت ہی ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ اور مال دیکر صلح کرے اوس قصاص سے جو واجب ہوا ماذون کے غلام پر ویبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل منھا فلا اور ماذون بیچ کرے اپنے مولے سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتر کی بیچ تو جائز نہین ہم اور بیچ اکثر قیمت سے بطریق اولے جائز ہی ویبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل

اور مولے عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت یا کمر سے وللمولے حبس المبیع لقبض ثمنہ من العبد اور مولے کو جائز ہے روک رکھنا مبیع کا اوسکے ثمن لینے کے واسطے عبد ماذون سے ویبطل الثمن خلافا لما محمد شارح مجمع معزیا للمحیط لو سلم المبیع قبل قبضہ لا یجب علی عبدہ دین فحرج محمد انا حتی لو کان الثمن عرضا لم یبطل لتعینہ بالعقد وھذا کلہ لو الماذون مدیونا والا لم یحز بینھما بیع فھا یہ اور ثمن باطل ہوگا اگر مولے مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے سو اسطے کہ اس صورت میں ثمن دین ثمہر سکا اور مولے کا دین اوسکے غلام پر واجب نہیں ہوتا تو مبیع مولے کے ہاتھ سے نفت نکل گئی تو اگر ثمن متاع ہو جو کیلی اور وزنی چیز تو ثمن باطل نہ ہوگا بسبب متعین ہو جانے متاع کے عقد بیع سے اور یہ سبب کو یعنی ماذونی بیع مولے سے اور مولے کی ماذون سے اوس شرط پر ہی جبکہ ماذون مدیون ہوا اور اگر مدیون نہ تو مولے اور اوسکے غلام میں بیع جائز نہیں کذا فی النہایہ جب غلام ماذون لوگوں کا مدیون ہوا تو آپس کی مانند ہوا تو سالمیت دونوں میں جائز ہو گئی اور درصورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ مولے کا مال ہے تو خرید و فروخت اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع للمولے منہ بأکثر ط الزائد او فسخ العقد ای یؤمر السید بان یفعل واحدا منھما لحق الغرماء اور اگر مولے نے کوئی چیز ماذون کے ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کر ڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جاے کہ دونوں کاموں میں سے ایک کام کرے دین والوں کے حق کے سبب سے فیما کان من التجارۃ تا مولے زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اوس چیز میں جو تجارت کی قسم سے ہو ہم ملحاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم یہ ہے کہ اسباب میں نہیں دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہو اوس بیع سے جو طعام اور لباس کے واسطے ہو کہ اوس میں فسخ بیع نہیں تو اسکی تفحص اور تلاش کرنا چاہیے وتقبل شھادۃ علی العبد المأذون بحق ما اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی قبول ہوگی ہر ایک حق کی ہم چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک ودیعت کی گواہی اور اسکے اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسی طرح بیع یا شراء یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اوسکا مولے اوسوقت حاضر نہو ولو محجورا لا تقبل یعنی لا تقبل علی مولاہ بل علیہ فیتواخذ بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور متصرف ہو تو گواہی مقبول نہیں یعنی اوسکے مولے پر مقبول نہیں بلکہ غلام محجور پر مقبول ہوگی سو اوسکا موخذہ ہوگا غلام سے اوسکے آزاد ہونے کے بعد ولو حضر معا فان ادعوی باستھلاک مال او غصبہ قضی علی المولے وان باستھلاک ودیعۃ او بضاعۃ علی المحجور ثم علی العبد بقی علی المولے اور اگر مولے اور غلام محجور دونوں حاضر ہوں تو اگر استہلاک مال یا اوسکے غصب کا دعوے ہو تو مولے پر حکم ہوگا یعنے مولے سے خطاب ہوگا کہ اوسکو بھیجے اور تاوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کرنے کا دعوے محجور پر ہو تو غلام پر دعوے مسموع ہوگا یعنی عتق کے بعد اوسی سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مولے پر مسموع ہوگا ولو مستہلکا واعلی اقرار المحجور لم یقض علی المولے مطلقا وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر گواہ گواہی دیں غلام کے اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی حق کا اقرار کیا ہے تو اوسکے مولے پر حکم نہوگا مطلقا خواہ مولے حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے ویأخذ الارض اجارۃ ومساقاۃ ومزارعۃ ویشترکہ اذا زرع ہ اور غلام ماذون غیر کی زمین لے لیوے بطریق اجارہ اور معاملہ اور مزارعت کی اور وہ بیج خرید کرے جسکو بو دے ویلزمہ الخراج اور ماذون اپنے غلام کو اور کاشتکار اوسکو گھر دیکر اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت کے کذا فی البحاوی ویشارک عنانا لا مفاوضۃ ویزارع ماذون کسی سے بترکت عنان کے نہ ترکت مفاوضہ ویستأجر ویؤجر ولو نفسہ ۱۲ اور ماذون اجارہ دے اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو ہم چند بیکار نفس ماذون بجواز مطلق سے معلوم ہو چکا تھا لیکن بتصریح اسواسطے کر دی کہ اس میں امام شافعی کا خلاف ہے یعنی اونکے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہیں ویھب ویودع ویعیر ویستعیر ویغصب فیدین اور ماذون اقرار کرے ودیعت اور غصب اور دین کا یعنے یہ اقرار صحیح ہے ولو علیہ دین لغیر زوج وولد ووالد وسید فان اقر بہ لھم یلزمہ الدین الا طلق عنہ خلافا لھما اور اگر ماذون پر زوج اور بیٹے اور باپ اور مولے کے سوا کسی اور شخص کا دین ہو تو اقرار اوسکا صحیح ہے سو اسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولے کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے کذا فی الدرھم یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو

تو اونکے دین کا اقرار باطل ہی خواہ وہ کسی کا مدیون ہو یا نہو ولو بعین صح ان لم یکن مدیونا او ھما سیہ اور اگر دین کے سوا کسی اور شی مغصوب کا اقرار کرے کہ یہ چیز روح یا نیٹی یا باپ یا موے کی ہی تو صحیح ہی اگر ماذون مدیون نہو کذا فی الوہبانیہ ویصدق ظاھرا ما لا یعد سرفا ومفادہ انہ لا یصدق من غیر العاکول صلا ابن کمال وجزم بہ ابن الشحنۃ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ دے اس طرح پر کہ وہ اسراف اور فضول خرچی شمار نہو اور مولے کو اس سے مستفاد ہوتا ہی کہ کھانے کے سوا اور چیز اصلا تحفہ نہ سکنا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اسپر ابن شحنہ نے ھم ابن شحنہ نے تحفہ دینا مذکور نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو دینے بیان کیا ہی کذا فی الطحطاوی والمحجور لا یھدی شیئا اور غلام محجور کچھ تحفہ نہ دے کیونکہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا بأس بہ لانہ دفع الیہ قوت شھرا اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ جب غلام محجور کو اسکا کھانا دیا گیا سو اوسنے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کے واسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اوس صورت کے اگر اوسکو مہینے بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کھلانا درست نہیں ولا بأس للمرأۃ ان تتصدق من بیت سیدھا او زوجھا بالیسیر کرغیف وتمرۃ ونحوہ ملتقے اور عورت پر کچھ مضائقہ نہیں اگر اپنے موے یا اپنے زوج کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے چنانچہ ایکہ روٹی اور مانند اسکے کذا فی الملتقی ھم یعنی بدون اطلاع شوہر تھوڑا صدقہ دینا جائز ہی سو بسطے اس کے اسقدر دینے کو منع کرنا رائج نہیں ولو علم منعہ دل وضی الم یمنع اور اگر شوہر کی ناراضمندی ہوے یا شوہر کی معلوم تو اتنا بھی جائز نہیں ویضیف من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اوس شخص کی جو اوسکو کھانا کھلاتا ہی وتجب الضیافۃ الیسیرۃ تقدیرا بالمال اور خرچ تھوڑی ضیافت کرے بقدر اپنے مال کے حکم مجھسے مروی ہی کہ اگر ماذون کے پاس سو درکار کی کا مال ہزار درم ہو تو دس درم ضیافت میں خرچ کرنا قلیل میں داخل ہی اور اگر مال تجارت دس ہزار ہو تو ایک درم کی بھی ضیافت کثیر ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلیط والحط من الثمن بعد قبض بمنزلۃ البیع اور ماذون کم کردے ثمن سے مبیع کے عیب کے سبب سے بعد سودا گرم کرلینے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہی ویحابی ویؤجل بمحابی اور ماذون مثمن بیچے اوسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرنے کذا فی المجتبی ھم قاموس میں ہی کہ محاباۃ عطاے بلا عوض ہی۔ بلا احسان سے اور محاباۃ عبارت ہی تصرف اور خصائص وسہلات سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں تو ادنی جنس کا بیچنا ہو اوسکے ثمن سے کمی کے ساتھ بقلیل ثمن اور تاجیل سوا بسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اسکی حاجت پڑتی ہی کذا فی الطحطاوی ولا یتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نکرے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ یہ تجارت کے باب سے نہیں ہی اور یہ میں ضرر ہی مولے کا مہر واجب ہو جانے سے ولا یتسری وان اذن لہ المولے اور سریہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بناوے اگرچہ مولے نے اوسکو اذن دیا ہو اسواسطے کہ حرم بنانا مالک رقبہ پر مبنی ہی اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں ولا یزوج رقیقہ وقال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی کو یا غلام نکاح نکر دے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے ولا یکاتبہ الا ان یجیز المولے ولا دین علیہ وولایۃ القبض للمولے اور ماذون مکاتب نکرے اپنے مملوک کو مگر اس طرح کہ مولے اوسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہو اور بدل کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولے کے واسطے ثابت ہی ولا یتزق بمال الا ان یجیز الی آخر ما مر اور ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نکرے مگر یہ کہ مولے اوسکو جائز رکھے تا آخر شروط مذکور یعنی مولے اجازت دے اور ماذون پر دین نہو اور ولایت قبض مولے کے واسطے ہو نہ ماذون کے واسطے ولا بہبۃ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یھب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا یکفل مطلقا نفس او مال اور ضامنی نکرے مطلقا نہ ضامنی نہ مالضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نکرے اوس قصاص سے جو اوسپر واجب ہوا ولا یعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ویصالح عن قصاص موجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے اوس قصاص سے جو اوسکے غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ وکل دین وجب علیہ بتجارۃ او بما ھو فی معناھا مثل الاول کبیع وشراء واجارۃ او استئجار او

الثانی غرم ودیعۃ وغصب فانۃ جحدھا عبادۃ الدر وغیرھا جحدھا بلا میم فتنبہ وعقر وجب بوطی مشریۃ بعلمہ استحقاق کل ذلک یتعلق برقبتہ کدین لاستیلاد والمہر فنفقۃ الزوجۃ بمعاوضۃ اور جو دین کہ واجب ہوا ماذون پر اسکی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے ہو جو بمنزلہ تجارت کے ہو اول کی مثالیں چنانچہ بیع اور شراء اور اجارہ دوسرے تجارت کی مثالیں جیسے ودیعت کا ماذون اور اس نے غصب اور امانت کا ماذون جبکہ ماذون انکار کر چکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کی وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہوگا ماذون کی گردن سے دین استہلاک اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جاویگا اس دین میں یعنی اسکو قاضی بیع کریگا شارح نے کہا اور در کی عبارت یوں ہے وعرم ودیعت وغصب وامانۃ وغیرہا بجحد بدون میم کے سو آگاہ رہنا مصنف کی عبارت میں ضمیر تثنیہ کی ہو تو انکار فقط غصب اور امانت کو مخصوص ہوا اور در کی عبارت میں ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہوگیا دلہم استسعاء ایضاً یعنی اور دین والوں کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے کذا فی الزیلعی یعنی اس سے کسب کروانا اور اسکے کسب سے اپنے دیون کو لینا درست ہے ومفادہ ان زوجتہ لو اختارت استسعاءہ لنفقۃ کل یوم ان یکون لہا ذلک ایضاً بحر من النفقۃ اور ثبوت استسعاء سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک کے واسطے تو اسکو بھی یہ جائز ہے کذا فی البحر من باب النفقۃ بحضرۃ مولاہ او نائبہ لاحتمال ان یفدیہ بخلاف بیع المکسب فانہ لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم فیہ یعنی مذکورہ دین ماذون بیچا جاویگا اسکے مالک کے سامنے یا اسکے نائب کے روبرو یا مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے بخلاف کسب ماذون کہ اسمیں حضور مولی کی حاجت نہیں اس واسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہوا اپنے کسب میں اور اسکی ذات کی وجہ میں اسکا مولی صاحب معاملہ ہے وبقسم ثمنہ یا لحصص اور ماذون کا ثمن مبیع قسم ہوگا دین والوں میں حصہ رسد ویتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد ویتعلق بما وھب لہ وان لم یحضر مولاہ اور دین مذکور متعلق ہوگا اس چیز سے ہبہ جو ماذون کو ہبہ کیگئی اگرچہ اسکا مولی حاضر ہو وھذا قید للکل ولکن یشترط حضور المولی لعدہ الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہے کسب اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع میں اسے دین کے واسطے مولی کا خاصم ہونا شرط نہیں لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے واسطے اسکے کہ وہ صاحب معاملہ ہے اپنی کمائی میں ثم انما یباع بالکسب عند عدم الیسر فمن قبضہ یبرء دیانۃ کذا فی الزیلعی پھر بیچا جاویگا ماذون دین کے واسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے کے وقت تک گردن سے دین ادا کیا جاویگا یعنی ماذون کو بیچ کر ادا کیا جاویگا دین والوں کا واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فلہ اخذہ مطلقا قال شیخنا ومفادہ انہ لو اکتسب العبد شیئا واودعہ عند اخر فھلک فلیس للمودع ان یضمنہ لانہ کمودع الغاصب فتامل ذلہ میں کہتا ہوں اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سو مولی کا حق ہے تو مولی کو اسکا لینا مطلقاً جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ مولی کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے اگر غلام مجور کوئی چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ میں وہ چیز تلف ہو جائے تو مولی کو اس سے اوان لینا جائز ہے واسطے اسکے کہ غاصب کے مودع کے مانند ہے سو اسکو تامل کرنا چاہیئے ولا دین فحق المولی فلہ اخذہ مطلقا قال شیخنا ومفادہ انہ لو اکتسب العبد شیئا واودعہ عند اخر فھلک فلیس للمودع ان یضمنہ لانہ کمودع الغاصب فتامل ذلک

حق ہو یعنی اگر مولی غلام پر مہینے دس درہم مثلاً لیتا ہو قبل اسکے مدیون ہونے دین کے تئیں حکموں درہم کا لینا دین لاحق ہونے کے بھی بطریق استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ مولی اگر اسقدر کے لینے سے روکا جائے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کردے تو کمائی کرنے کا دروازہ ہی بند ہو جاوے تو دین والوں کا نقصان ہوگا و تجحر کہ ان علم هو نفسه لدفع الضرر عنه والمراد هل سوغ ان كان الاذن شائعا اور عبد ماذون مجور ہو جاویگا مولی کے حجر کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اسکے اکثر اہل بازار کو حجر کردینے کا علم ہو اگر مولی کا اذن مشہور ہو بازاریوں مین ماذون کا علم اسواسطے شرط ہوا تا کہ ضرر اس سے دفع ہو یعنی اگر ماذون مجور ہو سکے بدون اسکی اطلاع کے تو حجر پوشیدہ تلف کریگا بعد حجر کے وہ دین اسکو دینا پڑے آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم يعلم به اي بالاذن الا العبد حد كفى في حجر علمه به فقط ولا يشترط معه ذلك علم اكثر اهل سوقه لانه شق اور جبکہ اذن مولے کو کوئی نہ جانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اسکے مجور کرنے مین فقط اسی کا علم کفایت کرتا ہے ہوا اسکے ساتھ اکثر اہل بازار کا سو اوس کو شرط نہین سبب نہ ہونے ضرر کے وفي البزازية بلغ عبده الماذون ان لم يكن عليه دين صار محجورا عليه علم اهل سوقه ام لا لصحة البيع ان عليه دين كالمالو يقبضه بالشرى الفاسد البيع اور بزازیہ مین ہے کہ مولی نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اسپر کسی کا دین ہو تو وہ مجور ہو گیا خواہ اہل بازار کو اسکے کب جانے کا علم ہوا یا نہ ہو سبب صحیح ہونے اسکی بیع کے اور اگر اسپر دین ہو تو مجور نہ ہوگا جب تک کہ اسکو مشتری اپنے قبضہ مین نہ لاوے بسبب فاسد ہونے بیع کے ہم بیع فاسد مین قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہے وهل للغرماء فسخ ان دينهم حالة نعم كالاذا كان بالثمن فاء وابراء والعبد اوادى المولى دعاه صح في الكراهية اور کیا دین والون کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہین جواب اسکا یہ ہے کہ اگر انکے دیون بادمت کے فی الحال ہون تو ان کو فسخ انکے اختیار مین ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادا کر دین کے ممکن ہو یا دین والون نے اسکو معاف کر دیا ہو یا مولی نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہ ہوگی اور پورا بیان اسکا سراجیہ مین ہے و بموت سيدها وجنونه مطبقا دكل المجنون للماذون وطوقه الضاري اذا لحق بدارالحرب مرتدا وان لم يعلم لحد به كالموت حكما اور ماذون مجور ہو جاتا ہے اپنے مولے کی موت سے و اسکے جنون مطبق ہونے سے اور اسکے دارالحرب مین بھاگنے سے مرتد ہو کر اور اسی طرح ماذون کے جنون بیع اور اسکے لاحق ہونے سے دارالحرب مین مرتد ہو کر اگرچہ بیوقوف دارالحرب کو لوٹی تجانا تا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہے ہم محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ سال بھر سے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ بمطبق نہین کذا فی الخلاصہ و بجحر وحكما بابا ق وان لم يعلم احد بكونه ولو عاد منه او افاق من جنونه لم يعد لاذنه كما في الصحيح زيلعي و قيستانی اور ماذون مجور ہو جاتا ہے حکماً اسکے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو مانند مجنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پھر آوے بھاگنے کے بعد یا ہوش مین ہو جاوے جنون سے تو ماذون سابق عود نہ کریگا صحیح قول مین کذا فی الزیلعی و قہستانی و هو ما قاده كان حجر لانه مما لا يصبر بخلافه اور جاریہ ماذونہ مجورہ ہو جاتی ہے استیلاد سے اسطرح پر کہ جنی مولی سے پھر اسکے ولد کا مولی نے دعوی کیا تو یہ استیلاد مجور ہوگا حکماً اعتبار دلالت حال کے جبتک کہ مولی اسکے خلاف کی تصریح نہ کرے ہم استیلاد اسواسطے مجور حکمی ہوا کہ عادت مین جاری ہے کہ ام ولد پر دائین ہتی ہو اور مالک اسکے کھونے سے اور لوگون کے ساتھ اختلاط کرنے سے عہدہ برہونے مین راضی نہین ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی ان اگر مولی استیلاد کے بعد تصریح کر دے اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا فی الملتقی بالتدبیر ماذونہ مجور نہین ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ مدبرہ کو پردہ مین رکھنے کی عادت نہین اور قبل حجر کے نہ پائی گئی دعلم بها قيمتا فقط للغرماء وعليها دين بحيط اور مولی استیلاد و تدبیر سے ام ولد اور مدبر کی فقط قیمت کا ماذون دگا بن دین کو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہو سے ہم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو حکماً طالبہ نہ ہونے کے بعد ہوگا اقرار ہ بعد حجره لانه مما مانة او غصب اد دين عليه حر صغير خبر محجور ہونے کے بعد ماذون کا بچہ آزاد کرنا کہ اسکے پاس ہے وہ ملانت ہے یا غصب ہے یا اسپر دین ہے دوسرے شخص کا صحیح ہے شارح نے کہا اقرارہ مقید ہے اسکے صحیح ہونے کی خبر ہے فيقضيه منه فلا لا يصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اسکا

اقرار مذکور صحیح نہیں ہے احاط دینہ بمالہ وقیمتہ کالبیان سیدلا ما معہ اذون کا دین محیط ہوگیا اسکے مال اور اسکی ذات کو تو اسکا مالک اسکے پاس کے مال کا مالک نہ ہوگا ہاں سوائے کہ مولی اپنے غلام تاجر کے مال کا اسوقت مالک ہوتا ہے اسکا خلیفہ ہوکر جب اسکی حاجت سے فارغ ہو وارث کے لئے اور جس مال کو دین محیط ہو وہ اسکی حاجت میں مشغول ہے تو مولی اسمیں خلیفہ نہ ہوگا اور وہ مال اسکی ملک میں داخل نہ ہوگا فلم یعتق عبدا من کسبہ تحریر موکلا و غالا یملک فیعتق علیہ فیمتہ موسرا ولو معسرا فلھم ان یتضمنوا العبد المعتق ثم یرجع علی المولی ابکل لو توا زاد نہ ہوگا وہ غلام جو اذون میں کی کمائی سے ہے اسکے مولے کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی اذون کے مال کا مالک ہوتا اسکے آزاد کرنے سے اسکا غلام آزاد ہوگا اور مولے پر اسکی قیمت نہیں لازم ہوگی اگر مولے مقدور والا ہو اور اگر تنگدست ہو تو اذون کے دین والوں کو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے یا اذون ابن بھر غلام آزاد ہو مولے سے پھر لے کذا مرح ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من المولی لم یعتق ولو ملکہ لعتق اور اگر اذون مولی کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولی ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو محرم آزاد ہو جاتا بیوجہ خرید کے مع یہ مسئلہ اور اسکے بعد کا مسئلہ ہر متفرع ہے کہ مولی کسب ماذون میں متفرق بالدین کا مالک نہیں ولو اتلف المولی مالہ من الرقیق ضمن ولو ملکہ لم یضمن خلافا لھما بناء علی ثبوت الملک و عدمہ اور اگر مولی تلف کردے اسکو جو ماذون کے ذمہ میں غلام ہے تو مولی پتاوان لازم ہوگا اور اگر مولی اسکی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دینا بخلاف مذہب صاحبین کے بناء اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے وان لم یحط دینہ بمالہ وقیمتہ صح تحریرہ اجماعا اور اگر اذون کا دین اسکے مال اور اسکی ذات کو محیط نہ ہو تو مولے کا آزاد کرنا اذون کے غلام کا باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقہ حال کونہ المأذون مدیونا لو محیطا اور صحیح ہے مولے کو آزاد کردینا ماذون کا اذون کے مدیون ہونے کی حالت میں اگر مدیون محیط ہو غرض اعتاق اذون بالاجماع صحیح ہے بخلاف تو قف ماذون کے کسب میں استغراق دین کے وقت وضمن المولی للغرماء الاقل من دیونھم قیمتہ اور تاوان دے مولی اذون کے دین والوں کو کمتر اسکے دین اور قیمت سے یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان دے اسواسطے کہ اگا حق نہیں مگر دین میں اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ اگا حق متعلق ہوا اسکی ذات سے اور ذات کو اگلی تلف کردیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاء اتبعوا العبد بکل دیونھم ویتبع احدھما الاخر فما اکتفی بہ مع المولی عنہ اور اگر دین والے چاہیں تو غلام آزاد کا پیچھا کریں اپنے شاہد دین کے واسطے اور مولے اور غلام آزاد میں ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولی اور اسکا غلام کفیل یعنی ضامن کی مانند ہے کہ دل دینے کے ساتھ ہر یعنی ہر طرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہیں ہو جاتا وطولب باقی من دیونھم اذا الغی قیمتہ لبعد تعلقھم بقیمتہ فی ذمتہ اور جو اسکا دین باقی رہ گیا اسکا مطالبہ ہوگا اذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہو جانے دین کے اسکے ذمہ پر مطالبہ اسوقت ہوگا جبکہ اسکی قیمت ادا دے واسطے کہ اسکا تعلق ذمہ کی ساتھ ہے وھم تدبیرہ لا تجر ویخیر الغرماء کعتقہ لکان من اختار احد الشقین لیس لہ الرجوع علی الآخر کذا فی الکافی اور صحیح ہے اذون کو مدبر کرنا اور وہ مدبر سے رہ مجور التصرف نہ ہوگا اور دین والوں کو اختیار ہوگا تعیین مولی کا اور استسعار ماذون میں لیکے عتق کی مانند کہ عتق اور تدبیر میں اختلاف ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کریگا اسکا پھر اختیار درست نہیں کذا فی شرح الکملہ ھم یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کرسکتے اسکے آزاد ہونے تک اور وہ ماذون بنا رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کراویں تو اسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لیں اور وہ بطور سابق اذون بنا رہیگا کذا فی الظہیری وفی الھدایۃ ولو کان المأذون مدبرا او ام ولد لم یضمن قیمتھما لانہ حق الغرماء لو تعلق برقبتھما لا نقلا ایاھا بالبدن او رہلاکہ بین ہوا اور اگر اذون مدبر یا ام ولد ہو تو مولی کی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ دین والوں کا حق انکی گردن سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ کلام ملاء اور مدبر دین میں بیع نہیں ہوتے ھم یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولی ماذون کرے اور انپر لوگوں کا دین لازم ہو جبکہ مولے آزاد کردے تو مولے پر تاوان قیمت

لازم نہ ہوگا دلو اعتقه المولی یاذن للغرماء علیهم تضمین ہوکا ذیلعی اور اگر ماذون کو مولی نے دین والون کے اذن سے آزاد کردیا تو انکو اسکے مالک سے تاوان لینا جائز ہے کذا فی الذیلعی ہم یہ مسئلہ مدبر سے متعلق ہے مسئلہ مدبر سے وللماذون ان یاخذ سیدہ باقل من الدیون وعلیه المشتری قیمته للغرماء اذا قدر واعلی العبد کان لهم فسخ البیع کما من فسخ الغرماء البائع قیمته لتعذر بیعه اور ماذون کو اگر اسکے مالک نے دین سے کمتر بیچا اور مشتری نے اسکو خاتمہ کے کڑوا لا دین والے بیچنے والے سے اسکی قیمت کا تاوان لین بسبب تعدی مالک مصنف نے غائب کر ڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین اسے جب غلام یہ قادر ہوں تو انکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان رد العبد علیه بعیب قبل القبض مطلقا وبخیار رؤیة او شرط او بعده بقضاه او رضاه او بقضاه بقیمته علی الغرماء دعا دهم فی العبد لو للبائع اگر غلام پھیر دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقاً خواہ قضا سے یا رضا سے یا پھیر جاوے خیار رویت یا خیار شرط سے یا قبض کے بعد بحکم قاضی پھیر جاوے تو مالک اسکی قیمت پھیرلے دین والون سے اور دین والون کا حق غلام مذکور مین پہنچا ثابت ہوگا بسبب دور ہوجانے مانع کے ہم یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہوگیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنح وان رد بعد القبض لا بقضاء فلا سبیل لهم علی العبد لانه للمولی علی القیمة لان الرد بالتراضی اقالة وهی بیع فی حق غیره اور اگر غلام پھیر دیا قبض مشتری کے بعد بالحاکم قاضی تو دین والون کے واسطے کوئی راہ نہین غلام پہ نہ رد بیع کی نہ استسعا کی اور نہ مولی کے واسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولی نے جو دین والون کو قیمت دی تھی اسکا استرداد نہین ہوسکتا اسواسطے کہ رد سے تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق مین یعنی غلام کے حق مین کذا فی الطحطاوی وان فضل من دینهم شیء وجعل یه علی العبد بعد الحریة کامر اور اگر بعد ضمان مولی دین والون کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اسکو پھیر لین اسکی آزادی کے بعد چنانچہ مذکور ہوچکا وضمنوا مشتریه عطف علی البائع لو للشاء اذا ضمنوا المشتری دیرجع المشتری بالثمن علی البائع بیع یا دین والے تاوان لین عبد عیب کے مشتری سے یعنی اگر چاہین تو مشتری سے تاوان لین اور مشتری اسکا ثمن بائع سے پھیرلے شارح نے کہا قولہ ضمنوا مشتریه بائع پر عطف ہے ہم طحطاوی نے کہا لیکن کنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہوا جاز والبیع داخل والثمن کاقیة العبد یا دین والے بیع کو جائز رکھین اور اسکا ثمن لین یہ قیمت غلام کی حر زیلعی مین ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والون کو تین چیزون مین اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکھین اور چاہین بائع سے تاوان لین چاہین مشتری سے اور جس سے تاوان لینا اختیار کرین گے تو دوسرا بری الذمہ ہوجائیگا ان یاخذ السید معلما یدینه یعنی مقرا به لا منکرا کما سیجیء لتعلق الخاصة ویسقط خیار المشتری لا الغرماء اور اگر ماذون کو اسکے مالک نے بیچا اسکا دین جنا کیا یعنی ہوکر منکر ہوکر چنانچہ انکار مسئلہ عنقریب آویگا اعلام دین کی سواسطے فیصلہ لگانی تا خاصمت مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو ہم تو اسقرا پر تفسیر قبیل کی صلاحیت نہین رکھتا تو لون کنا شارح کو بہتر تھا واقرء المشتری یتاحتراز واقع ہوتا اس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت مین تو اس حالت مین وہ مخاصمہ نہ ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی فللغرماء رد البیع یعنی اگر مالک دین جنا کر بیع کی اور مشتری دین کا منکر ہوا تو دین والون کو رد بیع مین اختیار ہے ان لم یصل ثمنه الیهم لان قبضهم الثمن دلیل الرضی بالبیع وبیع مین اختیار ہے جب تک کہ دین والون کو اسکا ثمن نہ پہونچا ہو اسواسطے کہ اکثر ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہوگا اذا کان فیه محاباة قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہوگر جبکہ ثمن مین محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو ہم یعنی اگر ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والون کو رد بیع جائز ہے اگرچہ ثمن قبض کرچکے ہون اسواسطے کہ وہ کہینگے کہ ہمنے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہین ہے اور اسکا حاصل وہ ہے جبکہ ثمن اُنکے دین کو کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اسمین محاباۃ ہو اسواسطے کہ اسمین مالک کا نقصان ہے نہ دین والون کا کذا فی الطحطاوی فاما ان یرفعوا او ینفقوا البیع ابو حنیفة اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو ہم ثمن ٹھہرایا جاوے یا بیع منقوض ہو کذا ذکره ابن کمال وقال المصنف هذا اذا کان الدین محاطا کان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یقی بدیونهم والا فالبیع

نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح مین کہا کہ یعنی دین والون کو رد بیع کا اختیار اسوقت ہوگا جبکہ انکا دین حالت ہوا ور بیع انکی خواہش سے نہ ہوا ور ثمن غلام کا انکے ادائے دین کے واسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہین تو بیع نافذ ہوگی زوال مانع کے سبب سے یعنی اگر دین موجل ہو یا بیع انکی خواہش سے ہوئی ثمن ادائے دین مین کافی ہو تو انکو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا سو اسلئے کہ مانع انفاذ بیع انکا حق تھا سو تینون صورتون مین ساقط ہوگیا وان غاب البائع وقد قبضه المشتری فالمشتری لیس لهم ان یحکموا بفسخه خلافا للشافعی ولو مات فهم خصم کما مر اور اگر بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کرلیا ہو تو مشتری دین والون کا خصم نہین اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونے کا منکر ہو برخلاف زفر بسبب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہوا اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہی چنانچہ گذر گیا ولو بقلبه بان غاب المشتری والبائع حاضر فالحکم کذلک فی الحاصة اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لهم تضمین البائع قیمته لاجازة البیع لنفاذ اقراره اگر اسکا الٹا ہو یعنی مشتری غائب ہوا ور بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی خصومت نہین بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والون کو اسکی قیمت کا ماذون لینا یا بیع کو جائز رکھنا اور اسکا ثمن لینا درست ہے عبد عتم مراد قا انلعبد فلان ماذون فی التجارة فجاء واشتری فهو ماذون حینئذ لزم کل شیء من التجارة تو ایک غلام شہر مین آیا اور بولا کہ عبد فلان کا غلام ماذون فی التجارہ ہون اور اُسنے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہوا و ساتوقہ یعنی اسکو ہر چیز تجارت کی لازم ہوگی ہم یہ استحسان ہی اسواسطے کہ یہ خبر ہی معاملات مین اور ایک شخص کی خبر معاملات مین قبول ہو ولکنا الحکم ولو اشتری لعبد فباع سألنا عن اذنه وحجر کان ماذونا استحسانا للضرورة التعامل واعم المسلم محمول علی الصلاح فیحمل علیه ضرورة شرح الجامع وفائده تقیید المسئلة بالبینة ابن کمال اور اسی طرح کا حکم ہو اگر غلام نے خرید و فروخت کی اپنے ماذون اور مجبور ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹھہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت تعامل کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہو تو اسکی خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تقیید مسئلہ سے مستفاد ہوتا ہے لگانا مسئلہ کا سلم کے ساتھ کذا فی ذکرہ ابن کمال یعنی خرید و فروخت بلا بیان اذن اور حجر کے ثبوت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جبکہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام کافر ہو تو ماذون ہونا اسکا ثابت نہ ہوگا ولکن لا یباع لدینه الحالم یقر بسببه الا اذا اقر مولاه به ای بالاذن ای اثبته الغریم بالبینة ولیکن غلام مذکور اپنے دین مین چنانچہ جاریگا جبکہ اسکا کسباد اسے دین کے واسطے کافی نہ ہوگا مگر جبکہ اسکا مولی اذن کا اقرار کرے یا دین والا اذن کے گواہون سے ثابت کرے وتصرف الصبی والمعتوه الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاقاله صح بلا اذن جو صغیر اور معتوہ کہ بیع و شرا کو سمجھتا ہو صحیح ہی اگر تصرف اُنکا نفع محض ہو چنانچہ اسلام ہو اور قبول کرنا تو صحیح ہی بلا اذن والے کے وان ضارا کالطلاق والاعتاق والصدقة والقرض لا وان اذن به ولیهما اور اگر تصرف مضرت رسان ہو چنانچہ طلاق و عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہین اگرچہ اس تصرف کا صغیر اور معتوہ نے اذن دیا ہو ہم ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہی اگرچہ اُمین آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بین نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی اذن ولو بلغ غلاما فاقرّ بنفاد احد العقدین اور عقود مین سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان مین دائر اور متحمل ہو چنانچہ بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہو تو اگر صغیر بالغ ہو جاوے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی ہم علماء ی نے کہا کہ اگر شارح بجائے بلوغ کے اذن لکھتا تو بہتر تھا اسواسطے کہ تقیید کی کوئی وجہ نہین فان اذن لهما الولی فهما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامه اور اگر صغیر اور معتوہ کے ولی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونون خرید و فروخت مین عبد ماذون کے مانند ہین ماذون کے سارے احکام مین منجملہ احکام مذکورہ کے یہ ہی کہ اذن تجارت کا ایک قسم کے ساتھ مخصوص نہ رہیگا اور مخصوص بنیان نہ ہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو اُنکا ولی خرید کرنے دیکھ کر سکوت کریگا تو یہ سکوت بجائے اذن ہوگا وغیرہ ذلک من احکام الماذون والشرط الصحة الاذن ان یعقل البیع سالبا للملک عن البائع والشراء جالبا له زاد الزیلعی وان

یقصد الربح ویعرف بالفعل لیسیر من الفاحش وظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجھتے ہوں کہ بیع ملک کی سبب کرنے والی ہم بائع سے اور خریدار ملک کی کھینچ لانے والی ہو مشتری کے واسطے زیلعی نے بہتر زیادہ بیان کیا ہے اور یہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید و فروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ کرنا اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہ قول ظاہر ہے وولیہ ابوہ ثم وصیہ بعدہ ثم وصی وصیہ کما فی القہستانی عن العمادیہ اور صغیر یا معتوہ کا ولی اسکا باپ ہے پھر اسکا وصی اسکی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی میں ہے عمادیہ سے ثم بعد ہم جدہ الصحیح وان علا ثم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی ثم الولی بالطریق الاولی پھر ان تینوں کے بعد صحیح اسکا ولی ہے اگرچہ جد عالی ہو یعنی پردادا سردادا پھر اسکا وصی پھر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کیا ہے پھر ولی یعنی حاکم ولی ہے بطریق اولی قہستانی اور زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہے اور صدر الدوہ والی ہے جسکی ولایت میں قضا ہے جو حاکم کہ قاضی نہیں اسکا اذن جائز نہیں کذا فی الظہیریہ ثم القاضی او وصیہ ایہما تقرن بہ یصح فلذا لم یقل ثم پھر قاضی یا اسکا وصی ولی ہے قاضی اور اسکا وصی جبکہ ولی انمیں سے تصرف کریگا تو صحیح ہوگا اسی واسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یوں نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہے اور قاضی اور اسکے وصی کے تصرف میں ترتیب نہیں دونوں ہم اور وصیہا ہم فی المثل الخ تحت التکلم کما مر یعنی مان یا اسکا وصی یعنی مان صغیر کی یا اسکا وصی صغیر کا ولی نہیں تفصیل ولایت کی مال میں ہے بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح میں گذر گیا ہم اور ان کے مانند چچا اور بھائی اور کوتوال شہر وشحنہ اور خداوند صغیر کی ولی نہیں کذا فی الخلاصۃ وفی الحاوی القدسی اما وصی القاضی والمصیبۃ والمعتوہ او وصی وصیہا او وصی نفسہ کما فی البیع ویشتری فکذلک یکون سکوتہ اذنا فی التجارۃ قاضی صغیر یا معتوہ یا دونوں کے غلاموں یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خرید کرتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہ ہوگا عبد قاضی کا مسئلہ اس پر مرکوز ہے جسکو القاضی لا یاذن للیتیم والمعتوہ لانہ لم یکن ولیا ولا وصیہا اذا کان لکل واحد منہما من الصبی والمعتوہ ولی ولم یمتنع الولی من الاذن عند طلبہ فحینئذ یاذن القاضی لعبدہ التاجر فی الصحیح قاضی کو جائز ہے کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہ ہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہے جبکہ یتیم اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت میں کہ اذن مطلوب ہو قاضی سے کذا فی النہر ہو مرکب مصنف کی مخل ہے بہتر یوں تھا کہ اذن کا ان کے مقام پر ہونا فتاوی عالمگیری میں ہے اگر صغیر یا معتوہ کا باپ یا اسکا وصی یا دادا ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو سوا اسکے اذن دینا اور اسکے باپ نے نہ مانا تو قاضی کا اذن جائز ہوگا اگر قاضی کی ولایت متاخر ہو باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط میں ہے اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہو اور اذن کو مکروہ جانتا ہو تو جائز ہے چنانچہ مغنی میں ہے انتہی مختصرا اور طلب اذن قید میں چنانچہ صاحب محیط کے قول سے معلوم ہوتا ہے اور وہ بیانیہ کی اول بیت سے نکلتا ہے کذا فی الظہیریہ قلت وفی الہندیۃ عن الخزانۃ لو ابی ابوہ اذون القاضی لہ زاد شارح الوہبانیۃ ولا ینحجر بعد ذلک اصلا لانہ حکم لا یحجر قاضی الجزء قید بہ من کتاب الاذون اور بعد ہی میں خزانہ سے منقول ہے اگر صغیر کا باپ یا اسکا وصی اذن سے انکار کرے تو قاضی کا اذن اسکے واسطے صحیح ہے شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کیا اور اسکے بعد صغیر اصلا محجور نہ ہوگا اسواسطے کہ قاضی کا اذن حکم ہے اور حکم دفع نہیں ہوتا مگر دوسرے قاضی کے رد کرنے سے سو سکو غور کر فروع مسائل المحیط خارج کے لو اقر العبد ماذون بما معہما من کسب او ارث صح علی الظاہر کذا فی الخلاصۃ اگر صغیر اور معتوہ اقرار کریں کسی آمدی کے واسطے اس مال کا جو دونوں کے پاس ہے کہ مال ہے یا میراث سے تو اقرار انکا صحیح ہے بموجب ظاہر الروایہ کے غلام ماذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدرر ہم یعنی اگر دونوں اقرار کریں کہ جو مال ہم کو میراث میں ملا ہوا ہے درحقیقت فلانے شخص کا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے اور یہ خلاف ظاہر الروایہ کا یہ قول ہے کہ کسب میں اقرار صحیح ہے میراث میں صحیح نہیں الماذون لا یکون ماذونا قابل العلم الا فی مسئلۃ ما اذا قال یا لعبدی ہذا فانت لہ فبایعوا وہو لا یعلم بل لان صار ماذونا بخلاف قولہ بایعوا ہذا فانہ یصیر ماذونا فی الحال الصغیر اذا نہوں اذن نہیں ہوتا اذن کے دریافت ہونے سے پہلے مگر اس مسئلہ میں جبکہ مولی نے کہا کہ خرید و فروخت کرو میرے غلام سے کہ میں نے اسکو اذن دیا سو لوگوں نے اس سے

خرید و فروخت کی اور حالانکہ غلام اس اذن دینے کو نہیں جانتا تو وہ ماذون ٹھہر جائیگا بخلاف اس قول کے کہ بچے نے کہا تو لوگوں سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید فروخت کرو ہم اذن غلام میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں قبیل علم اذن ہو جاتا ہے اور دوسری روایت میں اذن نہیں ہوتا اور اسی طرح صغیر میں دونوں روایتیں ہیں پس ناظر ہیں چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہے کہ ذاتی الطحطاوی لا یصح الاذن للابق والمغصوب علی الصحیح بل بینۃ اذن صحیح نہیں غلام گریختہ کے واسطے اور نہ اس غلام کے واسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہو اور مالک کے پاس گواہ ہوں اور اگر غصب کی گواہی بن تو اذن صحیح ہوگا کذا یصیر محجورا بھما علی الصحیح اشباہ اور غلام اذون مجور نہیں ہوتا بھاگ جانے اور منسوب ہو جانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ وفی الوہبانیۃ **شعر** ولو اذن القاضی لطفل وقد ابی ابوہ لم یصح الاذن منہ فیتجر اور وہبانیہ میں ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اسکا باپ انکار کرتا ہو تو اذن صحیح نہ ہوگا قاضی کیجانب سے سو صغیر تجارت کرے **شعر** وضمن مغصوب لمغیر ودیعۃ وتحلیف یفتی بہ حرمت یمکن او ابو یوسف نے تاوان لازم کیا ہے صغیر پر مستہلک ودیعت میں اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہو ہم معنی اگر غیر محجور نے ودیعت الف کر ڈالی تو ابو یوسف کے نزدیک اس پر ضمان ہوا اور طرفین کے نزدیک ضمان نہیں ہوگا اگر ودیعت خود تلف ہو گئی تو بالاتفاق تاوان نہیں اور اگر اذون ہو قرض و ودیعت یا تجارت میں یا کاتب ہو اور ودیعت تلف کر ڈالے تو اسپر تاوان ہوا اور اگر صغیر اذون پر کسی چیز کا دعوی ہوا اور وہ انکار کرتا ہو اور اسکی تکذیب میں اختلاف ہے کتاب الاقرار میں مذکور ہے کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ بعد البر **شعر** ولیس عن المحجور ما باع او شری ملزما موجرۃ المولی فما تغیرہ لتوقف فاقتصر فی المحجور علی الاجارۃ اور اگر مجور رہن کیا بیع اور شرکی اور مولی نے اسکو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغیر پذیر بسبب موقوف ہونے اتصرف مجول کی وجہ سے ہو جائیگا خواہ مجور خود عاقل ہو یا نہ ہو یہاں نہیں عاقل ہو تو بدون اذن ولی کے تجارت صحیح ہے ولو لم یأذن لہ فلقنتہ فاجازہا لم تصح اجازۃ سو اگر مولی نے تقوذ کورہ کو جائز نہ رکھا بلکہ محجور کو تجارت کا اذن دیا سو عبد اذون نے عقود مذکورہ کو کیا تو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اسکے اذن تجارت کا نہ دیا ہو سو اسکا آزاد کردہ امور مذکورہ کو جائز رکھا تو اسکی اجازت صحیح نہیں قال وکذا اللصبی المحجور مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر کا جو سمجھ دار ہو قلت ولا یضمن ما ہلک فی ابتلاء صناعا فلا یصح الاذن فی الصغیر کما لو قرض میں کہتا ہوں اور یہ بات مخفی نہیں کہ جو عقد کہ ابتداء میں جائز ہو اور مستحق ہو تو اسکا اذون مستحق ہوگا چنانچہ قرض مع شبہ ملائی نے ذکر کیا کہ بنا بر تصرفات سو قوذہ قرض ہے اور قرض مقرر محض ہے تو اذن نہ ہوگا اگرچہ ولی اجارت دے جیسا کہ ہم نے کہا ہے تحریر دوسرے جو وہبانیہ میں مذکور نہیں ہے اور اللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب کے احکام میں ہو لغۃ اخذ الشیء ظلما او علیہ کالسرقۃ علی وجہ التغلب غصب بفتح غین معجمہ وسکون صاد مہملہ لغت میں عبارت ہے چیز کے لینے سے بطریق زبردستی کسی خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہ ہو چنانچہ شخص نے اراکو کہا کہ تو نے غصب کیا میرا کپڑا حالانکہ تو نے اسکو چرایا ہے وشرعا ازالۃ الید المحقۃ قبلا ان یحولہ اور اصطلاح شرع میں غصب عبارت ہے قبض محق کے زائل کرنے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا قبل مکان سے پیدا ہونے ودیعت کا جسکو رکھنے مالک سے لیا تھا عدم قبض مودع بالفتح کا ہمیشہ قبض مودع ہو کر انکار کرنے سے پہلے پھر جب اسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہو گیا حکما یا ثبات یدین طور پر غصب عبارت ہوا زالہ مذکورہ سے قبض مزیل کے اثبات کے ساتھ یعنی مقدار کافی قبضہ دور کر دینا اور ثابت قبضہ کر لینا حقیقت ہے غصب کی مع مفہوم کے نزدیک غصب عبارت ہے فقط ازالہ یدمحقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے ولہذا اگر ایک آدمی کے ہاتھ میں موتی اور دوسرا آدمی اسپر ہاتھ مارے اور موتی دریا میں گر پڑے تو ڈالنے والے پر ضمان ہے حالانکہ اثبات قبض یہاں ثابت نہیں آیا اگر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ النقص کے ساتھ اثبات قبض بھی ضرور ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب بے جواز اور یہ وہ ہے جو ازالہ شرعیہ ہو اور دوسری قسم وہ ہے جو بغیر ازالہ کے ہو جیسے ودیعہ کا جو ہم نے پیش کیا اثبات قبض بھی ضرور ہے ولعتبر الشافعی اثبات الید فقط والثمرۃ فی الزوائد فقرۃ بستان مغصوبۃ لقصر عن ما خلا ملک صاحبہا اور امام شافعی نے غصب کی تعریف میں فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زیادتیوں میں تو باغ مغصوب کا پھل ہمارے نزدیک مغصوب نہیں برخلاف امام شافعی کے

کذا فی الدرایہ یعنی اگر پھل ضائع غاصب تلف کر ڈالے تو وہ پھر تاوان ہمارے نزدیک نہیں بسبب عہدہ امانت والے کے اور اسکے نزدیک تاوان ہوتا ثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک نے عین مغصوب کو طلب کیا تو بالاجماع تاوان ہوگا کذا فی الطحطاوی فی مال فلا یتحقق فی میتۃ حرۃ لانا لادرا ثبات ہوا مال میں تو غصب ثابت نہیں ہوتا مردار اور شخص آزاد میں اسواسطے کہ وہ مال نہیں متقوم جبلا وشرعا فصح قولہ لا فلا یتحقق فی حر مسلم زالادرا ثبات ہوا مال متقوم میں یعنی جو شے بحالت بقا میں مباح ہو کذا فی قنیہ تو غصب ثابت نہیں ہوتا مسلمان کی شراب میں ہو اسواسطے کہ شراب مسلمان کے حق میں بسبب الاستعمال نہیں محترم فلا یتحقق فی مال حربی ازالہ اور اثبات ہوا مال محترم میں تو غصب ثابت نہیں ہوتا کافر حربی کے مال میں ہو اسواسطے کہ اسکا مال محترم نہیں قابل للنقل فلا یتحقق بالعقار خلافا للمحل مال مذکور قابل بہ نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہیں ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول میں برخلاف محمد کے ہم غیر وقف میں شیخین کا قول صحیح ہو اور وقف میں محمد کا قول صحیح ہو کذا فی الطحطاوی بغیر اذن مالک لہ احترز بہ عن الودیعۃ والعلم ان الموقوف محمول بالاتفاق مع انہ لیس بملوک اصلا صرح بہ فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ کان اولی ازالہ اور اثبات ہوا مال مذکور میں اسکے مالک کے بلا اذن مصنف نے یہ قید لگا کر دو بات سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسی طرح عاریت میں ہر چند ازالہ ید محترمہ ہوا مال متقوم محترم قابل النقل ہے لیکن چونکہ باذن مالک ہوا لہذا غصب داخل نہیں اور یہ معلوم کہ مال موقوف لازم الضمان ہوتا تلف کر ڈالنے سے باوجودیکہ وہ اصلا کسی کا مملوک نہیں تصریح کی ہے اور اسکی بدائع میں تو اگر مصنف یوں کہتا کہ ازالہ قبض ہو بدون اذن اس شخص کے جسکو اذن کا اختیار ہو چنانچہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا یعنی اسواسطے کہ وقف کو بھی غصب شامل ہوجاتا کیخفیہ احترز بہ عن السرقۃ وفیہ کلام ابن الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہونا بطریق مخفیہ کے مصنف نے یہ قید لگا کر تا سرقہ نکل جائے غصب سے اور اسمیں ابن کمال کا کچھ کلام ہے حاصل کلام ابن کمال یہ ہے کہ سرقہ کا حد وجہ میں داخل ہونا اسکے داخل ہونے کا غصب میں منافی نہیں سو سرقہ غصب میں داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حد وجہ میں باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غصب ہے اور حالانکہ کتاب البیوع میں مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جسکو نہ کہنا علامہ شمنی نے لانہ علی سبیل التخفیہ کی قید لگانی تا سرقہ غصب سے نکل جائے فیا سقط ما لم العبد تحت ید المولی الا بتقصیر یدل علیہ قولہ کالمرتھن والمستاجر والمستعیر والمودع والوکیل بالحفظ والمضارب والشریک شریک العنان والوصی والمتولی والقیم والملتقط والمشتری شراء فاسدا اذا قبض المبیع والمستام والاجیر المشترک والصباغ والقصار والحمال والملاح والراعی والختن والاجیر الخاص فی الاصح والمرتد بعد لحاقہ بدار الحرب والحربی اذا دخل دارنا بامان وتمام ذلک فی الدرر وغیرہا ترجمہ ساقط ہوا ضمان مال کا جو ہاتھ میں ہے بندے کے مگر بسبب تقصیر کے اسپر دلالت کرتا ہے قول اسکا مانند رہن لینے والے اور کرایہ لینے والے اور امانت رکھنے والے اور مضاربت کرنے والے اور شریک شرکت عنان کے اور وصی اور متولی اور قیم اور ملتقط اور خریدنے والے فاسد کے جبکہ قبض کرلے مبیع کو اور مستام اور اجیر مشترک اور دھونے والے اور کپڑا بنے والے اور بوجھ اٹھانے والے اور چرواہے اور خصی کرنے والے اور اجیر خاص کے اصح قول پر اور مرتد بعد لحاق کے دار الحرب کے اور حربی جبکہ داخل ہو ہمارے ملک میں بامان اور تمام اسکا در مختار میں ہے اور غیرہا ترجمہ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر ایک آدمی کے گھر میں داخل ہوا اور کچھ اسباب لیا اور نہ نکلنے پایا تو پھر تاوان ہوگا اور اگر اسکے اسباب گھر سے باہر نکالا اور اسکے لینے کا انکار نہ کیا تو تاوان نہیں جبتک روپیہ ہلاک نہ ہوجائے اسکے فعل کے سبب سے یا اسکو گھر سے نکال بھیجے اسکے ذی الخانیہ یعنی درصورت عدم انکار تاوان نہیں مگر ہلاک یا خرچ سے وھکذا لو اخذ ملی علیم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مترتب غصب کا گناہ ہے اس شخص کے حق میں جو جانتا ہو کہ یہ مغصوب غیر کا مال ہے حکم غصب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے قال اللہ تعالی وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ حق تعالی نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالوں کو آپس میں ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث میں ثابت ہے کہ تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جبتک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص بالشت بھر زمین غصب کریگا اسکی گردن میں حق تعالی ساتوں طبق زمین کا طوق ڈالیگا غصب کے گناہ ہونے میں السنۃ کی قید لگانی کرذا فی سے گناہ معاف ہوجانا چنانچہ دوسرے شخص کا مال کھا لینا اپنا مان جانکر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونوں صورتوں میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی ومر د العین قائمۃ والغرم ھالکۃ بفعلہ او غیرہ او افادہ مساویۃ او مستاثنۃ اور حکم غصب کا پھیر دینا ہی غصب کی جنس کا

کذا فی الطحطاوی

اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اسکا تاوان دینا اگر وہ تلف ہو گئی ہو خواہ اسکے فعل سے یا بغیر کی یا آفت سماوی سے کہ غاصب اس سے ضامن ہو گیا تھا اور مالک نے غاصب سے وہ اپنے گھر لے آیا اور اسکے پاس تلف ہو گیا تو اسپر تاوان نہیں بواسطے کہ غصب اس صورت میں امانت ہو گیا کذا فی الاختیار وغیرہ من علم الاخیران فلا ان خطاء وفی فہم الحدیث اور غصب کا حکم زائل کر دیتا ہے حق عین پھیر لے اور تاوان دینے کا ہو تو غاصب ناواقف پر گنا نہیں بواسطے کہ یہ خطا اور بھول ہوا اور حالانکہ خطا پر مواخذہ نہیں ہو جب حدیث کے المغصوب بین تضمین الغاصب غاصبا لا اذا کان فی الوقف المغصوب بان غصبہ وقبضہ اکش وکان الثانی اعلم من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ منصوب سو یعنی جبکہ مال غصب ہو گیا وہ دو قسم ہیں غصب کرنے والے سے تاوان لینے ہیں اور غصب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے ہیں یعنی جاہے غاصب سے تاوان لے جاہے غاصب سے کہ جسکو غصب ثانی کہتے ہیں منصوب ہیں واقع ہوا سطرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو اور حالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہو گئی ہو اور غاصب ثانی سے زیادہ تر مالدار غاصب اول ہے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہو گا کذا فی وقف الخانیۃ ہم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب ثانی سے بھرلے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور چونکہ عبارت خانیہ کی موہم ہی لہذا عبارت خانیہ کا تحقیق کرنا ضرور ہوا وہ یہ ہی کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کر لی اور اب اسکی قیمت زیادہ ہو گئی دو ہزار درم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار ہو بواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کو بواسطے زیادہ تر نافع ہو اور اگر غاصب اول زیادہ تر مال دار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے کذا فی الاختیار وفی غصبہا غصب مجملا فاسد فلکد یفسد لابن ادم صفی فیہ الاجمال ونقصان کا ہم اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہی کہ غاصب نے بچھو غصب کیا پھر بچھو مر گیا اور اسکی مالن کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب ماں اور بچھو کے کی قیمت کا اور اسکی مالن کے نقصان کا ہم ہو بواسطے کہ یہ کہ غصب ماں کے نقصان کا موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اسکی مالن میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان ہی تعدی کا نہ ضمان غصب وفی کراھیتہا من ھدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یؤمر بعمارتہ کذا فی حافظ المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہیت میں ہی کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھا دی تو اسکے ذمہ تاوان کا اور اسکو حکم نہ ہو گا دیوار کے بنانے کا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہو گا ہم تنبیہ میں ہی کہ غیب کی دیوار گرانی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیوار دوں کے ساتھ پھر قیمت کیجاوے بدون دیوار دوں کے تو تاوان اسکا بین قیمتین کے تفاوت کا وفی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی ان الکان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأتہ فمات وادعی انہ کان باذنہا والکر الوارث فالقول للزوج وتنبیہ میں ہی کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا قول معتبر ہو گا مگر جبکہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو پھر وہ مر گئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اسکے اذن سے تھا اور وارث اسکا منکر ہو تو زوج کا قول معتبر ہو گا ویجب بالتعیین المغصوب عالم یتغیر تغیرا فاحشا بحیث او غاصب پر واجب ہو پھیر دینا منصوب کا بعینہ بشرطیکہ منصوب تغیر فاحش نہ ہو گیا ہو کذا فی المجتبی ہم جبکہ منصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو گیا کہ اسکا نام اور اسکا منفعت غایہ سائل ہو جاوے تو منصوب منکی مالک اسپر سے زائل ہو جاتی ہے اور غاصب اسکا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اسپر لازم ہوتا ہے اور بطلاء عرض غاصب کو اس سے نفع لینا حلال نہیں اور اگر منصوب ناقص ہو گیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہو گا اور اگر منصوب زائد ہو گیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز ہے کذا فی الظہیریۃ منصوب کا نام زائل ہونا جیسا کہ چھان کر قیمہ بنا لیں سینا یا گیہوں پیسکر روٹی پکانا فی مکان خصیلۃ وقاموس الطحین بالحنطۃ فی الطاحون پھیر دینا عین منصوب کا واجب ہے اسکے غصب کرنے کے مکان میں اسبب تفاوت ہونے قیمتوں کے بکایات کے تفاوت دیں اور پھیر دھا ولو بغیر علم المالک فی البزازیۃ غصب حراھم انسان من کیسہ ثم ردھا فیہ بلا علمہ برئ وکذا لو سلمہ الیہ بحجۃ لعموی کہبۃ او لبداع او شراء وکذا لو اطعمہ فاکلہ خلافا للشافعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہوا ہے عین منصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک کی اطلاع سے ہو بزازیہ میں ہی کہ غاصب نے کسی آدمی کے درہم چرا کر اسکی تھیلی سے غصب کئے پھر انکو اسکی تھیلی میں کھیدیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہو گیا اور اسی طرح اگر غصب شدہ کو دیدیا مالک کے دوسری جست سے چاہے بطریق ہبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے

اور اسی طرح اگر غصب شدہ مکان کو گرادے اور مالک اسکو بھاڑے تو بری الذمہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے مطلقاً ان کے نزدیک ضمان واجب ہے مثلی ہو یا قیمی ان هلاك هو مثلي یا واجب ہی جیسے دینا مثل مغصوب کا اگر وہ ہلاک ہوجائے اور حالانکہ وہ مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی چیز ہو وان انقطع المثل بان کان یوجد فی السوق الذی باع فیه وان کان یوجد فی البیوت بان کمال فقیمته یوم الخصومة عند ابی یوسف یوم الانقطاع وقتا القضاء عند محمد یوم الغصب وهو الاصح وان هلك فلا اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہوجائے اس طرح پر کہ وہ بازار میں نہ بیچا جاتا ہو اگرچہ گھروں میں موجود ہو کذا کرمانی وہ ابن کمال کہتے ہیں قیمت خصومت کے دن کی یعنی جس وقت حاکم کا حکم ہو مستوفیت کی دینا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع کی قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دیگئی کذا فی التتمہ اور فتح قدیر میں امام کے قول کو اصح کہا ہے اور تبیین اسکو صحیح کہا ہے اور زیلعی ابو یوسف کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرہ الفتاوی میں محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی ویجب القیمی یوم غصبه اجماعا اور قیمت والی چیز میں غصب کے دن کی قیمت واجب ہے باتفاق امام و صاحبین کے حکم بجز اخوین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضائع کیا پھر وہ اسکی قیمت واپس لایا مالک نے کہا کہ میں قیمت نہیں چاہتا ہوں اور نہ میں تجھکو معاف کرتا ہوں تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نہ کرے لیکن قیمت اسکی گودام میں رکھدے یا اسکے دونوں مالکوں میں تودہ بری الذمہ ہوجائیگا اور اگر اسکے سامنے رکھدیگا تو بری الذمہ نہ ہوگا اور ولیت اور عین غصب کے سامنے رکھدینے سے بری الذمہ ہوجائیگا کذا فی الطحطاوی والمثلي المخلوط بخلاف جنسه كثير مخلوط شعير وبشيء مخلوط بزيت وعكسه ذلك كدهن بخيس قيمي فتجب قيمته يوم غصبه اور جو مثلی چیز اپنے خلاف جنس کے ملگئی ہو جیسے گیہوں مخلوط جو کے ساتھ اور تلوں کا تیل تیوں کے تیل کے ساتھ اور مانند اسکے جیسا کہ نجس تیل کے ساتھ مخلوط ہو تو وہ قیمت والی چیز ہوجائیگی مثلی باقی نہ رہے تو اسکے غصب میں اسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی حکم فتاوی رشید الدین میں ہے کہ دو روزنی چینی میں جب ملادیں اس طرح کہ جدا نہ ہوسکیں وہ مثلی نہیں رہتی ہیں قیمت والی ہوجاتی ہیں کذا فی الطحطاوی وکذا کل موزون یختلف بالصنعة كالقمقم وقدر يشكر كما في الجواهر اور اسی طرح قیمت والا ہوجاتا ہے ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہوجیسا کہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الہندیہ اور جیسا کہ چینی شیرہ تر کھجور کا کذا فی جواہر الفتاوی زاد المصنف وقد قطر لان كلا منهما يتفاوت بالصنعة ولا يصح السلم فيهما فلا تثبت حينئذ في الذمة مصنف نے اپنی شرح میں اتنا زیادہ کہا ہے اور جیسا کہ شیرہ عصارہ ثمرات کا اور قطر یعنی پگھلی چیز قیمت والی ہو اسطے کہ ہر ایک انمیں سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم انمیں صحیح نہیں اور وہ دین ہو کر ذمہ میں ثابت نہیں ہوتا لہذا یعنی متفاوت الیقدر ہوتا اور بیع سلم کا انمیں جائز نہ ہونا یہ دلیل ہے کہ مثلی نہیں ہے قلت وفي الذخيرة والجيغمي في الضمان مثلي في غير كالسلم میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے اور جیغمی قیمتی ہوتا ہے ان اور مثلی ہے سوائے نان کے جیسا کہ سلم میں وفي المحتبى السويق فيه لتفاوته بالقلة وقيل مثلي اور محتبی میں ہے کہ ستو قیمتی ہے بسبب متفاوت ہونے کے بھوننے سے اور قول ضعیف ہم کردہ مثلی ہے والاشباه القمح واللحم ولونيا والاجر قيمي اور اشباہ میں ہے کہ گیہوں اور گوشت اگر پکا ہوا اور پختہ اینٹ قیمتی ہے مثلی وفي حاشيتها لابن الشحنة وفيها يجب التيسير مع يابا للفصولين وغيره وكذا الصابون والسرقين في الورق والابر والعصفر والقرمز والجلد والدهن المنجس كذا في القنية وكل مكيل وموزون مشرف على الهلاك مخير في بقيمته في ذلك الوقت كسفينة موقرة اخذت في الغرق الفتى الملاح ما يمكن وموزون يخير فيها ساعة كما في الخيتي اور فرزند مصنف نے حاشیہ شلبی میں یہاں اور جلب تیسیر کے تاحدے میں فصولین وغیرہ کی طرف منسوب کرکے وارد ہوا اور اسی طرح صابون اور سپل اور روغن یعنی درخت کی پتیاں اور سوئیاں اور کسم اور کچا چمڑا اور کچا اونی پاک تیل اور اسی طرح مٹھی بھر کیلی اور وزنی چیز اور جو کیلی اور موزون کو قریب الہلاک ہونے کی وقت قیمت لازم الضمان ہو ضائع ہونے کے وقت اسکی قیمت ہے چنانچہ کرایہ کشتی جب ڈوبنے لگے اور صرف ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز میں سے تھوڑی ساعت کی قیمت کا نکال لیا جائیگا کذا فی الخیتی ہم ورق سے یہاں کاغذ مراد ہیں اسطے کہ کاغذ شلبی ہے کذا فی البحر وہ فی الحبر فيه صاع

فی حنطة فاسدها وزد کیلها ناقصا قبل حبة لم یضمن نقصها هذا اذا نقلها فلو نقلها المکان ضمن الکل لانه غصبه وهو مثلی بخلاف ماروصب الماء فی الموضع الذی فیه الحنطة بغیر نقل النقوی والحاصل کما فی الدرة وغیرها ان کل ما یوجد له مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد به فهو مثلی کما لیس کذلک فقیمی لفظا ورسمه بین ہو کہ ایک شخص نے پانی ڈالدیا گیہوں بین سو اسکو بگاڑ دیا اور اسکے کیل مین زیادت ہوگئی جسکنے سے تو وہ شخص تاوان دے قاس قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اسکی قیمت تھی یہ اس صورت مین ہے جبکہ اسنے گیہون کو اٹھایا ہو اور اگر دوسرے مکان کی طرف اٹھالے گیا اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اسنے اسکو غصب کیا اور حالانکہ وہ اسوقت مثلی تھا بخلاف اس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اسی مکان مین جہان گیہون تھے بغیر نقل کے انہی مانی الصیر فنوا اور حاصل کلام وخلاصہ مقام درر وغیرہ کے موافق یہ ہے کہ جس چیز کا مثل دربازار مین بلا تفاوت قابل شمار پایا جاتا ہے تو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہ ہو یعنی جسمین تفاوت فاحش اور تفاوت معتد بہ ہو وہ قیمی ہے والی چیز ہو تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیئے فان ادعی هلاکه مرتبط بموجود رد العین کما تقدم الموجب لاصل ورد المثل والقیمة مخلص فی الراجح جنس حتی یعلم الحاکم انه لو بقی تظهر او لا ظهر له ثم قضی الحاکم علیه البدل من مثل وقیمته پھر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو وہ محبوس کیا جاوے یہان تک کہ حاکم پر معلوم کرے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اسکو ظاہر کردیتا پھر حاکم اسپر عوض دینے کا حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت دلاوے کہا اذا ادعی هلاک مغصوب ردّ العین حبس حتی یعلم الحاکم انه لو بقی ظهر او لا ظهر له ثم قضی بالبدل من مثل وقیمته لانه الواجب الاصلی

تو غصب ثابت نہیں کے منکر بھی تحقق ہو کیا تو نہیں جانتا ہو کہ غصب تحقق ہو پر دینے میں یعنی مغصوب غیر منقول کا پھیر دینا ثابت نہیں کے نزدیک بھی واجب ہو سو اسی طرح استحقاق اور حبس میں بھی غصب ثابت ہو یعنی اگر غاصب عقار میں سکونت کرے تو کرایہ اسپر لازم ہوگا اگرچہ مالک نے منع نہ کیا ہو اور مال صغیر نہ ہو انتہی مافی البحر پس تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قیل قائلہ کا ستاذی شیخی وعمادی الدین فی فصولیہما واللہ اعلم انما یضمن العقار بغصبہ بالتسلیم قول ضعیف ہے یہ کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہو بتسلیم سے فی الفصل قول ضعیف کا استاذی اور عمادی الدین ہو دونوں نے یہ قول اپنی فصول میں کہا ہو ولذا بالجحود فی العقار الودیعۃ اور اسی طرح ضمان لازم ہو غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہو ایک شخص کے پاس پھر وہ ودیعت کا انکار کرے تو اسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح وبالوجوہ عن عزالشہادۃ بعد القضاء اور اسی طرح تاوان لازم ہو گواہی کے پھر جانے سے قاضی کے حکم کر دینے کے بعد ہم صورت اسکی یہ ہو کہ دو شاہدوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ یہ گھر اسکے پاس وہ فلانے شخص کا ہو سو قاضی نے وہ گھر دوسرے کو دلوایا پھر شاہدوں نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدوں پر لازم ہوگا یا یہی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف ہو نہ ضمان غصب وفی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعد ہذہ الثلثۃ اور اشباہ میں ہو کہ غیر منقول میں تاوان نہیں مگر چند مسائل میں تاوان ہو اور انہیں تینوں مسئلوں کو شمار کیا ہو یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ واذا نقص العقار بسکناہ ونزاع عند بعض النقصان بالاجماع اور جبکہ غاصب ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور تخم کاری سے تو نقصان کا تاوان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر میں اختلاف ہو قول صواب اور مفتی بہ یہ ہو کہ اسمیں خیداری کا اعتبار ہو یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہو قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہو بعد استعمال کے تو جتنا قدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہی نقصان ہو یعطی ما زاد الیزرع وصحح فی المجتبی پھر مغصوب منہ غاصب کو جتنا قدر دے جتنی مالیت زیادہ کر دی اور تصحیح کی ہو اس قول کی مجتبی میں ہم یہ مسئلہ ظاہر الروایہ کے مخالف ہو تاہم اسی قبول سے حالانکہ ایسا نہیں ہو بلکہ جتنا کا یہ مسئلہ ہو زیادت تخم کی یہ صورت ہو کہ قیمت کی قیمت کیجاوے تخم ریزی کے ساتھ اور بدوں سے مطلق تخم بسبب زراعت نہیں بلکہ زمین تخم جیسے درخت کو مالک اکھاڑ سکتا ہو پھر اسی کی قیمت بدون تخم کیجاوے تو جتنا قدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو اتنا قدر مالک غصب کو دے اور اپنی زمین اس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی عن الخانی مثل جذر اور ابو یوسف سے روایت ہو کہ غاصب سے تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جتنا قدر مالیت تخم کی ہووے بلا اعتبار حق قلع وفی الصیرفیۃ ہو المختار اور صیرفیہ میں ہو کہ ابو یوسف کا قول مختار ہو ولو بیت لہ قلعہ وتمامہ فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم ہو تو مالک کو اسکا اکھاڑ ڈالنا جائز ہو اور پورا سکان بیان مجتبی میں ہم ہو مجتبی میں ہو کہ غاصب نے غیر کی زمین میں زراعت کی اور کھیت جما تو مالک کو اختیار ہو کہ غاصب کو اسکے اکھاڑ ڈالنے کا امر کرے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور جبتک سے پہلے مالک مختار ہو جانے دے یہاں تک کہ کھیت جمے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور جتنا قدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن النقاوۃ فی البقل ما نقص بقلعہ لانقاعہ فی قطع لا شبہ جیسے کہ تصرف بقول میں بالاتفاق مقدر تاوان لازم ہو بتانا نقص ہو گیا ہو قلع سے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار میں ضمان لازم ہو ہم منقول منصرف کے نقصان میں مطلقاً ضمان لازم ہو خواہ تصاحب کے فعل سے نقصان پیدا ہوا ہو بغیر اسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین میں مصرح ہو تو شارح کی تقیید غیر منقول غاصب ہو کذا فی الطحطاوی ولو قطعہا رجل آخر وہرم البناء ضمہ ہو لا الغاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو وہدایا توڑ دیا تو اوس سے نہ غاصب کما لو غصب عبدًا ولجر فنقص فی مدۃ الاجارۃ یأخذ الاستحقاق ہذا ساقط من نسخ الشرح لہ تحول فی چنانچہ ضمان نقصان لازم ہو اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اسکو اجارہ پر دیا پھر غلام میں کچھ نقصان عارض ہو گیا اجارہ کی مدت میں استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے متون میں سے ساقط ہو سبب داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آئندہ میں ہم طحطاوی نے کہا میں قول آئندہ میں داخل نہیں اسواسطے کہ تصدق غاصب ضمان نقصان کے مغائر ہو وان استغلہ فنقصہ کالاستغلال واجر المستعار ونقص فعلی النقصان وتصدق بما بقی مما زاد ولا اجر بخلاف الاجیر یوسف کذا فی الملتقط اور اگر مغصوب کرایہ پر دیا سو اسکو نقصان عارض ہوا کرایہ سے

یا عاریت کی چیز اجارہ دی اور اسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو ان رہے ضمان کے بعد کرایہ اور اجرت سے اسکو خیرات کرے
بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی المتقی لکن نقل المصنف عن البزازیۃ ان الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے
اپنی شرح میں بزازیہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب تو اگر سب غلہ خیرات کرے صحیح قول میں ہم خلاصہ بزازیہ کے کلام کا یہ ہی کہ بعد ادائے ثمن منصوب اگر غاصب غنی ہو
تو دائے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور اگر غاصب فقیر ہو تو دائے ضمان غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی
کما لو تصرف فی المغصوب او الودیعۃ بان باعہ و ربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ چنانچہ اگر مغصوب اور ودیعت میں تصرف
کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ ڈالے اور اسمیں نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جبکہ وہ مغصوب اور ودیعت اشارہ کرنے سے متعین ہو ہم متعین ہوئے
کی یہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنی اقسم اسباب کے ہو نہ درہم اور دینار او بالمشار الیہ دراھم الودیعۃ او الغصب فنقدھا یا متعین ہو خریدنے سے
بواسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور متعین دراہم کے ادا کرنے سے طحطاوی نے کہا مختصر اور واضح ترین کہنا تھا اذا کان متعینا اور غیر متعین دنقدہ
یعنی مبیع اور ثمر منصوب کی منفعت کا تصدق واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادائے ثمن منصوب کے دراہم سے کرے یعنے
یتصدق بربح حصل فیھا اذا کانا مما یتعین بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ودیعت کے تصرف میں جبکہ
دونوں اس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے سے متعین ہو جاتے ہوں وان کانا مما لا یتعینان فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیھما او نقدھما فکذلک یتصدق
اور اگر منصوب اور ودیعت اس قسم سے ہوں کہ متعین نہ ہوتے ہوں چنانچہ دراہم تو جا بصورتوں پر ہیں ہو اگر دراہم کی طرف اشارہ کیا اور انہیں کو ثمن میں ادا کیا تو ایسی
متعین کے مانند منفعت کو تصدق کرے وان اشار الیھما او نقد غیرھما او اشار الی غیرھما و نقدھما او اطلق او لم یشر و نقدھما لا یتصدق فی الصور
الثلث بمذاہب کثیر خلافا لزفر و بہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ھو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کی طرف
اشارہ کیا اور انکے سوا اور دراہم ادا کیئے یا اشارہ کیا انکے غیر کی طرف اور غصب کے دراہم دیئے یا مطلق دراہم دیئے یا مکرر کیئے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے دراہم
دیئے تو ان تینوں صورتوں میں منفعت تصدق نہ کرے کرخی کے نزدیک بمنصوص ہے کما اسی قول پر فتوی دیا ہوا ور مختار قول یہ ہو کہ نفع مطلقا حلال ہیں کذا فی المتقی
اگر یہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں مذکور ہے واختار بعضھم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا لکثرۃ الحرام وھذا کلہ علی
قولھما فعند ابی یوسف لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الجنس فی کرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعض فقیہوں نے کرخی کے قول کا فتوی دیا ہے
جانا ہو ہمارے اس زمانے میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور شیخین کے قول پر مبنی ہوا اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت مغصوبے کے کچھ بھی تصدق نہ کرے چنانچہ اگر
جنس مختلف ہو تو بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہوں اسطرح پر کہ نا دان نے
دراہم دیئے ہوں اور غاصب کا ہاتھ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق واجب نہیں بواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوئی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی
الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمہ ولعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ کچھ غاصب نے غصب کیا اور منصوب کو
متغیر کر دیا سو اسکا نام اور اعظم منافع یعنی اسکے اکثر مقاصد زائل ہو گیے ھ زوال اسم کی بواسطے قید لگائی اگر اگر بکری غصب کر کے ذبح کر ڈالی تو مالک ضمان قیمت یا
ضمان نقصان میں مختار ہوا بواسطے کہ فقد ذبح سے نام زائل نہیں ہوا کیونکہ اسکو حلال کہتے ہوتے ہیں احترازعن دراھم سبکھا بلا ضربفانہ دان یزال
اسمہ لکن یبقی اعظم منافعہ ولذا لا یقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیا عن اعظم منافعہ کما حققہ ملا خسرو
و غیرہ شارح نے کہا اعظم منافع کی قید ان دراہم سے احتراز ہے جنکو ھیئت بگڑوا یا ضرب سکہ تو اگرچہ درہم کا نام زائل ہو گیا لیکن اسکا اعظم منافع باقی ہے یعنی
ثمن ہونا اور اسکا بیش اور بسی بواسطے مالک کے درہم سبک سے منقطع نہیں ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہ ہوا جیسا کہ صاحب درر

ملا خسرو وغیرہ نے گمان کیا ہو ہم اعظم منافع کی مثال شلاً گیہون کو غصب کرنا اور پیس ملنا اسواسطے کہ سلم گیہون سے جو منافع متعلق تھے چنانچہ اسکا بونا اور ہر یسہ پکانا وپینے سے فوت ہوگئے کذا فی الشرح او اختلط المغصوب بمملوک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کاختلاط برّ بمثلہ او بمکن بخرج کصبغ شیء صفرہ وملکہ بلا حل انتفاع قبل اداء خانہ ای رضی مالکہ یاداء او ابراء و تضمین قاض یأمل کل منصوب غاصب کی ملک سے اسطرح پر کہ اسکا جدا کرنا متنع ہو چنانچہ مالک کے گیہون کا الجھانا غاصب کے گیہون سے بجدا کرنا رجح اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیہون کا اختلاف جو سے تو ان تینون صورتون مین غاصب تاوان اسکا دے اور اسکا مالک ہوجاویگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اسکے تاوان ادا کے اوسے ضمان بیع رضاے مالک او دیوجوہ رضا او ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کرنیسے ہو یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو ہم تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو مگر تاوان لینے سے راضی نہ ہو تو غاصب کو اسکا کھانا یا غیر کو کھلانا ادا ے ضمان قیمت جائز ہین والقیاس حلہ وھو روایۃ فلو غصب طعاما فخلطہ حتی صار مستھلکا یتملکہ حلا فی روایۃ وحرما علی المعتمد لمادۃ الفساد اور قیاس یہ ہو کہ زوال اسم او اختلاط سے منصوب بلا رضاے مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہو تو اگر طعام غصب کیا سو اسکو چبایا یہان تک کہ وہ مستہلک ہوگیا تو اسکو حلال سمجھیگا بموجب روایت قیاسی کے اور حرام سمجھیگا بنابر استحسان معتمد کے بکذا فی فسا وشیاے ہم وجہ استحسان یہ ہو کہ اگر قبل رضاے مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ کھلتا ہو اور حرام ہونے سے استیصال مادہ غصب ہو کذا فی شاۃ التنویر بدل الاصناف ای شاۃ غیرہ ذکرہ ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی دنبہ ذبح کرنا شارح نے کہا شاۃ کی تنوین اضافت کے عوض ہو یعنی اپنے غیر کا دنبہ ذبح کرنا ابن سلطان نے یہ ذکر کیا ہو وطبخہا وشیہا وملحہ بالواو ثم دقہ وجعل جدید بیضاء وصفرانیۃ چنانچہ غیر کا دنبہ ذبح کرنا اور اسکا پکانا اور بریان کرنا او گیہون کا پیسنا یا اسکا کھیت مین بونا اور لوہے کی تلوار بنانا اور پیتل سے برتن بنانا ہم یہ مثالین ہین تغیر منصوب کی مع زوال اسم والبناء علی اجارۃ بالجر وحشیۃ عظیمۃ ثبت بالمد وقیمتہ ای البناء اکثر منہا ای من قیمۃ الساجۃ بملک البانی بالقیمۃ اور چنانچہ عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہو ساگون کی قیمت سے الک ساگون ہوگا عمارت بنانے والا اسکی قیمت دیگا شارح نے کہا ساج جز بیم کہ درمی عظیم الجثہ ہی جو ہندوستان مین پیدا ہوتی ہے یعنی ساگون ہم یہ مثال ہی اختلاط مالک غاصب کی جبکی اتیاز رجح کے ساتھ ممکن ہو وکذا لو غصب ارضا فبنی علیہا او غرس او اتلعت دجاجۃ لؤلوۃ او احمل البقر رأسہ فی قدر او ادوج فصیلا أو فکر فی بیت المودع ولم یمکن اخراجہ الا بھدم الجدار وسقط دینارہ فی بحیرۃ غیرہ ولم یمکن اخراجہ الا بکسرہا ونحو ذلک یضمن صبغ الکرقۃ الاقل والاصل ان الضرر الاشد یزال بالاخف کما فی ھدۃ القاعۃ مر الاشیاء اور اسی طرح اگر زمین غصب کی پھر اسپر عمارت بنائی یا درخت لگائے یا رنگی موتی گل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ مین ڈالدیا یا توا دیوبت رکھا سو موم کی کوٹھری مین جوان اونٹ ہوگیا اور اسکا نکالنا ممکن مگر دیوار توڑ ڈالکر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات مین گر پڑی اور اسکا نکالنا متصور نہین مگر دوات توڑکر اور مانند اسکے اور مثالین قیمتہ ضمان دے اگر قیمت کا مالک کہ قیمت دے کو یعنی درصورت اختلاط ملکین جسکے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ کہ قیمت ڈالے کو ضمان دے کر اسکا مالک ہوا و قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہو کہ سخت ضرر سبکہ ضرر سے مٹایا جاتا ہی چنانچہ شباہ کے اسی قاعدہ یعنی الضرر الاشد یزال بالاخف مین یہ سب کچھ مذکور ہی ثم قال ولو اتلع لؤلوۃ فمالکہ بالخیار ان ضمنہ لآدمی اعظم من حرۃ المال وقیمتہا فی ترکتہ وجوزنا الشافعیۃ فیاسا علی الشق لاخراج الولد قلت وقدمنا فی الحاشر عن الظہیریۃ یشق البطن لاخراج ال

والبناء سواء فان اصطلحا علی شیء جاز وان تنازعا یباع البناء علیهما ویقسم الثمن بینهما علی قدر قیمتهما وتبطل الاجارة فی حصة الارض ان بقیت لهذا ان شاء ابقاها بالاجرة وان شاء امر بالقلع وتسویة الحفر وان ابی رفع الامر الی القاضی فیفعل ما فیه النظر لهما وهو الساحة هلاله ذلك ان قضی علیه بالقیمة کالهبل وقبله فولان لتضرر المالك قائمة وتمامه فی المجتبی باقی رکنیه یعنی صورت آنکه اگر ساگون اور عمارت کی قیمت بلا برابر ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کر لیں تو جائز ہے اور اگر تنازع کریں تو وہ عمارت ساگون کے ساتھ علی قدر الحصص بیع ہو اور اس کا ثمن دونوں حصوں پر بانٹا جائے بقدر اپنی ملیت کے کذا فی شرح نبلالیہ عن البزازیہ بقولہ اراد الغاصب نقض البناء وهو الساحة هلاله ذلك ان قضی علیه بالقیمة کالهبل وقبله فولان لتضرر المالك قائمة وتمامه فی المجتبی باقی رکنیه یعنی صورت آنکہ اگر غاصب نے عمارت توڑی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ کیا تو یہ کیا درست ہے یا نہیں سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہیں اس حکم حاکم سے پہلے دو قول ہیں ایک قول میں جائز ہے اور دوسرے میں عدم جواز وجود مدعا جواز ضائع کرنا ہوا مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی میں ہے وان ضربه فجعله دنانیر او اناء لم یملکه وهو للمالك وعلیه ما نقصه خلافا لهما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنائے یا برتن بنایا تو غاصب اسکا مالک نہ ہوگا اور وہ مالک کا مال کا ہے برخلاف صاحبین کے ہمارے نزدیک مالک اس واسطے مفت مالک ہوا کہ صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہوا اور جودت مال پوسی میں متقوم نہیں فان ذبح شاة غیره وشواها بوکالط حما المالك علیه واخذ قیمتها واخذها وضمنه نقصانها پھر اگر غاصب نے غیر کا دنبہ ذبح کر ڈالا اور دنبہ کے مانند ہو جیسا کہ نمک ملا ہوا گوشت ہو تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک بوٹی کو غاصب پر ڈالے اور اسکی قیمت اس سے لے یا چاہے بدبوٹی لے اور غاصب سے اسکے نقصان کا تاوان لے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر غاصب نے جانور کا گوشت لہسن کا ہاتھ کاٹا یا جانور غیر کا گوشت لہسن کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا کذا فی الملتقی بعضوں نے ملتقی کی عبارت پر تعریض کیا کہ یہاں لفظ غیر یعنی لفظ گوشت لہسن میں غیر سدید ہے یعنی ٹھیک نہیں سو اسلئے کہ تقسیم اور اخذ عین ما کول اور قسمت میں ہے غیر ما کول میں ہے شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ معترض کا قول غیر سدید ٹھیک نہیں ہے بسبب اس کے ہوئے اختیار مالک کے نزدیک لہسن کے گوشت کا ہو یا نہ ہو جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں عنقریب نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے برخلاف قطع دست غلام کہ اسمیں قیمت عین ہے اور غیر عین میں ہے امام اعظم نے کہا کہ جب ایک مرد غیر کا گدھا یا خچر مار ڈالا کہ ڈالا اسکا ہاتھ کاٹ کر یا پنجہ کے اگر مالک چاہے غاصب سے ضمان لے اور ذبح یا قطع غاصب کو سپرد کرے اور جائے اسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہی توجیہ متقی میں تقسیم نقصان غیر ما کول مذکور ہے وغیر منقی ہے الحاصل ضمان مالک کول اور غیر ما کول میں مختلف ہے سو ما کول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان نقصان اور اسکے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور غیر ما کول میں اسکے دینے اور اسکی قیمت لینے میں مختار ہے لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہیں ہے علی ما علیه المتون سو معلوم ہوا کہ کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کے مانند ہے اسکا اور رجوع بالنقصان میں حالانکہ بلاشک یہ حکم مخصوص بالما کول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہاں غیر موجب ہے کذا فی الطحطاوی اوختر وقی باخر فاحشا وهو ما فوت بعض العین وبعض نفعه کله فلو کله ضمن کلیا یا غاصب نے کپڑا پھاڑا بخرق فاحش فرق فاحش وہ ہے جو فوت کر دے کچھ کپڑے اور کچھ اسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ یہ ہے کہ خرق فاحش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اسکی قیمت اس سے لے چاہے کپڑا اپنے لے اور بقدر نقصان اس سے تاوان لے وقد خرق فیسیر نقصه لم یفوت شیئا من النفع ضمن النقصان مع اخذ عینه لیس لغیره لقیام العین من کل وجه عالم یجدد فیه صنعة او یکون دبوسا کما بسطه الزیلعی اور جس پھاڑنے میں اسکا نقصان ہے اور خرق نہ کرنے کپڑے کی منفعت کو فوت نہیں کیا تو مالک نقصان کا تاوان لے بعین کپڑے کے ساتھ اسکے سو مالک کسی بات کا مختار نہیں بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے اور نہیں کیا غاصب نے اس میں کچھ صنعت تازہ کی

یا کردہ اس ہو جس میں ہیاج جاری ہو سکتا ہو چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہم اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلاً آٹا پھاڑ کر تبدیل سیاہ تو ہمارے نزدیک حق مالک اس سے منقطع ہو گیا زیلعی نے کہا حق تفاوت کا حکم یعنی تغییر ملک سب چیزوں میں جاری ہو سوائے اموال ربویہ کے اسواسطے کہ یہاں تعیب فاحش ہو یہ ملک کی تخییر ثابت کرتی ہے اسکا عین میں بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین میں تفاضل میں مثل یا قیمت کے ساتھ اسواسطے کہ تفاضل تفاصل متعذر ہے کیونکہ اس سے ہیاج ثابت ہوتا ہے ومنہ یعلم جواب حادثہ وھو غصبت حیاصنہ فضۃ فصوغھا او ذھبا فتزال تصویرھا بغیر ملکہ بین تخییرہ بما صوغھا او اخذھا بلا شیء لانہ تابع مستہلک اور اس سے یعنی اوکیوں ربیلعی کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع ہو سو اسکا ملمع غاصب کے پاس زائل ہو گیا تو مالک اسکا مختار ہے چوڑی لمع دار کے ضمان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اسواسطے کہ ملمع کار تابع مستہلک ہے اور اسواسطے کہ یہاج لازم آتا ہے زندانی الطحطاوی ولو کان مکان الغصب شیء اوبین ذھابہ فضۃ فلا رد لتعیبھا کذا رجوع بالنقصان للزوم الربا فاغتنم فقل من صرح بہ قلہ یتغابن اور اگر بجائے غصب چوڑی کی خریداری ہوتی اسکے برابر زر چاندی سے پھر ملمع اسکا زائل ہو گیا تو رد نہیں جائز نہیں بسبب عیب کے کردینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہو گیا اور وہ مالم رہی اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے ہیاج کے نو غنیمت جان اس عبارت کو اسواسطے کہ کثر فقہا نے اسکی تصریح کی ہے کہا ہمارے استاد یعنی خیر الدین علی نے فصل فی غصب ما لا وغیرہ من غیرہ باعتبار ذاتہ او بالقلع والرد لو قیمۃ المساجد الکثر کالحمام اور جسنے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اسکے بلا اذن تو اسکو عمارت ڈھانی اور درخت اکھاڑنے کا اور زمین پھیر دینے کا امر کیا جاوے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہو عمارت اور درخت سے جیسا نچہ عنقریب مذکور ہو چکا والا مالک ان یضمنہ قیمۃ بناء او یشح امرہ بقلعہ او یستحق القلع فیقوم بدون فیقال ومع احدھما یستحق القلع فیضمن لیفضل ان نقصہ کان من ای القلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہو تو مالک کو جائز ہے دونوں میں سے دینا غاصب کو اس درخت اور عمارت کا جسکے قلع اور قلع کے بعد کی قیمت یعنی مستحق القلع کا وہ امور ہے تو زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے بدون عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کیجاوے ساتھ اس عمارت یا درخت کے جسکو مستحق القلع ہے جسقدر زیادت ہو دونوں قیمتوں میں سے تو غاصب کو ضمان دے دونوں عمارت یا درخت العرصۃ اقتسموا الغلۃ انصافا او ارباعا اعتبروا کلا فالخارج للزارع معلیہ اجر المثل والما فی الوقف فتجب الحصۃ او الاجرۃ بکل حال فصولین اور اگر غاصب نے زمین میں زرعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہو گا سو اگر مالک کا مزارع نصف نصف یا چہارم پانچ لیتے ہوں تو اسی رواج کا اعتبار ہو گا اور اگر ربع کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہو اور سر زمین کی اجرت مثل واجب ہو گی اور زیر وقف کی زرعت عصبی میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین کی ہر حال میں واجب ہو گی کذا فی الفصولین غرض ہر حال سے مراد یہ ہے کہ ناظر زرعت باقی رکھنے پر راضی ہو یا اسکے اکھاڑنے کا طالب ہوں اور ملک میں تو بلا اضاف بقدر زرعت عصبی اجرت واجب نہ ہو گی کذا فی الحلبی غصب ثیابا فصبغہا لا عبرۃ للزیادۃ بل الحقیقۃ الزیادۃ والنقصان او سویقا قلتہ بسمن فالمالک مخیر ان شاء ضمنہ قیمۃ ثوبہ ابیض مثل السویق غیر قابل للبیع بالقیمۃ لتغیرہ بالقلی فلم یبق مثلیا وسماہ ھنا مثلا لقیام القیمۃ مقامہ کذا فی الکافی وقد مناقولین المجتبی کبر اغصب کیا پھر اسکو رنگا نگون کا بیان اعتبار نہیں بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے ستو غصب کیا پھر اسکو گھی سے سانا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے مبسوط میں قیمت ستو کی بھی مذکور کی ہے اسواسطے کہ ستو بیان کرنے سے مثلی باقی نہ رہا اور یہاں مصنف نے اسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اسکی قیمت کے مقام اسکے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان کر چکے ہیں مجتبی سے نقل کر کے کہ ستو کے مثلی و قیمتی ہونے میں دو قول ہیں وان مثلہ لخذ الصبغ او الملتوت غرم ما زاد الصبغ وغرم السمن لانہ مثلی وقت انصالہ بملکہ والصبغ لم یبق مثلیا قبل الاتصال بملکہ لامتزاجہ بالسمن حتی لو اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گھی کا سانا ستو لے اور جسقدر رنگ سے کپڑے کی قیمت زیادہ ہو گئی اسکا تاوان دے اسواسطے کہ گھی مالک کی ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی نہ رہا قبل الاتصال بملک لیکن

لسبب لمبانے زمک کی بنی کے ساتھ کذا فی المجتبیٰ (و غاصب الغاصب للمغصوب عبد الغاصب الاول یرجع علی من شاء منہم) غاصب کے غاصب سے مغصوب پھر واپس لے غاصب کو تو غاصب ثانی سے غاصب اول کی طرف رجوع کرے گا کما لو ھلک المغصوب فی ید غاصب الغاصب فادی القیمۃ الی الغاصب فانہ یرجع ایضا ایھم اقام القیمۃ مقام الدین چنانچہ اگر مغصوب ہلاک ہو گیا غاصب الغاصب کے ہاتھ میں سو اس کی قیمت ادا کر دی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ ہو گا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام عین مغصوب کے اذا کان قبضہ القیمۃ معرد فا بقضائہ او بینۃ او تصادق المالک کا باقرار الغاصب الاول فی حق نفسہ و غاصب عاد علیہ اور اسے قیمت سے غاصب ثانی سے مغصوب بری الذمہ ہو گا جبکہ غاصب اول کا قیمت تعین کرنا معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گواہوں سے یا مالک کی تصدیق سے غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق میں اور اپنے غاصب حق میں غاصب اول کا اقرار معتبر ہو گا کذا فی العمادیۃ یعنی جبکہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار کر گیا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن مالک مطالبہ کر سکتا ہے اور جبکہ مالک غاصب ثانی سے دو صورت اوپر مذکور قیمت لیگا تو غاصب ثانی غاصب اول سے قیمت پھیر لیگا بسبب اسکے اقرار کے غصب شیئا ثم غصبہ اخر منہ فاراد المالک ان یاخذ بعض الضمان من الاول و بعضہ من الثانی فلہ ذلک و راجیہ و المالک بالخیار فی تضمین ایھما شاء و اذا اختار تضمین احدھما لم یملک تضمین الاخر و قیل یملک عمادیۃ غصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اس سے غصب کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اسکو یہ فعل درست ہے کذا فی السراجیہ و مالک مختار ہے کہ غاصب سے پورا ضمان لینے میں جس سے چاہے اور جبکہ ایک سے ضمان لینا اختیار کرے تو پھر اسکے چھوڑنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک نہ ہو گا اور بعضوں نے کہا مالک ہو گا کذا فی العمادیۃ کالاجارۃ لا تلحق الاتلاف فلو اتلف مال غیرہ تعدیا فقال المالک اجزت او رضیت لم یبرأ من الضمان اشباہ معزیا للبزازیۃ لکن نقل المصنف عن العمادیۃ ان الاجازۃ تلحق الاتلاف کالفعل ھو الصحیح قال و علیہ فتلحق الاتلاف کالہبۃ فلیحفظ اجازت لاحق نہیں ہوتی تلف کر دینے کو تو اگر غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ میں نے اسکو جائز رکھا یا میں راضی ہو گیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہ ہو گا کذا فی الاشباہ منقولا من البزازیۃ لیکن مصنف نے شرح بن عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اسکے بموجب تلف کر دینے کو بھی اجازت لاحق ہو گی ہو اسطے کہ اتلاف بھی افعال کے ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مگر شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجئے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہو سکتا ہے جو ہری زیلعی وغیرہ نے افعال بھی کہا ہے کما ہو مصرح بہ فی کثیر من المعتبرات اور بعضے یہ جواب دیتے ہیں کہ مشائخ کا قول اس فعل میں ہے جو اعیان نہ ہو کذا فی الظہیریۃ (و کسر الغاصب و الخشب کسرہ فاحشا کما لو کسر لوحا و کسوہ فلو ھو لہ تخییر حق الرجوع اشباہ یعنی ہانڈی کو یا لکڑی کو بڑا شکستہ توڑ دیا تو اسکا مالک نہ ہو گا اگرچہ اسکی قیمت زیادہ ہو جانے تو دینے سے کذا فی القنیۃ اور اگر لکڑی کو موہو جیسا تھا توڑ دے تو اب کچھ لینے کا حق منقطع نہ ہو گا کذا فی الاشباہ و فیہا اجر ھا الغاصب فیہ و اجر تہا ان المالک تطیب لہ لان لہ اخذ الاجرۃ اجانۃ اور اشباہ میں ہے کہ غاصب غصب کی چیز اجارہ دی اور اسکی اجرت مالک کو پھیر دی تو اسکو یہ حلال ہے ہو اسطے کہ اجرت لینا اجانت اجارہ کی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے استعار مشارا فانقطع فی النشر فوصلہ بلا ذن مالکہ انقطع حقہ و حل للمتعیر قنیۃ منکسر الرمح فکتبہ اعاریت لیا سودہ ٹوٹ گیا چیر نے میں سوائے جوڑ دینے کے تو مالک کا حق ٹوٹ سے منقطع ہو گیا اور متعیر کو چھوڑ دینے کی قیمت واجب ہو کذا فی شرح الوہبانیہ رکب ارھیۃ الاطفال حریق وقع فی اللیل فاندھم شیء ھو کبہ لم یضمن لان ضررہ عام کان لکل واحد جوھرہ ایک شخص غیر کے گھر چڑھ گیا اس گھر کے لوگ بھاگ گئے جو شہر میں آگ لگ گئی سو کچھ عمارت منہدم ہو گئی اسکے چڑھنے سے تو پھر کچھ ضمان نہیں اسواسطے کہ اتلاف فی الظاہر شامل ہے سب کو تو ہر شخص کو اسکے دفع کرنے اور بچانے کا حق ہے کذا فی البحر ہرو لا یجوز دخول بیت انسان الا باذنہ کذا فی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا کسی عبارت سے جو اذن عام ہے یعنی جہاد میں غازیوں کو مہمان بلانا اذن داخل ہونے کا نہیں واللہ اعلم فیما اذا سقط لوبہ فی بیت غیرہ فخاف لو اھلہ احد فی دخول الغیر بیتہ او دخولہ بلا اذن المالک فعل ہو اس صورت میں جائز ہے جبکہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر پڑا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اسکو خود جا کر لاؤں گا تو وہ اسکو خود باہر پھینکے گا حق قبرا فدفن فیہا الحربیۃ فھو علی ثلثۃ اوجہ ان کان مرض للحا فرفلہ نبشہ و لہ نسوۃ وان مباحۃ فلہ قیمۃ

حفرہ وان وقفا فلہ ذلک ولا یکرہ لو کان حرضہ متسعۃ کان الحافر کالذی یأتی امرأۃ ہ ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی سو تین برس سے شخص نے مردہ گاڑا تو دو قولوں پر ہے اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہو تو اسکو مردہ گاڑنا اور زمین کو برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اسکو قبر کھودنے کی قیمت یعنی اجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہو تو اسی طرح اسکی اجرت ثابت ہے اور یہ کرو نہیں اگر قبر مین وقف کشادہ ہو واسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں جانتا کہ کس برس مین میرگا ہم والو بیس برس کے ایک مردے کو قبر مین قبر کھودی پھر دوسرے نے اوپر دفن کی نیکا ارادہ کیا اگر مکان مین وسعت ہو تو اول شخص مزاحمت نہ کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو مزاحمت کرے اور پہلی صورت مین دفن کریگا تو مکروہ نہیں ایسا کما ہو فی تقریر الوزیر شلبی واسطے کرنے اپنے واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس برس مین میرگا کذا فی البحر المتصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ کالمتصرف فی مسائل مذکورۃ فلا شیاء جائز نہیں تصرف کرنا غیر کے مال پر بدون اسکے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے گرچہ مسائل متصرف مال غیر کے جو شباہ مین مذکور ہین مین سے ہین جیسا مسائل کورہ پہلا مسئلہ یہ کہ فرزند مکرر والد مریض کے واسطے احتیاج حریر کنا بغیر اسکے اذن کے جائز نہیں اور اسی طرح والد کو فرزند کے واسطے اسکے مال سے خرید درست ہو لیکن اجنبی جیسے طعام اور دوا کے خرید کر ادا بدون اذن کے جائز نہیں سوا واسطے کہ ایحتاج ہین بدون اذن باعتبار علوت کے ثابت ہو دوسرا مسئلہ یہ کہ مودع کو صاحب ودیعت کے والدین پر بدون اسکے اذن کے صرف کرنا اس مکان مین درست ہو جہان اسے قاضی کا حاصل ہونا ممکن نہین اور تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک رفیق غریب مر گیا تو باقی رفیقون نے اسکا اسباب بیچا اور اسکی تجہیز و تکفین اسکے ثمن سے کی اور باقی ثمن اسکے وارثون کو دیا تو غیر ضمان نہین غصب حماۃ فتحتہا فاکلہ الذئب ضمنہ کما فی معایاۃ لو ہبانیۃ **شعر** وغاصب شیئ لیکیف یضمن غیرہ ولیس لہ فعل بما یتغیر گھی کا برتن نے غصب کی سو اسکا بچہ اسکے پیچھے لگا گیا سو اسکو بھیڑیا کہا گیا تو غاصب پر اسکا ضمان لازم ہوگا چنانچہ یہی مسئلہ ہبانیہ کی چیتال مین بدون مکروہ ہونے کے ہلاک ہونے کے ضمان دیتا ہے غیر مغصوب کا اور حالانکہ اسکا ایسا فعل اجنبی سے وقت غیر موجب ضمان عالمگیری مین ہے غیر کی گدھی بلا اجازت اسکے باندھی اور بچہ بلا اسکا بچہ کھلا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اسنے مالک کو کشمش بھیجی تو اگر غصب بچہ کو گدھی کے ساتھ ہلاک کیا ہو تو پورا ضمان لازم ہوگا اور اگر بچہ پیچھے لگا جا گیا ہو بدون اسکے ہلکنے کے تو تہیہ رسکا ضمان نہین شارح وہبانیہ نے بھی یہ تفصیل نقل کی ہے اور بہت کوس صورت پر محمول کیا ہے کہ گدھی کے ساتھ بچہ کو بھی وہ ہلاک کیا ہے اسواسطے وہ اسباب تلف ہوا **شعر** وغاصب عزل لہ منہ شریک وھل ثم نحم طاھر ولا مطلقا ہو نہ کے غاصب کو تین سے پینا درست ہے یا نہین اور کیا وہان نہر طاہر غیر مطہر ہے یا نہین دو سوال اول کا جواب یہ ہے کہ اگر غاصب نے تبدیل مکان کی ہو یعنی نہر سے مکان کو لیجا کر پانی پینا ہو تو تین سے پانی پینا اور وضو کرنا مکروہ ہے واسطے کہ تبدیل سے غصب کا اظہار ہو گیا اور بلا تحویل ظہر ہو گیا اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہان نہر طاہر غیر مطہر ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ

فصل ہر کتاب الغصب کی

غیب بجملۃ ما غصبہ ثم رفعتہ الی مالکہ ملکہ عندنا ملکا مستندا الی وقت الغصب فتسلم لہ الاکساب الاولاد وسلتقی غاصب نے جو غصب کیا اسکو غاصب کر دالا اور اسکی قیمت کا مالک کو تاوان دیا تو ہمارے نزدیک وہ اسکا مالک ٹھہریگا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مغصوب کی کمائی حلال ہوگی اولاد مغصوب کنیز کی للمشتری والقول لہ بیمینہ لو اختلفا فی قیمتہ ان لم یبرھن للمالک علی الزیادۃ اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اگر غاصب اور مالک مغصوب کی قیمت مین اختلاف کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نکی ہو فان یبرھنا او برھنا فالمالک لقبول بینۃ الغاصب لقیامھا علی نفی الزیادۃ ھو الصحیح زیلعی پھر اگر مالک گواہ لایا دونون گواہ لائے اپنے دعوی پر تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہون گے اسواسطے کہ وہ شہادت نفی زیادت پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہین ہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی ونقل المصنف عن البحر والجواھر لو قال الغاصب والمودع للتعدی لا اعرف قیمتہ لکن علمت انہا اقل مما یقول لہ فالقول للغاصب بیمینہ ویجبر علی البیان اور مصنف نے شرح مین بحر الرائق اور جواہر سے نقل کیا اگر غاصب اور مودع متعدی کہے کہ مین مغصوب اور ودیعت کی قیمت نہین جانتا لیکن یہ جانتا ہون کہ قیمت اسکی اس سے

کہتے ہیں مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسی طرح مبیع کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جائیگا جو بزازیہ کی تالیف تو کتاب الاجارۃ تک فتحی ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ اس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب بحر نے استحسان من عندی کہا ہو والعلم عند اللہ فتاوی الحاوی فان ادعیٰ حلفہ علی الزیادۃ فان لکل لزمتہ پھر اگر غاصب قیمت مجہول بیان کرے تو اس سے نفی زیادت پر قسم لیجائے سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اسکو لازم ہوگی ولو حلف المالک ایضا علی النقصان اخذھا اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک بھی زیادت پر قسم کھالی تو وہ اسکو لیگا غاصب سے تم ان ظهر المغصوب فللغاصب اخذہ ، ودفع القیمۃ اورحہ واخذ القیمۃ وھو مرخص کتابتا فلحفظ بعد اسکے اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کے لینا اور اسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو چھوڑ دینا اور اس سے قیمت پھیر لینا اور تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان ظهر المغصوب وھی ای قیمتہ اکثر مما ضمن او مثلہ او دونہ علی الاصح عنایہ نا کا ولی ترجیح قولہ وھو الاکثر وعند ضمن بقولہ احتہ للمالک ورجحہ ضمنہ او امضی للضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور حالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہے اس سے جو تاوان نے ضمان دیا برابر ہو اسکے یا کمتر ہو اس سے بقول صحیح کذا فی العنایہ اور حالانکہ غاصب ضمان دیچکا ہو اپنے قول کے موافق تو مالک مختار ہے جاہے مغصوب کو لے اور جو کچھ اسکے جو ضمان لیا ہے پھیر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا صاحب عنایہ کی روایت سے ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا کیساں ہے حکم میں تو مصنف کو بہتر یہ تھا کہ اکثر یت کی قید کیونکر کرتا والاحتیاط للغاصب لو قیمتہ اقل للزومہ باقرارہ ذکر الوانی نعم متی ملکہ بالضمان فلہ خیار عیب ورؤیۃ صحیحتی اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچھ اختیار نہیں اگرچہ قیمت مغصوب کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود اپنے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی مختی الدرر ہاں جبکہ مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اسکو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی المجتبیٰ ہم اسطرح سے کہ ضمان غصب فساد ہے تو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ اسکو لازم ہوا جاہیے ولو حلف یقولہ للمالک لو یدہ حانۃ او لکون الغاصب فضولیا کما ھو الاختیار للمالک لرضاہ حیث ادعی ھذا العقد ار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اسکے گواہ لانے یا غاصب کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اسمیں اختیار باقی نہ رہیگا اسکی رضامندی کے سبب سے کیونکہ مالک نے فقط اسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنہ المالک نفذ بیعہ اور غاصب نے مغصوب بیچ ڈالا پھر مالک نے اسکا تاوان لیا تو غاصب کی بیع نافذ ہوجاویگی وان حز ای الغاصب کما تحریر المشتری من الغاصب نافذ فی الاصح عنایہ ثم حفنہ لا کان الملک الناقص یکفی للنفاذ البیع لا الحق اور غاصب نے مغصوب کو آزاد کر دیا پھر مالک نے ہم سے اسکا تاوان لیا تو عتق نافذ نہ ہوگا سو اسطے کہ مالک کا ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی ہے اور نفاذ عتق کے واسطے کافی نہیں شارح نے غاصب کے آزاد کرنا مراد لیا غاصب کے مشتری کا سو اسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح میں نافذ ہے کذا فی العنایہ او زوائد المغصوب مطلقا متصلۃ کسمن وحمل و منفصلۃ کولد وثمر امانۃ لا تضمن الا بالتعدی او المنع بعد طلب المالک لا نفا امانۃ اور مغصوب کی زوائد مطلقاً خواہ زوائد متصلہ ہوں جیسے فربہی اور خوبصورتی مغصوب کی یا زوائد منفصلہ ہوں جیسے اولاد اور پھل امانت ہیں غاصب کے پاس اسکا تاوان نہیں مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اسکے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد مذکورہ امانت ہیں ہم ہمارے دعوی اور دلیل کا یہی ہوگیا تو اگر شارح یوں کہتا کہ زوائد میں لیے واسطے تو ان میں کہ اسمیں غصب متحقق نہیں تو صاحب تبیین کا قول فی الضمان وھم لو طلبہ المتصلۃ لا یضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کا طلب کرے تو اوان نہیں ہے ما نقصتہ الجارۃ بالولادۃ مضمونۃ یجبر بولدھا بقیمتہ دیغرۃ ان وفی بہ والا فیضمن طبحا اور جاریہ مغصوبہ جسکی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کر دی تو اسکا تاوان غاصب پر لازم کیا جائیگا اور لونڈی کا جبر نقصان اسکے ولد کی قیمت یا اسکے عوض سے کیا جائیگا اور اگر اسکے ساتھ برابر بڑھا اور اگر قیمت والد نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو کہ مولا اسکے حساب کے موافق ضمان سے ساقط کیا جائے مثلاً اگر جاریہ مغصوبہ کی قیمت سو درم تھی اور ولادت سے ساتھ درم قیمت رہگئی تو اگر اسکے ولد کی قیمت بہ درم ہو تو جاریہ نقصان ہوگیا لونڈی اور اسکے ولد مالک کو

پھیر دیا جائے غاصب پر کچھ تاوان لازم نہ ہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درہم ہو تو ہم سے اسقدر ساقط کر کے ۵ درہم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا قیمت سے بغیر نقصان فوت ہوگا جبکہ ولد زندہ پیدا ہو ورنہ اگر قرہ سے جو بغیر نقصان ہی ہوگا غرۃ مراد یہ ہو کہ ایک مرد نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب ماری کہ لڑکا مردہ پیٹ سے گرپڑا تو اس پر غرۃ یعنی دیت واجب ہوگی اسی سے جو نقصان کیا جائیگا ولو مات قبالولد وفاء کفی هو لتعیبه لختیار اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مرگئی اور اسکے ولد کی قیمت اسکی قیمت کے برابر ہو تو یہی کفالت ہی ہی قول صحیح ہو کذا فی الاختیار یعنی غاصب پر کچھ ضمان نہیں نفی بامة مغصوبة ای غصبها فرجها حاملا فولدت بالولادة صفر قیمتها یوم علقت زنا کیا اس جاریہ سے جبکو غاصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ مالک کو پھیر دی سو وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر اسکی اس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اسکی قیمت حاملہ ہونے کے دن تھی ہم چونکہ رد فاسد تھا لہذا اسپر ضمان لازم ہوا یعنی جب اسنے غصب کی تھی تو اسمیں نقص ہوجانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اسنے پھیر دی تو سبب نقص آچکا یعنی حمل تو پھیرنا صحیح نہ ٹھہرا بخلاف الحرة لانها لا تضمن بالغصب ليتبعه ضمان العقد فساد الرد بخلاف حرہ مغصوبہ کے پھیر دینے کے یعنی اگر حرہ مغصوبہ سے زنا کرے حالانکہ اسکو پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں اسواسطے کہ حرہ کا ضمان غصب سے نہیں ہوتا ہی تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے ولو رهنها فماتت لا يضمن اور اگر جاریہ مغصوبہ پھیر دی اور حالانکہ اسکو تب تھی سو وہ مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ سبب میں غاصب کا کچھ فعل نہیں وكذا لو ولدت عنده فردها فجاءت به ملتقط اور اسی طرح غاصب پر ضمان ہوت نہیں اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی اور شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھیر دی پھر اسی سبب زنا کے کوڑے مارے گئے سو وہ اسکے سبب سے مرگئی کذا فی الملتقی مصنف رحمہ اللہ نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا ولو زنى بها واستولدها ثبت النسب والولد لو فيه رد اور اگر غاصب نے جاریہ مغصوبہ سے زنا کیا اور اسکو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور لڑکا مملوک مالک کا ہوگا کذا فی الدرر وبخلاف منافع الغصب لانها فانها لا تضمن عندنا اور بخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو عمل کر لیا ہو یا اسکو معطل چھوڑ دیا ہو کیونکہ ہمارے نزدیک نہیں ہی ویوجد في بعض النسخ ومنافع الغصب غير مضمونة الخ لیکن اس عبارت کی وجہ سے آگے ویگی یعنی عطف کرنا خصر مسلم کا مناسب نہیں ہو جو اگر عبارت سابقہ پر مقصر ہو سکو غور کر کما في الثالث فيجب اجر المثل على المختار للمتاخرين ان يكون المغصوب وقفا للاستغلال منافع غصب کا ضمان نہیں نہ تین صورتوں میں تو بوجہ مثل اجب ہی ہو جب اختیار کرنے فقہاء متاخرین کے پہلی صورت یہ ہو کہ مغصوب وقف ہو خواہ مکونت متاخرین کے واسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے وقف ہو اور مال یتیم کما في مسئلة سكنت امه مع زوجها دارة بالاجر ليس لاولاد الكبار عليها كذا في الكاشي او موصى لوصايا لفقيه يا مال یتیم کے منافع مغصوبہ میں اجرت مثل اجب ہو مگر جس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بدون کرایہ رہی تو زوجین کو بعد بلوغ یتیم کرایہ نہیں ہی جیسا کہ یہی قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہی خلافا لما يستفاد من قول القنية ليس للوصي ان يسكن اليتيم فقد نقل المصنف وغيره عن القنية انه لا شيء عليه كذا الاجنبي بلا عقد وقول دار اليتيم كالوقف انتہی میں کہتا ہوں اور وجوب اجرت مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا بھی مسئلہ مستثنی ہوا سواسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہو کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور جیسا اسی طرح اس اجنبی شخص پر واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد اجارہ رہا اور بعضوں نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہی وجوب اجرت میں مطلقاً انتہی قول المصنف هم مفتي ابو السعود نے کہا یہی قول معتمد ہی کہ یتیم کا گھر وقف کے مانند ہو نور حقیقت کچھ استثنا نہیں فلت ويمكن حمل كلا الفريقين على قول المتقدمين بعدم اجرته ولما على قول المعتمد انها كالوقف فتجب الاجرة عدا الزوجة والزوج لكون سكنى المرأة واجبة عليه وهو غاصب لدار اليتيم فتلزمه الاجرة وبه افتى ابن نجيم میں کہتا ہوں اور ان دونوں مسلکوں کا حمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہی اور

مناخرین کے قول معتمد پر یہ ہے کہ یتیم کا گاؤں وغیرہ کے مانند ہے تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک اور اسکی ماں کی شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ کسنے زوجہ کا زوج پر واجب ہوا نہ زوج مذکور گھر یتیم کا غاصب ہے تو یتیم کرایہ لیوے گا اور اسی قول کا فتوی دیا ہے ان نجیم صاحب شہاب نے صراد اگر یتیم کی ماں کے گھر میں ہے درصورتیکہ اسکا کوئی شوہر نہ ہو تو اجرت نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحیط وعبارتہ وعلی التفصیل الیتیم یقدر علی اللزم فلا اجر لہ الا فیما غیر ظاہر اور جو صغیر قدیمین یہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر یتیم منع پر قادر ہو اور اسنے منع نہ کیا تو اجرت نہیں اور اگر منع پر قادر نہیں تو اجرت واجب ہے یہ ظاہر ہے قول مذکورہ کی ظاہر غیر ظاہر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور غیر منع لاق اعتبار کے نہیں ہے وعلیہ فہو مبنی علی ما قالہ فی تنویر البصائر اور بموجب اسکے یعنی بموجب قول معتمد کے تو اجرت زوج پر واجب ہے یتیم کی ماں پر چنانچہ افادہ تنویر البصائر مین مذکور ہے یعنی اسواسطے کہ یہ کسنے زوجہ کا زوج پر واجب ہے لہذا وہ غاصب ٹھہرا ثم نقل عن الخانیۃ مسئلۃ الدار اگر مسکان دار کو زوج نے الحاح اً اسکان کا حق دیا تھا تو اسکو نکالنا نہیں سکتا قدیر فریکلہ قالوا وعلیہ الفتوی پھر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلے کے مانند ہے اور شریک حاضر جبکہ گھر میں سکونت کرے جس صورت مین کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب کو جائز ہے کہ اسمین اپنے شریک کو سکونت کرنے علمانے کہا اور اسی پر فتوی دیا ہے ہم عاد پہلے مذکور ہوا فتوی اسپر ہے کہ اگر زراعت نے زمین کو نقصان نہ کرے نفع کرے تو شریک کو تمام زمین مین زراعت کرنا جائز ہے جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین زراعت کرے اتنی مدت تک اسواسطے کہ رضامندی مالک کی بسبب صریحہ کے باعتبار دلالت حال کے ثابت ہوا اور اگر زراعت زمین کو ضرر کرے تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی او معدا للاعداد صالحیۃ للاستغلال یعنی بنا کہ مالک نے اسکو بنایا ہو کرایہ لینے کے واسطے اسطرح پر کہ اسکو بنایا ہو اسی واسطے یا خود کیا ہو اسی واسطے یا بعضون نے کہا یا اسکو اجارہ دیا ہو تین سال پر علی الاتصال وقال الشافعی لا تصیر الدار معدۃ بما ذکر تا قبل سنۃ اشہر او ثلثۃ ایام کذا فی الخانیۃ والباء فی بالنیۃ للمشتری اندر شبہاہ یہ ہے کہ گھر استغلال کے واسطے ہوا نہیں معلوم ہوتا مالک کے اجارہ دینے سے بلکہ اسکے بنانے یا زیادہ کرنے سے کرایہ لینے کے واسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے بہت اشہر کا استغلال کے واسطے ہونا کہا ہے ویشترط علم المستاجر بکونہ معدا حتی یجب الاجر اور استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہے کہ وہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہوا تب اجر واجب ہوگی وان لا یکون المستاجر متہما بالغصب اور وجوب اجرت کی یہ شرط ہے کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے میں متہم نہ ہو ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ شہر کے کرایہ پر گھر لیتے ہیں اگر یہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہوا اور ان لوگون کی وجہ سے کہ اگر اسنے سکونت نہیں کی کرایہ لازم کرے کذا فی الطحطاوی قلت وہو المفتی بہ او المعتمد کما فی البحر عن الظہیریۃ کما نہ نکل ذلک حسبما ذکرتہ مین کہتا ہون اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم مین مختلف ہوا یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ تو جانتا تھا کہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہوا اور رہنے والا کہتا ہو کہ مجکو اسکا علم نہ تھا تو رہنے والا کا قول اپنی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے اور صاحب خانہ مدعی ہے اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہے مدعی کا قال شیخنا وعود رد الدار بیعہ یبطل الاعداد ہمارے استاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سے اور اسکے بیچ ڈالنے سے اعداد لغوی کرایہ کے واسطے مہیا ہونا باطل ہو جاتا ہے لغوی بالقسم ثم ارادان یعود فان قال بلسانہ ویضمر الناسخ کذا فی المنصف اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا یا خریدا کہ اسکو کرایہ کے واسطے مہیا کرے تو اگر وہ اپنی زبان سے یہ کہے اور لوگون کو اسکی خبر کردے تو جائز ہوگا مصنف نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے کما فی المعد للاستغلال فلا یضر انہ یسکن بنا و یلی اصلاحہ کبیت معدۃ لاحد الشرکاء فی الملک ولو یتیما کما مر عن المنتقی فتنبہ مگر اگر گھر مین مہمان مین جو کرایہ کے واسطے تیار ہوا جبکہ مہمان کسی شخص کے سکونت کی ناپنی ملکیت کی تاویل صحیحہ سے چنانچہ وہ گھر مین اسکا مالک سے کوئی شریک رہا اگر یہ وہ گھر شرکت یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا تو یہ سے قضیہ ہوگا ہمارے شارح نے خبر دار کردیا اسبات پر کہ ردالمحتار مین یہ قضیہ مذکور ہے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے موجب اجرت یعنی اما فی الوقف

اذا سکنہ احدھما بالغلبۃ بلا اذن لزم الاجر لیکن وقف کے مکان میں جبکہ ایک شریک آپس میں سکونت کرے غالب ہو کر بدون اذن کے تو اجرت لازم ہوگی اور عقد کبیت الرھن واسکنہ المرتھن بان للغیر معدًّ للاجارۃ فلا شئ علیہ یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر میں مرتہن کا بجبر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہو درانحالیکہ وہ اجارہ کے واسطے مہیا ہو تو مرتہن مذکور پر کچھ ضمان نہیں بقی لو اجر الغاصب احدھما فی المستأجر المستغل لا یلزم الغاصب الاجر لان یدہ حصلت امانۃ وقد بقیت باقی رہی یہ بات کہ غاصب نے بیوت ثلثہ مذکورہ سے یعنی قفیز اور ال تیمم اور سعد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت معین واجب ہوگی یا اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب پر لازم ہوگی بلکہ خود غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاشباہ والفقیہ ابو اللیث بلا ایۃ ویتقرر ما لو عطل المنتفع ھل یضمن الاجرۃ کا لوسکن اور شرنبلالیہ میں ہے اور اسمیں نظر ہے تلاش کرنی چاہیئے کہ صاحب اول مالک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑ دے کیا اجرت کا ضمان ہوگا چنانچہ سکونت کے حال میں بخلاف غصب المسلم خمرا وخنزیرا وان اسلما وھا فی ید الذمی فلا ضمان اور برخلاف مسلمان کے شراب اور سور کے اسطرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اسکی ملک میں باقی رہے جبکہ وہ دونوں مسلمان یا ذمی تلف کر ڈالے تو ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے حق میں شراب اور خنزیر مال متقوم نہیں وخص الخلاف بالمسلم فیقتضی ان الخمر فی حقنا قیمی حکما او کان الذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنے والا ذمیوں کی قیمت کا تاوان دے اگر شراب اور سور کا ذمی کی ملک ہوں قیمت کا تاوان ہو اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانوں کے حق میں قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے ہم ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیوں کے حق شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز نہیں ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اسکی تملیک اور تملک سے ممنوع ہے لہذا اسکی قیمت مسلم پر واجب ہوئی والمتلف خمرا کالمتلف خلا عقوبۃ فلا یضمن قولا واحدا خلافا لمحمد بخلاف ضمان اسوقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنے والا پادشاہ یا اسکا مامور ہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہ ہوگا اور نہ شراب کی مشک کے تلف کرنے کا بخلاف عہد کے کذا فی المجتبی ہم یعنی اگر پادشاہ یا اسکا مامور شراب اور سور کے اظہار بیع پر انکو تلف کر ڈالے باعتبار تعزیر کے تو اسپر ضمان نہیں منع اشعار میں ہے کہ ذمی نے دار الاسلام میں خمر اور خنزیر کی بیع علانیہ کی تو اسکو منع کیا جائیگا پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا مخنہ پر کو قتل کرے تو اسپر ضمان ہوگا لیکن اگر امام یہ کرے تعزیرا تو ضمان نہیں ہے نہ شراب کا نہ سور کا وکذا ضمان فی میتۃ ودم اصلا اور مردار اور خون کے تلف کرنے میں اصلا تاوان نہیں خواہ مسلم کے ہون یا ذمی کے اسواسطے کہ کسی اہل دین کے نزدیک یہ چیزیں مال نہیں بخلاف ما لو اشتراھا المسلم منہ ای الذمی وغربھا فلا ضمان ولا ثمن لانہ فعلہ بتسلیط بائعہ بخلاف غصبھا مجتبی برخلاف اس مسئلہ کے کہ اگر شراب ذمی سے خرید کی اور پھر تو نے اسپر ضمان ہو نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے یہ فعل اسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے غصب کرنے کے کہ اسمیں تسلیط مالک نہیں لہذا اسپر ضمان ہے کذا فی المجتبی وفیہ اتلف خمرا ذمیا او احدھما لا شئ علیہ الا فی روایۃ علیہ قیمۃ الخمس اور مجتبی میں ہے کہ ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک مسلمان ہو گیا تو اسکے تلف کرنے والے پر کچھ تاوان نہیں ہے ایک روایت میں اسپر تاوان مذکور ہے غصب خمرا مسلما فخللھا عما لا قیمۃ لہ لخلطۃ او ملح یسیر لا قیمۃ لہ او لشمس او خصر جلد میتۃ مدبوغ بہ عما لا قیمۃ لکثرتہ شمس اخذھا المالک مجانا شراب مسلمان کی غصب کی پھر اسکو سرکہ بنایا اس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ تھوڑے گیہوں یا تھوڑا نمک ڈال کر جسکی کچھ قیمت نہیں یا سرکہ بنایا دھوپ میں رکھ کر یا مرا ہوا کھال غصب کی پھر اسکی دباغت کی اس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت لیگا ولکن لو اتلفھما اخذ لا لو تلفا ولیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کریگا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہوں تو اسپر ضمان نہیں فی شرح الوھبانیۃ یظھر تصحیح ما فی الملتقی اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اوزجی قول پر ملتقی میں اعتبار کیا ہے ہم یہ ضمان صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الحلبی واوخللھا یزید فی قیمۃ کالملح الکثیر وھو الخل صلکہ وھو شئ علیہ لما لکہ خلافا لھما اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے چنانچہ زیادہ

نمک اور سرکہ ڈال کر تو غاصب اسکا مالک ہو جائیگا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں برخلاف صاحبین ولو دبغ به جلد قیمته كدقة وعفص الجلد اخذه المالك ولا شيء عليه ولو ذبح شاة مذكاة فجلدها كذلك وهذا استحسان وقالا يضمن ما زاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ مول کی چھال اور مازو سے تو مالک اسکو لے اور جتنا قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پھیرے وللغاصب حبس حتى يأخذ حقه اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے ولو تلفا (بفتح الفاء) كالو تلف اور اگر غاصب جلد مدبوغ نا کورو کو تلف کرے تو ضمان نہ دیگا چنانچہ اس صورت میں ضمان نہیں اگر وہ خود بخود تلف ہو جاوے کذا فی البدائع ولو لذبح اور ضمان نہیں ہر دار کے ذبح کرڈالنے سے اگرچہ سروار ذبح کا ہو کذا فی التبیین عداه ولو لصيد بيعه لتبين انه كان ذبحه الجاهلية فاسدة اور نہ اس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جو جہنام خدا عموماً ترک کیا اگرچہ متروک التسمیہ اس شخص کا ہو جو اسکو مباح کہتا ہو یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی الملتقی اس واسطے کہ حجت اگر نبی کا اختیار کردہ مذہب حجت ہو جو محبت حنفیہ یہ ہے کہ اسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہوئی قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (یعنی نہ کھاؤ اس کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا) وضمن بكسر معزف بكسر الميم الة اللهو ولو لكامل قوائم كمال قيمته خشبا منكسة لا للعزف اور باجے کے توڑنے سے اگر پورا باجا کامل کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دے اسکی قیمت کا یعنی کمتدی بولی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہیں اسکی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسر میم عبارت ہے آلہ لہو سے یعنی گانے بجانے کا باجا جو معازف چنانچہ بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنح قاضی خان نے کہا صالح لغیر اللہو کا مطلب یہ ہے کہ اگر توڑنے میں اس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف میں روئی رکھتے ہیں اور بربط کے توڑنے میں اس چوبیا لہ کا ضمان دے جسمیں تریہ وغیرہ طعام رکھا جاتا ہو وضمن القيمة لا المثل بارانة سكر ومنصف بيعجي بيانه في الكافي بسنة اور ضمان قیمت دے نہ ضمان مثل شکا یا تر منصف کے بعد دینے سے کتاب الاشربہ میں شکر اور منصف کا بیان آوے گا ہم شکر نام ہے کچے پانی کا جبکہ وہ گاڑھا ہو جاوے اور منصف وہ ہے جو آدھا جلا دے اگر پورا جوش کرنے سے کذا فی الہدایہ وبحرم بيعها كطهارة وكالا يضمن في كالا يضمن وبيعها وعليه الفتوى ملتقى ودرر وزيلعي وغيرها وقالا يضمن وهو الصحيح بیع آلات لہو کی بالکل وصاحبین کہتے ہیں کہ باجوں کے توڑنے والے پر تاوان اور تمام آلات لہو اور سارنگی کی بیع صحیح نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرہا ولا طبل الخزانة في الخلاصة والصيادين في الذخيرة لا يضمن بدفي العرس فمضمون اتفاقا اور نہ غازیوں کا طبل خلاصہ کی کتاب الخظر میں ہے نہ زیادہ کیا ہو اور نہ شکاریوں کو طبل اور دف جبکہ بجانا شادی میں مباح ہو تو انکے توڑنے میں بالاتفاق تاوان ہو کالهمة المغنية ونحوها كالبش نطوح وحمامة طيارة وديك مقاتل وعيد خصي حيث بقيمتها غير صالحة لهذه الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح نہ کرنے والی لونڈی اور اسکی مانند کی چنانچہ لڑانے والا مینڈھا اور اڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے حالا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہے اسطرح پر کہ اسوقت مذکورہ کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں هم یعنی جاریہ مغنیہ اور غلام خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فولدت لا يضمن بخلاف مودع المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد وقالا يضمنها المتقى معها اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہو گئی تو غاصب پر تاوان نہیں برخلاف غلام مدبر کے سوتدبر کے سبب مال متقوم ہونے مدبر کے نزدیک اور ام ولد کے نزدیک اور صاحبین کے ام ولد کا بھی ضمان غاصب سے اسکے مال متقوم ہونے کے سبب ہے ہم مدبر کی قیمت دو تہائی ہے اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سو میں سے حل قيد عبد غيره او رباط دابته او فتح باب اصطبله او قطع طائره فذهبت هدر للكراهة لو سعى الى سلطان ممن يؤذيه والحال انه لا يدفع بلا رفع الى السلطان او سعى ابن بائع الفسق وكه يمتنع بنهيه وقال السلطان قد يغرم وقد لا يغرم فقال انه وجد كذا فغرمه السلطان شيئا لا يضمن بهذه المذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اسکے جانور کے باندھنے کی رسی کھولدی یا اسکے اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا اسکے چڑیا کے پنجرے کی کھڑکی کھولدی سو یہ سب چیزیں جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جاسکو ستاتا ہو اور حال یہ ہو کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستگر مانتا نہیں یا ایسے کی چغلی کھائی

جو فسق کا مرتکب ہو اور اسکے منع کرنے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہو اور کبھی نہیں ڈالتا یہ کہدیا کہ فلان شخص نے کوڑا ہمارا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اس موذی یا فاسق پر یا خانہ پانے والے پر کچھ ڈانڈ ڈالدیا تو ان مجرموں سے ان سب صورتوں مذکورہ بالا میں تاوان نہ لیا جائیگا یعنی نہ غلام اور گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ ڈالنے کا **ولو غرم السلطان البتة مثل هذه السعاية ضمن** اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیتا ہو قطعاً اور یقیناً اسطرح کی چغل سے تو چغلخور ضمان دے **وكذا يضمن لو سعى بغير حق عند من يظن انه اذا سعى به يقتل وغرم ولو الساعي** عبد اطلى لبعد العتق اور اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغلخور پر اسکے نزدیک کہ اگر اسنے یہ چغل کھائی وہ جسکے بارہ میں چغلخور کا مجرا اور تو بیخ کے واسطے ہونا دو بار کہنے سے ہو اور اسی قول پر فتوی ہو اور اسکو تو سزا دیجاے اور اگر چغلخور غلام ہو تو اس سے تاوان کا مطالبہ کیا جاے آزاد ہونے کے بعد **ولو مات المساعي فلا شيء** یہ اس بنا پر ہے کہ قد الخسران من تركته **هو الصحيح لو القاه** اور اگر چغلخور مر گیا تو اسکو جسکی اسنے چغل کھائی جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اسکے متروکہ سے لے یہی قول صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاوی **وفي الصغرى لو مات المشكو عليه بسوط من سوطه فهو غرم الشاكي دية كاملة بالضرب لنذره وقد مر في باب القسامة** اور مصنف نے اپنی شرح میں نقل کیا یعنی عادیہ سے اور جسکا شکوہ کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مر گیا چھت پر سے گر کے اسکے خوف کے سبب سے تو شکوہ کرنے والا اسکی دیت کا تاوان دے اس صورت میں کہ اگر ضرب سے وہ مر گیا بسبب ندرت موت کے ضرب سے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا باب السرقہ میں **او شخصت بدعيره يا كابا قاله قال لم افعل نفسك فعلى ان وجب عليه قيمته** ایک شخص نے غیر کے غلام کو بھاگنا بتلانے کا اسکو کہا یا غلام سے اسنے کہا کہ تو اپنی خوشی سے اپنے کو قتل کر یا بھاگ گیا یا اسنے اپنی جان ہلاک کی اور اس شخص پر قیمت غلام کی واجب ہو گئی **ولو قال له اتلف مال مولاك فانكره لا يضمن لان الامر بالفرقة ان يأمره بالاباق او الفرار وصار عاصيا لانه استعان في ذلك الفعل وبأمره بالاتلاف لا يصير عاصيا لمال بل للعبد وهو فائت لو يتلف وانما التلف بفعل العبد** اور اگر ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولے کا مال تلف کر اسواسطے کہ تلف کرنے والا تو اس شخص کا ہوا اور نہ دوسرے اور فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ میں یہ ہو کہ بھاگنے اور قتل کرنے کے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہرا اسواسطے کہ اسنے غلام کو بہ استعمال کیا اس فعل میں اور مال تلف مال کے امر سے وہ شخص مال کا غاصب نہ ٹھہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرا حالانکہ غلام موجود رہتا تلف نہیں ہو گیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے فعل سے ہوا **واعلم ان الامر لا ضمان عليه بامر لا في ستة اذا كان الامر سلطانا او ابا او سيدا او مولى صبيا او عبدا او امرأة بإتلاف مال غير سيدك واذا امر بحفظ باب فحفظ اللص غرم الحافر وجح على الآمر بما استبان** اور عام کہ اکراہ کرنے والے پر تاوان نہیں بسبب امر کرنے کے مگر مجرم کرنے والوں پر ضمان ہے جبکہ امر بادشاہ ہو یا باپ یا مولے یا مولیٰ صغیر ہو یا وہ غلام جسکو آمر نے مولے کے سوا اوروں کے مال کے تلف کرنے کا امر کیا ہو اور جسکو باندھ کر غیر کی دیوار میں دروازہ کھودنے کا امر کیا ہو تو کھودنے والا تاوان دے اور کھودنے والا امر کرنے والے سے بھرے کذا فی الاشباہ ہم سلطان آمر اسواسطے ضمان ہوا کہ اسکا امر کراہ ہے کیونکہ نا مرجانتا ہو کہ اگر میں اطاعت نہ کرونگا تو وہ عتاب کریگا بخلاف غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ مامور پر اور پدر آمر کی یہ صورت ہے کہ باپ نے اپنے فرزند بالغ کو امر کیا کہ اسکی زمین میں آگ جلا دے سو اسنے آگ جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ میں جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو ضمان باپ پر ہوگا اسواسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر اس صورت کا دلالت کرتا ہے کہ ہر امر باپ کا فرزند بالغ کے واسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اسکو مال اپنی مثل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاسد ہونے امر کے اور امر مولیٰ کی صورت یہ ہے کہ مولیٰ نے غلام مامور کو مثل نفس کا امر کیا تو ضمان اسکا مولا آمر پر ہوگا اور صغیر مامور کی یہ صورت ہے کہ صبی محجور سے کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ پھر وہ چڑھا اور گر پڑا تو اسکی دیت شخص آمر کی ہمراہ دی پر ہوگی اور عبد مامور کا عقر بہ مذکور ہو چکا باب **الجنایۃ** میں ہو اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھود یعنی غیر کی دیوار میں تو ضمان اسکا آمر پر ہے نہ حافر پر اور اگر یوں کہا کہ میرے واسطے

کھو تو ضمان آمر پر نہ ہوگا یعنی حافر پر ہوگا کذا فی الطحطاوی استعمل عبد الغیر لنفسہ بان ارسلہ فی حاجتہ ولم یعلم انہ عبدہ او قال ذلک العبد الذی استعملتنی فی حرکتہ قیمتہ ان ھلک العبد عادیہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اسطرح کہ اسکو اپنی حاجت مین بھیجا اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اس غلام نے کہا جسکو اسنے اپنے کام مین لگایا کہ مین آزاد ہون تو اسکی قیمت کا تاوان دے اگر غلام ہلاک ہوجائے کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہرا وفیہا جاء رجل الی آخر وقال ان حرکتی فلانا فاستعملنی فی عمل فاستعملہ فھلک ثم ظہر انہ عبدہ فقیمتہ علیہ ولم اعلم ھذا اذا استعملہ فی نفسہ اور عمادیہ مین ہو کہ ایک مرد دوسرے کے پاس آیا اور بولا کہ مین آزاد ہون سو مجھے کوئی کام لے سوا سنے اس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہوگیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اسکا تاوان اسی سے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ اسوقت ہے جبکہ اسنے اس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیرہ کما قدمنا علیہ لا ضمان علیہ لانہ لا یصیر بہ غاصبا کقولہ لعبد اسرق ھذہ الشجرۃ وانثرہ للشمس لتاکلہ انت فسقط لم یضمن الآمر ولو قال لتاکلہ لنا ضمن قیمتہ لانہ استعملہ لہ فی نفعہ اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام مین تو آمر پر ضمان نہین اسواسطے کہ اس سے وہ غاصب نہین ہوجاتا چنانچہ اسکے یون کہنے مین غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زردآلو کو جھاڑ تاکہ تو کھائے سو غلام گر کے مرگیا تو آمر پر ضمان نہ ہوگا اور اگر یون کہا تاکہ تو کھلائے ہمین تو اسکی قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اسنے تمام غلام کو اپنے نفع مین استعمال کیا ملخصا طحطاوی نے کہا تعلیل اخیر مین گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کے نفع مین مستعمل نہین غلام جاء الی قصاد فقال اقصد فی فصدہ فصدہ قصادا فعفن فقال اولی مما مر ذلک ضمن فیہ العبد عاقلہ الفصاد ایک غلام فساد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اسنے ایسی فصد کھولی جسی عادت مین کھولا کرتے ہین سو وہ مرگیا اس فصد کے زخم سے تو فساد کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد مین تو بطریق اولی ضمان لازم ہوگا سواسطے ضمان واجب ہوا کہ غلام کا اذن معتبر نہین اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہو وکذا الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفصاد عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے صبی بالغ کی فصد کھولنے اور اسکے مرجانے مین تو اسکی دیت فصاد کی برادری پر ہوگی کذا فی العمادیہ **فرع** سائق الحمار ممسک بلجامہ غصب عبدا او معہ مال المولی صار غاصبا للکل قالوا یضمن شاہ تبعا لضمان عینہ بخلاف الحر اعمادیہ غصب کیا غلام اور اسکے ساتھ مولی کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہوگیا بلکہ فقہا نے کہا کہ غلام کے کپڑون کا غاصب ہوا تاوان دے باعتبار قیمت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزادگی ذات کا ضمان نہین اور نہ اسکے کپڑون کا فی الوہبانیہ **شعر** ولو نسی الی الرفاء ضمن قصا او نسی القزاز او شباک یذکر اور وہبانیہ مین ہے اگر غلام مغصوب بیشون کو بھول گیا تو اونکے نقصان کا غاصب تاوان دے اور اگر قزاز بھول جائے یا غلام جو ان سیر ہوگیا تو اسی طرح ضمان مذکور ہوگا مسائل مذکورہ مین علت شاملہ نواب وصف مرغوب فیہ ہے جس سے قیمت زیادہ ہوتی ہو **شعر** ولو علم الدلال قیمۃ السلعۃ فقوم للسلطان فنقص بخسہ او اگر دلال قیمت تماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کم قیمت اسکی بیان کرے تو بسبب تاوان لازم آویگا **شعر** متلف احد فردتین لیس لہ البقیۃ والمجموع منہ یحضر او جوڑے مین سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی دیجائے اور کل کی ضمان کو وہ حاضر کرے ہم جوڑے سے مراد وہ دو چیزین ہین جنکے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہووے بدون دونون کے چنانچہ دو کوا اور دو موزے اور دو جوتے تو اگر غاصب ایک دو اسمین سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اسکو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تاوان اس سے لے قلت وعن ابی یوسف لا یضمن لانہ الحقات الی اتلفہا وفی البزازیۃ ھو المختار واقرہ الشرنبلالی مین کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ غاصب سے تاوان نہ لیا جاگر ایک ہی موزے کا جسکو اسنے تلف کردیا اور بنا زیہ مین ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے وذکر انہ ینبغی القول بتضمنہ الکل ایضا مستدلا بالوقف ومال الیتیم فلیحفظ واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین یہ قول ذکر کیا جو اسکا مفید ہے کہ وہبانیہ کی بیت مین

بعض تعمیت دلال مین سلطان تعمیت نہین ہی اور یہ کہ تقسیم قاضی کا بھی قول لائق ہی خصوصاً تب مال یتیم و زمان یتیم مین تو ہمکو یاد رکھنا چاہیئے واللہ اعلم یعنی اموال یتامی اور ویران اوقاف کی قیمت امیرون اور نوابون اور حاکمون کے واسطے قیمت کرنے والی مقرر کرتے ہین اور تعمین غبن فاش ہوتا ہی اور قاضی انکا حال جانتا ہی خصوصاً استبدالات مین تو ثوقت مین لائق یہ ہی کہ قاضی کی بھی ضمان کی قائل ہو جیسے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالی مختصراً **خاتمہ** ایک شخص پر دین تھا سو وہ بھول گیا پھر مر گیا تو اسکا مواخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہ ہوگا جواب اسکا یہ ہی اگر تجارت کا دین ہی تو امید یہ ہی کہ مواخذہ نہ ہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہو تو مواخذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مر گیا اور سر پر دین تھا اور وہ بھول گیا اور اسکا بیٹا جانتا ہی تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھول کر مر گیا تو مواخذہ نہ ہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اسکا باپ مر گیا تو فرزند سے آخرت مین مواخذہ نہ ہوگا اسواسطے کہ دین اور ضمان مسروق متعلق ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا مگر مسلم کے کافر ذمی کی چوری کی بانغصب گیا تو اسکا عذاب قیامت مین ہوگا اور جھگڑا ذمی کا قیامت مین سخت تر ہوگا اسواسطے کہ کافر دوزخی رہیگا ہمیشہ اور غیر کفر کے عذاب سے اسپر تخفیف ہوگا یا کسی سبب اسکی حق بخشوا کے تو اُس سے ابد بخشوا کے نہین اور مسلمان سے البتہ امید ہی اور جانور کی خصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہی آدمی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر خانہ مغصوب مین بیمار ہو تو اسکی عیادت نکرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اُسمین مسجد بنائی اور دو دکانین اور حمام تو اُس مسجد مین نماز کا تو چندان مضائقہ نہین لیکن حمام مین نہ جانا چاہیے اور دونون کا کرایہ نہ لینا چاہیے مگر خرید کرنے کے واسطے دو دکانون مین جانا جائز ہی ہشام نے کہا مین مکروہ جانتا ہون نماز اُس مسجد مین یہان تک کہ اسکے مالک راضی ہو جاوین اور اُن دو کانون کو خرید کر لینا بھی میرے نزدیک مکروہ ہی اور جو سودا گران دو دکانون مین رہتے ہین مغصوب جان کر اُنکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم وستغفر اللہ الکریم

کتاب الشفعہ

یہ کتاب ہی شفعہ کے مسائل مین مناسبتہ تملک مال العین بغیر رضا شفعہ کی مناسبت غصب سے مالک ہونا ہی غیر کے مال کا بدون اسکی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اسکی رضامندی کے غصب اور شفعہ مین شترک ہی ہولہذا غصب کے بعد شفعہ کو ذکر کیا **ھی لغۃ** الضم شفعہ لغت مین بمعنی ضم ہی یعنی طلا نام زعفران نے کہا شفعہ ماخوذ ہی شفع سے بمعنی ضم سے جو ضد ہی ترکی اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی گنہگارون کے واسطے اسلیئے کہ حضرت کی شفاعت سے مذنبین فائزین کے ساتھ ملیگے اور یہان شفیع ماخوذ کرا اپنے ملک ساتھ ملانا ہی لہذا اسکا نام شفعہ ٹھہرا **وشرعاً تملیک البقعۃ جبراً علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیاً وبقیمتہ** اور شرع مین شفعہ عبارت ہی تملیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی کرکے بعوض اُس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے مین پڑا اور یہ تملک ہو بعوض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہین تو بدلہ اسکی قیمت کے ہم مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہو گیا چنانچہ ہبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اُس ملک سے جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطے کہ امور مذکورہ مین شفعہ نہین اور اگر یہ بعوض ہو لیکن ثمن شفعہ کی کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہی **وسببہا اتصال ملک الشفیع بالمشتری شرکۃ او جوار** اور شفعہ کا سبب متصل ہونا ہی ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے سبب سے ہو خواہ ہمسایگی کی جہت سے ہم خواہ شرکت بقعہ مین ہو خواہ حقوق مین چنانچہ آگے معلوم ہوگا لزوم شفعہ کی حکمت یہ ہی کہ آدمی اجنبی شخص کی ہمسایگی سے تکلیف نہ پاوے **وشرطہا ان یکون المبیع عقاراً** اور شفعہ کی شرط یہ ہی کہ محل عقار ہو ہم در استحسان مین ہی کہ عقار سے مراد یہان غیر منقول ہی تو عقار مین کرم اور چکی اور کنوان اور بالاخانہ داخل ہو اگرچہ اسکی راہ منفصل مین نہ ہو اور عمارت اور اشجار عقار سے کل گئی اسواسطے کہ نہین تبعیت نہین مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع مین حق الغرار ہو خلافا لمن قال الکل کذا فی الطحطاوی **سفلا کان او علوا** شرط شفعہ عقار ہی اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو یا اوپر کا مکان ہم شفعہ بالاخانہ کی مثال یہ ہو کہ دو شخص شریک ہین سفل اور علو مین سو ایک شریک نے بالاخانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا شریک اسکا شفیع ہوگا تبعیت عقار سے کذا فی الطحطاوی وان لم

یکن طریقہ فی السفل لانہ انما یتحقق بالعقار بما لہ من حق القرار وہو شفعہ ثابت ہوا گرچہ بالاخانہ کی راہ نیچے والے مکان میں نہ ہو اسلئے کہ بالاخانہ ملحق بعقار ہوا اسواسطے کہ اسکے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہو کذا فی الدرر وہم اگر منزل بالا اور منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہوا سواسے کہ وہ شخص شریک فی الحق ہو اور اگر اسکی دوسری راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب ہمسائگی کے ہو اور اگر منزل زیرین کی بیع ہوی اور منزل بالا مندرج ہو تو قول ابو یوسف شفعہ نہیں اور یہی قیاس قول محمد شفعہ ہوا اور اگر منزل زیرین ایک شخص کی ہو اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونوں کے پاس گھر بکتا ہو تو اسمیں دونوں کا شفعہ ہو کذا فی الطحطاوی واما ما اخرجہ ابن الکمال فی اول باب ما ھو منہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار یلتحق بالعقار فرده شیخنا الرملی واقتفی بعدہ ما تبعا للبزازیة وغیرھا فلیحفظ اور وہ جو ابن کمال نے اس باب کے اول میں جسکے اندر شفعہ ہوا سکا یقین کر لیا ہے کہ جب بیچی جاوے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت بھی بعقار ہو تو اسمیں شفعہ ثابت ہی سو اس کلام کو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے رد کیا ہو اور فتوی دیا ہو عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہو کر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم عمارت مع حق القرار کی مثال یہ ہو کہ زمین وقف میں عمارت بنائی گئی ہو اور بقاء عمارت و وقفیت متولی سے شرط کر لیا تو اگر عمارت مذکور کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابو السعود کے نزدیک اسمیں شفعہ ثابت ہو لیکن در المنتقی اور بزازیہ اور سراجیہ اور تتمہ میں عدم شفعہ مصرح ہی سراجیہ میں یوں ہی کہ ایک مرکان کا گھر ہو وقف کی زمین میں تو اسکے واسطے شفعہ نہیں اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اسکے واسطے بھی شفعہ نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا وزکنھا اخذ الشفیع من احد المتعاقدین عند وجود سببھا وشرطھا اور شفعہ کا رکن لینا ہی شفیع کا مالک یا مشتری سے وجوب سبب اور شرط شفعہ کے نزدیک یعنی جبکہ اتصال ملک شفیع ہوا وعقد معاوضہ اور سبب عقار ہو وحکمھا جواز الطلب عند تحقق السببین ولو بعد ستین اور حکم شفعہ جائز ہوتا ہو طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند سال کے بعد ہو مگر سالہا سال کے بعد طلب شفعہ اسوقت جائز ہوگی جبکہ شفیع غائب ہوا اور اسکو بیع کا حال معلوم نہ ہو وصفھا ان الاخذ بھا بمنزلة شراء مبتدء فیثبت بھا ما یثبت بالشراء کالرد بخیار رؤیة وعیب اور شفعہ کی صفت یہ ہی کہ بوسیلہ شفعہ کے لینا ابتداے خرید کے مانند ہو تو شفعہ سے وہ ثابت ہوتا ہی جو خریداری سے ثابت ہوتا چنانچہ پھیر دینا بسبب خیار رویت اور خیار عیب کے بخلاف الاخذ بالشفعة واجب ہی یعنی ثابت ہی شفیع کی منفعت کے واسطے نہ اسپر منفرت ہونے کو ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں وجوب بمعنی ثبوت کے ہی نہ وجوب بمصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر تسلیم شفعہ طلب نہ کرے تو اسپر گناہ نہیں بعد البیع ولو فاسدا انقطع منہ حق المالک کما مر یعنی تسلیم شفعہ واجب ہی بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جسمیں مالک کا حق منقطع ہو گیا چنانچہ آگے آویگا بیع فاسد میں حق مالک منقطع ہوتا ہی مشتری کے قبض کرنے اور رہن رکھنے اور وصیت کرنے کے ساتھ بخلاف المشتری یا شفعہ واجب ہوتا ہی بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو یا بائع اور مشتری دونوں کا تو شفعہ نہیں وتستقر بالاشہاد فی مجلسہ ای طلب الموانبة اور شفعہ مستقر اور ثابت ہو جاتا ہی گواہ کرنے سے اسکی مجلس میں یعنی طلب مواثبہ کی مجلس میں فلا تبطل بعدہ تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ کرلینے کے یعنی بعد گواہ کرنے کے اگر تاخیر کریگا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہ ہوگا بہ حیثیکہ ظاہر مذہب مفتی بہ کے وتملک بالاخذ بالتراضی او بالقضاء عطف علی الاخذ لاثبوت ملک الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ تاجر ہ ملا خسرو اور عقار بیع تملک ہو جاتا ہی لینے سے باہم کی رضامندی سے یا تملک ہوتا ہی قاضی کے حکم سے شارح نے کہا تقضاء قاضی اخذ پر عطف ہی بسبب اسکے ثابت ہونے ملک شفیع کے بمجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ در رمیں ملا خسرو کے اسکو تحریر کیا ہی ہم شارح کے بیان عطف سے شبہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کیوں ہی جسکا تو مطلب یہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے سے ہوتی ہو خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہ مطلب خلاف تحقیق ملا مسرو ہی بقولہ ولو سلما الشفعة لا الملک خلافا للشافعی شفعہ واجب ہونا بمقتدر ہوں شفعہ کے بنا بر ملک شفیعین کے بخلاف مذہب شافعی ہم عدد رؤس شفعا اور مقدار ملک کی صورت یہ ہی کہ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہی

ایک کا حصہ تین نصف ہو اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا سدس سو صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونوں شریکوں نے شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ مین آمات کا حکم ہوگا بقدر انکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کریگا تو دونوں مین اخماس کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہمارے نزدیک دونوں شریکوں مین برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتون مین کذا فی الدرر یعنی اتنے شفیع ہونگے برابر حصہ پاوینگے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم بالخلیط متعلق بقولہ یجب فی نفس المبیع شفعۃ احب ہوتا ہے واسطے خلیط کے یعنی جو شریک ہے ذات مبیع مین شارح نے کہا لفظ الخلیط کا تجب سے متعلق ہے ہم یہان سے مصنف نے ترتیب شفعا کا بیان شروع کیا ان لہ ان یاخذ المبیع وھو الذی قاسمہ وبقیۃ لہ شرکۃ فی حق الشرب والطریق خاصتین بعد اسکے اگر شریک نفس مبیع کا نہ ہوا ہو مگر مشتری کے واسطے مبیع کو سلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اسکا شفعہ واجب ہے جو حق مبیع مین شریک ہو اور حق مبیع کا شریک وہ ہے جسنے مشترک چیز بانٹ لی اور اسکی شرکت حق عفا مین باقی ہو جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فشرب لکل بقعۃ الشرب فھر صغیر یجری فیہ السفن وطریق لا ینفذ پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی چنانچہ پانی کی باری اس نہر صغیر کی جسمین کشتیان نہین چلتین اور جسکے کوچہ غیر نافذہ ہین لاشفعۃ بھما تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ ہو تو ان دونون شرکتون سے شفعہ ثابت نہ ہوگا بیانہ شرب نھر مشترک بین قوم تسقی ارضھم سنہ بسنۃ او ارضا منھا لکل اھل الشرب الشفعۃ ولو الشرب عاما والمسئلۃ بحالھا فالشفعۃ للجار الملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہ ہے کہ نہر صغیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہو چند لوگون مین کہ انکی آراضی اُس سے سینچی جاتی ہین ان آراضی مین سے ایک کھیت بکا تو سب پانی لینے والون کے واسطے شفعہ ثابت ہوگا یعنی سب لوگون کا حق ہوگا اسکی خریدنے مین اور اگر نہر عام ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور باقی مسئلہ بحال سابق ہو تو سب پانی لینے والون کا وہان کی زمین کی بیع مین شفع نہین بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہوگا ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نہ کیا اسکے ظاہر ہونے کے سبب سے ثم الجار الملاصق ولو ذمیا او امرأۃ او مکاتبا پھر حق مبیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہے اگرچہ ہمسایہ ملاصق ذمی یا عبد یا زن یا مکاتب ہو ہو بابہ فی سکۃ اخری فی ظھر دارہ لظھرھا فلو بابہ فی تلک السکۃ فھو خلیط کما مر جار ملاصق وہ ہے جسکا دروازہ دوسرے کوچے مین ہو اور اسکے گھر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہو تو اگر اسکا دروازہ اسی کوچہ مین ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہو تو وہ خلیط ہے حق بیع مین نہ جار ملاصق جیسا کچھ مذکور ہوچکا اگر چہ اسکا دروازہ ساتھم موخانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان مشترک ہو دو شخصون مین اور وہ منزل واقع ہو ایک قوم کے گھر مین کوچہ غیر نافذہ کے اندر جسکا ہر ایک مکین اپنا حصہ منزل سے بیع کریگا تو منزل کا شریک اس حق مین شفعہ کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریکون مین کوچے کے شریکون سے ہر واسطے کہ وہ کوچہ مین صحن دار کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو اہل کوچہ حق مین راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو جار ملاصق حق ہے کذا فی الدر وظاہری مین ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس صورت مین ہے کہ مذکور ہوا الشریک حق من الخلیط والخلیط حق من الشفیع یعنی شریک اپنا زیادہ حق دار ہے خلیط سے اور خلیط حق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور خلیط خلیط فی حق المبیع مراد ہے جار ملاصق سے جار ملاصق مراد ہے جسکی بابت مصنف نے ترتیب اسکی یون مذکور کی ہے کہ اول شریک فی البیت ہے ہم شریک فی الدار ہم شریک فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطریق ہے ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اسکی دیوار ہو اور دوسرے کی دیوار ہے اور دونون دیوارون مین اتنا نہین جتنے سبب تنگی محل کے یا دونون باہم ملصق ہون تو اگر دونون مین طریق نافذ ہو تو اس ہمسایہ کا شفعہ نہین اتنی وھو اصح جذع علی حائط شریکہ فی شفع قلیلا کان او کثیرا اور رکھنے والا دو ستونون کا دوسرے کی دیوار پر اور اس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الھدایۃ والکافی ولو فی نفس الجذع فشریک ملصق قلت لکن قال المصنف ولو کان بعض الجذع فی جدار شریکہ فالجذع لہ تقدم علی عزمی بحر لان الشرکۃ فی البناء لا تجر بدون الارض

کتاب الشفعہ

لا یسقط بہا الشفعۃ اور اگر دیوار کی ذات مین شرکت ہو تو وہ شریک ہونے ہمسایہ مین کا نہ ہوں لیکن مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اگر ہمسایون مین سے ایک ہمسایہ دیوار مین شریک ہو تو اور ہمسایون پر مقدم نہ ہوگا سوا اسکے کہ قضا عارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے استحقاق شفعہ کا نہین بعنی قاعدہ یعنی تبعی کی عبارت اسپر محمول ہے جبکہ زمین بھی شریک ہو صورت اسکی یہ ہے کہ دو شریکون نے شریک زمین مین دیوار بنائی پھر زمین کی دونون نے قسمت کرلی سو اب محل بنائے تو اگر اس دیوار کی بیع ہوگی تو اسکے شفعہ کا شریک یعنی ہمسائی بطحاوی مختصراً وفی شرح الجمع وکذا الجار المقابل فی السکۃ الغیر النافذۃ الشفعۃ بخلاف النافذۃ اور شرح مجمع مین ہے اور اسی طرح شفعہ ہے اس سانسے کے ہمسایہ کا جسکا گھر کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے اگر اسکا شفعہ بعین اسقط بعضہ وحقہ من الشفعۃ بعد القضاء ولو قبلہ فلمن بقی اخذ الکل لزوال المزاحمۃ لیس لمن بقی اخذ نصیب لمن ترک لانہ بالقضاء قطع حق کل واحد منہم فی نصیب الآخر بیع کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کردیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعون کو شفیع تارک کا حصہ لینا جائز ہین اسواسطے کہ حکم قاضی سے اُنمین سے ہر واحد کا حق جدا ہوگیا دوسرے کے حصہ سے کنارہ ہی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کردے قبل قضا قاضی تو باقی شفیعون کو تمام مبیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہوجانے مزاحمت کے ولو کان احدہم غائبا فالقضاء بین الحاضرین فی الجمیع لاجتماع اعدام الطلب فلا یؤخر بالشک اور اگر بعض شفیع غائب ہین تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے واسطے تمام مبیع مین شفیع غائب کی نہ طلب کرنے کے احتمال سقوط خیر کیجائی بسبب شک کے ولذا لو کان الشریک غائبا فطلب الحاضر بعض الشفعۃ کلہا اور اسی طرح اگر ایک شریک غائب ہو سو شریک حاضر نے شفعہ طلب کیا تو اسی کے واسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا فاذا حضر وطلب فضلہ بہا فلو مثل الاول قضی لہ بنصفہ ولو فوقہ فبقدر ولو دونہ فبقدرہ خلاصہ پھر جبکہ شریک غائب یا شفیع غائب حاضر ہوا اور شفعہ طلب کرے تو اسکے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی درجہ ہو شفیع اول کے یعنی دونون شریک ہون تو اسکے واسطے نصف کا حکم ہوگا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہوا اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہو اول سے تو شفعہ بقدر ثانی کو قاضی بازرگے کذا فی الخلاصہ اسقط الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقد شرطہ وہو البیع شفیع نے شفعہ ساقط کردیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہین بسبب نہ پائے جانے اسکی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے اراد الشفیع اخذ البعض وترک الباقی قام ملک ذلک جبرا علی المشتری لضرر تفریق الصفقۃ شفیع نے بعض شفعہ لینے کا اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہین مشتری پر جبر کرکے تفریق صفقہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصیب البعض لم یصح وسقط حقہ لکعراضہ ویقسم بین البقیۃ اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کے واسطے مقرر کردیا تو صحیح نہین اور اسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا اسکی روگردانی سے اور بیع بٹ جائیگا باقی شفیعون مین بل لو طلبہا احد الشریکین النصف بناء علی انہ یستحقہ فقط بطلت شفعتہ اذ شرطہا صحتہا ان یطلبہا لکل کما بسطہ الزیلعی فلیحفظ بلکہ اگر دو شریکون مین سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اس وجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکھتا ہے تو اسکا شفعہ باطل ہوگیا اسواسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے شرح بیان کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وصح بیع دور مکۃ فتجب الشفعۃ فیہا وعلیہ الفتوی والسبا ۲ اور صحیح ہی بیع مکہ معظمہ کے گھرون کی نوائین شفعہ واجب ہوا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاشباہ والنظائر مین مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کے گھرون مین شفعہ نہین یعنی فتوی مختلف ہے چنانچہ ابو السعود نے مذکور کیا ہے شرح وہبانیہ مین تحبیس اور زیدیہ سے مذکور ہے کہ وہان کے وجوب شفعہ مین دو روایتین ہین اور جامع صغیر مین ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہین اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب نہین محمد رحمہ اللہ سے یہ ہے کہ شفعہ واجب ہوا اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البطحاوی مختصر اقلت عقارا صحت اجارتہا ابدا کالاولی وقد قدمناہ فلیحفظ لکنہ یکرہ وسنحققہ فی الحظر مین کہتا ہون اور یہ مقلہ کے گھرون کی بیع کی صحت کا مقتضا یہ ہے کہ اگر اجارہ بطریق اولی صحیح ہے اور مقرر ہم اسکو مقدم ذکر کرچکے ہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لیکن اگر اجارہ مکروہ ہوا اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ مین

ہم شارح نے کتاب الحظر میں اجارہ و سیانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں ثبوت کرکا اجارہ ایام حج میں اور امام فتوی دیتے تھے اہل مکہ کے واسطے کہ گھروں کو حاجیوں کے واسطے خالی کردیں بدلیل قول حق تعالے سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ یعنی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر سوا ہے اور امام نے اجارہ جائز کہا ہے ایام حج کے سوائے میں تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی یعنی ایام حج میں اجارہ مکروہ ہے اور سیر حج میں اجارہ صحیح ہے وَفِيهَا يُصَحُّ لِلطَّالِبِ مَرَّ وَكِيلُ الشَّرَاءِ وَإِنْ يُسَلِّمْ إِلَى مُوَكِّلِهِ وَبَطَلَتْ هُوَ الْمُخْتَارُ اور شباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب کرنا شفیع کا مشتری کے وکیل سے اگر بیع اٹھنے اپنے موکل کو تسلیم کردی ہو اور نہ تسلیم کردی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعوی شفعہ اس سے باطل ہے یہی قول مختار ہے ہم مصنف اور شارح کا کلام اسکا موہم ہے کہ وکیل مشتری جبکہ شفیع ہو تو اسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل ہے حالانکہ درر اور غرر میں یوں ہے کہ وکیل مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو اسمیں بطلان شفعہ مذکور نہیں اور اسی طرح زیلعی میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی لہذا سرحم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی وَلَا شُفْعَةَ فِي الْوَقْفِ وَلَا لَهُ نَوَازِلُ وَلَا بِجِوَارِهِ شرح ترجمہ ومضامین خلاصۃ الفتاوی والبزازیہ ولا ساقطہ قالہ المصنف اور شفعہ نہیں وقف میں اور نہ وقف کے واسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ ہے کذا فی شرح الجمع والخانیہ برخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شلبیہ کہ لا ساقطہ ہے خلاصہ اور بزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ہم وقف میں اسواسطے شفعہ نہیں کہ اسکی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر بامکان وقف کے قریب بیع ہو تو اسکو وقف کرنے کا بطریق شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ قولہ لا لہ نوازل اجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو تو مختصار لا بجوارہ پر بسر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ اور بزازیہ کی روایت یوں نقل کی وکذا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہوگی لا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی تبصرف قلت وحمل کشیخنا الاول علی الاخذ بہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اذا بیع ففی الفیض حق الشفعۃ یعنی علی صحۃ البیع انتہی میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول یعنی عدم شفعہ بجوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر بجوار وقف میں کوئی گھر بکتا ہو تو واقف اور متولی کو اسکا حق شفعہ کے سبب سے جائز نہیں اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر بسبب ذات وقف کے جبکہ اس وقف کی بیع ہو سو نیض میں ہے کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلام ہم یعنی اگر شاذ کسی وقف کی بیع جائز ہوا اور وہ بیع ہو سوائے تو اسکے جوار کے وقف کے متولی کو اسکا شفیع کرنا بحق شفعہ درست ہے کذا فی الطحطاوی فمفادہ ان ما لا یملک من الوقف یحل لا شفعۃ فیہ فتامل الشفعۃ تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ مملوک نہ ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اسمیں شفعہ نہیں اور جو وقف کہ مملوک کا ہو سکتا ہو کسی حالت میں تو اسمیں شفعہ ہے ہم مملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے وقف کیا دو فرزندوں پر بالنصف حصہ اور ہر شخص کو اپنے حصے کے بدال میں مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضائے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے نے اسی طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی وقد ابیع بجوارہ وکان بعضہ موقوفا وبعضہ طلقا ولم یعلم الحال لا شفعۃ للجار واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف میں کوئی گھر بیع ہوا بعض بیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کے واسطے شفعہ نہیں واللہ اعلم

باب طلب الشفعۃ

یہ باب ہے شفعہ طلب کرنے کے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اسکا بیان اور اسکی کیفیت اور تقسیم کا بیان شروع کیا وَيَطْلُبُهَا الشَّفِيعُ فِي مَجْلِسِ عِلْمِهِ مِنْ مَشْتَرٍ اَوْ رَسُولِهِ اَوْ عَدْلٍ اَوْ عِنْدِ الْبَيْعِ اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونے کی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا اسکے فرستادہ سے یا کسی اور ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتد المجلس کالتخییر ھو الصحیح وعلیہ مشی فی الملتقی وغیرہ سواء علی الاوجہ وعلم العقری

مجلس علم بیع میں طلب لازم ہو اگر مجلس دراز ہو عورت مخدرہ کی مانند یہی قول اصح ہے کذا فی الہدایہ اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں برخلاف روایت جواہر الفتاوی کہ طلب علی الفور لازم ہے الفور پر فتوی ہوا طحاوی نے کہا جبکہ روایت علی الفور پر فتوی ہوا تو مخالفت کی کیا وجہ ہے اور اسی روایت پر شفعہ رفع ہونوالوں کا ہے تا کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی اسواسطے کہ طلب سے پہلے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب بعد علم بیع فوراً واجب تھی اور بیلعی میں ہے اور اگر شفیع کو خبر بواسطہ خط کے ہوئی اور شفعہ اول یا اوسط خط میں لکھا تھا سو اسنے تمام خط پڑھا تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور ثمن معلوم ہوا سواسطے کہ سکوت اسوقت رضا ہوتا ہے جبکہ مشتری اور ثمن معلوم ہو انتہی فی الطحاوی یلفظ یفہم طلبہا کطلبت الشفعۃ ونحوہ کانا طالبیہا او اطلبہا ایسے لفظ سے شفعہ طلب کرے جس سے طلب شفعہ سمجھی جاوے چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے شفعہ طلب کیا اور یا تمنا اسکے چنانچہ یوں کہنا کہ میں شفعہ کا طالب ہوں یا میں اسکو طلب کرتا ہوں وھو یسمی طلب المواثبۃ ای المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبہ یعنی طلب مبادرت کہتے ہیں ہم مواثبت معاملت ہے وثوب بھی ہر جنس سے اور رہ استعارہ ہے سرعت سے اسواسطے کہ جوا چھل کود کرتا ہے جیتا ہوا رہ زمین کو جلدی اور مشتاقی سے قطع کرتا ہے والاشہاد فیہ لیس بلازم بل لخوف الجحود اور طلب مواثبت میں گواہ کرنا لازم نہیں بلکہ اسمیں مشتاد خوف انکار کے دفع کرنے کے واسطے ہے ورنہ گواہ کرنا اسوقت میں لازم نہیں جبکہ مجلس علم میں گواہ نہ ہوں دلالۃ گواہ کرنا متعین ہو یا دلالۃ ہو کذا فی المنح خلاصہ یہ ہے کہ اگر اسوقت گواہ ہوں تو انکو لیوے طلب کے نے کا گواہ کرے اور اگر یوں ہی زبان سے طلب شفعہ کرے فایدہ طلب کا یہ ہے تا اسکا حق عند اللہ ساقط نہ ہو جاوے اور اگر مشتری طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہے اگر حاکم قسم کھلاوے وتم یشہد علی البائع لو العقار فی دارہ او علی المشتری لو المنقول عند المالک او عند العقار بحضرتہ گواہ کرے بائع پر اگر عقار بیع اسکے قبضہ میں ہو یا مشتری پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض نہ ہوا سواسطے کہ وہ مالک ہے اسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتریت فلانا ہذہ الدار وانا شفیعہا وقد کنت طلبت الشفعۃ واطلبہا الان فاشہدوا علیہ وھو طلب شہادۃ ویسمی طلب تقریر تو شفیع یوں کہے کہ فلاں نے یہ گھر خریدا ہے اور میں اسکا شفیع ہوں اور ضرور میں مجلس علم میں شفعہ طلب کر چکا ہوں اور اب میں اسکو طلب کرتا ہوں سو تم گواہ رہو اسپر اور یہ طلب اشہاد ہے اور اسکو طلب تقریر بھی کہتے ہیں ہم اور اسکو طلب استحقاق بھی بولتے ہیں اور یہ طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہیں وھذا الطلب بل منہ حتی لو تمکن لو یکتاب او رسولہ ثم یشہد لطلبت شفعتہ اور طلب ثانی ضرور ہے تو اگر شفیع قادر ہو اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نہ کرے تو اسکا شفعہ باطل ہو گا وان لم یتمکن منہ لا یبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہ ہو تو شفعہ باطل نہ ہو گا ہم منبع المنفعا میں ذخیرہ سے ہیں کہ اگر شفیع راہ کا میں ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ کرے اور طلب اشہاد سے عاجز ہو گھر کے نزدیک یا صاحب بیدک نزدیک تو اسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے پھر اگر نہ پاوے تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اسکا شفعہ قائم ہے پھر جب طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچھ نہ کیگا تو شفعہ باطل ہو گا ولو اشہد فی طلب المواثبۃ عند احد ھؤلاء کفاہ قام مقام الطلبین اور اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبہ میں کسی کے پاس ان تینوں میں سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کر لیا تو اسکو طلب ثانی سے یہ کفایت کرتا ہے اور وہ طلب قائم مقام دو طلب کے ہو گا ثم بعد ھذہ الطلبین یطلب عند قاض فیقول لفلان اشتری دار کذا وانا شفیعہا بذا کذا فی لو قال بسبب کذا فی الملتقی یشمل الشریک فی نفس المبیع پھر ان دونوں طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یوں کہے کہ فلانے شخص نے اپنی حویلی خریدی ہے اور میں اسکا شفیع ہوں بسبب فلانے گھر کے جو میرا مملوک ہے شارح نے کہا اگر مصنف یوں کہتا کہ میں شفیع ہوں فلانے سبب سے بسبب شرکت یا جوار کے جسطرح ملتقی میں ہے تو شریک نفس مبیع کو بھی شامل ہو تا مقام مصنف کی تعبیر میں حق بیع کا شفعہ شامل ہے شرکت نفس بیع کا اور ملتقی کی تعبیر میں دونوں شامل ہیں فمرہ یسلم الدار الی ھذا لو بعضہا المشتری و لطلب الخصومۃ لا یتوقف علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم کیجئے اسکو کہ گھر مجکو دے شارح نے کہا یہ اس صورت میں ہے جبکہ گھر کو مشتری قبض کر چکے اور حالانکہ طلب خصومت فقط مشتری پر موقوف نہیں وھو یسمی طلب تملیک خصومۃ اور اس طلب مالک کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں و بتاخیرہ مطلقا بعذر وبغیرہ

شهرا او اكثر لا تبطل الشفعه حتى يسقطها بلسانه به يفتى وهو ظاهر المذهب قنية وفيها يفتى بقول محمد ان اخره شهرا بلا عذر بطلت كذا فى الملتقى يعنى فى المصر قلت وفى غيره ينبغى ان يفوض لرأى القاضى ليامره بالاخذ او الترك او طلب ثالث كما مر اور طلب شفعہ کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ باطل نہیں ہوتا جبتک شفیع اسکو اپنی زبان سے ساقط کردے اسی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتوی محمد کے قول پر ہے یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینہ تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہوجائیگا کذا فی المنتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کے واسطے ہی ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل کے کہ دفع ضرر مشتری کی تلاش سے ممکن ہو تو قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے کا ہم سابق مذکور ہوچکا ہے کہ حسب ظاہر مذہب پر فتوی ہوا اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہو تو ظاہر الروایۃ معدوم ہے کذا فی الطحطاوی واذا طلب الشفيع سأل القاضى الخصم عما يملكه الشفيع مما يشفع به اور جبکہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس چیز کا جسکی ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ کا دعوی کرتا ہے ہم مزید کہتے ہیں کہ ملکیت مشفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال تبدل عاقلہ کا کرے کہ گھر کون شہر اور کس محلہ میں ہے اور اسکی حد بندی کیا ہے اسواسطے کہ راستے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم چاہیے اسواسطے کہ دعوی مجہول صحیح نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہ ہو پھر جب اسکو بیان کرے کہ شفعہ کے سبب اور اسکے حدود سے سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمیں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب سے دعوی کرتا ہو وہ اور شخص کے سبب سے مجوب ہو پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور مجوب نہ ہو تو اس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جسنا تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہے بوجہ زبان اور اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اسکا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی اور کس کے پاس اسنا دواقع ہوا اور جسکے پاس اسنا دواقع ہوا وہ اجنبی تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جبکہ شفیع یہ سب کچھ بیان کردے اور کسی شہر کا گواہ سننے موت نہ ہونے کا یا ہو تو دعوی اسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہو اور اس گھر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہو کذا فی الطحطاوی فان اقر بما ادعى بملكيته ما يشفع به او نكل عن الحلف على العلم او برهن الشفيع انها ملكه سأله عن الشراء لو هل الشتريت ام لا سو اگر مشتری اسکا اقرار کرے یعنی اس گھر کی ملکیت کا جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے کہ وہ گھر اسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال کرے کہ آیا تو نے اسکو خرید کیا ہے یا نہیں ہم مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد مذکور کرتا اسواسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونے کے بعد ہوتا ہے فان اقر به او نكل عن اليمين على الحاصل فى شفعة الخليط او على السبب فى شفعة الجوار بخلاف القاضى كما فى الاختيار وغيره وبرهن الشفيع فقضى له بها اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کھانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کھانے سے سبب پر شفعہ جار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہوچکا یا شفیع گواہ لاوے اسکی خرید پر تو قاضی شفیع کے واسطے ثبوت شفعہ کا حکم کردے ہمارے امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ شفعہ جار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعوی ہو تو مشتری حاصل پر قسم کھائے اسطرح کہ واللہ یہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہوا اور شفعہ جار میں سبب شفعہ قسم کھائی کہ واللہ میں نے یہ گھر خریدا نہیں هذا اذا لم ينكر المشترى طلب الشفيع الشفعة فان انكر فالقول له بهذا بن كمال یعنی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد کیا اسوقت ہوگا کہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنیکا انکار کیا ہو سو اگر وہ منکر ہوا شفعہ کی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال وان لم يحضر وقت الدعوى قاضى البلد واقر خريد شفعہ شفیع کا حکم کردے اگرچہ شفیع نے دعوی کے وقت ثمن حاضر نکیا یعنی اسواسطے کہ احضار ثمن قبل قضا واجب نہیں واذا قضى لزم احضاره والا فلا جبل الا يقتص فتنه اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم ہوگا اور مشتری کو گھر کا

روک سکتا ثمن لینے کے واسطے دست ہو فلو قبل الشفیع ای بعد القضاء واما قبلہ فتبطل عندہما لعدم التأکد کذا ذکرہ الزیلعی اذا لم یثمن فلم یرض البائع پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر جو اسنے نہیں دیا تو شفعہ باطل نہ ہوگا ابھی حکم قاضی کے اور قبل از حکم تو شفعہ باطل ہوگا انہیں سے صاحبین کے نزدیک اسکے موکد نہ ہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی والخصم الشفیع للمشتری مطلقا والبائع قبل التسلیم لا فی ملکہ والثمن بیدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہو یا نہ ہو اور بائع خصم ہے قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اسکے مالک ہونے کے اور ثانی یعنی بائع خصم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ للملک ولیکن گواہ نہ سنے جائینگے بائع پر جبتک مشتری حاضر نہ ہو اسواسطے کہ مالک تو مشتری ہے دیفیہ محضورہ ولو سلم المشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملک والید عنہ بابن کمال اور بیع فسخ کیجاے بائع کے سامنے اور اگر بائع نے بیع مشتری کو تسلیم کردی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہیں بسبب زائل ہوجانے اسکی ملک اور قبض کے کذا ذکرہ ابن کمال ویقضی القاضی بالشفعۃ بالعہدۃ الضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعہدۃ علی المشتری لو بعدہ اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کی طرف اور عہدہ ضمان کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل اگر گذشتہ یعنی اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اسکی ملک اور قبض دونوں زائل ہوگئے تو وہ جیسی ہوگئی الشفیع خیار الرویۃ والعیب وان شرط المشتری البرأۃ منہ دون خیار الشرط ولا بحل اختیارا ترشفیع کے واسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہوا اگرچہ مشتری سے فی برارت عیب کی شرط کرلی ہو نہ خیار شرط اور رویت کذا فی الاختیار یعنی خیار شرط شفیع کے واسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتری کے واسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی مدت بھی نہیں اگرچہ مشتری کا ثمن موجل ہو وفی الاشباہ الشفعۃ تبرع فی کل الاحکام الا حضار الغرۃ والبیاض اور اشباہ میں ہے کہ شفعہ بیع ہے سب احکام میں غریب کے تاوان کے سوا جبر کے سبب سے ہے صورت اسکی یہ ہے کہ شفیع نے بیع لی بسبب شفعہ کے پھر امین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی سو مالک مستحق نے ان عمارت اور درخت کا جاہا سواسطے دلیا ہی کیا تو شفیع ثمن بھیجے مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ مشتری کو الیا دھوکھا ہوگا تو بائع سے وہ ثمن بھر لیگا اسواسطے کہ بائع نے اسکو دھوکھا دیا اور شفیع کو مشتری کی جانب سے تو دھوکھا نہیں ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو مشتری سے تربرستی شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی القیمۃ والدار مقبوضۃ والثمن لم ینقد صدق المشتری بیمینہ لانہ منکر وکذا یتحالفان اور اگر شفیع اور مشتری ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہو اور ثمن بائع کو نہ دیا گیا ہو تو مشتری کے قول موافق قسم کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب تسلیم مبیع کا ثمن اول سے اور دونوں قسم نہ کھاوینگے ہم اسواسطے کہ تحالف وہاں ہوتا ہے جبکہ انکار دونوں جانب سے ہو اور دعوی بھی طرفین سے ہو اور یہاں مشتری شفیع پر کچھ دعوے نہیں کرتا کذا فی الزیلعی مختصرا وان برہنا فالشفیع اولی لان بینتہ ملزمۃ اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لاویں اپنے اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہیں مشتری کے ہم اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہیں اسواسطے کہ مشتری کی جانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ اور ترک میں ادعی المشتری ثمنا دادعی یا اقل منہ یلا بقبضہ القول للبائع دعوی کیا مشتری نے ثمن کا اور اسکے بائع نے اس سے کمتر کا دعوی کیا بدون اسکے قبض کرنے کے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتانے پر لیگا ومع قبضہ للمشتری اور قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا تو بموجب اسکے شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ یتحالفان اور اگر دونوں نے برعکس کہا یعنی مشتری نے قبل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہوا اور قبل قبض کے دونوں پر قسم کھانا لازم ہوگا واحی کلا لیختر قبل فاسخہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول معتبر ہوگا وان حلفا فسخ البیع ویاخذ الشفیع بما قالا الیائم ملتقی اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو بیع فسخ کیجاے اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یلحق فی حق الشفیع فیاخذ بالیاتی وکذا ہبۃ البعض

ف ۱ ترجمہ اردو مختار جلد چہارم ف ۲ ذخیرہ

لا ان کانت بعد الاطلاع او کرہ مرابحۃ کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہو شفیع کو گھر لینگا باقی ثمن سے اور اسی طرح بعض ثمن حق شفیع میں ظاہر ہوتا ہو مگر جبکہ بعد قبض ہو تو وہ مبیع مشتری کے حق میں ظاہر نہ ہوگا کذا فی الاشباہ یعنی بواسطے کہ وہ مبیع جب تک قبضہ نہ ہو تلف ہوگیا وحط الکل او الربح لا فیاخذہ بکل المسمی اور بائع کا گرانا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن مسمی پر حق شفیع میں ظاہر نہیں ہوتا تو شفیع اسکو لیگا تمام ثمن مسمی سے ولو حط النصف ثم النصف یأخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اسکے نصف باقی کو کم کر دیا تو شفیع نصف اخیر سے اسکو لیگا ولو علم انہ حط الباقی فسلم ثم حط الباقی ما ئۃ فلہ الشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم زاد الباقی لہ حاریۃ اد متاعا قیمتہ الف اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اسکو ہزار سے خریدکیا تب شفیعہ سے دست بردار ہوا پھر بائع نے ثمن سے سو کم کر دئے تو اب شفیع کے واسطے شفعہ ثابت ہو یعنی تو سو دے کر وہ لیگا چنانچہ اگر اسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے بائع نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کر دیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہو کذا فی التبیین یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمی سے گھٹ جائیگی ہم یہ دونوں اسکے خط ثمن کے جزئیات سے ہیں وفی الشراء عقارا وحکما کالخیر فی حق المسلم ابن کمال یأخذ بقلم اور خریدمین مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثل کے اگر چہ مثلی حکماً ہو جیسے کہ شراب مسلم کے حق میں کذا فی ذکرہ ابن کمال ہم یہ کلام مفتی ہو کہ شراب مثلی ہو حکماً لاکہ الاً نہیں بلکہ وہ قیمی ہو حکماً مسلم کے حق میں اور اسکا مقتضی ہو کہ مسلم کے حق میں شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہیں اور ابن کمال کی عبارت میں کچھ غبار نہیں کذا فی الحلبی یعنی شارح کی تعبیر سے یہ خلل ہوگیا نہ ابن کمال کی عبارت سے وفی الشراء یقضی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خریدمین قیمت دالی سے شفیع لیگا قیمت سے یعنی جو اس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن فلو بیع عقار بعقار یأخذ الشفیع بالاقل من العقار یقوم الآخر تو عقار کی بیع میں بعوض دوسرے عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر کسی چیز کے عوض تو ہر شفیع دونوں عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا اور اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا وفی الشراء بثمن مؤجل یأخذ بحال او طلب الشفعۃ فی الحال اخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے میں شفیع نے شرائط بلامدت سے یا کر شفیع شفعہ فی الحال طلب کرے اور اجل مدت کے اسکو لے لیگا بخلاف ما علی المشتری لو اخذ بحال اور جو ثمن مؤجل مشتری پر ہو وہ مؤجل نہ ہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے اسکو لیا یعنی بواسطے کہ مدت حق مشتری ہو تو تحویل شفیع سے باطل نہ ہوگا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعتہ خلافا لابی یوسف ۴ اور اگر شفیع ثمن مؤجل سکت کیا یعنی اس سے سوائے شفعہ فی الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے یہاں تک کہ طلب کیا مدت کے آنے کے وقت تو شفعہ باطل ہوگیا برخلاف ابی یوسف کہ انکے نزدیک باطل نہ ہوا ویأخذ بمثل الخمر وقیمۃ الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لانہ لا یتقوم فی حقہ ولا یضمن بالاتلاف ایضا ذمیا او لا یفسد البیع فی حقہ فلا الشفعۃ ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع سب واحد ذمی ہو یہ قید ضرور ہے کہ بائع بھی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفعہ ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہے مبسوط کی طرف نسبت کرکے ویأخذ بقیمتہ لما مر ولو کان الشفیع مسلما لم یضمن عند علمائنا الثلثۃ خلافا لابی یوسف اور شفعہ نے شراب اور سور کی قیمت دیکر بدلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے شراب اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے ۵ یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ خنزیر کی قیمت اسکے ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمتی کی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر جیسا ہو برخلاف قیمت شراب کے کہ اسکے مثل ہونے سے اسکی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے مانند نہیں ہے اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا ثم قیمۃ الخنزیر قائمۃ مقام الدار کمقام الخنزیر والا لاغرم علیا خلاقا لابی یوسف ولعلی العباس پھر معلوم کہ خنزیر کی قیمت یہاں یعنی شفعہ لینے میں گھر کی قائم مقام ہے خنزیر کے قائم مقام ہے اور بسبب اسکی تملیک مسلم پر حرام نہیں بخلاف وارد ہونے ذمی کے عاشر پر جبکہ قیمت خنزیر یہاں گھر کا بالاجماع خنزیر کا بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی تجارت لیکر عاشر پر گذرے تو داس سے کچھ نہ لیگا

شراب کا حکم تو ظاہر ہی اور خنزیر کی وجہ یہ کہ اسکی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے اور مسلم کو اسکی ذات کا لینا جائز نہیں تو اسی طرح اسکے عوض کا بھی
لینا درست نہیں اور یہاں قیمت سوائے خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہیں ہو سکتی کذا فی الظہیریہ وطریق معرفۃ قیمۃ الخمر والخنزیر بقول الذمی اسلم او فاسق تاب او اختلف فیہ فالقول للمشتری عنایہ اور طریقہ شراب اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا رجوع کرنا ہمارے اس ذمی
کی طرف جو مسلمان ہو گیا یا اس مسلمان فاسق کی طرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری شراب اور خنزیر کی قیمت میں مختلف ہوں
تو مشتری کا قول قبول ہوگا کذا فی البنایہ ویاخذ الشفیع بالاقل من قیمۃ البناء والغرس وحق القلع کما مر فی الغصب اور شفیع شفعہ کے
ثمن سے اور اس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے جیسے کہ غصب میں مذکور ہو چکا قلت وامانیدھنا بالوان کثیرۃ او طلاھا
بعض کثیر خیر الشفیع بین ترکھا او لقلعھا ولعطاء ما زاد الصبغ فیھا لتعدیہ فتضمن ولا قیمۃ لنقصہ بخلاف البناء حاوی الزاھدی اور اگر مشتری
نے بہت رنگوں کا روغن لگایا گھر میں بابت پرکاری کی اسمیں تو شفیع مختار ہے اس گھر کے چھوڑ دینے میں یا اسکے لینے میں اور استحقاق کے دینے میں بقدر
گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہونے کی سبب متعدد ہونے نقص نکست کے اور حالانکہ اکھاڑنے رنگ کی کچھ قیمت نہیں بخلاف نقض عمارت کہ اسکی قیمت
کچھ باقی رہتی ہے کذا فی الزاھدی لو بنی المشتری او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعھا سقط ثمن اور قیمت عمارت اور درخت کی دیکر لے اگر
مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اکھاڑنے کی تکلیف دے لا اذا کان فی القلع نقصان
الارض فان الشفیع لہ ان یأخذھا مع قیمۃ البناء والغرس مقلوعۃ غیر ثابتۃ قھستانی مگر جبکہ اکھاڑنے میں زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز ہے
اسکا لینا کھودی عمارت اور اکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھ کذا فی التہستانی ومن الثانی ان سلم لہ الاقل من قیمۃ البناء والغرس او ترک وبہ قال
الشافعی ومالک قلنا بنی فیما لغیرہ فیرجع اقوی ولذا تقدم علیہ فیتقضہ اور ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع دیدے ثمن اجمالی عمارت
اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اسکو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہیں دے سکتا اور یہی کہا جاہلام شافعی اور مالک نے ہم اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ مشتری نے
اسمیں عمارت بنائی جسمیں غیر مشتری کا فوتیرجع ہے والمدعا وہ مقدم ہوگا اسکے لینے میں مشتری پر تو اسکو نقص عمارت اور درخت میں بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع وجمیع
تصرفاتہ ای المشتری حتی الوقف والمسجد المقبرۃ والبیعۃ زیلعی وزاھدی جملہ تصرفات مشتری کے سب تصرفات کو یہاں تک وقف اور مسجد
اور قبرستان اور بیعہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاھدی م یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد اسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی کو ہبہ کر دیا تو شفیع ان
سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے تہستانی سے نقل کیا کہ تظہیر میں ہے کہ نقض مسجد اور نبش میت کی جائز نہیں اور شفعہ شفیع کا باطل ہو واللہ اعلم
ولما الزرع فللقلع استحسانا کان لہ نہایۃ معلومۃ دینھا او کجز او زراعت تو نہ اکھاڑی جاویگی اسواسطے کہ اسکی نہایت معلوم ہے اور اسکا باقی رہنا بلا عوض
اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین میں تو وہ تا ایام رہیگی بیچنگی تک اور مشتری پر اسکی اجرت لازم ہوگی ویرجع الشفیع بما لزمہ
فقط ان لحق بالشفعۃ ثم بنی او غرس ثم استحقت کلا یرجع بقیمۃ البناء والغرس علی احد لانہ لیس لعرق ظالم حق بخلاف المشتری اور شفیع قطع ثمن کو
پھیرلے اگر اسنے شفعہ کے سبب سے لیا پھر اسمیں عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور درخت کی قیمت شفیع سے کچھ بھی
نہ لیگا اسواسطے کہ اسکو کسی نے غرس نہیں دیا بخلاف مشتری ویاخذ بکل الثمن ان حربت الدار وجف الشجر بلا فعل احد والا اصل ان الثمن یقابل الاصل
کالوصف اور شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہو گیا یا درخت خشک ہو گیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اسکے وصف کے مثلاً عمارت
اور درخت وصف خانہ اور باغ نہیں بلکہ تابع ہیں تو یوں کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم یبق شیء من نقض
او خشب اور یہ یعنی درصورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اسوقت ہے جبکہ بنا و منقوض یا درختوں کی لکڑیوں سے کچھ باقی نہ رہا ہو ورنہ باقی

ولو اتفق المشتری کالمقصاله من الارض حیث لم تبع الارض یسقط حصته من الثمن فیقسم الثمن علی قیمة الدار یوم العقد وعلی قیمة النقض یوم الاخذ
ذی یعنی سوا اگر عمارت کا مصالحہ اور لکڑی باقی ہو اور مشتری نے اسکو لیا بسبب اسکے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی نہ رہا تو بقدر اسکے حصہ کے
ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جاوے گھر کی قیمت پر جو روز عقد تھی اور منقوض کی قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہو کذا فی الزیلعی قلت فلو لم یاخذه المشتری
کان هالکا بعد انفصاله لم یسقط شیء من الثمن بحر عن الظهیریة وبالاولی لو باعه لبقاء الثمن وبالاخذ بالشفعة تحولت الصفقة علی الشفیع
فقط هذا ما دخل تبعا قبل القبض کما لا یسقط بهلاک شیء مما قابله الثمن قال شیخنا مین کہتا ہوں سوا گر مشتری مصالحہ اور لکڑی کچھ تو لے اس طرح پر کہ وہ تلف ہو جاوے جدا ہونے
کے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا مشتری کے عدم حبس کے سبب سے اسواسطے کہ مصالحہ اور لکڑی توابع سے ہوا اور توابع کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں بٹتا
اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ کے عقد کلوم کر شفیع کی طرف داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک ہو گئی تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط نہیں ہوتا
یہ کہا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن بحصته کما فی الخانیة بعض الاصل ذی بال بخلاف
اس صورت کے جبکہ کچھ زمین تلف ہو گئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہاں بقدر اسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا اسواسطے کہ فوت ہونے والا بعض ہے اصل بیع کا کذا فی الزیلعی
ویاخذ بحصته لا بحصة من الثمن لان نقض المشتری البناء لانه فصله کاتلاف وفی الاولی الآفة سماویة ویقسم الثمن علی قیمة الارض یوم العقد
علیها وقیمة البناء مقلوعا یوم الحصول للشفیع لے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے عمارت گھر کی ڈھالی اسواسطے کہ اسکے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جیسکہ خود بخود
عمارت ویران ہو گئی آفت آسمانی تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین اور عمارت کی قیمت پر جو روز عقد تھی برخلاف اسکے منہدم ہونے جانے کے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ
مذکور ہو چکا حصہ منقوض اسواسطے ساقط ہوگا کہ منقوض مال متقوم ہے جبس مشتری کے سبب سے ونقض الاجنبی کتقاضی المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے
توڑنے کے مانند ہے حکم میں یعنی بقدر اسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا والنقض بالکسر المنقوض لهای للمشتری ولیس للشفیع اخذه لزوال التبعیة بالانفصال اور نقص بکسر
اول یعنی جو بسبب مشتری کا ہے لیکن شفیع کو لینا نہیں چاہیئے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے ہیگا تابع نہ رہا ویاخذ بثمنها استحسانا لانفصالها ان ابتداء رضا وخلافا و
ثمرة اثر بعد المزاء فی بدء اور شفیع نے اسکے پھلوں کے ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خریدے پھر پھل توڑ لیے خریدکے
بعد مشتری کے قبض میں بسبب متصل ہونے پھلوں کے درخت سے وان جده المشتری فلیس للشفیع اخذها لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لیے تو شفیع کو پھل لینے کا
اختیار نہیں بدلیل گذشتہ یعنی پھل تابع ہیں اصل اور تابع ہونا منفصل سے زایل ہو گیا واهلك بآفة سماویة وقد اشتراها بثمنها سقط حصته من الثمن
فی الاولی ای ثمنها وبکل الثمن فی الثانیة لحدوثه بعد القبض یا باغ تلف ہو گیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اسکو مشتری نے اسکے پھلوں کے ساتھ خریدا
کیا تھا ساقط ہوگا اسکا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جس باغ کو پھل کے ساتھ خریدا کیا اور کل ثمن سے تشفیع لیگا فانی میں یعنی جہاں پھل پیدا ہوا مشتری کے قبض میں بسبب
حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اسکے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعة الشفیع لیس له ترکها شرح وهبانیة لتحول الصفقة الیه بخلاف ما قبل
القضاء قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اسکو چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف قضا کے سبب بخلاف قبل
قضا کے للطلب فی بیع فاسد قد انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کرنا بیع فاسد میں انقطاع حق بائع کے وقت ہونے پر اتفاق وفی هبة بعوض مشروط فیه
الشیوع کذلک وقت التقابض واس ہبہ میں جو بعوض مشروط ہو اور جسمیں شیوع نہیں ہے تقابض کے وقت طلب شفعہ ہونے پر ایک روایت ہے اور
دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہو کذا فی العالمگیریة وفی بیع فضولی او بخیار رؤیة کذلک وقت الاجازة وقت الاجازة عند الثالث
اور فضولی کی بیع میں اور بخیار رؤیت والے کی بیع میں طلب شفعہ ہو وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت بیع کے وقت ہی محمد کے نزدیک وبخیار رؤیة وقت البیع اتفاقا وفی
اور خیار رؤیت والے مشتری کی بیع میں بیع کے وقت طلب شفعہ ہو بالاتفاق کذا فی المجتبی من لم یر الشفعة بالجوار کالشافعی مثلا طلبها عند حاکم یراه یقول له هل تعفو

ان قال نعم لعقد ذلک حکم ایہ بما لا یقلد لا یعلم فیہ بخلاف ما لو قال شفعہ جوار یہ شخص شفعہ جوار کا معتقد ہوتا ہے شافعی مذہب مثلاً اور وہ شفعہ طلب کرے اس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہو تو حاکم اس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے گر مدعی کہے کہ ان دین اسکا اعتقاد رکھتا ہوں تو اسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی المبسوط البزازیہ یہ ایک قول ہے اقوال مشبہ سے اور جو قول اوپر گذرا وہ دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اسکا معتقد نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم دے واسطے اس کے کہ حاکم تو اسکے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی الخ **فروع** سائل مختصر شارح کے آخر الشفیع اخر الطلب لکون القاضی لا یراہا فمعذور شفیع نے بجا طلب شفعہ میں تاخیر کی واسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہیں تو شفیع معذور ہے یعنی اس عذر سے تاخیر طلب جائز شفعہ نہ ہوگی وکذا لو طلب عند القاضی احضارہ فامتنع بخلاف ما لو طلب الی کفیلہ اور اسی طرح شفیع نے طلب کیا قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے نہ مانا یا مشتری نے حاضر ہونا کذا ذکرہ ابو السعود برخلاف یہودی کے کہ پتا نہ دے آدیگا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ میں تاخیر کریگا تو معذور نہ ہوگا کذا فی شرح الہدی شرح الوقایہ فروع تر ابعاد بائعہ ہما ثم احدہما الشفیع بالشفعۃ لاحدہما فحسب لان منہما یقسم علی قیمۃ الاخر حتی یعلم الشرائع یعلم دفع الثمن فی قدر الثمن الذی یخصہ وہما اثنان اشتری شخص زمین خرید کی سودرم کو پھر اسکی مٹی اٹھائی اور سودرم کو بیچی پھر اس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع سکو دہ) درم سے لے واسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سودرم منہا ہے زمین کی قیمت اس قیمت پر جو خرید کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اس مٹی کی قیمت پھر جسکو مشتری نے بیچ لیا اور وہ فوت ہوئی تین برابر تین درم طحطاوی نے کہا تعلیل ظاہر نہیں مگر جبکہ دونوں کی قیمتیں عند العقد برابر ہوں ولو کسرہما کما کانت فللجار ان یتفاوت ویقال للمشتری ارفع ما کسبت فیہا فہو لک وعلی الزاہد اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھر دی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہ ہوگا یعنی شفیع اسکو پاس ہی درم سے لیگا اور مشتری سے کہا جائیگا کہ جو تین تو نے مٹی بھر دی ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حاوی الزاہدی وقیہ شری دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل الثمن ویاخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا بیسیر فاسد انتہی قلت وسیجیء انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسد ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ ثم لو اسقط الفسخ بنیاء علی وجوبہ اور حاوی زاہدی میں ہے اگر خرید لیا کھیت کھنے کی مدت تک تو شفیع کو جائز نہیں کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ کے واسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب سے انتہی قال فی الحاوی میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کہ جس شفعہ میں بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ان جائز فسخ ساقط ہو جاوے مشتری کی عمارت بنانے سے اور نہ اسکے کوئی اوصاف سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الہبۃ یشترط العوض انما تثبت احکام الہبۃ بالقبض الکامل فلو وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الاخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فہلک حتی سقط العوض الاخر کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ اور مبسوط میں ہے کہ بشرط عوض میں ہبہ ہو تو ہبہ کی ملکیت ثابت ہوتی ہے موقوف کل متعوض ہو یعنی دونوں عوضوں پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جاوے تو اگر گھر ہبہ کیا ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا دوسرے عوض پر پھر شفیع شفعہ سے دست بردار ہوا تو وہ مال ہے یہاں تک کہ جمیع عوض متعوض ہوتو شفیع کو اختیار ہے کہ گھر کے شفعہ کے سبب سے انتہی

باب ما تثبت ہی فیہ وما لا تثبت

یہ باب ہے اس کا بیان میں کہ شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا لا تثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض خرج المہبۃ ہو مال احتراز ہے ہبہ سے کہ شفعہ ثابت نہیں ہوتا قصداً مگر اس عقار میں جو مملوک ہوئی ہو عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض خارج ہو گیا اور مال کی قید سے مہر مثل کیا ہم قصداً کی قید واسطے لگانے کے کہ شفعہ غیر قصدی مہر عقار میں بھی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ شجار اور ثمر میں شفعہ ثابت ہوتا ہے گو کہ ساتھ اور اسی طرح شفعہ ثابت ہوتا ہے بناء اشیا کے ساتھ اور اسی طرح تبعاً میں بائع کے ساتھ وان لم یکن بقصد خلافا للشافعی فی کرم وبیت الرحی مع الرحی نہایۃ وحمام ومئذنۃ وبیت صغیر لکبیر فی الاصح تابعا لہ عقارا وما نند عقار قیمت نہ دیدنی ہو برخلاف شافعی جیسا کہ نہر اور حمام اور کنواں اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہ ہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نہ رہے نہ بایں ہمہ

کہ وہ سیسا سے مراد سیسا خانہ ہو آسیا کے ساتھ ہم یعنی آشیا نکلکہ ہیں شفعہ ثابت ہی ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ نہیں دفع ضرر شرکت کی علت سے لانہ عرض بالسکون ما لم یبع فیکون مایبعد مرصد للخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں عرض میں عرض لانہ متاع والسکون ثانی دھیرے دھیرے جو مفارقت ہو جو مساوات عرض کے بعد ہیں دونوں قبیل عرض خاص کے ہیں عام پر ہم صحاح میں ہے عرض السکون عبارت ہے متاع سے اور جو چیز ہی دھیرے عرض ہو جیسا مکان اور درہم کے سوا دو تہائی حطام دنیا وغلات فلا غلات اور شفعہ ثابت نہیں ناؤ میں برخلاف مذہب مالک کے دونوں وجہ اذا بیعا قصدا دلو مع حق القرار بخلاف ما فہم ابن الکمال لمخالفۃ المنقول کما افادہ شیخنا الوصلی اور شفعہ نہیں عمارت اور نخلستان میں جبکہ انکی بیع بالقصد ہو بالتبعیت ارض کے مگر جبکہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اسکے جو کہ ابن کمال سمجھا ہے بسبب اسکے مخالف ہونے کے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکو بیان کیا ہے ولا فی ارض صدقۃ وھبۃ لا بعوض شرط اور شفعہ ثابت نہیں اوقاف اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض شروط میں ہم اگر ایک شخص گھر کا مالک سیسا رشفہ کے سبب سے ہو تو اسمیں شفعہ نہیں کذا فی الدر وبدار قسمتا وجعلت اجرۃ او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او خطا وان قبل بعضہا فی الدار مالکان معہ البیع تابع فیہ اور اس گھر میں شفعہ نہیں جسکی قسمت ہو گئی شہر کوں میں یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا درہم سے ٹھہرایا گیا ہو گھر مہر قرار دیا گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ میں ال واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہیں کہ بیع کے معنی اسمیں تابع ہیں ہم بعض گھر کے مقابلہ میں ال واقع ہونے کی صورت یہ ہو کہ زوج نے زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر باین شرطکہ زوجہ زوج کو سو درہم پھر دے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف بجائے مہر بالجر کے مہرا بالنصب لاتا کہ اجرۃ پر عطف ہوتا اسواسطے کہ جبکہ گھر بدل ہوگا مہر کا اسطرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اسمیں شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی میں مذکور ہے اسواسطے کہ وہ مبادلہ بالمال کا مال سے اسواسطے کہ گھر مبادلہ ہوا بضع کا جو زوج کے ذمہ پر لازم ہے یعنی مہر واد جیا ھا فی حصۃ المال اور صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہے حتی میں یعنی جسقدر گھر کے مقابلہ میں پڑا اتنے میں صاحبین کے نزدیک شفعہ وجب ہوا دار بیعت بخیار البائع ولم یسقط خیارہ فلو سقط فیہا سقط علی الخلاف عند ابی یوسف وقال الخانی ھو الصحیح بائع گھر میں شفعہ نہیں جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اسکا اختیار ساقط نہیں ہوا پھر اگر ساقط ہو گیا تو شفعہ واجب ہو گیا اگر شفیع نے سقوط خیار کے وقت طلب کی قول صحیح میں اور بعضوں نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اوسعت الدار بیعا فاسدا او اسقط شفعۃ فلان سقط حق شفعۃ کان یخاصم المشتری فیہا ثبت الشفعۃ تحامل یا اس گھر میں شفعہ نہیں جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز اسکا فسخ ساقط نہیں ہوا پھر اگر اسکا حق فسخ ساقط ہو گیا چنانچہ مشتری نے اسمیں کچھ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہے بحکم اسی طرح ہبہ سے اور مہر میں دینے سے جس فسخ ساقط ہو جاتا ہے تو شفیع تمیمت دیگر شفعہ کیلئے گذا فی الزیلعی ودر بیخیار رویۃ او شرط او عیب یقضی متعلق بالخیر خلافا لما نقہ المصنف تبعا للدرر یا رد بیع ہوا خیار الرویۃ یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہوا خیار العیب سے بحکم قاضی شارع کے برقضاء فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق ہے برخلاف اسکے جو مصنف نے شرح میں گمان کیا ہے درر کا تابع ہو کر کہ وہ قضاء سے متعلق ہے درست نہیں مسائل ثلثہ سے حکم قاضی متعلق ہو کر یا حالا کہ انمیں چنانچہ کلام زیلعی اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی بعد ما سلم ان اذا بیع وسلم الشفعۃ ثم ذکر المبیع بخیار او شرط کیف ما کان او بعیب بقضاء فلا شفعۃ لہ کما فہمہ المصنف تبعا للدرر یعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ سے شفع نے انکار کیا پھر پھیر دیا گیا بسبب خیار الرویۃ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد بیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہیں اسواسطے کہ یہ فسخ ہو بیع نہیں ہم یہ علت ہو مسائل ثلثہ کی یعنی شفعہ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیب بعد القبض بلا قضاء او بالقالہ فان لہ الشفعۃ کان الرد بعیب بلا قضاء کالقالہ بمنزلہ بیع مبتدا او برخلاف رد بیع بعیب قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کے واسطے اسمیں شفعہ ثابت ہوا اسواسطے کہ عیب سے پھیر دینا بدون حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہے شروع سے اور اسی طرح اقالہ بیع جدا گانہ ہے ہم اسواسطے کہ عیب سے بلا قضاء پھیر لینا چنانچہ جب انمیں

باوجود اسکے بائع نے اپنی خوشی سے پہلیا تو ایسا ہوا گویا اسنے خریدیا اور اسی طرح قائلہ بیع ثالث کے حق مین اور شفیع تیسرا ہی بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر و التنقیح الشفعۃ لعبد المأذون المستغرق تالین لحاملۃ الدین رقبۃ وکسبہ لیسر بشرط ابن کمال فی مبیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہی غلام ماذون کے واسطے ہوین مین دین کے باوجودیکہ اپنے مولی کی بیع مین ابن کمال نے محیط سے نقل کیا ہی کہ غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہین ہی یعنی اگر مولی نے گھر بیچا تو اسکا شفعہ اسکے غلام ماجور یون کے واسطے ثابت ہوا اسواسطے کہ دو صورت اون تجارت جو غلام کے پاس ہی وہ مولی کا مملوک نہین ہوا اور یہی علت ہی مولے کے شفعہ لینے کی غلام کی بیع مین وتثبت لسیدہ فی مبیعہ بناء علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وہو احد قولی الامام اور شفعہ ثابت ہی غلام ماذون کے مالک کے واسطے غلام کے بیچے کو مین اسوجہ سے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خریدنے کے ہی اور اونمین سے ایک کا خریدنا دوسرے سے بیانع وتثبت لمن شری لصاحبہ وکالۃ او مشتریا لنفسہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہی اوس شخص کے واسطے جسنے صاحبہ کا وکالۃ خریدیا یا اسکے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خریدیا یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خریدنے کا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے گھر خریدیا اور حالانکہ موکل شفیع ہو تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہی صورت اسکی یہ ہی کہ ایک گھر تین شخصون مین مشترک ہی اونمین سے ایک شخص چار باطاق ہی جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اسکو خریدیا تو مشتری کے واسطے شفعہ ثابت ہی خواہ اسنے اصالۃً خریدی ہو یا وکالۃً اور اسی طرح موکل کے واسطے شفعہ ثابت ہی جبکہ وکیل نے اوسی کے واسطے خریدی ہو اور دوسرے شریک کے واسطے بھی شفعہ ثابت ہی کذا فی الدرر یہ ترجیح ہی شارح کے قول آیندہ کی وفائدۃ انہ لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا والدار شریکا آخر فلہما الشفعۃ ولو ہو شریکا والدار جارا فللشفعۃ للجار مع وجود اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ مین یہ ہی کہ اگر مشتری یا خریدکا موکل شریک ہوا وہ گھر کا دوسرا شریک بھی تو دونون کے واسطے شفعہ ثابت ہی اور اگر وہ شریک ہوا اور گھر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمارے نزدیک دونون کے واسطے شفعہ نہین باوجود شریک کے یعنی ہر واسطے کہ شریک مقدم ہی ہمارے یہان کذا فی الدرر لا شفعۃ لمن یرثہ اصالۃ او وکالۃ او وصیۃ لہ ای وکل بالبیع او ضمن الدرک والاصل ان الشفعۃ تبطل باظہار الرغبۃ عنہا دلالۃ شفعہ نہین اسکے واسطے جسنے بیع کی اصالتاً یا وکالتاً بائع ہوا اسکی طرف سے یعنی دوسرے کو اوس بیع کا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلے تو اوس کا ضمان اوپر ہو اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہی کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہی شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے سے اور باطل نہین ہوتا مجرد خوہش سے اونمین ہم چونکہ بیع اور ضمان استحقاق مبیع کی عدم خوہش پر دلالت کرتا ہی لہذا شفعہ باطل ہوگیا

باب ما یبطلہا

یہ باب ہی اسکا جو شفعہ کو باطل کر دیتا ہی یبطلہا ترک طلب لمواثبۃ توکید بان لا یطلب فی مجلس العلم او فیہ بالبیع او بالکمال فتقدم ترجمہ شفعہ کو باطل کرتا ہی طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کی صورت یہ ہی کہ شفیع شفعہ طلب نہ کرے اوس مجلس مین جس مین اسکو بیع کی خبر پہونچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیال مجلس کی مقدم مذکور ہو چکی یعنی طلب مواثبہ کے ترک کی یہ صورت معتمد ہی اور یہی قول راجح ہی طلب علی الفور یہ او ترک طلب الاشہاد عند عقد او ذہبی علی الاصح اشہاد عند طلب المواثبۃ لئلا یکون تارکا غیر لازم مع القدرۃ کما مر بطل شفعہ یا وجود قدرت کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذہبی الیہ کے نزدیک نہ کرنا گویا کہ طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ غیر لازم ہی چنانچہ مذکور ہو چکا طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہو چکی کہ شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے یہ گھر خریدیا اور مین اسکا شفیع ہون اور مین قبل اسکے طلب مواثبہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون سو تم شاہد رہو اگر اوپر قدرت کی صورت یہ ہی کہ کسی نے شفیع کا منہ بند کر لیا ہو اور وہ نماز کے اندیشہ سے دو رکعت پڑھنے لگا ہو یا کسی اور امر مباح مین مشغول ہوا ہو تو یہ عذر نہین ہی اسکے طلب کرنے مین کذا فی الدرر او بتسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او بعضہ کما مر او بقبضہ المشتری او بعضہ کما مر اور بتسلیم شفعہ مبطل ہی اسکی خواہ علم ہو سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اوسکو ہو یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ مبطل نہین چنانچہ مذکور ہو چکا ہی اور اسقاط حق شفعہ سے اور اسقاط حق شفعہ عبارت ہی اس سے کہ بائع سے کہے کہ تو بیع مت کر یا مشتری سے کہے کہ تو خرید مت اور اسقاط حق شفعہ بعد وجوب ہی سکتا ہی اور قبل وجوب شفعہ نہین ہوتا اگر بیع کے بعد لفظ تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہین اور بعد بیع کے صحیح ہو تو تسلیم ہا مر ایہ و صح خلافا للحلوانی فیما بقیمۃ او اقل ملتبس تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہی اگرچہ تسلیم صغیر کے باپ یا وصی کی طرف سے ہو برخلاف محمد کے اسمین جسکی بیع اسکی قیمت کے

سواء کان باقل قیمۃ منہ او کثر فی المتقی وہم یعنی مشتری کا باپ اگر مشتری کا شفعہ ساقط کرے تو تسلیم صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی بعد طلوع کے صغیر سے شفعہ طلب نہیں کر سکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ درصورت مساوات یا قلت قیمت تسلیم باپ اور وصی کی مبطل شفعہ نہیں الوکیل بطلبہا اذا سلم الشفعۃ او اقر علی الموکل بتسلیم الشفعۃ ثم لو کان التسلیم او الاقرار عند القاضی واللہ اعلم بہم عن الخصومۃ طلب شفعہ کا وکیل جب کہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اور کرے تو تسلیم صحیح ہے اگر یہ تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی کے حضور میں نہ ہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصومت سے خارج ہو جاتا ہے وسکوت من یملک التسلیم تسلیم سکوت رہنا اسکا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے مثلاً باپ یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور انھوں نے بیع کے وقت سکوت کیا طلب شفعہ سے صغیر کے واسطے تو یہ سکوت بجائے تسلیم ہے ویبطلہا صلح منا علی عوض غیر الشفوع للحال او شفعہ باطل کرنا ہی صلح کرنا شفیع کا شفعہ سے عوض پر یعنی عوض غیر شفوع پر بدلیل آئندہ ہم قول آئندہ ہے دوسطے کے بعد ولو صالح علی النصف الخ وعلی ہذا لانہ رشوۃ اور شفیع عوض کا پھیر دینا واجب ہی واسطے کہ وہ رشوت ہوگی چونکہ شفعہ عبارت ہے حق تملک سے بالملک لہذا اسکا عوض لینا صحیح نہیں ویبطلہا بیع شفعہ بمال لا یلزم للحال او شفعہ کو باطل کرتا ہے جبکہ اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہ ہوگا یعنی واسطے کے کہ وہ رشوت ہے وکذا بالکفالۃ بخلاف الحوالۃ اور اسی طرح کفالت باطل ہو جاتی ہے بیع سے بخلاف قصاص کے کہ کفالت سے یہاں مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے کہا کہ میرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچا ہوں اتنے مال پر تو ضامنی ساقط ہو جاویگی اور مال واجب نہ ہوگا بخلاف قصاص کے کہ اسکا عوض لینا درست ہے اور اسی طرح ملک نکاح اور سائر طرق کا اعتیاض درست ہے واسطے کہ ان اشیاء میں ملک ثابت ہو ولو صالح علی اخذ نصف الدار بعض الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر بدلہ بعض ثمن کے تو صحیح ہو ولو صالح علی اخذ بحصتہ من الثمن لا یجاب الشفعۃ لہ اخذہا بالثمن جاز اخذہا بہ اور اگر شفیع نے صلح کی گھر میں سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اسکے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں بسبب مجہول ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہ ہوگا مگر نصف گھر کی صلح میں ثمن مجہول نہیں واسطے کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن سے معلوم ہو اور تمام گھر میں سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہیں کہ کتنا ہے لہذا مساوی سابقہ میں صلح صحیح اور شفعہ باطل اور اس مسئلہ میں صلح غیر صحیح اور شفعہ ثابت ہے ویبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب لہ قبلہ کما لو ورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا یبطل اور شفعہ کو باطل کرتا ہے شفیع کا مرجانا شفعہ لینے سے بعد طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہیں ہوتا برخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مرگیا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو شفعہ باطل نہ ہوگا وجہ بطلان یہ ہے کہ شفعہ بموجب حق تملک سے اور وہ باقی نہیں ہتا صاحب حق کے مرجانے کے بعد تو ہمیں کیونکر میراث جاری ہوگی وہذا لانہ اسقط ما ہو لمکتسب الی الملک بالموت اسقط الشفعۃ للحال لانہ تملک بالاخذ بالشفعۃ فتبطل بالاعراض کالمشتری اذا اعرض عن الشفعۃ بعد الاخذ بالشفعۃ او کالمستحق شفعہ کو باطل نہیں کرتا موت مشتری کی موت بسبب باقی رہنے حق کے یعنی شفیع کے ویبطلہا بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفعۃ علی الاصح یعنی اگر مشتری نے زمین اور گھر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہے اسکا بیچ ڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح مبطل ہے شفعہ کا خواہ بیع اس گھر کی بیع کا جسکا ذریعہ اس اعلم ہوا یا نہ ہو وکذا لو جعل ما یشفع بہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مجلدا درد اور اسی طرح شفعہ باطل ہو جاتا ہے اگر اس مقام کو جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہے مسجد بنالی یا قبرستان یا وقف جعل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی واسطے اسکے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک زائل ہو جاتی ہے لہذا شفعہ ثابت نہیں ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو والا شفعہ ثابت ہوگا کذا فی الظہیریۃ ولو باع المشتری الدار المشفوعۃ فبطلت الشفعۃ لزوال السبب اور جسکے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہے اسکو بیچا بقصد اعتیاض یعنی فات کے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا ملک ہے جو اراضی مشفوعہ سے متصل ہو سو بنو ملک بسبب بیع ابہر یا خیار کے زائل نہیں ہوتی ویبطلہا شراء الشفیع ما یشفع بہ اور شفعہ کو باطل کرتا ہے خریدنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو خرید کرنا اعراض ہوا طلب سے

او عوض مثلی شفعہ ہو فلہ ذلک ولہ اخذ ھا منہ بالشفعة بالعقد الاول اگر ثمن کثیر ہو بسبب شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ مین یا اسکی بدلہ ہو تو اسکو دار شفعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہے خواہ بعقد اول سے یا بعقد ثانی ہم سواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہوگیا تو شفیع زوال کی حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہوجاویگا بخلاف مالو اشتراھا ابتداء حیث لا شفعة لھ دینہ بخلاف اسکے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا شفیع کے
یعنی مانع سے سواسطے کہ وہان شفیع ماذون کا شفعہ ثابت نہ ہوگا ہم سابق مذکور ہوچکا اگر شریک سفید کرے تو جار ملاصق کے واسطے شفعہ نہین ہو گا ا
بیطلھا ان استاجرھا او ساومھا او اجاھا تمت اور اسی طرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفیع نے مشتری سے گھر کرایہ یا اسکی خرید یا اجارہ کی بات چیت کی کذا
فی الملتقی یعنی بعد عقد بیع کرایہ لینا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلبہ ان ابا ولیہ عقد المشتری ۱۲ باشفیع مشتری سے یہ طلب
کرے کہ اسکو عقد مزید کا متولی کرے ہم سواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کے بطریق وکالت کے اسکے طلب کرنا تسلیم کی دلیل ہے اور تسلیم بیع مبطل شفعہ ہے لیکن
طحطاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے اور یہ مراد نہین کہ اسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے سواسطے کہ اس سے شفعہ باطل نہین ہوتا بلکہ اسکے ہونے کے
قبل عقد کے واللہ اعلم او ضمن ادرک مستدرک یعنی ضمن ادرک انفاقا فتبطل فی الکل لدلیل الاعراض ذیلعی یا شفیع ثمن کی ضمانت کرے استحقاق کے وقت
شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ نادر ہے سبب اسکے کہ عقریب مذکور ہوچکا یعنی باب سابق مین تو سبب یہنون صورتون مین شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض
کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انما بیعت بالف فسلم ثم علم انھا بیعت بخمسمائة فان اوبیر او فعبیر او عدد ومتقاربة قیمتھا الف والکثیر فلہ الشفعة
ولو بکل انھا بیعت بدنانیر او بعروض قیمتھا الف فلا شفعة والفرق بینھما ان ھذا تفاوت فاحش وذلک مثلی فربما یسھل علیہ ان کثیر شفیع سے
کہا گیا کہ گھر بیچا گیا ہزار روپے کے سواسطے بیع مسلم کی پھر اسکو معلوم ہوا ہزار روپے سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہون یا جو عددی متقارب سے بیع ہوئی
تو شفیع کا شفعہ ثابت ہوا اور اگر یہ ظاہر ہوا کہ گھر بکا ان دینارون یا اسباب کی عوض جنکی قیمت ہزار روپے ہو تو شفعہ ثابت نہین اور فرق دونون مین یعنے متاع
مین اور گیہون جو مین یہ ہے کہ یہ یعنی اسباب اور متاع قیمت والی چیز ہو اور وہ یعنی گیہون اور جو اور عددی متقارب مثلی ہوتا ہے مثلی چیز شفیع پر آسان ہوسکتی ہے
اگرچہ زیادہ ہو ہم مسئلہ اولی مین شفعہ سواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم تھی کثرت ثمن سے یا فاحش نہین ہے پھر جب اسکے خلاف ظاہر ہوا تو اسکو شفعہ لینا جائز ہوا سواسطے
کہ رغبت مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہین اور مسئلہ ثانیہ مین خلاف دینار اور درہم سے ہوا سواسطے
شفعہ ثابت نہ ہوا کہ دونون جنس واحد ہین ثمنیت مین اور مسئلہ متاع مین قیمت واجب ہوا اور وہ درہم یا دینار ہین تو آسانی آسین ظاہر نہین کہتا ہے طحطاوی
ولو علم ان المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلہ الشفعة اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو شفیع
کے واسطے شفعہ ثابت ہم سواسطے کہ آدمی اخلاق مین متفاوت ہین سو بعضے کی ہمسایگی قبول ہوتی ہو اور بعضے کی نہین تو ایک کے عوض مین تسلیم
کرنا اسکے غیر کے عوض مین تسلیم کرنے کا مستلزم نہین ولو علم ان المشتری ھو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم فی حقہ اور اگر شفیع نے
جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اسکو دوسرے آدمی کا حصہ تبطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا سواسطے کہ دوسرے کے عوض مین تسلیم حاصل نہین ہم
حلبی نے کہا اگر مصنف بجاے ولو علم کے لو ظھر کرتا تو مناسب تر ہوتا ولو باعز شراء النصف فسلم ثم باعز شراء الکل فلہ الشفعة فی الکل ولو عکس بان اخبر
باشراء الکل فسلم ثم ظھر شراء النصف فلا شفعة لہ علی الظاھر لان التسلیم فی الکل تسلیم فی الکل ابعاضہ بخلاف عکسہ اور اگر شفیع کو نصف کے خرید کی
خبر ہوئی سواسنے بیع تسلیم کی پھر اسکو خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر مین اور اسکے بالعکس مین اسطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی
تمام گھر کے خرید کی سواسنے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خریدہ تو اسکے واسطے شفعہ نہین ظاہر الروایة مین اسواسطے کل مین تسلیم کرنا جمیع اجزا مین تسلیم کرنا ہے بخلاف
اسکے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہین ثم شرع فی الحیل فقال واربع رجل عقارا الاخر اعاما مثلا وجاء حد الشفیع فلا شفعة لعدم الاتصال

پھر مصنف نے بیعوں کا بعد تدبیر عقد شفعہ کا بیان شروع کیا سو بیعوں کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا اگر شلا ایک گز زمین یا چھاؤنی شفیع کی جانب میں تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا بسبب عدم اتصال کے حق شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تھا سو اگر اتنے گز سے کم یا زائد جو بالکل بجز زمین شفیع کی جانب کی بیع نکلی تو اب شفیع اسمیں شفعہ کا دعوے نہیں کر سکتا بشرطیکہ طول متنی شفیع کے تمام حق کو شامل ہوا اور یہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا والقول الآن یقبض (یقبل) قولہ اسمیں سہو ہے اور یہ قول کہ زراعاً کا نصب سہو ہے یہ تعلیق ہے صاحب در کی طرف ہو واسطے کہ صاحب در نے یوں کہا ہے کہ زراعاً میں جو عبارت والا نہایہ الا ذراعاً نصب ہے سو کاتبکی سہو سے ہے شارح نے کہا کہ اسکو سہو کہنا سہو ہے واسطے کہ کلام مامور بہ میں متنی کا نصب واجب ہے ولذا کان شفعۃ لو وھب ھذا القدر للشتری وقبضہ اور اسی طرح شفعہ نہیں اگر استدراجی بقدر ایک گز طول میں بائع کے مشتری کو ہبہ یا عوض کر دیا اور اسنے اسپر قبضہ بھی کر لیا سو عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ متصل شفیع متعارف موہوب ہو گیا اور موہوب میں شفعہ نہیں جیسا کہ حلوانی نے کہا خواہ یہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان اتبع سھما منہ بعض سھم اتمہ بقیتھا فالشفعۃ للدار فی السھم الاول فقط وللباقی للشتری کانہ فرید اور اگر مشتری نے اسکا ایک حصہ مثلاً دوسرا حصہ کچھ ثمن سے خرید کیا پھر باقی گھر خریدکیا تو ہمایہ کے واسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصہ میں اور باقی گھر مشتری کا ہوگا واسطے کہ مشتری شریک ہو گیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک متقدم ہے چار پر سہم اول میں واسطے شفعہ ثابت ہو کر پہلے بیع کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوگی شفعہ لینے سے پہلے اور مراد یہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہ ہوئی گر دونوں عقد کے بعد وحیلتہ کلہ ان یشتری الدار ھو والسھم بکل الثمن الذی ھو ثمانمائۃ للباقی بالیا فی اور تمام شفعہ کے ابطال کا حیلہ ہے کہ مشتری خریدکرے ایک گز کو مسئلہ اولی میں یا سہم کو خریدکرے اس مسئلہ میں تمام ثمن سے سوائے ایک درم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درم سے خریدکرے کہ مثلاً ہزار درم ہو تو اس گھر کا ہزار سواں حصہ ۹۹۹ درم سے خریدلاوے باقی گھر ایک درم سے خریدکرے تو شفیع کا شفعہ ہزار سواں حصے میں ثابت ہوگا ۹۹۹ درم کی ثمن سے اور باقی گھر میں شفعہ نہیں واسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ احق ہے جا سے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفہ باللہ ما رد بیعہ ابطال الشفعۃ اور جائز نہیں شفیع کو قسم دینا مشتری کو واسطے کہ والد تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کر دینے کا ارادہ نہیں کیا والد علیہ باللہ ان البیع کان اول ما کان تلجئہ سوء ذات معزیا للوجیز اور شفیع کو قسم دینے کا اختیار ہے کہ اللہ کر بیچا اول تجہیز نہ تھی کذا ذکرہ سوء ذات اور معزی اس بیع کو کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری بیع ظاہر کریں دشمن کے خوف سے اور حالانکہ درحقیقت میں بیع نہیں بلکہ وہ ہزل ہے اسکی تحلیف کا اسواسطے اختیار ہے اگر گروہ تجہیز کا اقرار کریگا تو بیع کی ملک ثابت ہوگی اور شفعہ جوار قائم رہیگا کذا فی الملتقی وان ابتاعہ بعشرۃ دراھم وقبضہ ولم یؤد الثمن ثم باعہ من اجنبی فللشفیع ان یاخذہ بالثمن الاول ان شاء اور اگر بیع خریدکیا ثمن کثیر سے پھر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو ہمسایہ کو نہیں ہے مثلاً ایک گز کی قیمت سو درم ہے اسکو ہزار درم کے ثمن سے خریدکیا پھر ثمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک مکان دیا تو اگر شفیع دعوی کریگا تو اسکو شفعہ ہزار درم کی عوض ہوگا مکان کی عوض واسطے کہ ہزار درم کی عوض مکان دینا دو سرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہے وھذا حیلۃ نعم للشریک الجار ان کتما القدر لانہ لم یلزم کل الثمن اذ یلزم کل الثمن لو تحول الدار اور یہ حیلہ شریک اور ہمسایہ دونوں کو عام ہے لیکن بائع کو مضر ہے واسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہوگا جبکہ منزل بیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فلا حیلۃ لہ الا ان یبیع جمیع الدار بیعا فاسدا حتی لا یستحق فیاخذ الثمن دینا واسطے الفرق دراھم کا ایک دینار سے بہتر ہونا کہ عقد صرف باطل ہو جاتا ہے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو درم ثمن کے درہم شلا سو تب مشتری کے ذمہ پر کچھ نہ تھا اور دینار میں سو درم کو ایک دینار سے شلا بیچا پھر جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہوگا تو یہ عقد صرف باطل ہو جاویگا واسطے کہ اب ظاہر ہو گیا کہ مشتری کے ذمہ پر کچھ نہ تھا اور مشتری نے دینار ہی بائع کو دیا ہے پھر جبکہ استحقاق ہوگا تو دینار ہی واپس ملیگا یعنی کذا فی الظہیری وحیلۃ اخری احسن فی الاصل وھو المتعارف فی الاکثر مما ذکرھا بقولہ ولذا لو اشتری بدراھم معدودۃ بدنانیر او اشارۃ مع قبضہ فلو اشیر الیھا وجعل قدرھا وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس کان جیدا لئلا الثمن فیمنع الشفعۃ محرر قلت فھو

فی المعصرات اور ایک دوسرا حیلہ بتلاتے ہیں اور رسل ترسپیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہرون میں اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے اور اسی طرح شفعہ ساقط ہوجاتا ہے اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ تعین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور انکے ساتھ کچھ پھر فلوس بھی دے کر طرف اشارہ کردیا گیا اور انکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کردئے بعد قبض کے مجلس کے اندر اسی واسطے کہ بحالت ثمن شفعہ کی رافع ہے کذا فی الدرر میں کتاب ہون اور اسی کے مانند مغرات میں ہے جب فلوس شمار الیہا پر بائع کا قبضہ ہوا ثمن عقد کے وقت معلوم اور متعین ہوگیا لہذا بیع صحیح ہوگئی اور فلوس تلف ہوجانے کے بعد بحالت مقدار شفعہ کے وقت ثمن مجہول ہوگیا معلوم نہیں کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور بحالت ثمن شفعہ کے وقت ثبوت شفعہ کی رافع ہے طحطاوی نے کہا فی المجلس کی قید سے تنویر الغفار میں مذکور ہے درر میں اور اسکا تعلق نہ ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے نہ قبض سے اسواسطے کہ مدار عدم وقوف مقدار پر ہے اور یہ بحالہ ہے خواہ مجلس میں ہو خواہ مجلس کے بیتی ان الشفیع لو قال انا اعلم قیمۃ الفلوس وھی کذا ان یاخذھا بالدراھم وقیمتھا کما لو اشتری دارا بعرض مقال للشفیع اخذھا بقیمتہ کما مر قال المصنف ثم نقل عن قطعا بی الظھیریۃ ما یرفقہ قلت ووافقہ فی تنویر البصائر وانما ذکرتہ تبعا لکثر تبعہ میں فی زماھر الجواھر بانہ مخالف للاصل وما فی المتون والشروح مقدم علی الفتاوی کما عرف فی المنتقی اور لائق بقواعد فقہیہ ہے اگر شفیع کہے کہ میں فلوس کی قیمت جانتا ہون اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ لے دراہم سے اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع کو گھر کا یا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہوچکا یہ کہا ہے مصنف نے شرح میں پھر مصنف نے قطعات ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے میں کہتا ہون اور اسی کے موافق کہا ہے تنویر البصائر شمائیہ شباہ میں اور ہمارے استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہے زواہر الجواہر سے شیخ شباہ میں اسطرح کہ یہ قول مخالف ہے قول اول کے جو متن میں مذکور ہے اور متون اور شروح میں ہے وہ فتاوی پر مقدم ہے چنانچہ یہ قاعدہ چند بار مذکور ہوچکا انتہی فی زواہر الجواہر ہم متون اور شروح میں جو مذکور ہے وہ اسکا مفید ہے کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعیین قدر میں مقبول نہ ہو سواسطے اگر مقبول ہو تو اس حیلہ مذکورہ کا کچھ فائدہ نہ رہے گا جبکہ شفیع ساکت رہے کذا فی الطحطاوی وقدمنا انہ کاشفعۃ فیما یبع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ فتامل اذا سقط الفسخ بالفسخ او بھلاک المبیع وجب تسلیم الشفعۃ واللہ اعلم اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہیں کہ شفعہ میں اسمیں جسکی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد بسبب احتمال فسخ ہوجانے بیع فاسد کے ہیں جبکہ فسخ ساقط ہوجائے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب ہوگا واللہ اعلم تکرہ الجملۃ کاسقاط الشفعۃ بعد شرائہ وما قالوا لشفیع اشتر ما شئت ذکرہ البزازی مردود ہے جیسا کہ کذا استعمال شفعہ کے واسطے بعد ثابت ہوجانے شفعہ کے بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یہ کہنا شفیع سے کہ اس منزل کو مجھے خرید کرلے ذکر کیا ہوا سکو بزازی نے تم شفعہ ثابت ہوتا ہو بعد بیع کے پھر جب مشتری نے شفیع سے کہا کہ مجھے خرید کرے تو اگر وہ خرید کا ارادہ کریگا تو شفعہ باطل ہوگا تو یہ استعمال شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو ابو یوسفؒ اور محمدؒ دونوں کے نزدیک مردود ہے واما الجملۃ الاولی فمع ثبوتہا ابتداء عند ابی یوسفؒ لانکرہ وعند محمدؒ تکرہ ویفتی بقول ابی یوسفؒ فی الشفعۃ قید فی السراجیۃ بما اذا کان للجار غرض صحیح والا فسقط حقہ اتفاقا او ارتداد سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ یعنی دعدہ کرنا جس سے شفعہ ثابت نہ ہو سکے سو ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں یعنی اسواسطے کہ وہ منع حق واجب ہونے سے ہے سو ساقط حق ثابت کا اور محمدؒ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور ابو یوسفؒ کے قول کا فتوی ہے شفیع دین پر جبر میں جو اسکا حیلہ کرنا ہے یہ قید لگائی ہے کہ ہمارے کوس گھر کی حاجت رکھتا ہو اور محشی شباہ نے اسکو خوب کہا ہے مفتی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر میں کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے اسکے حسن و خوبی کے سبب سے شرح وقایہ میں ہے کہ شفعہ کو دفع ضرر جوار کے واسطے مشروع ہوا ہے تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑوسیون کو اس سے ضرر ہوتا ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے اگر مشتری نیکوکار ہو اور شفیع متعنت ہو تو اسکی ہمسائگی پسند نہ ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے وبقدہ وھو المکروہ فی الزکوۃ والحج والہبۃ المجردۃ الا لاضرار الخ مخالف یعنی مکروہ ہے حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ میں کذا فی الجوہرۃ منع زکوۃ کا یہ حیلہ ہے کہ حال حول میں زکوۃ واجب ہو دو سال کے گذرنے سے پہلے اپنے عزیز فقیر کو

ہو سکے یا سائل سے پہلے شفعہ خیرات کرنے جس سے نصاب پوری باقی نہ رہے شرح وقایہ میں کہا کہ حیلہ نہایت قبیح ہے کہ پہلی اضتیاط کرنا ہے اور فقیروں کا رزق قطع کرنا ہے اور وعید عدم تعلق میں داخل ہوتا ہے اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ آفاقی داخل ہو قبل اس کے کہ میقات میں داخل ہو میقات سے باہر احرام باندھ کر داخل ہو اور یہ حیلہ اسقاط احرام کا ہے نہ اسقاط حج کا اور آیت سجدہ کا یہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق و لاحق کی آیتیں پڑھے جب سجدہ کے وقت سے وہ حیلہ موجودہ فی کلامہم لاسقاط الحیلہ بزازیہ

قال طلبنا ما کثیرا فلم یجدھا ۔ محمد کہتے ہیں ہم نے بہت حیلہ ساقط کرنے کے واسطے تلاش کیا سو نہ پایا اخانیہ

جماعۃ عقارا والبائع واحدا یتخیر الاخذ یا شفعۃ یتعدد ھم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضھم ویترک الباقی وبعکسہ ھو الصحیح

الباقی واحد المشتری یتعین الاخذ بھا بل یاخذ الکل او یترک کذا فی تفریق الصفقۃ علی المشتری لا الاول لقیام الشفیع مقام احدھم

تفرق الصفقۃ بلا فرق بین کونہ قبل القبض وبعدہ سواء کل بعض مما ذکر فی احد الاقسام الاربعۃ لاتحاد الصفقۃ لاتحاد الثمن

ہو تو شفعہ لینا متعذر ہو گا مشتری کے شامل کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہو گا ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ بائع کئی شخص ہوں اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعذر نہ ہو گا بلکہ شفیع یا سب مبیع کو لے یا سب کو چھوڑ دے اسواسطے کہ یہاں مشتری پر تفریق عقار ہے خلاف اول اسکے اسواسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ہر ایک مشتری کے تو عقد متفرق ہوا یہاں کچھ فرق نہیں کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہوا بعد اسکے ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ قائم ایا گیا ہوا تو ثمن مجہول مذکور ہوا ہو اسواسطے کہ یہاں اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا واعلم انہ لو طلب الکل فھو علی شفعتہ اور معلوم کہ اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصوں میں وہ اپنے شفعہ پر قادر رہے گا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہو گیا کذا فی الملتقی ولو اشتری دارین صفقۃ فقیل یاخذ

مصر بوجہ متفقہ خذھا الشفیع اما اخذھا کلھا او احدھا دواحد الملتقی فی الاخیر وبالغرب شرح مجمع ویا تی اگر مشتری نے دو گھر یا دو گاؤں خریدے کئی دنوں میں ایک عقد میں ایک ایجاب اور قبول سے تو ان دونوں گھروں کا شفیع اگر دونوں چھوڑے اور یہ نہیں کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشتری میں ہو اور دوسرا شہر میں کذا فی شرح المجمع اور اسکا ذکر آگے آویگا ہم اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونوں گھروں کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی تو شفیع کو شفعہ لینا نہیں پہنچتا اگر اسی گھر کا جو اسکے پاس ہے ہو اور اب محمد نے ان دونوں گھروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو دو حسن سے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا درست ہے شفعہ سے کہ فرقی نے کہا حسن کی روایت پر میں مائل ہوں اور اسی سے جوع کیا ہے کذا فی العالمگیریہ والمعتبر فیھا اوان العقد والا تحاد فی تعلق حقوق العقد بہ حتی لو کان لاحد المبیعین شفیع والاخر شفیعان فللشفیع اخذ نصیب بعضھم

دوسرا تعدد عاقد اور تعدد عاقدین عاقد معتبر ہوتا ہے اسواسطے کہ حقوق قصد کے عاقد کی طرف متعلق ہوتے ہیں نہ مال کی طرف تو اگر ایک آدمی نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خریدنے کو تو شفیع کو ایک کے وکیل کا حصہ لینا جائز ہے یہ اس صورت میں ہے کہ سب وکیل کو ایک ہی حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سب کو شامل کی نہ ہو گا کہ سب شفعہ نہیں مگر تمام

ہیں کذا فی الظہیری اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الا ان یحصل للبائع بالقسمۃ ان وقع فی غیر نصیبہ

حصہ کا کچھ اور اگر مشتری نے خرید کیا سو شفیع نے بائع سے بانٹ لیا تو شفیع مشتری سے حصہ لے سکتا ہے جو اسکو حاصل ہوا ہے قسمت سے اگر چہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں نہ پڑا ہو جب

صح قول محمد غیر صح قدوری کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو اسکی جانب میں واقع ہو نہ غیر جانب کا دلیلنا للشفیع نفعھا معلقا سواء قسم بحکم او

بغیر حکم الا ان یحصل للبائع ضرر بالقسمۃ اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز ہے مگر اس صورت میں خطا قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی خوشامندی سے اسواسطے کہ قسمت قبض کی تمامی

ہے یعنی بعد قسمت کے مشترک جیسا پہلے قبض نہیں ہوا تھا کہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع الفسخ کذا کرد و لو ھلک بعضہ بخلاف

ما اذا باع احد الشریکین نصیبہ من الشریک الاخر او من الشریک والشریک الاخر لا یکون للشفیع فسخ القسمۃ ھبتہ اگر مشتری نے قسمت کرلی بائع کے شریک کے تو شفیع کو فسخ قسمت جائز ہے جیسا کہ مصنف نے کہا ہے اس قول سے بخلاف اسکے جبکہ دو شریکوں میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ بیچ کیا شریک گھر سے اور شریک

دوسرے اس شریک نے جسنے بیع نہیں کی قسمت کرنے سے پہلے ان شفیع کو نصف قسمت جائے اسکی بیع اور بہا کا نصف جائے ہو صد نصف قسمت کی تعمیل پہنچی اگر قسمت تمام قبض سے نہ ہو جیسا کہ مثال مذکور میں ہے تو نصف قسمت درست ہے اسواسطے کہ قبض اس شخص سے واقع ہوا جس سے قسمت کرنی تو یہاں قسمت تمام نہ ہوئی ہے مولی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اسکو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری اثنان دارا فیعار احدھما نصیبہ ثالث بعد ما اقتسما یقضیا بہ ولو عفا علی الشفیع ان مقضی القسمۃ ضرورۃ وھی النصف ثلثا ثم ثلثا فیجاء الخ پس اگر دو شخصوں نے گھر مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اس گھر کے پھر تیسرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کر لینے کے بعد خود قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہے یا سوا اسکے مثلاً ضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی ہو جانے کی صورت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم تشبیہ دے نقض قسمت کی صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی متلاصق ہیں مثلاً انمیں سے دو نے وہ گھر خرید کے بانٹ لیا نصف نصف پھر تیسرے پڑوسی نے اس طلب کیا تو قسمت مذکورہ منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی کا مستحق ہوا اور دونوں میں ہر ایک کے پاس نصف نصف ہوا اور یہ تہائی نہیں ہو سکتا اھ لخلاف الجاھلیۃ والمشتری فی ملکیۃ الدار التی یکون فیھا الشفیع الذی ھو الجار فالقول للمشتری لانہ ینکر استحقاق الشفعۃ اختلف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی کیفیت میں مبین وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہو تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے وبھا نعلم فساد تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف رح یعنی اور پڑوسی کو شفیع کی قسم دینا اسکی درست پر جاننے پر ابو یوسف کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے ہم یعنی مشتری پر قسم کھانے کہ دالدیر گھر میں سے علم میں شفیع کا مملوک نہیں علم پر اسواسطے کہ ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہوا وہ غیر کے فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کما لو نکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ شفیع اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو تو اس سے علم پر قسم لیجائی یعنی اسواسطے کہ یہ بھی تحلیف ہے غیر کے فعل پر وان اقر المشتری طلب الکل لشہود عدلت قام حلف المشتری علی الباقی محیط بعلمہا دون الکل اھ وان جاء المشتری الی الدار ھدی اور اگر مشتری نے اپنی ملاقات کے وقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کھانے قطع الیقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے طلب مواثبہ کذا فی جامع الزاہدی اھ اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ خلاف کے ساتھ کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی بہ نسبت ہی جبکہ شفیع طلب اشہاد کا مدعی ہو اور گواہوں سے اسکو ثابت نہ کر سکے وان جاء فبینۃ الشفیع اولی وقال ابو یوسف بینۃ المشتری اولی اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لائیں تو شفیع کے گواہ اولی اور مقدم ہیں اور ابو یوسف رح نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں **فروع** مسائل متعلقہ شارع کے ما واجاز القاضی شفعتہ فاراد اجازۃ البیع لہ ذلک لانہ لا یملک الا بعد البیع ولا بطلت الا اجازۃ وان رھنھا مالکہ نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے لیے ماذن ہو اور حالانکہ متبادر اسکا شفیع ہی سوا اگر متبادر نے بیع کی جائز کی تو اسکو یہ لیق شفعہ کے یعنی اجارہ باطل ہو جاویگا اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا الا یہ شفعہ رکاوٹ سے مراد یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفیع بھی طلب کیا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہیں کما بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیہ شرنبلالی لطفلہ واما شفیع لہ الشفعۃ والوصی کما قدمت لکن فی شرح المجمع ما یخالفہ فتنبہ باپ نے اپنے نابالغ فرزند کے واسطے خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہی تو اسکا شفعہ ثابت ہوا اور وصی باپ کے مانند ہے میں کہتا ہوں لیکن شرح مجمع اسکے مخالف ہے سو خبردار رہنا ہم شرح مجمع میں ایوان ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہیں لے سکتا الفاقا اسواسطے کہ شفعہ لینا منزلہ خریدنے کے ہے اور وصی کو تیم کا مال خرید کرنا جائز نہیں اپنی ذات کے واسطے لھکانت دار الشفیع صاحب صغیر بعضہا بیع کان للاب الشفعۃ فیہا لا فیہ فقط والوصی بالعکس اگر شفیع کا گھر متصل ہو مبیع سے تو اسکا شفعہ فقط اسی قدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہوا گر پورا مبیع تو لیق صفقۃ ہوئی ہم صورت آگے ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک ہی گھر کے پاس ہے جو حاصل وہ ہے کہ ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونوں دیواروں میں سے نہ ہو سکان کی تہائی کے سبب سے یا کہ دونوں کے اتصال کے سبب سے کذا فی الملتقی والمجمع عن الھدی اگر بیع العالم ملک الشفیع بیطلبہا قضاء مطلقا کما یدل علیہ اطلاقہم یعلم بہا شفیع کی جانب سے اظہار عدم کرنا شفعہ کو باطل کر دیتا ہے قضاءً ہر طرح سے اور دیانۃ بھی باطل نہیں اگر شفیع شفعہ کو جانتا ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع تجھ کو شفعہ کا حق نہیں ہے تو شفیع نے کہا ہاں نہیں ہے اور دیانۃ

نزدیک اسکا شفعہ باطل ہوگا لیکن ابو حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نہ چھوڑتا ظاہر الجواب ہر ہیں ہے کہ یہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر بدلت من المجہول سے برارت ثابت ہو جاتی ہے قضاءً بھی اور دیانۃً بھی وعلیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور ذخیرہ اور فتاوی ہیں ہے کذا فی الملتقط وعن ابی حنیفۃ اذا اصبح المشتری البناء فہذا الشفیع خیر ان شاء اعطاہ ما زاد البنیٰ او ترکہ جبکہ مشتری نے عمارت ہیں نگ آمیزی کی پھر شفیع آیا تو وہ مختار ہو جاتا ہے اسکو تنہا دے جسقدر اسکی قیمت نگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی اور چاہے شفعہ ترک کرے اخذ الجار طلبہ لکن القاضی کلما یراجعہ ویعذر شفیع جاریکے طالب شفعہ ہونیکو قاضی کے شفیع جار کا اعتماد نہیں رکھتا وہ معذور ہی ہے وہ سمع یا بیع یوم السبت فلم یطلب یوم الاحد لیس بطلب یکن عذر یہودی کے بیچنے کے دن سنی اور شفعہ طلب کیا تو یہ عذر نہ ہوگا ہم تینوں مسئلے مکرر ہو گئے کہ یہ سابق مذکور ہو چکے ہیں قلت یوخذ منہ ان الیہودی اذا طلب حضر القاضی لیقضی لہ ویرسم سنۃ تنبیہ کلمۃ الحمد للہ کہ ہم نے ان تینوں مسئلوں کو مکرر ہونے سے بچا لیا ہے ف ۱ منہ ذا ہو ما قدمہ المصنف قالوا ہذا اذا کان یوم السبت فان کان یوم الاحد لیس بعذر ہیں کہتا ہوں یوم السبت کے عذر نہ ہونے سے یہ نکلتا ہے کہ جب یہودی اپنے مدعی علیہ کا حضور چاہے قاضی سے اسکے یوم السبت ہیں تو قاضی اسکو حاضر کرا دے اور یہ حکایم السبت عذر نہ ہوگا اور یہ مسئلہ فتوی طلب ہو چکا ہے کہا ہو مصنف نے ہیں کہتا ہوں اور یہی مسئلہ واقعات حسامی ہیں مذکور ہے ادعی الشفیع علی المشتری انہ اشتراہا بالف وہما یعلمان فی الواقعۃ خلافہ قبل فی عندنا لا الا ان یصف فی ما اشتراہ الا بما یعلم ہما کذا فی الخلاصۃ شفیع نے مشتری پر یہ دعوی کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنے کا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لیجائے گی ہیں اور وہ جانتے ہیں ہیں اسکے خلاف عندہ تعلیف مذکور ہے ہیں کہتا ہوں اور وہ جانتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کا قول مذکور کرتے ہیں ہو اسلئے کہ مصنف کے قول کے شبہ کا اپنے حاشیہ ہیں کلام وہبانیہ کی شرح تائید کی ہے کہ یہ شرح تائید زیادہ نہیں ہو سکتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصۃً تائید مذکور ہے کہ قاضی خان اور علامہ ابی کے کلام باطل سے مصرح ہے کہ مشتری پر قسم لازم نہیں تعلیق ابطال شفعہ کا تعلق کرنا شرط سے جائز ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ میں نے شفعہ تیرے واسطے مسلم رکھا اگر تو نے اپنی ذات کے واسطے خرید کی ہو سو اگر مشتری نے کسی اور شخص کے واسطے خرید کی تو اسکا شفعہ ثابت ہے کذا فی المحیط وعن بنتہ الحنفی ولہا بنتی لہ شفعۃ فبعتہ الدار وشفعہ فیہا یقول ہذہ الدار ہدیۃ منی وانا اصیہا فان وصلت علی ولا انا عمل شفعتی فیہا ایک شخص کا دعوی ملک ہو گھر کے رقبہ ہیں اور شفعہ کا بھی اسمیں دعوی ہے تو یوں دعوے کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور ہیں اسکا دعوی کرتا ہوں اگر یہ گھر مجکو پہنچا تو بہتر ہے اور اگر نہ پہنچا تو ہیں اپنے شفعہ کا دعوی کرتا ہوں ہم بیشک ظہیریہ ہیں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک گھر دوسرے کے پاس بکالا اور صاحب خانہ اسکا شفیع ہے اور اسکا زعم یہ ہے کہ خانہ بیع میرا مملوک ہے سو وہ قرار ہے کہ اگر ہیں اسکی ملک کا دعوی کروں تو شفعہ باطل ہوتا ہے اور اگر شفعہ کا دعوی کروں تو ملک رقبہ کا دعوی باطل ہوتا ہے تو وہ شخص یوں دعوے کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور ہیں اسکے رقبہ کا دعوی کرتا ہوں سو اگر وہ مجکو پہنچا تو بہتر ہے اور نہیں کو ہیں اپنے شفعہ کے دعوے پر ہوں واسطے کہ یہ سب ایک کلام ہے تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہ ہوگا کذا فی الظہیریہ عن الحموی استولی الشفیع علیہا بلا قضاء او اعتقد علی قضاء عالم لا یکون ظالما او کان ظالما لکن الشفیع لم یعلم بہ فعمل کرلیا گھر پر بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع نے کسی عالم کے قول پر عمل کیا تو وہ عالم ظالم نہ ہوگا اور نہیں تو وہ ظالم ہوگا مگر شفیع صالح ابن مصنف کے کہا کہ مجکو اس مسئلہ ہیں اعتراض ہی اسواسطے کہ درر و غیرہ کتب فقہ ہیں یہ مصرح ہے کہ شفیع کی ملک ثابت نہیں ہوگی مگر بقضاء قاضی سے پھر کیسے بدون اسکے بحکم قول عالم کے اسنے اسکا حیلہ کیا تو یہ استیلا ہو تغیر کی ملک پر تو یہ ظلم عظیم ہے اور اگر محض استقرار شفعہ کو اعتبار کیجئے تو وہ فقط گواہ کرنے سے موجود ہو جاتا ہے تو عالم کے قول کی بھی کچھ حاجت نہیں اور نہ تراضی اور قضاء قاضی کی حاجت ہے کما حب ظلم عظیم ہوگا قولہ تسعیر یجری فی اشیاء علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والشفعۃ واجرۃ القسام الطریق اذا اختلفوا فیہ الکل واحد من جنس واحد حاشیہ ہیں ہے کہ چیزیں عدد اشخاص پر ہیں ایک تو دیت دوسرے شفعہ تیسرے قسمت کرنے والے کی اجرت چوتھے راہ جبکہ مختلف ہیں لوگ اختلاف کریں یہ سب مسائل مذکور ہیں باب ہیں ہم دیت کی صورت یہ ہے کہ اگر منقول ہو یا گیہ مکان مملوک ہیں تو اسکی دیت اس مکان کے سب مالکوں پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک کم ہو یا زیادہ اور شفعہ کی برابر ہی خود مذکور ہو چکی اور اجرت قسام کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کروائی شریکوں ہیں تو اسکی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہے اگرچہ ایک کا حصہ قلیل ہو اور

ف ۱ سے سے

دوسرے کا کیونکہ وہ صاحبین رح کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہوا اور یہ راہ سے کہ وہ ہمسایہ زائد ہے اسواسطے کہ شارع عام کسی کا ملک نہیں اور طریق کے مانند مگر کما مر ہے جبکہ ارباب بیوت آپس میں اختلاف کریں اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور کڑی چیرنے اور سباب کھنچنے میں سب برابر ہیں یعنی اگر چاہے کہ حصہ کا دالان طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کرنا اور حاشیہ الاشباہ والنظائر سے شفعہ کا حق ثابت نہیں ہوتا کہ وسط کرنے میں ہمسایہ ہونا ہے صوفیہ کا قول کہ اتصال شفعہ ہے کتب القاضی الیلیما جاز جواہر ایک لوکا شفیع ہے کا کوئی ولی نہیں تو شفعہ باطل ہوگا اور اگر قاضی اسکی طرف سے کسی کو وصی قائم کرے اور وہ شفعہ لینے کے واسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی الجواہر شرعی کن ما ولد شفیع غائب قائم مقام کند تجار کذا فی المستصفی فاذا ثبت ذلک فی احدی المدتین وقف الوصی وسقط یقدر ما کان لاحد لہ من الثمن حتی لو مات احدھما او الوصی قبل ان یاخذ الشفیع بطل حقہ ہے سود خت پسر اللے اور مشتری نے انکو کھایا پھر شفیع آیا اور اسنے وہ باغ بعد عدی شفعہ لیا اگر وخت قبض مشتری کے وقت پہلے ہوں تو بقدر قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پہلے نہ ہونگے قبض کے وقت ثمر سے کچھ ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ پہلا کا کچھ حصہ نہ تھا ثمن میں اسوقت کذا ذکرہ مویدزادہ من تتمات الحامی و فی الدھیانیۃ ۵ یا خذ فیاخذ الوصی ابدا دھی البلوغ یدخر اور وہ ہمسایہ زمین ہو اور باب شفعہ نہ ہوسکے اپنے صغیر فرزند کے واسطے خرید کیا اور وصی مخاصمت میں تاخیر کرے یہاں تک کہ صغیر بالغ ہو تو شفعہ ساقط ہوگا لیکن بھی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ کر رکھے چنانچہ خانیہ اہل میں یعنی اسواسطے کہ تاخیر طلب سے شفعہ باطل نہ ہوتا ۵ وبالبلوغ تفرق دارین ہوتا ولو غیر جار فالتفرق احد ۱۲ اور شفیع کو جائز نہیں تفریق کرنا ان گھروں کا جو ساتھ ہی بیع ہوئے اور وہ دونوں کا شفیع ہوا اور اگر شفیع ہوا تین میں سے ایک گھر کا تو تفریق لائق ہے تفریق صفقہ کے موجب اور ایک گھر کا شفیع ہوا اور دوسرے کا نہیں تفریق جائز ہے چنانچہ سابق میں مذکور ہوا ۵ وما مر من اسقاط الحمل سقط بالحلیف فی الذکر کذا فی الکافی اور مفسر نہیں کرتا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے درآں حالیکہ وہ قصدی اسقاط کا ہے یعنی کچھ مضائقہ نہیں قصداً شفعہ ساقط کرنے میں حیلہ سے اور تحلیف احد المتعاقدین کی حالت انکار میں بالاشک مکروہ ہے شرعاً یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہمنے استقالہ شفعہ کا ارادہ نہیں کیا تو شفیع کو اُنسے قسم لینا جائز نہیں کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب القسمۃ

یہ کتاب قسمت کے بیان میں ہے یعنی اسچیز کے بیان میں کہ جسکا باعث مناسبت ان اصل الشیوع یکون باختیار الاشتراک یلزم فیجب الشفعۃ اور قسم قسمت کی مناسبت شفعہ سے یہ ہے کہ اصل الشیوع جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کریگا تو شفعہ واجب ہوگا قسمت کریگا بدون بیع کے والقاسم کالمزنۃ للاقسام قسمت لغت میں اسم ہے تقسیم یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدرہ اسم ہے اقتدار کا وفرعا جمع نصیب کما فی الکافی اور شرع میں قسمت عبارت ہے ایک شخص کے حصہ شائع کے جمع کر دینے سے ایک معین مکان میں مثلاً ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہ بس گھر میں شائع ہے جب اسکے تین حصے ہو گئے تو ہر شخص کا حصہ خاص مکان میں مجتمع ہو گیا یہی تعیین حق شائع کا نام قسمت ہے وسببہا طلب الشرکاء او بعضھم للانتفاع فلکلہ علی الحاکم الخصم فی الکل بوجوبھا لا فی القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنے کے واسطے ہر وجہ مخصوص تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہیں ہر شریک چیز میں ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طالب قسمت حاکم سے یہ سوال کرنا ہے کہ اسکو اپنے حصہ کے انتفاع سے خاص کر دے اور غیر کو اسکے انتفاع سے روک دے تو حاکم پر اسکی اجابت واجب ہے کذا فی الزیلعی وذلک ھو الفعل الذی یحصل بہ الامتیاز والتمییز بین الانصباء کیل وذرع اور قسمت کا کرنا وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہو حصوں کے درمیان چنانچہ پیمانہ کرنا اور گز سے اپنا ذرعی یعنی چنانچہ کیلی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور ذرعی چیز کو گز سے ناپنا پس نہیں ہے قسمت کیان کہ میں اسکے قسمت کا وجود نہیں و شرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم الحمام ونحوہ حائط او حمام اور شرط قسمت کی یہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہ ہو جاوے بانٹنے سے اسواسطے قسمت نہیں

کبھانی دیوار اور حمام اور اندازہ سکے ہم عدم فوت منفعت یہ شرط ہے جو زیر بستی قسمت کی اجازت سے غرض مقصود تو فیر منفعت ہی ہے جب منفعت ہی نہ رہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا اگر ایک شریک کے طلب کرنے سے ان اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وحکمها التعیین بقدر کل من الشرکاء علی المحل بقدر حقه وحکم القسمة ثبوت الملک فی نصیب کل واحد منهم وتسلیم نصیب کل واحد منهم الی صاحبه وتشتمل مطلقا علی معوض کالافراز وهو اخذ عین حقه وعلی معوض لغیره وهو اخذ عوض حقه اور مطلقاً یعنی شاملی اور قیمتی دونوں میں قسمت شامل ہے معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہے اپنے حق کا بعینہ اور مبادلہ سے مراد لینا ہے اپنے حق کا مع بیان اشتمال یہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہے اسکے اجزا میں ہر جز مشتمل ہے نصیبوں کو ایک نصف تو اسی شریک کا ہے تو اسکا لینا افراز ہوا یعنی اپنا حق لینا یا اور دوسرا نصف اسکے شریک کا تھا اسکو لینا اسکے عوض جو اسکے حصہ میں سے شریک ثانی کے قبضے میں ہے تو اسکا لینا بھی مبادلہ اللہ اعلم والاشبہ والافراز هو الغالب فی المثلی دماهی کالعدد المتقارب وقیل مطلقا وهو غالب فیما یظهر ایضا من کلامهم علی الکافی اور افراز غالب ہے مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم میں ہے چنانچہ عددی متقارب جیسے بغداد جو زہر اسکے کہ افراز کے معنی آہن بھی مثلی کے مانند غالب ہیں ایسا نقل کیا ہے ہم نے کافی سے مع مثلی قیمتی فرق یہ ہے کہ مثلی میں افراد غالب ہیں کہ اسکی اغراض افراد میں تفاوت نہیں یعنی اسکے کہ شمار گیہوں اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اسکی مثل ہے ظاہر اور باطن میں جو دوسرا شریک لیتا ہے تو اسکو بعینہ اسکا قرار دینا ممکن فی المبادلة اتفاقا فی غیر المثلی وهو القیمی اور مبادلہ غالب ہے مثلی کے سوا یعنی قیمی میں ہر قسمت والی چیز چنانچہ حیوانات اور ثیاب اور زمین میں ان اسباب سے مبادلہ غالب ہوگا زمین بہت تفاوت ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اسکو بعین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں حصوں میں بالتعیین معادلہ اور مساوات ثابت نہیں اذا تقرر هذا لم یصر فیما اخذه الشریک حصته بقیمة صاحبه الا من اول ای لعدم التفاوت کما انه فی المثلی لعدم التفاوت فیه وتمامه جبکہ یہ قاعدہ ثابت ہوچکا کہ مثلی میں افراز غالب ہے اور قیمی میں مبادلہ تو شریک اپنا حصہ لے اپنے ساتھی شریک کے غائب ہونے سے اول میں یعنی مثلی میں عین تفاوت افراد کے سبب سے حصہ لے اسکی غیبت سے ثانی میں یعنی قیمی میں اسکے تفاوت افراد کے سبب سے فی الخانیة مکیل او موزون بین حاضر وغائب لا یأخذ الحاضر اذا بلغ نصیبه فقدت الغیبة اذا سلم حظ الآخرین والا لا خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان میں کیلی یا وزنی چیز مشترک ہو درمیان حاضر اور غائب کے یا درمیان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر نے شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں شریکوں کا حصہ تسلیم کر دیا اور اگر تسلیم نہیں کیا تو قسمت نافذ نہ ہوگی اور اگر باقی تلف ہوگیا غائب یا صغیر کے وصول سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب اور صغیر کا کصبرة بین جماعة وزرع اهر الا الجماعة یقسمها ان شاؤا ثم ما اخرجه الی الجماعة اولا فهلاک الباقی علیهما وان یحفظ نصیبه لا فلهما ان یقاسما علی الجماعة خاصة کذا قال بعض المشائخ انتهی ملخصا چنانچہ اناج کا ڈھیر مشترک ہو درمیان زمیندار اور مزارع کے زمیندار نے مزارع کو اسکے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جسکو زمیندار کے واسطے جدا کیا تھا زمیندار کیطرف لیگیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہوجانا دونوں پر پڑیگا اور اگر مزارع پہلے اپنا حصہ لیگیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہ کہا ہے بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضی خان الخصاف عالمگیری میں بسیاق ذخیرہ سے یوں منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت کیل اور موزون میں یہ ہے جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہوگیا قبل قبض تو قسمت منتقض ہوگی اور ویسا حال ہو جاویگا جیسا کہ قسمت سے پہلے تھا اور اگر اسکا حصہ تلف ہوگیا جسنے محو کیل اور وزن کیا نہ دوسرے کا حصہ تو قسمت بحال ہے اسی قاعدہ سے ہے یہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سو اسنے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہوگیا تو قسمت منتقض ہے اور زمیندار مزارع کے حصہ سے نصف لیگا اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ قبل از قبض تلف ہوگیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہوگیا تو قسمت برقرار ہے انتہی اور جو شارح نے قاضی خان سے نقل کیا وہ اسکے مخالف ہے اور ظاہر الروایت عالمگیری کے ذخیرہ سے مقدم علیہ ہے والمذکور فی قاضی خان عن المشائخ فی نقل بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے وجہ اختلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان اجبر علیها ای علی قسمة غیر المثلی فی محل الخیر فقط سواء قبض غیر المغنم عند طلب الخصم او غیره

فیہا لم یجز الا اذا کان ایک شریک دوسرے شریک کے نصیب میں اپنا حصہ نہیں لیتا قیمی میں اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں ماسوا اس غلام کے جو غنیمت کا نہیں جبکہ کوئی حصہ قسمت طلب کرے تو قیمی میں جبر اسوا کے کہ اس میں بھی اقرار ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی میں بایں وجود یکہ متحد الجنس غیر مثلی میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مبادلہ میں جبر جاری نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمۃ باعتبار معنی اقرار کے ہے کہ اس میں تکمیل منفعت ہے اور متحد الجنس میں تقاصد متقارب ہیں تو حاسر میں جائز ہوا تا ضرر دفع ہو ماسوا اسکے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع کسی حصہ سے مخصوص ہو جاوے اور اسکی ملک میں غیر کا تصرف نہ رہے اور دوسرا جواب شائع اور وہ یہ ہے علی ان المبادلۃ غیر مرضی فیہا الا بقدر حق القرار کما فی الشفعۃ کذا فی البدائع یعنی مبادلہ میں گو بقدر حق قرار کے رضا ہے مگر اس سے علاوہ یہ ہے کہ مبادلہ میں گو بقدر حق قرار کے رضا ہے مگر اس سے علاوہ یہ ہے کہ مبادلہ میں جبر جائز ہوتا ہے حق قرار کے متعلق ہونے کے نزدیک چنانچہ شفعہ میں اور یہاں کی ملک نیچے میں اسکے دین کے ادا کرنے کے واسطے وینصب قاسم برزق بیت المال لا اخذ اجرۃ منہم وھو احب فی ما فی بعض النسخ والصحیح غلط اور مقرر کیا ہوا ایک قاسم جسکو رزق دیا جاتا ہے بیت المال سے تو وہ قسمت کرے ہمارے پاس بدون لینے اجرت کے شرکاء میں سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہ جو بعض نسخ اور المختارین میں ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے اور ان نصب لاجر المثل ھم لانہا لیست بقضاء حقیقۃ فجاز لہ اخذ الاجرۃ علیہا وان لم یحز علی القضاء ذکرہ الحاکمی زادہ اور اگر قسمت کرنے والا اجرت مثل پر مقرر کیا جاوے تو صحیح ہے اسلیے کہ قسمت کرنا حقیقت میں قضا نہیں تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہیں کذا ذکرہ الحاکمی زادہ اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہیں کذا فی الغرر ھو علی عدد الرؤس مطلقا کالاصباء خالافہما اور وہ یعنے اجر مثل شریکوں کی شمار پر ہے مطلقا یعنے خواہ سب شریک طالب قسمت ہوں یا بعض نہ ہوں برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اجرت مثل حصوں کے موافق ہے تو زیادہ حصہ والا زیادہ اجرت دے اور کم حصہ والا کم دے قیدنا بالقاسم لان اجرۃ الکیال والوزان یقدر کالاصباء اجماعا کذا مسائل الموزون کاجرۃ الرائض والحمال والحفاظ وغیرہا شرح مجمع زاد فی الملتقی ان لم یکن للقسمۃ قدر لہا فعلی الاخلاف لکن ذکرہ فی الہدایۃ بلفظ قیل وتمام فیما علقہ علیہ اختلاف اجرت میں ہمنے قاسم کی قید لگائی اسواسطے کہ کیل کرنے والے اور وزن کرنے والے کی اجرت بقدر حصوں کے ہر اتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی طرح باقی معاون شرکت میں اجرت بقدر حصوں کے ہے جیسے چرانے والے کی اجرت اور بار برداری کی اجرت اور حفاظت کی اجرت وغیر ذلک کذا فی شرح المجمع لمنلتقی میں اتنی قید نیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اسوقت ہے جبکہ وہ چیز قسمت کے واسطے نہ اسطرح کر دو شریکوں کے مکیل یا موزون خرید کیا اور ایک آدمی سے اسکے کیل یا وزن کا اسکو کیا تا اسکی مقدار معلوم ہو تو اسکی اجرت بقدر سہام ہوگی کذا فی الذخیرۃ اور اگر وہ چیز قسمت کے واسطے ہو تو اسمیں وہی خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ میں اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح میں ہے والقاسم یجب کونہ عدلا امینا عالما بہا اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور امانت دار اور قسمت کا واقف تو فاسق اور خائن اور اس طرح کا قسمت کرنا جائز نہیں جو قسمت کرنا نہیں جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو کالا یتعین واحد لہا لئلا یتحکم یا کثر یادۃ اور ایک شخص قسمت کرنے کے واسطے متعین نکیا جاوے تاکہ وہ زیادت اجرت مثل پر تحکم نکرے کالا یشترک القاسم خصوما ظالمہما اور قسمت کرنے والے لوگ باہم شرکت نکریں انکے اتفاق کے خوف سے ہم یعنے اگر امین اشتراک ہوگا تو اسکا خوف ہے کہ اتفاق کر کے اجرت گران کر دیں تو امین لوگوں کا ضرر ہوگا طحطاوی نے کہا قسام جمع ہے قاسم کی وصحت بوصف الشرکۃ لا اذا کان فیہم صغیر او مجنون او غائب عنہ او فی ما لا وکیل عنہ لعدم لزومہا حینئذ لا بایجاب القاضی والغائب والصبی اذا بلغ او افاق ایلغہ ھذا لو دخل ولی شرکاء بطلت حصۃ المفتی وغیرہا اور قسمت صحیح ہے شریکوں کی رضامندی سے مگر جبکہ انمیں کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جسکی طرف سے کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہیں قسمت مذکورہ صحیح ہوگی اسکے نہ لازم ہونے کے سبب اسوقت میں مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہو جاوے یا اسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہ یعنے قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اسوقت ہے جبکہ شریکا وارث ہوں اور اگر شریک ہوں یعنے کسی چیز کے خرید کرنے سے انمیں شرکت حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہوگی کذا فی منیۃ المفتی وغیرہا ہم طحطاوی میں عالمگیری سے یوں مذکور ہے اور اگر شریک مشتری ہوں تو قسمت نہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے تاحضور غائب اگرچہ شریکا حاضرین گواہ لادیں خریداری کی

وقسم تقنی بدعوی ارثہم او ملکہ مطلقا او شراء صح الشرع فلا فرق فی النقلی بین شراء عقار وملک مطلق اور قسمت کیا جاے وہ مال منقول جسکی میراث کا فیما بینہم شرکا دعوی کرتے ہین یا اسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہین یا اسکی خریداری کا دعوی کرتے ہین کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو کچھ فرق نہین نقلی یعنی مال منقول مین درمیان خرید اور میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا مزید تحقیق اسواسطے جائز ہوئی کہ منقول محل تلف مین ہی تو قسمت مین اسکا حفظ ہی اور عقار کا حق ہونا پختہ ہی اور قبضہ دلیل ہی ملک کی اور اقرار دلیل ہی صدق کی اور کوئی اُسکے ساتھ منازع نہین قلت ہ من للنقلی البناء وکالاشجار حیث تقسم بالقبضۃ وان لم یملک فلاجبر قالہ شیخنا مین کہتا ہون اور منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہین حیان منفعت متعذل تو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدل جاتی ہو قسمت سے تو وہان قسمت پر جبر نہین یہ کہا ہی ہمارے اُستاذ نے وعقار ید عوی شراءہ او ملکہ مطلقا اور قسمت کیا جاے وہ مال غیر منقول جسکی خرید کیا یا اسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہین فان ادعوا ارث عن زید لا یقسم حتی یبرھنوا علی موتہ وحدہ ورثتہ پھر اگر شریک دعوی کرین کہ غیر منقول میراث ہی زید سے تو اسکی قسمت نکیجاے یہان تک کہ گواہ لاوین زید کی موت پر اور اسکے وارثون کے تمام رہ پر فلا یقسم عقارا کما فی الصور الاخر اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی بھی تقسیم کیجائیگی محض اُنکے اقرار سے چنانچہ اور صورتون مین قسمت ہوتی ہی یعنی خرید اور ملک مطلق کی صورت مین ولکان برھن ان العقار معھما حتی یبرھنا انہ لھما اتفاقا فی الاصح لانہ یحتمل انہ معھما یا جارۃ او اعارۃ فتکون قسمۃ حفظ والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت ہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ غیر منقول اُنکے ساتھ ہی یعنی اُنکے قبضہ مین ہی یہان تک کہ گواہ لاوین اسپر کہ غیر منقول اُنھین دونکا مملوک ہی یا اتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین اسلیے کہ احتمال رکھتا ہی کہ غیر منقول اُنکے قبضے مین بطریق اجارہ یا رعایت کے ہو تو اسی صورت مین قسمت غفلت کی ٹھہری گی اور حالانکہ غیر منقول بنات خود محفوظ ہی ولو برھنا علی الموت وعدد الورثۃ وھو ای العقار قدت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی وھما وفیھم صغیر او غائب قسم بینھم ونصب قاض یقضی لھما نظرا للغائب والصغیر اور اگر گواہ لاے مورث کی موت پر اور وارثون کی شمار پر اور وہ یعنے عقار غیر منقول اُنکے قبضے مین ہو اور وارثون مین صغیر حاضر ہی یا ایک وارث کبیر غائب ہی تو ورثہ حاضر ہین قسمت کیجاے اور صغیر کے واسطے ایک شخص اُنکے حصہ کا قبض کرنے والا مقرر کیا جاے تا کہ اُنکی حق تلفی نہو کالبینۃ علی اصل المیراث عند ابی یوسف خلافا لھما کما مر اور ضرور ہی شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اصل میراث کی گواہی یہ کہ یہ لکھر اُنکی میراث ہی اُنکے باپ کی جانب سے مثلا کذا فی الطحطاوی فان برھن وارث واحد لا یقسم اذ لا بد من حضور اثنین ولو الحد ھما صغیرا او مجنونا لاحراز المیراث اگر موت اور عدد ورثہ پر گواہ لاوے تو قسمت نہوگی اسواسطے کہ دو وارثون کا حاضر ہونا ضرور ہی اگرچہ اُنمین سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کانوا ای المشترکا مشترین ای شرکاء بغیر الوارث وغاب احدھما لان فی الشراء لا یصلح الحاضر خصما عن الغائب بخلاف الوارث یا شریک خریدار ہون یعنے شریک ہون بدون میراث کے اور ایک شریک اُنمین سے غائب ہو تو قسمت نہوگی اسواسطے کہ خریداری کی شرکت مین شریک حاضر شریک غائب کی طرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا برخلاف میراث کے کہ اُنمین ایک وارث اور وارثون کی طرف سے خصم ہو سکتا ہی او کان فی صورۃ الوارث العقار او بعضہ مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیء منہ لا یقسم للزوم القضاء علی الطفل والغائب بلا خصم حاضر منھما یا کہ عقار یا بعض عقار میراث کی صورت مین وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضے مین ہو یا عقار سے کچھ ہو تو اسکی قسمت نہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونون کی طرف سے ہم صغیر کی مانند اسکی مان ہی اور غائب کی مانند اسکا مُوزع ہو حلبی نے کہا شارح کا قول او بعضہ مکرر ہو گیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیء منہ وقسم المال المشترک بطلب احدھم ان انتفع کل بحصتہ بعد القسمۃ اور مال مشترک قسمت کیا جاے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکے قسمت کے بعد وبطلب شریک ان لم ینتفع لاز الۃ ضرر

اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کیجائے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو قلت حصہ کے سبب سے ہم لینے اگر ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصص کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصے کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہوگی یہ ضافہ نے ذکر کیا ہی کافی میں کہا یہ قول اصح ہی اور ذخیرہ میں ہی کہ اسی قول پر فتوے ہی کذا فی الدر وفی الخانیۃ وقسم بطلب کل ذی علیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہ العمل اور خانیہ میں ہی کہ مال مشترک قسمت کیا جاے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب سے اور اسی پر فتوی ہی لیکن متون قسمہ قول اول پر مشتمل ہیں یعنے عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت قابل اعتماد کے ہی وان تضرر الکل لم یقسم لاسقاط حق العبد علی ما وضعوہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکوں کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہوگی مگر سب شریکوں کی رضامندی سے تاکہ قسمت عود نکرے اپنے موضوع پر نقوض ہو کر ہم لینے موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہاں مفقود ہی کذا فی الجلبی ہاں اگر سب راضی ہوں تو قسمت درست ہی کہ حق انکا ہی اور وہ اپنی حاجت کے زیادہ تر واقف ہیں لیکن قاضی انکا مباشر نہوا گرچہ وہ طلب کریں اور نہ انکو منع کرے کذا فی الزیلعی وفی المجتبی جاز ت لہم اعلان فیہ طلب احدھما القسمۃ ان لم یکن لکل ان یعلی فیہ بعد القسمۃ ما کان یعلی فیہ قبلہا قسم کلا اجتبی ہیں ہی کہ ایک دوکان ہی دو تیر علو کی جسمیں وہ اپنا کام کرتے ہیں سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہی تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اپنے حصہ میں کام کرے قسمت کے بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرتا تھا تو قسمت کیجاے اور اگر ایسا نہو تو قسمت نکیجاے وقسم عروض واخذ جنسا کالجنسان بعضہا فی بعض لو قوما معاوضۃ لا تمیز اذ یعتد التراضی حینئذ جبر القاضی او قسمت کیجاے ان عروض اور اسباب کی جنکی جنس متحد ہی نہ قسمت کیجاوین دو جنسین اسطرح کہ بعض جنس ایضے شریک کو دیجاے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہوکر نہ تمیز ہوکر تو مختلف جنس میں تراضی شرکا پر اعتماد کیا جائیگا نہ قاضی کے جبر کرنے پر ہم لینے اگر متاع اور اسباب ایسے جنس ہوں جنکا مکیل یا موزون یا عدد متقارب یا چاندی سونا تو انمیں ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھ اس شریک کو دیگا اور کچھ دوسرے کو اسواسطے کہ مقصود دونوں میں برابر ہی تو قسمت تمیز واقع ہوئی لہذا قاضی کو انمیں جبر کا اختیار ہوا ور میں ہی کہ جنسین کی قسمت میں ادخال بعض کا بعض میں اسطرح صحیح نہیں کہ ایک شریک کو اونٹ دیجیے اور دوسرے کو دو بکریاں مثلا اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دونوں جنسوں میں اختلاط اور اتحاد نہیں تو یہاں قسمت تمیز واقع نہوی بلکہ معاوضہ ہوگئی تو یہاں تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے قاضی کو جبر کا وہاں اختیار نہی جہاں قسمت یعنی تمیز ہو نہ یعنی معاوضہ لانتفی الرفیق حد الفحش التفاوت فی الکادمی اور نہ قسمت کیجاے فقط مملوک یعنے لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی میں تفاوت بہت ہوتا ہی ہم آدمی میں تفاوت ہونا معانی باطنہ کے سبب سے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ انمیں تفاوت قلیل ہی اتحاد جنس کی صورت میں فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت ہوگی تو اسوقت مملوک کی بھی ملکے ساتھ ملکر قسمت ہوجاویگی باتفاق امام اور صاحبین کے وذکا یقسم لو ذکورا فقط واناثا فقط کما یقسم لابل والغنم وعریفتی المفتر اور صاحبین نے کہا کہ اگر مملوک فقط غلام ہو یا فقط لونڈیاں ہوں تو قسمت ہوگی جیسے اونٹ اور بھیڑ بکری اور فنیت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہی لا الجواھر لتفاوتہا اور نہ قسمت کیجاوین جواہرات انکی کثرت تفاوت کے سبب سے ہم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس ہوں تو بھی قسمت نہوگی اسواسطے کہ انکی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہی تو تعدیل نہیں ہوسکتی ولا الحمام والبئر والرحی المتشددکما فی قسمۃ الدرر اور نہ قسمت کیجاتا حمام اور کنوئیں اور چکی اور مکانات میں اور جس چیز کی قسمت میں ضرر ہو ہم شارح نے عدم قسمت کی چند مثالیں دیکر بطور عطف علم کے علت عدم قسمت کی اشارہ کردیا کہ جس چیز کی قسمت میں ضرر ہوتا ہی وہ قسمت میں ضرر ہوتا ہی وہ قسمت پذیر نہیں اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کے واسطے ہی پھر جب ہر شخص کا حصہ منتفع علیحدہ لائق نہ رہا تو معنی قسمت متحقق نہوئے لہذا ہم ضاھما مر مگر شریکوں کی رضامندی سے قسمت جائز ہی بدلیل لو قسمۃ کما مر اور اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت میں باوجود ضرر کے خسارا راضی ہوں قسمت جائز ہوگی کہ حق تو انمیں کا ہی دلو اراد احدھما البیع وابی الاخر لم یجبر علیہ لانہ اتلاف اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا

شریک نہیں مانتا ہو تو اسکے حصہ کی بیع پر جبر نکیا جاویگا برخلاف مذہب امام ملک رح وفی الجوہرۃ لکن یقسم الکتب بین الورثۃ دلکن ینتفع کل بالذی یاخذہ ولا تقسم بالاوراق ولو بتراضیھم اھ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ کتابیں قسمت متعونگی وارثون میں ولیکن ہر وارث اُنکے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی ورقون کے شمار سے نہوگی اگرچہ ورثہ اسپر راضی ہون وکذا لو کان کتابا ذا مجلدات کثیرۃ احداسی طرح جلد جلد کی قسمت نہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہون ھم یعنے اگر مثلاً کتاب جو کئی مجلدات مین تمام ہوجیسے فتاوی عالمگیری مثلاً جسکی پانچ چھ جلد مجلد ہوتی ہون تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہوگی بلکہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ لے مثلاً کوئی اور کتاب الحج اور کوئی کتاب البیع دلو تراضیا ان تقسم الکتب یاخذ کل بعضھا بالقیمۃ لو کان بالتراضی جاز ولکا اور اگر ورثہ شریک باہم راضی ہوجاوین اسپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجاوے اور ہر شریک بعض کتابے قیمت سے تو اگر یہ تراضی ملفوظ بیع ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہو تو جائز نہین وفی المتارخانیۃ دار وحانوت بین اثنین لا یمکن قسمتھما انتفعا احدھما فقال لصاحبہ فقال لصاحبہ اقسمھا فقال لا اری ولکنی اتھایا فی

اور قاسم جدا کردے ہر حصہ کو انکے راہ اور پانی کی اور کے ساتھ ہم ہر حصہ کی راہ وغیرہ جدا کردینے سے یہ فائدہ ہی تا کہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ ہے تو یہ تجزیہ
اقرع زید کے معنی علی وجہ الکمال ماسل ہون وہ یاقرع لک نصیبا بالاول والثانی والثالث فھلم جرا اور قاسم حصون کو ملقب کرے اول اور ثانی اور ثالث کے ساتھ وعلی ہذا
القیاس رابع اور خامس تک رجاحت کے ہم ترتیب حصص سیرت چاہیے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پہ قادر ہو قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزیلعی ویکتب اسامیھم و
یقرع المکتوب اسم اور شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کے واسطے ہم ہر شریک کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھ کر
وفی نسخۃ القلوب گولی بناوے جو ہو بین ہو کہ قرعہ واجب نہین غرض اس سے تسکین قلوب ہی تا کہ کسیکی جانب داری معلوم نہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کردے تو
جائز ہے فمن خرج اسمہ اولا فلہ السھم الاول ومن خرج ثانیا فلہ السھم الثانی الی ان ینتھی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ مین پہلے نکلے تو اسکے لیے پہلا حصہ ہوا اور
جسکا نام دوسری بار نکلے اسکا دوسرا حصہ ہے یہان تک کہ اخیر تک پہنچ جاوے ہم شرح وقایہ مین ہو کہ قاسم خانہ مقسوم مین جدول کے قلم سے کل ذراع فی ذراع کو
بشکل شطرنج خانہ کے خانہ بندی کرے اور صحن اور مکانات کو گزون سے پیمائش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو
اسکے متصل کو ثانی ٹھہراوے اور اسکے متصل کو ثالث وعلی ہذا القیاس تو جسکا نام قرعہ مین اول نکلے تو اسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا اینکہ اسکا حصہ
پورا ہو جاوے پھر جسکا نام دوسری بار نکلے اسکا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص متساوی ہون خواہ متفاوت اتنے لحاظ سے کہ زمین ہی کا اگر عقار مشترک مین تین شریک
ہون ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلاً تو زمین یا گھر کے چھ سہم ٹھہراوے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اسکے پاس والے کو ملقب
بسہم ثانی وعلی ہذا القیاس سلسلہ وار تک کرے اور شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہو تو وہ اپنا حق لے اور اگر صاحب
ثلث ہو تو اول سہم لے اور اسکے پاس والا دوسرا سہم لے اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اسکے پاس کے دو سہم اور لے واعلم ان الدراھم لا تدخل فی القسمۃ
للعقار الا برضاھم فلو کان ارضا وبناء او منقولا قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یدخل بحصۃ مقابلۃ البناء فان بقی افضل فلا یمکن الشیوع
مع الفضل حرا لھم الفرق واستحقت فی الاصح اور یہ جان رکھ کہ نقد درم زمین اور گھر کی قسمت مین داخل نہین ہوتے ہین مگر شریکون کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت
یا مال منقول ہو تو اسکی قسمت قیمت کرکے ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک مین پھیر دیجاے عمارت کے مقابلہ مین پھر اگر کچھ عمارت زیادہ باقی رہے زمین و دیگر اور
برابری دونون حصون مین ممکن نہو تو لقدر زیادت درم پھیر دئی جاوین ضرورت کے سبب سے اور اختیار مین اس قول کو پسند کیا ہی ہم صورت اسکی یہ ہو کہ ایک گھر ہی
یا عمارت کا سوا انھون نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب مین زیادہ عمارت ہی سو ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض زمین لے تو عوض زمین
ہی دیجائیگی اور صاحب عمارت سے درم نہ دلا جاوینگے مگر جبکہ زمین کا عوض متذر ہو تو اب قاضی کو یہ دست ہو یعنے درم دلانا اسواسطے کہ قسمت متحق ملک سے ہی اور شرکت
ان لوگون کی گھر مین ہی نہ درمون مین تو اسکی قسمت جائز نہوگی جو مشترک نہین کذا فی الدرر قسم دکانا حدھم میل ماء او طریق فی ملک الاخر والحال انھم لیشترکوا
فی القسمۃ صرف عند ان ھکذا ھنا فلھذا لم یصح القسمۃ اجماعا واستوفت مشترک گھر کی قسمت ہوگئی اور ایک شریک کا نابدان اور راہ آمد و رفت کی دوسرے
شریک کی ملک مین ہی اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت مین مشروط نہین ہوا تو نابدان اور راہ اسکی طرف سے دوسری طرف بھیری جاے اگر ممکن ہو اور اگر نہو تو
فسخ کیجاے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت کیجاے اسطرح کہ ہر شریک کا نابدان اور راہ جدا ہو ہم اور اگر اشتراک راہ اور نابدان کا قسمت
مین مشروط ہو گیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرۃ ولو اختلفوا احتمل بعضھم ابقاء مشترکا کما کان امکن اقرار کل فعل کان بسط الزلج
اور اگر شریکون نے اختلاف کیا سو بعضون نے کہا کہ مجھے اسکو یعنے راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص کے واسطے
تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہی ہم زیلعی مین یون ہو کہ اگر قسمت کے اندر راہ خال طریق مین اختلاف ہوا اسطرح کہ بعضون نے
کہا کہ راہ کی قسمت نہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو امین حاکم تامل کرے سو اگر ہر شریک اپنے حصہ مین راہ نکال سکتا ہو تو حاکم

جماعت کی راہ کے سوا اور راہ قسمت کرنے تکمیل منفعت کے واسطے تاکہ ہر طرح سے جدائی ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے لیے راہ کو مشترک باقی رکھ کذا فی الظہیریہ
مختصرا اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضہا فذ عرضہا الذراع ولو فی الاعظم عرضہ معتبر اللہ در بلیغ شریکوں کے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار میں تو راہ کا عرض گھر
دروازے کے عرض کے برابر کیا جائے اور زمین میں تو عرض راہ کا بقدر چلنے پھیلنے کے کیا جائیگا درصورت اختلاف کذا فی الزیلعی ہم لیے جب گھر کی قسمت ہوگی شریکوں میں اور ہر حصہ کی
راہ کی راہ کے عرض میں اختلاف ہوا تو ہر حصے کی راہ مشترک گھر کی دروازہ کے عرض کی برابر کیجائیگی اسواسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی طرف پھیرا جائیگا
اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح میں فتاوی قاضی خان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شریکوں میں مشترک ہے اور اس گھر میں سوا شخص کے مکان
کی راہ ہے سو شریکوں نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب حق نے چاہا کہ انکو قسمت سے منع کرے تو انکو منع کا اختیار نہیں لیکن اس شخص کے واسطے اتنی چوڑی راہ چھوڑی جاوے گی
جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہو گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور سیل عزیز طریق کے ہر کذا فی الطحاوی بطلوا ای ارتفاع
حتی یخرج کل واحد منہم جذعا فی ضیاء ان فوق الباب لا یضاد ہ لان قد طول الباب من الہواء مشترک والبناء علی الہواء المشترک یکون
وصول الضوء جلالیہ طریق کے اختلاف میں عرض اسکا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جاوے اسکے طول کے ساتھ لیے دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ لیے بقدر باب
اعظم گھر کی راہ مشترک کی چوڑائی اور بلندی کم تر کیا جاوے تو ہر شخص شریکوں سے جس حصہ میں گروہ دیوار کے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر میں اسواسطے
کہ ہوا بقدر طول اور بلندی دروازے کی مشترک ہوا اور جو مشترک پر بنانا جائز نہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے کذا فی الجوالیہ ہم لیے گھر کی مشترک میں کہ ارتفاع
اور عرض گھر کے باب اعظم کے دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ چھجہ دکھا یا کھڑکی یا روشندان اپنے مکان
میں راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب اعظم کی بلندی سے اوپر بناوے تو درست ہے اور اسکے نیچے میں بنانا درست نہیں و لو شرطوا ان یکون الطریق فی
قسمۃ الدار علی التفاوت جاز وان وصیلہ کان سہامہم فی الدار متساویۃ وذلک لان القسمۃ علی التفاوت بالتراضی فی غیر الاموال الربویۃ جائز
فجاز قسمۃ التین والکمثری لانہ لیس فی ذلک العب بالمسریحۃ علی الصحیح بل بالقیان لو المیزان لانہ دنی اور اگر شریکوں نے شرط کی کہ گھر کی قسمت
میں راہ متفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ انکے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اسواسطے ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا انکی رضامندی سے جائز ہے سوا اُن اموال کے جنمیں سود
اور ربا جاری ہوتا ہے تو جائز ہے جیسے کپڑا یا ناریل سے لیے جاتی ہے جیسے وغیرہ کے اوٹھانے کے واسطے رسیوں سے بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ جیسے وزنی چیزیں جیسے ریاح
کا احتمال ہوا اور جائز نہیں انگور کا یا ناشپاتی کھجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قیان یا ترازو سے اسواسطے کہ وہ وزنی ہے ہم فتاوی قاضی خان کی عبارت یہ ہے
وقسمۃ التین بالجال ذکر فی النوازل انہ یجوز لتفاوت لا یتفاوت الا یسیر فی العادۃ فہو بمنزلۃ التفاوت الیسیر فی الوزنیات انتہی تو بمنزلت اس عبارت کے اکرار کا تر جمہ بستان کیا اسواسطے کہ اکرار جمع ہے
کر بالفتح کی اور وہ بمعنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکرار جمع ہو کر بالضم کی اور وہ عبارت ہے پیمانہ عراقی سے قاموس میں قیان کا ترجمہ قسطاس کیا ہے
اور وہ عبارت ہے ترازو سے بزرگ سے تو تردید کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ انگور کی قسمت بڑی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم اسفل لہ ای فوقہ علو
مشترکان وسفل مجرد مشترک والعلو لآخر علو مجرد مشترک للسفل لآخر فہم کل واحد من ذلک علی حدۃ وقسم القمۃ عند محمد رحمہ اللہ
نیچے اوپر کا مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور انکے نیچے کا مکان
اور شخص کا ہے تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیحدہ علیحدہ اور شریکوں میں قسمت کیجائے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول
پر فتوی ہے ہم امام اعظم کے نزدیک قسمت قیمت سے نہ ہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک گز بمقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے
نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ نیچے کا مکان اسکی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں چنانچہ
اسمیں کنواں کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیر ذلک تو وہ دونوں مکان بمنزلہ دو جنسوں کے ہو گئے تو تعدیل اور برابری شریکوں کے

ف یعنی کمالیا ربعوں سے نوازل میں مذکور کہ قلت تفاوت

ف یعنی قسمت شریکین

ف یعنی فوقانی

حصوں کی ممکن نہیں ہوسکتی مگر قیمت سے انکر بعض الشرکاء بعد القسمۃ استیفاء نصیبہ وشھد القاسمان بالاستیفاء لحقہ نقض وان قسما ثم
فی الاصح ابن ملک بعض شرکا نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار کیا اور دو قسمت کرنے والوں نے پورا ملنے سے اسکے حق کے گواہی دی تو گواہی انکی قبول
ہوگی اگرچہ انھوں نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ ابن ملک ولو شھد قاسم واحد لا لانہ فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دی تو بقبول نہوگی اسواسطے کہ وہ اکیلا ہی
اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہیں ولو ادعی احدھم ان من نصیبہ شیئا وقع فی ید صاحبہ غلطا وقد کان قبضہ بالاستیفاء ولم یقر بذکرہ الرجل
لم یصدق لانہ برھان او اقرار الخصم ولکن لہ فلو قال لا بحجۃ لعمت ولا تنا قض علی قول الامین ظھر غلطہ
اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصے میں کچھ از روی غلطکاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضے میں پڑگیا ہو اور حالانکہ اسنے پورا حصہ پانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا
ہو کذا ذکرہ البرجندی تو اسکی تصدیق نہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے اقرار سے یا اسکے قسم کھانے سے تو اگر مصنف کہتے الا برہان کے الا بحجۃ کہتا تو گواہی اور اقرار اور نکول
سبکو شامل ہوجاتا اور اقرار استیفا اور ادعا غلط سے متناقض دعوی مدعی کا ثابت نہوگا اسواسطے کہ اسنے امین یعنی قاسم کے قول پر اعتماد کرکے استیفا کا اقرار کیا پھر تامل کے
بعد اسکی خطا ظاہر ہوئی تو وہ اخود نہوگا اپنے اقرار پر بعد ظاہر ہوجانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شریکی بحصتہ وانکر شریکہ ذلک
حلف لانہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ میں نے اپنے حصے پر قبضہ کیا پھر میرے شریک نے اسمیں سے کچھ لے لیا اور شریک انکا منکر ہی تو اُس سے
قسم لیجائے اسواسطے کہ وہ منکر ہی وان قال قبل اقرارہ بالاستیفاء اصابنی مثل ذلک کذا الی کذا ولم یسلم الی وکذبہ شریکہ
تحالفا وتفسخ القسمۃ کالاختلاف فی قدر المبیع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفا حق کے کہا کہ مجکو بھی پہنچا ہی اس میرے حصے سے یہان تک
اور شریک نے تمام حصہ مجکو تسلیم نہیں کیا اور شریک اسکا اسکی تکذیب کرتا ہی تو دونون قسم کھاوین اور قسمت فسخ کرڈالی جاوے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف
مین طرفین پر قسم لازم آتی ہی کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقتسما دارا واصاب کلا طائفۃ فادعی احدھم بیتا فی ید الاخر فھی لصاحب
الکل لانہ بعد الصلح اور اگر دو شریکون نے گھر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہونچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھری کا دعوی کیا کہ
دوسرے شریک کے تصرف مین آگئی میرے حصے سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہی تو اسپر گواہی لانا واجب ہی کیونکہ وہ مدعی ہی وان اقاما فالعبرۃ
لبینۃ المدعی لانہ خارج وان کان قبل الاشھاد علی القبض تحالفا وفسخت وکذا لو اختلفا فی الحدود اور اگر دونون شریکون نے گواہ قائم
کیے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ وہ خارج ہی اور اگر قبض پر گواہی لانے سے پہلے ہو تو دونون شریک قسم کھاوین اور قسمت فسخ کرڈالی
جاوے اور اسی طرح کا حکم ہی اگر دونون حدود مین اختلاف کرین وان استحق بعض المعین من نصیبہ لا تفسخ القسمۃ التفاتا الی الصحیح
اور اگر ایک شریک کے حصہ سے بعض معین مین استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے بر قول صحیح مع اسکے
کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اسمین غیر کا حق نہین کذا فی الخطاوی وفی استحقاق بعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا اور بعض
شائع غیر معین کے استحقاق مین سب حصون کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکور ہم اسواسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شریک ظاہر ہوا
اور قسمت بدون اسکے صحیح نہین وفی استحقاق بعض شائع من نصیبہ لا تفسخ جبرا خلافا للثانی بل المستحق منہ رجع بحصتہ ذلک فی
نصیب شریکہ ان شاء لو نقض القسمۃ دفعا لضرر التشقیص اور بعض شائع کے استحقاق مین ایک شریک کے حصہ سے قسمت زبردستی سے فسخ
نہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ اُسقدر بھرلے اپنے شریک کے حصہ سے اگر وہ چاہے یا قسمت کو توڑ دے تاکہ حصص سازی
سے رفع ہوجاوے قلت قد بقی ھنا احتمال اٰخر وھو ان یستحق بعض نصیب کل واحد فان کان شائعا فسخ وان کان معینا فان تساویا فظاھر والا
فالعبرۃ لمن لہ الاکثر کما مر فلذا لم یفرد ھا بالذکر مین کہتا ہون یہان ایک اور احتمال باقی ہی وہ یہ ہی کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے

حصہ مین تو اگر بعین شائع غیر معین ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونون حصون مین برابر ہو تو ظاہر ہی صحت قسمت کی اور اگر کم وبیش ہو تو اسی زیادہ کا اعتبار ہوجیسا کہ گذر گیا تو اسی واسطے مصنف نے اسکو علیحدہ ذکر نہین کیا ہم کہی بیشی کی یہ صورت ہو کہ ایک شریک کے حصے مین چار گز کا استحقاق ہو اور دوسرے کے حصے مین چھ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھیر دے فتوح دین فی الترکۃ المقسومۃ تفسخ القسمۃ الا اذا قضوہ ای الدین وابراء الغرماء ہم اور تشبیہ فیہا ای من التی تکلتہا ما یقع بہ الاول المانع ترکہ مقسومہ مین دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنے اسواسطے کہ دین مقدم ہی میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کردین یا ارباب دیون قارتون کو بری الذمہ کردین یا ترکہ سے اوتنا باقی رہ گیا ہو جو ادا دین کے واسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہوگی الغ کے دور ہوجانے کے سبب سے ولو ظہر غبن فاحش لا یدخل تحت التقویم فی القسمۃ فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا والا فی الاصح مفید بالعدل ولم یوجد اور اگر قسمت مین ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت کرنے والون کی تجویز مین داخل نہین ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہی عدل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہان نہین گیا ولو وقعت بالتراضی تبطل ایضا فی الاصح لان شرط جواز ہا المعادلۃ ولم توجد فوجب نقضہا خلافا لتصحیح الخلاصۃ قلت فلو قال کالکنز تفسخ لکان اولی اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح مین اسواسطے کہ جواز قسمت مین برابری حصون کی شرط ہی اور وہ پائی نہین گئی تو اسکا توڑنا واجب ہوگیا برخلاف تصحیح خلاصہ کے مین کہتا ہون تو اگر مصنف کنز کے مانند بجاے بطلت کے کی تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا ہم کنز مین یون ہی ولو ظہر غبن فاحش فی القسمۃ تفسخ یعنے اگر بین فاحش قسمت مین ظاہر ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہ عبارت مختصر ہی اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونون کو شامل ہی لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی وتسمع دعواہ ذلک ای ما ذکر من الغبن الفاحش ان لم یقر لہ الا ستیفاء وان اقر بہ لا تسمع دعوی الغلط الغبن للتناقض الا اذا ادعی الغصب فتسمع دعواہ وتمامہ فی الخانیہ اور شریک کا وہ دعوے یعنے غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اسنے حصہ پانے کا اقرار نکیا ہو اور اگر اسکا اقرار کرچکا ہو تو سماعت نہوگی دعوے غلط اور غبن فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوے کرے یعنے یون کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اسنے غصب کرلیا تو دعوے مسموع ہوگا اور پورا اسکا بیان خانیہ مین ہی ادعی احد المتقاسمین الترک دینا فی الترکۃ صح دعواہ لانہ لا تناقض لتعلق الدین بالعین والقسمۃ بالصورۃ متروکہ بانٹ لینے والون مین سے ایک شخص نے دین کا دعوے کیا متروکہ مین تو اسکا دعوی صحیح ہی اسواسطے کہ قسمت کرلینے اور دعوے دین مین تناقض نہین بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے قسمت کی صورت متروکہ ہی ہم دین معنی سے متعلق ہی یعنے متروکہ کی مالیت سے اسکا تعلق ہی تو اگر متروکہ کے وارث ہون تو انکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کرلینا درست ہی کذا فی الطحطاوی ولو ادعی عینا بای سبب کان لا تسمع للتناقض الا اذا قام علی القسمۃ اعتبارا للشرکۃ اور اگر دین کے سوا کسی عین کا دعوی کیا کسی سبب سے خواہ عاریت یا غصب سے تو دعوے مسموع نہوگا بسبب تناقض کے اسواسطے کہ قسمت پر پیش قدمی کرنا اقرار ہی شرکت کا وفی الخانیہ اقتسموا دارا اقر احدہم فی قسم الآخر بناء وتخالفا زعم انہ بناہ وغرسہ الآخر بنیتہ اور خانیہ مین ہی کہ شریکون نے ایک گھر یا زمین بانٹ لی پھر ایک نے دوسرے کے حصہ مین عمارت یا درخت کا دعوی کیا یعنے یہ کہا کہ مدعی نے اسکو بنایا ہی اور درخت کو لگایا ہی تو اسکے گواہ مقبول نہونگے یعنے بسبب تناقض کے وقعت شجرۃ فی نصیب احدہما اغصانہا متدلیۃ فی نصیب الآخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا لیغرسہا لانہ استحق الشجرۃ باغصانہا اختیارا درخت ایک شریک کے حصہ مین پڑا اسکی شاخین لٹک رہی ہین دوسرے شریک کے حصہ مین تو اسکو نہین پہنچتا ہے کہ اسپر زبردستی کرے شاخون کے کاٹنے پر اسی قول پر فتوی ہی اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہوگیا ہی اسکی شاخون کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنے بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہی تو جبر کی کون وجہ ہی بقی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن الآخر فی عقار مشترک

فطلب شریکہ دفع بناءہ قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب ہما فوقعت فلا هدم البناء وحکم الغرم کما لو باع احد شریکی الدار بیتا منها فبنی المشتری فی بیته ثم وقع فی نصیب البائع فلا هدم البناء وحکم الغرم کذا فی الذخیرۃ القسمۃ تقبل النقض قبل قسموا واخذوا واحتسبتم ثم تراضوا علی الاشتراک بینهم صح وعادت الشرکۃ فی عقارہ وغیرہ کان قسمۃ التراضی مبادلۃ دیلمی فمنها صبلہا تماما بالتراضی ہے قسمت قابل نقض ہے یعنے لوٹ سکتی ہے اگر شریک کوئی مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لیچکے پھر وہ راضی ہو گئے آپس کے ساجھے سے تو یہ قسمت کا توڑ دینا صحیح ہے اور شرکت پھر آویگی زمین یا اسکے غیر مین اسواسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہے اور اسکا فسخ کرنا اور بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کمقسومۃ علی شرطہا بیعا وصدقۃ او بیع من المقسوم او غیرہ یثبت الملک فیہ یفید جواز التصرف فیہ بالقبض ویضمن بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی چنانچہ قسمت ہونا ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنے کی شرط پر یا مقسوم کے بیچ ڈالنے کی شرط پر سوائے اسکے تو قبض کرنا اسکا ملکیت کو ثابت کر دیتا ہے اور قابض کے واسطے اسمین جواز تصرف کا مفید ہے اور اسکا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت سے کالمقبوض بالشرکۃ الفاسدۃ فانہ یفید الملک کا مر فی بابہ جسطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع الفاسد کے باب مین گذر گیا وقیل لا یثبتہ جزم بالقیل فی الاشباہ وکذا فی التبیین کا مر فی بابہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہین کرتا ہے اور قول ضعیف پر یقین کیا ہے اشباہ مین اور قول اول پر یقین کیا ہے تبیین مین

ولو تہایئا ان یسکن ہذا بعضا وذا بعضا وہذا اشہرا وذا اشہرا وداریں لیکن کل واحد او فی خدمۃ عبد یخدم ہذا یوما وذا یوما وعبدا یخدم ہذا لیلا والآخر نہارا وفی غلۃ دار او داریں کذلک بحر التہایؤ فی الاجارۃ السنۃ استحسانا للتعامل اور اگر دو شریک نوبت اور باری مقرر کر لین ایک گھر مشترک کے رہنے مین اسطرح کہ یہ شریک رہے گھر کے کچھے مکان مین اور وہ شریک کچھے مین یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھرون مین باری مقرر کرین کہ ہر شریک ایک ایک گھر مین رہے یا باری معین کرین غلام مشترک کی خدمت مین کہ ایکروز اسکی خدمت کرے اور ایکروز دوسرے کی یا دو غلامون مشترک کی خدمت مین کہ یہ غلام اسکی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کرین ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ مین اسی طرح تہایو یا باری مقرر کرنا بوجہ تعامل بطریق استحسان بالاتفاق صحیح ہے ہم مہایاۃ اور تہایؤ مفاعلۃ اور تفاعل ہیئت سے اور ہیئت عبارت ہے اس شخص کی حالت ظاہر سے جو کسی چیز پر مستعلی و طیار ہو اور تحقیق اسکی عنایہ مین یون ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہو اور شریک ثانی مشترک سے نفع لینا ہے جس طرح سے شریک اول اسے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح مین مہایاۃ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاسا یہ جائز نہین کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اسکے ہم جنس سے لیکن استحسانا یہ جائز ہے بدلیل کریم لما شرب ولکم شرب یوم معلوم فلا صح ان للقاضی یمانی وینہما اجبر بطلب احدہما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کر دے دو شریکون مین زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے لیے اگرچہ دوسرا شریک قبول نکرتا ہو ولا تبطل بموت احدہما ولا بموتہما اور باری باطل نہین ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونون شریکون کی موت سے ولو طلب احدہما القسمۃ فیما یقسم بطلت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک مین جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاویگی ہم ذخیرہ مین ہے کہ ہر شریک کو نقض مہایاۃ عذر سے وبلا عذر جائز ہے اور یہ اسوقت ہے جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر بحکم حاکم ہو تو حتیٰ کہ دونون کو نقض پر راضی نہونگے تو نقض جائز نہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پھر توڑی تو اب اسکا اعادہ نہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری مین عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ بھیڑنا جائز نہین کذا فی العالمگیریہ ولو اتفقا علی ان نفقۃ کل عبد علی من یخدمہ جاز استحسانا بخلاف الکسوۃ اور اگر دو شریک مشترک ہوئے اسپر کہ خراج ہر غلام کی اس شریک پر ہے جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحسانا برخلاف لباس کے کہ اسمین تفصیل ہے ہم جبکہ لباس کی مقدار معین دونون نے مذکور کی ہو تو نہ قیاسا جائز ہے نہ استحسانا اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاسا جائز

ف۷ اس سے معلوم ہوا کہ ایک شریک کی باری مین دوسرے شریک کو دخل دینا جائز نہین ہے

ف۸ یعنی ایک شریک کا باری کے ایک دن مین دوسرے شریک کو دخل دینا جائز نہین ہے اور ایک دن کی باری مین دو شریک موجود ہون ۱۲

نہیں اور استحسانا جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ وما زاد فی نوبۃ لصحابہا فی الدار الواحدۃ مشترکۃ لان الزیادۃ جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہوگیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر میں تو وہ مشترک ہی دونوں میں نہ دو گھر کی حاصلات میں ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت میں کرایہ گران ہوگیا دوسرے کی نوبت سے تو زیادت میں دونوں شریک ہونگے اور اگر دو گھروں میں ایک گھر کا کرایہ گران ہوگیا تو زائد میں شرکت نہوگی کذا فی الخانیۃ مختصر اَعْنِیْ فِیْ صِدْدَارٍ عَلَی السَّکْنٰی وَالْحُکْمُ وَکَذَا فِی مُخْتَلِفِ الْمَنْفَعَۃِ مُلْتَقًی وَتَمَامُہٗ فِیْمَا عَلَّقْتُہٗ عَلَیْہِ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت جائز ہے یعنے ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر میں رہے تو یہ درست ہے اور اسی طرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعۃ میں نوبت مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی میں ہے ہم شراح کی شرح ملتقی میں ہے کہ جب باری متحد المنفعۃ میں جائز ہوئی تو مختلف المنفعۃ میں بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر دونوں کا باری فی غلۃ غلۃ عبد واحد او حمامین فی غلۃ غلۃ او بغلۃ او بغلتین او فی رکوب بغلۃ او بغلۃ او فی نوبۃ شجرۃ او فی بیت شاۃ کالبیدر فی مسائل شتی اور اگر دو شریکوں نے باری مقرر کر لی ایک غلام کی اجرت میں یا دو غلام کی اجرت میں یا نوبت معین کی ایک خچر کے کرایہ میں یا دو خچر کے کرایہ میں یا ایک خچر کی سواری میں یا دو خچر کی سواری میں یا ایک درخت کے پھل میں یا بکری کے دودھ میں تو ان آٹھوں مسئلوں میں باری معین کرنا درست نہیں ہم اجرت غلام کی باری میں بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ باری نہیں ہو سکتی مگر دو دنوں میں تو احتمال ہے حاصلات کی کمی بیشی کا برخلاف خدمت کہ ایسی مساحۃ مرجع ہے اور دو غلاموں کی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہیں اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت میں کچھ ضرورت نہیں اسلیے کہ اجرتیں قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل سے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں اختلاف ہے وعلی ہذا القیاس سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں اختلاف ہے اور پھل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ پھل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری کی کیا حاجت ہے کذا فی الطحطاوی وحیلۃ الثمار وھی ان یشتری حظ شریکہ ثم یبیع کلا بعد ما ذہا او یتقرضا للہ بمقدار معلوم استقراضا صحیحا ذا فرض المشاع جائز اور پھل اور اسکے مانند اور چیز کی باری کا یہ حیلہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ پھل لے پھر شریک مشتری سب پھلوں کو بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانے کے بعد دوسرے شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لیکر اسواسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے **فروع** مسائل ملحقہ شتی من الغرامات ان کانت لحفظ الاصل لزمت علی قدر الملک وان لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس کما یدخل صبیان ونساء فلو عزم السلطان تقسیمہا علی الاملاک یعنے ڈانڈ یعنے جو مال کہ زبردست کو دینا پڑے جان اور مال کے بچانے کے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کے واسطے ہو تو اسکی قسمت لوگوں پر بقدر املاک کے ہے اور اگر جانوں کی حفاظت کے واسطے ہو تو لوگوں کی شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار میں داخل ہونگے تو اگر بادشاہ ایک گانوں سے ڈانڈے تو اسکی قسمت اہل قریہ پر اسی طرح ہوگی ولو خیف الغرق فالقوا علی القاع امتعۃ فالغرم بعدد الرؤس لانہا لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہوا سو لوگوں نے اسکو ہلکا کرنے کے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈا دینے کی شمار پر ہے اسواسطے کہ یہ جانوں کی حفاظت کے واسطے ہے ہم اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اس غائب پر کچھ مال لازم نہوگا جسکا مال کشتی میں ہے اور اسکے گرانے کی اجازت نہیں دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونوں کے تلف ہونے کا خوف ہو تو دونوں طرح پر مال لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا المشترک اذا انہدم فابی احدھما العمارۃ ان احتمل القسمۃ لاجبر وشیء ولا بنی ثم اجبر ولیرجع بما انفق لبنائہ للقاضی والا فبقیمۃ البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہوگیا سو ایک شریک اسکی عمارت بنانے سے انکار کرتا ہے اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہے تو جبر نہیں اور بانٹ ڈالا جاوے اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہیں ہے تو ایک شریک اسکی تعمیر کرے پھر اسکو کرایہ پر چلا دے تاکہ جو اسنے خرچ کیا ہے کرایہ سے بھرے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر نہ کی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھرے قیمت جو بنانے کے وقت ہو وللمتصرف فی مملکۃ دان تقرر جازۃ فی ظاہر الروایۃ الکل فی کالشبلۃ اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ اس

تصرف میں اسکے پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو ظاہر الروایۃ میں یہ مسائل مذکور ہیں شامی نے قول فصل کو چھوڑ دیا یعنے اگر ضرر صحیح ہو تو تصرف ممنوع ہو اور نہیں تو جائز اور اسی پر فتوی منقول ہو شرح وہبانیہ میں اور اسی قول کو صحیح کہا ہو بسنقی نے اور عمادیہ میں ہو کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الطحطاوی عن الزواہر وفی المجتبی وبہ یفتی وفی المراجیۃ الفتوی علی المنع قال المصنف فقد اختلف الافتاء ویفتی ان یعول علی ظاہر الروایۃ اور مجتبی میں ہو کہ جواز تصرف پر فتوی ہو اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو اور سراجیہ میں ہو کہ فتوی منع تصرف پر یعنے درصورت ضرر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی میں اختلاف بڑا اور ایسی صورت میں لائق یہ ہو کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاوے یعنے جواز تصرف پر گو ہمسایہ متضرر پاوے قلت وسیجی متفرقات القضاء میں کہتا ہوں اور یہ مسئلہ مذکور ہو چکا متفرقات قضا میں وفی الوہبانیۃ وشرحہا ؎ ولو زرع لانسان ارضا ولاربہ فلیس لہ منعہ لم یضر اور وہبانیہ اور اسکی شرح میں ہو اور اگر آدمی کچھ زمین بودے اپنے گھر میں تو اسکے پڑوسی کو اسکے منع کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ اسکو ضرر ہو یہ وہی مسئلہ ہو جو شامی سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک میں جائز ہو اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہو ؎ وحیط لہ اھل فحمل او لحدیہ ولا حمل فیہ قیل لیس لغیرہ اور ایک دیوار ہو جسپے اہل یعنے شریک ہیں سو ایک شریک اسپر وھنیاں رکھیں اور حالانکہ قبل اسکے اسپر وھنیوں کا لو جہ نہیں تو اسکو دوسرا شریک تغیر نہ کر یگا ہم یعنے ایک مشترک دیوار جسپر وھنیاں نہیں ہیں سو اگر ایک شریک اسپر وھنیاں رکھے تو دوسرا شریک اسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر دوسرا شریک وھنیوں پر اور وھنیاں رکھے یا اسپر بردہ بناوے یا دروازہ وغیرہ لگاوے تو بدون اجازت شریک کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ ؎ وما للشریک ان یعلی حیطہ ہو قیل لا الا بقدر المعتاد وقیل جائز فیغرم الخ شریک کو جائز نہیں کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضوں نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہو تو تغیر کرے ہم عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا لائق یوں ہو کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنے اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہیں اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہو ؎ ومنع من احدث علیہ منہ شارک بہ من الرم قاضی موجر فیعزل اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہو چنانچہ حمام تو شریک کی منع تسلیم سے قاضی اسکو کرایہ دے پھر کرایہ سے اسکی تعمیر کرے ہم مثلاً ایک مشترک حمام منہدم ہوا جاتا ہو اور ایک شریک اسکی مرمت پر مستعد ہو اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہو تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اسسے اسکی مرمت کرے لیکن یہ قول غیر مختار ہو اور قول مختار اگلی بحث میں مذکور ہو ؎ وینتفع فی المختار راض بادتہ ودینہ نفعا من ابی قیل یخیر اور قول مختار میں جو شریک راضی ہو مرمت کا وہ اسکی مرمت میں اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاوے اسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہو قبل تاوان دینے کے یعنے جس شریک نے مرمت کی ہو وہ اپنا صرف کرایہ سے لے لے گا تبکہ دوسرا شریک اسکا کرایہ نہیں لے سکتا ہو ؎ وخذ منفقا باذن الحاکم وخذ قیمۃ الا بطل المحض اور بے مرمت کے صرف کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہو اور بے قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نکی ہو اور یہی قول مرجح اور محقق ہو ہم طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتین وہبانیہ کی ہیں اور چوتھی اور پانچویں علامہ عبد البر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہیں اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہو مسئلہ لمحقہ مترجم ایک شخص مر گیا اسنے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹھلیاں چھوڑیں پانچ ٹھلیاں سرکہ سے مملو ہیں اور پانچ میں نصف نصف سرکہ ہو اور پانچ خالی ہیں اور سب برابر ہیں تو بیٹوں نے چاہا کہ بدون اوٹھانے کے برابر بانٹ لیں تو اسکا طریقہ یہ ہو کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹھلیاں اور ایک آدھی بھری اور دو خالی دیجاویں اور دوسرے فرزند کو بھی اسی طرح دیجاوے تو اب باقی رہیں پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین آدھی بھریں تو یہ پانچوں تیسرے فرزند کو دیجاویں تو سبکا حصہ برابر ہو گا کذا فی فتاوی قاضی خان واللہ اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب المزارعۃ

یہ کتاب ہو مزارعت کی یعنے بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بھی کہتے ہیں اور اہل عراق مخابرہ بولتے ہیں مناسبت للاشارۃ مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب القسمۃ سے ظاہر ہو یعنی جو کھیت میں اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہو اسمیں قسمت جاری ہوتی ہو درمیان مزارع اور صاحب زمین کے

ھی لغۃ مفاعلۃ من الزرع مزارعت لغت میں مفاعلت ہی زرع سے وشرعا عقد علی الزرع ببعض الخارج اور شرع میں مزارعت عبارت ہی اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بقدر بعض خارج یعنی تہائی یا چوتھائی انج پیدا ہو کو زراعت پر ایجاب و قبول کرنا یہ حقیقت ہی مزارعت کی وارکانہا اربعۃ ارض وبذر وعمل وبقر اور مزارعت کے ارکان چار ہیں زمین اور بیج اور محنت اور بیل ولا تقصر عند الامام کما تقدم الطحان اور مزارعت درست نہیں امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ وہ قفیز الطحان کی مانند ہی ہم اسکی دلیل وہ حدیث ہی جو رافع بن خدیج سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی مخابرت اور وہ مزارعت ہی زمین کی تہائی یا چوتھائی پر وعندھما تصح ویفتی بہ لحاجۃ الناس الیہا وقیاسا علی المضاربۃ اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہی اور اسی قول پر فتوی ہی بسبب حاجت لوگوں کے اور مضاربت پر قیاس کرنے سے ہم اور مزارعت صاحبین کے قول پر فتوی ہی اسواسطے کہ رسول علیہ السلام نے خیبر کی نخلستان اور زمان کے لوگوں کو دیدی بطریق معاملہ کے اور اسکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل متعاقب رہا اور اب تک مسلمین میں جاری ہی اور اسی صورت میں خبر واحد اور قیاس متروک ہو جاتا ہی بشرط تمانیۃ صلاحیۃ الکل لزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہی اٹھ شرطوں سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کاشتکاری کے واسطے ہم تو اگر زمین شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہیں واھلیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہی عاقدین کی یعنے عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہیں لیکن بلوغ اور حریت شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحاوی وذکر للمدۃ او معرفۃ متعارفۃ فتفسد بما یفسخ بہ اجارۃ وما لا یفسخ بہا احدھما فاسدا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنے وہ مدت جو زارعین میں معروف اور مروج ہی یعنے اکیسال یا دو سال تو عقد فاسد ہوگا اس کثرت سے جسمیں زراعت نہیں ہو سکتی اور اس مدت طویل سے کہ وہاں تک حد العاقدین غالبا نہیں جیتا وقتل فی بلاد تا نصف بلا بیان مدۃ ویقع علی اول زرع وجد وعلیہ الفتوی بجتبی وبزازیہ وقرۃ المصنف اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں مزارعت بدون بیان کرنے مدت کے بھی صحیح ہی اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی المجتبی والبزازیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہی وذکر الید اور چوتھی شرط صاحب تحفہ کا ذکر کرنا ہم اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہی تو مزارعت استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہی تو مزارعت استیجار ارض کا ٹھہرے گی تو بدون ذکر صاحب تحفہ مقصود علیہ مجہول ہوگا اور دونوں کے احکام بھی مختلف ہیں اسواسطے کہ جسکا بیج نہیں تو اسکے حق میں عقد لازم ہی فی الحال اور صاحب تحفہ بدون تحفہ زیدی کے عقد لازم نہیں وقد یحکم العرف اور بعضوں نے کہا بیج میں عرف حاکم ہی یہ قول ہی ابو بکر بلخی کا یعنے اگر عقد وہاں ہو جہاں بیج مزارع کا ہوتا ہی تو وہی معتبر ہی اگر وہاں ہو جہاں مالک زمین کا بیج ہوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہی بشرطیکہ عرف دائمی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہیں وذکر جنسہ اور پانچویں شرط ذکر کرنا ہی بیج کے جنس کا یعنے گیہوں یا جو یا اجرا یا جوار ہم بیان جنس تحفہ اسواسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہی کذا فی الزیلعی لا قدرہ بعلمیۃ یا علامۃ الارض وشرط فی الاختیار اور مقدار تحفہ ذکر کرنا شرط نہیں بسبب اسکے معلوم ہونے کے زمین کے بتا دینے سے یعنے زمین سے خود معلوم ہو جاتا ہی کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار میں مقدار تحفہ کو بھی شرط کہا ہی وذکر قسط العامل کالثلث اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہی دوسرے شخص کا حصہ ہم اور اس شخص کا حصہ ہر جسکی طرف سے بیج نہیں ہی اسواسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہی تو اسکا معین ہونا ضرور ہوا کذا فی الزیلعی ولو بینا خطارب الیذر وسکتا عن حظ العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تحفہ کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز ہم اور اگر عاقدین نے اسکا حصہ بیان کر دیا جسکا بیج نہیں ہی تو مزارعت جائز ہی قیاسا واستحسانا کذا فی الخلاصۃ وشرط التخلیۃ بین الارض ولو مع المذر والعامل اور مزارعت صحیح ہی تخلیہ کی شرط یعنے تخلیہ کر دینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو ہم تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی بشرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہو تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہ ہونے سے سبب اور تخلیہ یہ ہی کہ زمین کا مالک کھلا کہ یعنے زمین تحکو تسلیم کی کذا فی الطحاوی وبشرط الشرکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہی شرکت فی الخارج کے شرط سے یعنے جو غلہ پیدا ہوا اسمیں دونوں کی شرکت مشروط ہی تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں ہم فروع الاخیر بقولہ فتبطل ان شرط لاحدھما فقفزان مسماۃ پھر مصنف نے شرط اخیر یعنے شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت یا طل

اگر احد العاقدین کے واسطے چند قفیز معین شرط ہوں لیکن کچھ غلہ ایک شخص لے اور باقی دونوں میں نصف نصف ہو او ما یخرج من موضع معین یا ایک کے واسطے وغلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہو اور باقی نصف اونصف بالبعد ذیذہ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اٹھالے یعنے جسقدر اسنے بیج ڈالا اسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصف نصف اور رفع الخراج الموظف او نصیفہ بعد فعہ یا خراج موظف کا نکال لینا احد اسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصف نصف کر لینا شرط ہو ہم تنصیف الباقی چار وسنبلوں سے متعلق ہے اور بہتر یہ تھا کہ متن لفظ بعد فعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی او بان صورتوں میں مزارعت اسواسطے باطل ہوتی ہے کہ غلہ میں گاہے قطع شرکت ہو سکتی ہے اسواسطے کہ شائد اُوٹنا ہی ظہور پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنے بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحاوی بخلاف شروط رفع خراج المقاسمۃ کثلث او ربع او شروط رفع العشر للارض او احدھما کانہ مشاع فلا یؤدی الی قطع الشرکۃ برخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمت نکال لیا جاے چنانچہ تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنے دسواں حصہ نہیں کا نکال لیا جاے یا دسواں حصہ احد العاقدین لے تو مزارعت باطل نہیں اسواسطے کہ بٹائی کا خراج اور عشر مشاع ہے یعنے غیر معین ہر قریہ قطع شرکت کی طرف نہیں پہونچاتا ہے او شروط التبن لاحدھما والحب للآخر ای بطل لافضاء الشرکۃ فیما ھو المقصود یا یہ شرط ہو ایک کے واسطے اور دانہ دوسرے کے واسطے یعنے اسی رائے مزارعت باطل ہوگی بسبب قطع ہو جانے شرکت کے اسمیں جو مقصود زراعت ہے یعنے بالی او شروط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر کانہ خلاف مقتضی العقد یا دادہ اور بھوسے کی تنصیف شرط ہو صاحب تخم کے سوا اور شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہو اسواسطے کہ یہ شرط مقتضاے عقد کے مخالف ہے او شروط تنصیف التبن والحب لاحدھما لقطع الشرکۃ فی المقصود یا بھوسا نصف نصف شرط ہوا دونوں میں اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہو جانے شرکت کے مقصود میں وان شرط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر کما ھو مقتضی العقد او بعکسہ او شرط التبن لصاحب البذر والحب لصاحب البقر او عکسہ او شرط الحب لصاحب البذر والتبن لصاحب البقر او عکسہ او شرط التبن لصاحب البذر والحب بینھما او عکسہ او شرط الحب لصاحب البذر وقیل بینھما او التبن لصاحب البقر او عکسہ او شرط الحب لصاحب البذر والتبن بینھما او عکسہ او شرط التبن لصاحب البذر والحب لصاحب البقر او عکسہ او شرط الحب لصاحب البذر والتبن بینھما او عکسہ او شرط التبن لصاحب البذر والحب لصاحب البقر او عکسہ او شرط الحب لصاحب البذر والتبن لصاحب البقر او عکسہ او شرط التبن لصاحب البذر والحب بینھما او عکسہ او شرط الحب لصاحب البذر وقیل بینھما او التبن

اور باقی دو چیزیں دوسرے کی ہوں یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار تقسیم عقلی کے سات وجہ پر ہیں اسواسطے کہ ارکان اربعہ یعنے زمین اور بیج اور بیل اور عمل میں سے احد العاقدین کی طرف سے ملک ہو اور باقی تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جیکہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی دو ہوں تو یہ تین صورتیں ہیں و ھی محل ثالث فاکثر بھستہ فسدت اور جیکہ داخل ہو تیسرا شخص یا زیادہ حصہ مقرر کرکے تو مزارعت فاسد ہوگی ھم اور اگر چار شخص شریک ہوں مزارعت میں اسطرح کہ ایک کی زمین ہو دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی الخلاصۃ عن الوہبانیۃ وشرحہا واذا صحت فالخارج علی الشرط اور جیکہ مزارعت صحیح ہوگئی تو جو غلہ پیدا ہو وہ شرط کے موافق قسمت ہو کما شئی المعلم ان لیخرج شیئ فی الصحیحۃ اور عامل کے واسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہو مزارعت صحیحہ میں ھم اسواسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں برخلاف مزارعت فاسدہ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ویجبر من ابی علی المضی الا ادب البذر فلا یجبر قبل القائم وبعدہ یجبر دس اور زبردستی کیجائے مزارعت قائم رکھنے کی اس شخص پر جو انکار کرتا ہے مگر صاحب تخم کو اسپر جبر نہو گا بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر وھی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نماء ملکہ اور جیکہ مزارعت فاسد ہو تو جو تلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی افزائش اور بڑھوتی ہے یعنے جو پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا ویکون للاخر اجر مثل عملہ او ارضہ وکذا جزاد علی الشرط بالغا ما بلغ عند محمدؒ اور دوسرے شخص کو اسکے عمل یا اسکی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنے اگر صاحب تخم صاحب زمین ہے تو عامل کو اسکے عمل کی مزدوری دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاویگا اور اجرت زیادہ نکیجاویگی شرط پر پہونچ جہاں تک پہونچے محمدؒ کے نزدیک وان لم یخرج شیئ فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل رب الارض فعلیہ اجر مثل العامل حاوی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہووے تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اسپر واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو اسپر ویسی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیہا وقد زرع العامل فی الارض فلا شئ لہ لکراہیۃ حکما ای فی القضاء اذ لا قیمۃ لنماء ظلما ثم فلیس لہ ان یرضیہ اجر مثلہ لغرر اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حالانکہ عامل نے زمین میں جوتائی کی ہو تو قاضی کے حکم میں اسکے واسطے کچھ نہیں اجرت اسکے جوتنے کی اسواسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور دیانت میں یعنے فیما بینہ وبین اللہ اسکو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتوے دیا جاے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنے عقد مزارعت سے اسنے فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے میں مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین مضی الربیع اذا لم ینبت الزرع لکن یجبران یسترضی المزارع دیانۃ اذا تحکما اور عقد مزارعت فسخ کر ڈالا جاے بسبب اس دین کے جو مضطر کردے زمین کی بیع کرنے کی طرف جبکہ کھیت نہ اوگا ہو لیکن دیانۃ واجب یہ ہے کہ مزارع راضی کیا جاے جبکہ وہ کچھ محنت کرچکا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی چوتھائی اجرت اسکو دینا چاہیے ھم دین ملحق الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد ہو اسکے ادا کرنے کی بیع کے سوا اذا ثبت ولم یستقص لم یتبع الارض ولم تتعلق حقوق المزارع حتی لو باعہا ارباب اور اگر کھیت اوگا ہو اور سنورنے کے نہیں ہوا کہ کاٹا جاے تو زمین کی بیع نہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کردے تو بیع جائز ہوگی فان حصتہ قبل ادراک الزرع فعلی العامل اجر مثل نصیبہ من الارض لا ما ادرک الزرع کما فی الاجناس پھر اگر مزارعت کی مدت گذر جاے کھیت کی کٹنی سے پہلے تو عامل یعنے مزارع پر کھیت کے پکنے ہونے تک اجر مثل واجب ہے بقدر اسکے حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے ھم یعنے اگر مزارع کا حصہ غلہ میں تھائی ہو تو زمین کی اجرت کی تہائی اسپر واجب ہے اور نفقہ دونوں پر ہوگا اس صورت میں کذا فی الدرر بخلاف ما لو مات احدھما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی العامل او وارثہ لبقاء العقد اسفسانا کما سیجئ برخلاف اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مرگیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنے عمل اور کھیت کا خرچ اور نگہبانی کی اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحسانا چنانچہ

آگے آویگا عم طحطاوی نے کہا یہ دوسرے عمل کی گنجلک ہی اسکا ذکر آگے آویگا وحکم رجل ارضہ الی آخرہ علی الاذن بزرعہا بنصف شیء بقرہ والبذر بینہما انصفا والخارج بینہما کذلک فعلا بما ھذا فالمزارعۃ فاسدۃ ویکون الخارج بینہما نصفین ویسترد العامل علی ربۃ الارض اجر لشرکۃ فی الاصل نصف اجر نصفہا الآخر فقط لکیہ مردنے اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بیلات خود اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصف نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں اسی طرح نصف نصف ہو سو مزارع اور اسکے بیل نے اسی شرط پر کھیتی کی تو مزارعت فاسد ہے اور غلہ دونوں میں نصف نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اسکے شریک ہو جانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کے واسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے ولکل الوکان البذر ثلثا العمل لحصہا او ثلثہ من الاخر والربح بینہما انصفین لانہ علی مقدار بذرہما فہو فاسد ایضا لاشتراطہ الاعارۃ فی المزارعۃ عما دیہ اور اسی طرح اگر دو شخصوں نے بیج ایک شخص کی طرف سے ہو اور ایک شخص کی دوسرے کی طرف سے ہو اور حاصل غلہ دونوں میں اوسھون آدھا یا غلہ بقدر انکے بیج کے تو وہ بھی فاسد ہے بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت میں کذا فی الھدایہ یعنے اسواسطے کہ مالک زمین نے حامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی الطحطاوی واعلم ان نفقۃ الزرع مطلقا بعد عقد المزارعۃ علیہما بقدر الحصص اور معلوم کرکہ کھیت کا خرچ مطلقاً بعد گذر جانے مدت مزارعت کے دونوں پر ہے بقدر انکے حصوں کے ہم مطلقا یعنے خواہ صرف کی حاجت ہو کھیتی پختہ ہونے سے پہلے یا بعد انکے کذا فی الجلبی فلما قبل منہما فعمل قبل انتہاء الزرع کنفقۃ بذر ومؤنۃ حفظ وکری نہر علی العامل ولو بلا شرط فاذا تناھی بقی ملک مشترکا کما فیجب علیہما صرف بذرہ کحصادہ ودیاسہ کذا حررہ المصنف وحمل علیہ اصل الشریعۃ فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو عمل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہی جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اجر نہر صاف کرنے کی مؤنت ہو وہ عامل پر ہے اگرچہ اسکی شرط نہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہونچا تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہے گا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ انکا واجب ہوگا چنانچہ کھیت کے کٹنے اور دائیں چلانے کی اجرت اسی طرح تحریر کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی پر ہے ماقبل معنی مدۃ پر صدر الشریعۃ کے قاعدہ کو محمول کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم صدر الشریعۃ نے یون کہا ہے کہ جو عمل قبل پختگی کے ہو وہ عامل پر ہے مصنف نے یہ محمول انقضاء مدت مزارعت پر تا بقاء عقد اور استحقاق عمل عامل پر تصور کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہے نہ استحقاق فان شرط علی العامل فسد کما لو شرط علی رب البذر فی بعض الزرع عاقدین نے بعد پختگی عمل شرط کیا عامل یعنے مزارع پر تو عقد فاسد ہے چنانچہ فاسد ہے اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی بخلاف مالومات دب لکار من والزرع یقل فان العمل فیہ جمیعا علی العامل او وارثہ لبقاء مدۃ العقد بعد موت العامل عملا یحتاج الیہ الی انتہاء الزرع بخلاف ماسبق یہ صورت ہے کہ اگر صاحب زمین مرگیا اور کھیت ہنوز کھاس اور ساگ کے دانہ نہیں نکلا تو اسمیں تمام عمل عامل پر ہے یا اسکے وارث پر بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہے عامل پر وہ عمل جسکی طرف ماجیء انتہا زرع چنانچہ مذکور ہو چکا ہم جلبی نے کہا قولہ بخلاف مرتبط ہے قولہ ولنفقۃ الزرع علیہما بالحصص او لومات قبل البذر بطلت وکاشئ للمالک ولو نصف بذرہ مسجح جلبی اور اگر زمین کا مالک مرگیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد باطل ہو گیا اور مزارع کی جوتائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسی طرح جوتائی کی کچھ اجرت نہوگی اور اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس دین کے جو مضطر کردے بیع زمین کی طرف کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل کحصادہ ودیاسہ نصف علی العامل عند الثانی لتعامل وھو الاصح وعلیہ الفتوی وملتقی اور صحیح ہے شرط کرلینا عمل کا جیسے کھیت کاٹنا اور دانہ دلنا اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الملتقی ہم عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہو بحکم عرف کذا فی الطحطاوی علی الخانیہ الغلۃ فی المزارعۃ مطلقا ولو فاسدۃ امانۃ عند ابی یوسف لعدم التزامہ شیئا علیہ بقولہ مزارعت مین مطلقاً اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت ہے مزارع کے ہاتھ مین پھر مصنف نے اس قول پر تفریع کی بقول ایندہ فلا ضمان

علیہ لو ھلک بالتفریط ضمن فلا تصح بما ھلک لو تلف مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہوگیا اسکے پاس رہن رکھا کر یعنی تو غلہ کی ضامنی صحیح نہیں ہوگی ہلاک ہو یا تلف کرے استدلالا بصحت المزارعۃ والمکفالۃ لان المکفول عنہ لا یضمن الا اذا کفل بامرہ او بخیانتہ ان اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب کھیت کے حصہ کا اگر مزارع اسکو تلف کر ڈالے تو مزارعت اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو مزارعت فاسد ہوجاویگی کذا فی الخانیۃ ہم کفالت مذکورہ اسواسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کی سبب کی طرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف ومثلہ فی الحکم المعاملۃ ای المساقاۃ فلا یجب الدفع الا فی الصلوحیۃ اور مزارعت کے مانند حکم میں معاملت یعنی مساقات ہے اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے ہاتھ میں امانت ہے فاذا فسد المزارعۃ فی سنۃ کان حق صاحب الارض فی ھذا الزرع بحق السبب فیضمن المزارع فی المزارعۃ الفاسدۃ ویضمن فی الصحیحۃ اذا جاوز اصل علیہ بان کابر وھو فی وقت امکانہ بتقصیر او بترکہ کہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہانتک کہ کھیت خشک ہوگیا اس سبب سے تو مزارع تاوان نہ دے مزارعت فاسد میں اور تاوان دے مزارعت صحیحہ میں بشرطیکہ جب سے عامل کے مزارع پر صحیحہ میں فاسدہ میں چنانچہ مذکور ہوچکا اور غلہ اسکے پاس امانت ہے تو ضمان دیگا بسبب تقصیر کے فی الصحیحۃ کما ترک السقی عمدا حتی یبس وفی وقت ما لو سقی لعاش تعلقا بالاول لان لم یکن للزرع قیمۃ فقومت الارض مزروعۃ وغیر مزروعۃ فیضمن فصل یا بیدھا مسافر یعنی ہے کہ ایک مزارع نے سینچنا عمدا چھوڑ دیا یہانتک کہ کھیت خشک ہوگیا تو سینچائی چھوڑنے کے وقت جو زمین میں کھیت کی قیمت ہو اسکا تاوان دے اور اگر کھیت کی کچھ قیمت نہ ہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجائے تو جسقدر دونوں میں زیادتی ہو اوتنا ضمان دے ہم یعنے مثلاً اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس ہو اور غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے احترازات کار السقی ان تاخیرا معتادا کما یضمن فی الصحیحۃ مزارع نے سینچائی میں تاخیر کی تو اگر ویسی تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہوجائے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط علیہ الحصاد فتعاقل حتی ھلک لا یضمن تاخیرا معتادا مزارع پر کھیت کاٹنا مشروط ہوا سواسکے یہانتک تعلقل کی کہ وہ تلف ہوگیا تو وہ تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جسکی عادت ہو تو تاوان نہیں ترک حفظ الزرع حتی اکلہ الدواب بعضہ فان لم یرد الجراد حتی اکل کلہ ان اکلہ کلہ طرحہ ضمن الا بقدر ما ترک مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہانتک چھوڑی کہ اسکو چوپائے جانور کھا گئے تو تاوان دے اور اگر اتنے ٹڈی نہ آتی یہانتک کہ سارا کھیت کھا گئی تو اگر اسکا کاٹنا ممکن تھا تو تاوان دے اور اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں کذا فی البزازیۃ زرع ارضہ وجعل بذر طالبہ بحصتہ الارض فان کان العرف جریٰ فی تلک القریۃ بالنصف او بالثلث یعمل بہ ایک مردنے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بیدوں اسکے اور کے تو صاحب زمین اس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اسکا کانون میں عرف جاری ہو نصف یا ثلث اور نہ ہو اسکے تو وہی واجب ہوگا حرث بین رجلین الی احدھما ان یسقیہ اجیر فلو فسد قبل دفعہ للحاکم لا ضمان علیہ وان دفع الی الحاکم لا ضمان علیہ وان دفع الی العامل وامرہ بزبد ذلک ضمن جواہر الفتاوی صورت ظاہر اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے اسواسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کرچکا ہے شرط البذر علی المزارع مزروعہ او الارض الخ اور نہ بطریق اجارہ کے اسواسطے کہ عقد اجارہ لا یتضمن بیع شرط ہوا مزارع پر بیچ کھیت یا صاحب زمین نے تو اگر یہ بوجہ اعانت ہے تو مزارعت ہے اور نہیں تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرۃ من کاجیر مزارعۃ جاز ان الیہ ما لم یجئ مستاجر و معاملہ لم یجئ مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک زمین کو دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگرچہ مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقات کے دی تو جائز نہیں مستاجر راضی ثم استاجرھا صاحبھا یعمل فیھا جاز الکل من یعم المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک زمین نے زمین اجارہ لی تا اسمیں عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں ہم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوا مساقات کے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں دفعت حقیۃ آخر یاب جنایۃ البھیمۃ معزیا للخاصۃ بستانی خبیث امر المستاذن دخل حتی دخل الماء وتلف المکروم ثم الخیاط تال یضمن المکروم لا الخیاط او دابۃ الحجام

خصم الحصرم لا العنب لنهايته فصار حفظه عليهما وكذا ينفسخ العقد فيما انتهى من كتابنا هذا وانتفع الفلاحين بجناية البهيمة كے آخر باب میں خلاصہ سے منقول ہو کر بتانی نے مساقی نے صناع کو دیا کام باغ کا اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ پانی باغ میں داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیوار میں لطف ہو گئیں جب خلاصہ سے کہا کہ تاوان ہے درختوں کا نہ دیواروں کا اور اگر درختوں میں خام انگور ہو تو اسکا بھی تاوان ہے نہ پختہ انگور کا اسواسطے کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ گیا تو اسکی نگہبانی مساقی اور مالک دونوں پر واجب ہو گئی میں کہتا ہوں اور ہمارے عرف میں پختہ انگور کا بھی تاوان ہے انتهى مافي المنح انفرد بالاذن الاخير كذا اما قاضي فهو متبوع مكرمة دار مشترك خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ متبرع ہے لیئے اسکے احسان کیا دوسرے خرچ کا مطالبہ نہیں کر سکتا جیسے مشترک گھر کا مرمت کرنا بلا اذن شریک بوجب رجوع نہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مزارع غائب ہو انقضاء مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لیکر اور جو صرف کیا غائب کے پھرنے خواہ کھیت باقی رہے یا تلف ہو جائے اور اسی طرح اگر مزارع محتاج ہو جسکا کچھ مال نہیں تو یہی جواب ہے اور اگر بدون حکم قاضی صرف کریگا تو متبرع ہوگا اور گر مدت اجارہ منقضی ہو گئی اور مالک زمین غائب ہو گیا اور کھیت پختہ ہو گیا اور سدگاہ ہے تو قاضی مزارع کو خرچ کرنے کا حکم نہ دے مگر جب گواہی سے ثابت ہو کہ کھیت اسکیلئے اور غائب میں مشترک ہے اور اگر بدون امر قاضی خرچ کریگا تو متبرع ٹھہرے گا ذخائر الظہاری مختصراً مات العامل فقال ورثته انا نعمل ان يستحق فله ذلك وان ابى باعوا وقف المزارع مرگیا سوا اسکے وارثوں نے کہا کہ ہم عمل کرو نگا کھیت کاٹنے تک تو وہ اسکو دیدیا جائے گا اگر صاحب زمین نہ مانے گا ذخائر الملتقى وفي الوهبانية وان اخذ ارضا لليتيم وبعيد مزارعة كان ماهو بنظر اور یتیم کا وصی یتیم کی زمین بطریق مزارعت کے اگر یتیم نہ بیج ڈالے دلالہ اگر یتیم بیج دے کا ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہیں اور اسی پر فتوی ہے ذخائر الملتقى وقال بذر الاكار من مفتي مزارع له القول بعد الحصد والدياس بیکڑا اور اگر مزارع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہے تو اسکا قول قبول ہوگا کھیت کاٹنے کے بعد اور حالانکہ طرف ثانی اسکا منکر ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المساقاۃ

یہ کتاب ہے مساقات کے احکام میں لایحفی مناسبتها پوشیدہ نہیں مناسبت مساقات کی مزارعت سے ہم اسواسطے کہ دونوں عقد شرعی ہیں تخصیص نفسکے واسطے فرق اشارہ کرتا ہے اسطرف کہ مزارعت میں کھیت کی ہمگریزی ہے بیجنے وغیرہ سے اور مساقات میں باغ اور درختوں کی اصلاح ہے سیجائی وغیرہ سے تھی معاملة بلغة اهل المدينة مساقات اہل مدینہ کی زبان میں معاملت ہے یعنے اہل مدینہ مساقات کو معاملہ کہتے ہیں فحي لغة وشرعا معاقدة دفع الشجر والكرم وهل المراد بالشجر ما يعم غير الثمر كالجوز والصفصاف لم ار الى من يصلح بحيث معلوم من النشر تو مساقات باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہے معاقدہ دفع شجر سے یعنے درخت اور انگور کی بیل دنیا اس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کچھ اسکے معین پھلوں پر اور کیا شجر سے وہ درخت بھی مراد ہے جو درخت غیر ثمر کو بھی شامل ہو جیسا کہ جوز اور صفصاف کا درخت یہ میں اسکو نہیں دیکھا کتب فقہ میں ہم لیئے مساقات کے معنی لغوی اور شرعی میں کچھ فرق نہیں اوپری قول نہایہ میں ہے اور ظاہر کلام زیلعی وعینی اور مسکین اور درر مغائرت پر دلالت کرتا ہے زیلعی نے اور اسی طرح صاحب نے کہا مساقات مفاعلت ہے سقی سے جلبی نے کہا تعریف مساقات میں ثمر مصرح ہے تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکر شامل ہوگی مگر یوں جواب دیا جائے کہ ذکر اسکا بنا بر عادت حال کے ہو وهي كالمزارعة حكما وحلا فا اور مساقات مزارعت کے مانند ہے از راہ حکم اور اختلاف کے لیئے امام کے نزدیک مساقات صحیح نہیں برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقات یہ ہے کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے وكذا شروطها فمنها تمكن هنا يخرج بياض البذر ودخنه اور اسی طرح مساقات مزارعت کے مانند ہے ان شروط میں جو یہاں ممکن ہیں امکان کی قید اسواسطے لگائی تا بیج وغیرہ کا جنانچہ اسکی تفصیل اور مقدار کا بیان کرنا نکل جائے ہم شروط ممکنہ مساقات جنانچہ اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصۂ عامل کا اور تخلیہ کردینا عامل اور اشجار میں اور شرکت پھل میں جو پیدا ہوا کل فی اربعة اشياء فلا تشترط هنا لاستغنائها بما يجري عليه الكلام في المزارعة کام مگر چار چیزوں میں صورہ یہاں شرط نہیں ہوتی مالک بیجکا احد العاقدين انکار کرے تو اسپر مساقات میں جبر کیا جاویگا اسواسطے کہ کوئی مزارعت میں برخلاف مزارعت جنانچہ مذکور ہو چکا لیئے اگر صاحب حق مزارعت میں انکار کرے تو اسپر جبر نہیں واذا انقضت المدة

تترک بلا اجر یعمل بلا اجر فلا اعتبار بما اذا جعلہ مساقاۃ جبکہ مساقات کی مدت منقضی ہوجائے تو چھوڑ دیجائے بدون اجر کے اور اسمیں عمل کیا جائے بدون اجر کے اور مزارعت میں اپنے حق کے ساتھ مدت مساقات اگر منقضی ہوجائے اور پھل ظہور ہوں تو عامل کو جائز ہے کہ خبرگیری کیا کرے پھل پختہ ہونے تک بسطح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت میں مزارع پر اجرت نہیں کی بقدر اسکے حصہ کے واجب ہے گی اور مساقات میں بقدر اسکے حصہ کے اجرت واجب نہیں اسواسطے کہ استیجار کا اجارہ درست نہیں بخلاف مزارعت کہ وہاں زمین کا اجارہ ہوگا اور وہ درست ہے کذا فی الطحطاوی علی الدر وان استحق الفضل رجع العامل باجر مثلہ وفی المزارعۃ بقیمۃ المزارع اور جبکہ نخلستان میں استحقاق ظاہر ثابت ہو تو عامل اپنی اجرت مثل اجر اور مزارعت میں بقیمت کی قیمت لے عامل کو وقت اجر مثل کا جبکہ کچھ مثمر نہ ہو اور اگر پھل ہوں تو کچھ اجر نہیں کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیۃ والراجح بیان المدۃ کما یشترط ھذا اذا استحقا قبل ادراکہ اور جو شخص جو مزارعت میں شریک ہو اور مساقات میں زمین بیان کرنا ہو مدت کا سو بیان یہ ہے یہاں سے شروع ہوتا ہے اسکو نظر نہیں بسبب معلوم ہونے اسکے وقت کے بطریق عادت کے مراد یہ ہے کہ پختگی پھل کا وقت مقرر ہے اسمیں کم تفاوت پڑتا ہے وحینئذ فقولہ علی الراجح ای قول اھل السنۃ اور اسوقت یعنے درصورت عدم مذکورہ مساقات واقع ہوگی پھل پر اور جو پیدا ہوا اول سال میں مع یعنے مساقات منعقد ہوگی اول خبر پر جو اس سال میں خارج ہوا اسواسطے کہ وہ متیقن ہے اور ماجد اسکا مشکوک ہے وفی الرطبۃ علی احد الاقوال بذا اذا الرغبۃ فیہ جدا اور درصورت عدم بیان مدت رطبہ میں مساقات منعقد ہوگی اسکے پکنے پر اسواسطے کہ اسکی تقطیع ہی میں رغبت ہوتی ہے مع رطبہ بفتح اول ولایت میں عمدہ چارہ ہے کیا برکا بویا سال بھا سال رہتا ہے اسکی تقطیع کی زیادہ قدر ہے طحطاوی کہا رطبہ جبتک ترہتا ہے اسکو قضب کہتے ہیں اور اہل مصر برسیم کہتے ہیں اور قشک کو دریس کہتے ہیں اور خشک کو کہا رطبہ سے جمیع الفعل مراد ہیں جنانچہ شارح نے قول ثانی پر اختصار کیا ہے اگلی عبارت میں اتحد اور فارسی میں رطبہ کو سیست کہتے ہیں فان لم یخرج وقت المسمی فکذا ان لم یخرج وقت المسمی فکذا اور اگر اس سال میں پھل نہ پیدا ہوا تو مساقات فاسد ہوگی درصورت عدم بیان مدت ولو ذکر مدۃ لا یخرج الثمرۃ فیھا فسدت اور اگر ایسی کم مدت ذکر کرے جسمیں پھل پیدا ہوا تو مساقات فاسد ہے ولو تبلغ الثمرۃ فیھا لکن لا تبلغ محل عدم التیقن یفوات المقصود اور اگر اتنی مدت مذکور ہوگا ہے اسمیں پھل پختہ ہوا ور گا ہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن فوت مقصود کے مع بلکہ اس مدت میں مقصود کا احتمال ہے اور سبب جہالت کے احتمال موجود ہے مع مساقات اور مزارعت میں فلو خرج فی الوقت المسمی فھو الشرط الصحیح انعقد واذا فسدت فللعامل اجر المثل لم یدرک الا القلیل تو اگر پھل پیدا ہوا وقت مسمی میں تو مساقات اپنے منصوص پر ثابت ہے بسبب صحیح ہوجانے عقد کے اور اگر پیدا ہوا تو مساقات فاسد ہے سو عامل کے واسطے اجرت مثل ہے اگر چہ عامل کو پختہ ہونے تک پھل رہنے نہ رہے اسواسطے کہ عامل کا حق اسمیں ثابت ہوا تھا اگر رضی لم تبلغ الثمرۃ فتعطی لہ حصتہ ان بلغت یوم الحصاد کان بینھما النصف ھذہ للمساقاۃ ان لم یذکرا عملا معلوما وکون ذکر ذلک فی صلب العقد او الزرع بعد ما نبت فی الارض او بعد ما صار قصیلا او بعد ما اشتد حبہ او بعد ما حصد او بعد ما جمع او بعد ما داس او بعد ما ذری او بعد ما رفع التبن او بعد ما نقی الحب او بعد ما ادخل البیدر او بعد ما ادخل الحب البیت او بعد ما باعہ صاحبہ او بعد ما قسم او بعد ما اخذ کل واحد منھما نصیبہ او بعد ما اکلا منہ او بعد ما ھلک بعضہ او کلہ او بعد ما ھلک بعضہ او کلہ بعد ما اکلا منہ او بعد ما ھلک بعضہ او کلہ بعد ما اکلا منہ بعضہ او بعد ما ھلک بعضہ او کلہ بعد ما اکلا منہ بعضہ وباع بعضہ او بعد ما ھلک بعضہ او کلہ بعد ما اکلا منہ بعضہ وباع بعضہ وقسم بعضہ او بعد ما ھلک بعضہ او کلہ بعد ما اکلا منہ بعضہ وباع بعضہ وقسم بعضہ وادخر بعضہ او بعد ما ھلک بعضہ او کلہ بعد ما اکلا منہ بعضہ وباع بعضہ وقسم بعضہ وادخر بعضہ وبقی بعضہ فی الارض او بعد ما ھلک بعضہ او کلہ بعد ما اکلا منہ بعضہ وباع بعضہ وقسم بعضہ وادخر بعضہ وبقی بعضہ فی الارض وقد ادرک او بعد ما ھلک بعضہ او کلہ بعد ما اکلا منہ بعضہ وباع بعضہ وقسم بعضہ وادخر بعضہ وبقی بعضہ فی الارض وقد ادرک وقد

شرکت شرط کی جو نہیں پڑھا عامل کی محنت سے یعنے ربطہ تو موجود تھا اسکی محنت سے پہلے وللقضی فی الکرم والشجر والرطاب المراد منہا جمیع البقول واصل الماء تجان واصل وحصہا الشافعی بالکرم والنخل اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب میں رطاب سے مراد جمیع بقول ہیں اور مساقات صحیح ہے کھیتوں کی ہریوں میں اور کھجور میں اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہے انگور اور کھجور میں لو فیما یحمی الشجر المذکور ثمرۃ غیر مدرکۃ یعنی تزید بالعمل وان مدرکۃ قد انتہت کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات صحیح ہے اگر درخت مذکور میں کچا پھل ہو یعنے جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو پہونچ گیا تو مساقات صحیح نہیں مزارعت کی مانند عدم حاجت کے سبب سے وخرجا رضا یضاء مۃ معلومۃ یعنی سدس یکون للعامل والشجر بینہما کالمشترکۃ لاشتراط الشرکۃ فیہا وہو جزء شائع کالثلث والربع فقفیز الطحان نقد زمین سفید یعنے خالی صاف زمین دی مدت معین پر تاکہ عامل اسمیں درخت لگاوے اور زمین اور درخت دونوں میں نصف نصف ہو تو مساقات صحیح نہیں بیسے مشابہ ہونے شرکت کے اس چیز میں جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنے زمین تو یہ قفیز الطحان کی مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمرۃ والغرس لرب الارض تبعا لارضہ وللاخر قیمۃ شریہ الاقل واجر مثل عملہ اور ثمرہ مذکورہ میں پھل اور درخت صاحب زمین کا ہے اسکی زمین کا تابع ہو کر اور دوسرے شخص یعنے عامل کو واسطے اسکے درخت کی قیمت ہے جو قیمت لگا کے دن بھی اور اسکے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الارض ویستاجر ربہا الارض العامل ثلث سنین مثلا بثمن قلیل لعمل فی نصیبہ الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا حیلہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعوض آدھی زمین کے بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو بثلثہ تین سال کے واسطے تو کر رکھ لے تھوڑے سے اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ میں وہ محنت کرکے درخت طیار کر دے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ ہم تو اس تمہید سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ہوگا اور اسی طرح عامل نصف زمین و نصف درختوں کا ہی مالک ٹھہر لیگا اور تین سال سے مراد وہ مدت ہے جسمیں درخت پھلنے کے لائق ہو جاوین ذہبت الربع بنواۃ رجال الفقہا فی کرم اخرجت منہا شجرۃ فہی لصاحب الکرم اذا لا فیۃ للنواۃ ایک درخت کی گٹھلی کو ہوا اڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ میں اسکو ڈالا سو اسسے درخت جما تو وہ درخت صاحب باغ کا ہے اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں ولذا لو وقعت خرزۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخرزۃ لا تنبت الا بعینہا فلم تجمہا اور اسی طرح اگر گٹھلی تو دوسرے کی زمین میں گرا پھر وہاں جما تو زمین کے مالک کی ہوگا اسواسطے کہ گٹھلی گو نشو کے جانے کے بعد یعنے جمنے کے وقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں بخلاف المساقاۃ کالمزارعۃ تموت احدہما او مضی مدتہا والثمر فی ہذا قائم تقصد للقوۃ ومضی المدۃ اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہو جاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقات کی مدت منقضی ہو جانے سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شتان ما بینہما یعنے خامی ثمر موت اور انقضاء مدت دونوں کی قید ہے فان مات العامل فورثتہ مثل شأنہ حتی یدو صلاح الثمر ان کان الدافع ای رب الارض ارادہ والقلع لہم بہ اعلی الاصل سو اگر عامل مر گیا تو اسکے وارث اسپر قائم رہیں اگر چاہیں یہاں تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنے زمین کا مالک اسکو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہیں تو عمل کرنے پر انپر جبر نہ ہوگا اور مالک زمین کو اس صورت میں تین امر میں اختیار ہے چاہے وارثوں کے ساتھ وہ بھی کچا پھل توڑ لے اور قسمت کر لے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلوں کا مالک ہو اور چاہے فریق کرکے پھلوں کی خبر گیری کراوے انکی پختگی تک اور جو صرف ہووے عامل کے حصہ سے جو پھلوں میں ہے مجبر کرے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع یقوم العامل کالمالک ولکن تورثہ الدافع دفعا للضرر اور اگر دینے والا یعنے مالک زمین مر جاوے تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہوں یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے اور اگر عامل کچے پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اسکے ضرر دفع کرنے کے واسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا اور مالک زمین کے وارثوں کو خیارات ثلثہ متقدمہ ہیں کذا فی الطحاوی وان ماتا فلخیارہ ذلک لورثۃ العامل کما مر اور اگر عامل اور مالک زمین دونوں مر گئے تو اسمیں عامل کے وارثوں کا اختیار ہے چنانچہ مذکور ہوچکا وان لو میت احدہما بلا انقضت مدۃ المساقاۃ فالخیار للعامل ان شاء عمل علی ما کان اور اگر احد العاقدین کی کوئی نہ مرا بلکہ مساقات کی مدت منقضی ہو گئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جسطرح پہلے اندر کرتا تھا تا پختگی ثمر اور چاہے ترک عمل کرے وفسخہ بالعذر کالمزارعۃ کما فی الاجارات اور مساقات فسخ کیجاتی ہے عذر سے مزارعت کے مانند چنانچہ

اجارات میں فسخ ہوتا ہو عذر سے وصنہ کون العامل عاجزا عن العمل او کونہ سارقا یخاف ان یاخذ ثمرۃ وسعقہ منہ حفظ الثمر اور متحمل عذرات عامل کا عاجز ہونا عمل سے یا اسکا چور ہونا کہ اسکی طرف سے خوف ہو اسکے چلے جانے کا خون پر فسخ جائز ہوا دفع ضرر کے واسطے ف ع مسائل لحفظ شارح کے ما قبل کا ادراک کسقی وتلقیح وحفظ فعل العامل وما یعد لہ کجذاذہ حفظ ضلیہا او لو شرط علی العامل فسدت اتفاقا لاستلزامہ الخ واعلم ان ما کان من عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وبعدہ کحصاد علیہما کما بعد القسمۃ فالیحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلے ہو جیسا کہ پینچنا سینچنا اور تلقیح خرما اور نگہبانی سو وہ عمل پر ہو اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہو جیسے چیل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونوں پر لازم ہو اور اگر عمل بعد پختگی بھی عامل پر شرط کیا جاوے تو مساقات فاسد ہوگی بالاتفاق کذا فی الملتقی اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہو اور جو بعد پختگی ہو جیسا کہ قطع کرنا وہ دونوں پر ہو جیسا کہ قسمت کے بعد دونوں پر ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے دفع کروہ معاملہ بالنصف ثم زاد احدھما علی النصف ان زاد رب الکرم لم یجز کالعکس ہبۃ مشاع یقسم وان زاد العمل یجاز کاتہ لسقاط مالک نے انگور کی بیل نصفا نصف پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں سوائے اسکے کہ یہ ہبہ ہو اس مشاع کا جو قسمت پذیر ہو اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہو اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے یعنے اپنا حق کم کر دیا دفع الشیوع لیشرکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر لہ کالعکس شریک فیقع العمل لنفسہ ورخت دے اپنے شریک کو بطور مساقات کے تو جائز نہیں اور اسکے واسطے اجرت بھی نہیں اسواسطے کہ وہ شریک ہو تو عمل اسکی ذات کے واسطے واقع ہوگا ہم یعنے عمل اصالۃً اپنی ذات کے واسطے ہوگا اور تبعاً غیر کے واسطے فی الواقع یہ دو حالتیں ہیں غیرہ وان اذن لہ لیس بشیء اور وہبانیہ میں ہو اور مساقی یعنے عامل کو جائز نہیں یہ کہ اپنے غیر کو بطور مساقات کے دے اور اگر مالک اذن دے اسکو تو معیوب نہیں ہم یعنے اگر مالک یوں کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے سے عامل کو مساقات کرنا درست ہے چنانچہ خزنہ وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہے تو اگر ناظم بجائے اذن الطلق بولتا تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وفی معلیا تأ وائی شیاء دون فہم یحلہا وای مساقی والمزارع یکفی اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں سے یہ پہیلی ہے اور کس بکری کو بدون ذبح کرنے کے شاخ حلال کہتا ہے اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہیں ہم پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ بکری مراد ہے جو جنگل میں وحشی ہو گئی کسی طرح اسکے مالک کو نہیں ملتی ہو کہ اسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ زخم ہاتھ یا پاؤں میں لگے خواہ پیٹ یا پیٹھ میں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کافر ہے اسواسطے کہ کفر لغت میں بمعنی چھپانے کے ہے اور ہر باغبان اور کشتکار تخم بوتا ہے تو اسکو خاک میں چھپاتا ہے تو یہاں کافر بمعنی مراد ہے نہ کافر اصطلاحی خاتمہ شیخ النفار میں ہے کہ محمد بن مقبل کے فتاوی میں کہا کہ قولہ تعالے (یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ) میں حلال تو معلوم ہو طیب وہ ہے کہ زمین لے بطریق مزارعت یا مساقات کے یا اپنی زمین میں زراعت کرے اسطرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ میں ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز میں بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اسکی زراعت طیب نہ ہوگی اور اسی طرح اگر بیج بونے لگا یا درخت لگانے لگا یا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے میں اتنی دیر کریگا کہ پسینہ مزدور کا خشک ہو گیا یا آدھ گھنٹہ میں مدتعین کے ہو جانے کے بعد تاخیر کریگا یا شغل متفرق دیگا بدون رضامندی مالک کے تو اسکی کھیتی طیب نہ ہوگی اور قسمت ہے کہ بیج زمین میں ڈالے طہارت کرکے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعتیں نماز پڑھے اور یہ دعا کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ ضَعِیْفٌ سَلَّمْتُ ھٰذَا لَکَ فَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْہِ پھر دروازے توحق تعالی اس کھیت کو آفات سے بچاویگا اور اسمیں برکت کریگا اور کھیت پختہ ہو تو مستحب ہو کہ یہ ہو کہ کیل یا وزن کرنے والا طہارت کرکے قبلہ رخ بیٹھے اور نہیں تو برکت نہ ہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے یَا رَبِّ اَلْقِیْتُ بِذْرًا قَلِیْلًا وَاَعْطَیْتَنِیْ شَیْئًا کَثِیْرًا فَاجْعَلْہُ فَوْتَ طَاعَتِکَ وَلَا تَجْعَلْہُ قُوَّتَ مَعْصِیَتِکَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ اور اسی طرح درخت لگانے میں کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی

بتصرف والہدایۃ واستغفر اللہ العلیم الکریم

کتاب المزارعۃ

یہ کتاب ہو حیوانات ندبوحہ کے احکام میں ذبائح جمع ہو ذبیحہ کی مناسبتہا المزارعۃ کونہا اتلافا فی الحال للانتفاع بالنبات والنعم فی المآل

مناسبت کتاب الذبائح کی کتاب الحدود سے ہونا دونوں کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار ہیں ہم مناسب یہ تھا کہ شارح ذبائح اور مساقات میں مناسبت مذکور کرتا اسواسطے کہ ذبائح مساقات کے بعد واقع ہوئی نزاع کے بعد تو وجہ مناسبت میں یوں کہنا حق ہے کہ مساقات اور ذبائح ہر ایک میں خوش انسانے مذکور ہے مساقات میں پھل اور ذبائح میں گوشت کرانی المجوبی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر اما بالفتح فمصدر ذبحہ اُس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جائے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شانہ الذبح خرج السماء والجراد فیحلان بلا ذکاۃ ودخل المتردیۃ والنطیحۃ وکل ما یئس ذکاتہ فرجعا اختیاریا کان واضطراریا جو جانور کہ شرعاً لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جب تک ذبح نکیا جائے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارح نے کہا لیا قید ذبح کی نیزے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونوں حلال ہیں بدون ذبح کے اور جرمت میں داخل ہوا وہ جانور جو اُنچے پر سے گر کے مرگیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھا کر مرگیا اور جو حیوان کہ ذبح نکیا گیا ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے جو ماتن کی عبارت میں تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ متن قیدیہ نہ ہا تصرف میں انتفے لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا ذکاۃ الضرورۃ جرح وطعن وانہار دم فی او موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا ہے بدن میں سے جہاں کہیں زخم واقع ہو ہم کو چنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہیں ہوتا لو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح الخ من الصلد اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے بکسر لبہ بفتح لام وتشدید یا بنحر کرنے کا مقام ہے سینہ سے ہم واضح ترہ زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لبہ کے اتفاق نے کہ کہا لبہ سینہ ہے اور لبہان کے مصباح میں ہے لبۃ بفتح موضع ہے اسکے نحر کرنے کا فارابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہے نحر سے اور نحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور منحر موضع ہے نحر کا ہے صدر سے کذا فی الظہاوی وتقرر قطع الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وھو مجری النفس علی الصحیح اور ذبح کے عروق میں سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اسکے اوپر یا اسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے یہ قول صحیح جسکو اہل ہند نے اختیار کیا ہے ہم ہدایہ میں کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کمال باشانے کہا کہ ذبح جائز نہیں فوق العقدۃ یعنے گرہ کے اوپر اور بعضوں نے جواز کا فتوی دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہمارے علمانے اگرچہ اکثر عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری میں سے ایک کا قطع اسکے نزدیک ضرور ہے اور جسکا عقدہ حلقوم سے جانب سر کچھ باقی نہ رہیگا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہ ہوگا تو وہ ماکول نہ ہوگا بالاجماع اور اسی طرح شمنی اور ملا علی قاری شرنبلالی نے کہا ہے اور فتاوی عالمگیری اور تبیین اور مزید میں واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہے تو ظاہر از زیلعی اور اسکے ساتھیوں کا قول حق ہے والحمد استنباط یہ ہے کہ متفق علیہ پر عمل کرنا چاہیے اتقے محقر او المری ھو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہے متون امیر ہے یعنے کھانے اور پینے کی راہ ہم الطبانے تصریح کی ہے کہ اقصائے فم میں دو منفذ ہیں ایک دم آنے جانے کا منفذ ہے پھیپھڑے کی طرف اسکو قصبہ ریہ کہتے ہیں اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کی طرف اسکو مری بولتے ہیں اور حلقوم اوقصبہ ریہ سامنے ہے اور مری اسکے پیچھے ہے پشت کی طرف والودجان عجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ ودجان ہیں جنمیں خون جیتا رہتا ہے جنکو شہرگ بولتے ہیں ہم دونوں رگیں حلقوم اور مری کے چوڑے راست واقع ہیں یہ چاروں عروق ذبح کے واسطے اسلیے متعین ہوئیں کہ دونوں شہرگ کا قطع خون نکلنے کے واسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تحمیل کے واسطے ہے لیتے تاکہ جان جلد نکل جائے کذا فی الظہاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلث منہا اذ للاکثر حکم الکل اور حیوان مذبوح حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ میں سے تین رگوں کے کٹ جانے سے کوئی کیوں نہ ہو اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنے اکثر کل کے برابر ہے ہم تین رگوں کا قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وھل یکفی قطع الاکثر کل منہا خلاف اور کیا کفایت کرتا ہے کاٹنا عروق اربعہ میں سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اسمیں خلاف ہے ہم شلبی نے حاشیہ میں کہا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عروق اربعہ میں سے کوئی تین رگیں جبکہ قطع ہوں تو ذبیحہ حلال ہے اور ابو یوسفؒ سے تین روائتیں ہیں ایک تو یہی روایت ہے جو مذکور ہو چکی دوسری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگوں کا قطع کرنا شرط ہے

ف ۴ بعض نسخوں میں ایسا بعض نسخوں میں ایسا ہے ہم نے ترجمہ اسی کا کیا ہے

ف ۵ ذبح کی رگوں میں سے حلقوم اور مری کے بغیر کسی سے کاٹنے کی ۱۲

تیسری روایت یہ ہو کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہرگ کا شرط ہو اور محمدؒ کے نزدیک عروق اربعہ یعنے ہر گ کا اکثر کٹنا ضرور ہو لیعنے اگر ہر رگ دو حصہ قطع ہو جاوے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہو کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح لکل ما اقر بہ کالاوداج اراد باکلہ الاوداج کل اربعۃ تغلیبا وانہض دم اوساله علی بناء اوبلیطۃ ای فرش قصیلۃ مروۃ حجر ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہو ہر ایک تیز چیز سے جو اوداج کو کاٹ دے اور خون کو بہاوے اگرچہ قطع اور خونریزی آگ سے ہو یا بانس یا نرکل کے پوست سے یا باڑھدار پتھر سے شارح نے کہا مصنفؒ نے اوداج سے چاروں رگون کا ارادہ کیا ہا عتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتھر چھری کے مانند ہو جس سے ذبح کرتے ہین ھم شلبی نے حاشیہ مین کہا ایک غریب مسئلہ ہو کہ اتقانے ہدایہ کی کتاب الجنایات مین ذکر کیا ہو کہ اگ سے ذکاۃ یعنے ذبح ہو سکتا ہو اگر اگ رکھی جاوے موقع ذبح پر اور حلقوم اور دونون شہرگ کو جلا دے تو اسکا کھانا حلال ہو اسکو قدوری نے اپنی شرح مین مذکور کیا ہو اتقے اور اسکے خط سے حاشیہ پر لون مذکور ہو کہ یہ روایت اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہو کہ ذکاۃ اگ سے نہین واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی الا حسنا وطفرا قائمین مگر جیسے دانت اور جیسے ناخن سے ذبح کرنا حلال نہین ولہ کان صلزعین حل عند نا مع الکراھۃ لما فیہ من التعذیب کالحجر الذی یذبح بہ الکلیلۃ اور اگر دانت اور ناخن منتزع ہون لیعنے علیحدہ اور جدا ہون متصل اور اتکلی سے تو ہم حنیفون کے نزدیک اگر کتے ذبح کرنا حلال ہو اگر اسکے ساتھ اسواسطے کہ اسمین ضرر لیعنے حیوان کو تکلیف ہو جیسے جانور کا ذبح کرنا کند چھری سے مکروہ ہو ھم امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہو کیونکہ حدیث شریف مین منع وارد ہو کہ وہ حبشیون کی چھریان ہین لیعنے حبشی لوگ جانور کو دانت اور ناخن سے ذبح کرتے ہین اور حنفیون کے نزدیک یہ حدیث غیر منسوخ پر محمول ہو کہ حبشیون سے یہی صادر ہوا ہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اکراہت سے کراہت تحریمی مراد ہو چنانچہ تعلیل کراہت اسپر دلالت کرتی ہو وندب احداد مدیتہ قبل اضجاعہ وکرہ بحد کلیلہ بحیث الی المذبح اور مستحب ہو تیز کرلینا چھری کا مذبوح کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہو جسطرح اسکا پانون پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہو ھم حدیث مین وارد ہو کہ اللہ تعالے نے احسان کرنا ہر چیز پر فرض کیا ہو تو جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ تیز کرلے اپنی چھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو وذبح بحاد من قطاہ ان یفیت حیۃ حتی تقطع العروق والا لو عجل لموتہا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہو جانور کا ذبح کرنا اسکی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگون کے کٹنے تک اگر اسقدر زندہ نہ ہو تو اسکا کھانا حلال نہین بدون ذبح کے مرجانے سے ھم وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہو اور اسواسطے کہ اسمین بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہو والنخع بفتح فسکون بلوغ السکین النخاع وھو عرق ابیض فی خوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہو ذبح شدید یہان تک کہ حرام متحرک چھری پہونچ جاے شارح نے نخع بفتح نون وسکون خاے معجمہ پہونچنا چھری کا نخاع تک اور نخاع سفید رگ ہو گردن کی ٹہنی کے اندر ھم نخاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بھی لغت مین درست ہو حرام متحرک کو کہتے ہین جو گردن اور پیٹھ کی گرگون مین دبنالہ کی مانند واقع ہو طحطاوی نے کہا لصنوبی کہ نخع یہ ہو کہ اگر گردن کو کھینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضون نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہو ٹھنڈے ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہین کہ بلا فائدہ تعذیب ہو چنانچہ زیلعی مین ہو وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الرأس والسلخ قبل ان یبرد ای تسکن من الاضطراب وھو تفسیر باللازم کما لا یخفی اور بدون فائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہو چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا اودھیڑنا ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے لیعنے سکون من الاضطراب کے پیشتر اور وہ تفسیر باللازم ہو چنانچہ مخفی نہین لیعنے برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہو بدون عکس اسواسطے کہ گاہے سکون من الاضطراب ہوتا ہو اور برودت اسسے متاخر ہوتی ہو اور منجملہ تعذیب بیفائدہ سے یہ ہو کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی وکرہ ترک التوجہ الی القبلۃ لمخالفۃ السنۃ اور مکروہ ہو ذبح کے وقت قبلہ رخ نہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما او کتابیا لا الحرم ان کان صیدا فصید الحرم کما تحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہو ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور محرم ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم ہونا اسوقت شرط ہو جبکہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف مین ذبح کرنا حلال نہین کرتا مطلقا خواہ ذابح محرم ہو یا حلال ھم پس اگر محرم ہو اور غیر شکار کو حلال کرے تو وہ حلال ہو اکتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہو ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی

اگر جبکہ اسنے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا تا تو ذبیحہ حلال نہیں ہم یہود اور نصاریٰ کا ذبیحہ اسواسطے حلال ہو گا کہ وہ توحید کے مدعی ہیں اور اصل اسمیں یہ آیت قرآنی ہے وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ یعنے اہل کتاب کا طعام تمھارے واسطے حلال ہے اور طعام سے مراد وہ طعام ہے جسکو وہ ذبح کریں اور جس طعام کو ذبح لاحق نہیں ہوتا اسمیں اہل کتاب اور مجوسی برابر ہیں چنانچہ مجھلی کذا فی الہندیہ فتاوی عالمگیری میں ہے کتابی کا ذبیحہ اسوقت کھایا جاسے جبکہ ذبح کے وقت مسلم وہاں موجود ہو اور کتابی سے کچھ سنا ہو یا ذبح کے وقت اسنے حفظ اللہ تعالے کا نام سنا ہو اور جبکہ کچھ نہ سنا ہو تو اسپر محمول ہے کہ اسنے خدا کا نام لیا ہو گا یا عیناً جس طرح مسلمان کے مانند اور جبکہ اسنے اللہ تعالے کا نام سنا اور اسنے اللہ تعالے سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہا ہے کہ ذبیحہ ماکول ہے مگر جبکہ وہ تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنے وہ اللہ جو تیسرا ہو تین کا تو اب ذبیحہ حلال نہیں انتہے فتحل ذبیحۃ صبی او لو الظہر مجنونا او امرأۃ او مبیا یعقل التسمیۃ والذبح وہو یقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگرچہ ذبح کرنے والا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالے کے نام کو اور ذبح کرنے کو بوجھتا سمجھتا ہو اور ذبح کر سکتا ہو ہم یعنے صغیر اتنا جانتا ہو کہ ذبیحہ اسوقت حلال ہوتا ہے جبکہ اسپر خدا کا نام لیا جاے اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہوں اور ذبح کرنا جانتے ہوں اور اسپر قادر ہوں تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہیں کذا فی الہندیہ منح الغفار میں ہے کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہوں کہ تعقل اور ضبط تسمیہ نکریں تو انکا ذبیحہ حلال نہیں طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہے خواہ اسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنبہ او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہے اگرچہ اسکا ختنہ نہوا ہو یا کہ وہ گونگا ہو گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہے تو وہ ناسی کی مانند ہوا یعنے جو ذبح کرتے وقت نام خدا لینا بھول جاے بلکہ گونگا اسی سے زیادہ تر معذور ہے کذا فی المنح لا تحل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی مجوسی ومرتد وحربی حلال نہیں ذبیحہ غیر کتابی کا منجملہ بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور حربی کے یعنے دیو پری صرحین کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہوا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبائح الجن یعنے حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ میں ہے ملتقطا سے اور ظاہر اسحال اسکا وہ ہے جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑکے ذبح نکرے اور اگر آدمی کی صورت پر ہو کر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اسکا ذبیحہ حلال ہو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وحیری لو ابوہ سنیا وامہ کتابیۃ او بالعکس حل لانہ صار کمن تولد بین شاۃ مذکاۃ وشاۃ موقوذۃ اور حلال نہیں ذبیحہ حیری مذہب کا اگر اسکا باپ سنی ہو اور اگر اسکا باپ بھی حیری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ سنی کے فرزند نے جب حیری مذہب اختیار کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑ کر تو وہ مرتد کے مانند ہو گیا کذا فی القنیہ ہم مصنف نے منح الغفار میں کہا اور فوائد زینیہ میں ہے کہ جائز نہیں ذبیحہ حیری کا اگر اسکا باپ سنی ہو اور اگر حیری ہو تو حلت ہے میں کہتا ہوں اور ظاہر اصاحب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہے اشباہ کا یہ قول قنیہ سے لیا ہے اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو علی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اسکے آبا اور اجداد مجبرہ ہوں تو وہ ذمیوں کی مانند ہیں اور اگر اسکے باپ اہل عدل سے ہوں تو حلال نہیں اسواسطے کہ وہ بمنزلہ مرتدین کے ہیں انتہے مافی القنیہ میں کہتا ہوں اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت وجماعت مراد ہیں اسواسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہیں چنانچہ بہبہانی جیشمی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہیں اسکے گمان میں چنانچہ علم کلام میں مذکور ہے تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو حیرہ سے بدلدیا انتہے مافی المنح اور ذواسر الجواہر حاشیۂ اشباہ میں ہے اور یہ کہا مصنف یعنے صاحب اشباہ نے حیریہ اور مجبرہ کے فرق کی طرف التفات نہیں کیا اور حیریہ اہل سنے اور اہل بدعت ہیں اور عقیدہ اسکا یہ ہے کہ بندوں استطاعت اور قدرت افعال کی اصلا نہیں اور تمام خلق اپنے افعال میں مجبور ہیں انتہے اور اہل بدعت کی تکفیر میں علما سلف اور خلف میں اسکا اختلاف ہے اور اسمیں شک نہیں کہ جسکا مذہب اور بدعت مودی الی الکفر ہو اور وہ تاویل نکرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد اور خطا باعث بدعت کی ہو تو اسکے تکفیر میں اختلاف ہے یعنے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہیں اور یہ قول ہے اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضوں نے انکو جماعت مسلمین سے نہیں نکالا ہے اور وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہیں سوا انھوں نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہیں اگر احکام اسلام کے جاری ہیں اور

مسلمین سے میراث پاوینگے ابن ہمام نے شرح ہدایہ مین کہا ہان اکثر اہل مذہبانکو کافر کہتے ہین لیکن یہ کلام ضعفا و مجتہدین کا ہے اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہین اور مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے انتہے مافی تبیین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ مومن ناجی ہین اور ایمان کے احکام سے حلت ذبیحہ ہے خواہ انکا باپ سنی ہو یا جبری شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بیدون رد کرنے کے انکو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصراً بخلاف یھودی و مجوسی تنصرا کان یقر علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر ذلک عند الذبح حتی لو تنجس یھودی لا یحل ذکاتہ برخلاف اس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہوگیا کہ انکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ وہ ثابت رکھا جاویگا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف انھنے انتقال کیا یعنے اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبح کے وقت تو اگر یہودی مجوسی ہوجاوے تو انکا ذبح حلال نہوگا والمتولد بین مشرک وکتابی کالتہ اخفت اور جو لڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کے مانند ہے یعنے انکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی سبکتر ہے یعنے مشرک سے انکی بدی کمتر ہے وتارک تسمیۃ عمدا خلافا للشافعی اور حلال نہین ذبیحہ انکا جو نام خدا قصدا ترک کرے ذبح کے وقت برخلاف امام شافعی کے ھم بقولہ تعالے ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنے حق تعالے نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اسکو جسپر اللہ کا نام مذکور نہوا اور امام شافعی سے بیطلا اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہوگیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمداً کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم انکا نافذ نہوگا اسواسطے کہ مخالفت اجماع کے ہے فلان نزکیا ناسیا حل خلافا لمالک پھر اگر نام خدا بھول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالک کے یعنے انکے نزدیک عمداً اور ناسیاً ترک تسمیہ سے حلت نہین ہوتی ھم ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع نے ناسی کو ذاکر کے بمنزلہ قرار دیا ہے عذر سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کردیا چنانچہ اکل ناسیاً کو قائم مقام اسکے کردیا صوم مین اسی سبب سے وان ذکر مع اسم اللہ تعالے غیرہ فان وصل بلا عطف اکرہ کقولہ بسم اللہ اللھم تقبل من فلان او منی وھذہ بسم اللہ ومحمد رسول اللہ بالرفع لعدم العطف فیکون مبتداء لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالواو اللھم الا درد اور اگر اللہ تعالے کے نام کے ساتھ انکے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملاوے بدون عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یون کہنا بسم اللہ اللھم تقبل من فلان اور منی یعنے قبول کر فلانے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے ہے یون کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ برفع دال محمد عطف نہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہوا کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ مبتدا ہوا یعنے توحیدا کلام مقرر الیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان ھم حموی مین نوازل سے منقول ہے کہ دال کے زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوے عالمگیری مین نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینون صورتون مین ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ھذا اذا عرف النحو بعضون نے کہا یہ یعنے رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب سے حرام ہونا اور اسوقت ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والا وجہ ان لا یعتبر الاعراب لیحرم مطلقا بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے کہ اعراب کا اعتبار نکیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نجانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عرف کی جہت سے کذا فی الزیلعی چنانچہ مصنف نے اسکو قول آئندہ مین بیان کیا ہے ھم شلبی نے حاشیہ زیلعی مین کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخون مین یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ یہان عدم عطف مین کلام ہے تو یون کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقا دون العطف یعنے بلا حرام نہین مطلقاً بدون عطف کے اور مؤید اس کلام کا وہ ہے جو منحے فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرمت بسم اللہ واسم فلان او فلان اور اگر ذابح نے خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یون کہنا بسم اللہ فلان یا یون کہنا بسم اللہ وفلان یعنے خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونون صورتون مین حرمت ثابت ہے کما اھلہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام موطنان لا اذکر فیھما عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنے اور حالانکہ قرآن مجید مین اس ذبیحہ کیلئے حکم نہین رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہین جنمین

تسمیہ کو ذکر کرنا کہا ہے ایک تو چھیکنے کے وقت اور دوسرے ذبح کرنے کے وقت فان فصل صورۃ ومعنی کالدعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیۃ وبعد الذبح الیاس لعدم القران اصلا بحر اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ ایسی غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں صم بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مسنون ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ گرایا تو یہ دعا کی انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض علی ملۃ ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللھم منک ولک والیک اللھم عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر پھر بسم اللہ کہکر ذبح کیا اور دوسری روایت جامع ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللھم منک ولک عن محمد وامتہ لم یقع من امتی والشرط فی التسمیۃ ھو الذکر الخالص عن شوب الدعاء فلا یقولہ للانعام اعقل لا تہ دعاء وسؤال بخلاف اللھم تقبل منہ سبحان اللہ مریدا بہ التسمیۃ فانہ یحل اور تسمیہ یعنے نام خدا لینے میں شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے اختلاط سے تو ذبیحہ حلال نہیں فقط یوں کہنے سے اللھم اغفر لے یعنے الٰہی مجھکو بخش اسواسطے کہ یہ تو دعا اور سوال ہے تو خالص ذکر نہوا بخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے کہ جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال الحمد للہ لا یحل فلا عبرۃ لعدم قصد التسمیۃ اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سوائے الحمد للہ کہنا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح تر میں بسبب عدم قصد تسمیہ کے صم اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر لغت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا بخلاف الخطبۃ حیث یجزیہ قلت ینبغی حمل ما اذا نوی واما لا فلا یوفق بینہ وبین ما یاتی فی الجمعۃ فتامل بخلاف خطبہ کہ وہاں اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یہ کہنا ثبوت خطبہ کے واسطے کفایت کرتا ہے میں کہتا ہوں اور اسکا عمل کرنا اس صورت پر لائق ہے جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نکرے گا تو خطبہ ادا نہوگا یہ اسواسطے قید لگائی تا کہ مواخذت ہو جاوے اسمیں اور اسمیں جو مذکور ہو چکا حموی میں سو تامل کر صم مصنف نے حموی میں کہا کہ اگر خطیب بلے چھینک کے واسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے ہوگا اور طوابجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نکیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسی طرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطے کہ یہ الفاظ بالتسمیہ میں صریح نہیں ہیں صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنایہ سے ہیں اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق میں مصرح ہے کذا فی الطحطاوی والمنسک ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر للاوزاعی وکرہ بدائع ذبح خوف التسمیۃ کما علل الزیلعی للحلوانی وقالوا قبلہ والمتداول المنقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر یوں واؤ اور واؤ کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ ہے اسلیے کہ فورت تسمیہ کا قاطع ہوگا نسبت کیا ہے زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کی طرف اور زیلعی نے اسسے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واؤ کے ساتھ ہے صم اگر واؤ سے قطع فورت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہو جاوے اور وجوب حذف واؤ کا مقتضی نہوا استحباب کا مگر یہ کہ فورت مقارب پر محمول کیجیے علاوہ یہ کہ زیادت واؤ خلل فورت نہیں فتاوی عالمگیری میں بدلالۃ سے منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ اختیاری میں ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہیں مگر زبان مثل حبس سے بچنا ممکن نہیں اور وسط حدیث میں واؤ منقول ہوا اسی طرح علی مرتضیٰ اور ابن عباس سے بھی واؤ منقول ہے لقائل نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو سمی وہو محتضر المنیۃ صح بخلاف ما لو قصد بہما التبرک فی ابتداء الفعل داودی عن امر الخزانۃ کالیصم فلا تغفل اور اگر ذابح بسم اللہ زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اسکے اگر اسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل میں یا تسمیہ سے اوکسی امر کا ارادہ کیا سوائے ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہیں تو ذبیحہ حلال نہوگا صم درصورت عدم نیت اسوقت صحت ہوتی کہ ذابح کو جسکا امر ہوا تھا اسکو صریحاً لایا یعنے لفظ صریح نیت کا محتاج نہیں اور درصورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہیں کہ اسنے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ خانیہ میں ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اسنے ہاتھ سے نر کو ظاہر نکیا اگر ذکر اللہ

کا ارادہ کیا تو حلال ہوا اور اگر ذکر اللہ کا قصد نکیا اور اسکو ضد اترک کیا تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی کما لو قال اللہ اکبر وارادبہ متابعۃ المؤذن فانہ لا یحتسب بہ فی الصلوۃ بنایہ چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے مؤذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع کرنے والا نماز کا نہ ہوگا کذا فی البزازیہ وفیہا تشترط التسمیۃ من الذبائح والرمی بصید او کان مرسال وحال وضع الحدید بالجارح او حش او الم یقعد علی الکلب او رمی او شرط ہو بسم اللہ کہنا ذابح کے ذبح کی حالت میں یا شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کتے چھوڑنے کی حالت میں یا ہوا رکھنے کی حالت میں گورخر کے شکار کے واسطے یا شکار کرنے والا نہ بیٹھا ہوا سکی تلاش سے چنانچہ آگے آویگا والتعدید ایہم عقب التسمیۃ قبل تبدل المجلس حتی لو ضجیع شاتین احدہما فرق فذبحہما ذبحۃ واحدۃ بتسمیۃ واحدۃ حلا بخلاف ما لو ذبحہما علی الفور لان الفعل یتعدد فیتعدد التسمیۃ ذکرہ الزیلعی فی الصید اور تیسرے ذبح کرنا تسمیہ کے بعد قبل اس تبدل مجلس کے اگر لٹا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کر ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے تو دونوں حلال ہیں برخلاف اسکے اگر دونوں کو علی التعاقب ذبح کیا یعنے پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہوگی اسواسطے کہ فعل یعنے ذبح متعدد ہوا تو تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہو اسکو زیلعی نے کتاب الصید میں ولو سمی للذبح ثم اشتغل بالکل او ضرب قائم ذبح ان طال وقطع الفور حرم والا لا وحد الطول ما یستدل الناظر انہ اخل واذا حل الشفرۃ یقطع الفور بزاد یعنے اور اگر ذبح کرنیوالا بسم اللہ بولا ذبح کرنے یعنے چھری پھیرنے میں مشغول ہوگیا پھر اسنے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہوگیا اور فوریت قطع ہوگئی تو ذبیحہ حرام ہوگیا اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جبکہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہوگئی کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل حالقین میں تحریر کا فرق چاہیے وحبائل الحاء بخلاف الابل فی اسفل العنق وکرہ ذبحہا والحکم فی نحرہا وبقرعکسہا فی بحر ذکرہ بخلاف ترک السنۃ ومنعہ مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنے نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اسکا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل میں بالعکس اسکے حکم ہے یعنے انکا ذبح کرنا مستحب ہے اور انکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اسکو منع کیا ہم زیلعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل حلق میں صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلا حلق میں تحت اللحیین انتہا استحباب سے یہاں سنت مراد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب ہو بسبب مواظبت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہ ہی کنز کی عبارت سے کہ اسنے اسکو سنت کہا ہے فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا جسمیں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جسمیں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہوا اور ایضاحی کی شرح کنز میں ہے کہ شتر مرغ اور بط اونٹ کے مانند ہے نحر میں اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی گردن طویل ہو اسکو نحر کرنا چاہیے اور قسطانی میں نقت سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹاوے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤں باندھے اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اچھی تیز کرلے اور چھری چلانے میں حلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی کما یدل من ذبح صیدا مستانسا للذکاۃ الاضطراریۃ ایضا یصار الیہا عند العجز عن ذکاۃ الاختیار اور ضرور ہے ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو مانوس ہوگیا اسواسطے کہ ذکاۃ اضطراری کی طرف تو اس صورت میں حاجت ہوتی ہے جبکہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہو وکل جرح یعم البقر وغنم وحش فیجرح کصید اذا فلت رد بعیر کان توحی فی البلد اذا دنا وصال حتی لو قتلہ المعلم علیہ حرم یدا ذکاتہ اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا چنانچہ گائے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کیجاوے شکاری جانور کے مانند یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہوگیا چنانچہ وہ اگر گیا کنوئیں میں یا شکرش ہوگیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اسنے اسکو قتل کیا جسپر اسنے حملہ کیا ذکاۃ کی نیت سے تو وہ حلال ہو وفی النہایۃ تصورت وہ دہتا فادخل ربہا یدہ وذبح الولد حل وان خرجت فی غیر محل الذبح ان لم یقدر فی ذبحہ حل وان قدر کا اور نہایہ میں ہے کہ مادہ جانور کا حیاً مشکل ہوگیا سو اسکے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کرکے بچہ ذبح کرڈالا تو بچہ حلال ہوگیا اور اگر اسکو زخمی کیا محل ذبح کے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہ ہوسکا اسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہیں قلت ونقل عنہ ان من التعلق ما لو ادرک صیدا حیا او الطیور ثور علی الاعلاف ضیق الوقف علی الذبح اولم یجد الا السذبح لجرحہ حل فی روایۃ

ہیں کہتا ہوں اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتوں میں سے ایک صورت وہ ہے کہ اگر اپنی شکار کو زندہ پایا اسکا سبیل قریب الہلاک ہوگیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا استرخ کر دیا ہتھیار نہ پایا یا اسکو زخمی کر دیا تو ایک روایت میں وہ حلال ہوگیا ہم شہر یہ تھا کہ شارح بجائے فی روایۃ کے قول کہتا اسواسطے کہ یہ قول ہی بعض مشائخ کا اور بعضوں نے کہا کہ اسکا کھانا حلال نہیں بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اسکا مالک اس تک نہیں پہونچ سکتا تو اگر اسکے فوت اور موت کا خوف نہ ہو اور اسکو تیر سے مارے تو اسکا کھانا جائز نہیں اور اگر فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو اسکا کھانا جائز ہے اور کبوتر جبکہ مالک کے پاس سے اڑ گیا پھر اسکے مالک یا اور کسی شخص نے اسکو تیر مارا تو قضا نے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اسکا کھانا حلال ہے خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہیں اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہے اور اگر اور مقام پر لگا تو اسمیں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں وفی المنظومۃ للنسفی ان الجنین یحل بذکاۃ امہ بشرطین احدھما ان یخرج میتا بعد ذکاۃ امہ والثانی ان یکون قد تم خلقہ فلو خرج حیا ثم مات بذکاۃ امہ او خرج میتا قبل ذکاۃ امہ او بعدھا ولم یتم خلقہ اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ وحملہ الجمہور علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل الاجماع بالنصب اور مصنف نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری ہو چکی ہو تو کھایا جاوے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اسکی ماں کی ذکاۃ ہے اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنے جنین کی ذکاۃ اسکی ماں کی ذکاۃ کے مانند ہے اس دلیل سے کہ اسکی روایت نصب سے بھی آئی ہے ہم لکھ چکے شرح ہدایہ میں کہ ذکاۃ امہ برفع و نصب دونوں طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہیں اسکی تشبیہ ہونے میں اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہیں اسواسطے کہ وہ قوی تر ہے تشبیہ میں اور اسے کہ قول الشاعر ع وعیناک عیناہا وجیدک جیدہا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبحہا امہا اضاعۃ المال لعدم التیقن بموتہ اور ماں کے ذبح کرنے میں بچہ کا ضائع کرنا نہیں ہے کیونکہ اسکی موت کا تیقن نہیں ہے یعنے جبیں تمام الخلقۃ ماں کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہنا ہے تو اسکی موت یقینی نہیں ہم یہ بقیہ ہے دلیل امام کا اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کھانا اسکی ماں کے ذبح کرنے سے حلال نہو تو اسکی ماں کا ذبح کرنا جائز نہو اسواسطے کہ اسمیں مال کا ضائع کرنا ہے اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث میں ممنوع ہے چنانچہ زیلعی میں ہے کذا فی الطحطاوی ولا یحل ما ند نابہ بصید بنابہ فجرح غیر البعیر او مخلب بصید بمخلبہ ای ظفرہ فجرح نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب السبع کالثعلب منتہب جارح قاتل عادۃ وطیر بیان لذی مخلب اور حلال نہیں نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر جنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنے ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اسواسطے کہ اگرچہ وہ نیشدار ہے لیکن نیش سے شکار نہیں کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا اسواسطے کہ ہر چند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہیں کرتا ہے شارح نے کہا سبع یعنے درندہ ہر جانور ادھیک لیجانے والا غارت گر پھاڑنے والا قاتل بنا بر عادت کے ہم حرمت کی دلیل یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش والے درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بھی وہ مراد ہے جو چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہے کہ طبیعتان حیوانات کی مذموم واقع ہوئی ہے خنزانہ خوف یہ تھا کہ انکے گوشت کھانے سے انمیں کی خوئی بالانسان میں بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کے واسطے حیوانات مذکورہ حرام ہوگئے کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ھی صغار دواب الارض واحدھا حشرۃ اور حلال نہیں حشرات یعنے چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے اور رینگنے والے جو زمین میں رہتے ہیں حشرات جمع ہے حشرہ

بالتحرک کذا فی القاموس ھم ہوام اور حشرات الارض جیسے چوہا اور گھوس اور نیولا اور سیمی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اسواسطے کہ مستخبث ہیں قال اللہ تعالیٰ ویحرم علیھم الخبائث اور اسواسطے کہ غالباً یہ درندہ کی جاست خور ہیں کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی والحر الاھلیۃ بخلاف الوحشیہ فانھا ولبنھا حلال درمختار حلال نہیں ہاتھی گدھے برخلاف وحشی گدھوں یعنی گورخر اور انکا دودھ حلال ہے حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہو جیسا اور گورخر حلال ہے اگرچہ وہ اہلی یا مانوس ہو جاوے اسپر بالا جماع اور حلال نہیں بغلہ جاسے لذا فی العالمگیریۃ والبغل الذی اصلہ حمارۃ فلو احد یقرۃ اکلوا اتفاقا ولو فرسا فکذا مہ اور وہ خچر حلال نہیں جسکی ماں گدھی ہو لہذا اگر خچر کی ماں گائے ہو اور باپ اسکا گدھا تو وہ حلال اور ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کی مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ہم قاعدہ کلیہ ایسمیں یہ ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اسکی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہو تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اسکا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہو تو بچہ بھی حرام ہے اگرچہ باپ اسکا حلال ہو والخیل وغیرھا والبغال یکرہ اکلھا عندہ رحمہ اللہ عن حرمتہ قبل موتہ بثلثۃ ایام وعلیہ الفتوی عمادیۃ اور حلال نہیں گھوڑا اور گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہیں بعضوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے تین دن اپنی موت سے پہلے اسکی حرمت سے رجوع کی اور اسکے حلال ہونے کے قائل ہوئے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیہ ھم ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریمی کو واضح کہا ہے اور درر میں بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے جو صورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نہیں رہیگا اسواسطے کہ صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی اور گھوڑی کے دودھ میں کچھ صاف نہیں بقول وجیہ ترھم اسواسطے کہ اسکے دودھ پینے میں سامان ہاد کی کچھ کمی مفقود نہیں بخلاف گوشت حلال رکھا جانے کے کذا فی المنح والضیع والتغلب کان لہا نابا وعدوا شکریہا اور حلال نہیں بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونوں نیش دار ہیں اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وہ حلال ہیں والسلحفاۃ بریۃ وبحریۃ وھی دابۃ حلال نہیں کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی والعذاب لا یقع الذی یاکل الجیف لانہ ملحق بالخبائث قالہ المصنف ثم نقل والخبیث ما تستخبثہ الطباع السلیمۃ اور حلال نہیں ابلق کو اجو مردار کھاتا ہے اسواسطے کہ وہ حیوانات جیفیہ کے ساتھ ملحق ہے کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے جس سے طبائع سلیمہ گھنائیں اور انکو مکروہ ہو اور خبیث جانیں ھم غراب البقع وہ جیسیچیل ہے اور شیبانی ہوگا فی الطحطاوی اور ہاشمی والغداف بوزن غراب الغربیہ غدفان قاموس اور حلال نہیں غدف یعنے سکلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غدف بروزن غراب بمعنے گدھ ہے اور جمیع اسکی غدفان ہے کذا فی القاموس ھم والدبر بالتحریک نے شرح وقایہ میں اور صاحب درر نے غدف غدفان کا ترجمہ غراب سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے مفسر ترجمہ کیا ہے حلال نہیں کوا کثیر الریش واقع ہے اور کالک یہ کاتب کی اغلاط سے ہوا قداف کغراب القنیۃ والنسر کثیر الریش ھمیہ غدفان والفیل والضب ھا روی من اکلہ فضول عدا الابتدا ہ اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنے گوہ اور جو سوسمار کھانے کی روایت ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے یعنے ابتدائے اسلام میں حلال تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وابن عرس والرخم والبغاث وھو طائر دنی الجثۃ یشبہ الرخم وکلما سباع الہوام اور حلال نہیں موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتجب ولغات اور وہ کہ جست پرندہ ہے مستابہ رخم کے اور یہ تمام سباع بہائم ہیں ھم یربوع جانور ہے جیسے کی مانند لیکن اسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دار ہیں اور دونوں پانوں دونوں ہاتھوں سے دراز تر ہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہر یربوع کا ترجمہ اردو میں گھوس ہوا اور مخزن الادویہ میں یربوع کا ترجمہ فارسی میں مرگوش اور ہندی میں گھوس کیا ہے واللہ اعلم وقیل الخفاش لانہ ذو ناب اور بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں چمگادڑ اسواسطے کہ وہ نیش دار ہے ھم اتقانی نے کہا کہ دلیل میں حل ہے اسواسطے کہ ہر نیش دار حرام نہیں بلکہ وہ نیش دار جانور حرام ہے جو اپنے نیش سے شکار کرتا ہو انتہے اور فتاوے عالمگیری میں چمگادڑ کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی وکل حیوان مائی اور حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور ھم حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا معاش پانی میں ہو کذا فی المنح لا السمک لقولہ علیہ السلام احلت لنا میتتان السمک والجراد

فی ماءٍ نجسٍ او طافیۃ بطرحۃ دھبانیۃ بسبب جانور حرام ہیں مگر وہ مچھلی حرام نہیں جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچھلی ناپاک پانی میں پیدا ہوئی ہو اور گو زخمی مچھلی پانی پر اوچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیہ ھم قاعدہ کلیہ مچھلی میں حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی کہ گرما سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ حلال نہیں چنانچہ پانی پر کی اوترائی ہوئی مچھلی کذا فی الدرر غیر الطافی علی وجہ الماء الذی مات حتف انفہ وھو ما بطنہ مرفوق مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہیں جو پانی پر اوچھل آئی ہے یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جسکا پیٹ پانی پر آسمان کی طرف ہے فلو ظھرہ من فوق فلیس بطافٍ خیو کل ما مات فی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طافی نہیں اسکا کھانا حلال ہے جیسا اس مچھلی کا کھانا حلال ہے جو اوترائی مچھلی کے پیٹ میں ہے ھم جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ میں ہو تو اسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنے تنگی مکان کے سبب سے کذا فی شرح الوہبانیہ اور منح الغفار میں ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونوں کا کھانا حلال ہے یعنی سوا سطے کہ دونوں کی موت آفت سے ہوئی وھامات بخر الماء او برده او بربطه فیه او لقاء شئ فمتعافة وھبانیة اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی میں باندھنے کے سبب سے جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنے کوئی دوا پانی میں ڈالی اور مچھلی اسکو کھا کر مرگئی تو اسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی یعنے تو حلال ہوگی کذا فی الوہبانیہ ھم اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑھے میں یا ایک شخص نے مچھلی گھیری خطیرہ میں کہ اس سے نکل نہیں سکتی اور وہ شخص اسکو پکڑ سکتا ہے سوا سمیں وہ مرگئی یا جال میں مچھلی مرگئی اور وہ اس حال میں تھی کہ جال سے نکل نہ سکتی تھی یا مچھلی کو پانی میں بستہ کیا سو وہ برف میں باقی رہگئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ مالکول ہے ایک روایت میں کیونکہ اسکی موت کا سبب پایا گیا اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حلال نہیں اسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہیں ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی میں ہے کذا فی الدرر والاصح التوبیت سمک اسود والمار ماھی سمک فموۃ الحیۃ وافرد ھا بالذکر لانخفاء وخلا محمد اور حلال نہیں دریائی جانور مگر حربیث اور مارماہی حلال ہے حربیث سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کی صورت پر مچھلی ہے مصنف نے دونوں مچھلیوں کو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ انکی مچھلی ہونے میں پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی جہت سے علیحدہ بیان کیا ھم عینی نے کہا حربیث بکسر حا وتشدید ربا مکسورہ ایک قسم کی مچھلی کی مذکر یعنے گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتھے اور یہ جو محمد سے مغرب منقول ہے کہ سب مچھلیاں حلال ہیں سوا حربیث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہے غایۃ البیان میں ہے کہ بعض رافضی اور اہل کتاب حربیث کے کھانے کو مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک دیوث تھا وہ لوگوں کو اپنی جورو کے پاس بلالاتا تھا سو مسخ ہو کر حربیث ہوگیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے بعد مرگیا اسکی نسل باقی نہیں رہی کذا فی الطحطاوی والدرر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہیں اور حربیث کو بعض اہل ہند سمگی بولتے ہیں وحل الجراد وان مات حتف انفہ بخلاف السمک اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو برخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہیں و انواع السمک بلا ذکاۃ لحدیث احلت لنا میتتان السمک والجراد وھما الکبد والطحال اور سب قسام مچھلی کے حلال ہیں بدون بیچ کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال ہوئے ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہونے کو دونوں کلیجہ اور تلی شارع نے کہا الحال مکسور الاول ہی وحل عراب الزرع والکل الحب اور کھیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہے ھم لیے بجاست خوار نہیں ہے شہر میں نہیں آتا ہے صغیر الجثہ ہوتا ہے مثل فاختہ کے واللہ اعلم وکذا کل طیر والعقعق ھو غراب یجمع بیض کل بیضۃ حیۃ والاصح حلہ اور حلال ہے خرگوش اور عقعق عقعق وہ کوا ہے کہ مردار اور غلہ دونوں کھاتا ہے اور اسکا حلال ہونا اصح قول ہے ھم عقعق بروزن فنفذ پرند طایق سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اسکی آواز مین مین اور قاق معلوم ہوتا ہے کذا فی القاموس یعنے لوگ اسکو مکھو کھا کہتے ہیں طحطاوی نے حاشیہ مکی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دم والا سفید سیدی اور سیاہی ہے اور وہ قسم غراب ہے ھ بشگونی اس سے لیتے ہیں انتھے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچھا تو فرمایا کہ لا باس یعنی اسکے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں

تو بیچے کہا وہ نجاست کھاتا ہو تو امام نے فرمایا کہ وہ نجاست کو ملاتا ہو دوسری چیز سے پھر کھاتا ہو تو امام کے نزدیک قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری چیز سے ملا کر کھاوے چنانچہ مرغی تو اسکا مضائقہ نہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ عفتق مکروہ ہو جیسے مرغی مخلات مکروہ ہو کذا فی فتاوی قاضی خان معہ ما فی الذکاۃ کھیت کا کوا اور خرگوش اور عفتق حلال ہیں ذبح کرنے کے ساتھ ص اب مناسب معلوم ہوتا ہو کہ ان حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب معتمدہ میں مذکور ہو فتاوی قاضی خان میں مذکور ہو کہ انعام ماکولہ بالکل چنانچہ اونٹ اور اونٹنی اور گائے بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہیں اور اسی طرح ما سوا انعام جو درندہ نہیں ہیں چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاؤ اور وہ طیور جو جنگل سے شکار نہیں کرتے چنانچہ مرغی مرغا اور کبوتر اور بط اور غراب الزرع جو فقط دانہ کھاتا ہو اور ابابیل اور قمری اور سودائی اور زرزور اور عصافیر یعنے جمیع اقسام گنجشک کی اور فاختہ اور ٹڈی وہ حلال ہیں اور حرام ہیں شیر شکاری درندہ چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور نیولا اور گیدڑ اور ہاتھی اور سور اور سانپ اور عقرب اور جس جانور میں کہ خون نہیں چنانچہ زنبور یعنے بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جوں اور چرچری اور ہر پنجہ گیر پرندہ جو شکار کرتا ہو چنانچہ صقر یعنے جرہ اور باز اور عکدہ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بغاث اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو چنانچہ غراب البقع یعنے ابلق کوا یہ سب حرام ہیں انتہی فائدہ الخانیہ فائدہ جو جانور خشکی میں رہتے ہیں تین قسم ہیں ایک وہ جنمیں اصلا خون نہیں دوسری قسم وہ جنمیں خون ہو مگر خون رواں نہیں اور تیسری قسم وہ جنمیں خون سائل اور رواں ہو سو جنمیں خون نہیں چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور گبریلا اور بھپو اور مانند اسکے تو انکا کھانا حلال ہے سوا ٹڈی کے اور اسی طرح جنمیں خون سائل نہیں چنانچہ سانپ جسکی بلکی بھی کہتے ہیں اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور ہوام الارض چنانچہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور ضبع یعنے موش دشتی یا گھوس اور نیولا اور مانند انکے اور انکی حرمت میں اختلاف نہیں مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہو اور جنمیں خون سائل ہو وہ دو قسم ہیں مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گائے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہیں اور وحشی چنانچہ ہرن اور نیل گاؤ اور گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہیں اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور بابولی سو حلال نہیں اور اسی طرح وحشی درندے جنکو سباع الوحش کہتے ہیں چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور سمور اور دلق اور ریچھ اور بندر اور مانند انکے اور سبلع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور حرۃ اور شاہین اور چیل اور بغاث اور عکدہ اور عقاب اور جو انکی مانند ہو یہ سب حرام ہیں کذا فی الطحطاوی عن الدرر الشافعی صاحب حیوۃ الحیوان وذبح ملا یوکل لحمہ وشحمہ جائز بقدم فی الطہارۃ تر جمہ خلافہم اور جو جانور ماکول اللحم نہیں اسکا ذبح کرڈالنا اسکے گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہو شارح نے کہا کتاب الطہارۃ میں اسکے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی ص طہارت میں اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہیں ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہو طہارت سے مطلب یہ ہو کہ اگر بالفرض یعنے رقیق چمڑوں میں چمڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جاوے تو وہ چیز رقیق بمجرد نہیں ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح انا الرطوبت نجسہ میں دباغت کے مانند ہو اور اسکے جاہل کی نماز باطل نہیں ہوتی اور کھانے کے سوا اسکی چربی سے فائدہ لینا درست ہی یا نہیں بعضوں نے کہا کہ جائز نہیں اور بعضوں نے کہا جائز ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الادمی والخنزیر کما مر سوا سے آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت اذا خرج الدم حلت وکذا ان لم تتحرک عند الذبح بیمار بکری ذبح کی پھر اسنے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہو اور اگر حرکت نکی یا اسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہیں اگر اسکی زندگی ذبح کے وقت معلوم ہو بسبب حرکت اور خروج خون نہیں ہو سکتا کہ مردہ سے کیونکر مردہ جنبش نہیں کرتا اور اسے خون نہیں بہتا شرح طحطاوی میں ہو کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت نہیں کرتا مگر اس صورت میں جبکہ زندہ کے مانند خون نکلے وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وھذا بالاتفاق وتحتہ ومذبوحۃ ولیحتہ قالوا لذبح المذبوح بالمذبوح فداء کالا شیء اھ ولو کان حیا حیوۃ مستقرۃ یعلم بالعقل او بقول عدلین او بشہادۃ عدل واحد او بخبر محفوف بالقرائن الدالۃ علی ذلک او بالعادۃ الجاریۃ بان مثلہ لا یعیش بمثل ھذہ الجراحۃ او بالعلم بان ھذہ الجراحۃ مزھقۃ فی العادۃ لا یحل اکلہ الا بالذکاۃ الا ما ذکیتم من الحیوان المتردی فی البئر ونحوہ اذا ادرکتموہ وفیہ حیاۃ مستقرۃ فذکیتموہ فانہ یحل اکلہ بالذکاۃ لقولہ تعالی الا ما ذکیتم من غیر فصل بین المتردی وغیرہ اگر مذبوح کی حیات معلوم ہو گئی تو وہ ہر طرح حلال ہو اگر بے جنبش اور حرکت نکی ہو اور خون بھی نکلا ہوا اسکا بیان آویگا اس نوع میں جسکا گلا دبایا گیا اور جو نیچے گر پڑا اور جسکو درندے سے جانور نے سینگ سے مارا اور جسکا پیٹ بھیڑیے نے

۵ سوداء اور زرزور دو پرندوں کے نام ہیں موش دریائی کے ۱۲ ایک پرندہ ہے ۵۳ مرغابی کو فارسی میں کہتے ہیں

پھاڑ ڈالا تو ان چیزوں کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ غیر ظاہر ہو اور اسی پر فتوے ہے بدلیل قول حق تعالے کے الا ما ذکیتم یعنے وہ جانور حلال ہے جسکو تم نے ذبح کیا اور حق تعالے نے اسمیں کچھ تفصیل نہیں فرمائی حرکت یا خروج خون کی اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید میں ذبح شاۃ المتردیۃ وقت الذبح ولم تحرک ولم یخرج الدم ان فتحت فاذا کان متوکل وان ضمنہ اکلت وان ترد رجلہا کان توکل وان قبضتہا اکلت وان تام شعرہا کان توکل وان قام اکلت کان الحیوان یستر حی بالموت فتحرک فم وعین وعمد رجل ونوم شعر علامۃ الموت کانہا استرخاء ومقابلہا اذا رکلت یختص بالحی قد علی حیوتہ وہذا کلہ اذا لم تعلم الحیوۃ وان علمت حیوتہا وان قلت وقطع الذبح اکلت مطلقا بکل حال (یعنی) بکری ذبح کی اور اسکا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم ہوا اور اسنے جنبش نکی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اسنے منھ کھولدیا تو اسکا کھانا حلال نہیں ہے اور اگر اسنے منھ بند کر لیا تو کھانا حلال ہے اور اگر اسنے پاؤں پھیلا دیا تو کھانا درست نہیں اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے اور اگر اسکے بال سوکھے لیٹے گر پڑے تو اسکا کھانا درست نہیں اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہے اسواسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہو جاتا ہے تو منھ اور آنکھ کا کھولنا اور پاؤں کا پھیلانا اور بال کا گر پڑنا علامت ہے موت کی اسواسطے کہ یہ افعال استرخا ہیں یعنے ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہیں اور ان افعال کے مقابل یعنے منھ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پاؤں کا کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہ حرکات سنبھلنے کے ساتھ مخصوص ہیں تو اسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اسوقت معتبر ہیں جبکہ زندگی معلوم ہوا اور اگر اسکی زندگی معلوم ہو ذبح کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اسکا کھانا مطلقا حلال ہے ہر حال میں خواہ علامات مذکورہ پائی جاویں یا نہ پائی جاویں کذا فی الزیلعی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت المظروفۃ میتۃ حلتا یعنے للظروفۃ والظروف لمولی للبلوعۃ لسبب حادث ایک مچھلی نکلی دوسری مچھلی کے پیٹ میں تو اگر مظروفہ یعنے وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہے تو دونوں حلال ہیں یعنے مظروفہ اور ظرف کیونکہ نکلی ہوئی مچھلی کی موت سبب حادث سے ہے یعنے تنگی مکان کے سبب اور نکلنے والے کی موت اسپر جانے سے والا کہ ان میتۃ حل الظروف لا المظروف کالو خرجت من بیرحا سمکۃ ابتلعتہا عذرۃ جرحہ وقد غیر للصنعۃ عبارۃ صنعۃ الہدایۃ اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہ مرگئی ہو تو ظرف حلال ہے نہ مظروف یعنے نکلنے والی حلال ہے نہ نکلی گئی چنانچہ اگر مظروف اسکی مفعے سے نکلی تو حلال نہیں اسواسطے کہ مستحیل اور متغیر ہو کر گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرۃ اور النہایۃ مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈالی جو کہ سنی ص اشباہ کی عبارت یوں تھی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت میتۃ حلا والا لا یعنے مچھلی کے اندر کی مچھلی ہے تو اگر مظروفہ صحیح اور سالم ہے تو دونوں حلال ہیں اور نہیں تو حلال نہیں یہ عبارت اسلئے موہم ہے کہ درصورت عدم تندرستی مظروفہ دونوں حلال نہیں اور حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغیر عبارت سے یہ خلل دفع ہو گیا ولو وجد ضبابۃ فی ملکہا حلالا لواخذہا وان لم یدر انہا لمن یاخذہا لانہ لقطۃ اور اگر مچھلی کے اندر موتی یا یاقوت پانے والے کو اسکی ملک حلال ہے اور اگر اسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانے والا اسکا مالک نہیں اور وہ لقطہ ہے ہم اسکی تفصیل ہو جو ولوا لجیہ میں یوں مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ میں پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانے والے کا ہے اور اگر مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف میں نہیں ہے تو وہ پانے والے کا مملوک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہر اوہ صیاد کے ہاتھ سے اسکو پہونچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم کامیر ونحوہ کواحد من المعظماء یحرم لانہ اہل لغیر اللہ اولو سمی ذکر اسم اللہ تعالے ذبح کیا حاکم کے آنے کے واسطے یا حاکم کے مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذابح نے اللہ تعالے کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اسواسطے کہ اسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہم دستور عوام میں یوں ہے کہ جب کوئی حاکم قلعہ میں داخل ہوتا ہے تو اسکی تعظیم کے واسطے یا دیوتا کی بھوگ دینے کے واسطے تاکہ تکلیف نہ دے جانور ذبح کرتے ہیں اور حاکم کو اسکا گوشت نہیں کھلاتے ہیں جو اسکو دعوت قرار دیجیے طحطاوی نے کہا ذبیحہ مذکور بمردار ہے اگرچہ اللہ تعالے کا خالص نام اسپر لیا جاوے اور بہتر یہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمت کی علت ٹھہرائی جاوے انتہے تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان میں جاہلوں میں رواج ہے کہ سنت مان کر سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہیں وہ گائے اور بکرا مردار ہوا اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہیں اور یہ جو بعضے لوگ کہتے ہیں کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت عوام کی خراب ہو

سو اسکی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہے اگرچہ اللہ تعالے کا خالص نام لیا جاے صحیح مسلم میں علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہے لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنے خدا لعنت کرے اسپر جو غیر خدا کے واسطے ذبح کرے ولو ذبح بہ للضیف لانہ من سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ تعالے اور اگر مہمان کے واسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کے واسطے سنت ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور تکریم مہمان کی اللہ تعالے کی تکریم ہے مع انفاء میں ہے کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کے واسطے ذبح کرنا حلال نہیں اسواسطے کہ یہ ذبح تکریم ابن آدم کے واسطے ہے تو گویا رفع صوت ہوا غیر خدا کے واسطے تو اسشخص نے قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اسمیں شک نہیں کہ قصد منفعت کے واسطے ذبح کرتا ہے اور اگر وہ ٹوٹا جانے تو ذبح نکرے تو اسپر حال پر لازم ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نکھاوے اور نہ اسکو کھاے جو ولیمہ اور عرس یعنے شادی اور عقیقہ میں ذبح ہو والفارق انہ ان قدم لیاکل منہا کان اللازم للہ والمنفعۃ للضیف او للولیمۃ او للزوج وان لم یقدم لہا کلہا بل یدع منہا لغیرہ کان التعظیم لغیر اللہ فتحرم ۱۲ اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے اور حلت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہ ہے کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تاکہ اسمیں سے آپ یا مہمان کھاے تو ذبح اللہ تعالے کے واسطے ہوا اگرچہ اسکی منفعت مہمان کے واسطے یا ولیمہ کے واسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کے واسطے ہوئی اور اگر کھانے کے واسطے ذبیحہ پیش نہ کیا بلکہ غیر کو دیا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ حرام ہوگا ۱۲ صاحب شرح شباہ نے کہا کہ اس مسئلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ جو فصل نام خدا اگر آنے والے کے آنے سے پہلے ضیافت کے واسطے یا اسکے آنے کے بعد تھوڑی دیر میں اسکی ضیافت کے واسطے ہو تو اسکے جائز ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر آنے کے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہے تو اسی طرح درست ہے بلاشبہ اور اگر محض تعظیم ہو تو حرام اور مذبوح مردار ہے بحر شارح کے فرق مذکور بیان کیا انتہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فرق ظاہر نہیں اسلیے کہ گاہے تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اسکو کھاتا ہے اور اسکے عیال بھی تو سمجھنا چاہیے کہ شارح کا تعظیم اور عدم تعظیم کی قصد پر ہو کذا فی الطحطاوی یعنے اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہو والا حلال ہے دھلیکوفوکان بنازیہ وشرح وھبانیہ اور کیا ذابح غیر المسلم کافر ہے اسمیں دو قول ہیں یعنے صاحبین کے نزدیک کافر ہے اور بعضوں کے نزدیک کافر نہیں گنہگار ہے کذا فی البزازیہ وشرح الوھبانیہ قلت وفی صید الخانیۃ انہ یکرہ ولا یکفر کما لا یخفی لکن بالمسلم انہ یقرب ان الکافر ھو ھذا الخ دفاوہ فی شرح الوھبانیۃ عن الذخیرۃ ونظمہ فقال ؎ وفاعلہ جمہورہم قال کافر ۱۲ وفضلی اسمٰعیل لیس بکفر ۱۲ میں کہتا ہوں اور مبنیہ کی کتاب الصید میں یہ ہے کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہیں ہے اسواسطے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ یہ گمان نہیں کرتے میں کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب الہی کا چاہتا ہے اور ماتن اسقول کے شرح وہبانیہ میں ہے اور شارح وہبانیہ نے اسمضمون کو نظم کرکے یوں کہا ہے اور اس ذبح کا کرنے والا اکثر علما کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اسمٰعیل اسکو کافر نہیں کہتے ہیں ہم ہرچند تکفیر اختلافی میں عدم تکفیر راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبائر جاننا اور کسر سے بچنا اور بچانا چاہیے واللہ سبحانہ الموفق والمعین التضحیۃ یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقۃ وحکما لانہ معلق فینصرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثناء فتامل کمیتۃ کالاذن المقطوعۃ والسن الساقط کالاذن صاحبہ ظاہر وان کثر اشباہ من الطہارۃ وھو کاف فتنویر البصائر غرض یہ ہے جو چیز کہ جدا ہو گیا حیوان حی یعنے زندہ سے وہ مردار کے حکم میں ہے چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والے کے حق میں دانت طاہر ہے اگرچہ دانتوں میں کثرت ہو چنانچہ اشباہ میں ہے کتاب الطہارۃ سے اور طہارت کا قول ہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر میں ہے شارح کہا حیوان حی یعنے زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقۃً اور حکماً زندہ ہو اسواسطے کہ حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر میں مذکور ہے میں کہتا ہوں لیکن ظاہر متن تعمیم پر دلالت کرتا ہے استثنا کی دلیل سے سو اسکو تامل کرنا چاہیے جو عضو کہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اسکی موت کے تو وہ منفصل ہی زندہ صورۃً سے نہ زندہ حکماً سے تو اسوقت میں انتفاء آیندہ کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ شیخ صالح مصری اشباہ نے کہا ہے تعمیم سے مراد یہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقۃً اور حکماً ہو خواہ فقط حقیقۃً یعنے صورۃً زندہ ہو تو درصورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہوگی تو یہاں گفتگو اسمیں ہے کہ حی سے یہاں فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے الحکم مختلف نہیں ہے دونوں صورتوں میں اور بعضو منفصل سے مراد وہ عضو ہے جو بہمی اسی گوشت سے جدا ہو جاے اگرچہ کھال سے متصل ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہے اگر کاٹا

اور کلام ہے مچھلی اور ٹڈی کے غیر میں اسواسطے کہ مچھلی اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحطاوی الا من مذبوح قبل موتہ یحل اکلہ لو من الحیوان للاکل لان مالیۃ من الحیوان تعتبر لصلاحیۃ ذبحہ للاکل کالمرکوز گر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اسکی موت سے پہلے تو اسکا کھانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو اسواسطے کہ جسقدر زندگی حیوان متبوح میں باقی ہے وہ اصلا معتبر نہیں کذا فی البزازیۃ میں کہتا ہوں لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ ہے جنانچہ اسی کتاب میں مذکور ہو چکا وعرق ذنا فی اللحم أة قولان الاباحۃ وہبانیۃ اور بچے قول الاباحۃ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ میں قبیل تیمم کے ہم کتاب الطہارۃ میں شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ شباہت کا کبھی اعتبار نہیں اسواسطے کہ صحابہ نے تبحر کی ہے کہ وہ بغیر یا حلال ہے جو بکری سے پیدا ہوا اپنی ماں کے اعتبار سے ۵ وقد حلا للحم البغال واحمار الاہلیۃ قطعا والکراھۃ تنزیھیۃ کما صرح بہ صاحب البحر یعنی حلال کہا ہے قطعا خچروں کا گوشت حالانکہ ماں انکی گھوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنے جس خچر کی ماں گھوڑی ہو وہ صاحب بحر کے نزدیک حلال ہے مگر کراہت بھی مذکور ہے ۵ وان یذکر کلب غرق غنزفجاۃ ھا تتایع لہ داس کلب فینفطس اور اگر جس کی کتے نے بکری پر یعنے جنکی کی تو اسکے پیٹ سے پیدا ہوا جسکا سڑکے کی مانند ہے تو اسکو دیکھنا چاہیے ۵ فان اکلت لحما فکلیہ جیفا یحرم وان اکلت تبنا فلا لان اکثر ما یبقی سواگر اسنے گوشت کھایا تو بالکل وہ کتا ہے اور اگر اسنے گھاس کھائی تو یہ سڑا نہ جائے یعنے اسکا کھانا نجاہیے ۵ ویؤکل ان قیمۃ ان اکلت لذا یا وذا فاضرنیا دا لیحم یعنی ۲ اور سوائے سڑے باقی گوشت کھایا جاوے اور اگر گوشت اور گھاس دونوں کھائے تو اسکو مارا اور اسکا چلانا ضرر کریگا ہم یعنے اگر مارنے سے کتے کی مانند بھونکے تو کھانا چاہیے اور اگر بکری کے مانند چلائے تو حلال کرنے کے بعد سڑ پھینکا جاوے اور باقی کھایا جاوے کذا فی الطحطاوی ۵ وان اکلت خاذیر فان کرشھا بدا وفحزوالا فھو کلب فیطعم ۲ وشکل اور شتبہ ہو یعنے کتے اور بکری دونوں کی طرح آواز کرے تو اسکو ذبح کرو اگر اسکی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اسکا دور کیا جاوے اور اگر اوجھڑی نہ نکلے تو وہ کتا ہے دفن کیا جاوے یعنے اسکا کھانا نجاہیے دفی معاینا تھا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہ ہے ۵ واحی شیاذ ی خیم یحلھا ۲ ومن ذی الذی یعنی ولا یحم ینمو اور کون بکری ہے جسکو بدون ذبح کے شارع حلال رکھتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں سایہ تک کہ وقت ضحی داخل ہوا اور اسنے خون جاری نہیں کیا ہم مصرعہ اول کا جواب کتاب السقاۃ کے آخر میں مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ میں مذکور ہو گیا

مخفی نہ رہے ۲ محل سوال فقط لفظ ہے کا تو ظاہر اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ کون شخص ہے جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہیں بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی میں منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ چیزیں ہیں مردار ہے جسنے انتفاع درست ہے سینگ اور کھر اور عصب اور صوف اور دنبہ یعنے روئیں اور بال اور پر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن زواہر الجواہر واللہ اعلم استغفر اللہ العلیم

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہے اضحیہ یعنے قربانی کے مسائل میں من ذکر الخاص بعد العام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیہ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہے عام کے بعد یعنے ذبیحہ عام ہے اور قربانی خاص ہے وھی لغۃ اسم لما یذبح ایام الاضحی من تسمیۃ الشیء باسم وقتہ بمعنی لغت میں اس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی میں ذبح کیا جاوے من قبیل نام رکھنے وقت کے اسکے وقت کے نام کے ساتھ ہم جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر میں اسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہیں کہ وقت ضحے یعنے دن چڑھے اسکو ذبح کرتے ہیں کذا فی الدرر تو اسکا نام ماخوذ ہوا اسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی الطحطاوی کے کہا ملبی میں ہے تقربات مالیہ دو قسم ہیں ایک قسم خلیک ہے جنانچہ صدقہ اور دوسری قسم اتلاف ہے مثلا جنانچہ اعتاق اور اضحیہ میں دونوں معنی مجتمع ہو سکے خونریزی سے وہ اتلاف ہے پھر گوشت میں تصرف کرنے سے تملیک اور اباحت ہے انتہی واحتمال ہیں ہے کہ قربانی کا خرید کرنا دس درم سے بہتر ہے ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقات سے نہیں ہوتی وشرعا اسم لحیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع میں اضحیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے عبادت کی نیت سے مخصوص وقت میں ہم حیوان مخصوص یعنے گائے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنے ایام نحر دشو الحجۃ الاسلام ولا تعتبر السن

الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کما مر اور شرائط قربانی کی اسلام اور مقیم ہونا اور اسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقہ فطر متعلق ہوتا ہے چنانچہ آخر کتاب الزکوۃ میں مذکور ہوچکا ہے اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہے تو اگر اول نحر میں کافر تھا اور آخر میں مسلمان ہوا یا اول میں مسافر تھا اور آخر میں مقیم ہوگیا تو اسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہے ظاہر الروایۃ میں تونگر اور مالدار وہ ہے جسکے پاس ۲۰۰ درہم یعنے ۵۰ روپے یا سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھر یا باغ یا چارپائے جانور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۰ روپے کا تو اسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑھتا ہو یعنے پڑھ سکتا ہو تو اسپر قربانی نہیں خواہ بالفعل اسمیں پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر نہو قرأت پر تو قربانی واجب ہوگی اور کتابوں سے آدمی غنی نہیں ٹھہرتا مگر اسوقت جب ایک کتاب کے دو نسخے ہوں اور احادیث اور تفسیر کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہوں اور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہے جب انکی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الظہیریۃ وہو کذا فی الظہیریۃ وہو کذا فی الظہیریۃ و

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہو وجوب تصدق کی دلیل ہے یعنے قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اسکی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے اگر قربانی کے ایام گذر جاوین ہم تو قربانی اور نظر اور حج بعد واجب ہونے کے مال تلف ہوجانے سے ساقط نہوگا کیونکہ انکا وجوب قدرت ممکنہ سے ہو نہ میسرہ سے برخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہو نہ قدرت ممکنہ کا علی احر مسلم مقیم عصر وقریۃ اوبادیۃ یعنی فلا یجب علی حاج فقیر فلما اھل مکۃ ثلثوم ولا یجب اوھل الآفاق یلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہر آزاد مسلمان پر جو مقیم ہو شہر یا گانو یا جنگل مین کذا فی العینی تو قربانی واجب نہین حاجی مسافر ہو اور مکہ والون پر تو قربانی لازم ہم اگرچہ وہ حج کر رہے ہون اور بعضونے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل مکہ سے ہو کذا فی السراج الطحاوی نے کہا سراج کے مانند شرح طحاوی مین ہو موس یسار الفطرۃ عن نفسہ عن طفلہ الظاھر بخلاف الفطرۃ اس مقدور والے پر جسکو فطرہ کا سا مقدور ہو قربانی واجب ہو اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کی طرف سے واجب ہو ہم اور ظاہر الروایۃ پر فتوے ہو اور حسن کی روایت امام سے یہ ہو کہ واجب ہو قربانی اپنے اس ولد صغیر اور اپنے اس پوتے کی طرف سے جسکا باپ نہین اور ایک گی طرف سے مستحب ہو کذا فی الطحاوی شاۃ یا ثلث بدل من ضمیر یجب او فاعل اوسبع بدنۃ او بقرۃ سفیت بالتخفیف او جوانور قربانی کیا جاوے وہ دنبہ بھیڑ بکری ہو یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہو شتر اور گاو سے شتر اور گاو کو بدنہ نام رکھا انکی ضخامت یعنے تندی اور بڑاپے کے سبب شارح کہا شاۃ بالرفع بدل ہو یجب کی ضمیر سے یا اسکا فاعل ہو ہم فاعل یجب کا تو تغلیب مصرح ہو تو شاۃ نہ اس سے بدل پڑسکتا ہو نہ انکا فاعل ہو سکتا ہو بلکہ وہ خبر ہو مبتدا محذوف کی تقدیر اسکی یون ہو والمفتی بہ شاۃ کذا فی الطحاوی لہذا مترجم نے شارح کے موافق ترجمہ نکیا الحاصل بھیڑ بکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوتی ہو اور شتر اور گاو سات شخصون کی طرف سے اور قیاس یہ تھا کہ اونٹ اور گلے ایک ہی کی طرف سے قربانی ہوتی ہو اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہو اور وہ متجزی نہین مگر یہ قیاس متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گاو قربانی کیا سات کی طرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہ تھی تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی الدرر ولا یجوز لاحدھم اقل من سبع لا یجزی من احد اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاو سے ساتوین حصہ سے کم ہو تو کسیکی طرف سے قربانی جائز نہوگی ہم یعنے شتر اور گاو کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہو بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصہ سے کم نہو صورت اسکی یہ ہو کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گاے یا بیل میراث چھوڑ کر مرگیا پھر بیٹے اور زوجہ نے گاے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہوگی بسبب شیوع کے دھف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی اس فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنے زوجہ کا حصہ آٹھوان تھا اس گاے مین تو ساتوین سے کم ہوا لہذا اسکی طرف سے قربانی نہوئی اسواسطے کہ جب بعض قربت نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہوا وتجزی عما دون سبعۃ یا لا ولے اور شتر اور گاو کی قربانی کرسات سے بطریق اولے جائز ہو یعنے چھ یا پانچ شخصون کی طرف سے بطریق اولے درست ہو بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی فجر نصب علی الظرفیۃ یوم النحر الی اخرایام ذوالحجہ افضلھا اولھا واجب ہو قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام نحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنے دسوین اور گیارھوین اور بارھوین تاریخ ذیحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہم شارح نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہو بنا بر ظرفیت کے یعنے ظرفیت وجوب ہم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز ہو لیکن مکروہ ہو بسبب خوف غلط کے تاریکی مین کذا فی الحموی ویعفی عن قلادۃ للصغیر من مالہ صحیح فی الھدایۃ وقیل لا صحیح فی الکافی قال طیس الا یلزمہ ان یقلدہ من مال طفلہ ورجحہ ابن الشحنۃ قلت وھو المعتمد لما فی متن ملتقی الابحر من انہ اصح ما یفتی بہ خلافا لمن صحح الثانی بانہ ان کان المقصود ولدا فلا یعدل فی المال والا والتقرب بالتصدق بالثمن فعل الصبی لا یعتد بہ الا بالنوافل وغیرہ فلیحفظ اور باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہو اس قول کو ہدایہ مین اور بعضونے کہا کہ قربانی نکرے صغیر کے مال سے اس قول کو صحیح کہا ہو کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہو اس قول کی ابن شحنہ نے مین کہتا ہون اور یہی قول معتمد ہو اسواسطے کہ مواہب الرحمن کے متن مین یہ مذکور ہو کہ فتوی دینے مین یہی قول صحیح تر ہو اور برہان مین اسکی وجہ یون بیان کی ہو

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہو تو باپ اسکا مالک نہیں اپنے فرزند کے مال میں چنانچہ اسکے غلام کے آزاد کرنے کا مالک نہیں اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہو تو نہیں کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہو اور اس قول کو موسول کی طرف نسبت کیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم فرع علی القول الاول بقولہ وکل منہ للطفل واتخاذہ قدر حاجتہ وبالقرینۃ یتبعا ینتفع الصغیر بعینہ کشرب لبن وخف یتبعا ان کمل وکذا الجد والوصی بہ مفتی نے قول اول پر تفریع کی اپنے اس قول سے اور طفل کھائے اپنی قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جائے بقدر اسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدلانا چاہئے جسکے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ فاس چمڑے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اسکے کنامرح بہ ابن کمال اور اسی طرح لیخے باپ کے مانند دادا اور وصی ہو وھی ثلاثۃ ثلاثۃ فی بدنۃ شریت کا خصیۃ اولاناھو وقت الشراء کما شرلالہ صرحا سحاقا ناوا کا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہو شریک ہو جانا چھ شخصوں کا اس ستر اونٹ یا گائے میں جو خرید کیا گیا قربانی کے واسطے لیخے اگر خریدے کے وقت خریدنے والے نے شریک کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہو ازروی استحسان کے اور اگر شرکت کی نیت نہیں کی خریدے کے وقت تو صحیح نہیں ازروے استحسان کے وھی صورت مسئلہ یہ ہو کہ قربانی خریدی اپنی ذات کے واسطے پھر اسمیں شریک کر لیا عالمگیر میں ہو اگر قربانی کے ارادہ سے خرید کی پھر اسمیں چھ شخصوں کو شریک کر لیا تو مکروہ ہو اور قربانی ساتوں کی طرف سے کفایت کریگی اور اگر خریدے کے وقت شریک کر لینے کا ارادہ کرے تو مکروہ نہیں اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہتر ہو اور زیلعی میں ہو کہ گائے خریدی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چاہے اسکے ساتھ شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہو ازروے استحسان کے اور قیاس یہ ہو کہ جائز نہو اسلیے کہ مہیا کر چکا اسکو قربت کے واسطے تو بیع اسکی تقریباً ممتنع ہو وجہ استحسان یہ ہو کہ گائے آدمی موٹی گائے یا تا ہو اور شریکوں کو سمین پاتا ہو خریدے کے وقت سو اسکو خرید کر لیتا ہو پھر شریکوں کو طلب کرتا ہو اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ حرج میں پڑیں اور حرج شرعاً مدفوع ہو انتہی اور سیاق کلام شارح اسکا مشعر ہو کہ گائے خریدی کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہو بلکہ صورت مسئلہ یہ ہو بلا نیت شرکت خریدی پھر اسنے شریک کو یا یا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خریدیگا تو مخالف قیاس ہوگا کما ذکرہ الموالی کذا فی الطحطاوی ملخصاً وذالی کالشراء قبل الشروع واحب اور یہ لیخے شتر اک خریدنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہو وتقسیم اللحم وزنا کا جزافاً اور مشترک قربانی کا گوشت قسمت کیا جاتا تول کر نہ اٹکل کر ہم فتاوی خلاصہ اور فیض میں ہو کہ تعلیق قسمت کی شریکوں کے ارادہ پر ہو کذا فی الطحطاوی لا اذا عم معھم کما مر اد الجلد صرف الجنس بخلاف الجنس مگر جبکہ گوشت کے ساتھ پاے یا کھال ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں جنس کو خلاف جنس کے پھیرنے کے سبب سے ہم لیخے ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ پاے یا ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب میں گوشت اور پائے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو تو اب جائز ہر صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف کذا فی الدرر واول وقتھا بعد الصلوٰۃ ان ذبح فی مصر ای بعد ما یسع صلوٰۃ العید ولو قبل الخطبۃ لکن بعد ھما اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہو اگر شہر میں ذبح کیا ہو لیخے امام رکعت بعد اول وقت ہو جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہو ھم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار ٹھہریگا کذا فی الحلبی وبعد مضی وقتھا لو لم یصل او العذد ویجوز فی الغد ویعد کا قبل الصلوٰۃ لان الصلوٰۃ فی الغد تقع قضاء لادا ء زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانیکے بعد ہو اگر لوگوں نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور گیارھویں اور بارھویں دیجہ قبل از نماز عید قربانی جائز ہو اسواسطے کہ گیارھویں بارھویں کی نماز قضا واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الزیلعی ھم عذر سے سمر اور غیر شہر جانچہ آگے مذکور ہوگا وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہو اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا کانون یا کچل میں واخرہ ثلث غروب یوم الثالث حجوزہ للشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث لیخے بارھویں تاریخ کے غروب تک سے پہلے اور امام شافعی نے تیرھویں تاریخ تک میں بھی قربانی جائز رکھی ہو ھم ایام نحر کے تین ہیں اور ایام تشریق کے بھی تین ہیں اور دونوں ایام گذر جاتے ہیں جانوروں میں اہل مغرب تشریق نہیں اور پھیلا دیں تشریق ہو نحر نہیں اور دونوں درمیانی نحر اور تشریق ہیں ایام نحر دسویں گیارھویں بارھویں اور ایام تشریق گیارھویں بارھویں

تشریق نام ہے گوشت نمایا نے کا سکھانے کا جو ان دنوں میں ہوتا ہے

فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۰۲ مسئلہ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

تیرھویں والمعتبر مکان المضحی کہ مکان معتبر ہے اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ مکان شخص کا مکان جس پر قربانی واجب ہو پس اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی کرنے والا شہر میں ہو تو صحیح طلوع فجر قربانی جائز ہوا اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں ہو تو قربانی جائز نہیں مگر بعد نماز عید کے برخلاف صدقہ فطر کا اس میں مکان فاعل معتبر ہے فیہ وصرح بہ زاد التحفۃ الخ بحر ملخصا قولہ لمصر نحو یعنی او اطم الخ ، تو اس شہری کا جو چوشتی قربانی کیا چاہتا ہو نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکالے شہر سے باہر جنگل میں جہاں سفر کو قصر صلوۃ جائز ہو پھر وہاں فجر کے طلوع ہونے قربانی کرے کذا فی المجتبیٰ والمعتبر آخر وقتہا المقصود وھو الولادۃ والملحوظ فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی اخرھا لا یجب علیہ وان مات فیہ لا یجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کے واسطے تو وہ اگر غنی ہوا اول ایام نحر میں اور فقیر ہو گیا پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پہلے دن میں تو اس پر قربانی واجب ہو اور اگر غنی مر گیا پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں صحیح کمال میں قربانی واجب ہے موجب ایک قول کے جو اوپر مذکور ہو چکا ہے ابن کمال وغیرہ علماء قبل طلوع فجر نماز عید کے اضحیہ نہیں کیونکہ من العلماء فقالا لا یجب الصلوۃ الا الامام وحدہ اذا کان لا یجمع الا فی مسجد واحد یعنی نماز اور قربانی کے نہ ہونے کا اس واسطے کہ امام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط نماز نہیں پھیری جائے نہ قربانی اسواسطے کہ علماء میں سے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ کرے گا یا مام تنہا تو ایسی احتمال وجہتدین کی گنجائش ٹھہری کذا فی البرجندی یعنی جب مقتدیوں پر اعادہ واجب ہوا تو قربانی کا اعادہ کیوں نہ ہوگا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا لیکن قربانیان فساد سے محفوظ رہیں وفی التجنیس انما تعاد قبل التفرق وکذا بعدہ ومجتبیٰ میں ہے کہ نماز اعادہ کیجائیگی مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیوں کے حصہ یہ تفریع ہے اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے وفی البزازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی الفتاوی والبزازیہ میں ہے کہ ایک شہر ہے جسمیں فتنہ ہو یعنے وہاں کا کوئی حاکم نہیں ہے تو شہر والوں نے نماز پڑھی حاکم کے نہونے کے سبب اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول مختار میں ہم اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زیلعی جلبی نے کہا اور یہ معاملہ اس قوال کے جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا تو عذر مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نہ رہا لکن فی البنایع ولو ترک الترک فی اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس انتہی لیکن بنایع میں ہے اور اگر حاکم نے عمداً نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت میں یعنے بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز نہیں جب تک زوال شمس نہ ہو اتنے مافی البنایع ہم اسواسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا اس سے ہمدانک کی کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ قبل اسکے نماز ترک ہوئی تھی عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقبل لا یجوز قبل الزوال فالیوم الاول وحتی فی بقیۃ الایام قلت وذہب ابن مختار الزیلعی وغیرہ وہو جزم فی الملوھبتیہ اور بعضوں نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہونا قربانی دنوں میں کہتا ہوں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قول زیلعی وغیرہ کا معتمد ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن میں تو خبردار رہنا کا تو شمد تا انہ یوم العید عند الامام فصلوا ثم ضحوا ثم یلی انہ یوم حرفۃ اجزأ تہم الصلوۃ والتضحیۃ کا تنلا یمکن التجوز عن مثل ھذا الخطا فیحکم بالجواز صیانۃ لحجیۃ المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی گواہوں نے امام کے تزویک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگوں نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تھا تو انکو نماز اور قربانی کفایت کرتی [illegible] خطا سے بچنا ممکن نہیں تو جواز صلوۃ اور قربانی کا حکم کیا جائیگا تمام مسلمین کے بچاؤ کے واسطے یعنے ناانکی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے وکرہ تفریغہا الذبح لیلا کما حققہ الحلبی اور مکروہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانے کے احتمال سے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایاما تصدق بہا حیۃ تاخرہ فاعل فصل وقطعہ ولو فورا اور اگر نذر کرنے والے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنے والا اسکو زندہ خیرات کر دے اگرچہ نذر کرنے والا فقیر ہو شارح نے کہا نا فاعل ہو تصدق کا مع یعنے جیسے ملک میں بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یوں نذر کرے کہ خدا کے واسطے معجبہ واجب ہے کہ میں اسکو قربانی

کرو نگا کذا فی السراج ولو ذبحھا فتصدق بلحمھا اور اگر تعالی قربانی کو ذبح کیا تو اسکا گوشت خیرات کردے ولو نقصھا نقصا فاحشا بفقراء المصر اور اگر اسکو تاقص کردیا بسبب عیب پیدا کردینے کے تو اسکا نقصان کی قیمت بھی خیرات کردے ولا یاکل الذابح منھا فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل اور نذر کرنے والا نذر کی قربانی سے نہ کھاے اور اگر کھاے تو جسقدر گوشت کھایا اسکی خیرات کرے وفقیر عطف علیہ شراءھا لیضحی بھا علیہ ان حق علیہ علیہ یعنی اور محتاج نے جانور خرید کیا قربانی کرنے کے واسطے اور قربانی کے دن گذر گئے تو اسکو زندہ تصدق کردے بیشک واجب ہوجاتی قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنے کے تو اسپر ممنوع ہوگا اسکا بیچنا شارح نے کما فی القدیر کا لفظ علیہ ہی نا ذر پر ہم یعنے ہر غنیہ محتاج پر قربانی واجب ہین لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کریگا تو اسپر واجب ہوجاویگی ہمارے نزدیک کذا فی الدر رقتاوے عالمگیری مین ہی کہ اگر قربانی خریدی پھر اسکی بیچ کی تو اسکی تین صورتین ہین ایک یہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی دوسری صورت یہ کہ بدون نیت کے خرید کی تیسری یہ کہ بالبت خرید کی پھر اسکا قربانی کرنا زبانسے واجب کرلیا اسطرح کہ خدا کے واسطے مجھپر لازم ہو اسکا قربانی کرنا اسی سال مین تو پہلی صورت مین قربانی نہوجاویگی بہتیک زبانسے اسکو واجب نکرے گا ظاہر الروایۃ مین اور صاحبین کے نزدیک قربانی ہوجائیگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین اور حسن کی روایت امام سے یہ ہی کہ وہ قربانی ہوگی تو اگر اسکو بیچ کر ڈالے تو جائز ہی اور یہی قول ماخوذ ہی اور تیسری صورت مین بالاتفاق قربانی ہوجاویگی کذا فی الطحطاوی وتصدق بقیمۃ شاۃ شراھا لا لتعلقھا بذمتہ شراھا او لا فالمراد بالفقر فقہ شاۃ بقدر ھا یعنی اور بیشک گذر جانے ایام نحر کے اسکی قیمت کو مالدار تصدق کرے خواہ اسنے قربانی خرید کی ہو یا خریدی ہو بیشتر تعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نکرے تو قیمت سے مراد اُس بھیڑ بکری کی قیمت ہی جو قربانی کرنے مین کافی ہو ہم درصورت بعد خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہی اور جبکہ خرید کی تو وہ مختار ہی چاہے اسکی قیمت تصدق کرے چاہے اسکو زندہ خیرات کردے تا اسکے عہدہ سے خارج ہو جیسے عہدہ کی قضا فوت ہوجانے کے بعد ظاہر ہی اور صوم کی قضا عاجز ہونے کے بعد فدیہ ہی وھو نصف صاع من بر او دقیقہ او سویقہ او قیمتہ لا یمکن التضحیۃ من بعید اور قربانی کے واسطے یہی جذع یعنے چھ مہینے کا بچھا دینے کا بیشتر بلکہ ایسا قادر ہو کہ اگر سال بھر کی بھیڑ بکریون مین ملا دیا جاوے تو اسکی تمیز دور سے ممکن نہو ہم ضان سے مراد وہ ہی جسکی الیہ ہو یعنے چکتی کذا فی صدر الشریعۃ والمسن والمنخ طحطاوی کما دلیل جواز یہ حدیث ہی جسکو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہی کہ یجوز الجذع من الضان اضحیۃ یعنے جائز ہی چھ مہینے کا بچھا دینے سے قربانی کے واسطے اتقانی نے کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہوگا جبتک ایک سال پورا نہوا اور دوسرا سال شروع نہوا ہو وھو الثنی خصا عدا من الاسنان الثنیۃ اور ثنی اور اسسے زیادہ صحیح ہی تینون قسمون سے یعنے غنم اور بقر اور ابل سے والثنی من المعز خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الضان او المعز کما فی الھدایۃ اور بھیڑ بکری سے ثنی وہ ہی جو پورا ہوم سال بھر کا ہوا ہو ہم تقدیر یہ ہی مذکور مانع نقصان ہی نہ مانع زیادت تو اگر اسسے کم عمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہوگا اور اسسے زیادہ عمر کا ذبح ہوگا تو جائز ہی بلکہ افضل ہوگا کذا فی الخلاصۃ والمتولد بین الاھلی والوحشی یتبعھا کما قالہ المصنف اور جو جانور پیدا ہوا ہو اہلی اور وحشی سے وہ اپنی ماں کا تابع ہی ایسا کہا ہی مصنف نے ہم یعنے اگر اسکی ماں کی قربانی جائز ہی تو اسکی بھی جائز ہی اور اگر اسکی ماں کی قربانی جائز نہین تو اسکی بھی جائز نہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الشاۃ افضل من سبع البقرۃ اذا استویا لان اللحم یتبعھا والعظم یتبعھا بھیڑ بکری بہتر ہوگائے بیل کے ساتوین حصے سے اگر قیمت اور گوشت مین دونون برابر ہون والکبش افضل من البعیر اذا استویا فیھما اور مینڈھا بہتر ہی بھیڑ سے جبکہ دونون کی قیمت برابر ہوہم اور اگر بھیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈھے سے افضل ہوگا کذا فی الذخیرۃ والانثی من المعز افضل من الفحیل اذا استویا فیھما اور مادہ بکری بہتر ہی نر بکری سے جبکہ دونون قیمت مین برابر ہون والانثی من الابل والبقر افضل حکمی اور اونٹنی اور گائے افضل ہی اونٹ اور بیل سے کذا فی المحاوی وفی الوھبانیۃ ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا فیھما واللہ اعلم اور وہبانیہ مین ہی کہ مادہ بہتر ہی نر سے جبکہ دونون کی قیمت برابر ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر مین مادہ افضل ہی نر سے اسواسطے کہ ان دونون قسمون مین مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہی نر کے گوشت سے وکذا کل انثی فضیلۃ ولذا قبل الذبح الولد معھا وعند بعضھم یتصدق بہ بلا ذبح قربانی بچہ

جنے ذبح ہونے سے پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جاوے اسکے ساتھ اور بعضوں کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاوے بدون ذبح کرنے کے ضلت وسرقت فاشتری اخری ثم وجد ھا فالاصح ذبحھا اذا کان یباع بمثلھا او اجود والا فلا وکذا الثانیۃ او لو قال ان ضل الاولی فھذہ تضحیۃ عنہ بلا قربۃ ضحی بغنم وفقیر قال ان بعضھم وان وجبت عربیا فلا الزوائد علی ذبحھا ینبغی بیع قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی خریدی پھر پہلے ملی تو دونوں کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے اور اسی طرح اگر دوسری کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلے کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلے کی قیمت سے کمتر ہو تو تاوان کا صحاح دے اور اسکو خیرات کردے اسمیں کچھ فرق نہیں مالدار اور محتاج کا اور بعضوں نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہو تو اسی طرح کا جو اب ہے جو ذبح کر چکا اور اگر محتاجی میں خرید کر یگی سبب سے واجب ہوئی تو دونوں قربانیوں کو ذبح کرے کذا فی المبسوط یعنے دونوں قربانیوں کا ذبح کرنا واجب ہے کذا فی الخطاوی عن الخانیہ ویضحی بالجماء والخصی والثیب ای الخصی الذی لم یستاصل بل ھو مرضوض الانثیین بالسل ونحوہ لا بالمرضوض بالید ای المسلول الذکر ولا بالمجبوب ای المقطوع الذکر والانثیین اور خصی یعنے بدھیا کیا ہوا قربانی کرے اسی دیوانے کو جسکو دیوانگی چرنے پھرنے سے نروک ہو یعنے التضحیۃ بھا اور اگر چرنے پھرنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانے جانور کو قربانی کرنا جائز نہیں والجباء السمینۃ فاھمھا ولہ لحم یؤخذ لان الھزیل فی اللحم نقصان اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو تو اگر خارشی جانور دبلا ہو تو درست نہیں سو سوکھے کی گوشت میں خارش ہونا نقصان ہے یعنے کھال کی خارش سے گوشت میں نقصان نہیں لہذا اسکی قربانی درست ہے اور جسکی خارش سے جانور دبلا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ خارش گوشت تک پہونچ گئی اسواسطے درست نہیں لا بالعیباء والعوراء والعجفاء الھزیلۃ التی لا مخ فی عظامھا جائز نہیں قربانی اندھے اور کانے اور ایسی نہایت دبلے جانور کی جسکی ہڈیوں میں گودا نہیں والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای المذبح اور اس لنگڑی کی قربانی جائز نہیں جو ذبح کرنے کے مقام تک نہ چل سکے صہ نیازیہ میں ہے کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پاؤں سے چلے اور چوتھا پاؤں زمین پر نہ رکھے تو اسکی قربانی جائز نہیں اور اگر چوتھے پاؤں کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور مجھکا جاتا ہو تو اسکی قربانی درست ہے والمریضۃ البین مرضھا اور اس بیمار کی قربانی جائز نہیں جسکی بیماری صاف ظاہر ہو مقطوع اکثر الاذن او الالیۃ والعین او الیۃ ذھبا اکثر ذی رعیھا فیما طلق القطع علی الذھاب بخلاف الاقل او الاغلب وقیل بالنصف اور اس جانور کی قربانی جائز ہے جسکا اکثر کان یا دم یا آنکھ قطع ہوگئی ہو یعنے جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذوہاب پر قطع کا اطلاق کیا یا عیبا رمحا بہ کے اور اکثر روشنی کا جانا چار انگل دیکھ کے سمجھے سے معلوم ہوتا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو بند کرے اور اسکے سامنے چارا رکھے اور نظر کرے کہ کتنے دور سے اسنے چارے کو دیکھا اور اسکی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارا سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنے دور سے اسنے چارا دیکھا پھر دونوں مکانوں کے تفاوت کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسی طرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا علت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبی میں اسی قول پر فتوے مذکور ہے اور شرنبلالیہ میں قاضی خان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اس سے کم قلیل میں داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسپر فتوی ہو تو معلوم ہوا کہ بیان فتوی مختلف ہے واذھب الاکثر لانہ لہ حکم الکل بقاء وذھابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیہ الفتوی بخلاف الاقل وحسن دنبکی اکثر چکتی کئی ہو تو اسکی قربانی جائز ہے نہیں اسلیے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہو رہے اور جانے میں تو اکثر کان اور دم اور آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کے واسطے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی ولا بالعضباء التی ذھب اکثر قرنھا ویکفی بقاء الاکثر وقیل ما تعلق بہ اور قربانی جائز نہیں لولے جانور کی جسکے دانت نہیں اور اکثر دانتوں کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسقدر دانتوں کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کھانے کے لیئے اگر چہ نصف سے کم ہوں والشکاء التی لا اذن لہا خلقۃ فلو لہا اذن صغیرۃ اجزأت ذی لجع اور جائز نہیں قربانی اپنے کی جسکے پیدائشی کان نہیں اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہوں تو اسکی قربانی کافی ہے کذا فی الزیلعی ص اگر پیدائشی ایک کان ہو تو قربانی اسکی درست نہیں کذا فی العالمگیریۃ والجداء مقطوع ثدی ضرعھا او نابہا اور اس جانور کی قربانی جائز نہیں جسکے تھنوں کی نوکیں کٹی ہوں یا وہ خشک ہوں ولا الحمل عندھما مفصل عنہ

الکلف اور قربانی درست نہیں نکٹے جانور کی جسکی ناک کٹی ہو والمصریۃ اطباؤھا وھی التی عجلت حتی تخطم بالتاء اور نہ وہ جانور جسکے کانوں کی لو کٹی ہو یعنی جسکا نور کاٹ کر علیحدہ ہو گیا ہو ولا التی لا خلقۃ لھا یعنی جو پیدائشی کٹی ہوئی ہو قربانی اس دنبی کی جسکی پیدائشی دم کٹی ہو کذا فی البحر والحق کان لھا الخ یعنی مذکورہ صورتیں جائز ہونے کی ہیں اور جائز نہیں قربانی خنثے کی اسواسطے کہ اسکا گوشت پختہ نہیں ہوتا کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اسکا پورا بیان اسی کتاب میں ہوگا الجلالۃ التی تاکل العذرۃ وکذا کل ما یتحرز بہ عن اکل نجاسۃ اور جائز نہیں قربانی نجاست خور جانور کی جو گوبر کھاتا ہو اور اسکے سوا کچھ نہیں کھاتا ہم اس قرینے سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بھی کھاتا ہو اور چارا بھی کھاتا ہو تو اسکی قربانی درست ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ قربانی جائز ہے اس جانور کی جسکو کھانسی آتی ہو اور اسکی جو بیماری سے جان نہیں سکتی اور اسکی جو دا غا گیا ہو اور اسکی دودھ نہیں اور تر یا بامرض اور جسکی چھوٹی چکتی یعنی دم کے برابر اور جسکی زبان کٹی ہو غیر ذلک جو چارا کھا سکتا ہو کذا فی الطحطاوی ولو اشتراھا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع کما مر فعلیہ قیمتھا کما کان غنیا او کان فقیرا اجزأہ ذلک اور اگر قربانی تندرست خریدی پھر اسمیں وہ عیب پیدا ہو گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ عیوب مانعہ مذکور ہو چکی تو ضرور واجب ہے کہ اور قربانی اسکے قائم مقام کرے اگر خریدکرنے والا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عبید اقربانی اسکے واسطے کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبۃ وقت الشرأ لعدم الوجوب علیہ خلافا لابی یوسف اور اسی طرح معیوب قربانی محتاج کے واسطے کافی ہے اگر قربانی میں عیب موجود ہو خریداری کے وقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہیں بر خلاف مالدار کے کہ اسپر واجب ہے تو اسکے حق میں کافی نہ ہوگی ولا یضر فیھما من اضر بھا عند الذبح اور ضرر نہیں کرتا عیدار ہو جانا قربانی کا اسکے تڑپنے کے سبب سے ذبح کے وقت وکذا لو مات فعلی الغنی غیرھا لا الفقیر اور اگر قربانی مر گئی تو مالدار پر دوسری قربانی اسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرقت فذبح احدھما فقط فعلیہ احداھا علی الغنی کلھا علی الفقیر کلھا یعنی اور اگر قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی سو اسکے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک ہی جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج پر دونوں کا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی ہم یہ مسئلہ مکرر ہو گیا ان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ قال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم او عن الکل استحسانا والقصد القربۃ من الکل ولو ذبحوھا بلا اذن الورثۃ لم یجز ھو ولا عن بعضھم لم یقع قربۃ اور گائے یا اونٹ کے سات شریکوں میں ایک شریک مر گیا اور میت کے وارثوں نے کہا کہ ذبح کرو میت کی طرف سے اور اپنی طرف سے تو ان سب کی طرف سے قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے اسواسطے کہ عبادت کا قصد سب کی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکوں نے میت کے وارثوں سے بلا اذن اسکو ذبح کیا تو شریکوں کی طرف سے بھی قربانی ادا نہوگی اسواسطے کہ سلوان حصہ عبادت واقع نہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کل بھی عبادت نہوا عام تجزی کے سبب سے کذا فی الکافی دان کان شریک المستحق مفلسا او مریضا لم یجز عن واجبہ منھم لانہ لم یجز عن ھدایہ لما مر اور اگر جو شریکوں کے ساتھ سلوان خریدکیوں کے نصرانی ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا ہو تو انمیں سے کسی کی طرف سے قربانی ادا نہوگی اسواسطے کہ قربت کی تجزی نہیں ہوتی کذا فی الھدایۃ بدلیل گزشتہ ہم اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر یعنی جب تقرب کے ساتھ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہیں رکھتا ہو تو عبادت ادا نہوگی اور درصورت قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو اسطرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزا و صید اور بعض ہدے احصار اور بعض کفارہ احرام و بعض ہدی متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسی طرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہم امام محمد نے موافق ہمارے امام رحمۃ اللہ تعالیٰ میں اور اسی پر ہمارے بعضے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نہ عقیقہ وغیرہا ہر حج کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق اسکے مفید ہے کہ نسخ تو فقط وجوب کی راہ سے ہوا عقیقہ بھی قربت ہے اور یہ مخالف ہے اسکے جو شرنبالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہوا اور یہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کر دیا تو مطلب یہ ہے کہ عقیقہ واجب نہیں رہا ہے تو اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہیں اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بدلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث معتمدہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام میں جاری ہے **فروع** مسائل ملحقہ تاج و لو اشترت فقیر لشاۃ وکل لھا نصف شاۃ للاضحیۃ احدھم بعشرۃ والآخر بعشرین وللآخر بثلاثین فقبۃ کل واحد منھم فیھا فاختلطت حتی لا یعرف

ل یعنی جو کہ نابالغ کا مال ہے اور ہدی اضحیہ کی قربانی

ل یعنی شریک ہونے والوں کی نیت مختلف ہو

کل واحد شاۃ بعینہا او اصطلحوا علی ان یأخذ کل واحد شاۃ یضحی بہا اجزأتہم ویصدق ثلثہا بعشرۃ وثلثہا الثلثان بعشرین وثلثہا الثلث بعشرۃ فیتصدق
ثلثہا بعشرۃ ثلثہا ثلثان بعشرین وان اذن کل واحد منہم لان یذبح بعضہم عند اجزأہ لانہ لا شیء علیہ کما لو ضحی اضحیۃ غیرہ بغیر امرہ ینابیع اور اگر تین شخص نے الخ ایک ایک بکری
قربانی کے واسطے خریدی ایک شخص نے دس درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس درم کو خریدی اور تیسرے نے تیس درم کو خریدی اور ہر بکری کی قیمت اپنے اپنے ظن کی برابر ہو پھر تینوں بکریاں
اسطرح مختلط ہو گئیں کہ تینوں شخصوں کو کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہیں پہچانتا ہو اور تینوں نے اسپر اتفاق کر لیا کہ ہر ایک شخص کا ایک ایک بکری لے کر قربانی کرے
تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور بیس درم والا بارہ درم خیرات کرے اور نو درم والا دس درم تصدق کرے اور نو درم والا کچھ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو اذن دے
کہ تو میری طرف سے قربانی کر دے تو اسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اسپر کچھ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اسکے حکم کے
تو اسپر تصدق لازم نہیں کذا فی المبتاع ہم بیس درم والے پر نو درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اسکے وہ بکری قربانی کی ہو جو نو درم سے خریدی ہو اور
اسی احتمال سے نو درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور دس درم والے پر قلت کا احتمال نہیں لہذا اسپر کچھ تصدق بھی نہیں دیا کل لحم الخ فی الصحیحۃ
ویرکل غنیا ویدخر ویتصدق بالثلث ویذخر لانہ لا یتم التصدق عن الثلث ویذخر لانہ لذی عیال توسعۃ علیہم اور قربانی کرنے والا کھاوے اپنی
قربانی سے اور مقدور والے کو کھلاوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نکیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیال دار کے واسطے اسپر
گنجائش کرنے کے لیئے اھ مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھاوے اور غیر کو کھلاوے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی
کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکھے
اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنے والے کو کھانا اس قربانی میں ہو جو منذور ہو نوا اور اگر قربانی نذر مان کر اپنے اوپر واجب کر لی ہو تو قربانی
کرنے والے کو اسکا کھانا اور مالداروں کو کھلانا حلال نہیں خواہ نذر کرنے والا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر میں تو تصدق کرنا لازم ہے اور متصدق کو اپنے
صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھلانا ہرگز جائز نہیں کذا فی البدائع والعالمگیریۃ وان یذبح بیدہ ان علم ذلک والا یعلم یسمی ہو علیہ ویأمر غیرہ
بالذبح کیلا یصیر میتۃ اور یہ مستحب ہو کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو
اور غیر شخص کو اسکے ذبح کرنے کا امر کرے نانا واقف قربانی کو مردار نکر ڈالے ص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور
اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یوں کہ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ
جان سکے کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکھا جائیگا ستر گنا ہو کر کذا فی الطحطاوی وما الحق بہ کالکتابی واما المجوسی فلحرم لانہ لیس من اہل دین
اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہوا اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہو اسلیے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا ہو کذا فی الدرر ویتصدق بجلدہا او یعمل
منہ فرہالہ فی جواب فتوی صدقہ ودیتہ اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اسکے مانند چھلنی اور جھولی اور مشک اور طبلہ خوان اور ڈول بناوے اھ یباع لہ بما
ینتفع بہ عینا کالحم یا کھال کو بدلے اس چیز کے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اسکو باقی رکھ کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے کا بستعمل
کمثل ولحم وصوفہ کذا لا ھو نہ بدلے کھال کو مستہلک چیز سے یعنے جس سے فائدہ حاصل نہو سکے بدون استہلاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اسکے چنانچہ
روپیہ یا پیسے یا کوڑی قلت بیع اللحم والجلد بہ ای بمستعمل یا بدراہم تصدق بثمنہ ففادہ صحۃ البیع مع الکراہۃ وعن الثانی بالحلال انہ
کالو قد بجنبی پھر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیوں سے تو اسکے ثمن کو تصدق کر دے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتھ
حاصل ہوا اور ابو یوسف رح سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہو اسواسطے کہ وہ وقف کی مانند ہو کذا فی المجتبی ولا یعطی اجر الجزار منہا لانہ یکون بیعا
من قبلہ علیہ الصلوۃ والسلام من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ھلیا اور نہ قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے

الف مہری نماز اور افعال حج اور نذر میں اور موت الدم کے واسطے ہو جو ہاتھ دوڑ جانوں کا ذبح شرعی نہیں

اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اسکی بیع کے مانند ہے اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اسکی قربانی نہیں کذا فی الہدایۃ وکرہ جز صوفہا قبل الذبح لینتفع بہ فان جز تصدق بہ ولا یجعل علیہا شیئا ولا یعطی اجر جازمان تصدق بالاجر حسنا والا لم یتصدق ولزم اقامۃ القربۃ بجزہ ایجز نکا اور قربانی کے رونیں اور بال کترنے ذبح کرنے سے پہلے تا اسسے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کترے تو اسکو خیرات کردے اور قربانی پر سوار نہو اور نہ اسپر کوئی چیز لادے اور نہ اسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کیا تو اجرت کو خیرات کرے کذا فی حاوی الفتاوی امور مذکورہ اسواسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائم کرنا اسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہے بخلاف ما بعد الحصول للقصد جیسے برخلاف بعد ذبح کرنیکے کہ صوف کا کترنا درست ہے بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے کذا فی المجتبی لیکن قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہوگئی اب انتفاع کے واسطے صوف کترنا اور دودھ کا دوہنا درست ہے ویکرہ لکل احد ان یحلب لبنہا قبلہ کما فی الصوف ومنہم من اجازہ الخ لوجود بعض ما فی اللحم فلا تتغیر الاضحیۃ اور مکروہ ہے ہر نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح کرنے سے پہلے جیسا کہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور بعضوں نے جیسا صوف کترنا اور دودھ دوہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہے مالدار کے واسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اسپر منحصر قربانی متعین نہیں ہے کذا فی الزیلعی ولو غلط اشتاہ فذبح کل شاۃ صاحبہ یعنی عن نفسہ علی ما دل علیہ قولہ غلطا او لم یغلط فیکون کل واحد وکیلا عن کل واحد کذا فی الہدایہ فالہ ابن الکمال وظاہر کلام صدر الشریعۃ وغیرہ وقع فی محل اضحانا اور اگر دو شخص غلط کار ہوئے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہے کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری از راہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب الایضاح کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا وکیل ٹھہر جاویگا دلالت حال کے سبب سے یعنے دونوں کو قربانی کرنا منظور تھا سو اسطرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہ کہا ہے ابن کمال شارح الایضاح نے اور صدر الشریعۃ وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اسکے مالک کی طرف سے علم طحاوی نے کہا کہ صدر شریعۃ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہے اسواسطے کہ سوائے زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ ذبح مالک کی طرف سے ہے بقرینہ اذن حالی ویقال الآن دلو کلا لم یعرفا ہم عرفا ہذا لیس اور دونوں شخص باہم حلت کی درخواست کریں یعنے معاف کردالیں اگر قربانی کا گوشت کھایا ہو اور نہ بچایا ہو پھر بعد اسکے بچایا ہو کذا فی الہدایۃ وان تشاحا حضر کل الصاحبہ قیمۃ لحمہ وتصدق بہا اور اگر دونوں نے باہم بخل کیا اور معاف نہ کردیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کردے قلت وفی اوائل القاعدۃ الکبری من الاشباہ لو شرط ہا بنیۃ الاضحیۃ مذبحہا غیرہ بلا اذنہ فان اخذ ہا مذبوحۃ لم یضمنہ اجزأتہ ولا ضمنہ کما یجیء یرد ہذا اخذہما عن نفسہ لما ذبحہما عن مالکہما فلا ضمان علیہ لیتأمل اور اشباہ کے پہلے قاعدے اوائل میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص نے جانور خرید کیا قربانی کرنیکی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اسکو ذبح کر ڈالا بدون اسکے اذن کے سو اگر مالک نے اس مذبوح کو لیا اور اسسے تاوان نلیا تو اسکے حق میں قربانی کفایت کرگئی اور اگر اسکا تاوان لیا ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہوگی اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ شیر شخص نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہوگا تو اسپر تاوان نہیں ہے انتہے قول الاشباہ سو اشباہ کی طرف مراجعت کرکے کہا جاوے کہ بشاۃ الغصب لان صفۃ قیمتہا حیۃ جیسے قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کرکے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو ہم زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اسکا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار ہوا غصب سے تو اسپر توبہ اور استغفار لازم ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہوا اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے بلکہ کفر لازم نہیں آتا ہے جبتک کہ غصب کرنے کو حلال نجانیگا کذا فی الطحطاوی وکذا اباحۃ جیسے بیع صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیچ کریگا اور مالک کو اسکی قیمت کا تاوان دیگا وکذا لو اتلفہا غصب لصاحبہا فیقتہا ہدایہ نظہیریہ کما یأتی ضمان مرتبۃ الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کرے

تو تاوان دے اسکی قیمت کا اسکے مالک کو کذا فی الھدایۃ شاۃ مضحیہ کی قربانی صحیح ہوگئی بسبب ظاہر ہونیکے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے غصب کے وقت سے کالودیعۃ ان ضحی الکان سببہ ظاہرا بالذبح وللملک بینت بعد تمام الذبح فقط وغیرہ بل ملکہ قربانی صحیح تھی امانت کی بکری کی اگرچہ اسکے مالک کو تاوان بھی دے اسواسطے کہ تاوان کا سبب ان ذبح ہوا اور ملک ثابت ہوتی ہو سبب کے تمام ہونیکے بعد اور وہ سبب ذبح ہو تو ذبح واقع ہوا اسکے غیر ملک میں قلت وتعظیم ات العاریۃ کالودیعۃ دلوھو کلھا غیر تکونیا معینۃ بالذبح کذا فی الشلبی کہ فلیراجع حین کہتا ہوں اور کلھا امانت سے ظاہر ہوتا ہو کہ عاریت امانت کے مانند ہی یعنے عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح تھی اور مرہون بکری مغصوب بکری کی برابر ہوا سواسطے کہ وہ بھی بالدین ہوا اور اسی طرح مشترک یکہ بھی مغصوب بکری کی مانند ہو تو ان مسائل کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیئے تاکہ تصحیح حکم معلوم ہوجاوے ص بدائع میں عاریت کو ودیعت کی مانند صریح بیان کیا ہی عدم صحت قربانی میں اور خانیہ اور خلاصہ میں کہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنے مرہون جانور کی قربانی صحیح تھی باوجود تاوان دینے کے تو اس تصحیح کے مقابل میں شارح کی تخریج اعتبار کے لائق نہی خزانہ میں مذکور ہی کہ دو بکریاں مشترک بین دو شخصوں میں سو دونوں نے انکو قربانی کیا تو کافی ہوا تھے اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اسمیں تخریج بنا اختلاف ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لان اضحیۃ علیہ الصلوۃ والسلام جاء رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی ص طحطاوی نہ کہا شاید کسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث میں تو تصحیح یہ ہو کہ حضرت نے قربانی کیے دو خصی مینڈھے شاندار سفید رنگ جنمیں کچھ سیاہ بال بھی موجود تھے نذر عشر اضحیات لزمہ شاتان فمضی لاکثر بھا خانیہ والاصح وجوبا الکل کلھا بہ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم **فرع** ایک شخص نے دس قربانی کی نذر مانی تو اسپر دو قربانی لازم ہونگی اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہی یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو قربانی کیا ہو چنانچہ ابھی اسکا مذکور ہو چکا کذا فی الخانیہ اور صحیح قول پر وجوب کل ہو یعنے دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہی بسبب وجوب کرلینے نادر کے اس پر جسکی ہم صنبلی ایجاب ثانی کا وجود ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ قلت مفاد لزوم النذر بما مر جنسہ واجب اعتقادی او اصطلاحی قولہ للصنف فلیحفظ بین کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے ثابت ہوتا ہی لازم ہوجانا اس نذر کا جیسا ہم جنس شرع میں واجب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح میں تو اس کلیہ کو یاد رکھنا چاہیئے غنم بین اجلین ضحیا بہما جاز بخلاف البقر لصحۃ قسمۃ الغنم لا البقر فتح **بھیڑ کریاں دو شخصوں** بین مرکہ بیع ہو دونوں انکو قربانی کیا تو جائز ہی برخلاف آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح ہونے قسمت غنم کے نہ رقیق کے صحی مشترکین بالاضحیۃ کلھا وقیل الزائد للحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کیلئے تو دونوں قربانی ٹھہرینگی اور بعضوں نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا وہ الاصح لکثرۃ قیمۃ فان استویا فالاکثر لحما فان استویا فاطیبھما ولو ضحی بالکل فالکل فرض کما کان الصلوۃ فان الغرض منھا ما یطلب بھا فاذا طلبھا یقع الکل فرضا عجتبی اور افضل قربانی زیادہ قیمت والی ہو اور اگر قیمت میں دونوں برابر ہوں تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہو اور اگر گوشت میں برابر ہوں تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہو اور اگر یکی قربانی کی تو سب فرض واقع ہوں گے جیسے نماز کے ارکان کہ انمیں سے فرض تو اسی قدر ہی جسپر رکن کا نام بولا جاوے پھر جب نمازی نے اسکو طویل کردیا مثلا تین آیت تھے زیادہ قرارت کی یا پانچ یا سات بار رکوع اور سجود میں تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی ص فرض سے مراد فرض عملی ہو کذا فی الطحطاوی شرعی اضحیۃ وامر بجلد بذبحھا تقال تکن للتسمیۃ حمل لزمہ فیتھا للبشر ھی الکامر بھا اخری ویعطی ویتصدق ولا یاکل لو ایام النحر باقیۃ ولا یتصدق بقیمتھا علی الفقر لخانیۃ قربانی کا جانور خرید لیکیا پھر ایک مرد کو اسکے ذبح کرنے کا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ میں نے بسم اللہ کہنا قصدا ترک کیا تو مامور پر اسکی قیمت دینا لازم ہوگا نا امر کرنے والا اس قیمت سے اور قربانی خرید کرے اور اسکو قربانی کرلے اور خیرات کردے اور اب نکھاے یہ اسوقت ہو اگر نحر کے ایام باقی ہوں اور اگر باقی نہ رہے ہوں تو اسکی قیمت فقیروں پر تصدق کرے کذا فی الخانیۃ وفیھا اراد التضحیۃ فوضع بلا مع القصاب

فی الذبح داعانہ علی الذبح سمّی کل وجوبا فلو ترکہا احدھما او ظنہما التسمیۃ احدھما تکفی حرست وھو تصحیف الغر اعقل ای شاۃ کاملۃ تحل بالتسمیۃ
عمدا لا بد ان یسمّی علیہما مرتبتین اور خانیہ مین ہو کہ ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے مین اور اسکی مدد
کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بارہ وجہ کے پھر اگر بسم اللہ کو ایک شخص بھی ترک کریگا یا گمان کریگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہی تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا
اور یہ علم جیسا ان ہونیکی لیاقت رکھتا ہی تو یون سوال کیا جاے کہ کون بھیڑ بکری ہی جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہین ہوتی بلکہ یہ ضرور ہی کہ اسپر دو بار
بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی مقال ؎ ای ذبح ید للحل فیہ ۔ ان تثنّی یذکر ذی لتنزیہ ۃ فاجب عنہ یا لقریض
فانا لا ۔ زاہ نذرا کلا تمضیہ اور البتہ اسکو نظم کیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور وہ نظم یہ ہی کون ذبح ہی جسکی حلت مین یہ ضرور ہی کہ دو بار ذکر کیجاے
صاحب تنزیہ کی یعنے اللہ تعالے کا نام لیا جاے سو اسکا جواب کہ نظم سے اسواسطے کہ ہم شعر نہین دیکھتے اور پسند نہین کرتے فقلت فی الجواب ؎ خذ جوابا نظما کما
تبغیہ ۔ من ففیہ مودیہ عن ففیہ خیر الدین نے کہا تو مین نے جواب سوال مذکور مین یون کہا کہ لے جواب نظم مین جیسا کہ تو چاہتا ہی اس فقیہ سے جسکی دیانت
ثابت ہی فقیہ سے ؎ ھو شاۃ فی ذبحہا اشتراک اثنان ۔ فتکرار الذکر شرط کما تری ۔ وہو ذالک ذبح تضاریع طعم الید مع الصاد الذی
یجیء ۔ وہ بھیڑ بکری ہی جسکے ذبح کرنے مین دو شخص شریک ہین تو دو بار نام خدا ذکر کرنا شرط ہی جیسا کہ تم روایت کرتے ہین کہ وہ ذبح کرنا اس قصاب کا ہی جسنے ہاتھ کھا
اپنے اصل ہی کے ساتھ جو اسکی امید رکھتا ہی یا خوف کرتا ہی کہ شاید اسکے شخص کی توت سے ذبح نہو سکے ؎ فعل کل واحد منہما ان یذکر اللہ جل عن تشبیہ ۔ تو
ان دو شخصون مین سے ہر شخص پر واجب ہی یہ کہ ذکر کرے اللہ کو درآن حالیکہ وہ پاک ہو تشبیہ اور تمثیل سے ۔ وذا الوھبانیۃ وشرحہا قال ؎ ولو ذبحا شاۃ معا
ثم واحد اھل بسم اللہ فلشلو تحلو وہبانیہ اور اسکی شرح مین کہا اور اگر دو شخصون نے بکری کو ساتھ ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ کہہ لیا تو بکری متروک ہوگی
یعنے حرام واجب الترک ہی ؎ وان یشترو منہا کلتا ثلاثۃ ۔ واشکل فالتوکیل بالذبح یحسن ۔ اور اگر تین شخص مین کر یان خریدکرین اور اشکال واقع ہو یعنے تینون
شخص اپنی اپنی بکریون کی شناخت مین حیران ہون تو ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہر ۔ شرح وہبانیہ مین صورت مذکورہ مین یون چاہیے کہ تینون شخص ہر ایک کو ذبح
کرنے ہین وکیل کرین سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہی اور غیر کی بکری ذبح کی اسکے اذن سے تو بھی جائز ہی ؎ وکیل شراء الشاۃ للعمران شری بغیر خلاف بخلاف
والعقد بخمس ۔ خرید شاۃ کا وکیل اگر غیر یعنے بکری خریدکے تو صحیح ہی برخلاف عکس کے یعنے اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خریدکرے تو صحیح نہین اور ہانکنے کی اجرت
مین وکیل نقصان اٹھا دیگا ۔ وجہ صحت یہ ہی کہ شاۃ اسم جنس ہی ضان اور معز یعنے بھیڑ اور بکری دونون کو شامل ہی برخلاف عکس کے یعنے اگر بکری کی خرید کا وکیل
کیا سو اسمین شاۃ من الضان یعنے بھیڑ خریدی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہین چنانچہ خانیہ مین ہی فتاوے عالمگیریہ مین ہی کہ اگر قربانی خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے خرید
کی اور اسکے ہانکنے کے واسطے ایک دم پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہین یعنے وکیل کو دینا پڑیگا ؎ ولو قال سوداء فغیرھم کابیضا کان فی قولہ
عندنا یغیر اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ گاے یا بکری خرید کر نا سو وکیل نے غیر اسکے سفید یا سفید خرید کی تو صحیح ہی اور اگر وکیل نے شاخدار سیاہ چشم قربانی کی
خرید مین تغیر کی تو صحیح نہین ۔ م اسواسطے کہ شاخدار سیاہ چشم کی خرید مین لوگ رغبت کرتے ہین تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول صورت کے ؎
یشترین ممن یذبح الشرا لذی امروا ۔ تصحیحا بالجمع محسن عما نے دو قربانیون کو لازم کیا ہی اس شخص کے حق مین جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب
دس قربانی کی ایجاب کی تصحیح منقح اور محقق قول یہ ہی صحیح قول یہ ہی کہ تمام نذر واجب اور لازم ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ؎ وعن میت
بالامر لزم نصدقا وکلا کل منہما وھذا لخیر ۔ اور اگر قربانی ہوئی میت کی طرف سے اسکے امر سے تو لازم جان اسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون
امر ہوئی ہو میت کی طرف سے تو کھا اسکے گوشت کو اور یہ قول منتار الیہ پسندیدہ ہی ؎ ومن مال طفل فالصحیح سقوطہا ۔ وعن ابی فی حقہ وھو ظاہر
اور صغیر کے مال سے تو ساقط ہونا قربانی کا قول صحیح ہی اور صغیر کے باپ کے مال سے باپ کے حق مین قربانی ہونا صحیح ہی اور یہی قول ظاہر الروایۃ مین ہی چنانچہ

بیسلسلہ اصل کتاب الاضحیہ میں مذکور ہوچکا ہے وہ ذبح شاۃ ذبح یضحی بہا فیخرج عن ملکہ علما او ولدا او بکرا کا ہبہ کرنا تو اسکے ذبح ہوجانے کے بعد رجوع کرسکتا ہے تو کفایت ہوگی اسکی طرف سے جسنے اسپر قربانی کی اور اسکو ثواب ملے گا ہم یعنے زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اسکو ایک بکری ہبہ کی سو اسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ میں رجوع کی یعنے مذبح بکری بھیر لی تو یہ رجوع درست ہے امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اسکو قربانی کا ثواب ملے گا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الحظر والاباحۃ

یہ کتاب ہے حظر اور اباحت کی یعنے احسین فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہے ہم مباح کا ذکر اسواسطے کیا کہ کوئی اسکو مکروہ گمان نکرے اور احسین فرض بھی مذکور ہوتا ہے تاملہ ہو کہ اسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعضے کتابوں میں کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہۃ کہا ہے اسواسطے کہ احسین افعال مکروہ اور غیر مکروہ مذکور ہوتے ہیں اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتاب میں کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطے کہ احسین اکثر مسائل مباح مذکور ہیں اور انسے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتاب میں اسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اسواسطے کہ احسین وہ افعال مذکور ہیں جنکو شرع نے نیک بتایا ہے کذا فی الطحطاوی ۱۲ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہے اسواسطے کہ اضحیہ میں اکثر محظورات اور مباحات داخل ہیں بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی ۱۲ المحظور لغۃ المنع والحبس اور حظر بالفتح حاجز صلبۃ وظاہرۃ وحسیۃ بمعنے عبارت ہے منع اور حبس سے شرعا ما منع من استعمالہ شرعا اور اصطلاح شرع میں حظر وہ ہے جسکا استعمال شرعا ممنوع ہے ہم یہ تعریف ہے محظور کی نہ حظر کی والمحظور ضد المباح اور محظور مندوب مباح کی ہم یہ تعریف یا لازم ہے اسواسطے کہ حرام اور مکروہ بھی مندوب مباح ہیں تو محظور کی تعریف خاص یہ ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جسکا رجوع دلائل ثلثہ مذکورہ ہوں کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیر للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب فیہم علی الاصح لانہ لیس بمامور بہ ولا منہی عنہ والاباحۃ اور مباح وہ فعل ہے جسکے کرنے اور نکرنے کی مکلف لوگوں کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب و بلا ترتیب عقاب ہاں یہ البتہ ہے کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاشباہ ہم عدم ثواب اور عذاب درصورت عدم نیت کے ہے اور اگر مباح میں عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہ ای کراھۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند بعض واما المکروہ کراھۃ تنزیہ قال الحل اقربا تفاقا جو مکروہ تحریمی ہے وہ حرام کی مانند ہے دوزخ کے عذاب میں محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک تر ہے باتفاق امام اور شیخین کے حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اسکا ترک فرض ہے جیسا کہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اسکا ترک کرنا واجب ہے جیسے سوسمار کا کھانا اور شطرنج کھیلنا تو امام محمد جیسا اپنی کتابوں میں کراہت بولتے ہیں تو اسسے حرام مراد رکھتے ہیں اور مکروہ تحریمی کو حرام نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ اسکی دلیل قطعی نہیں جو حرمت پر دلالت کرے تو جسکی حرمت دلیل قطعی یعنے خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہو اسکو مکروہ کہتے ہیں اور یہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہے یعنے اسکے کرنے والے پر اصلا عذاب نہیں لیکن اسکا ترک کچھ تھوڑا ثواب پاویگا کذا فی الطحطاوی وعندھما وھو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والضیعۃ الی الحرام اقرب اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور ضیعہ مکروہ تحریمی کی مانند ہے ہم شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی میں حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہیں لیکن جانب حرمت کے غالب ہے فالمکروہ تحریما منسوبۃ الی الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض وثبت بما ثبت بہ الواجب یعنی یظن الثبوت ویأثم بارتکابہا یعاقب ویترک الواجب ومثلہ سنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اس دلیل سے جسسے واجب ثابت ہوتا ہے یعنے جس دلیل کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہے اس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کی مانند سنت مؤکدہ ہے ہم دلائل شرعی

چار قسم ہین اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونون قطعی اور یقینی ہین جیسا کہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنمین کسی طرح تاویل کا احتمال نہین یہ مفید یقین ہوا اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی یا حرام ثابت ہوتا ہے ثانی وہ دلیل ہے جسکا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی جیسا کہ وہ آیات اور احادیث ہین جنمین تاویل کا احتمال ہوا اور یہ مفید ظن ہوا اور اسسے فرض عملی ثابت ہوتا ہے ثالث وہ دلیل ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور دلالت مقصود قطعی جیسا کہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے رابع وہ دلیل ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین جیسے اخبار آحاد تحتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنیت اور استحباب ہے اور گاہے فرض بولتے ہین اور قطعی اور علی مراد لیتے ہین اور کبھی واجب کہتے ہین اور اسسے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہین کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث حرمۃ الحیل القریب من الحرام ما تقتضیہ محذورہ وترک استحقاق العقوبۃ بالنار علی العتاب لترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث من ترک سنتی لم تنلہ شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس بحرام انتہی اور زیلعی مین گھوڑون کی حرمت کی بحث مین یہ مطلب ہے کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہے جسکے محذور متعلق ہون نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہے جیسے سنت مؤکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہین بلکہ ترک سنتی فلیس منی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہے اس حدیث کی دلیل ہے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری شفاعت کو نہ پائیگا تو ترک سنت مؤکدہ قریب ہے حرام سے اور وہ خود حرام نہین ہے انتہی ماقی الزیلعی صرحرمان شفاعت سے یہان شفاعت مخصوصہ مراد ہے چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہین کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی تو اسسے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہ ہیگا بدلیل حدیث کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت مؤکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہے کہ محذر مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کیا ہے اور اسکو حلال نہین کہا ہے کیونکہ اسکی حلت پر دلیل قاطع نہین اور شیخین نے اسکو حلال مین داخل کیا ہے اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت ہے اور اسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہین انتہی خلاصہ مقام یہ ہے کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ انکے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی اور دونون کا مرتکب معاقب بالنار اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی مین داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاتب ہونہ معاقب بالنار انتہی معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد اور شیخین کے لفظی نہین ہے کذا فی الطحطاوی متفرع الاکل والشرب للعطشان وہو من حرام او میتۃ او مال غیرہ وان خاف فوت ثوابہ علیہ بحکم الحدیث کھانا عذا کے واسطے اور پینا دفع عطش کے واسطے فرض ہے اسپر ثواب کا بحکم حدیث کہ اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اسکو لازم ہو ہم حدیث نہ کور یہ ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیعوض کل شیء حتی اللقمۃ یرزقنیہا العبد الی فیہ کذا فی شرنبلالیہ یعنی حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہے یہان تک کہ اس لقمہ مین ثواب دیتا ہے جسکو بندہ اپنے منہ تک اٹھاتا ہے حرام اور مردار اور غیر کا مال کھانا حالت اضطرار مین ہوا ور حقیقی مین یہ کہ جو شخص مردار نہ کھائے مجمد مین یا رفقہ رکھتا جاسے اور نہ کھائے یہان تک کہ مرجائے تو وہ گنہگار ہوا اضطرار کی تعبیر مین اختلاف فی ہے بعضون نے کہا کہ فرض نہ ادا کرسکے اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہے کہ غیر موقت ہے اسواسطے کہ طبائع آدمیون کی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یدفع الہلاک عن نفسہ کھانا فرض ہے لیکن اوتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے صلی علیہ وھو مقدار ما مذکور یصلی قائما ومن صومہ صلی جاز تقلیلا لاکل حیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یجز کما فی البحر وعلیہ اور ایک کھانا وہ ہے جسپر ثواب ہوتا ہے اور وہ اسقدر کھانا ہے جس سے آدمی کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اسقدر تقلیل طعام کا جواز مستفاد ہوتا ہے جس سے آدمی اداء فرض سے ضعیف ہوجاے لیکن ایسی تقلیل مفسد صوم نہین ہے چنانچہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہے قلت وفی التبیین بالفتیا الفرض یقدر بما یندفع بہ الہلاک ویکون بہ صلبہ قائما انتہی قشتمہ مین کہتا ہون اور تبیین مجمعہ مین یون مذکور ہے کہ اسقدر کھانا فرض ہے جسقدر سے ہلاکی دور ہو اور اسکے ساتھ کھڑے ہوکر نماز مکتوبہ پڑھ سکے انتہی کلام التبیین تو ظاہر ہوا جاسے اسقدر کھانا اسواسطے

فرض ہو کہ فرض عبادت ادا نہین ہوسکتی بدون کھانے کے وما یتم الواجب الا بہ فھو واجب اور کھانا مباح ہی سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو
محرم علیہ فی الحیاتیہ بیکرہ وھو ما وقرای الشبع وھو اکل طعام غلب علی ظنہ انہ فسد معدتہ وکذا فی الشرب فیستثنی
اور وہ کھانا حرام ہی مگر اس حد سے آسودگی سے زیادہ ہو یعنے اتنا کھانا کہ کھانے والے کو گمان غالب ہو کہ اسکے پیٹ مین فساد کریگا یعنے ہضم نہ ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور
خانیہ مین اسکو مکروہ کہا ہو یعنے مکروہ کہا ہی تحریمی جو قریب بحرام ہی قہستانی مین کہا کہ اسی طرح اتنا پینا بھی حرام ہی جو مفسد معدہ ہو ہم زیادہ کہا اسواسطے
کہ حرام ہو اگر مال کا ضائع کرنا ہی اور اپنی ذات کو ہلاک ڈالنا حدیث مین آیا ہی کہ آدمی کے حق مین کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہین جیسا پیٹ کا بھرنا بدتر ہی سو اگر
ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے ایک تہائی کھانے کی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کے واسطے اور بہت عذاب آئیگا جو پیٹ کو بھرنے مین
ابو داؤد نے روایت کی جو حمد اور شکر کرے کھانے اور پینے کے بعد اسکی مغفرت ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی الا ان یقصد قوۃ الصوم الغد او
لا یستطیع صیامہ ولم یخف الخ آسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہی مگر اس حد سے حرام نہین ہی کہ کل کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کل اسکا مہمان نہ ہوگا یا
یا مانتا اسکے کسی اور عذر سے کھانا درست ہی حرام نہین ہی ہم عذر مذکور چنانچہ زیادہ کھانا قے کرنے کے واسطے حرام نہین انس بن مالک صحابی طرح طرح کے کھانے کھاتے
تھے اور قے کر ڈالتے تھے سو انکو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البزازیہ والخانیہ وکالجوذ الریاضۃ بقلیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہین
تھوڑے کھانیکی اسقدر ریاضت کہ ادائے عبادت سے ضعیف ہوجاوے وکالباسا فی اخر الفوائد وترکہ افضل اور طرح طرح کے میوؤن کے کھانے مین کچھ
مضائقہ نہین اور اسکا ترک افضل اور بہتر ہو والاقتصار علی احدھما اسراف ہی یعنے فضول خرچی ہی مگر حاجت کے وقت کثرت
الطعم اسراف نہین ہی چنانچہ اگر ایک کھانے کو نہین کھا سکتا تو تکثیر الطعم درست ہی تاہم قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کھاے جسقدر سے آدمی عادۃ پیٹ بھرا ہو یا مہمانون کی
دعوت منظور ہو تو تکثیر الطعم مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الخلاصۃ وکذا وضع الخبز فوق الحاجۃ اور اسی طرح روٹیان مانگنا حاجت سے زیادہ ہو وہ
صرف ہی مگر بہ نیت دعوت درست ہی کذا فی العالمگیریۃ وسنۃ الاکل البسملۃ اولہ والحمد لہ اخرہ وغسل الیدین قبلہ وبعدہ ولو بالشباب
وبالمشوخ بعد ملیتہ اور کھانے کے وقت سنت ہی کھانے کے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونون ہاتھ دھونا
اور کھانے سے پہلے جانون کے ہاتھ دھولانے سے ابتدا کیجاے اور کھانے کے بعد بڑون کے ہاتھ دھولانے سے ابتدا کیجاے کذا فی الملتقی ھم وذکر اول من بسم اللہ
کہنا بھولے تو یون کہے بسم اللہ علی اولہ واخرہ اور جب بسم اللہ کہے تو ملنداوازسے کہے تا اسکے ساتھی بھی بسم اللہ کہین اگر کھانا حلال ہو تو بسم اللہ کہکر اور الحمد للہ کہو
ہر حال مین آخر کو کہے اور الحمد للہ ملنداوازسے نکلے مگر جبکہ سب لوگ کھانے سے فراغت کرین اور انکی سنت مین ایک ہاتھ دھونا یا دونون ہاتھون کی انگلیان دھونا
کفایت نہین کرتا بلکہ دونون ہاتھ بندوست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھو کر رومال سے پونچھنا چاہیے اور بعد از طعام بغیر پونچھنا چاہیے تا اثر طعام کا ہاتھ سے
سنبوس سے ہاتھ دھونا اگر کاٹا اسمین باقی نہ رہا ہو تو فتاوے قاضیخان مین للباس بہ منکور ہی اور نواور ہشام عن ابی یوسف اور سوتے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین سے
منقول ہی اور تطہیر فم جمیع مواضع مین مستحب ہی اخلاق یون ہی کہ برتن لیکر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے انگلین استعانت نکرے مانند دھونے کے اور سنت یہ ہی
کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کھانا نکھاے اور نہ اسکو سونگھے اور نہ اسکو اور پانی کو پھونکے ہان اگر پھونکنے مین مانند دوا کے نہ ہو تو پھونکنا درست ہی اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیون کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو لوا لہ دستار خوان پر گرپڑا ہو اسکو کھانا یہ سب امور مذکورہ سنت ہین اور
مکروہ ہی اور سر پر نہ کھانے مین کچھ مضائقہ نہین اور کھانا بیٹھکیہ لگاکر ہو یا بایان ہاتھ زمین پر رکھکر یا کسی چیز پر ٹیکدیکر مکروہ ہی الکل
من العالمگیریۃ تتمہ اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ اسکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع شہوتون کو
رد کرتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہی کہ رکابی کے درمیان سے نکھائے اسواسطے کہ برکت درمیان مین نازل ہوتی ہی بلکہ ایک طرف سے کھاے

ل
یعنے خروج خون سے
خواہ اختیاری ہو
خواہ اضطراری ہو
ع
یعنے اسکے اخیر مین
ف
یعنے اسکے شروع مین
ق
یعنے اسکے درمیان مین
ک
یعنے اسکے شروع مین
ر
یعنے اسکے اخیر مین

اسواسطے کہ طعام کیسان ہی یان اگر طبق مین رنگ برنگ میوے ہون تو جدھر سے چاہے کھاے اسی طرح اگر طبق مین الوان الطعمہ ہون تو ہر طرف سے کھانا درست ہی حدیث مین وارد ہی کہ جو رکابی کو چاٹے کھانے کے بعد تو رکابی کہتی ہی کہ اللہ تجھکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تونے مجھکو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت یون ہی کہ رکابی اسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہی سنن مین وارد ہی کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہی اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف اور حقارت کی تو حق تعالی اُنکو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہی اور اسکے اکرام سے یہ ہی کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نکرے یعنے روکھی کھانے لگا امام محمدؒ نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کھانا دینا اسوقت مین ہی جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہی تو جو اسکا حال بیلتا ہو اسکو اتنا کھانا دینا فرض ہی جسقدر سے وہ خروج اور ادا ے عبادات پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر تھا سو وہ مرگیا اور کسیکی اسکو کھانا نہ دیا تو جو لوگ اسکا حال جانتے ہونگے سبکے گناہ مین شریک ہونگے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اسپر کسب واجب ہی اور سوال کرنا اسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی ولکن لحمہ کلحم الحمار الاھلیہ خلافا لمالک رحمہ اللہ تعالی فانہما اور مکروہ ہی گدھے کا گوشت اور اسکا دودھ یعنے پالو گدھے کا گوشت مکروہ تحریمی ہی یہ خلاف مالک کے صحیح کراہت بمارد غیرہ سبکے حق مین ہی اور حمار وحشی یعنے گورخر کا گوشت اور دودھ حلال ہی کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ الذی تاکل العذرۃ ولبن الرمکۃ ای القرس وبول الابل ولحمہ ابو یوسف استثنی اور مکروہ ہی جلالہ کا دودھ جلالہ وہ گاے یا بکری یا اونٹنی ہی جو گوبر کھاتی ہو اور مکروہ ہی گھوڑی کا دودھ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب یا علاج کے واسطے جائز کہا ہی ھدایہ مین ہی کہ امام اعظم کے نزدیک گھوڑی کا دودھ حلال ہی چنانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمہما ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گھوڑی کا گوشت مکروہ ہی ولیس الجلالۃ حتی یذھب نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام لو اجتزارۃ باشکنبۃ بعرۃ کما حلا وکل وبقی علی الاطہر اور گدھ کھانے والا جانور بند کر رکھا جاے یہان تک کہ اسکے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جاے اور جس کی مدت ٹھہرائی گئی ہی یہ جو ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بکری کے واسطے چار دن اور اونٹ اور گاے کے واسطے دس دن وکذا کل ما لیفتذی بالنجاسۃ وغیرھا مما ھو نجس لم یتنتن لحمہا حتی کما حلا کل حدث عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لحکم بتغیر ما عند ابی یوسف بصیر مستعملا کالابیقۃ لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کھاتا ہو اسطرح کہ اسکا گوشت گندہ نہو تو حلال ہی جیسے وہ حیوان حلال ہی جو بالوعہ کو دودھ اسواسطے کہ اسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودھ اسکا غذا ہوا وہ نجس اور بدبودہو جاتا ہی اسکا کچھ اثر باقی نہین رہتا ہی ھم اسی طرح جو کھیت نجاست سے سینچے جاوین تو اسکا کھانا مکروہ نہین ولو سقی مایؤکل لحمہ حراما فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ ذبیحتہ رحمہ اللہ اور اگر ما کول اللحم جانور کو نجس پلائی گئی پھر وہ اسی وقت ذبح کیا گیا تو اسکا کھانا حلال ہی اور مکروہ ہی کذا فی الزیلعی وکتاب الصید من شرح لوہبانیہ وکرہ الاکل والشرب فی اٰنیۃ الذھب والفضۃ للرجل والمرأۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہی کھانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن مین مرد اور عورت دونون کے حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے صحیح حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنون مین اور نہ کھاؤ انکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا مین اور تمھارے واسطے ہین آخرت مین انتہے صحیح کھانا پینا انمین منع ہوا اسی طرح انمین برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہو کذا فی الزیلعی ولکن لا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ وللمرأۃ ان تکتحل بمیلہما وما اشبہ ذلک من الاستعمال کالمکحلۃ والمرآۃ وقلم الدواۃ ونحوھا اور اسی طرح مکروہ تحریمی ہی کھانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا انکی سلائی سے اور جو استعمال اسکے مشابہ ہی چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور ایسا ہی مکروہ ہی ھم ظروف مذکورہ کے مانند ہی چاندی سونے کی مہینی اور سلیم اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو دونون کذا فی الطحطاوی یعنے لان الاستعمال ابتذال وفیما صنع له صیت معارف الناس ولا فلا کراھۃ حتی لو فعل الطعام من اناء الذھب او موضع المزود صب للماء والدھن فی کفہ کان کذلک ابتداء وقیام استعمالہ کالباس مجتبی وغیرہ وھو محمول فی السر وفی غیرہ علی الخلاف یعنے ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت

اسوقت ہو جبکہ انکو ابتداً استعمال کیجیے انکا مون مین جنکے واسطے وہ بنالے گئے ہین لوگون کے رواج کے موافق اور اگر ابتداً استعمال نہو تو کراہت نہین تو اگر کھانا نقل کیا جاے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی یا تیل کف دست مین ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداً پھر اسکو استعمال کرے تو اسکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہی درریمن تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے ص در مین یون مذکور ہی کہ ظروف مفضہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہین انکا استعمال اسوقت حرام ہی جبکہ انمین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاے اسواسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوے ہین کہ اسی طرح مستعمل ہون اور اگر انمین ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ مین لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہین اسواسطے کہ اسنے ابتداً استعمال نہوا انتہے لیکن محشی در مین یعنے علامہ شامی اور نوح نے اسپر تخصیص کو رد کیا ہی اسطرح کہ استعمال عام ہی سونے کا ممنوع ہی اسواسطے کہ اصل اسباب مین یہ حدیث ہی کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہی کہ عورتون کو فقط زیور حلال ہی تو ورائے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی ص ہر چند در رکے موافق فتاوے عالمگیری مین محیط سے بھی منقول ہی لیکن احتیاط یہ ہی کہ کسی طرح استعمال نکرے واللہ اعلم واستثنی القہستانی ۱۲ وغیرہ استعمال الابیضۃ والجوخی والساعدان منہما فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ مین چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانون کو جنگ مین ضرورت کے سبب سے مستثنے کیا ہی کراہت سے

وھذا فیما یرجع للبدن واما الغیر فیجوز ولو ان متخذۃ من ذھب او فضۃ فرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا بأس بہ وعلیہ فعلیہ السلف خلافا لمن کرہ حتی ایاثم ابو حنیفۃ ۱۲ تو سل الدیباج والنوم علیہ کما فی الذخیرۃ اور یہ یعنے ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اس صورت مین ہی جبکہ استعمال نفع بدن کے واسطے راجع ہو اور اسکے سوا انجام کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے اور اسی طرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اسپر دیبا اور مانند اسکے فرش کرنا تو انکا کچھ مضائقہ نہین بلکہ اسکو سلف نے کیا ہی کذا فی الخلاصۃ یہان تک کہ امام ابو حنیفہؒ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اسپر سونا مباح کیا ہی چنانچہ آگے آویگا دیکرہ اکاکل فی غلس او صعر ولا فضل الخوف قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ اواني بيته حذ فاذارنة للملئكة اختيار اور مکروہ ہو کھانا پینے اور پیتل کے برتن مین اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر مین مٹی کے برتن رکھے اسکے زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار ص ظاہر یہ ہی کراہت اسوقت ہی جبکہ پینے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی مین تو نفاست اور تحمل اور اداے سنت دونون موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہین کا یکرہ ماذکر من انائہما او زجاج دبلور عقیق خلافا للشافعی ۱۲ اور مکروہ نہین کھانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام شافعی کہ انکے نزدیک کراہت ہی دحل الشرب من اناء مفضض او مذہب او بالفضۃ اور حلال ہی پینا ظرف مفضض سے یعنے جو برتن کہ نرین اور نقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی مین انکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدلا اور جڑاؤ ص مع الغفار مین مفضض کی تفسیر نزدیک ہی اور ثانی مین مرصع ہی اور قہستانی مین نرین افضہ ہی اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہین لیکن نے کہا یہ اختلاف اس صورت مین ہی جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تموبہ یعنے اگر چاندی کا ایسا تبلا پانی کے برتن پر ملا ہو جو جدا نہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہی اسواسطے کہ وہ مستہلک ہی اسکے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہین چنانچہ شارح اسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی دالمراد بہ علی سرج مفضض فی الجلوس علیہ کرسی مفضض لکن یشترط ان یتقی او تحتہ موضع الفضۃ بقی قیل ویدہ وجلوس سرج نحوہ اور حلال ہی سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہی بیٹھنا کرسی مفضض پر ولیکن اس شرط سے حلال ہی مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہ سے منہ علحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہاتھ بھی جدا رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور اسکے مانند مین بھی بدن جدا رکھے ص اجتناب فم کا اعتبار ہی نہ اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ مین مذکور ہی یہ حکم ہی ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہی اسکا استعمال تو کسی طرح جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکذا اناء المذہب بذہب او فضۃ والکل علی المذہب بحر وحلیۃ مرأۃ ومصحف بہما اور اسی طرح حلال ہی ظرف مذہب یعنے برتن مین چاندی سونے کے تیر جڑے ہین اسکے استحکام کے واسطے اور اسی طرح پر چاندی سونے کے تیر جڑی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے ص فتاوے عالمگیری مین ہی

بالاجماع ہی اگر عورتون کو

کچھ مضائقہ نہیں کھانے پینے کا ظرف نہ ہو سونے اور مفضض میں جیسے سونے چاندی پر نرکھے اور اسی طرح ظرف منصب اور کرسی اور سریر جیسے چاندی سونے کی پر بیٹھے اور اسی طرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسی طرح مجمر اور لگام اور زین اور دمی اور رکاب مفضض یا منصب درست ہے بشرطیکہ اسپر قعود نہ واقع ہو اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات میں ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہی کلامہ او التفضیض فی فصل سیفہ وسکین لہ فی قبضتہا او لجامہ او رکاب او المنسم یکرہ ضم الاھمیۃ والفضۃ چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہے اگر تلوار اور چھری کی کوتھی میں یا ان دونوں کے قبضے میں یا لگام یا رکاب میں کرے اور اپنا ہاتھ رکھے سونے چاندی کی جگہ میں مع کافی میں ہے جیسے چھری کی کوتھی میں اور تلوار کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ پکڑیگا تو مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں ہے کذا فی الظہیریۃ وکذا کتابۃ الثوب بالذھب او فضۃ وفی المجتبی لا باس بالسکین المفضض والمجمر والرکاب عن الثانی لیکن لا یاکل او اسی طرح درست ہے کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبی میں ہے کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کچھ مضائقہ نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہیں ہم امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری میں انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے جکڑا گیا اور احمد کی روایت میں ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنے پیالہ تھا اسمیں چاندی کا پترا تھا والخلاف فی المفضض اما المطلی فلا باس بہ بالاجماع بلا فرق بین لجام ورکاب وغیرھما لان الطلاء مستھلک لا یستھلک فلا یخلص غیرہ لمالکہ عینی وغیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض میں ہے یعنے جس چیز میں چاندی سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اور مطلا یعنے جسپر سونے چاندی کا پانی پھرا ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہے بیدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہا کے اسواسطے کہ طلا یعنے چاندی سونے کا پانی مستہلک ہے جدا نہیں ہو سکتا تو اسکی فقط رنگت کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی العینی وغیرہ ویقبل قول کافر لو مجوسیا قال اشتریتہ اللحم من کتابی فحل او قال اشتریتہ من مجوسی حرم کا سیردہ بحر الوالحد اور مقبول ہے کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ یہ گوشت حلال کیا ہے یہودی یا نصرانی سے تو اُس گوشت کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا کہ میں نے مجوسی سے گوشت خریدکیا تو گوشت حرام ہوگا اور اسکے قول کو بزواحد کے سبب سے مردود نکرے فاصلہ ان خبر الکافر مقبول کالاجماع فی المعاملات کافی الدیانات لعلہ یحصل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات کالمطلق الحل والحرمۃ فتاوھم لہ یعنی اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات میں نہ دیانات میں اور اسی قاعدہ پر کہتے ہیں یہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت اور حرمت میں یعنے وہ حلت اور حرمت کہ درضمن معاملات کے حاصل ہے نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہے ہم ایک شخص کا قول مقبول ہے معاملات میں خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت اور مضاربت اور رسالت فی الہدیہ اور اذن تجارت ہے لیکن بااینہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہے تو اگر اسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اسپر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہ ہو اسکے صدق کا یا شک ہو تو اسپر عمل نکرے کذا فی الظہیری عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہیں جو فیما بین الناس جاری رہتے ہیں چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیرذلک اور دیانات وہ امور ہیں جو فیما بین خدا اور بندے کے ہوتے ہیں چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت یقبل قول العلوی والاثنی والمحجوب الھدایۃ سواء اخبر باھدائہ المولی غیرہ او نفسہ اور مولیٰ کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور غیر کا قول مقبول ہے تحفہ ہو جانے میں خواہ غلام نے یہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہ تحفہ دیا ہے اور شخص نے کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہے مالک کو وکالا ذن سواء کان یاتجارۃ او دخول الدار مثلا اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن میں خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلاً دخول دار کا اذن ہم سراج میں ہے کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے شخص کے گھر میں داخل ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یوں ہے کہ اسی سے لوگ باز نہیں رہتے لہذا یہ جائز ہے کذا فی الظہیری وفیہ فی السراج جاز اذا غلب علی الظن صدقہم فلو شک فی صغیر تحصیا یوں واشار کا بالس

لہ موناموں ہی
" جانے دیجیو
" ہے
" جانے دیجیو

بیعہ او بحلویٰ او بخیاطۃ ثوبہ او بخفی یسعہ کما فی الظاہر لکذبہ وتمام فیہ اور اذن تجارت مین سراج مین اسکی قید لگائی ہے جبکہ اسکی راے مین اُنکا مصدق غالب ہو تب قول مقبول ہو نو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اُنکے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہین اور اگر مفتی اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اُنکے ہاتھ بیچنا لائق نہین اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے اور اسکا پھل ایبان سراج مین ہے ہم مٹھائی وغیرہ کی طرف اطفال مشتاق رہتے ہین تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے پیسے مٹھائی کھانے کے واسطے چوسا لایا ہوگا تو اُنکا یہ قول کہ میرے ماں باپ نے منگوایا ہے مقبول نکرنا چاہیے لیکن اغنیا کے اطفال پر یہ اشتباہ نہین ہو سکتا ہے ویقبل قول الفاسق والکافر والمبعض فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات مین وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے ہم اصل یہ ہے کہ معاملات مین ہر ممیز کا قول مقبول ہے نو اگر معاملات مین عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرائط مستجمع کمیاب ہے کمان اسکو آدمی باوے کہ اسسے معاملہ کرے یا اسکو تو کر رکھے اور لوگون کے پاس معاملات کے واسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہین سوا خبر کے تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہین تو اسمین عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اسمین فقط تمیز کفایت کرتی ہے کذا فی الزیلعی کما اذا اخبر الوکیل فلان فی بیع کذا فجوز الشراء منہ لان غلبۃ الرأی وصدقہ کما مر وینبغی ان یکون ہذا فی غیر الخطیر فلو خطیرا کما لو اخبر بان الوکیل عبد او صبی او فاسق او کافر لا یقبل کما فی الخانیۃ چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے مین تو اسسے اسکا خریدنا جائز ہوگا مگر خرید کرنے والے کے گمان مین اسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے اخیر مین بھی اسکا ذکر آویگا وشرط العدالۃ فی الدیانات ای التی بین العبد وربہ اور شروط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات مین دیانات وہ امور ہین جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہین ہم چونکہ دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہین تو اسمین عدالت کی شرط کرنی حرج نہین اور قول فاسق اور کافر اور صغیر کے قول کرنیکی اسمین کچھ ضرورت اور حاجت نہین کالخبر عن نجاسۃ الماء فتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بہا مسلم عدل او مستور بخلاف ما لو اخبر بہا فاسق او صبی او کافر جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اُس پانی سے وضو نکرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہی ہو یا زر رہتا ہو اس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی ہم عدالت مستظل احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہین کہ پانی گرا کر تیمم کرے ویتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء وخبر المستور ثم العمل بغالب ظنہ اور بالکل دوڑا دے فاسق اور مستور الحال کی خبر مین پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنے اگر فاسق اور مستور یعنے جسکا فسق اور عدالت معلوم نہین کسیکو کہ یہ پانی ناپاک ہے تو وہان بالکل کہ کے ظن غالب پر عمل کرے نہ اُنکے قول پر فلو اراق الماء فتیمم فیما اذا غلب علی رأیہ صدقہ ولو ضاع وتیمم فیما اذا غلب علی رأیہ کذبہ کذا فی المحیط ہم اسمین یہ اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحطاوی واما الکافر اذا غلب صدقہ علی کذبہ فاما قد احبہ فیصدقہ فی اخبارہ غلام فخانیہ اور کافر کا تو یہ حکم ہے کہ جب اُسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی الغنستانی والخلاصۃ والخانیۃ یعنے اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہے اور اسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اُس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اسواسطے کہ کافر متہم ہے اسکی خبر ملزم نہین لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہے قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لیخبر تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر مین کہتا ہون در صورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اُسکا تیمم جائز نہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہان تیمم مذکورہ جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونیکے لائق نہین ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونیکی یہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر حکم دیگا

یعنی مسلم کی خصوصیت میں تو حکم اسکا نافذ ہوگا ولو لخبر عدل بطہارتہ وعدل بنجاستہ حکم بطہارتہ بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلم متقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے متقی نے اسکو نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہاں درصورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا ھم پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونوں خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئیں تو اصل پر یعنے طہارت پر حکم ہوا وتعتبر الغلبۃ فی اوان ظاھرہ ومخمرہ وذکیہ میتتہ فان کان الغالب ظاھرہ یتحری بالمکیال السواء کالعطش اور غلبہ معتبر ہے ظروف پاک اور ناپاک مین جو باہم مل گئے اور مذبوح جانور اور مردار مین جو باہم مخلوط ہوگئے تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہون تو طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرے اور اگل دوڑاوے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہون یا دونون پاک اور ناپاک برابر ہون تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہین مگر رفع عطش کے واسطے ظروف مین گمان غالب معتبر ہوگا وللثیاب یتحری مطلقا اور کپڑون مین ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے ھم خواہ اکثر کپڑے طاہر ہون یا نجس اسواسطے کہ ستر عورت مین کپڑے کا کچھ بدل نہین اور پانی کا بدل مٹی ہے تیمم کے واسطے دعوۃ ولیمۃ وثمہ لغیرہ غنم فحضر واکل لو المکرہ فی المتن لو علی الظاہر کما یفید ان یعد یل یخرج معروضا لقولہ تعالے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ کوئی شخص شادی کی دعوت مین بلایا گیا اور وہان لہو لعب یا لاکہ ہو تو بیٹھے یا کھاے نہیں طلبکہ امر خلاف شرع مکان مین ہو اور دستر خوان پر نہو اور اگر غیر مشروع دستر خوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہین وجوبا بلکہ نکل جاے ناخوش ہو کر اسواسطے کہ قرآن مجید مین حق تعالے فرماتا ہے کہ مت بیٹھو نہی کے یاد ہونیکے بعد ظالم قوم کے ساتھ ھم ولیمہ شادی کے کھانے کا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہو اور بعضونے کہا دونون طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے حدیث مین آیا ہے کہ ولیمہ کرا گرچہ ایک ہی بکری کا ہو ترا شی نے کہا اجابت دعوت مین اختلاف ہے بعضو کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اصح افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہین تو وہ مختار ہے لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معین کی دعوت قبول نکرے تاعلوم ہو کہ تو اسکے فسق سے راضی نہین اور اسی طرح اسکی دعوت قبول نکرے جسکا اکثر مال حرام ہے ہان اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے یا قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کھاے اور اگر اسکا غالب مال حلال ہے تو اسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی ہو اور اگلے مکان پر گیا تو جو اسکے آگے رکھا ساقط ہوگیا اختیار ہے کھاے یا نہ کھاے نہ کھانے سے کچھ حرج نہین اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنے اپنی شیخی اور نام اور اوسی شکر گذاری چاہے تو خصوصا اہل علم کو اسکی دعوت قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت مین اسکو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذافی العطاوی مختصرا ان قدر علی المنع فعل پھر اگر دعوت مین گیا اور وہان ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے ھم یعنے منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نکر سکا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اسکو اپنے ہاتھ سے مٹا دے سو اگر قادر نہو تو زبان سے اسکی برائی ظاہر کردے اور یہ بھی اگر نہو سکے تو دل سے اسکو برا جانے اور یہ اضعف الایمان ہے وَاللّٰہ یقدر حکمہ ان لم یات ممن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر ان لوگون مین نہو جنکے قول اور فعل کو لوگ مقتدا اور پیروی کرتے ہون یعنے اگر مقتدا ہی خلق نہو تو صبر کرے دل سے ناخوش ہو کر فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین سو اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو تو وہان سے نکل جاے اور نہ بیٹھے اسواسطے کہ اسکے ٹھہرنے مین عیب لگتا ہے دین مین ھم اور اسمین معصیت کا دروازہ کھولنا ہے مسلمین پر کہ وہ اس بزرگ کی پیروی کرینگے والحکم عن الامام کما رأیت فی الکبیر مفتنیہ اور جو قول امام سے منقول ہے کہ مین ایکبار لہو کی دعوت مین مبتلا ہوا تھا سو مین نے صبر کیا تو یہ اُنکے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم اولا بالمعصیۃ اصلا سواء کان ممن یقتدی بہ اولا کان خلاف الدعوۃ تماما یلزمہ بعد الحضور کما تبلہ ابن کمال اور اگر لہو لعب کو پہلے معلوم کرجاے تو اصل وہان نجاے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونے کے بعد نہ قبل اسکے کذا ذکرہ ابن کمال ھم نجانیکی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اُسوقت ہے جبکہ وہان امر غیر مشروع نہو کذا فی الزیلعی وفی السراج وحدث المسئلۃ ان الملاھی کلھا حرام اور سراج مین ہے اور مسئلہ دعوت کے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہین ھم ملاہی سے تین تتنے

ہیں بموجب حدیث کے مرد کی ملاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیر اندازی و یدخل علیہم بلا اذنی ہم کا انکار اس کو اور ربابہ ملاہی سے گھر میں گھس جانا بدون اُنکے اذن خلاف شرع کے مسئلے کے واسطے علم یعنی ہر چند کسی کے گھر میں بلا اذن جانا مذموم نہیں لیکن یہاں اُن لوگوں کے حق میں فرع کے اعتبار سے ہے کہ جنکی حرمت ساقط کر دے تو اُنکی ہتک حرمت جائز ہو گئی کذا فی الفتح قال ابن مسعود صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل ۔ عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اُگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اُگاتا ہے ہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نہ نفاق معتقدی جو کفر ہے قلت وفی البزازیۃ استماع صوت الملاھی کضرب قصب نحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاھی معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فتصرف الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا الشکر قالوا اجمع کل الاولیاء علی ان کل لہو یشغل کثیرا عن ذکر اللہ تعالی حرام کالغناء والمزمار ۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام اول اصبعۃ فی اذنہ عند سماعۃ اشعار العرب لو فیما ذکر اللہ تعالی ۔ انتہی ۔ میں کہتا ہوں اور نیز یہ میں ہے کہ باجوں کی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکے حرام ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اُس پر بیٹھنا فسق ہے یعنے طاعت ربانی سے باہر نکل جاتا ہے اور اُس لذت لینا کفر ہے یعنے کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اُس چیز کیطرف جسکے واسطے وہ بنائی نہیں گئی نعمت کا کفران ہے نہ شکر اُس نعمت کا تو واجب کمال واجب یہ ہے کہ کنارہ گیر ہو جاوے تا آواز کو نہ سنے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپنے انگشت مبارک کو اپنے کان میں ڈالدیا تھا اسکی ہمسایہ عورت سے اور سب کے اشعار اگر تین فرق کا در ہو تو وہ کذا فی البزازیۃ والمعتمد انہ لا یترتب کما فی الاختیار اعلم ان استحلال الکافی النہایۃ یا تلذذ سے کفر فرمایا اس گناہ کی طرف بتانا کذا فی الاتقانی شرح المختار یا کفر فرمایا کو مستحل سمجھنے کے سبب سے کما فی النہایۃ **فائدہ** ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر او لو للتنبیہ کالاذان ضرب فی ثلثۃ اوقات لثلث لقطات القصر لمناسبۃ بینہما فبعد العصر للاشارۃ الی الفجۃ الفترۃ وبعد العشاء الی الفجۃ الموت وبعد نصف اللیل الی الفجۃ البعث وتماسہ فیما ذکر متفق علی الملتقی اور بجز ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کیواسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کیواسطے ہو تو اُنکا مضائقہ نہیں چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پھونکے جانے کی یاد دلانے کیواسطے ایسے وقت کی آواز اور صور کی آواز میں فی الجملہ مشابہت ہے مصر کے لیئے کہ نوبت اشارہ ہو نفخہ صعقہ اور بعد ساعۃ کا اشارہ ہو نفخہ بعث کا یعنے قبروں سے اُٹھنے کا اور پورا اسکا بیان اُس شرح میں ہے جو ہمنے ملتقی الابحر پر علق کی ہے شرح ملتقی میں شارح نے کہا حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ شادی بیاہ میں نکاح میں ختنہ میں شہرت نکاح کے واسطے اور ہر جمعہ میں ہر وقت سے پہلے جبکہ امیر جامع یعنے جامع میں نماز اور اُسکا بجانا بہیئت مخصوصہ نوبت سے پہلا گانے والا ابلیس لعین اذان یعنی اقامت اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست اُسکے سامنے ناچے اور بعد کو سننے لگے تو یہ کہنا گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالی وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وہی تمر مر السحاب یعنے تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو کہ اُنکو جامد سمجھتے ہو حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چلتے ہیں اور رقص کی راہ سے اور رقص میں نہایت بیتابی اور سجاوٹ اور تراوٹ ہوتا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور ایسا اجماع ہوا اور بعضے فقیہوں نے کہا کہ غلبہ وجد میں رقص منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس کرام و سماع میں تاتارخانیہ میں ہے مضمون ہے جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اس مخلوب الحال کیواسطے جسکی حرکات بے ارادہ کے مانند ہیں اور یہ اُس صورت میں ہے جبکہ وہ بے صادق ہو اور قیام میں وہ شخص مخلوب ہو اور ایک بیٹھنے والا ہے حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہو جاتی ہے باختلاف مقاصد کے سبب جیسے کہا ذکر ابو السعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ سماع کیوقت آواز بلند کر کے نعرے مارتے ہیں حرام ہے وہاں بیٹھنا جائز نہیں اور صوفیہ سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شعر سننا بادت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت آمیز و وعظ پر مشتمل تھے اور حدیث تواجد نبوی صحیح نہیں سری مقطی نے فرمایا وجد کرنے والے کی شناخت یہ ہے کہ اس حد کو اسکا وجد پہنچ جاوے کہ اگر اُسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اُسکو کچھ خبر نہ ہو اور العلم عند اللہ انتہی ۔ فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غناے مجرد کا کتاب الشہادت میں مفصل مذکور ہو چکا فلینظر ثمہ

فصل فی اللبس یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں ہم فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپا دے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے کہ پوشاک روئی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنے ٹخنا کا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین انگلیوں تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ تنگ مین صحیح ہو متوسط لباس چاہیے یہ نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ خیر الامور اوساطہا اور اسواسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرت سے یعنے جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرائش اور نعمت الٰہی کے اظہار کیواسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے نیت کیواسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق مین نہ جمعہ اوقات مین اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجبر اور تکبر کے واسطے ہو اور پسید لباس مستحب ہے کذا فی الطحطاوی المنصائی یحرم لبس الحریر ولو یحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وھو رخصۃ عظیمۃ وقع فہم البلوائی اور حرام ہے پہننا حریر یعنے ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہ ہے کہ ریشمی تو اسوقت حرام ہے جبکہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ مین کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے وان جہان ریشمی کا عدم ملبوسی ہو ہم جب معلوم ہو گذرا صحیح مین ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہین طحطاوی نے شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کیطرف نسبت کیا ہے امام کیطرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونون ریشم ہو چنانچہ گلبدن اور دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخاب البوداؤد اور نسائی مین علی مرتضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ مین ریشمی کپڑا لیا اور بائین ہاتھ مین سونا اور فرمایا کہ یہ دونون حرام ہین میری امت کے مردون پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردون پر حرام ہے اور انکی عورتون پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی مین عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین حریر وہی پہنتا ہے جسکا آخرت مین کچھ حصہ نہین ہے کذا فی التبیین وفی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ مین پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین کہا کہ لڑائی مین ریشمی لباس حلال ہے ہم صاحبین کے نزدیک جنگ مین گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہے جو سلاح کی مضرت سے بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ علی الرجل الا المرأۃ اذا کان اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ قیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے موٹے زعفرت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہین جیسے ریشمی بوٹیان کپڑے کی حرام نہین چار انگلیان تک ہو مگر بعضون نے کہا کہ کھلی ہوئی انگلیان مراد ہین بعضون نے کہا کہ ملی ہوئی مراد ہین اور بعضون نے کہا کہ ملی ہوئی انگلیان مراد ہین

اور سیر جو سونے سے بنا ہو حلال ہے جبکہ اس مقدار پر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مکروہ حالال نہیں ہے کذا فی الزیلعی و فی المجتبیٰ العلم فی العمامۃ و فی موضعین او اکثر بجمع و قیلا او مجتبی میں ہے کہ نقش و نگار اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہو یا زیادہ تر تو جمع کرنا چاہیے یعنے چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا کہ تفرق کا جمع کرنا ضرور نہیں ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب عدم جمع تفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا و فیہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تکرہ علیہا علم من ذھب فضۃ قدر ثلث اصابع لا یاس و من ذھب یکرہ و قیلا کذلک اور مجتبیٰ میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار ہو جانے سے بقدر تین انگل کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں و فیہ ذکرہ الجبۃ المکفوفۃ بحریر قلت ھذا ثابت کراھۃ اھتداء اھل الماتم من الغصص البصریۃ اور مجتبیٰ میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنے جس پر ریشم کی کپڑا سیا ہو میں کہتا ہوں یہ بات سے ثابت ہو گئی کہ یہ بات اسکی جو ہمارے اہل زمانے کی عادت ہے بصری پیراہنوں کے پہننے کی ہم طحطاوی نے کہا یہ روایت مخالف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ مکفوف بالحریر عمامہ علماء فقہا کے نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بالحریر پہنتے تھے یعنی محشی ہدایہ نے ہدایہ کے صحیح میں یہ طرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے سو اسمیں دیبا کا گریبان سیا تھا اور اسکے دونوں چاک دیبا سے سیے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مر گئیں تو میں نے اسکو لیا سو آنحضرت اسکو پہنتے تھے سو ہم اسکو دھو لیتے ہیں بیماروں کیواسطے سو اسکی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اس جبہ کی جیب اور دونوں آستین اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے اور بخاری کی ادب سفر میں یوں روایت ہے کہ اس جبہ کا گریبان دیبا تھا بالتشت پھر اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے حضرت اسکو مہمانوں کے آنے کے وقت اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہی مافی العینی مختصرا و فیہ المرخص العلم فی قدر ثلثۃ اصابع و مقادہ وان القلیل فی طولہ بکرۃ انتہی قال المصنف و یہ جزم صدر الشریعۃ لکن الاطلاق الھدایۃ یغیرھا لافادہ اور مجتبیٰ میں ہے کہ پرسے کے عرض میں تین انگل مرخص ہے میں کہتا ہوں اور اس سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی مافی المجتبیٰ مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسی قول یعنے طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے اور صاحب غرر نے اور صدر الشریعۃ نے لیکن ہدایہ وغیرہ کا اطلاق یعنے عدم قید طول و عرض مجتبے کے مخالف ہے و فی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ و ھو مخالف لما مر من التقیید بار بع اصابع و ھضۃ علیہم تلقی بالقبول انتہی قلت قال شیخنا و اظن ان الرایۃ و ما یعقد علی الرقم فانہ حلال لو کبیرا لانہ لیس بلباس فیہ تحمل التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا حلال ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف رحمہ اللہ نے کہا اور یہ قول مخالف ہے اس قول کے جسمیں چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے کبیر کی علت میں نصیحت عظیم ہے اس شخص کے لیے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہو ہمارے زمانہ میں انتہی مافی شرح المصنف میں کہتا ہوں شاید انہوں اور سیر اگر ان غالب یہ ہے کہ جھنڈا اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندھا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر سے دونوں قولوں کا اختلاف رفع ہو گیا یعنے بیع مہنایج کی قید لباس میں ہو اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہو ہم روایت کی بشر فی عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے کپڑوں میں جبکہ علم چار انگل ہو یا اس سے کم اور اسمیں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ عورتیں بھی اسکو لگاتی ہیں انتہی ہذا و اسکی مقدار بیان نہیں کی چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہر ہوا یہ اختلاف علم ثوب میں ہے نہ علم رایت میں کذا فی الطحطاوی یعنے تو شارح کے اس کہنے سے کہ تو بین ہو الفصل حاصل نہوئی و لا باس بکلۃ المدبج ھو ما سدا ہ و لحمتہ ابریسم شرح وھبانیہ للرجال مردوں کیواسطے کجی مضائقہ نہیں دیبا کہ جسکے تانا اور سہری میں دیبا ہو کپڑا ہو جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو کذا فی شرح الوھبانیہ الکلۃ بالکسر المنجفانہ والنامو سیۃ کلانہ لیس بلیس کلابتو وقت بدیا لام المشجفانہ اور نامو سیہ ہے اسواسطے وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہیں بدن سے علیحدہ رہتا ہے ہم قاموس میں ہے کہ کلابا یک بدہ دار بار یک گیٹا ٹوپی مجھ دار

پہنچے کیواسطے یعنے چھپکے اور سرہی اور بٹنا نہ مرہ یا شہ خانہ ولظم شارح الوھبانیۃ فقال وفی کلۃ الدیباج فالنوم حبائز وقع القنیۃ والملتقی اور شارح وہبانیہ نے کہ نظم کیا ہے رسولیں کہا ہے اور ریشمی چھپکے میں سونا جائز ہے اور قنیہ اور ملتقی میں ہے جواز مقرم ہے و ذکرہ التکلۃ منہ ای من الدیباج وھو الصحیح وقیل لا یباح اور مکروہ ہے ریشمی ازار بند یہی قول صحیح ہے اور اسکے جواز کا قول ضعیف ہے ہم ریشمی ازار بند اگرچہ چار انگل ہو درست نہیں اسواسطے کہ وہ مستقل اور بعد کا نہ چیز ہے برخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع ہے نہ مستقل کذا فی الظہیریۃ وکذا ذکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور ایسا ہی مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے نیچے چھپی ہو ہم مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سا ہو یا کوئی چیز چاندی سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور پٹ طلائی یا نقرئی اگرچہ چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر تو درست ہے والکیس الذی یعلق فی ذنبہ اور اسیطرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بیل پر لگائی جائے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ بلبوس ہے واختلفت فی عصابۃ الجراحۃ یعنی بالجر یر کذا فی المجتبی اور اختلاف زخم کی ریشمی پٹی میں کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازار بند کے مانند وفیہ ان لہ ان یزین بیتہ بالدیباج یحصل بادانی ذھب وفضۃ بلا نقاط حتی او یجتبی سین ہے کہ سلمان کو اپنا گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے درست ہے بشرط عدم تفاخر وتکبر بخلاف بعض مکان میں الکس وغیرہ کا چھت پر پردہ لگانا درست ہے بشرط عدم تفاخر وفی القنیۃ یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب فاسعۃ اور قنیہ میں ہے کہ فقیہوں کے واسطے عمامہ لمبا باندھنا اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے ویکرہ لہا لباس یشبہ لباس الجند او علی ھیئتہ من ای سبع لعن رقلت وھذہ الرمد اور قنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونوں آنکھوں پر عذر کے سبب سے میں کہتا ہوں ومنجملہ عذر مذکور جو شن کا ہونا کما فی شرح الوھبانیۃ عن الملتقی لا باس بعمامۃ الحریر کالمنیر اور شرح وہبانیہ میں ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہیں ہے ریشمی عمامہ کا اور ریشمی لگانا اسواسطے کہ وہ تابع ہے پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہیں وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذھب اور تاتارخانیہ میں سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ریشمی اور سونے کے کنٹھے میں وفیہا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذھب قالوا وھذا مشکل فقد رخص الشرع فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذھب انتہی اور تاتارخانیہ میں مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہیں نقش کا کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے علمانے کہا اور یہ یعنی عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنے حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے انتہی ماقی التتارخانیہ ہم قنیہ میں ہے علم یعنے نقش کپڑا سونے سے وہ بمنزلہ سرخ کے مانند چار انگل ہو کیواسطے جائز ہے اور اسیطرح ٹوپی میں ظاہر مذہب میں جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں جیسے حریر کی جائز نہیں انتہی طحطاوی صحیح کہا کہ کفاف سے ظاہر اعبارت میں یعنے خیاطت مراد ہے اور حالانکہ قاموس میں کفاف بالضم یعنے مثل سرزق بعد کفایت مذکور ہے اور یعنی خیاطت کف ہے نہ کفاف اور شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے جبہ مکفوف بحریر کا پہننا ثابت ہے اسمیں چاندی سونا نہ کہ ریشم تو اسکی خریدنا چاہیے تامل سے مخلوطہ بتسویات سے فرصت نہیں انتہی مختصرا ھم وباللہ التوفیق قاموس میں مذکور ہے کہ کفاف ہر وہ چیز ہے جو دامن کے گرد ہو اور جو اسکو گھیرے ہو پنجہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اسکا اور جو اسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہو گیا کہ کفاف سے حاشیہ زیریں و دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زیریں ظاہر مذہب میں جائز ہے تو فرصت شرح بھی ثابت ہو گئی واللہ اعلم ویحل توسدہ وافتراشہ والنوم علیہ وقالوا والشافعی ومالک حرام وھو الصحیح کما فی المواھب قلت فلیحفظ ھذا لکنہ خلاف المشھور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اسکا فرش سجانا اور اسپر سونا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول درست کا صحیح ہے کما فی المواہب میں کہتا ہوں تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے لیکن یہ تصحیح جیسے کہ خلاف ظاہر ہے متون معتبرہ ومشہورہ اور شروح کے مخالف ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہیں علت کے قول میں

کذا فی الطحطاوی واما جعله وشارا او ازارا فانه یکره یا کاحتجام سراج اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک
مکروہ ہے کذا فی السراج ہم شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے متصل نہو واما الجلوس علی الفضة فحرام یا کاحتجام شرح مجمع اور جائے
کسی چیز پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع ویحل لبس ما سداه ابریسم ولحمته غیره ککتان وقطن وخز کان الثوب انما یعتبر فیه
یا للنسج والنسج بالمحمة فکانت هی المعتبرة دون السدا اور حلال ہے شرح مجمع جسکا تانا ریشم ہو اور اسکا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہو چنانچہ کتان یا اسی
کی جمال کا یا روئی کا یا خز یعنے دریائی جانور کے روئیں کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا انہیں ہوتا مگر بناوٹ سی ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت بانا ہی ہے
ٹھہرا نہ تانا قلت وفی الشرنبلالیة عن المواهب یکره ما سداه ظاهرا کالعتابی وغیره فالاختیار قلت وکلامهم ان المرجع اعتبار
اللحمة کما یعلم من العلة بل فی المجتبی ان اکثر المشائخ یفتون بحل ما سداه ابریسم اور شرنبلالیہ میں مواہب سے ہے کہ کپڑا جسکا تانا ظاہر
اور پودا ریشم کا ہو جیسا کہ پٹکا عتابی کپڑے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں اور اسکے مانند اعتبار میں ہے بیننے والے
کا قول صحیح ہو چنانچہ خزینہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبی میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ نے بخلاف اسکے فتوی دیا ہے برخلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتوی دینا
ملتقی اور اسکی شرح میں ہے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا روئی وغیرہ کا ہو تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا غالب ہو تب حلال ہے اور نسبج
پہلا قول ہے جیسا کہ محیط اور قستانی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع الخز صوف غنم البحر انتهی قلت وهذا کان فی وقتنا واما الان فمن الحریر
وهیئته فیوم بجنسه وتمامه فی خزینه فلیحفظ اور شرح مجمع میں ہے کہ خز اون ہے جانور خاص دریائی کا مجموعہ وزا موقوطہ شدہ دریائی سیپ کا صوف ہے انتہی میں کہتا ہوں اور یہ مضمون اس
خز کا صوف پر تھا اس زمانے کے خز کا نہیں ہے اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اسوقت میں تو خز حرام ہے کذا فی الزینہ ی والتاتارخانیہ تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد
رکھنا چاہیے تو حرام کو باستدلال قول السابقین کوئی حلال نہ سمجھے وحل تکسئة الحرب فقط لو صغیقا بها التقاء العدو وفلو رقیقا حرم یا کاحتجام لعدم
الفائدة سراج اور جو کپڑا سابق حلال ہے فقط لڑائی میں بیننے کا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جسکے سبب سے
دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہو تو وہ لڑائی میں بالاتفاق حرام ہے بفائدہ ہونے کے سبب کذا فی السراج ہم نفط بمعنی انواع کا داخل غفر ہے معلوم ہوگا واما خالص فیکره
فیها عند خلافا لهما ملتقی اور خالص حریر بیننے جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام کے نزدیک لڑائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے
کذا فی الملتقی مجوہر وہ میں ہے اگر حریر باریک ہو تو اسکا پہننا جنگ میں بالاتفاق امام اور صاحبین کے حلال نہیں اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ یہاں حاصل نہیں ہوتا کیونکہ
ظاہر یہ ہے کہ خالف ہو اسطے کہ ایسا یوں ہے کہ حریر اور دیبا جنگ میں صاحبین کے نزدیک جائز ہی اسواسطے کہ یہاں ضرورت ہے اور حریر خالص دیبا سلاح کا دافع ہے اور دشمن
کی آنکھ عین عیب ڈالتا ہے اپنی چمک دمک سے انتہی تو جب یہ خالص سلاح صاحبین کے نزدیک جائز ہو جنگ میں تو جسکا تانا بانا ریشم ہے کیونکر جائز نہ ہوگا تو اجماع سابق کی حکایت
صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی قلت وہم ارما دخلطت اللحمة یا بریسم وغیره والظاهر اعتبار الغالب میں کہتا ہوں اور میں نے اس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جسکا
بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہر اسکا غالب کا اعتبار ہے پس اگر ریشم غالب ہو تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہو تو حلال فی الحاوی الزاهدی
فیکره کان ظاهره قزا وحظا منه قز وظاهر المذهب عدم جمع التفرق کالاذا کان خلافه قز وخط منه غیره بحث یرکل کله قزا فاما اذا کان
کل واحد منهما کالطراز فی العمامة فظاهر المذهب انه لا یجمع انتهی واقره شیخنا قلت وقد علمت ان العبرة للمحمة لا للظاهر
علی الظاهر فافهم اور حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اسکی ایک دھاری اطلس کی ہو اور ایک
دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے مگر اس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کیے جائینگے جیسا کہ اسمیں ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم کی
ہو اسطرح پر کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش تو نگار تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرقات کو جمع نہ کرینگے انتہے

باقی الحلوی اور ہمارے استاد نے اس قول کو ان لیا ہے میں کہتا ہوں اور مقرر تو غرض یہ معلوم کر چکا ہو کہ حلت اور حرمت میں بانے کا اعتبار ہے نظاہر کی نمودار کی
کا بنا بر قول ظاہر الذہب کے تو اسکو سمجھ لے لینے اگر اس کپڑے کا بانا ریشم کا نہیں تو وہ مکروہ نہیں کو ریشم ہی نمودار ہو کذا لیس المعصفر والمزعفر کا حمر
واکا صفر للرجال اور مرد دن کو مکروہ ہی کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اخضر دھم یعنے دونون قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہی
اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہیں کذا فی الملتقی والمجمع ہو اکہ ہلدی اور ناسپاتی اور نارنگا وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں مرد
کو ان مگر ورس کا رنگا میں مکروہ ہی چنانچہ فتاوی قاضیخان میں ہی ورس ایک گھاس ہی اسکا رنگ زرد ہوتا ہی صفادہ انہ لا یکرہ للنساء مردکی قید
اسکی مفید ہی کہ کسم اور زعفران کا رنگا عورتون کیواسطے مکروہ نہیں ہی ولا یأس بیسیر الالوان اور کچھ مضائقہ نہیں کسم اور زعفران کے باقی رنگون میں مرد
کیواسطے وفی المحیط والقنیۃ وشرح النقایۃ لابی المکارم لا یأس بالمشبع الاحمر انتہی وہ فادہ ان المکروہ التزیہیۃ والمحبتی اور
قہستانی اور ابوالمکارم کی شرح نقایہ میں ہی کہ کچھ مضائقہ نہیں سرخ کپڑے کے پہننے میں انتہی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہی ہم اسواسطے کہ لا یأس کا کلمہ اکثر
ترک اولی میں مستعمل ہوتا ہی کذا فی الفتح یکنتکو ہی اس سرخی میں جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھ اور مجیٹھ اور آل اور کرمدانہ کی سرخی لکن حمرہ فی
القعۃ بالحمرۃ فادونہا تحریمیۃ وہی المحمل عندہ کما طلاق قالہ المصنف قلت وللش بلالی فیہا رسالۃ فیہا نماہیۃ اقوالٍ منہا انہ مستحب
لیکن تحضین تو بہ امر کی حرمت کی تصریح کی ہو تو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل اطلاق کیوقت یعنے جب مطلق کراہت
بولتے ہین بلا قید تنزیہ اور تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین شارح نے کہا مین کہتا ہون اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام
مین ایک رسالہ ہی اسمین آٹھ قول مذکور ہین از انجملہ ایک قول یہ ہی کہ تو ب احمر مستحب ہی ہم امام اعظم سے روایت ہی کچھ مضائقہ نہیں سرخ اور سیاہ رنگ مین کپڑا
فی الحالگیریۃ عن المنتقی ولا یحلی الرجل بذہب ولا فضۃ مطلقا اور مرد یو رنہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال مین نہ جنگ مین نہ اسکے سوا مین کذا فی الہدایۃ خاتم
ومنطقۃ وحلیۃ سیفہا الا لم یرد بہ الذہب ولو کسوتہ بفضۃ مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمربند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہی بشرطیکہ اسے آرائش
کا قصد نکرے یعنے وہ آرائش جو منجر بہ تجبر اور تکبر ہو ہم تفصیل مین ہی کچھ مضائقہ نہیں اس کمربند کا جسکے دونون کنارون پر چاندی کے گول حلقے ہون انتہی ظہیریہ مین ہی کہ
اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہی انتہی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہی کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگاوے اور حمائل سیف جملہ حلیہ سیف ہی ہر چند کہ تمبد اور
حلیہ سیف سونے کا درست نہیں لیکن چاندی پر سونے کا ملمع درست ہی اسواسطے کہ اطلاق سونے کا نہیں ہی کذا فی الہدایۃ وفی المجتبی لا یحل استعمال منطقۃ وسطہا من یاجرد
یحل اذا لم یبلغ عرضہا اربع اصابع وفیہ بعد سبع ورق کذا فی المنطقۃ حلقۃ حدیدۃ ومثانین عظام وسیجی حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبی مین ہی کہ استعمال اس پیٹی کا
حلال نہیں جس کا بیچ دیسا ہوا ہو بعضون نے کہا حلال ہی بشرطیکہ عرض اسکا سہ انگل کا نہو اور اسمین سات ورق کے بعد یون ہی کہ پیٹی مین جلقہ ہو اور تانبے اور پیتل کی مکروہ نہیں اور
موتیون کے پہننے کا حکم آگے آویگا ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی نہیں پہنے مگر چاندی کی جب اصل استعمال مین پروائی کے چاندی سے یعنے چاندی کی حاجت نہ ہو گی
تو اسنے اور سونے چاندی کے سوا اور چیز کا کیون حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرہا کالجوہر وعظم السن حتی جواز الیشب والعقیق وعموم ملاحجر وذہب فصوص وصاغ وحجام وخاتم غیر
الملحس ہر قسم کی چاندی کے سوا انگوٹھی بنانا حرام ہی جیسے عقیق اور فیروزہ اور یاقوت اور پیتل اور رانگا اور شیشہ غیرہا بدلیل گرفت یعنے چاندی کے سوا کسی کی حاجت باقی نہیں اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ تحقیق کی تصحیح
کی ہی اور اطلاق قدوری غیر سیم یعنے ہر قسم کی انگوٹھی کو جائز کہا ہی یعنے حلقہ انگشتری مین ہو اور فتح القدیر مین ہی اور فتح کے اکثر غرفہ یہ آتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی
انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتون کی بو آتی ہی اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ فضیون کا زیور ہی اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زیور ہی ہر شیطان کا کذا فی العینی شرح الہدایۃ عن ابی داود اور ترمذی
والنسائی بعض اصحاب مشیخین اور شیخ اور درست کہتے ہین فاذا ثبت کراہۃ اللبس فالتختم ثبت کراہۃ بعینہا وصوغہا لہما فیہما الاعانۃ علی ما لا یجوز وہ
علاوی الی ما لا یجوز کما لا یجوز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ پھر جب سونے وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہو گئی تو اسکے بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہو گی اسلیے کہ اس کا بنانا بھی

ناجائز ہو اور جو فصل کہ ناجائز کہا طرف مودی ہو وہ بھی ناجائز ہوا اور اسکا تمام بیان شرح وہایہ میں ہو والعبرۃ بالحلقۃ لا بالفص فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرہا اور چاندی کی انگوٹھی میں حلقہ کا اعتبار ہے نگینہ کا سو اگر چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر پتھر کا ہو عقیق اور یاقوت وغیرہ کا ہو ناجائز ہے بعد کو ہوا کہ پتھر کی انگوٹھی جائز نہیں قیمتی ہو یا پتھر کا حلقہ انگشتری کا درست نہیں ہے پتھر کا نگینہ درست ہو دخل مسمار اللاھب فی حجر الفص اور حلال ہے سونے کی کیل جو نگینہ میں ہم کیل لگوائی جاتی ہے تاکہ نگینہ سے نہ گر پڑے بعد اسکو وہ جائز ہے یہ کہ سونا یہاں چاندی کا تابع ہے جریر کے نقش و نگار کے اتندیحلہ یسطی کلہ فی ید البیتر وقیل الیھد الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہ فھستانی وغیرہ قلت ولعلہ وکان وبان فتبصر اور انگوٹھی کو کف دست کے اندر رکھے یا بائیں ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا دہنے ہاتھ میں اگر یہ طریقہ ہے رافضیوں کا تو اس سے یہ پہنچ کر نا واجب ہے کذا فی الہستانی ذخیرہ میں کہتا ہوں اور شاید کہ یہ بھی فضیوں کے طریقہ ہو گا سو مفصل اور متعرض ہو گیا سو دیکھ لو عورتیں انگوٹھی ظاہر کف دست کی طرف رکھیں برخلاف مردوں کے اسواسطے کہ عورت زینت کیواسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کے واسطے کذا فی محیط السرخسی وینقش اسمہ او اسم اللہ تعالی لا التمثال طیر او انسان ولا اسم رسول اللہ ﷺ یزید او منقال اور نگینہ پر اپنا نام یا اللہ تعالی کا نام نقش کرے چڑیا یا آدمی کی صورت نقش نکرے اور نہ محمد رسول اللہ نقش کرے سادہ نہ ذوالفقار کا نقش ہے یا ذوالفقار کا نقش ہے اگر اللہ تعالی کا نام ہو تو انگوٹھی آستین یا داہنے ہاتھ میں کرے اگر بائیں ہاتھ میں ہو محمد رسول اللہ کا کندہ ہو اسواسطے درست نہ ہوا کہ خاتم الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام کا خاتم تھا اسطرح کہ ایک سطر میں محمد منقوش تھا اور دوسری سطر میں رسول اور تیسری میں اللہ اور صدیق اکبر کے نگینہ پر تمم الفاروق اللہ تھا اور عثمان ذوالنورین کے نقش نگینہ پر کفی بالموت واعظا اور ذوالنورین کا نقش تصدیق ان اکثر من علی کالملک للہ اور امام ابو حنیفہ کا نقش قل الخیر والا فاسکت اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل بما یعلم ورثہ اللہ علم ما لم یعلم اور محمد حسن کا نقش من صبر ظفر ما کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی من لبس بنان مثقال کان من اللہ ہے چار طرح ہے وترک الخاتم لغیر سلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کتولی افضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسا نچہ متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے یعنی بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف محتاج الیہ طلاق ہیں تو انکو چھوڑنا ضرور ہوا انکے سوا اور شخصوں کو حاجت نہیں تو بہتر یہ ہے کہ ترک خاتم کریں یہ قول ہمتر تاشی کا اور فقیہ ابو اللیث نے کہا بخصوص نے غیر سلطان کیواسطے انگوٹھی رکھنا مکروہ ہے لیکن جمہور علما نے اسکی اجازت دی ہے چنانچہ جواہر اخلاطی میں ہے کذا فی العالمگیریہ ولا یشد سنۃ المخرج ویذھب بل بفضۃ وجوزھا ابو یوسف اور اپنے لیے دانت کو سونے کے تار سے باندھے بلکہ چاندی سے باندھے اور محمد نے چاندی سونے دونوں کو جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ کان الفضۃ تنتنۃ اور ناک بنوا لیے درصورت اسواسطے کہ چاندی گندہ کر دیتی ہے اسکو وکرہ الیاس الصبیح ھبا ویرا قان ما حرم لبسہ رش یحرم الیاس والشرابہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہوا اسلیے کہ جسکا پہننا اور پہنانا حرام ہو اسکا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے حدیث میں سونا اور ریشمی کپڑا مرد پر حرام ہے خواہ مرد بالغ ہو یا نابالغ لا یکرہ خرقۃ الوضوء بالفتح بقیۃ بللہ لو محاطا وعرفا الحاجۃ ولو للتکبر لکن یکرہ مکروہ نہیں مال کھانا وضو کا پانی پونچھنے کیواسطے یا بنیٹ یا پسینہ پونچھنے کے واسطے بشرطیکہ رفع حاجت کیواسطے ہو اور اگر رفع مال تکبر اور تجبر کیواسطے ہو تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضو بفتح واو عبارت ہے اس تری سے جو وضو کرنے کے بعد اس اعضا پر باقی ہو ولا الرقۃ فی محیط ویلطخ یا صبع او خاتم لتذکر الشیء والحاصل ان کل ما فعل لغیر اکرام وما فعل لما جبلہ لا عنایۃ اور تبیہ مکروہ نہیں تبیہ وہ ہے کہ انگوٹھی یا انگلی پر باندھا جاوے بات یاد رکھنے کیواسطے اور خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز تکبر کیواسطے کرے وہ مکروہ اور جو ضرورت اور حاجت کیواسطے کرے وہ مکروہ نہیں کذا فی البحر

فرع مسئلہ لمعۃ شارح فی الحجتی التفیحۃ المکروہ ما کان بغیر العربیۃ مجتبی میں ہے کہ مکروہ تعویذ وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبان میں ہو تعلیق تعویذ میں مضائقہ نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ جانے میں اور تورت کیونکہ میں اتار ڈالے کذا فی العالمگیریہ

فصل فی النظر والمس

اس فصل میں دیکھنے اور چھونے کے احکام مذکور ہیں ینظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشھوۃ مجتبی ولو امرد صبیح الوجہ وقد رجح فی الحصلی اور دیکھے ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اس کے بدن کو جو حد شہوت کو پہنچ گیا ہو یعنی قریب البلوغ کو کذا فی التبیین اگرچہ وہ کمسن خوبصورت ہو اور اسکا ذکر کتاب الصلوۃ میں گذر گیا ہم مرد صبیح کا دیکھنا اسوقت حلال ہے جبکہ شہوت کی راہ سے اسکو نہ دیکھے والا وہ بمنزلہ عورت کے ہے از تاتارخانیہ

فصل فی النظر والمس

اسکو دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہیں کذا فی الہندیۃ وہکذا الکلام فیما بعد فستانی قلت وقد نبہ علیہ المقدم تکفی قتل بکر اور بستر پر تاکہ مصنف نے رجل کو نکرہ لایا تاکہ معرف باللام تا سکا وہم نہ آئے کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے اسواسطے کہ قاعدہ یہ ہے جب بالاول کہ آتا ہے تو ثانی عین اول ہوتا ہے اور اسطرح بالاسم ہوسکے بالعین یعنے نظر المرأۃ کذا فی التہستانی میں کہتا ہوں اور قرینہ مقام مغائرت کیواسطے کفایت کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ یا تم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی نظر لعورۃ غیرہ وہی غیر یاتم نہ یا تم انتہی فلیحفظ پھر فستانی نے زاہدی سے یا نقل کیا کہ ایک مرد نے بکر مرد کی شرمگاہ کو دیکھنے کے اذن سے تو گنہگار نہ ہوگا میں کہتا ہوں اسمیں تو صریحا اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یہ ہے کہ ایک مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کیطرف نظر کی اور حالانکہ اسکی شرمگاہ ظاہر ہے یعنے کپڑے سے ڈھکی ہے تو دیکھنے والا گنہگار نہ ہوگا انتہی الزاہدی تو فستانی کی غلط فہمی کیوجہ سے ہم نے یہ چند سطریں بڑھائیں عورت کے بدن میں تامل کرنے کا مضائقہ نہیں اگر اسپر کپڑے نہ ہوں بشرطیکہ کپڑے سے اسکا حجم معلوم نہ ہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نہ کرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جو خلیق عورت کو تامل کرے اور اسکے کپڑے دیکھے یہاں تک کہ اسکی ہڈیوں کا حجم ظاہر ہوجائے تو وہ شخص سبت کی خوشبو نہ سونگھیگا کذا فی الطحطاوی سوی ما بین سرتہ الی رکبتہ فالرکبۃ عورۃ کالسرۃ ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو دیکھے سوائے اس بدن کے جو مابین اسکی ناف کے ہے اسکے گھٹنوں کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہیں تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت اور وجہ اسکا ہونا اور ناف عورت نہیں ہم عورت غلیظ ہے بال اور مرد بھی ہے بال اسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اسپر نرمی سے انکار کرے نزاع نہ کرے اور اگر ران کھلی دیکھے تو اسپر سختی سے انکار کرے اور اگر عورت غلیظ کھلی دیکھے تو ڈوکنے کا امر کرے اور ادب سے یعنے اگر نماز نہ تو ماریگا نہ کذا فی الہندیۃ وہی معہ سر واما الحال لہ وطبعا فحرج للحی سیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ بجامع ویشکل بالمضاجعۃ فانہ لا یحل لہ وطبعا ینظر الیہا فستانی قلت وقد یجاب بانہ اغلبی الی فی جہا بشہوۃ وغیرہا وہو الاولی ترکہ کانہ یورث النسیان اور میں اپنی زوجہ کی اور اپنی انس لونڈی کی جسکی قربت اسکو حلال ہے فرج کیطرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا تکیہ کرنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال خدمتی کی قسم سے مجوسی لونڈی اور مکاتبہ لونڈی اور شرکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیر خوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہے علمائی اسواسطے کہ ان لونڈیوں کا حکم بیگانی لونڈی کی برابر ہے کذا فی التجنیس اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہے اسکی شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اعتراض وارد ہوتا ہے اُس عورت کا جسکا پیش اور پس ایک ہوگیا ہے پردہ ہٹ کر کہ اسکی وطی تو حلال نہیں اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی التہستانی میں کہتا ہوں اور گاہے یوں جواب دیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثری ہے نہ کلی ہم لونڈی کی حرمت بالمصاہرۃ کی صورت یہ ہے کہ مخدومہ ماں ہو یا بیٹی یعنی میں ہوں کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اسلیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو ستر کرے جتنا ہوسکے اور دونوں برہنہ نہ ہوجاویں گدھوں کی مانند کذا فی الطحطاوی ومن ثم ہو مکروہ من لا یحل لہ کما حررہ ابن الہمام وسبب ذلک ینسبا و یورث الی الرأس والوجہ والصدر والساعد العضل اور اس شہوت پر بھی اسکا ذکر فی الہدایۃ فمن قصر علی الاول فقد قصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے بیخوف ہو اور اسکی شہوت سے بھی ایسا ذکر کیا ہے ابن ہمام نے مرد کی شہوت پر اقتصار کیا سو اسنے تصور کیا بیان میں کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جسکے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی حلال نہیں بسبب نسب کے یا سبب کے اگرچہ حرمت سببی حرامکاری سے ہو محرمات نسبی جنانچہ مان بہن خالہ پھوپھی وغیرہا اور محرمات سببی جنانچہ داماد اور اسکے اصول اور فروع اور خوشدامن وغیرہا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکورہ کیطرف نظر کرنا حلال نہیں کما فی الظہیریۃ والبطن خلافا للشافعی والفخذ تدیکھے مرد اپنی محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کیطرف پیٹھ اور پیٹ میں امام شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالٰی ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الخ یعنی نہ ظاہر کریں عورتیں اپنی زینت کو مگر اپنے شوہروں کے لئے یا باپ دادوں کے الخ تو تلک المذکورات مواضع الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور نظر محارم میں اصل اللہ تعالٰے کا یہ قول ہے کہ عورتیں اپنی زینت کو

له بحر شاب الی بلا ۱۲ منه یا بالخط الکبیر ۱۲

ظاہر ہے کہ مین اگر اپنی زوجہ کو یا اپنے بیٹا اور ابیداد کو یا اپنی زوجہ کے آبا اور ابیداد کو یا اپنے فرزندون کو یا اپنی زوجہ کے فرزندون کو یا اپنے بھائیون کو یا بھتیجون کو یا بھانجون کو یا اپنی عورتون کو یا مملوک کو اور یہ اعضا مذکورہ مواضع ہین زینت کے برخلاف جیسے پنڈلی اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان نہین ہم آیۂ شریفہ مین نفس زینت اور زینت سے مراد نہین اسواسطے کہ زینت کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہے لیکن مواضع زینت کے مراد ہین تو سر تاج کا مکان ہے اور چہرہ سر کا مکان ہے اور گردن اور سینہ اور بازو وغیرہ کا موضع ہے اور کان بالیون کی جگہ ہے اور باندھنے کا موضع ہے بازو بند کا اور کلائی کنگن اور پہنچڑیون کی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتری اور حنابندی ہے اور پنڈلی موضع خلخال ہے اور قدم محل حنابندی ہے کذا فی الزیلعی اور بال موضع ہے موباف کا کذا فی الہندیۃ حکم امۃ وہو ضد حرۃ اوام ولد لکن للاجنبی النظر الیہا کحرم اور غیر شخص کی لونڈی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو اسیطرح ہے تو مرد اسکو دیکھے اپنی محرم عورت کے مانند مع لونڈیان گھر باہر کے کام کیواسطے جاتی ہین پس اگر انکے اعضاء مذکورہ کا کھلنا جائز نہوتا غیرون سے تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور مس کی موجب ہوئی وما حل نظر عما من ذکر او انثی حل مسہ اذا امن الشہوۃ علی نفسہ وعلیہا لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل رأس فاطمۃ وقال علیہ الصلاۃ والسلام من قبل رجل امہ کانما قبل عین الجنۃ وان لم یأمن ذلک او شک فلا یحل لہ النظر والمس کما فی الحقائق لابن سلطان ومجمع اور جسکا دیکھنا حلال ہے بجہۃ مرد یا عورت کے جو بیان ہوچکا تو اسکا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہو اسواسطے چھونا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر بوسہ دیتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو مرد اپنی ماں کا قدم چومے تو اُسنے گویا آستانۂ بہشت کو چوما اور اگر شہوت کا خوف ہو یقیناً یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت مین تو اسکو حلال نہین نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی لا من اجنبیۃ فلا یحل مسہا ولا نظرہا وان امن الشہوۃ ولانہ اغلظ ولذا یثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ جسکا دیکھنا حلال ہے اجنبی عورت کے سوا اسکا چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال مگر اسکا چھونا حلال نہین اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر سے اور اسیواسطے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجاتی ہے وھذا فی الشابۃ واما العجوز التی لا تشتہی فلا بأس بمصافحتہا ومیسہا اذا امن اور یہ بیخ چہرہ اور کف دست کا چھونا اجنبی جوان عورت کے حق مین ہے اور ایسی بڈھی جو شہوت اور رغبت کے لائق نہین ہے تو اسکے مصافحہ کرنے اور اسکے چھونے کا مضائقہ نہین جبکہ شہوت کے اندیشہ وممن جاز المس جاز سفرہ بہا وخلوتہ اذا امن علیہ وعلیہا الا لا اور جسکا بڈھی کا ساتھ چھونا درست ہو تو مرد کو اسکے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خلوت یعنی مکان مین اسکے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونون طرف سے شہوت کا خوف نہو اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اسکے ساتھ بھی درست نہین کذا فی المحیط وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام الا لذی رحم محرم او کان عجوزا شوہاء او بحائل اور اشباہ مین ہے کہ خلوت یعنی خالی مکان مین مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے ساتھ حرام ہے مگر اُس عورت سے جو بوڑھی ہو کہ رغبت کے لائق نہو اسسے خلوت درست ہے جو صاحب دین سے بھاگی اور ویرانے مگر مین گم گئی یا خلوت درست ہوا اُس بڈھی عورت سے جو نہایت بدصورت ہو یا خلوت درست ہو کسی چیز کے حائل ہونے کے جیسے لیٹنے کی چیز ہو یعنی اجنبی عورت کے درمیان آڑ اگر ہو اور وہ دونون ایک مکان مین ہون کذا فی الخلاصۃ وعن الاشباہ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا لاخت رضاع او المصاہرۃ الشابۃ اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر رضائی بہن اور خوشدامن جوان کے ساتھ خلوت مباح نہین وفی القنیۃ لا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزا عطست فسلمت غضمتہا ویرد السلام علیہا لا الا ورخیر بلالیہ مین جو چہرہ سے منتقل ہوا اور مرد نہ لیجائے اجنبی عورت سے مگر جبکہ بڈھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اسکو یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب نہ دے یعنے بلند آواز سے ہم خانہ مین ہو کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڈھی ہے تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب پٹھے دل مین کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو مہیا ہاتھ کے ہم خانہ مین ہو کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڈھی ہو تو جواب دے اور اگر جوان ہو تو اپنے دل مین جواب دے غرائب مین ہے کہ اگر جوان خوبصورت

عورت چھونے کو غیر محرم مرد کا یہ کہنا کہ اللہ نے کذا فی الطحطاوی وبہ یاں ان لفظۃ لا فی نقل قولہ لا یکلمہا الا لا یحتاج الیہ زائدۃ تنبیہ اور جو ہرہ کی صلاحیت مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ لا فتانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یکلمہا بالا یحتاج الیہ تو آگاہ رہنا ہم نے اگر لا کا لفظ زائد نہ ہو تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت ہوا حالانکہ جوہرہ سے مذکور ہو چکا اگر اجنبی عورت سے کلام نکرے ولہ مستفتی لک ای ما حاصل نقل اذا اراد الشراء وان خاف شہوۃ الفرج فیلا فی زماننا وبہ جزم فی الاختیار اور اسکا چھونا یعنی بیچنے کا دیکھنا حلال ہے اسکا چھونا مکروہ درست ہے جبکہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا خوف ہو چھونا درشت ہوا ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں ہم نے اگر لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت دامۃ بلغت حد الشہوۃ کالتعرض علی البیع فی ازار احد یستر ما بین السرۃ والرکبۃ کان ظہرہا وبطنہا عورۃ اور جو لونڈی حد شہوت کو پہنچ گئی ہو اسکو بیچ کے واسطے پیش کرنا جیسے ایک بند میں جو ناف سے زانو تک چھپائے اسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے وینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ محتجۃ الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسہا للخبز تتارخانیۃ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی التاتارخانیہ دیکھے مرد فقط اسکے چہرہ اور دونوں کفوں کو ضرورت کے سبب بالضرورت کہا اور قدم اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیہ قدم اجنبیہ کی عورت ہونے میں امام اور شائخ نے اختلاف ہے برہان اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسکو اختیار کیا ہے اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اسکے عورت ہونے کی تصریح کی ہے اور سیمجانی اور مرغینانی نے اسکو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ قدم عورت نہیں اور قدم عورت نہیں اور نماز میں بھی قدم عورت نہیں اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وغیرہا کالاجنبیۃ یعنی اجنبیہ کی طرح فینظر الیہ وکفیہا فقط نعم یدخل علیہا بلا اذنہا اجماعا ولا یسافر بہا اجماعا خلاصۃ وعند الشافعی وملا یظن بہ الحرام اور عورت کا غلام اسکے ساتھ سفر کرے اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اسکے محرم کے مانند فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجہہا لتحقق تعلق الشہوۃ والحرام وہذا فی زماننا فمنع من الشابۃ فقط وفی زماننا کل النساء اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے چہرہ کی طرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہ ہونے کے ساتھ مقید ہے اور نہیں تو حرام ہے اور یہ یعنے علت نظر در صورت عدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنے فساد زمانہ کے سبب کذا فی الہندیۃ فی ذخیرہ الامتی للحاجۃ کقاضی وشاہد یحکم ویشہد علیہا لا لغۃ نظر موبکلہ لتحمل الشہادۃ فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت ضروریات کے سبب سے حلال ہے جیسا کہ قاضی کا عورت کو دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہو اور شاہد کا دیکھنا جو عورت پر گواہی دیتا ہو جائز نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کے واسطے صحیح نزدیک ہے یحکم اور یشہد میں لف نشر مرتب ہے اگر عورت اپنے دعوی کرنے کے واسطے کسی کو شاہد کرتی ہو تو اسکو نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوی کیا ہو تو اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شاخت کیے واسطے حلال ہے جو ملی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور اداے شہادت کی نیت سے دیکھیں نہ قضاے شہوت کیواسطے تا بقدر امکان امر صحیح سے بچیں وکذا مریدا لنکاحہا ولو عن شہوۃ بنیۃ لا قضاء الشہوۃ اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضاے شہوت کے قصد سے ہم ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو دیکھ تا کہ تم دونوں میں موافقت ہو والفت ہے ہم نے ملی نے کہا لیکن عورت نہ کو دیکھے مگر چہرہ اور کف دست جو زاویہ نہیں کذا فی الطحطاوی دشنہا ومداوتہا اور اسیطرح عورت کے خریدنے والے کو اور اسکے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے

اور لا کا لفظ ایسا مکمل ملون ۱۲

ینظر الطبیب الی موضع مرضہا یقدر بالضرورۃ اذا الضرورات تتقدر بہا علاج کرنے والا طبیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے
اسواسطے کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت ہی کے مستحسن ہوتے ہیں ہم شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح میں کہا کہ حقنہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت نہو
لیکن اسکو طبعاً منفعت ہو اسطرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب میں یہ حقنہ حلال نہیں اور اگر شہوتی بدن کی دوا بخانہ اسی غرض سے جائے جس سے تلف
ہو جانے کا خوف ہو تو حلال ہے اور نہیں تو حلال نہیں کذا فی المحاوی وکذا النظر قابلۃ وختان اور اسیطرح دائی جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنے والے کا بقدر ضرورت
حلال ہے ہم سراجیہ میں ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنے اگر بغیر نظر کئے کام نکلے تو نظر نکرے اور اگر بدون نظر کے مطلب نہو سکے تو فقط ایک دو بار نظر کرنے سے
کفایت کرے اجازت عام نہ سمجھے ویلیغ ان یعلم امرأۃ تداویہا لان نظر الجنس الی الجنس اخف اور لائق یوں ہے کہ طبیب عورت کا علاج زنانی عورت کو سکھا دے
کہ وہ عورتوں کا علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہمجنس کی نظر بسبب غیر جنس کے ستر عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوے قاضیخان کے
اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے ذریعہ سے دوا دان جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اسکا علاج عورت کو سکھا دے اور اگر عورت نہ ملے یا عورت بے سلیقہ ہو
تعلیم سے علاج نہ سکھے اور خوف ہو شدت درد اور ہلاکی کا تو سارا بدن چھپا کر فقط قرحہ کی جگہ مرد دیکھے پھر اسکی دوا کرے اور بچائے جہاں تک بچائے بے سوا سجگہ کے اور اسمیں محرم
اور غیر محرم عورت کا کچھ فرق نہیں ہے اسواسطے کہ ضرر اور لعب الستر کا دیکھنا حلال نہیں مجمع میں ہے وتنظر المرأۃ المسلمۃ من المرأۃ کالرجل من الرجل
عورت مسلمان سے دیکھے عورت کو بقدر مرد نظر کرتا ہے دسترمرد کو اسمیں یعنے زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں اسکے سوا اور بدن کا نظر کرنا درست ہے
اسواسطے کہ ضرورت داعی انکشاف ہے آپسمیں مجانست کی جہت سے اور اندیشہ شہوت کے سبب سے غالباً سراجیہ میں ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا شہوت سے
ضرورت نہیں وقیل کالرجل لمحرم وکلاہما ضعیف سراجیہ اور بعضوں نے کہا ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے بقدر مرد دیکھتا ہے یعنے پیٹھ اور پیٹ کو دیکھے
اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی السراج وکذا تنظر المرأۃ من الرجل کنظر الرجل من الرجل ان امنت شہوتہا اور اسیطرح عورت مرد کو دیکھے جسطرح مرد دیکھتا ہے
کو بشرطیکہ اسکو شہوت ہونے کا خوف نہو قالوا لو مرتا من اوحاف او شکت حرم اسقاطہا کالرجل ہو المختار فی الفصلین کذا فی المضمرات
اور اگر عورت کو شہوت سے ہن نہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو عورت کو مرد کیطرف نظر کرنا حرام ہے بدلیل احسان کے جیسے مرد کو اجنبیہ
کیطرف نظر کرنا اور صورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونوں صورتوں میں یعنے عورت کی نظر میں مرد کیطرف یا مرد کی نظر میں عورت کیطرف کذا فی السراج فاسقہ
منسوبًا الی الضرات الذمیۃ کالرجل الا بعضہن فی الاصح فللا تنظر الی بدن المسلم یعنی اور ذمیہ یعنے کافرہ یہودیہ اور نصرانیہ کافرہ مسلمہ کی مانند ہے صحیح تر قول میں تو ذمیہ عورت
مسلمان عورت کیطرف نظر نکرے سوا چہرہ اور کف دست کے کذا فی المجتبی ہم اور لائق نہیں کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اسواسطے کہ وہ اسکی صورت کو مردوں کے
بیان کر یگی تو اپنی چادر اور اوڑھنی اسکے سامنے نہ آنے دے اور حلال نہیں عورت مومنہ کو کہ اپنی ستر گاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کھولے کذا فی السراج وکل عضو یحل
النظر الیہ قبل الانفصال لا یجوز بعدہ ولو بعد الموت کشعر عانتہ وشعر راسہا وعظم ذراع حرۃ میتۃ وساقہا وقالوا ظفر جلباب دودہا
یہ سب مجتبے اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں قبل از انفصال بدیں کے تو اسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ مردے نے
عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پانوں کا ناخن تراشا ہوا نہ اسکے ہاتھ کا کذا فی المجتبی وفیہ النظر
الی قلادۃ اجنبیۃ بشہوۃ حرام اور مجتبی میں ہے کہ عورت اجنبی کی جادر کیطرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفی الاختیار ودصل الشعر حرام لا دعی حرام
سواء کان شعرہا او شعر غیرہا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشرۃ والمستوشرۃ والناصۃ والمتنصۃ للناصۃ التی تنتف الشعر من الوجہ والمتنصۃ التی یفعل بہا ذلک اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ بڑھانا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ
اسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خدا لعنت کرے اس عورت پر جو بال جوڑے دوسری عورت کے اور جو عورت جوڑے اور جو عورت دوسری

عورت کا بدن گودے اور جو گودوا ہے اور جو عورت دوسری عورت کے دانت گھسکر باریک کرادے اور جو دانت باریک کرادے اور جو عورت دوسری عورت کے منہ کے بال موچنے سے چنے اور جو چنواوے والخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کیطرف نظر کرنے میں مرد مجامع کے برابر ہیں ہم خصی وہ جسکے فوطے نکل گئے اور مجبوب وہ جسکا آلۂ تناسل اور فوطے کاٹے گئے اور مخنث وہ ہے جو مردوں کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینوں قسم کے خصوص سے عورت کو دیکھنا جائز ہے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کر سکتا ہے بلکہ بعضوں نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکا مکانہ سست نہیں ہوتا اور اسواسطے قطع الذکر والخصیتین کو بھی شہوت ہوتی ہے اور تعلق کرتا ہے اور اسکو انزال بھی ہوتا ہے اور بعضی تو صریح ہے اور مخنث زنانے اور مردانے کو بھی کہتے ہیں جسکے اعضا اور زبان میں عورتوں کے ساتھ نرمی ہو اور عورتوں کی اسکو مطلق خواہش نہ ہو بعضے فقہا نے کہا کہ ایسے امرد کا اختلاط عورتوں کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط عورتوں کے ساتھ ناجائز ہے کذا فی الطحطاوی المخصی وقیل کالباس مجبوب جف ماء وملکن فی الکبری ان مجبوبہ فمن قلۃ الجوزۃ والدیانۃ اور بعضوں نے کہا کہ اس مقطوع الذکر والخصیتین کے نظر کرنے کا اضافہ نہیں جسکی منی خشک ہو گئی لیکن فتاوے کبریٰ میں ہے کہ جسنے اسکو نجویز کیا ہے تو قلت دیانت سے ہے ہم صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں کیونکہ عوم نص کو فی الزیلعی نص ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ یعنی اے نبی نے فرمایا کہ اے رسول کہدے ایمانداروں سے کہ اپنی نظروں کو روکیں اور اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں خلاصہ یہ ہے کہ خصی اور مجبوب اور مخنث مرسین میں داخل ہیں تو انکا نظر کرنا اجنبی عورتوں کیطرف حلال نہیں وجاز عزلہ عن امتہ بغیر اذنہا وعن عرسہ باذن حرۃ او مولی امتہ قیل یجوز بدونہ لفشو الزمان ذکرہ ابن السلطان اور غیر کیلئے اپنی لونڈی سے جدا ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدون اسکے اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن دست ہے یعنے اگر منکوحہ آزاد ہے تو اسکے اذن سے اور غیر کی لونڈی ہے تو اسکے مالک کے اذن سے دست ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانہ کے سبب کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام میں ہم استبراء لغت میں عبارت ہے طلب برارت سے مطلقاً اور شرع میں رحم جاریہ کی طلب برارت حمل سے عبارت ہے یعنے ملک جاریہ کیلئے حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہے تو اسوقت تصرف کرنا اور نہیں تو وضع حمل کے بعد من ملک استقناع امۃ بنوع من انواع الملک کشراء وارث وہبۃ وسبی ودفع جنایۃ وفسخ بیع بعد القبض ونحوہا جو شخص مالک ہو لونڈی کے استمتاع کا لینے اس سے انتفاع کا بوجہ من وجوہ الملک جیسے ملک حاصل خریدنے سے یا میراث میں پانے سے یا جہاد میں پکڑ لانے سے یا رفع جنایت ثابت سے یا فسخ ہو جانے بیع کے بعد قبض سے اور اسی کے مانند انکے جیسا کہ یہ یا جو عن ہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام اسلح پر کہ لونڈی عوض لے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا بعوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقیدت بالاستقناع لیخرج نحو شراء الزوجۃ کما سیجئ اور ملک جاریہ میں استمتاع کی قید لگائی گئی تاخرید زوجہ کا مسئلہ نکلجاوے چنانچہ آگے آویگا ولو یکون او مشترکا من عبد او امۃ ولو عبدہ المکاتبۃ وماذونۃ ولو مستغرقا بالدین لا کالاستبراء واجب ہے اگرچہ جاریہ بکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو چنانچہ اپنے مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہیں تو استبرا کی کچھ حاجت نہیں ہم باکرہ میں بسبب معتبر ہونے حدوث ملک قصد یعنی تصرف بات ہم اور چونکہ یہ کاسب مکاتب اور ماذون مستغرق بالدین کے مول کی ملک نہیں امام کے نزدیک لہذا صحیح ہوگی تو استبرا بھی نہیں ہے بخلاف مکاتب غیر مستغرق ومن نحو ما غیر رحم کما لا یخفی علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے صغیر غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ جاریہ آزاد نہ ہو جائے جو صغیر محرم غیر نسبی جیسا کہ خرید کرنا جاریہ کا اسکی رضائی بہن سے یا ابن والطی سے کذا فی الطحطاوی والحسن الکبیری علی شرح الوقایہ او من مال صبی او لطفل یا جاریہ خریدی ہو غیر کے مال سے اگرچہ غیر مشتری کا ولی ہو حرم علیہ وطیہا وکذا دواعیہ فلا عبرۃ باحتمال وقوعہا فی غیر ملکہ فظہر ما جاء جو مالک ہو جاوے اسکی مذکر کا تو اسپر جماع اسکا اور اسی طرح دواعی اور سو جہات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اسکی ملک

غیر ملک میں اُسکے حاملہ ہونے کے ظہور کے سبب سے ہم دواعی جماع چنانچہ سابق بوسہ دینا اگر جاریہ حاملہ ہوئی اور اُسکا حمل ظاہر ہوگیا اور بائع نے اُسکے ولد کا دعوی کیا تو جاریہ اُسکی ام ولد ہوگئی اور بیع اُسکی باطل ہوگئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک میں واقع ہوا حتی یستبرئہا بحیضۃ فمن تحیض ویشمر فی ذوات الشہر ذھبی صغیرۃ وانثیٰ ومنقطعۃ حیض جو لونڈی کا مالک ہوا تو ضرور اُسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہیں یہاں تک کہ اُسکے رحم کی صفائی معلوم ہوجائے ایکبار حیض آنے سے حیض والی عورت میں اور مہینہ گذرنے سے مہینوں والی عورت میں اور وہ صغیرہ ہو اور کبیرہ جسکا حیض بند ہوگیا ہو یعنی سے اور جسکا حیض منقطع ہو یعنی اُسکو کبھی حیض نہیں آتا کذا فی الطحطاوی یعنی اگر جوان لونڈی ہو تو ایکبار حیض آنے سے برأت رحم کی معلوم ہوگی اور اگر نابالغہ یا بڈھی ہو یا وہ جوان جسکو کبھی حیض نہیں آتا تو ایک مہینہ گذر جانے سے ہم وجوب استبرا میں وہ حدیث اصل ہے جو ابوداود میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جبتک اوطاس کی لونڈیوں کے حق میں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نہ کیا جاے وضع حمل تک اور غیر حاملہ کا یہاں تک کہ ایکبار حیض اُسکو آجائے کذا فی العینی ولو حاضت فبطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینہ کے اندر حیض آگیا تو ایام کا استبرا باطل ہوگیا یعنے استبرا میں اصل حیض ہے اور مہینہ اسکا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہیں ولو ارتقم حیضا بان صارت ممتدۃ الطہر وھی من تحیض استبرأوھا بشہر بن وخمسۃ ایام عند محمد اور اگر جاریہ کا حیض منقطع ہوگیا اسطرح پر کہ اُسکا طہر دراز ہوگیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونے والی عورتوں میں سے ہو تو اُسکا استبرا دو مہینے اور پانچ دن کا ہے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے والمستحاضۃ یدعہا من اول الشہر عشرۃ ایام بر جتہ وغیرہ فلیحفظ اور مستحاضہ کا استبرا یہ ہے کہ اول مہینہ سے دس دن تک اُسکی قربت کو چھوڑ دے کذا فی البرجندی وغیرہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وھو ضعیف الحمل فی الحامل اور استبرا کرے حاملہ میں سچ پیدا ہونے سے دکذا یعتد بحیضۃ رأہا فیہا وکذا التی بعد الملک قبل قبضہا کذلک وجو کادہ حضلت کذلک ای بعد ملکہا قبل قبضہا اور استبرا میں شمار کرے اُس حیض کو جسمیں مشتری اُسکا مالک ہوا ورنہ اُس حیض کو جو حاصل ہو ملک کے بعد اُسپر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اُس ولادت کو جو اسطرح حاصل ہوئی یعنے بعد ملک قبل قبض کے کذا لا یعتد بالنفاس من ذلک ای من حیضۃ ورجہا بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت وہبۃ المشتری جیسے شمار نہیں کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بیع قبل اجازت فضولی کے اگر جاریہ مشتری کے قبضہ میں ہو یعنے ہوا سطے کہ بیع فضولی میں ملک پوری نہیں ہوتی بدون اجازت کے وکذا لا یعتد ایضا بالحاصل بعد القبض فی المشتراۃ الفاسد قبل ان یشتریہا شراء صحیحا لانتفاء الملک اور شمار میں نہیں آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبض کے بعد خیار والی بیع میں اس بنا پر کہ اُسکو شراء صحیح خریدے سبب ہونے ملک کے لینے ملک کامل بیع فاسد میں نہیں جو حیض استبرا میں شمار کیا جاے ورجب یشتریہا ونصیبہ بکلہ صار مشترکۃ بینہما لقیام ملک کل ان اور واجب ہے استبرا بسبب خرید کرنے حصے اپنے شریک کے اُس لونڈی سے جو مشترک ہو دونوں میں بسبب ہبہ ہی ہو جاسکی ملکیت اب ایک لونڈی دو شخصوں میں مشترک ہے سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو ضرور استبرا واجب ہوا اسواسطے کہ شریک شریک ہی اپنے کا ہوا مالک ہوا وبخری بحیضۃ حاضتہا وھی بحیلولۃ او مکاتبۃ بان اشتری امۃ مجوسیۃ او مسلمۃ وکاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء فجأ اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجودھا بعد الملک اور استبرا کیواسطے کفایت کرتا ہے وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خرید کی اور مسلمہ کو مکاتب کیا بعد خرید قبل استبرا کے پھر اگر کتابیہ مجوسی لونڈی مسلمان ہوگئی یا مکاتب لونڈی ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پائے جانے نفس کے مالک ہونے کے بعد یعنے حیض مذکور ہوا سواسطے استبرا میں کفایت کرگیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونے کے بعد ولا یجب عند الا بقۃ ای فی دار الاسلام خانیۃ اور استبرا واجب نہیں جاریہ گریختہ کے پھر آنے کے وقت دار الاسلام میں کذا فی النہایۃ ہم اتفاقی نے کہا اس مسئلہ میں تفصیل ہے خرج مطاوی میں ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب میں پھر بلیٹ آئے اپنے مالک کے پاس کسی وجہ سے تو اُسپر استبرا نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اُسکے مالک نہیں ہوگئے اور صاحبین کے نزدیک اُسپر استبرا ہے کیونکہ کفار اُسکے مالک ہوگئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام میں گرفتار کیا اور حالانکہ وہ

گرگیا تھی اور اسکو پکڑ کے دارالحرب میں لیگئے تو امام اور صاحبین کے نزدیک مالک ہوگئے سو اگر وہ اپنے مالک کے پاس بلٹ آوے گی تو سیدھے نزدیک اسپر استبرا واجب ہوگا انتہی تو بدرجب اس تفصیل کے گرگیتھ سے وہ جاریہ اور ہی ہو دارالحرب میں بھاگ گئی اور کفار اسکو نہیں لیگئے پھر وہ اپنے مالک کے پاس آئے انتہی اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ ماتن اور شارح کے کلام میں کتنا تخلل ہے کذا فی الطحطاوی وقولہ المغصوبۃ ای اذا لم یعلم بالغاصب خانیۃ اور جاریہ منصوبہ کے پھیر دینے سے استبرا واجب نہیں بشرطیکہ اسکو غاصب نے بیچ ڈالا ہو کذا فی الخانیہ ہم اور اگر غاصب نے بیع مع التسلیم کی پھر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری کی رضا سے اونڈی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا نہ جانتا ہوگا تو مالک پر استبرا واجب نہیں اور اگر جانتا ہوگا تو درصورت عدم جماع کے استبرا نہیں اور بعد جماع مشتری استبرا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وللمستبرۃ وطئ المرہونۃ بعد ہم استحدث الملک اور دستاجرہ اور فک مرہونہ سے استبرا واجب نہیں ملکیت کے حادث نہ ہونے کے سبب سے یعنے اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل نہ ہوگئی تھی جو استبرا واجب ہوتا ولو قال البیع قبل القبض لا استبرأ علی الیائم کما لو باعہا بخیار ثم ابطلہ بخیارہ بعد ہم فرد حتما عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبرا واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار یعنے جاکر اور مشتری نے اسپر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے سبب بیع کو باطل کر دیا تو استبرا واجب نہیں یا سواسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باعہا مدبرۃ او ام ولد وقبضتہا لم یطأہا المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اسپر قبضہ ہوا پھر رد بیع ہوا تو استبرا واجب نہیں اگر مشتری نے اسکی قربت نہ کی ہو ہم یہیں اعتراض یہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مملوک ہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا یہیں استبرا کیونکر واجب ہوگا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وکذا لو طلقہا الزوج قبل الدخول ان کان نزوجہا بعد لا استبراء فان قبلہ فالمختار وجوبہ زیلعی اور اسیطرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر استبرا نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبرا کے اور اگر قبل استبرا کے نکاح کر دیا ہو تو واجب ہے استبرا متعدد اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت وفی الجلالیۃ شری معتدۃ الغیر وقبضہا ثم مضت عدتہا تم یستبرئہا لعدم حل وطیہا للبائع وقت البیع من تتمۃ اور عدالیہ میں ہے غیر کی عدت والی جاریہ خریدی کیا اور اسپر قبضہ کیا پھر اسکی عدت منقضی ہوگئی تو اسکا استبرا نہ کرے سواسطے کہ اسکی وطی حلال نہیں بائع کو وجود سبب کے وقت یعنے طلاق یا قبض مشتری کے وقت ہم صواب یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اسکی وطی حلال نہیں اتقانی نے شرح طحطاوی سے نقل کیا کہ اگر خریدی کا ہو وہ حدت میں تھی خواہ عدت وفات ہو یا طلاق اور اسکی عدت سے ایک دن یا کم باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہوگئی تو اسپر استبرا واجب نہیں پھر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہوگئی تو مشتری کو حلال نہیں بدون استبرا کے کذا فی الطحطاوی ولا باس بحیلۃ اسقاط الاستبراء اذا علم ان البائع لم یقربہا فی طہر ہا ذلک لانہ لا یفعلہا بہ یفتی اور کچھ ضائقہ نہیں اسقاط استبرا کے حیلہ میں جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اس طہر میں اگر حیلہ نہ ہو تو استبرا کے اسقاط کرنے کا حیلہ نہ کرے اسی قول پر فتوی ہے ہم ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقا جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقا ناروا ہے لیکن مفتی بقولہ تفصیل ہے یعنے اگر بائع کی عدم قربت معلوم ہو تو بقول ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور درصورت قربت محمد کے قول پر فتوی ہے دلیل اس حدیث کے کہ جو دہر و خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں انکو حلال نہیں کہ ایک عورت پر اجتماع کریں ایک طہر میں تو جب بائع نے اس طہر میں تمتع نہ کی تو یہ تمتع نہ ہوئی اور قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہوں تو عدم ہو ظاہر ہے تو ہم شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی وھو اذا لم تکن محترمۃ واما ہم اباء ان ینکحہا ویقبضہا ثم یشتریہا فتحل لہ للحال لانہ بالنکاح لا یجب شیء لذا اشتری زوجتہ لا یجب ایضا اور وہ یعنی اسقاط استبرا کا حیلہ جبوقت کہ اسکے نیچے آزاد عدت یا جاریہ منکوحہ لونڈیاں نہوں یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کرلے اور اسپر قبضہ کرے پھر اسکو خرید کرلے تو وہ جاریہ اسیوقت اسکو حلال ہوگی بسواسطے کہ نکاح سے استبرا واجب نہیں ہوتا پھر جبکہ اسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبرا واجب نہوگا ہم قبل خرید کے قبض اسواسطے شرط ہوا کہ قبض بعد خرید سے استبرا اسقاط ہوگا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جاویگا تو استبرا واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط میں اطلاق مختار ہے بالجملہ یہاں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ مقدم قبض اور دخول دونوں شرطیں ہیں جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اور دوسرا قول

حلوانی کا یہ ہو کہ قبض شرط نہیں نہ دخول اور تیسرا قول شرنبلالی کا ہو کہ نکاح فقط کافی ہے نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور یہ قول وسیع تر ہے اور قول ثانی اصل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ونقل فی الدرر عن ظہیر الدین اشتراطہ علیہ قبل الشراء وذکر وجیہہ اور درر میں ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا بائع کا خرید کرنے سے پہلے اور اسکی وجہ بھی ذکر کی ہم وجہ کو یہ ہو کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اسکا مالک جاریہ کا اور حالانکہ جاریہ اسکی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو بحر و خرید کے نکاح باطل ہو جاویگا غیر جب ملک کیوقت بکنواں زنا تو استبرا واجب ہو گیا اسکے سبب متحقق ہونے سے یعنے استحداث علت وطی بملک یمین کذا فی الدرر وان کانت تحتہ حرۃ فالحیلۃ ان یتکحہا البائع ای یزوجہا عبدہ ثم یقبلہا کما یجیء قبل الشراء وان یتکحہا المشتری وقبل قبضہا تبصر لما قالوا بعدہ لم یسقط من موثوقۃ بن عثمان اور اگر اسکی تلی حرہ ہو یعنے منکوحہ جاریہ تو یہ ہیں کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہو کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے مشتری کی خرید سے پہلے اس شخص سے جسپر اسکو اعتماد ہو طلاق دینے کا چنانچہ اسکا ذکر مریٓ دیگا یا خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کر دے اس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہیں شارح نے کہا قبل قبض کے نکاح شرط ہے تو اگر بعد قبضہ کرنے کے نکاح کریگا تو استبرا ساقط نہ ہوگا او بیدہ یطلقہا ان شاء ان خاف ان لا یطلقہا یا جاریہ کا نکاح کر دے کسی شخص سے بایں شرط کہ جاریہ اپنے طلاق کی مختار ہو یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہو جب چاہے اسکو طلاق دے یہ اسوقت ہو جبکہ بائع یا مشتری اس کو دے کہ جاریہ کا زوج اسکو طلاق نہ دیگا ثم یشتری لاعتمہ یقبض او یقبض فیطلق الزوج قبل الدخول بعد قبض المشتری فیسقط الاستبراء پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اسپر قبضہ کرے و صورت تزویج بائع کی یا مشتری جاریہ پر قبضہ کرے و صورت تزویج مشتری کے پھر زوج اسکو طلاق دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبرا ساقط ہو گا ھم اصل اگر اسکے تحت میں حرہ ہو تو حیلہ اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے قبل خرید کرنے مشتری کے اس شرط سے جب طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اسکو خرید کرے پھر زوج اسکو طلاق دے تو استبرا واجب نہ ہوگا اسواسطے کہ اسنے غیر کی منکوحہ خریدی او اسکی وطی مشتری کو حلال نہیں تو اسپر استبرا نہیں پھر جب اسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہو گئی اور اسوقت میں وہ ملک پایا نہیں گیا جو وجوب استبرا کا سبب ہو تو استبرا واجب نہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کر دیا و ہ متعہ سے پھر نکاح کے بعد اسپر قبضہ کیا پھر زوج نے قبل دخول اسکو طلاق دی تو استبرا واجب ہوا بعد قبض کے اور اسوقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہ تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو اسوقت استبرا کا سبب یعنے حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایہ وقیل المسئلۃ الاتی اخذ ابو یوسف علیہا مائۃ الف درہم لان زید حلفت لرشید ان لا یشتری علیہا جاریۃ فلا یستبرئہا فقال یشتری نصفہا ویوہب لہ نصفہا ملتقط اور بعضوں نے کہا کہ جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درہم لیے وہ یہ ہے کہ زبیدہ نے ہارون رشید کو قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اسپر خرید نہ کرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خرید کرے اور نصف اسکو ہبہ کیجاوے کذا فی الملتقط یعنے اس طرح سے سبیات صادق آئی کہ تمام کو کمال نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا تصرف بھی حلال ہو گیا او یکاتبہا المشتری بعد الشراء والقبض کا یفید اطلاقہم وعلیہ فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن شیخہ وجہا کاسنذکرہ لکن فی الشرنبلالیۃ عن الولوالجیۃ التصریح بتقیید الکتابۃ بکونہا قبل القبض فلیحرر قلت ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن فلم ار التقیید الا فی کونتہ کاتب المشتری جاریہ کہ مکاتبہ کرے بعد خرید او بعد قبضہ کرنے کے چنانچہ اشتراط قبض کو فقہا کا اطلاق مفید ہے او ر جب اسکے تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت و نکاح علیہ التعیین کے یعنے اگر مشتری جاریہ کا نکاح کر دے بعد خرید او قبض کے تو استبرا ساقط نہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں والبتہ مصنف نے اپنی شیخ میں مذکور کو نقل کیا ہو اپنے ہمشہ سبحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اس فرق کو مذکور کریگے یعنے اگلے قول میں یعنے شرنبلالیہ میں ہے کہ التصریح بتقیید کتابت کے قبل قبض کے ہونے سے یعنے مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے میں کہتا ہوں پھر میں نے اصل برہان شرح مواہب الرحمن سے دیکھا تو اس میں قید مذکور کو نہیں دیکھا سو تامل کریں پھر اصوبین نے یوں جواب دیا ہے شارح کو کہ شرنبلالی نے فقط مواہب سے نقل نہیں کی تو عبارت اسکی صحیح ہے چند کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اسکی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی ثم یفسخ برضاہا لبعد زلہ الوطی وبلا

کہ جاریہ کو بعد قبض کے بائع کا نکاح کر دینا اسقاط استبرا کا ہے

سے

استبرا لو ازال سلکہ یا بالکتابۃ ثم عجزہ بالتعجیز لکن لم یحدث ملک حقیقۃ فلم یوجد سببہ فلا یستبرأ وھذا معنی قولھم لا تعاد رقبۃ
پھر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کر دے جاریہ مکاتبہ کی رضامندی سے تاکہ مشتری کو ملک اُسکے بدون استبرا کے جائز ہو جائے بسبب زائل ہو جانے ملک مشتری کی
کتابت سے پھر ملک جدید حاصل ہونے سے بسبب عاجز کرنے کے ادائے بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو استبرا کا سبب پایا نہ گیا اور یہ حیلہ سب حیلوں سے
آسان تر ہے کذا فی الشتا رخانیہ یہ وجہ فرق ہو درمیان کتابت اور نکاح کے جسکے ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ شاید وجہ فرق یہ ہو کہ کتابت
جاریہ مولی کے قبضہ سے نکل گئی کیونکہ وہ حرہ ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنے کسب کی مالک ٹھہری تو گویا مولی کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اُسکی ملک
جدید حاصل ہوئی بتعجیز مولی کتابت سے لیکن درحقیقت ملک کا حدوث نہین ہوئی تو بسبب کہ موجب استبرا تھا یعنے حدوث ملک وہ پایا نہین گیا چنانچہ نہایہ مین ہے
کہ جب جاریہ ملک مولی سے نکلے ولیکن اُسکے تصرف سے نکلے پھر اُسکے تصرف مین آوے تو استبرا واجب نہو گا اور اُسکے خارج ہونے کی تصرف مولی سے یہ دلیل ہے کہ اگر مولی اُسکا
کی وطی کرے تو اُسپر عقر لازم ہو گا کذا فی الخلاصہ وھو مقتضا صورت اس حیلہ کی یہ ہے کہ جاریہ کو بعد خریدنے کے مکاتب کر دے مثلاً یون کہے کہ مین نے تجکو ہزار درم پر مکاتب
کیا کہ سو درم کی قسط ہر مہینہ ادا کر پھر جب وہ عاجز ہو ادائے بدل کتابت سے تو اُسکی رضامندی سے کتابت کو فسخ کر دے تو اب جاریہ فی الفور مولی پر حلال ہو جاویگی استبرا نہ ہوگا
بدلیل گرفتن حیلہ سب حیلون سے سہل تر ہے خصوصاً اگر کتابت مال کثیر پر ہو اور جلد جلد اُسکی قسط مقرر کرے تو وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ
راضی ہو جاویگی لہ امتان لا یجتمعان نکاحا اختان ام لا تبلیھا فلو قبل اوطئ احداھا حل لہ وطئ الاخری وتقبیلھا ودعکھا الا الاخری الشھوۃ الشھوۃ فی الاصح
لا التقبیل فی الاصح والنظر ابن کمال حرۃ متاعلیہ ایک شخص کی دو لونڈیان ہین جو ساتھ ہی نکاح مین جمع نہین ہو سکتین خواہ وہ دونون بہنین ہون یا دونون بہنین نہین ہون خالہ
بھانجی ہون یا عمہ بھتیجی ہون سو مالک نے دونون کا بوسہ لیا شہوت سے تو دونون اُسپر حرام ہو گئین ہو اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اُسے قربت کی تو اُسی لونڈی کا بوسہ لینا اُس
قربت کرنا مالک کو حلال ہو گا نہ دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ مین شہوت معتبر نہین بلکہ مساس اور نظر مین شہوت شرط ہے بوسہ سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے
شہوت ہو یا نہ ہو مساس اور نظر سے حرمت بتہ ہ شہوت کے ثابت ہوتی ہے ھم جمع بین الاختین نکاح مین تو بالاجماع جائز نہین لیکن جمع بین الاختین بملک یمین جمہور صحابہ کرام
نزدیک جائز نہین ہے لیکن نے کہا اور سیطی جمع بین الاختین وطی مین حلال نہین ہو سکتا کہ وطی بمنزلہ وطی کے ہین وکذلک یحرم علیہ المدواعی کالتقبیل والنظر والتقبیل حتی
یحرم فرج احدھما علیہ ولو بغیر فعلہ کالاستلذاء الکفار علیھا ابن کمال اور سیطی مولی پر حرام ہین دواعی وطی کی چنانچہ نظر کرنا اور بوسہ لینا جبتک کہ ایک لونڈی
کی شہوت کا سبب حرام ہو جاوے اگر یہ حرمت بدون فعل مولی کے ہو جیسا کہ مذکور ہوا غالب ہے جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال صاحب نہر نے ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ یہ حرمت ہے
نہ تحریم سے بملک ولو بعضھا بأبی سبب کان او کلام صحیح کافاسد الا بالدخول او عتق ولو بعضھا او کتابۃ لا تما تحرم فرجھا عجلا وتدبیر ومرض وحیض
حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہے ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک کسی سبب سے بیع سے یا ہبہ سے یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اسواسطے کہ نکاح فاسد سے جاریہ مولی پر حرام نہین ہوتی
بدون دخول کے یا حرمت ثابت ہوا ایک جاریہ کے آزاد کرنے سے اگرچہ بعض یعنے نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اسواسطے کہ کتابت اُسکی شہ رگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف
تدبیر اور رہن اور اجارہ کے انسے حرمت ثابت نہین ہوتی قلت والمسیخیان لا یعمھا حتی یعضہ حیضۃ علی الحرۃ کما مر شرح الملتقی مین کہتا ہون اور
مستحب ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتھ نہ لگاوے جبتک جاریہ حیض نگذر جاوے چنانچہ اسکو شرح ملتقی مین شرح بیان کیا ہے وکرہ لہ خرجیا قصدا تقبیل
الرجل فم الرجل او ید او شیئا منہ کذا تقبیل المرأۃ المرأۃ عند لقاء او دداع قنیۃ وھذا اذا عدم الشھوۃ والا فحرام اجماعا فتح البحر غمز الکل حائنۃ وفی
الاختیار لبعضھم لا باس اذا قدم البر وامن الشھوۃ تقبیل وجنتہ وفخذہ وھو قتانی مین ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے مُنہ کا یا اُسکے ہاتھ کا یا اُسکے عضو کا
اور سیطی مکروہ ہے بوسہ لینا عورت کا عورت کو ملاقات کے وقت یا رخصت کے وقت کذا فی القنیہ اور یعنے کہ رابت بوسہ اُسوقت ہے جبکہ شہوت کی راہ سے ہو ولیکن بوسہ بغیر کاری
اور مزید احسان کے تو بوسہ لینا جائز ہے سب علما کے نزدیک کذا فی الخانیہ اور اختیار مین ہے بعض متقدمین سے منقول ہے کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہین جبکہ بغیر کاری کا قصد کرے اور

شہوت سے ہو خوف ہو جیسے جوان فقیہ اور مانند اُسکے اور بزرگ کے جیسے کاھم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ نہیں چومنے ایک دین دوسرے دین کے چہرہ کو جبکہ وہ فقیہ یا عالم یا متدین ہو اعزاز اور تکریم دین کی نیت سے اور فی العالمگیریۃ وکذا معانقتہ فی ازار واحد اور بسیط میں مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ یعنے گلے سے لگانا اگرچہ ایک تہمد میں لپٹے کر تا اور اگر رکھے بدن پر نہو فقط لنگی یا جامہ سے زیر ناف سے زیر زانوں تک چھپا ہوا ایسی حالت میں معانقہ مکروہ ہے کہ موجب شہوت ہو اور مراد ہے کہ ہر شخص پر تہمد ہو اور یہ مراد نہیں کہ وہ تو ہر شخص ایک تہمد میں ہو سوا سطے کہ یہ تو صاف حرام ہے اور کراہت پر وہ حدیث دلیل ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص دوسرے کیواسطے انحنا کرے یعنی جھکے فرمایا کہ نہیں ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا نہیں ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہاں اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی کذا فی الطحطاوی یہ حدیث الطحطاوی کے سوا التاتارخانیہ میں باسناد کے ساتھ مذکور ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ یہ حدیث صورت مرسل ہے جبکہ فقط تہمد بدن پر ہو سوا سطے کہ جواز معانقہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کما سیجئ وقال ابو یوسف لا بأس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد ابو یوسف نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں چومنے اور معانقہ کرنے میں ایک تہمد میں دو کان علیہ قمیص لا یجوز بلا کراھۃ باتفاق الجمیع وصححہ فی الھدایہ علی المتون اور اگر مرد کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بلا کراہت کے باجماع شیخین اور ابو یوسف کے جائز ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ہدایہ میں اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں اور صحیح ثابت ہے کہ جعفر طیار نجاشی حبشہ سے آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکا معانقہ کیا اور اُنکے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے اور کافی میں ہے کہ اعرابی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اطراف مبارک کو چومتے تھے ابن عباس سے معانقہ کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ شروع کیا وہ مکہ معظمہ میں تھے جب ذوالقرنین وہاں وارد ہوئے پھر جب الطیح میں پہونچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ابراہیم علیہ السلام میں تو وہ ذوالقرنین سے کہا کہ ملکوں میں ایسا لائق نہیں اُس شہر میں جسمیں خدا کا دوست موجود ہو پھر وہ ذوالقرنین وہاں سے اُترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کیطرف تو ابراہیم علیہ السلام نے انکو سلام کیا اور اُنسے معانقہ کیا کذا فی الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مسند رکہ و مسلم میں عبداللہ بن عمر سے بسند صحیح مذکور ہوا اور طحطاوی ابو یعلی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ سے ترمذی میں ثابت ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وفی الحقائق والقبلۃ علی وجہ البرۃ دون الشھوۃ جائز بالاجماع اور حقائق میں ہے کہ اگر چومنا بر وجہ بوسکاری اور تکریم کے ہو نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے کالمصافحۃ ای کالمصافحۃ کما ھو سنۃ قدیمۃ متوارثۃ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنے معانقہ جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اسواسطے کہ معانقہ قدیم متوارث سنت ہے بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلاوے تو اُسکے گناہ جھڑ جاوینگے مرسل حدیث معجم طبرانی میں بضعیف بیان سے یوں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اُسکا ہاتھ پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کی پتیاں جھڑ جاتی ہیں اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث معتبر فرفع ہے کہ جو دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو اُنکے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور ترمذی میں عبداللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہے تحیۃ کی یعنے سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحہ کے واطلاق المصنف تبعا للدرر والملتقی والوقایۃ والمجمع والملتقی وغیرھا یفید جوازھا مطلقا ولو بعد العصر وقولھم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ تبعا لغیرہ وعلیہ یحمل ما نقلہ عند شارح المجمع من انھا بعد الفجر والعصر لیس بشیئ وتوفیقا فتاوی مسلہ اور مصنف کا اطلاق لینے بلا قید مصافحہ کا جواز نکالا اور درر و وقایہ اور ملتقی اور مجمع اور ملتقی میں غیر یا متون فقہ کا داخل ہو کر مفید ہے جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ بعد عصر کے بدعت ہے یعنے مباحہ حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار میں بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علمانے بھی اور کتابوں میں مذکور کیا ہے اور اسی محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہیں پہ عمل کرنا توفیق کے واسطے ہے سو تامل کر اسکو یعنے لیس شیئ کو باحث اور

بدعت حسنہ پر اسواسطے کہ اذکار نووی کے خلاف ترجمہ اذکار نووی مین یون ہی کہ مصافحہ مستحب ہی ہر ملاقات کیوقت اور یہ جو عصر کی گوگون کی عادت ہی کہ تشریح مین اسکو خاص سے کچھ حاصل نہین لیکن اسکا بھی کچھ علاقہ نہین اسواسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہی تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اسکو فرض یا واجب یا ضروری سمجھنا کہ مصافحہ مشروعہ سے خارج نہین کردیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہی کہ اصل مصافحہ سنت ہی اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہی و فی التقنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ تمام فیما علقتہ علی الملتقی اور تقنیہ مین ہی کہ سنت مصافحہ مین ہی کہ دونون ہاتھ سے مصافحہ کرے اور یہ اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہی ہم سنت یہ ہی کہ مصافحہ کرنے مین کپڑا وغیرہ حائل نہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ابہام یعنے انگوٹھے کو بھی حدیث مین آیا ہی جب تم مصافحہ کرو تو ابہام پکڑا سواسطے کہ انمین ایک رگ ہی جس سے محبت پیدا ہوتی ہی یہ مذکور شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین شرح ملتقی مین شارح نے رسالۂ مذکورہ سے جو نقل کرچکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ اصالۃً مصنوع کف بکف اور اقبال وجہ بوجہ سے عبارت ہی تو انگلیون کا پکڑنا سنت نہین ہر خلاف مقتضی کذا فی الطحطاوی و یحرم الرجل مصافحۃ المرأۃ الاجنبیۃ الا عجوزا الرجل مصافحۃ المرأۃ الاجنبیۃ الا عجوزا ان کانت کل واحد منہما فی ثیاب مرالبغا شر قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہین مرد کو دوسرے مرد کے پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک کچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ بھڑے اور نہ لیٹے ایک مرد دوسرے مرد کو ایک کپڑے مین اور نہ لیٹے ایک عورت دوسری عورت کو ایک کپڑے مین ہم یہ ایک کپڑے مین مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے کے اما کر جائز نہین کذا فی الطحطاوی و اذا بلغ الصبی او الصبیۃ عشر سنین یجب التفریق بینہما و یلحق بہ اختہ و امہ و ابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام و فرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر و التفاذا بلغوا استاکذا فی المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہونچے تو دونون کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اسکے بھائی اور بہن اور اسکی ماں اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہی بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کرو انکے بسترون مین جبکہ وہ دس برس کے ہون اور تنبیہ دیدو کہ جب چھ برس کو پہونچین یعنے جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبی ہم شاید کہ مراد اس سے ہم بستری مع الجزو ہی ایک لحاف مین والا جماعت کا پاس لیٹنا کہ ہر انسان کا اوڈھنا جدا جدا ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی و فیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ کالفحل اور مجتبی مین ہی کہ جبکہ حد شہوت کو پہونچا تو بالغ مرد کے مانند ہی نظر وغیرہ مین کافر من دار الکفرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کے مانند ہی جیسے مسلمہ کا بدن سوا چہرہ اور کف دست دیکھنا درست نہین ویسی کافرہ کا دست نہین عورۃ الحر جمیعہ حتی شعر الحمام ان یطلع الی العورۃ وہو الصحیح لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من نظر الی عورۃ اخیہ فی الحمام کان کمن نظر الی عورۃ امہ و ابیہ و ابنہ و بنتہ و ہو محمول علی النظر بشہوۃ کما فی الخانیۃ و ہو الاصح کذا فی الکبیری اور حمام مین ہر عضو ستر کا حتی کہ زیر بغل کا دیکھنا درست ہی جیسا حمامی کو دیکھنا درست ہی فقیہ ابواللیث نے کہا کہ یہ ضرورت کی حالت مین ہی بغیر ضرورت مین کذا فی العالمگیریۃ و قیل فی خانیۃ الکبیری اذا کان یشتہی نفسہ فعل واکلہم یفعلون ان کان یعلم ان الحرام الحاریۃ اور بعضون نے کہا کہ جب اسکو شہوت ہو دیکھنہ سے تو دیکھنہ کرلینا ممنوع ہی تو کرے اور اگر ضرورت ہو تو نہ کرے گر وصورت امکان نکاح یا خرید جاریہ کے دیکھنہ کرنا چاہیے یعنے دیکھنہ کرنے والی عورت سے نکاح کرلے یا گردہ لونڈی ہو تو اسکو خرید کرکے اس سے اپنا دیکھنہ کرلے الا ان یشتہی بدون ذلک فلا بد للمسلمان ہو اور اذیت دیکھنہ کا متحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اسکو طاقت نہین تو نہ کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہی تو ترک سنت عذر سے بطریق اولے جائز ہی کذا فی خلاصۃ الوطاوی کہ اخذ کرنا الفاظ کا الا کہ یہ سب اسواسطے ہی کہ فتاوی عالمگیری مین یون ہی والا ان یکتفی ان یقول الا ان یکتفی ان یقول الا ان یکتفی ان یقول ال

خیر شبک ہی عرض دینا کیا ہے سو وہ مکروہ ہی اور قول خامس یہ ہی کہ اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اکابر کرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی حنفی نے شرح درر سے یہ بین کہا عالم اور متقی کے مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہی اور شرح نظم المدرکم کا اسکی تقبیل یدہ جائز ہی وفی المصنف عن الجامع لو قبل یدہ لحاجۃ دنیا یکرہ بتقبیل ید الحاکم العادل اور مصنف نے شرح مین جامع سے نقل کیا کچھ مضائقہ نہین حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحطاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کہ یہ تو قول آیندہ مین داخل ہی اسواسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہین والسلطان العادل وقبل سنۃ بحتی اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے مین مضائقہ نہین اور بعضون نے اسکو سنت کہا ہی کذا فی المجتبی ہم تقبیل مین بہ احادیث کثیر وہ وی ہین انا تجاہ عبداللہ بن عمر سے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین یہ روایت ہی کہ ہم لڑائی سے پلٹکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہمنے آپکا دست مبارک چوما اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی مین عائشہ سے یہ روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال مین کسی کو مین نے فاطمہ بنت رسول سے زیادہ مشابہ نہین دیکھا جب حضرت آتی تھین تو حضرت اُنکے واسطے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے اور اُنکا چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پاؤن چومے اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مر گئے تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اُنپر جھکے اور اُنکا بوسہ لیا اور انسو روئے کہ آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہی تو ان احادیث سے اباحت تقبیل یہ بوسہ چومنا ثابت ہوئی اور سر اور کو کمر کی اور احادیث سے ثابت ہی اور تقبیل بین العینین و علی الشفتین عبداللہ بن جعفر کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہے ثابت ہی لیکن یہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم کے ہی اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہیں کمر روحین کے حق مین کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصراً وتقبیل رأس اي العالم اجود کما فی البزازیۃ اور چومنا اُسکے سر یعنے عالم کے سر کا جید تر ہی کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ اجود یعنی اکثر ثواب کے ہو ولا رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرھا اولغیر عالم وعادل ھو المختار بحتبی وفی المحیط ای التعظیم لامر الدین والکرام جاز وان لنیل الدنیا کرہ اور رخصت نہین ہی سوائے عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے مین یہی قول مختار ہی کذا فی المجتبی اور محیط مین ہی کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا فقط اُسکے اسلام کی تعظیم اور اکرام کیواسطے ہو تو جائز ہی اور اگر دنیا حاصل کرنے کیواسطے یہ چومنا ہی تو مکروہ ہی طلبہ من عالم او زاھد ان یرفع الیہ قلمہ او کتبہ لیصلحہ قیل لا یحضرنی کما یکرہ تقبیل المرأۃ فم اخری واخذھا عند اللقاء او الوداع والقبقبۃ مقدمہ ساکن التقبیل ایک شخص نے عالم یا زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اُسکی طرف بڑھاوے اور اپنا قدم اُسکو چومنے دے تو اُسکو عالم یا زاہد ہان کہے یعنے چومنے دے اور بعضون نے کہا کہ زنانے چومنے کی رخصت نہ دے جیسے عورت کو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہی ملنے اور رخصت ہونے کیوقت جدا ہونے قنیہ مین ہی تقبیل صاحب قنیہ نے صاحب قنیہ نے مدعا اجابت کو مقدم ذکر کیا ہی اجابت پر قال وما یفعلہ الجہال من تقبیل ید نفسہ او الفرق ظہرہ وھو مکروہ خلافا لمن رخصہ فیہ صاحب قنیہ نے کہا اور جو بعض جہال کی عادت ہی اپنے ہاتھ چومنے کی جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہی سوا سین رخصت نہیں بلکہ وہ تحریمی ہی وامانقبیل ید صاحب عند اللقاء فکرہ واجماعاً اور اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کیوقت تو ابالاجماع مکروہ ہی ہم طحطاوی نے کہا یہ قول اُنکا قوال سابقہ سے جدا نہین ہی تو حکایت اجماع کی سین کیا وجہ ہی وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الکاتب یدی رئیسہ العلماء وہ الفضلاء فحرام والفاعل والراضی بہ اثمان کانہ یشبہ عبادۃ الوثن اور یہ جو لوگ سین چومتے ہین عالمون اور سلاطین اپنے رئیس کے سامنے سو حرام ہی اور کرنیوالا اور جو اُسپر راضی ہی عالم ہو یا سلطان دونون گنہگار ہین اسواسطے کہ اسطرح کرنے مین کچھ مشابہت بت پرستی کی ہی بلکہ سوا سطے کہ اسمین یہ بھی خوف ہی کہ یہ فعل بت پرستی تک پہنچا دے ظاہر ہی ہوتی ہی کہ کذا فی الطحطاوی دھل یکفران ھذا وجہ العبادۃ والتعظیم کفروان علم وجہ التحیۃ لا وصار اثما عظیما بکل حال کبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو جاتا ہی جواب اسکا یہ ہی کہ اگر بروجہ عبادت اور تعظیم کے کرتا ہی تو کافر ہو گیا اور اگر بروجہ تحیہ اور سلام کے کرتا ہی تو کافر نہ ہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہوا جاوے گا وفی الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام اور ملتقط مین ہی کہ تواضع یعنی مخلوق کیواسطے تواضع کرنا یعنے تمکر کرانا اور بیت جمعہ کا حرام ہم طحطاوی نے کہا مراد یہ ہی کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کیواسطے اور شہوت پرستی کے لیئے تواضع کرنا حرام ہی اور اگر فقیر اور کبیر السن کیواسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع درحقیقت مذلیکطرف ہی اجمع یہ ہی اس سے غرض دین ہی

نہ عرض دینا وقالوا ھیأتہ تحیۃ بل ندب لہ القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم سیجئ تحقیقہ اھ اور ہدایہ مین ہی کہ بعضون نے کہا ہی کہ مکروہ ہی کھڑا ہوجانا آنے والے مسافر کے لیے جیسے جائز ہی کھڑا ہوجانا قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر مین یہ مسئلہ نظر مین آویگا شرنبلالی نے کہا تقسیمون کا کلام قیام مختلف ہی سو بعضون نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابوداؤد کے کہا الحاکم رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلے عصا کو لیکے تو ہم صحابہ کھڑے ہوگئے تو فرمایا کہ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کیواسطے کھڑے ہوجاتے ہین اور بعضون نے قیام کو مباح کہا ہی باستدلال قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہؓ کیواسطے جبکہ آیا تھا وہ اور ابوداود اور ترمذی وغیرہ نے مروی ہی اور بعضون نے اسمین تفصیل کی ہی سو کہا قاضی خان نے کہا ہی چند لوگ قرآن پڑھتے ہین یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہی پھر اسکے پاس کوئی اشراف مین سے آیا تو فقہا نے کہا اگر مرد آنے والا عالم ہو یا قاری کا باپ یا اُستاد ہو تو اُسکے واسطے اُٹھنا جائز ہی اور اسکے سوا قیام جائز نہین انتہے اور مجمع فتاوے الظاہری مین ہی قیام قاری کا جائز ہی جب کوئی اُسسے زیادہ تر عالم یا اُسکا اُستاد وغیرہ اسکو قرآن یا علم سکھایا آوے یا اُسکے والدین آوین اور انکے سوا اور کسیکے واسطے قیام جائز نہین اگرچہ آنیوالا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے مین قیام مستحب ہی اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا موجب ہوتا ہی خصوصا جس ملک مین قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید واقع ہی وہ اُنکے حق مین محمول ہی جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہین اپنا بنا پر ترک اور اہل عجم کی عادت اور اصحاب کبار کا نہ اُٹھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے کراہت قیام پر دلالت نہین کرتا اسواسطے کہ تعظیم کیواسطے کھڑا ہوجانا عرب کی عادت نہ تھی اور جب سعد رضی اللہ عنہ آئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا قوموا الی سیدکم یعنے اپنے سردار کیواسطے اُٹھو کذا فی الطحطاوی **فائدۃ** قیل التقبیل علی خمسۃ وجہ قبلۃ المودۃ للولد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ للوالد علی الرأس وقبلۃ الشفقۃ کاخیہ علی الجبھۃ وقبلۃ الشھوۃ کام أتہ او امتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ المؤمنین علی الید وزاد بعضھم قبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جمعہ قلت وتقدم فی الحج تقبیل عتبۃ الکعبۃ **فائدہ** اقسام تقبیل مین بعضون نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہی اوّل چومنا محبت اور پیار کا فرزند کے لیے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کیواسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بھائی کیواسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورت کو یا اپنی حلال لونڈی کو ہونٹ پر اور چومنا تحیہ اور سلام کا مومنین کیواسطے ہاتھ پر اور بعضون نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہی حجر اسود کیواسطے کذا فی البحر وہ مین کہا ہون اور کتاب الحج مین آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہوچکا یعنے یہ بھی بوسہ دیانت ہی **وفی القنیۃ** وبأیدیھم یتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یأخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عھدی ربی ومنشوری ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ تقبیل المصحف ویمسحہ علی وجھہ اور قنیہ مین ہی متعلقات مقابر کے باب مین کہ مصحف شریف کا چومنا بعضون نے کہا بدعت ہی لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے رب کا عہد ہی اور وصیت ہی اور کتاب اور فرمان ہی میرے رب عزوجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اُسکو ملتے تھے واما تقبیل الخبز فجوزہ الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا یکرہ وسہ کالیوشہ کوبن قاسم فی حاشیتہ علی شرح المنھاج کابن حجر فی بحث الولیمۃ وقاعدتنا لا مشاحۃ اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیون نے کہا کہ بدعت مباح ہی اور بعضون نے بدعت حسنہ کہا ہی اور شافعیون نے کہا کہ روٹی کا پانون سے روندنا مکروہ ہی نہ اُسکا چومنا یہ بیان کیا ہی ابن قاسم نے اپنے حاشیہ مین جو ابن حجر کی شرح منہاج مین ہی ولیمہ کی بحث مین اور ہمارے قواعد بھی اُسکو نہین کہتے یعنے روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ تکریم اُسکی حدیث مین مروی اور تقبیل منجملہ تکریم ہی واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ فان اللہ اکرمہ اور حدیث مین آیا ہی کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اُسکی تعظیم اور تکریم کرو کہ حق تعالے نے اسکو بزرگی دی ہی یعنے انسان اشرف المخلوقات کا قوت اُسکو مقرر کیا ہی

فصل فی البیع

یہ فصل ہی بیع وغیرہ کے بیعنے کام مین ہم مسلمان کی تجارت اور سوداگری اور بیعا کرنا نہ چاہیے بیشک کفر یا امر حرام کے واسطے اور دیانت نہ کرے گر اپنے کو خرید وفروخت شروع مین جائز ہو اور کسیکی نہین جان سابق مین سوال ہوا کہ قوم ترک کا بازارون مین خرید وفروخت کرتے ہین لیکن اکثر مال حرام ہی اور اُنمین بیاج اور عقود فاسدہ

رائج ہین توجواب ہوا کہ اسکی تین صورتین ہین اوّل یہ کہ اگر یقین یا غلبہ ظن سے معلوم ہو کہ یہ چیز اُنھون نے غیر سے بغلبہ لی ہو اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہو اور بازار مین بیچی ہو تو اُسکا خرید کرنا نجایز ہے اگرچہ دست بدست کئی بار وہ بک گئی ہو ثانی یہ ہو کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہو لیکن دوسری چیز سے اسطرح مخلوط ہو گئی ہو کہ جدا نہین ہو سکتی تو امام اعظم کے نزدیک پر غلبہ سے اُسکے ملک مین داخل ہو گئی مگر اُس سے خرید کرنا نچاہیے جبتک وہ مالک کو راضی نہ کرے بدلا دیکر تو اگر بلا ادا سے ضمان خرید کریگا تو مشتری مالک ہو گا سع الکرامۃ ثالث یہ ہو کہ جیب معلوم ہو کہ غصب اور سیاج وغیرہ کی چیز اُسکے پاس باقی نہین ہے بیچ ثانی غیر کے ہاتھ تو وقف کو اُسکے خرید کرنا درست ہو اور یہ فتوی ہو اور بہتر یہ ہو کہ اُسے خرید نہ کرے یا بجایے طلب حلال ان بلاد مین دشوار ہو جواہر الفتاوے مین ہو کہ ہمارے بعض مشایخ نے کہا کہ اس زمانہ مین حرام محض کا ترک لازم ہے اور لازم جان اسکے کہ ایسی چیز نہ لیو

اور سجانے کی شرط پر مال حاصل ہوا تو مالکون کو وہ مال پھیر دے اگر جانتا ہو اسواسطے کہ یہ مال بمقابلہ گناہ کے ہے تو اسکا لینا گناہ ہے اسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر صاحب مال معلوم نہو تو خیرات کردے مالکون کیطرف سے تاآنکہ اگر عین مال انکو نہیں ملا تو ثواب انکو ملے اور اگر بلا شرط نوحہ گری اور سرود کے مال ملا تو یہ مال حلال ہے کذا فی الخلاصۃ اور ہندوستان مین رائج ہے کہ اکثر قوال اور گانے والون کو اجرت نہیں ٹھہراتے اور شرط نہین کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہین تو اگرچہ ظاہر مین یہ شرط نہین لیکن درحقیقت یہ بھی شرط ہوا اسواسطے کہ فقہ کا قاعدہ کلیہ المعروف کالمشروط یعنے معمولی اور مروج مشروط کے برابر ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وجاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد اور جائز ہے آرائش مصحف مجید کی چاندی سونے سے اسواسطے کہ اسمین اسکی تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقش کاری اور آرائش مین تعظیم اور جلالت قدر ہے ہم خانیہ مین ہے کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے انتہی اور مسئلہ مسجد مین تالاب کا جو ہے مسجد مین نقش کاری چونا اور سونے کے پانی سے لباس یہ اور فقیرون کو دینا افضل ہے نقش کاری سے مضمرات مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اسواسطے کہ نماز کی دل مشغول ہو جاتا ہے تماشا مین نماز سے غافل ہو جاتا ہے اور چھت کی نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوتی اسکا لگانا مسجد مین مکروہ ہے بخلاف لید اور گوبر کے جب مٹی مین ملائی گئی تو اسکا مسجد مین لگانا درست ہے احکام کے ضرورت کے سبب سے مسجد مین کھانا اور سونا مکروہ ہے مگر معتکف کو درست ہے اور جب کھانے اور سونے کا مسجد مین قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کرلے پھر مسجد مین جائے اور ذکر خدا کرے جسقدر مدت کے اعتکاف کی نیت ہو یعنے گھڑی یا دو گھڑی کی یا نماز پڑھے پھر اسکے بعد کھانا یا لیٹنا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ مین ہے مسجد مین وضو کا لگانا سایہ کی نیت سے درست ہے بشرطیکہ مسجد مین تنگی نہوتی ہو اور صف مین خلل نہ پڑتا ہو تعظیم مسجد پندرہ طریقہ پر ہے اول یہ کہ دخول مسجد کے وقت سلام کرے اگر لوگ بیٹھے ہون اور ذکر وغیرہ مین مشغول نہون اور اگر نماز پڑھتے ہون تو لون کہے السلام علینا من ربنا وعلی عباد اللہ الصالحین ۲ نماز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد سے پہلے ۳ خرید و فروخت نہ کرے ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گم ہوئی چیز وہان تلاش نہ کرے ۶ سوائے ذکر خدا کے وہان آواز نہ بلند کرے ۷ دنیا کی باتین نہ کرے ۸ اندر جانے کیواسطے لوگون کی گردنون پر نہ پھاندے ۹ مکان کیواسطے نزاع نہ کرے کہ مین یہان بیٹھونگا تو وہان بیٹھونگا ۱۰ کسی پر تنگی نہ کرے صف مین ۱۱ نماز کے آگے نہ چلے ۱۲ مسجد مین نہ تھوکے ۱۳ وہان انگلیان نہ چٹکاوے ۱۴ سنجاسات اور لڑکون اور دیوانون کو اقامت حدود سے مسجد کو پاک رکھے ۱۵ اللہ تعالی کی یاد کو بہت کرے کذا فی العالمگیریہ حضرت صحیح مین ہے کہ جب مسجد مین جائے تو اول داہنا پانون رکھے اور درود پڑھے اور یہ دعا کرے اللھم افتح علی ابواب رحمتک اور جب باہر نکلے تو اول بایان پانون بڑھاوے اور درود پڑھے اور یون دعا کرے اللھم افتح علی ابواب فضلک لتعشیرہ اور قرآن مجید کی دس دس آیتون پر علامت بنانا جائز ہے وتقطیعہ ای اظہار اعرابہ ذہبہ یحصل الرفق جدا خصوصا للعجم فتحریر قرآن مجید کا لفظ لینے اسکے اعراب کو ظاہر کرنا لکھنا جائز ہے اور اعراب کی تحریر سے یقینا آسانی حاصل ہوتی ہے خصوصا عجمیون کو یعنی عرب کے سوا اور ملک والون کو تو اعراب بنا مستحب ہے مراد بیان مین ہے کہ اصل روایت یہ ہے کہ تعشیر اور نقط صحف مین مکروہ ہے اسواسطے کہ ہمین بدعت تجرید ہے اور عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ قرآن کو مجرد رکھو اور اسمین اُس چیز کو نہ ملاؤ جو اسمین داخل نہین اور تجرید دو معنی کی محتمل ہے ایک تجرید فی التلاوۃ یعنے قرآن کے ساتھ غیر قرآن کو نہ پڑھنا دوسری تجرید فی الخط یعنی قرآن کے لکھنے مین نقط اور تعشیر نہ کرنا کذا فی الخلاصۃ لیکن متاخرین نے کہا ہے کہ اب تسہیل کیواسطے درست ہے وعلی ھذا لا بأس بکتابۃ السور وعلامات الوقف وھو ما فیہ منفعۃ حسنۃ وترغیب فیہ اور بنا برکے نظر بہ تسہیل کے یہ مضائقہ نہین سورتون کے نام اور آیتون کی شمار اور وقف کی قسمون کے اور انکے مانند چنانچہ لفظ سجدہ علامت آیات سجود کے لکھنے مین تو وہ بدعت حسنہ ہے کذا فی الدرر والقنیہ وعلیہ الاکثر اغلا اختیار وھو الصحیح وتفسیر فقہ وتکرہ فی کتب نجوم وآداب اور قنیہ مین ہے کہ مضائقہ نہین اخبار وغیرہا کا غذات کا مصحف اور تفسیر اور فقہ کی کتابون مین لگانا اور نجوم اور ادب یعنے صرف ونحو بلاغت وغیرہا کی کتابون مین لگانا مکروہ ہے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ابو جعفر سے سوال ہوا کہ اخبار اور متعلقات کا خلکو دراق غلاف مین استعمال کرتے ہین یعنے صحاف کتابون مین لگاتے ہین تو جواب یا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ مین درست ہے وکتب الادب نجوم مین انتہی لیکن صحیح بیان نہین کہ اخبار اور احادیث کو قرآن

احکام مسجد

یہ ہم پر سلام ہو ہماری پروردگار کیطرف سے اور اللہ تعالی کے سایہ کیطرف سے

اس مسئلہ کو آخری کتاب الحظر والاباحۃ کے باب الاستبراء وغیرہ کے ساتھ ملانے سے کیا مناسبت ہے

یا التواریخ کذا فی الطحطاوی ویکرہ نقش المصحف وکتابتہ بقلم دقیق یعنی تنیا کما یعلم من شئ فی کما فقد وغیرہ فی کتب طب یجوز
مصحف کے چھوٹی سختی کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ ہے کراہت تنزیہی ہے اور فقد وغیرہ دینی کتابوں کا عندیں کسی چیز کا لپیٹنا جائز نہیں اور طب کی کتابوں میں
لپیٹنا جائز ہے ہم کتابت قرآن کا جو قصد کرے اسکو لائق ہے کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور بین السطور کشادہ
رکھے اور مصحف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذا فی الغنیہ دخول الذمی مسجدا مطلقا وکرہ مالک مطلقا وکرہ محمد والشافعی واحمد
فی المسجد الحرام اور جائز ہے ذمی کا ہر مسجد میں داخل ہونا ذمی کا ہر مسجد میں اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اسکو مکروہ کہا ہے ہر مسجد میں اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے
جانے کو مکروہ کہا ہے ذمی کے حق میں ہم امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابوداود میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو مسجد میں اتارا اور مسند احمد اور طبرانی
میں بھی اس مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی العینی شافعی کی دلیل یہ آیت ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بعد عامہم ھذا یعنے مشرک ناپاک ہیں
تو مسجد الحرام کے قریب نہ جاویں اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ غسل جنابت اسطرح نہیں کرتی کہ جنابت رفع ہو اور نجاست کی دلیل سے
مالک نے کہا کہ کسی مسجد میں انکا جانا روا نہیں شارح نے اسکا جواب اگلے قول میں دیا قلنا النہی التکریمی لا تکلیفی ہم جواب کہتے ہیں کہ قرآن کی نہی تکریمی ہے
نہ نہی تکلیفی ہم تکوینی نسبت ہے تکوین کی طرف اور تکوین ماتریدیوں کے نزدیک وہ صفت قدیمہ ہے جسکو طرف افعال کی صفات رابع ہوتی ہیں تو ایت شریفہ کے معنی
یہ کہ حق تعالی مشرکین میں مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نہ کریگا امر تکوینی کی مثال اُمْتُلْخُوْا اَوْ گزرا اور امر تکلیفی کی مثال اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور تکوینی اور تکلیفی
کا فرق یہ ہے کہ امتثال متخلف نہیں ہوتا امر تکوینی سے عقلاً اور تکلیفی سے مختلف ہوتا ہے کذا فی الحلبی وقد یجوز واعبور عابر السبیل جنبا اور البتہ شافعیوں نے
جائز رکھا ہے جنابت میں مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کے مانند ہم یعنی ہمیں شافعیوں نے جنابت کفار کو عدم دخول مسجد پر دلیل ٹھہرایا ہے سو دلیل نا تمام ہوا سواسطے کہ
اُنکے نزدیک مسجد میں بلا وقف گذرنا درست ہے فصحح لا یقربوا الا یمکثوا ولا یعتمروا عرفۃ یعنی عامہم ھذا عام تسع حین امر الصدیق وقادی
علیا علیہ بسورۃ برأۃ قال اکا لا یحج بعد عامنا ھذا مشرک ولا یطوف عریان رواہ الشیخان وغیرھما فلیحفظ یعنی جب نبی تکوینی ٹھہری تو آیت شریفہ
کا مطلب یہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برپا نہ کرینگے اس سال نویں سال کے بعد جبکہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہوئے تھے اور حضرت علی نے اپنے اونٹ پر سے سورہ
برات باآواز بلند سنادی اور کہا خبردار رہیو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی برہنہ طواف نہ کرے اسکو شیخین یعنے بخاری اور مسلم وغیرہما نے
روایت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتفاقی نے کہا کہ آیت ہمارے اصحاب کی نزدیک سیر محمول ہے کہ مشرک منع کیے جاوین مسجد الحرام کی تولیت اور کاریردازی سے
یا برہنہ طواف پر محمول ہے جنانچہ جاہلیت میں کرتے تھے تو حق تعالی نے تنزیہ مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہ کہ نفس دخول ممنوع ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور
ہو چکی تو یہ حکم یا فقط مومنین کو ہے کہ اکلوروکمین یا مومنین اور کفار دونوں کو ہے جب اُس قول کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہیں اور یہ نہی تکوینی نہیں ہوا سواسطے
یعنی تکوینی کا مدلول نہی سے عقلاً متخلف نہیں ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہوا انتہی طحطاوی نے کہا یعنی یہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف
نہیں کیا تو بہتر یہ تھا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اہل مذہب نے کیا ہے انتہے مختصرا تصرف وکانتوا عاموا فی فضل الجزیۃ اور نہ بھولیو وہ مضمون جو جزیہ
کی فصل میں گذر گیا ہم فصل جزیہ میں یہ ہے کہ محمد نے سیر کبیر میں دخول کافر کو مسجد الحرام میں منع کیا ہے اور سیر کبیر میں عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہے
محمد کی تو ظاہر اُصین وہ مسئلہ وارد کیا ہے جو آخر کار خوب ثابت ہو گیا ہے وجاز نعیادتہ بالاتفاق اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق ہم بخاری وغیرہ میں
مروی ہے کہ یہودی لڑکا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اُسکی عیادت کو تشریف لیگئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان
ہو گیا تو حضرت نے فرمایا شکر ہے خدا کو جسنے اُسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن مجید میں حربی کفار کے
احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر میں یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے وفی عیادۃ المجوسی قولان اور مجوسی

کی عیادت میں دو قول ہیں جواز اور عدم جواز وجاز عیادۃ فاسق علی الاصح کانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہی بیمار پرسی فاسق کی برقول صحیح اسواسطے کہ فاسق مسلمان ہی گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانوں کے حقوق میں سے ہو وجاز خصاء البھائم حقا للہ اور جائز ہی خصی کرنا جانوروں کا یہانتک کہ بلی کا بھی ہم خصی وہ جسکا خصیہ نکالا جاے ہندی میں اسکو بدیا کہتے ہیں واما خصاء الادمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہی ہم خواجوں سے خدمت لینا اور انکو عورتوں میں جانے دینا مکروہ ہوا امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ انکے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے انکو کیوں خصی کرتے بعضوں نے کہا کہ جو خصی منصوص ہیں لو ہیں اول یہ کہ مسلم کے صلب سے پیدا نہیں ہوتے اور نہ انسے مسلمان پیدا ہوتا ہی اور لوگوں کی تادیب میں نیز بدمست اور خوبصورت اور عورتوں کی مجلس میں آنے کرنے سے نیز کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے میں نہایت حریص ہوتے ہیں اور شدت سے بخیل ہوتے ہیں باوجود یکہ اولاد نہیں رکھتے کذا فی العینی قیل والفرس بعضوں نے کہا اور گھوڑے کا آختہ کرنا حرام ہی ہم شیخ الاسلام نے کہا حرام ہو اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک آختہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں وقیدہ بالنفقۃ والا فحرام اور خصی کرنے میں فقہا نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہی ہم یعنے اگر گھوڑے کے سوا اور جانور کا خصی کرنے میں فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست ہی اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہو تو حرام ہی چنانچہ عالمگیری میں میں ذخیرہ سے وانتزاع الحمیر علی الخیل لعلسم فیستانہ اور گدھا چڑھانا گھوڑی پر اور گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہی یعنے یہ کہنے کے واسطے کذا فی الاستانی والحقنۃ للمتداوی ولو للرجل یطاھا لا بنفسہ اور حقنہ اور عمل طائر بیماری کے علاج کیواسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہی اگرچہ حقنہ مرد کیواسطے ہم دفع مرض کیواسطے حقنہ درست ہی نہ بنفسہ بدن کیواسطے سنن ابوداؤد میں ابودرداء سے روایت ہو فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اتاری ہیں اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہی تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نہ کیجیو کذا فی العینی ولکن اکل الدواء کیجوز لا یطاھا لا بنفسہ اور اسیطرح پر علاج کرنا جائز نہیں مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النھایۃ بھم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاءہ ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ میں حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہی بشرطیکہ مسلمان طبیب اسکو خبر دی ہو کہ اسی حرام چیز سے شفا ہو اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہیں پائی ہم ذخیرہ میں ہی ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت سے نظر کرنا چاہیے اگر یقینا جانتا ہو کہ شفا ہو جائیگا تو حلال ہی اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہیں تمرتاشی میں ہی خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کیواسطے جائز ہی جبکہ طبیب مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری اسمیں شفا ہی اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہیں اور اگر طبیب نے کہا کہ اسمیں جلد شفا ہوگی تو اسمیں اختلاف ہی کذا فی العالمگیریۃ قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یفھم الحرام عند العلم بانتفاء دل علیہ جواز لسعۃ الملھۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ العطش انتھی وقد صناہ میں ہی اور بزازیہ میں ہی کہ اس حدیث کا یہنے مقرر اللہ تعالی نے تمھاری شفا مقرر نہیں کی اس چیز میں جسکو تم پر حرام کی مطلب یہ ہی حرمت ہم شفا معلوم ہونے کیوقت یعنے جب یقینا بلا تردد معلوم ہو جاے کہ اسی حرام چیز میں شفا ہی تو اب اسکی حرمت باقی نہ رہی دلالت کرتا ہی اس مطلب پر قولہ انما نہی کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کیواسطے انتھے اما سکو مفصل ذکر کر چکے ہیں یعنے اگر لقمہ حلق میں اٹک گیا کسیطرح نہیں اترتا اور پانی سمیت ملتا تو اسوقت شراب پینا بقدر لقمہ اتارنے کے درست ہو اور اسیطرح عطش میں شراب پی لینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہو اور حالانکہ شراب بخبل حرام ہی تو معلوم ہو گیا کہ اسوقت اسکی حرمت باقی نہ رہی والاجواز کی کون صورت ہی تتمہ دوا کرنا درست ہی اگر یہ اعتقاد ہو کہ شفا دینا اللہ تعالی کا ہی اور دوا کو اسنے سبب ٹھہرایا ہی اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شفا دیتی ہی تو درست نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ انا لامر کے اسباب تین قسم میں ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہی چنانچہ پانی مرعطش کا مزیل ہی اور روٹی مزگرسنگی کی مزیل ہی وہ دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسیطرح سائر ابواب طب بیخے برودت کا معالج حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی باب طب میں ظاہر ہی تیسرا سبب جو موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا تو کل نہیں بلکہ اگر برودت کا خوف ہو تو اسکا ترک کرنا حرام ہی اور سبب موہوم کا ترک کرنا تو کل کی شرط ہی اسواسطے کہ حدیث میں متوکلین کا وصف یوں ہی فرمایا ہی کہ وہ داغتے نہیں اور افسون

نہیں کرتے اور درجہ توسط یعنے سبب ظنی جیسے علاج کرنا اصباب طب سے تو اسکا کرنا توکل کے مخالف نہیں بخلاف سبب موہوم اور اسکا نہ کرنا بھی ممنوع اور محظور نہیں برخلاف ترک سبب قطعی بلکہ گاہے ترک علاج افضل ہوتا ہے اسکے فعل سے بعض احوال میں بعض اشخاص کیواسطے چنانچہ عادیہ میں ہے تلمیسہ یعنے ایک شخص کا پیٹ جاری ہوگیا یا آنکھیں جوش میں آئیں سوائے دوانہ پی یہانتک کہ ناتوان ہوکر مرگیا تو یہ گناہ نہیں اور اگر بھوکا رہا اور اسنے نہ کھایا باوجود قدرت کے یہانتک کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ کھانا بقدر قوت کے آسودہ کردیتا ہے یقیناً تو اسکا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہیں یعنے حصول شفا کا سبب قطعی نہیں ہے حجامت یعنی خون کا نکالنا پچھنے سے شخص کو مستحب ہے اور حجامت بعد نصف ماہ بروز پنجشنبہ بہتر اور نافع ہے اور پندرھویں تاریخ سے پہلے مکروہ ہے ذخیرہ میں ہے کہ آدمی اور سوکے سوا اور حیوانات کی ہڈیوں سے علاج کرنا درست ہے لیکن اگر مردار جانور ہو تو اسکی خشک ہڈی سے علاج درست ہے نہ تر سے قنیہ میں ہے کہ عورت کے دودھ کا ناس لینا مرد کو اور علاج کیواسطے بیمار درست ہے لیکن جواہر اخلاطی میں ہے کہ اجزاء آدمی سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں خلاصہ میں ہے کہ تریاق کا کھانا مکروہ ہے جبکہ اسمیں سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیع اسکی درست ہے اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ اسمیں سانپ نہیں پڑا ہے تو اسکا پینا درست ہے محیط میں ہے کہ لکڑکوں کا داغنا مرض سے اور بسیط میں حیوانات کا داغنا شفا کیواسطے درست ہے خزانۃ الفتاوی میں ہے کہ قرآن کے فسوں کے نمک اختلاف ہے یعنی مریض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ میں لکھنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن میں لکھ کے دھونا اور بیمار کو پلانا علماء اور مجاہد کے نزدیک مباح ہے اور سختی کے نزدیک مکروہ ہے خزانۃ المفتیین میں ہے کہ نوروز کے ایام میں کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازوں پر چپکانا حرام ہے اسواسطے کہ اسمیں اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہے اور پنجشنبہ سے مشابہت ہے الکل من الحرام کیہ ویجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا جمع بحق ولا یحل اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال یعنے خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال واجبی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اسمیں سے لینا حلال نہیں یعنے اسواسطے کہ وہ غیر کا مال ہے اسکے مالک کو پھیر دینا چاہیے کذا فی الزیلعی وعبر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر ما یکفیہ واھلہ وکل زمان وفی غیابی الحجۃ اور صفت رزق ظیفہ قاضی تعبیر بہ رزق کیا تا معلوم ہو کہ بقدر اسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اسکے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اسکی بیت المال سے متعلق ہے قول اصح میں ہم اسواسطے کہ اسنے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کیواسطے اور عبس منجملہ اسباب فقہ ہے وھذا لو بلا شرط وھو کالاجر تقوم الاعمال القضاء طاعۃ فلم یجز کسائر الطاعات قلت وھل یجری فی کلام المتاخرین بحر اور یعنے بیت المال سے قاضی کی روزی کی علت اسوقت ہے جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو اور اگر شرط سے ہو اجارت کے مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہے اسواسطے کہ فصل پر یہ قربات کا طاعت اور عبادت ہے تو اسکا اجارہ جائز نہ ہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہیں میں کہتا ہوں اور کیا قضا میں متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہیں اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم متاخرین کا کلام یہ ہے کہ طاعت پر استیجار درست ہے طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہ ہے کہ جسکے نزدیک قرارت قرآن اور فقہ تخصیص سے بھی اجارہ ہے تو قضا وغیرہ حاجات میں اجارہ جائز نہ ہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکھتا ہے تو اسکے نزدیک درست ہوگا وجاز سقی دارہ وام الولد والمکاتبۃ والمبغضۃ بلا محرم ھدایۃ زمانتا لما فی زمانتا فلا لغلبۃ اھل الفساد وبہ یفتی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ اور جو لونڈی کہ نصف یا اسسے آزاد ہو تو اسکا سفر کرنا بدون محرم کے درست ہے یہ حکم تھا زمانہ قدیما کا ہمارے زمانہ میں تو صغیر غیر محرم کے ساتھ لونڈیوں کا جائز نہیں اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی کذا فی الکافی وجاز شراء مالا بد للصغیر منہ وبیعہ لو بیع مالا بد للصغیر منہ کالخبز والدوا والملتقط ھو فی حجرھم او فی کفالتھم والا لا اور صغیر کیواسطے خرید کرنا اس چیز کا جو اسکے واسطے ضروری ہے چنانچہ نفقہ اور کسوت اور دایہ نوکر رکھنا اور بیچنا اسکا جو صغیر کیواسطے ضروری ہی جائز ہے اسکے بھائی اور چچا اور ماں کو اور اسکو جیسے الوارث اڑکا بڑا یا بالغ بشرطیکہ صغیر اشخاص مذکورین کی حفاظ اور پرورش میں ہو اور اگر انکی پرورش میں نہ ہو تو خرید فروخت صغیر کے مال کی درست نہیں وجاز اجارتہ لاصہ فقط لو فی حجرھا وکذا الملتقط علی الاصح کذا اعزاہ المصنف وشرح المجمع والمراد فیہ ویأتی متنا ما ینافیہ فتنبہ اور فقط اسکی ماں کو صغیر کا اجارہ دینا

دینا جائز ہے اگر اسکی پرورش میں ہو اور اسی طرح لاوارث لڑکا پانے والے کو صغیر کا اجارہ درست ہے بنا بر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ترجیح دی ہے اور میں نے اسکی طرف نسبت کیا ہے اور میں نے انہیں نہیں دیکھا اور آگے متن میں وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہے تو آگاہ رہو میں طحطاوی نے کہا کہ سرمد قول مصنف زیلعی میں ہے قدوری کی روایت سے لینے صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہے اسواسطے کہ اسمیں ضرورت ہے اور صغیر کے واسطے محض نفع ہے ولذا لم یعتد بقول خلافہ للشافعی اور اسیطرح صغیر کے چچا کو اسکا اجارہ دینا درست ہے ابو یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک اور شارح کی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ اسنے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہے حالانکہ شرنبلالیہ میں یوں ہے کہ اگر صغیر چچا کی پرورش میں ہو اور اسکی ماں اسکا اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو آجر الصغیر نفسہ لم یجز لانہ اذا فرغ العمل انتفع بہ نفعا یقع للمستوفی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہیں مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت ہو گئی ہو تو جائز ہے کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہو گیا تو اجیر پر واجب ہو گا یعنے علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو اب یہ احتمال ضرر کا احتمال نہ رہا اجرت حاصل ہونے سے سراسر نفع ہو گیا وھما اجارہ اب وجد وقاض ولو بدون اجر مثل فی الاصح کما یعلم من الکافی وقیدنا بالاب والقاضی لانہ لیس للوصی ان یؤاجر الصغیر من نفسہ اور صحیح ہے اجارہ دینا صغیر کا باپ اور دادا اور قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول میں چنانچہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے تو اسکو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب لم یعلم انہ خمر لانہ لم یعلم المعصیۃ لانتقدم یعنہ بل بعد تغیرہ وقیدنا بکونہ لا اعانۃ علی المعصیۃ اور نہیں جائز اس شخص سے جسکے بارے میں جانتا ہے کہ اسکی شراب بنا دیگا درست ہے اسواسطے کہ گناہ قائم نہیں ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شیرہ کے متغیر ہونے کے بعد یعنے شیرہ بیع میں نجس نہیں جو اسکی بیع ناجائز ہو بلکہ جب اسکی حیثیت بدل کر شراب بنیگی تب گناہ ثابت ہو گا اور قول ضعیف یہ ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانے والے کے ہاتھ مکروہ ہے گناہ کی اعانت کی وجہ سے ہم شیرہ انگور کی بیع درست ہے جیسے جاریہ مغنیہ اور کبوتر پالنے والے میندھے اور اکھڑنے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہے اسواسطے کہ ان اشیاء کی ذات خلاف شرع نہیں بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہے جیسے گانا اور ٹکا گانا اور کبوتر اڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہے برہان میں ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہیں بدلیل قولہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ باہم مدد گاری نہ کرو گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ یعنے حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہے کذا فی الطحطاوی ونقل المصنف عن السراج والاتقانی ان قولہ علیہ السلام لعن اللہ فی الخمر عشرۃ ومثلہ فی الجوھرۃ والباقانی وغیرھما زاد القھستانی معزیا للخانیۃ ان یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح میں شراح اور متکلمات سے نقل کیا ہے شیرہ انگور کی بیع کا فر شراب ساز سے مکروہ نہیں اور مسلمان شراب ساز سے تو اسکی بیع مکروہ ہے اور اسکی ناشتہ جوہرہ اور باقانی وغیرھما میں ہے اور قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع امرد عن یلوط بہ سلاح من اھل الفتنۃ لانہ لا معصیۃ تقوم بعینہ بخلاف بیع امرد کے اس شخص سے جو اغلام کرتا ہے اور ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے کہ وہ جائز نہیں اسواسطے کہ یہاں گناہ بعینہ اسی چیز سے قائم ہوتا ہے بالتغیر ثم الکراھۃ فی مسئلۃ الکرم دمصرح بھا فی بیوع الخانیۃ وغیرھا واعتمدہ المصنف علی خلافہ فی الزیلعی والعینی وان اقرہ للصنف فی باب البغاۃ قلت فی قد منا نہ معزیا للتمرتاشی ما قامت المعصیۃ بعینہ کرہ بیعہ تحریما والا فتنزیھا فلیحفظ ثم تو پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسلمان مرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع میں مذکور ہے اور مصنف نے اسی پر اعتماد کیا ہے یہاں برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگر یہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں باب البغاۃ کے اندر میں کہتا ہوں اور ہم وہاں باب البغاۃ میں ذکر کر چکے ہیں نہر الفائق کے حوالہ سے خزینہ بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہو تو اسکی بیع مکروہ تحریمی ہو اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہو تو اسکی بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تناقض دفع ہونے کے واسطے تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع ہو گیا یعنے نفی کراہت زیلعی تحریمی پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم جاز تغیر کنیسۃ الا اذا کنیسۃ عباد وتخانۃ یہود یان فارس میں اسکو کنشت کہتے ہیں تبدیل ہو گئی ہو یعنے مرمت اور نئی بنانا اعادہ بعد ہدم الدہر ومنع القھستانی من ہو اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت میں مدد دی کرے تو البتہ اس سے

عین عمل متی تصیت نہیں ہو اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وھل حرم ذبحہ نفسہ ذبابۃ یجر اوکافر ذمی کی شراب کا ذبابۃ پیٹھ پر یا اپنے جانور پر جزدوری لیکر جائز ہو امام کے نزدیک یہ مکروہ ہو اسواسطے کہ شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہو منجملہ انکے حامل بھی ہو امام کی دلیل یہ ہو کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل گاہے شراب کے گرادینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہو اور لعون وہ حامل ہو جو معصیت کا قصد کرے شیخ الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہو اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لانہ عصر علی القیام المعصیۃ فیہ اور شراب بیچنے کی نوکری نہیں اسواسطے کہ معصیت لعینہ قائم ہو وجاز اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ ای قراھا لا یغیرھا علی الاصح وانما الاصصار والقری غیر الکوفۃ فلا یکون الظھور شعار الاسلام فیھا وخص سوادالکوفۃ لان غلب اھلھا کاھل الذمۃ فلیحتمل بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر فقاکہ لا یمنع ذمیا کانہ اعان علی المعصیۃ وبہ قالت الثلاثۃ نہ رملے اور قریات کوفہ مین گھر کرایہ دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کیواسطے یا اسمین شراب بیچنے کیواسطے جائز ہو سوا قریات مذکورہ کے بنا بر قول اصح کے اور شہرون اور غیر کوفہ کی دیہات مین تو اسود مذکورہ کی فدرت نہ ہیجاسے کافرون کو علامات اسلام کی ظاہر ہو جانے کے سبب سے اور قریات کوفہ مین یہ بات اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر یہان کے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کیواسطے لائق نہیں اسواسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہو اور یہی قول ہو امام شافعی اور مالک و احمد کا کذا فی الزیلعی وھم کی دلیل یہ ہو کہ اجارہ واقع ہو منفعت مکان پر لہذا اجرت بجرم تسلیم کے واجب ہوتی ہو اور تسلیم معصیت نہیں معصیت تو ساجر کے فعل سے ہوتی ہو اور اسمین مؤجر کا بھی جرم ہو جیسے فعل نجار درمیان مین واقع ہو اور معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہو گئی واللہ اعلم وجاز بیع دار بنا و بیوت مکۃ وارضھا بلا کراھۃ وبہ قال الشافعی وبہ یفتی خلافا للثانی وقد اکثر الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھر دون کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہو اور یہی قول ہو شافعی کا اور اسیکا فتوی دیا ہو عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہو کتاب الشفعہ مین ہم وہان کی عمارت کی بیع تو بالاجماع جائز ہو اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور امام کی ایک روایت مین درست ہو اور اسی پر فتوی ہو اور دوسری روایت امام سے یہ ہو کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں فتح فی البرھان فی باب الحصر کما یکرہ بیع ارضھا کذلک یکرہ ایجارھا وبہ یوخذ اور برہان کے باب الحشر مین ہو کہ زمین مکہ کی بیع وہان کی عمارت کی مانند مکروہ نہیں اور اسی پر عمل ہو وفی مختار الفوائد الصحیح انہ لا بأس بہ لانہ مبنی بنفسہ واجارتہا لکن فی الزیلعی وغیرہ کرہ ایجارھا اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل مین ہو کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے مین اور اسکے کرایہ مین کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اسکا کرایہ مکروہ ہو وفی اخر الفصل الخامس من التتارخانیۃ واجارۃ الدور جائزۃ قال ابو حنیفۃ اکرہ اجارۃ بیوت مکۃ فی ایام الموسم وکان یقول لھم ان یتزلوا علیھم فی دورھم لقولہ تعالی سواء العاکف فیہ والباد وبہ نخذ فیما فی غیر ایام الموسم الیوم یلحظ قلت وبہ یظہر الفرق والتوفیق وھکذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم یقول یا اھل مکۃ لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم یتلو الایۃ فلیحفظ اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کی کتاب الاجارہ مین مدون کتاب الوقف مین کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہون کہ مکہ معظمہ کے گھرون کا کرایہ موسم حج کے دنون مین اور امام ابو یوسف کو فتوی دیتے تھے کہ حاجیون کو اتارین اپنے گھرون مین بہ دون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ مین بسنے والا اور مسافر برابر ہو اور موسم حج کے سوا اور دنون مین وہان کے کرایہ کی خصومت دیتے تھے انتہی ما فی التاتارخانیہ والوہبانیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مین کہتا ہون اور اس تفریق سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور رفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم حج مین بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اہل مکہ اپنے گھرون کے دروازے نہ بناؤ تاکہ مسافر دہان اترے جہان اسکا جی چاہے یہ کراہت مذکورہ پر دلالت کرتے تھے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فجاز قید البعد نحو زاد علی الیوم درھما کما یباح فی القساۃ وجائز ہو قید کرنا غلام کا بیڑی ڈال کر تو دلو بھر گھاس سب سے اور وہ مسلمانون کا طریق ہو بد کارون کے حق مین بیچے اس قید سے قید کرنا درست ہو اور اگر اسکا خوف نہ ہو تو جائز احترما کو تکلیف دینا حرام مکروہ ہو اور یہی حکم ہو لونڈی کا کذا فی الطحطاوی وجاز ھدیتہ تاجرا واجابۃ دعوتہ واستعارۃ دابتہ استخدانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہو جبکہ وہ بازن سے سوداگری کرتا ہو

اور اسکی دعوت قبول کرنا اور اسکا جانور عاریت لینا درست ہے اندرونے مستحسان کے ہر قیاس یہ ہے کہ اسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہیں ہے لیکن بطریق استحسان کے درست ہے تا اہل معاملہ اسکی طرف رجوع کریں اور سوداگری اسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا تحفہ قبول کیا اسکے ارادہ ہونے سے پہلے اور بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اسکے حق میں صدقہ ہے اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای قبول ھدیۃ العبد ثوبا واھداؤہ النقدین لعلم المولی ورضاہ اور مکروہ ہے اسکی پوشاک یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپیہ اشرفی کا ہدیہ دینا اسکا مکروہ ہے عدم ضرورت کے سبب سے یعنے یہ امور منجملہ سوداگری کے نہیں واستخدام الخصی ظاھرہ الاطلاق قیل بل خصوصہ الحریم لوستہ خمستہ عشر اوخصی یعنے خوجے سے خدمت لینا مکروہ ہے ظاہر اس کلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہے خواہ باہر خواہ گھر میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوجے سے باہر خدمت لینا مکروہ نہیں بلکہ اسکا جانا گھر کے اندر عورتوں میں مکروہ ہے اگر اسکی عمر سیزدہ سال سے زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال لجنازۃ شیرہ دراھم اوبرا لخوف ھلاکہ لو بقی لیشترط لیأخذ منقد قامتہ بذلک ما شاء ولو لم یشترط حالا لاحتمال کریعلم انہ یدفع لذلک شریٰ بلا لیہ لانہ قرض جر نفعا مطلقا بقاء مالہ او بکرہ ہے اقراض یعنے روپیے یا گیہوں بقال یا نانوائی وغیرہ کو دینا تالف ہو جانے کے خوف سے اگر اسکے پاس رہے یہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعوض اسکے لیا کریگا متفرق چوچا بیگا اور اگر یہ شرط حال عقد یعنے دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہے کہ وہ اسواسطے دیتا ہے تو بھی مکروہ ہے کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہ ہے کہ اسطرح دینا وہ قرض ہے جس سے مالک کو نفع حاصل کیا یعنے مالک کا مال باقی رہنا ہم اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس پیسہ رکھدیتا ہے کہ اس خیال سے کہ میرے پاس باقی نہ رہیگا فرج ہو جائیگا تو بقدر ضرورت اتنا لے لیتا ہے تو یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ دینے کیوقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ معروف کامل شروط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی میں حدیث مرفوع ہے کہ جب قرض دے تو سنقرض کا ہدیہ قبول نہ کرے اور اسکی سواری سوار نہو مگر اسوقت جبکہ ہدیہ دینا اور سوار ہونا وہ دونوں میں قرض سے پہلے بھی جاری ہوا اور بیہقی کی دوسری روایت یہ ہے کل قرض جر منفعۃ فھو وجہ من وجوہ الربوا یعنے جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہے ربا کی وھو کذا فی العینی شرح الھدایۃ فلو ادعاہ کرہ کالہ لو ھلک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت رکھدے اور اسسے متفرق لیا کرے تو کرہ نہیں اسلیے کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جاوے بقال کے پاس تو امین ہے تاوان نہیں ہم جب ودیعت میں ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا لہذا اجر منفعت مکروہ ٹھہرا ولذا لو شرط ذلک قبل الاقراض او قضاہ لم یکرہ الاتفاقا فتستانی وشرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق مکروہ نہیں کذا فی الفتستانی والشرنبلالیہ تنبیہ اس عبارت میں اسکی تین صورتیں مذکور ہیں ایک یہ کہ لینا بطریق تبرع یا خریدے کے قرض میں شرط کرے دوسرے یہ کہ شرط نہ کرے لیکن معلوم ہو کہ اسیکے واسطے دیتا ہے یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں تیسری صورت یہ ہے کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد اسکے قرض دے تو یہ جائز ہے کیونکہ اسمیں نفع شفعت شرط نہیں کذا فی الھندی عن الظھیریۃ وعن الشرنبلالیۃ وکرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا مکروہ تحریمی ہے ھم یکھیل الرشیر بن بابک سے نکالا ہے اور اسکو شیر بھی کہتے ہیں کذا فی القاموس فتستانی یہ کہا کہ یہ کھیل غالبا بن اردشیر کی موضوعات سے ہے اور وہ سرا بادشاہ ہے ملوک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہے اور مستحق عدالت ہے بالاجماع انتہی اور حرمت نرد شیر کی حدیث مرفوع میں ثابت ہے چنانچہ جامع صغیر میں ہے اور حصینی نے اسمیں صحیح مسلم سے روایت کی ہے قال لا تشطرنج بکسر اولہ ویحل ولا یفتح الا نادرا اور اسیطرح شطرنج مکروہ ہے شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور سین مہملہ بھی جائز ہے اور اسکو فتحہ نہیں دیا جاتا مگر قلت ہم ہر جزء شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ میں مذکور ہے لیکن عمدہ دلیل اسکی تحریم پر یہ ہے کہ وہ لہو لعب نافلہ ہے اور ان لاعب نافلہ سے بنکا استثنا حدیث معتمد میں ثابت ہے خلاصہ کذا فی العینی شرح وقایہ میں ہے کہ شطرنج کھیلنے میں فوت نماز کا مظنہ ہے اور عرض ضائع کرنا ہے اور نظر باطل کا ایسا معتیاد ہے کہ کھیلنے والے کو بھوک پیاس کی خبر نہیں رہتی اور چیز کا کیا ذکر ہے وابا حہ الشافعی وابو یوسف فی روایۃ ونظمہا شاعرھم الوھبانیۃ فقال ؎ لا بأس بالشطرنج وھی لاہیۃ یعنی الجزء فی المشرق والمغرب یؤنث اور شطرنج کو اسیطرح کہا ہے شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت میں اور اسکو نظم کیا ہے وھبانیہ نے سویوں کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں

نہیں شرح منیہ میں اور ایک روایت ہے منقول علامہ شرنبلالی سے غرب کے قاضی سے یعنے ابو یوسف سے وھو اذا الم یقام ولم یداوم ولم یخل بواجب فلا فرق بالجماع اور یہ اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اسوقت ہے جبکہ قمار بازی نہ کرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور اداء واجب میں مثلاً جمعہ اور جماعت پہنچا نہ میں خلل ڈالے اور نہیں تو سبکے نزدیک حرام ہے درر کو کل لہو ولعب فانہ صلی اللہ علیہ وسلم کل لہو للمسلم حرام الا ثلثۃ ملاعبۃ اھلہ وتأدیبہ لفرسہ ورمیہ عن قوسہ اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا سبقت کیواسطے ھم لہو اور لعب اور عبث بمعنی واحد ہیں کذا فی شرح التاویلات اور حرمت ملاہی قرآن مجید میں بھی مصرح ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا یعنے کیا یہ تمنے گمان کیا ہے کہ ہمنے تمکو عبث پیدا کیا ہے نسائی کی حدیث مرفوع میں تَعَلَّمُ سِبَاحَتَ یعنے پانی میں طیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنےٰ ہے ذکرہ وجعل القتل طوق لہ رأیتہ فی عنق العبد یعلم بہ انہ قنہ فی زماننا کالبا مرج الغلبۃ الکباش خصوصاً وان السواد ھو المختار کافی شرح المجمع للعینی اور کیل والا طوق غلام کے گلے میں ڈالنا جس سے اسکا بھاگنا ثابت ہوگیا وہ ہے اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ نہیں بسبب کثرت بھاگنے کے خصوصاً حبشی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہے ھم رایت وہ علامت ہے جو غلام کے گلے میں ڈالے تا معلوم ہو کہ یہ گریختہ ہے اور وہ طوق ہے جسمیں سماع علیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہے کذا فی المطماوی ذکرہ قولہ فی دعائہ بمعقد العز من عرشک ولو بتقدیم العین اور اپنی دعا میں یوں کہنا مکروہ ہے کہ بمعقد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر ھم یہاں دو صورتیں ہیں تقدیم عین کی قاف پر اور معقد یعنے تقدیم عین کی قاف پر سو دونوں طرح مکروہ ہے اسواسطے کہ معقد مشتق ہے قعود سے تو تکمن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہ قول مجسمہ کا باطل ہے اور معقد بتقدیم عین بھی جائز نہیں اسلیے کہ عرش کو موضع معقد عزت کہنا موہم حدوث ہے اسواسطے کہ عرش قدیم نہیں محدث ہے تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ہوگی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی اخصاً وعن ابی یوسف لا بأس بہ واخذ ابو اللیث بھذا الحدیث اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دعا میں بمعقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے پسند کیا ہے بدلیل انکے کہ ہم اثر مذکور کو بیہقی کی کتاب الدعوات عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت نماز ادا کر رات یا دن میں اور دو رکعت میں تشہد پڑھ اور آخر نماز میں ثناء خدا عزوجل کر اور درود پڑھ اور سجدہ میں سات بار سورۂ فاتحہ پڑھ اور آیۃ الکرسی سات بار پڑھ اور لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک لہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر دس بار کہہ پھر یہ دعا کر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِمَعْقَدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِکَ وَمُنْتَھَی الرَّحْمَۃِ مِنْ کِتَابِکَ وَاسْمِکَ الْاَعْظَمِ وَکَلِمَاتِکَ التَّامَّاتِ پھر اپنی حاجت مانگ پھر اپنا سر اٹھا پھر داہنے بائیں سلام کر اور امتحان کو یہ دعا نہ سکھا اسواسطے کہ وہ دعا کرینگے تو قبول ہوگی انتہی ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابن معین اور حبان نے اسکی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الہدایۃ للطحاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عزت کو عرش کی صفت قرار دیجیے نہ صاحب عرش کی تو یہ دعا جائز ہوگی اسواسطے کہ تو صیف عرش کی بلفظ کرم اور مجد کے ثابت ہے اور فقیہ ابو اللیث نے جو اسکو اختیار کیا ہے تو اسکی یہی وجہ ہے واللہ اعلم بالصواب واما کون طلاقہ متلازم لکونہ خبرا وجعل فیما یفید القطع اذا لمتشابہ انما یثبت بالقطع ھذا یہ اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع میں ہے اسواسطے کہ خبر واحد ہے اس امر میں جو دلیل قطعی کے مخالف ہے اسواسطے کہ متشابہ تو قطعی سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ ھم یعنے تنزیہ رب العالمین شوائب حدوث اور جسمانیت سے بدلیل قطعی ثابت ہے اور یہ خبر مُوہِم حدوث ہے تو اسکی نزک میں احتیاط ہے بلکہ جب اسکا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہے درد فی التاتارخانیۃ معزیا المنتقی عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہم انہ کان لا یری بأسا ان یقول فی دعائہ بمعقد العز من عرشک والدعاء المأذون فیہ المأمور بہ ھو ما استفید من قولہ تعالیٰ لِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا قَالَ وَکَذَا لَا یَصِحُّ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ لَا عَلَی النَّبِیِّ صلے اللہ علیہ وسلم اور تاتارخانیہ میں منسوب بمنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفہ منقول ہے کہ کسیکو دعا مانگنا لائق نہیں مگر بذریعہ ذات اور صفات اور اسماء الٰہی کے اور دعا ماذون فیہ اور مامور بہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول سے مستفاد ہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء حسنے ہیں سو انھیں سے اسکو پکارو یعنے دعا کیا کرو کہا اور اسیطرح صلوٰۃ اور درود کو بھی کسیکو

نکلے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوۃ درست نہیں لیکن بالتبع درست ہے ہم خانیہ میں ہے کہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوۃ کہنا اسطرح کہ اللھم صلی علی فلان مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملاکر یوں کہنا اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ تو جائز ہے انتہے لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوۃ درست ہے اور سلام سجائے صلوۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک وبحق البیت لان لا حق للمخلوق علی الخالق تعالی اور مکروہ ہے یوں کہنا دعا میں بحق رسلک وبحق انبیائک وبحق اولیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچھ حق ثابت نہیں خالق تبارک وتعالی پر ہم انبیا اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالی پر وجوباً ثابت نہیں لیکن تفضلاً وکرماً ثابت ہے یہاں تک کہ ازراہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہے چنانچہ حصن حصین میں حدیث ثابت ہے اللھم انی اسالک بحق السائلین علیک اور اگر حق سے حرمت اور عظمت مراد لیجیے زیادہ صحیح درست ہے قال تعالی واتقوا اللہ الذی تسالون بہ والارحام کذا فی الطحطاوی فخرج قول لا حق لاحد علی اللہ او بحق فلان کذا لا یلزم مدہ الا ان کان الا ولی فعلہ درد اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بحق محمد ایسا کرو تو اسپر یہ کرنا لازم نہیں اگر یہ ویسا کر دیا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنے واجب نہیں مستحب ہے وفی المختار قال ابن المبارک سال رجل اللہ او الحق اللہ لم یعطہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختار میں ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے سے صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھکو یہ پسند آتا ہے کہ اسکو کچھ نہ دے اسواسطے کہ اُسنے تعظیم کی اُس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنے دنیا مانگی پروردگار جلشانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہ اُس صورت میں محمول ہے جبکہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو وفیما قرأ القراٰن ولا یعمل بہ وجبہ یثاب علی قرأتہ لکن یصلی ویعصی اور مختار میں ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اسکے بموجب عمل نہ کیا تو پڑھنے کا ثواب پاویگا مانند اُس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہے اور گناہ کرتا ہے یعنے اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے **فرع** مسئلہ المحقہ شارح کاھل بکرہ رفع الصوت بالذکر واللدعاء قبل یوم وقدامہ قبیل جنایات البزازیہ کہ مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا میں بعضوں نے کہا ہاں مکروہ ہے اور اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کے پہلے مذکور ہے **فرع** حجر ذکر اور دعا میں اختلاف ہوا وظاہرا اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہے مستحضر قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی وکرہ احتکار قوت البشر کتین وعنب ولبن والبھائم کتبن وقت فی بلد یضرھم اھل اور احتکار یعنے بند کر رکھنا آدمی کا قوت جیسے گیہوں اور انگور اور بادام اور جانوروں کا قوت جیسے جو سوا اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اُس شہر میں جہاں کے لوگوں کو بند کر رکھنا ضرر پہونچاتا ہو ہم احتکار یعنے حبس طعام اور علف گرانی یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر ہو احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار ثابت ہوتا ہے ۴۰ دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار وانتظار گرانے کے بہتر نہیں لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب رزق ہوا ومحتکر ملعون ہم یہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق ابن راہویہ اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور ابو یعلی کی مسانید میں اور بیہقی کی شعب الایمان میں ثابت ہے جالب جو غلہ باہر سے خرید کر کے شہر میں بیچنے کو لاوے تو وہ مرزوق یعنے اسکی روزی میں برکت ہوا سلیے کہ لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے وقوت کا بند کر رکھنے والا بد خواہ خلائق ہو لہذا اُسپر لعنت ہے اصطلاح شرع میں احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اُسی شہر میں خرید کیا ہو اور لوگوں کو ضرر ہوتا ہو حبس سے یعنے اگر اور مقام سے لاکر غلہ بند کر رکھا ہو شہر میں یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہیں کذا فی البحر یعنی لعدم الضرر لیکن اگر احتکار ضرر کرتا ہو تو وہ مکروہ نہیں ہم ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اسطرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنے جہاں ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہاں احتکار مکروہ نہیں اسلیے کہ اُنے اپنا مال کچھ بڑا بلا مضرت غیر کو ذاقی الزلیعی ومثلہ تلقی الجلب اسی طرح کے تلقی جلب ہم تلقی جلب یعنے شہر سے نکلکر کھیپ اور بہرتی لانے والوں سے غلہ مول لینا اگر مضر ہو شہر والوں کو تو درست نہیں اور نہیں تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والوں نے چھپا کر نہ بیچا ہو بطلقا مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہوتا ہو

ف

اللھم صلوۃ نازل کرنا فلان شخص پر اور سکتہ الی رحمت بھیجنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اسکی آل اور اصحاب پر

حاشیہ

کذا فی الہدایۃ وشروحہا ویجب ان یأمر القاضی بالبیع ویفضل من قربۃ وقوت اھلہ فان لم یبع بنفسہ باع القاضی جبرا علیہ وبأمرہ القاضی فقط
علیہ طعام وقاتلہ الیہ اور یہ واجب ہوگا جسقدر نفع محتکر کو زیادہ ہوا سکی اور اسکے عزیزوں کی قوت سے اسکے بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے
بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اسکو تعزیر دے جیسا مناسب سمجھے اسکی زجر اور تبیع سیواسطے اور قاضی اسکا غلہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق
امام اور صاحبین کے قول اصح علم ہر چند امام کے نزدیک جو جائز نہیں لیکن درصورت ضرر عام کے درست ہوگا کذا فی الہندی وفی السراج لو خاف الامام علی اہل
بلدہ الہلاک اخذ الطعام من المحتکرین وفرق علیہم فاذا وجد اسعۃ ردّ وامثلہ وھذا لیس بمحرم بل للضرورۃ ومن اضطر لمال غیرہ وخاف الہلاک
تناولہ بلا رضاہ وقتلہ الزیلعی عن الاختیار وفتوا وسراج وبزاز میں ہوگا اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہوجانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنے والوں سے اناج لے اور اہل شہر کو دیوے پھر جب اہل شہر کو گنجائش ہو تو اسکی برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی جبر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب ہوا اور جو شخص کسی غیر کے مال کو بلا رضا مند ہوا اور اپنے
ہلاک ہوجانے سے ڈرے وہ اسکے بلا رضامندی مالک کے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اسکو ثابت رکھا وہ کا یکون محتکرا بحبس غلۃ ارضہ بلا خلل ومحلہ
من بلدہ لخبر خلافا للشافعی اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اس غلہ کے بیچ سے بھلا دیا ہو دوسرے شہر سے برخلاف ابو یوسف کے
اپنی زمین کے جس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اسکا خالص حق ہر جو عوام اس سے متعلق نہیں تو مبطل حق خلق ہوا اور جملہ کے بیچ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اہل شہر کا من
اس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتیں ہیں ایک صورت درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے کذا فی
کہ شہر میں غلہ حول لے اور نہ بیچے اور لوگوں کو اسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اسکی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اسکو لے آیا ہو یا شہری میں
غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگوں کو مضرت ہو اور مختلف صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کرے تو امام کے نزدیک درست ہوا اور محمد کے نزدیک مکروہ
اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی قولہ جو صاحب ہدایہ نے محلوب کو مکروہ کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک سے مسلم نہیں ہوسکتا کیونکہ فقیہ ابو اللیث نے اسکو قدر متفق علیہ میں داخل کیا ہے قدوری نے کما فی التبیین
میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور اسیطرح محتصر کرخی میں ہے تو محلوب بلدۃ آخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکر احتکار ہوگا کذا فی التبیین یعنی
شرح المدایۃ ینحط وعند محمد ان کان بحیث یضر بأہل المصر عادۃ کرہ وھو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اس شہر سے عادت ہو تو وہاں سے غلہ لاکر بند کرنا احتکار ہے
اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اس سے متعلق ہوا اور یہی قول مختار ہے لا یسعر الحاکم لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تسعروا فان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرزاق
اور حاکم نرخ مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ نرخ مقرر نہ کرو اسواسطے کہ باتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ بھیجنے والا ہے قابض اور باسط رازق ہے یعنے تنگی و کشادگی
اناج کی اسکی طرف سے ہوتی ہے ہم کو ابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گراں ہوگیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللہ ہو المسعّر القابض الباسط الرازق میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھسے مطالبہ نہ کرے ظلم کی
نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی التبیین یعنی الا اذا تعدی الامر بأرباب طعام
الفہم تعدیا فاحشا فلیس بمشورۃ اہل الرأی مگر جبکہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل رائے کے مشورہ سے نرخ مقرر کردے ہم تعدی فاحش کو
یعنی اور زیلعی وغیرہما نے یہ بیان کی ہے کہ دونی قیمت پر بیچ کرتے ہوں وقال المالکی علی الوالی التسعیر عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کے سال میں نرخ کرنا
واجب ہے ہم تو امام اعظم اور امام مالک کے مذہب لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہی بیچنے ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں درصورت تعدی جائز ہے اور مالک
کے نزدیک واجب ہے وفی الاختیار ثم اذا سعر وخاف المالک ضرب الامام لو فعلوا بل للمشتری وحیلۃ ان یقول لہ بعنیہا بما شئت اور قنیہ
میں ہے جبکہ حاکم نرخ مقرر کردے اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنے مالک کی نارضامندی کے سبب
تو حیلہ جواز کا یہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیچ جسقدر تو چاہے وہکذا فی العینی عن المحیط ولو اصطلحوا علی سعر الجور والظلم

دونوں ناقص ہو المشتری بالنقصان فی الحنطۃ الا لحم لشہرۃ سعرہ عادۃ بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کریں اور بائع کسی شخص کو کم تولدے تو مشتری نقصان بھرے روٹی میں نہ گوشت میں اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہو بخلاف گوشت کے کہ اسمیں شہرت نہیں ہوتی مگر تعلیت م بتفصیل مشتری مسافر پر محمول ہو اور اگر مشتری اُس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان بھرے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قلت واقادان التسعیر فی القوتین لا غیر وبہ صرح العتابی وغیرہ لکنہ اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا اعامۃ فسیر علیہم الحاکم بناء علی ما قال ابو یوسف ینبغی ان یعتبر ذکرہ القہستانی فان ابا یوسف وغیرہ حقیقۃ الضرر کما ھو مقدر بین کذلک وصف بے اشارہ کردیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کردینا انسان اور حیوان کی قوت میں ہو نہ قوت کے سوا اور چیزوں میں اور اسکو صریح بیان کردیا ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زیادتی کریں گرانی میں اور لوگوں پر ظلم کریں سو حاکم اُنپر زبردستی نرخ مقرر کردے ابو یوسف کے قول پر تو لائق ہوں کہ یہ جائز ہو اسیا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت ضرر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہ ثابت ہے تو اسکو غور کرے بلکہ اسماک الحامات ولو فی بیوتہا کان یعنی یا الناس بالنظر او جلب اور مکروہ ہے کبوتروں کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے دربوں میں رہتے ہیں بشرطیکہ لوگوں کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے ہم نظر کا ضرر یہ کہ لوگوں کے مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اسکے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر اُڑتا آتا ہو اور یہ شخص اسکو پکڑ لیتا ہو وکالحیاطان یتصدق بہا ثم یشتریہا او تہب لہ بجنبہا اور جو غیر کا کبوتر پکڑے اور اُسکے مالک کو جانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کردے محتاج کو پھر اُسکو محتاج سے خرید کرے یا اُسکو ہبہ کردیا جاے تصدق کے بعد کذا فی المجتبی ہم تصدق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہ ہو تو اُسکا رکھنا حلال نہیں اُسکو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب رسانی کی نیت سے فان کان یطیر ہا فوق السطح مطلقا علی عوادات المسلمین ویکسر اجنحۃ الحمامات الناس برمیہ تلک الحمامات عن دورہم منعہ اللہ تعالی فان لم یمتنع بذلک ذبحہا الی المحتسب پھر اگر کبوتر باز انکو اُڑاتا ہو چھت کے اوپر جہانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگوں کے شیشے کبوتروں کے مارنے ورہانکنے سے تو تعزیر دیا جاے اور نہایت سختی سے منع کیا جاے پھر اگر باوجود اسکے باز نہ رہے تو کبوتروں کو محتسب ذبح کرڈالے وصرح فی الوہبانیۃ بوجوب التعزیر بذبح الحمامات ولم یقیدہ بمامر ولعلہ اعتمد علی عادتہم اور وہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کرڈالنے کبوتروں کی تصریح کی ہو لیکن قید نہیں لگائی اطلاع عورات اور برتن توڑنے کی اور شاید کہ اُسنے اُنکی عادت پر اعتماد کیا یعنے صاحب وہبانیہ کے زمانے میں تاکنے جھانکنے اور تیر یاں پھینکنے کی عادت ہوگی لہذا اُسنے اس قید لگانے کی حاجت نہ سمجھی واما الاستیناس فمباح کشراء عصافیر لیعتقہا ان قال ان اخذہا فہی لہ وہو مخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل یکرہ کما فی تضحیح العمال جامع الفتاوی اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت وجی لگانے کیواسطے ہو تو مباح ہو جیسے گنجشک خرید کر نا چھوڑ دینے کیواسطے مباح ہو بشرطیکہ چھوڑنے کیوقت یوں کہا کہ انکو پکڑے تو وہ اُسکے ہیں اور چھوڑ دینے سے اُسکے ملک سے باہر نہیں ہو جاتے یعنے تاوقتیکہ دوسرا شخص انکو پکڑ نہ لے اور بعضوں نے کہا کہ گنجشک خرید کر کے چھوڑنا مکروہ ہو اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہی کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات بیت دابۃ قال ہی لمن اخذہا لم یاخذہا ممن اخذہا وفی البحر اذ فی المختارات من ہی کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کر دیا اور کہا یہ اُسکا مملوک ہے جو اُسکو پکڑے تو اُسکے پکڑ رکھنے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج میں یہ مسئلہ گذر گیا وجاز کروا الثور وتحمیلہ والکراب علی البحرین بلا جعل وضرب دابۃ اشد من ظلم المرء وظلم الدابۃ اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اُسکا لادنا اور گدھوں سے کھیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے ظلم سے ہم یعنے فوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوائے خدا تعالی کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالی کا اُس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا اُسپر جسکا کوئی مددگار نہیں ہے سوائے اللہ تعالی کے وظلم الذمی ظلم المسلم سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظلم پر تاکہ اُسکے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الحلیۃ وفی کالیاس یا المسابقۃ فی الرمح

والفرس والبغل والحمار كذا في المحيط والجمع المنصف خلافا لما ذكره في مسائل شتى قنية والابل وهل الاقدام لانه من اسباب الجهاد فكان مندبا او لحاقه نهين يا هم سبقت ايجانے كا تيراندازى اور گهوڑا اور اونٹ دوڑانے مين اور قدمون كے دوڑنے مين اسواسطے كه امور مذكوره جهاد كے اسباب سے هين تو مسابقت مستحب هوئى ملتقى اور مجمع مين كها كه خچر اور گدهے كى مسابقت بهى درست هى اور مصنف نے اپنى شرح مين يهان تو اسكو ثابت ركها اور مسائل شتے مين انكے مخالف ذكر كيا هو تو خبردار رهنا هر مسائل شتے مين حلت مسابقت گهوڑے اور اونٹ اور اقدام اور تيراندازى مين منصوص كى هى وعند الثلثة لا تجوز في الاقدام اى بالجعل اور ائمه ثلثه يعنے مالك اور شافعى اور احمد كے نزديك اقدام مين مسابقت جائز نهين ليعنے مال شرط كركے درست نهين وامابدونه فيباح في كل الملاهي كما يأتي اور بلا شرط مال كے تو مسابقت مباح هى سب ملاعب اور ملاهى مين جيسا كه آگے كام هذا يه كلام ائمه ثلثه كا مرتبط هى اور مضمون آئنده اسكا مفيد هى كه يه كلام هى اهل مذهب كا كذا في المحيط اوى حل الجعل وطا كانه يصير مستحقا ذكره البرجندى وغيره وعلله البزازى بانه لا يستحق بالشرط شئ لعدم العقد والقبض انتهى ومفاده لزوم ما بالعقد كما يقول الائمة الثلثة تخصيص مسابقت كا مال شرط حلال اور طيب هى اور جو نهين وه كسب مستحق هو جاتا هى كه حاكم زبردستى دلاوے ايسا ذكر كيا هى بزدى ذخيره نے اور بزازى نے اسكى علت بيان كى هى كه شرط سے كوئى چيز مستحق نهين هوتى سبب نهوے عقد قبض كے آگے كى كلام البزازى اور يه كلام لزوم مال شرط كا مفيد هى عقد هونے كے سبب سے چنانچه شافعى مذهب كتے هين تو اسكو ديكهه سمجهه لے يعنى عقد يا قبض سے استحقاق مال ثابت هوگا تو حاكم زبردستى دلاويگا اما شرط المال في المسابقة من جانب واحد مسابقت كا مال شرط حلال هى اگر مسابقت مين ايك جانب سے مال كى شرط كى هى هم شلا حامد نے محمد سے كها كه اگر ميرا تير سبقت كرے تيرے تير سے يا ميرا گهوڑا يا اونٹ آگے بڑهجاوے تيرے گهوڑے اور اونٹ سے تو مين دس روپيه تجهكو دونگا اور اگر تيرى طرف سبقت هوگى تو مين كچهه نه دونگا ودهم لو شرط فيها من الجانبين كذا في نصير قما ذا اور مسابقت كا مال شرط حرام هى اگر مسابقت مين دونون جانبون سے مال مشروط هوا هو اسواسطے كه يه قمار اور جوا هو گيا اسليے كه قمار وه هى جسمين جانبين سے برابر هون احتمال عن آيت من كذا في الزيلعي لا اذا دخلا ثالثا لقمان الظنان ١٢ محللا لاحدهما بعد سكوتهما عن ذكره او لاحدهما بعد سكوت الاخر ثم اذا سبقها احدهما وان سبقاه لم يحطها وفيما بينهما اذا سبق احدهما صاحبه جانبين كا مال مشروط حرام هى مگر اس صورت مين حرام نهين جبكه دونون نے تيسرے شخص محلل كو اپنے درميان داخل كر ليا بشرطيكه اسكا گهوڑا دونون شخصون كے گهوڑے سے اسطرح برابر هو كه اسكا آگے بڑهجانا دونون گهوڑون سے ممكن هو اور اگر اسكا گهوڑا ايسا نه هو تو ايك كا دوسرے كا مال حلال نهين پهر اگر تيسرا محلل آگے بڑهگيا تو دونون شخصون سے مال شرط لے اور اگر دونون شخص تيسرے سے بڑهگئے تو تيسرا انكو كچهه نه ديگا اور دونون شخص آپسمين جو بڑهجاويگا وه اپنے ساتهى دوسرے سے لیگا هم محمد نے كتاب مين كها كه ثالث كو اسوقت جواز كا حيله هوگا جبكه اسكا سابق اور مسبوق هونا متوهم هو اور اگر اسكى سبقت دونون سے متيقن هو يا اسكا مسبوق هونا يقينى هو تو جائز نهين عالمگيرى مين هى كه جب جانبين نے محلل كو بيچ مين اپنے داخل كيا پهر ايك نے دوسرے سے كها كه اگر تو سبقت كرے مجهه پر تو تيرے واسطے اتنا مال هى اور اگر مين سبقت كرون تو مين اتنا لون اور اگر تيسرا سبقت كرے تو كچهه نه پاوے سو اور خلاصه مين هى كه جانبين نے تيسرے كو داخل كيا اور تيسرے سے كها كه اگر تو هم دونون پر سبقت كرے تو دونون كا مال مشروط تيرا هى اور اگر هم تجهه پر سبقت كرين تو هم كچهه نه لين تو از راه احسان سے جائز هوا انتهاسے معلوم هوا كه داخل ثالث كى دو صورتين هين زيلعى نے كها وجه جوازيه هى كه ثالث پر كچهه غرامت نهين قطعا ويقينا هر تقدير پر اسمين تو فقط يهى احتمال هى كه پاوے يا نه پاوے تو اس سبب سے قمار هونا ثابت نهوا تو گويا ايك هى جانب سے شرط هوئى اهـ كه فاره وه جسمين جانبين احتمال غرامت مين ساوى هون كذا في المحيط اوى وكذا الحكم في المتفقهة فاذا شرط لمن هو الصواب منهم دون شرطا لكل على صاحبه لا يجوز وهى بهى اسطرح كا حكم هى فرق قضا كى مسابقت مين موجب مال شرط هوا هو اسكے واسطے جسكے ساتهه صواب ملحوق هو تو صحيح هى اور اگر دونون نے مال شرط كيا هر شخص كيواسطے دوسرے ساتهى پر تو صحيح نهين كذا في الدر والمجتبى هم جب صاحب حق كيواسطے مال شروط هوا تو يه تو اركيصورت هى اسواسطے كه احتمال زيادت ونقصان هر شخص مين موجود هى بلكه حلت مال كى يه صورت هى كه مال مثلا زيد كو ديا جاوے اگر حق كوئى اسكى جانب ظاهر هو اور اگر دوسرے كيطرف حق كوئى ثابت هو تو وه كچهه پاوے يا تيسرے

فتنیکہ کو داخل کریں اگر مسئلہ تین صورت کا محتمل ہو اور مال تیسرے کیواسطے مقرر کریں اگر اسکی حق کوئی ظاہر ہو اور اگر دونوں میں سے ایک شخص کی حق گوئی ثابت ہو تو تیسرے پر کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی والمصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتلہی فتکرہ یرجۃ اور کشتی کرنا بدعت نہیں مگر بقصد بازی اور لہو لعب کے تو مکروہ ہے کذا فی الہندیۃ ہم جواہر الفتاوی میں ہے کہ کشتی بدعت نہیں مگر بقصد بازی مکروہ ہے شرع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تا کفار سے جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز بلکہ اور آواب پاویگا واما المسابقۃ بلا جعل فیجعل فی کل شئ کما یأتی اور باہم سبقت کرنا بدون اشتراط مال کے تو ہر چیز میں حلال ہے چنانچہ مسائل گذشتہ میں آویگا وعند الشافعیۃ المسابقۃ بالاقدام والطیر والبقر والسباحۃ والصراع والمشی علی الحبل والسفر وھی الجری والمناضلۃ بالسہام والوقوف علی رجل ومعرفتہ ما یباح لا من زج او فرد واللعب بالحراب ونحوہ کل ھذا یحل بشرط سلامۃ المرامی وصیدہ لحیۃ ویحل التفرج علیہم حینئذ وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یقتضی حل سماع کل ما یتحدث بہ من کل ما لا یتشرف الکذب بہ بقصد الفرجۃ لا الحجۃ بل وما یتشرف بہ لکن یقتضی بہ للامثال والمواعظ وتعلیم نحو الشجاعۃ علی السنۃ الاوصیاء وھو ما ذکرہ ابن حجر وشافعی ہمیشہ کے نزدیک سابقت حلال ہر قدموں سے اور پرندہ اور بیل اور پانی میں تیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور رسّہ اور تیر پھینکنے اور زمین سے ہاتھ اٹھا دینے اور انگلیاں قینچی کر کے پنجہ کرنے اور ایک پاؤں پر کھڑے ہونے اور بوجھنے میں کہ دوسرے شخص کے ہاتھ میں کیا ہے مفت یا طاق اور انگوٹھے سے بازی کرنے میں اور سطریج حلال ہر ہر بازی خطرناک اما شطرنج بکار کہ جسکا سلامت رہنا خطرہ سے اکثر اے امر محرم چنانچہ تیر اندازی تیر انداز کو اور سانپ کا پکڑنا اور انیر اسوقت میں تماشا دیکھنا بھی حلال ہر اور یہ حدیث کہ بات نقل کرو بنی اسرائیل سے اسکے مفید ہر کہ عجائب و غرائب کی سماعت کرنا تمام اُن حکایات سے جسکا کذب بالیقین ثابت نہیں درست ہر انبساط خاطر کیواسطے بلکہ جسکا کذب یعنی ہر اسکی بھی سماعت حلال ہر لیکن ضرب المثل اور نصائح کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کیواسطے آدمیوں یا جانوروں کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ ودمنہ اور طوطی نامہ ہا ایسا ذکر کیا ہر ابن حجر شافعی نے ہم طحطاوی نے کہا میں نہیں جانتا فروع شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہ ہاں اسکا ذکر کرنا اس وہم میں البتہ مفید ہر کہ قواعد حنفیہ بھی ہمکو مقتضی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہر بلکہ قواعد مذہب ہمکے مقتضی ہیں کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام ہو ہیں واللہ اعلم نقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح پر جائز ہے یہ کہ آدمیوں میں ذکر کرے جو حلال ہو تو وہ بہتر ہر سو ہنے سے دوسرے یہ کہ حکایات کا ذبہ اور مضحکہ ہو تو وہ مکروہ ہر تیسرے یہ کہ دفع وحشت کیواسطے بات چیت ہو اور دروغ گوئی اور قول باطل سے اجتناب ہو تو اسکا مضائقہ نہیں لیکن ترک اسکا افضل ہر اور جب ایسا کریں تو لائق ہر کہ آخر تو ذکر اللہ اور تسبیح اور استغفار کیطرف رجوع کریں تا امر خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ وغیرذالک کو پوچھنا قول مختار یہ ہر کہ اسکے پوچھنے میں اور خبر دینے میں مضائقہ نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہر تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہیں اور آگے مکروہ ہوگا اگر جن قصوں کی کچھ اصل نہیں وہ مکروہ ہیں کذا فی الطحطاوی ویستحب قبل اظافیرہ الا المسجد فردا ایوم الخمیس ویستحب قبل شاربہ واظفارہ یوم الجمعۃ وکونہ بعد الصلوٰۃ افضل لاذا اخرہ الیہا جبرا فاحشا فیکرہ لان من کان طفرہ طویلا کان رزقہ ضیقا وجمعہ کے دن ناخن ترشانا مستحب ہر مگر غازی کو طاق دن میں سو اسکو موچھیں اور ناخن بڑھانا مستحب ہر اور ناخن ترشانا بعد نماز جمعہ افضل ہر مگر جبکہ جمعہ کے دن تاخیر کی وجہ سے تاخیر کرکے تو اسطرح پر جمعہ میں رکھنا مکروہ ہر اسواسطے کہ جسکا ناخن دراز ہوگا اسکا رزق تنگ ہوگا ہم لائق یوں ہر کہ ناخن ترشانے اور بال منڈے ہوئے زمین کے اندر دفن کردے اور اگر انکو پھینک دے تو مضائقہ نہیں اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ میں پھینک دے تو مکروہ ہر اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہر کذا فی الخانیہ فضائل میں ہر کہ چار چیزیں دفن کرنا چاہئے ناخن اور بال اور خون اور ناف حیض کا وفی الحدیث من قلم اظفارہ یوم الجمعۃ اعاذہ اللہ من البلایا الی الجمعۃ الاخری وزیادۃ ثلثۃ ایام در حدیث میں ہر کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالیٰ اسکو بلایا سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی المدرر وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم من قلم اظفارہ مخالفا لم تزد عیدا بیاض کقول علی رضی اللہ عنہ قلموا اظفارکم بسنۃ وادبر یعنی بعضہا خوا بعضہا وخسف وبیاضہ وتمامہ فی مفتاح السعادۃ اور موصل خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہر کہ جو اپنے ناخن مخالف ترشائے اسکی آنکھ کبھی نہ جوش کرے

نوٹ ۱۲ مترجم کہتا ہے کہ ہمارے ملک میں تو ایسا نہیں ہوتا ہے فافہم اور اس سے کشتی کرنا بھی معلوم ہوا

نوٹ ۱۳ مترجم کہتا ہے کہ ہمارے ملک میں تو ایسا نہیں ہوتا ہے فافہم

یعنے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مانند کہ اپنے ناخن کاٹو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خوالبسرا مع بیان ادنسب ہو اور اسکا بیان اور پورا ذکر فتح الہسادۃ مین ہم اس ہیئت مین ہر طرف سے انگلی کے نام کیطرف اشارہ ہی تو خاء معجمہ سے مراد ہی خنصر امر دائو سے وسطی اور الف سے ابہام اور ب سے بنصر اور سین سے سبابہ اور بائین ہاتھ مین علی ہذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ یہ نسبت علی مرتضیٰ کیطرف باطل اور موضوع ہی وفی الشرح الغزنویۃ وروی انہ صلی اللہ علیہ وسلم بدأ بمسبحۃ الیمنی الخنصر ثم بخنصرہ الیسری الی الابہام فختمہ بابہام الیمنی ذکرہ الغزالی فی الاحیاء وجہا وجہا اور شرح غزنویہ مین ہی اور مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن تراشا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی انگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائین ہاتھ سے شروع کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے تک ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم مین اسکی وجہ معقول بیان کی ہی ہم وجہ مذکور یہ ہی کہ داہنا ہاتھ بائین سے بلاشک افضل ہی اور داہنے ہاتھ مین کلمہ شہادت کی انگلی بلاریب افضل ہی تو ائمی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اسکی جانب یمین وسطی ہی اور اسکے یمین بنصر اور اسکے یمین خنصر ہی پھر جب داہنے ہاتھ اور بائین ہاتھ کی انگلیون کو ملائے تو بائین ہاتھ کی خنصر جانب یمین ہی علی ہذا القیاس تا ابہام یمنی اور یمین افضل ہی شمال سے لہذا اختتام ہوا ابہام یمنی پر واللہ اعلم ولم یثبت فی اصابع الرجل نقل ولا دلیل تعلیلہا کتخلیلہا اور پاؤن کی انگلیون مین روایت ثابت نہین اور بہتر ہی پاؤن کے ناخن تراشنا اسکے خلال کرنے کی مانند لیلی تبدکرنا خنصر سے اور اختتام خنصر یسری پر قلت وفی المواہب اللدنیۃ قال الحافظ ابن حجر انہ لیستحب کیف ما احتاج الیہ ولم یثبت فی کیفیۃ شیء ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہتا ہون اور مواہب لدنیہ مین ہی کہا حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی نے کہ ناخن تراشنا مستحب ہی جسطرح کہ اسکی حاجت ہو اور اسکی کیفیت مین کچھ روایت ثابت نہین اور اسکے واسطے روز مقرر کرنے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت ہی ہم تقلیم اظفار وغیرہ مین جو احادیث مذکور ہوئین محدثین اور فقہا محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہین وما یعزی عن النظم فی ذلک للامام علی ہم لا ین حجر فلا شخانہ باطل اور کیفیت تقلیم اظفار مین جو نظم مذکور کہ امیر المومنین علی مرتضی کیطرف پھر ابن حجر کیطرف منسوب ہی ہمارے استاد خیر الدین ملی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہی وتستحب حلق عانۃ وتنظیف بل ندبہا فسل فی کل اسبوع مرۃ والافضل یوم الجمعۃ وجاز فی کل خمسۃ عشر وکرہ ترکہ فوق اربعین یعنی حلق عانہ اور موی زنار کا مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرنے سے مستحب ہی ہر ہفتہ مین ایکبار اور جمعہ کا دن اسکے واسطے افضل ہی اور جائز ہی ہر پندرہ دن مین اور ترک کرنا علی الاستمرار چالیس دن سے زیادہ مکروہ ہی کذا فی المجتبی اھم یعنے مکروہ تحریمی چنانچہ مجتبی کی اس عبارت سے نکلتا ہی کہ بعد اربعین اسمین کچھ عذر نہین اور وہ وعید کا مستحق ہی غرائب مین ہی کہ حلق عانہ یعنی زناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موے زنار رفع کرنا بھی جائز ہی اور نیل سے بال دور کرنا اکھاڑنے اور مونڈنے سے درست ہی لیکن اکھاڑنا افضل ہی قنیہ مین ہی کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے مین ترک ادب ہی کذا فی المطماوی وفیہ حلق الشارب بدعۃ وقیل سنۃ وکأس نتف الشیب وخرطا طاف الحیۃ والسنۃ فیہا القبضۃ اور مجتبی مین ہی کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ سنت ہی اور مضائقہ نہین ہی سپید بال کے اکھاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے کترڈالنے مین اور داڑھی مین قبضہ بھر رکھنا سنت ہی ہم محیط سرخسی مین ہی کہ سنت یہ ہی کہ مراد اپنی داڑھی قبضہ مین پکڑے جسقدر قبضہ سے باہر ہو اسکو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہی محمد نے کتاب الآثار مین امام اعظم سے محمد نے کہا اسی قول کو ہم لیتے ہین انتہی مجتبی مین ہی کہ اتنا مونچھون کا کترنا کہ لب بالا کے کنارے کے ساتھ برابر ہو جاوین یہ سنت ہی بالاتفاق انتہی غرائب مین ہی کہ نتف فیتکین یعنے زیر لب کے دونون طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہی قنیہ مین ہی کہ زنانے کے بال اکھاڑنا مورث آکلہ ہی کذا فی المطماوی وقیہ قطعۃ شعر لا سیما اغتت واعتذ فی البزازیۃ وان یأذن الزوج لانہا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق والمأثم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی المؤثر النسبیۃ بالرجال انتہی اور مجتبی مین ہی کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو گنہگار ہی اور اسمین لعنت ہی نزازیہ مین اتنا زیادہ کہا اگر یہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہون اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ مین جائز نہین اور داڑھی کا کاٹنا حرام ہی اور یہ سر کی اور مونچھ کی داڑھی کا قطع کرنا اور معنی مؤثر یعنے علت فقہی قطع موے زن کی حرمت مین مشابہت پیدا کرنا ہی مردون سے اور عورت کی تشبیہ بہ رجال جائز نہین انتہی

افی البشارۃ قلت ۔ اما حلق رأسہ فقیل لا یجوز لانہ مثلۃ ۵ وقیل حلق الرأس سنۃ کما جعۃ یجب بعض بالجواز یعنی میں کہتا ہوں اور سر منڈنے کو تو
یہاں پر میں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ سر منڈنا ہر جمعہ میں مستحب ہے اور بعضے اسکو جائز کہتے ہیں وہ مستحب یعلم العلم الصلاۃ او نحوہ یعلم الناس و انہ
لیعمل بہ فالاول افضل لانہ متعد ایکدو ہی کہ نماز یا اسکے مانند علم دین سیکھتا ہے تا لوگوں کو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہے تا اسپر عمل کرے تو پہلا شخص
افضل ہے اسواسطے کہ اسکے علم کا فائدہ غیروں کو بھی پہونچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اسکی ذات کو مخصوص ہے اول غریق کو نکالتا ہے اور ثانی اپنی خیر سناتا ہے
روی مذاکرۃ العلم ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ اور روایت میں آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرطیکہ نیت
ہم علمگیری میں ہے کہ علم اور فقہ کی طلب فرض ہے اور جبکہ نیت صحیح ہو تو سب نیک اعمال سے افضل ہے اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرطیکہ صحت نیت افضل ہے
اسواسطے کہ اسکا فائدہ عام تر ہے لیکن اس شرط سے کہ اوسے فرائض میں نقصان واقع نہو اور صحت نیت یہ کہ رضاے حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب دنیا
اور جاہ اور حشمت کا اور اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضوں کے نزدیک یہ بھی صحت نیت میں داخل ہے کذا فی ذخیرۃ الکرمی اور اگر تصحیح
نیت پر قادر نہو تو بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ تسکیم چکے تو سزاوار یہ ہے کہ علم زہد اور
کلام حکماء دین اور شمائل صالحین میں نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سواے اسکے فرض نہیں پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا
تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہیں علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہے وہ معرفت معبود کا علم ہے بعد اسکے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جسکے واسطے
انبیا علیہم السلام مبعوث ہوئے تیسرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنے علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز جیسا کہ اوطلوع فجر اور صحت قبلہ
اور ہدایت طرق کی درست ہے اور ایک علم اور ہے جسکا نفع آخرت میں نہیں وہ علم جدل اور مناظرات کا ہے تو اسکے اشتغال میں عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اس سے الزام جسم ہے
نہ اظہار حق کذا فی المحیط اور مختصراً ولہ الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملتحیاً وتعلم فی الدرر اور نوجوانوں کو علم شرعی کی طلب کیواسطے سفر کرنا
اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر وہ داڑھی والا ہو اور پورا بیان در رمیں ہے اور اگر بمرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے اور مراد علم شرعی ہے نہ
علم کلام اور مانند اسکے جو ہویان اس سے علوم ہے بدا تمام فی الدرر واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضن الناس بدینہ ویکفہم عادیۃ
بالسیف حتی لو لزم السلطان لذلک لیدرجہ لا بأس علیہ اور جبکہ ایک شخص نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگوں کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان
سے تو اسکی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہیں یہاں تک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دے تاکہ وہ اسکو ڈانٹے تو مخبر پر کچھ گناہ نہیں ہم اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت میں نہیں کہ وہ
گناہ کو علانیہ کرتا ہے اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اسکا ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے وقالوا ان علم ان اباہ یقدر علی منعہ اعلم ولو بکتابۃ وکالا تقدم العداوۃ
وتعلم فی الدرر اور فقہا نے کہا کہ اگر جانے کہ اسکا باپ اسکے منع کرنے پر قادر ہے تو اسکو آگاہ کردے اگر یہ اعلام لکھ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نہ کرے
تاکہ باپ اور بیٹے میں عداوت نہ پڑ جاے اور پورا اسکا بیان در رمیں ہے ولا اثم علیہ لو ذکر مساوی اخیہ علی وجہ الاہتمام لا یکون غیبۃ اما الغیبۃ ان یذکر
علی وجہ الغضب یرید الشتم اور اسیطرح اسپر گناہ نہیں اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیاں ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنے کے اسیطرح کا بیان غیبت میں نہیں
غیبت تو یہی ہے کہ غیظ کے کرے بروجہ غضب کے دشنام کو تحقیر اور بھی کی کا قصد کرکے ولو اغتاب اہل قریۃ فلیس بغیبۃ لانہ لا یرید بہ کلہم بل بعضہم وہو
معلوم لخفایۃ فتباح غیبتہم للمصلحۃ وتنتظاہر بقبیح الصاغۃ والسفہ لفقہ ویحذر منہ لکن لو علم الحاکم شرہ حل ذکرہ اور اگر ایک گانوں والوں کی غیبت کرے
تو غیبت محرم نہیں ہے اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب بچنے والوں کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ بعض لوگوں کا قصد رکھتا ہے اور وہ بعض مجہول ہیں ہم میں نہیں کذا فی البحر
تو غیبت مباح ہے پانچ شخصوں کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسری مصاہرت یعنی ناشائستہ کرنے کی وجہ سے چوتھی بدعقادی کے سبب سے تاکہ وہ
عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچویں حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی حکایت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم مصاہرت کیصورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کہیں نکاح کا ارادہ کیا اور دوسرے

۱۲ منہ

۵ بیہقی نے ابوہریرہ سے حدیث میں روایت کیا

افضل علم ۱۲

پانچ شخصوں کی غیبت مباح ۱۲

مشورہ لیا تو اُسکے عیب کا بیان کردینا درست ہی اور بیطرح اگر معاملہ یا اُسکے ساتھ سفر کا ارادہ کیا یا کوئی چیز خرید کرنے کا قصد کیا اور مدعا اسکا عیب نہین جانتا ہی تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہی اور بیطرح روات اور شیوخ مین مجروحین کی جرح جائز ہی تا مسلمین شر سے محفوظ رہین اور جیسے ظالم سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہی ویسے مفتی سے بیطرح فتوی پوچھنا درست ہی کہ مجھپر فلانے شخص نے یہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہی اسکا شرع مین کیا حکم ہی اور تیسین کے واسطے القاب مشہورہ کا ذکر کرنا جیسے فلانا چیڑا یا لنگڑا درست ہی غیبت مین داخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وکما تکون الغیبۃ بالمسان صریحا تکون بالقول بالفعل وبالتعریض والکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وبتغیر العین والاشارۃ بالید وکما یفہم مما مضی فہو داخل فی الغیبۃ وہو حرام اور جیسے صریحا بیان سے غیبت ہوتی ہی ویسہی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضاء کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہی اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت مین داخل اور وہ حرام ہی مثلا غیبت فعلی جیسے کسی کے قد اور افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یون کہنا کہ مین بفلانے نہین ہون جو ذالک ما قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ان ولت بیدی ای قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لقد اغتبتیہا اور منجملہ غیبت فعلی کے وہ روایت ہی کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پلٹ چلی تو مین نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی وہ ٹھگنی ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اسکی غیبت کی ومن ذالک الحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فہو غیبۃ بل الصور التفہیم اعظم فی الصور من القول اور انمین غیبت فعل سے حکایت اور نقل کرنا ہی چنانچہ انگلا کر چلنا یا جسطرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہو بلکہ غیبت فعلی بدرجہا غیبت قولی سے بڑھکر ہی کیونکہ تصویر و تفہیم مین زیادہ تر اہتمام ہوتا ہی ومن الغیبۃ ان یقول بعض من مر بنا الیوم او بعض من رأیناہ اذا کان الخاطب یفہم شخصا معینا لان التحذر تفہیمہ دون مایلہ التفہم واما اذا لم یفہم بعینہ جاز وہو ما مر فی شرح الوہبانیۃ ومنجملہ غیبت یہ ہی کہ کسی شخص آج کے دن ہمارے پاس ہوکر نکلا یا جسکو ہمنے دیکھا وہ ایسا ہی یہ قول اسوقت غیبت ہی جبکہ مخاطب معین شخص کو سمجھے اسواسطے کہ مقصود اور ممنوع تفہیم شخص ہی نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہو اور جبکہ مخاطب اُسکی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہی اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہی اور بعضے نسخہ مین بجاے شرح وہبانیہ کی شرح شرعہ ہی وفیہا الغیبۃ ان تصف احدا بحال کنقۃ او بوصف کعرجۃ او سمعہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور مین ہی کہ غیبت یہ ہی کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کی وقت اُسکا ایسا حال یا فعال تو بیان کرے جو اُسکو بُرا لگے جبکہ وہ اُسکو سُنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہی اصحاب نے کہا اللہ اور اُسکا رسول زیادہ تر داناہی فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اُسکو مکروہ معلوم ہوتا ہی کہنے کہا لیا حضرت بتایئے تو اگر میرے بھائی مین وہ عیب واقعی ہو جو مین کہتا ہون تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اگر اُسمین وہ عیب ہی جسکو تو کہتا ہی تو تو نے اُسکی غیبت کی اور اگر وہ عیب اسمین نہین ہی تو البتہ تو نے اُسپر بہتان باندھا یعنے عیب واقعی کا ذکر کرنا بھی تو غیبت ہی اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہین بلکہ بہتان اور افترا ہی غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہین تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہی اور جو حکم عورتون مین ثابت ہی وہ عورتون مین بھی ثابت ہی الا بدلیل مخصص اور جسطرح غیبت حرام ہی ویسا ہی اُسکا استماع بھی حرام ہی حق تعالے اس بلاے عام سے ہمکو نجات بخشے آمین حدیث مذکور ابوداؤد اور ترمذی مین ہی ترمذی نے کہا حدیث صحیح ہی واذا لم یبلغہ بکذا لم یندم فلا یشترط بیان کل ما اغتابہ اور جس شخص کی غیبت کی اور اسکو اُسکی خبر نہین پہونچی تو غیبت کرنے سے ندامت اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہی اور اگر اُسکو غیبت کی خبر پہونچگئی ہی تو جس چیز کی غیبت کی ہی اُسکا بیان کرنا معتاب کے سامنے اور معافی کروانا شرط ہی رفع گناہ مین ہم یعنے درصورت عدم علم معتاب توبہ کفایت کرتی ہی اور درصورت علم اُسکے سامنے یون بیان کرنا چاہیے کہ مین نے تیری یون غیبت کی ہی سو تو اُسکو معاف کردے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا ظاہر الآیات ہی کہ کفایت نہ کریگی واللہ اعلم صلی اللہ الرحیم

واجبۃ و لوکانت بسلام وتحیۃ وھدیۃ ومعاونۃ ومجالسۃ ومکالمۃ وتلطف واحسان اور صلہ رحم یعنے عطا اور حسن سلوک قرابت والون سے واجب ہی اگر یہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ رسانی اور مددگاری اور ہمنشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی کرنے اور احسان سے ہو دیدی درہم غیالیزین حیاۃ علیزین وفاۃ وکل ھجر اوشحر ثلاثین فما فوقھا لا یحل لان الھجر فی الحقیقۃ یکون بالقلب وقد حصل وصلہ بالقلب وان حصل ھجرہ بالقلب ایضا لکن ھجرہ بالقلب اعذر من ھجرہ بالقلب واللسان معا کما فی الاشباہ وغیرھا من الکتب المعتمدۃ وھذا کلہ فی الاجنبی واما ھجر الاھل والاقارب فلا یحل فوق ثلاثۃ ایام کما فی الخانیۃ

ایک بار مجوسی غیر وہابی کے ساتھ کھانا کھا لیا یعنی مبتلا ہوا تو مضائقہ نہیں اور اسپر نکیر کرنا مکروہ ہے ملیمی میں ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست اور طیلسکہ سے زیادہ کرنا اور اس کے سلام کرنے سے واسطے کہ اسمیں اسکی تعظیم اور تکریم ہو اور اگر اسکی طرف حاجت ہو تو ابتدا سے سلام میں مضائقہ نہیں اور اسکے واسطے دعا مغفرت کرے لیکن رحمۃ اللہ علیہ نہ کہے اور طول عمر کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح الآثار یعنی فی حدیث ان الکافر اذا سلم حتی طال عمرہ ثم اسلم لا یکتب لہ ما کان یفعلہ فی حال کفرہ من الخیر السلام علی من عرف ومن لم یعرف قال وھل الدنیم الا المسلمون فلا یسلم علی کافر یقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تبدؤا الیھود والنصاریٰ بالسلام فاذا لقیتم احدھم فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ رواہ الجماعۃ الا البخاری اور میں کہتا ہوں میں اس حدیث میں کہ کہ ان سلام کی صفت ہے ہم کو تو یہ فرمایا کہ انکو کھانا کھلاوے اور سلام کرے اسکو جسکو جانتا ہو اور جسکو نہ جانتا ہو یعنی کافر ہے اور یہ تیسیر سلام مخصوص ہے مسلمین کے ساتھ کافروں کو ابتدا بہ سلام نہ کرے بدلیل اس حدیث کے بخاری نے روایت کیا کہ یہودیوں اور نصرانیوں کو ابتدا بہ سلام نہ کیا کرو پھر جبکہ انمیں سے کسیکو راہ میں ملو تو انکو تنگ راہ کیطرف مضطر کرو مسلم تنگ راہ میں انکو کر دینا اس صورت میں ہے جبکہ اسکا امکان ہو اور ضرر کا خوف نہ ہو لیکن اسلام کی شوکت کے سبب سے ذکذا یخص منہ الفاسق بدلیل الخ اور بسبیل عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب سے ہم فاسق سے فاسق معلن مراد ہے یہ مستفاد ہے عالمگیری میں کہ کافر اور مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتبی میں ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اسکا فسق اعلان کے ساتھ نہو تو مکروہ نہیں اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ خوف نہ ہو اور ضرورت داعی نہو کذا فی الطحطاوی وما من شک فیہ فالاصل فیہ البقاء علی العموم حتی یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور کفر میں شک ہو تو اسمیں باقی رکھنا حدیث کا عموم پر اصل پر یہاں تک کہ خصوص ثابت ہو ہم اور اگر فاسق اور صالح ہونے میں شک واقع ہو تو اسکا اعتبار نہیں بلکہ مسلمہ کے ساتھ حسن ظن لازم ہے وعلی ان یقال ان الحدیث المذکور کان فی ابتداء الاسلام لمصلحۃ التالیف فلما قوی الاسلام زال ذلک انتہی فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یوں کہا جاوے کہ حدیث مذکور یعنے عموم سلام کی حدیث ابتداے اسلام میں بھی تالیف قلوب کی مصلحت سے پھر کافر و فاسق سے سلام کی نہی وارد ہوگئی انتہی کلام العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو سلم یہودی او نصرانی او مجوسی علی مسلم فلا بأس بالرد ولکن لا یزید علی وعلیک کافی الخانیہ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اسکے جواب دینے کا مضائقہ نہیں ولیکن وعلیک سے زیادہ نہ کہے بنا بر فتاوی قاضیخان میں ہم یعنے جواب میں فقط وعلیک کہے وعلیک السلام نہ کہے کذا کافر بھی مسلمان کو السلام علیک کہتا ہے یعنے تحقیر موت ہو اور لگا ہے کہتا ہو السام علیک کہ سین یعنے تجھ پر تحقیر ہو تو جب وعلیک کہا تو اسکا قول اسی پر پڑا لا کا لاے بدلیس ہذا ولیس ہذا علی الذمی تبجیلا ویکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت سے تو کافر ہو جائیگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے ولو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا یکفر کذا فی الہندیۃ اور اگر مجوسی کو کہے یا استاذ تعظیم کی راہ سے تو کافر ہو جاوے چنانچہ شامی میں ہے ولو قال الذمی اطال اللہ بقاءک لان نزی بقلبہ لعلہ یسلم ویؤدی الجزیۃ ذلیلا فلا بأس اور شامی میں ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا حق تعالیٰ تیری اقامت اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ شاید درازی زندگی سے سمجھے اور مسلمان ہو جاوے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہم یہ ہندوستانی نصاری کے لوکر عمر النص میں تحکم دوام اقبالہ لکھتے ہیں حرام ہے اسلیے کہ کفار کی خیر خواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دلمیں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہو مگر یہ نیت کون کرتا ہے ویجب رد السلام السائل کانہ لیس للتحیۃ ولا یسلم وقت الخطبۃ خانیۃ اور بھیک مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے کذا فی الخانیہ ہر قاضی یہ حکم میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرأت قرآن میں مشغول ہے اور مؤذن اگر علم کیوقت اذان اور اقامت کے حال میں جواب کا دینا واجب نہیں عتابیہ میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ ان مواضع میں جواب نہ دے انتہی تنبیہ سوار پیدل کو اور کھڑے بیٹھے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو آتا ہو وہ اگلے کو سلام کرے اسلیے کہ سلام موضوع ہے اسلیے کہ دو ملنے والوں کا خوف زائل ہو جاے یا ایک کا خوف دور ہو یا تواضع کیواسطے جو موسن کو مناسب ہے یا تعظیم کیواسطے

تو سلام سے مقصود وہ امر ہیں یا تحبت حاصل کرنا یا استیناع مکروہ تو سوار کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کیواسطے ہو اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کے واسطے ہو اور صغیر کا سلام کبیر کو تو فیر کیواسطے ہو ہر چند یہ قول ہو نووی شافعی کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہو محیط میں ہو کہ ثواب کسکا زیادہ ہو بعضوں نے کہا جواب دینے والے کا اور بعضوں نے کہا سلام کرنے والے کا کذا فی الطحطاوی مختصرا وینبغی اذا دخل الدار ان یستاذن ثم یسلم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم ولو فی قضاء حاجۃ اور خانیہ میں ہو کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جاوے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہو کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے بعد ازاں بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہ ہو میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت میں دخول کی اجازت مانگنے کی حاجت نہیں ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط بغیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب دینا زید سے ساقط نہ ہوگا ولو قال یا فلان او اشار لمعین یسقط اور اگر یوں کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا یا بدون نام لیے تو غیر کے جواب دینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے ہم اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہوگا کذا فی تبیین المحارم وشرط فی الرد وجواب العطاس اسماعہ فلو اصم یریدہ فرد بید فغیظ انتہی اور جواب سلام میں اوچھینک کے جواب میں اُسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنے والا یا چھینکنے والا بہرا ہو تو اُسکو اپنے لبوں کی حرکت دکھاوے یعنے ناوہ جانے کہ جواب دیا انتہی مافی الخانیۃ قلت وفی المجتبیٰ او یسقط عن الیائسات بر دھلی یعقل کونہ من اھل اقامۃ الفرض فی الجملۃ بدلیل حل النبیذ لہن قتل کابن کتا ہوں اور متنبی میں ہو کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اسواسطے کہ صغیر عاقل اہلیت فرض میں فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اُسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہیں ہوتا وفی المجتبیٰ یسقط برد العجوز وفی ردالشابۃ والصبیۃ والمجنون فوکلان فی ظاھر الناصریۃ ینبغی ان یسقط وبہ یفتی ہمیں جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڈھی عورت کے جواب دینے سے۔ اور جوان عورت اور صغیرہ اور مجنون کے جواب۔ میں دو قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور ناصریہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم علی الواحد بلفظ الجمع ولکن الرد اور سلام کرے سلمان کو بصیغہ جمع اور اسیطرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہیے ہم یعنے ایک شخص کو بھی السلام علیک نہ کہے بلکہ السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کہا سواسطے کہ تعظیم سلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اسکے ہر سلمان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاویں گے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی اسیطرح کہے واو عطف زیادہ کرے یعنے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بھی درست ہے اور اگر یوں سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو مجیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم والسلام علیکم کہے لیکن الف کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی وکذا یزید علی برکاتہ اور زیادہ نہ کہے وبرکاتہ پھر ابن عباسؓ نے کہا کہ ہر شے کا منتہی ہوا اور سلام کا منتہی برکات ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور اور سلام کا جواب اور چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہے ہم ظاہراً تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب رد کتاب التحیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے کہ غائب کیطرف سے خط نہ لکھنا حاضر کیطرف سے کذا فی المجتبیٰ اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھکے جواب سلام کا نہیں دیتے تتارخانیہ میں ہے کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال لآخر اقرأ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہدینا تو اسپر ابلاغ سلام واجب ہے یعنے اگر اُسکا سلام نہ پہونچا دیگا تو گنہگار رہیگا امام محمدؒ نے کتاب السیر میں وہ حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کیطرف سے سلام پہونچا دے تو اُسپر لازم ہے کہ پہونچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی الحاکمیہ یہ یعنے یوں کہے وعلیکم وعلیہ السلام ویکرہ السلام علی الفاسق ونحوہ ولو کان کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ کالکل اوشرعا کالمحدث اذ قد یسلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو

اصل ہے اسکا حدیث ان اللہ یزید الواحد ثلثۃ اجزاء یرد علی من سلم علیہ واحد منھم ویرد الثلثۃ علی من سلم علیہ ثلثۃ

حدیث ہے اسکا ان اللہ یزید الواحد ثلثۃ اجزاء یرد علی من سلم علیہ واحد منھم ویرد الثلثۃ علی من سلم علیہ ثلثۃ

اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ نہیں جیسے مکروہ ہے سلام کرنا اُس پر جو حنفیہ جواب نہیں دیتا چنانچہ کھانے والا یعنی جسکے منہ میں لقمہ ہے اور وہ چبا رہا ہے یا حاجز ہو جواب سے شرعاً چنانچہ نماز کا پڑھنے والا اور قرآن خوان اور اگر ان دونوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہ ہوگا انتہی مافی المنتقی وقد مناہ فی باب ما یفسد الصلوٰۃ کراھتہ فی نیف وعشرین موضعاً والآیۃ سلام علیکم بخ الیم اور مفسدات صلوٰۃ کے باب میں ہم مقدم ذکر کیے ہیں کراہت سلام کرنے کے بیس اور چند مقام ہیں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم یعنے اگر سلام کے میم کو جزم کے ساتھ کہے تنوین اور نمہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں اسواسطے کہ مخالف سنت کے ہوا اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہر اعوام جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنےٰ ہیں ولو دخل وھو یرتجز لا یقول السلام علیناً وعلی عباد اللہ الصالحین اور اگر کسان میں داخل ہوا جو کہے کہ یوں کہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنے ہمپر سلام ہو اور حق تعالیٰ کے نیک بندوں پر ہم عباد صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو سلام کرنے والے کے ساتھ ہیں اور حاضرین جو بت تتار خانہ میں ہو کہ سلام کرنا ہر بار کے داخل ہونے میں چاہیے **فرع** مسئلہ لمحقہ شارح کا یکرہ اعطاء سائل المسجد لاذا لم یتخط رقاب الناس فی الاختیار کان لا اختیار ومتن الملتقی لان عیاناً تصدق بخاتمہ وھو راکع ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے اگر جبکہ سائل لوگوں کے گردنوں پر قدم اٹھا کر نہ جاتا ہو تو اسکو دینا بقول مختار مکروہ نہیں کذا فی الاختیار ومتن ملتقی الابحر اسواسطے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں اُتاری ہے کہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور حالانکہ رکوع میں ہوتے ہیں ہم یہ کہتے ہیں وہ نماز مسجد میں تھے تو دلیل پوری ہوگئی یا جبکہ نماز میں جو افضل اعمال ہے تصدق درست ہوا تو مسجد میں بطریق اولیٰ درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد لعلت تخطی رقاب ہی کذا فی الطحطاوی احب الاسماء الی اللہ تعالیٰ عبد اللہ وعبد الرحمٰن وہر تسمیہ میں اسماء حق تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہی ہم مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمٰن منادی نے کہا اور عبد اللہ فضل ہے مطلقاً حتےٰ کہ عبد الرحمٰن سے بھی اور ان دونوں ناموں کے بعد محمد افضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احب الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ یعنے سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عبدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ اور عبد القادر کذا فی الطحطاوی وجاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرھما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا اولیٰ لان العوام یصغرونہا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور انکے سوائے اُن اسماء سے جو مشترک ہیں خالق اور مخلوق میں اُنکا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے اُنکے غیر معانی مراد ہیں جو حق تعالیٰ کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن ایسے اسماء کا سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں بہتر ہے اسلیے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسماء ممدودہ کو حضیر کر کے پکارتے ہیں کذا فی السراجیۃ ہم مثلاً علی حق تعالیٰ کے حق میں بمعنے عالی رتبہ ہے ہر شے سے اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ ہے اپنے ہمسروں سے اور رشید حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی موصل الی المدایۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق میں تقرب الی اللہ حاصل کرنے والا اور جو راشد اور مرشد ہو غیر کا تعلم اور تعلیم سے من کان اسمہ محمداً کا یا سفیان یا کنی اباً القاسم کان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی قد نسخ کان علیاً رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جسکا نام محمد ہو اُسکی کنیت ابو القاسم سے کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ یہ حدیث کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اسواسطے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی ہم سبب کراہت کا یہ تھا کہ ابو القاسم کہکر بہت پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُنکی طرف التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہمنے اوروں کو پکارا تھا کہ وکیف ان یدخوا الجنۃ بالاسم وان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ انتہی بلفظہ ویہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی فی السراجیہ بلفظہم چونکہ الدعاء حق الربوبیۃ اضیع کا حق نہ وجہ پر نہایت زیادہ ہے تو تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیے نام لینے میں ظاہر ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسی کے واسطے امر ہوتا

ہمارے ہاں کی چھپی ہوئی

تو زوجہ کو زوج کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا ویہ ما یکرہ الکلام فی المسجد خلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث فی البستان عند قرأۃ القرآن وفی الملتقی تبعا للمختار وعند التذکر فاظنک بہ عند الغناء الذی سمیتہ مجدا اور سراجیہ مین ہی کہ مکروہ ہی کلام کرنا مسجد مین اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلا مین اور جماع کی حالت میں اور فقیہ ابو اللیث نے بستان مین اتنا زیادہ بیان کیا ہی اور مکروہ ہی کلام کرنا قرآن پڑھنے کیوقت اور ملتقی مین باتباع مختار لتسا اور زیادہ کہا ہی اور وعظ اور تذکیر کیوقت کلام مکروہ ہی سو تیرا کیا گمان ہی قرآن پڑھنے کیوقت اُس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہین ہم یعنے جب کلام مباح وعظ کیوقت مکروہ ہوا تو غنا محرم وعظ کیوقت ظلم عظیم ہی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تھا فاظنک بالغناء عند التذکیر تاتارخانیہ مین ہی کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نکرے مگر امر خیر مین اور بعضون نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نکرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی الاعجمی وھو لسان اھل الجنۃ من تعلمھا او علم غیرہ حفھ ما جاء مرفوعا وفی الحدیث احب العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اھل الجنۃ عربی ہر عربی کو عربی زبان افضل ہی بانی زبانون سے اور بہشتیون کی زبان عربی ہی جو اسکو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب پاویگا اور حدیث مین وارد ہی کہ عرب کو دوست رکھو تین وجہ سے اسواسطے کہ مین عربی ہون اور قرآن شریف عربی ہی اور اہل جنت کی زبان جنت مین عربی ہی ھم جامع صغیر مین بسیوطی نے جمع العصبیہ جمع امر حاضر ہی حاکم نے اس حدیث کی تخریج کیبعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہی اور یہ بھی روایت ہی کہ احفظوا فی العرب لثلث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہی اور حُبّ عرب مین احادیث کثیرہ وارد ہین چنانچہ عراقی نے علیحدہ کتاب اسمین تالیف کی ہی ازانجملہ افراد دارقطنی مین ابن عمرؓ سے روایت مرفوع ہی کہ حُبّ العرب ایمان وبغضھم نفاق یعنے محبت عرب کی ایمان ہی اور عداوت انکی نفاق ہی اور ابو الشیخ نے ابو ہریرہؓ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور انکے باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور ہی اسلام مین اور انکا فنا ہوجانا ظلمت ہی اسلام مین کذا فی الطحطاوی وفیہا تطیین القبور لا یکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال الہندوانی واحتج الکتابۃ کیلا یذھب الاثر ولا یعرف لا یکرہ کما یاتی ذکرہ المصنف فی آخر باب الوصیۃ بالاقارب وقدمناہ فی الجنائز اور سراجیہ مین ہی کہ قبرون پر مٹی لگانا اور کھرچل کرنا قول مختار مین مکروہ نہین اور بعضون نے کہا مکروہ ہی اور یزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہوتا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہو تو مضائقہ نہین انکا ایسا ذکر کیا ہی مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب مین اور ہم اسکو باب الجنائز مین پہلے ذکر کرچکے ہین **فائدہ** زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہی اور کیفیت زیارت یہ ہی کہ جسطرح میت کی حیات مین قرب یا بُعد سے زیارت کرتا تھا اسیطرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہی کہ اپنے گھر مین دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت مین فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور اسکا ثواب میت کیواسطے مقرر کرے حق تعالی قبر کو نورانی کردیگا اور میت کو بہت ثواب ہوگا پھر قبرستان کیطرف چلے اور راہ مین بیہودہ اشتغال نکرے جب قبرستان مین پہونچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کھڑا ہو اور یون کہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر اور اگر شہید ہو تو یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور جب میت کیواسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہوکر دعا کرے پھر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت و الہکم التکاثر پڑھے پھر ہاتھ اٹھاکر دعا کرے اور قرآن پڑھنا قبرستان مین بلند آواز سے مکروہ ہی اور آہستہ پڑھنا مندوب ہی اور زیارت کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ ہین لیکن جمعہ مین نماز کے بعد اور ہفتہ مین طلوع آفتاب اور پنجشنبہ مین اول روز اور اسیطرح متبرک راتون مین چنانچہ شبہات اور اسیطرح ازمنہ متبرک مین چنانچہ عشرۂ ذیحجہ اور عیدین اور عاشورا اور بکر بن ابی سعید سے منقول ہی کہ زیارت کیوقت سورۂ اخلاص سات بار پڑھنا مستحب ہی مجھکو روایت پہونچی ہی کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہی تو اسکی مغفرت ہوتی ہی اور اگر مغفور ہو تو پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہی اور میت کو ثواب ملتا ہی اور جو قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے بہ برس تک دور ہوجاتی ہی قبر پر ہاتھ رکھنا بعضون کے نزدیک بدعت ہی اور بعضون کے نزدیک بدعت ہی اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہین کہ ضاری کی عادت ہی لیکن قبر والدین کے چومنے مین مضائقہ نہین پھولون کا ڈالنا قبرون پر درست ہی اور اگر پھولون کی قیمت کو خیرات کردے تو بہتر ہی اور اخیر شعبان مین قبرون کیطرف جانا بدعت ہی کذا فی البزازیہ وغیرہا

الکل فی العالمگیریۃ وتمنی الموت لغلاء او ضیق عیش لا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکون لخوف الدین کما فی الحدیث قطعا لکراھۃ
من ظھر ھا خلاصۃ آہ وکرہ تمنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہو اور گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنے خوف دین کے آزردگی
دین کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہو اسکی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنے ایام فتنہ میں نہ جینے سے بہتر ہی کا یاس پاس اھو
اللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوھبانیۃ مخربا للمنیۃ وقاس علیہ لطرطوسی یقیۃ الاحجار کیا تو حد اور تمرد وتا زعا بن وھبان یا نہ
یحتاج الی النقل صریح وجزم فی الجوھرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت ومحل المصنف فی المثمنۃ علی قولہ وفی الجوھرۃ علی قولھا وقال وقد رجحوا قولھا فی
کلھا اقول لی فی دیانا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذھب حرمۃ لبس اللؤلؤ وکل الرجال الا صبی جہ علاقہ نہیں موتی کے پہننے میں صغیر کو اور سیطر
بالغ کو ایسا مذکور ہی شرح وہبانیہ میں مبنیہ افتی کیونکہ منسوب کرکے اور موتی پر طرسوسی نے باقی جواہرون کو مثل یاقوت اور مرد کو قیاس کیا ہی اور ابن وہبان نے
طرسوسی سے یہ نزاع کیا ہی کہ اسکی حلت میں نقل صریح چاہیے یعنے مجتہد کا قیاس حجت نہیں اور جوہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہی میں کہتا ہوں کہ مصنف اور
اپنی شرح میں موتی کی اباحت کو جوہرۃ النیر میں مذکور ہی امام کے قول پر محمول کیا ہی اور جوہرہ میں حرمت مذکور ہی صاحبین کے قول پر محمول کیا ہی مصنف نے
کہا اور البتہ علمائے صاحبین کے قول پر ترجیح دی ہی سو کافی میں یوں مذکور ہی کہ صاحبین کا قول قریب تر ہی ہمارے دیار کے رواج سے تو اُسپر کا فتوی دینا چاہیے
پھر مصنف نے کہا اور بموجب اُسکے تو مذہب میں موتی اور اسکی مانند اور پتھروں کے پہننے کی حرمت معتمد ہی مردوں پر اسواسطے کہ وہ عورتوں کا زیور ہی دیکھو اللؤلؤ
الیاس الخلخال والسوار للصبی اور ولی کو پہنانا گوجری اور کنگن کا صغیر کو مکروہ ہی یعنے اسواسطے کہ عورت کا زیور ہی کذا فی الطحطاوی درمیطر ہاتھ پاؤں میں
کڑے اور جھانجن اور گھونگرو اور لڑکوں کو پہنانا درست نہیں ولا باس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط بیٹی اور طفل کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں یا عتبار
استحسان کے کذا فی الملتقط ظاہر الطفل سے مذکر مراد ہی عطف کے قرینہ سے لیکن فتاوی عالمگیری میں کبری سے منقول ہی الا باس ان یثقب اذان الطفل من اجل
اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو ہمیں کہیں اسواسطے مخصوص ہی کذا فی الطحطاوی دھل یحرم الکراھۃ
فی الاطفال لم اسر بہ اور کیا جائز ہی یا نہیں تنقیح بیّنا ناک چھیدنا بعین میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا قلت طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں اگر تنقی کو زینت کیواسطے
عورتیں پہنتی ہوں جیسا کہ بعض بلاد میں رائج ہی تو اُن ملکوں میں ناک چھیدنا تنقی کیواسطے ایسا ہی جیسے کان کا چھیدنا درست ہی یا یوں کہ اسواسطے دیکھو
للذکر ولا یتخذ الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذھب او الفضۃ او من دواۃ کذلک لانہ حلیۃ الرجال اور عورت کو مکروہ ہی لکھنا سونے یا چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے
یا سونے چاندی کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال ولا باس بتمویہ السلاح بذھب وفضۃ ولا باس بسرج ولجام مثقل من ذلک عند ابی حنیفۃ خلافا
لابی یوسف سراجیہ میں یوں کہا کچھ مضائقہ نہیں ہونے چاندی کے ملمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں زین اور لگام اور رکاب کا سونے سے امام اعظم کے
نزدیک خلاف ابو یوسف کے ہم ان مسائل کی تفصیل اپنی کتاب کے اول میں مذکور ہو چکی جاریۃ لزید قال بکر دکلتی زید بیعھا حل لعمرو شراؤھا وطیھا یقولون
بکذا ان البرایہ صدقکاھم وان اکبر رأیہ کذبہ لا یقبل قولہ فلا یشتری منہ ولو لم یخبر الا فی ذلک الشیء لغیرہ فلا باس بالشراء منہ یعنی ایک لونڈی ہی سو بکر نے کہا کہ زید
زید نے اُسکے بھیجنے کا کہا ہی تو عمرو کو اُسکی خرید اور قربت کرنا درست ہی بسبب قبول کرلینے بکر کے قول کے اشیاء غیر کو اُسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں
مذکور ہو چکا اور اگر اُسکے کذب کا گمان غالب ہو تو اُسکے قول کو قبول نہ کرے اور نہ اُس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اسکی خبر نہ کرے کہ یہ چیز غیر شخص کی ہی
تو اُسکے خرید کرنے میں قابض سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ملک کی کما حل وطی من رقتہ الیہ قال النساجی تعم البلوی بمثل ھذا فی امر
عورت کی جو زوج کے پاس بیوہ بیاہی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہی یعنے اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہی وصورت عدم معارضہ حل الکلام
فی البیت طلقنی وانقضت عدتی وکنت امۃ فلان اعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقھا وتمام فی الخانیۃ تلخیصہ حاصلہ منی لغیرت

یا مر محتمل فان ثقۃ اوقع فی قلبہ صدقہا لایاس بتزوجہا وان یامر مستفتی کو امام یستفسرہا اور حلال ہونیکا حکم کر لینا اُس عورت کے ساتھ جسنے کہا کہ میرے زوج نے مجکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اُسنے مجکو آزاد کر دیا یا بشرطیکہ مرد کے دل مین اُسکی راستی واقع ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہی مین کہتا ہون خلاصہ اس مقام کا یہ ہی کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عدت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے دل مین اُسکی راستی جم جاے تو اُسکے ساتھ نکاح کر لینا درست ہی اور اگر عورت لم مستفسر اور غیر مسلوم کی خبر دے تو اُسکے نکاح پر جرأت نہ کرے جبتک کہ اُسکا حال دریافت نہ کرے لوگون سے ھم امر مستفسر چنانچہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نہ تھا تو دوسرے مرد کو اُسکا قول مان لینا درست نہین اور نہ اُسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہی اسواسطے کہ اُسنے امر مستفسر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور چنانچہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین تجکو حلال ہو گئی تو اُسکو اُسکے ساتھ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے اسواسطے کہ بغیر علماے کے نزدیک بجرد نکاح کے بلا دخلی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہی تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا کذا فی الطحطاوی **فروع** سائل ملقبہ شاح کی کتب ما قول الشافعی فی کتب جواب ابی حنیفۃ رح مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ مین مثلاً شافعی کا کیا قول ہی تو امام ابوحنیفہ کا جواب لکھے ھم یہ مبنی ہی علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا اعتقاد کرنا واجب ہی اور غیر کے مذہب کو بالعکس اسکے اور اُسکی بنا اسپر ہی کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہین اور حق یہ ہی کہ تقلید مفضول کی بھی جائز ہی اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق مین ہی نہ تابع مقلد کے حق مین اسواسطے کہ مقلد تو نجات پاتا ہی ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے فروع مین اور اُسپر ترجیح واجب نہین کذا فی الطحطاوی واذا کتب لفتی بدین یکتب لا یصدق قضاءً لیقضی القاضی بحقہ اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانۃ درست ہی یعنے فیما بینہ وبین اللہ اپنی نسبت پر عمل کرنا چاہیے تو یہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اُسکی تصدیق قضاءً نہ کرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اُسکے حانث ہونے سے شلاً ھم شاہد کہ یہ بسبیل اولویت کے ہی والا قضاء قاضی اس قول کی کتابت پر موقوف نہین مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء مفتی پر اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی التجوید بالطرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے مین ترجیع یعنے ترویدِ صوت حلق مین خوش اوازی سے جائز ہی اگر ترجیع مین حروف زیادہ نہو جائین ھم منح الغفار مین اس قول کو صحیح نقل کیا ہی اور عالمگیری مین ہی کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہی حلال نہین اسلیے کہ فاسقون کی حالت فسق سے مشابہ ہی یعنے مغنیون کی گلکری سے مشابہ ہی اور یہ گمان کوئی نہ کرے کہ ترجیع مذکور سے لحن مراد ہی اسواسطے کہ لحن بالاتفاق حرام ہی وان زاد کرہ فلسقہ اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جاے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے واو پیدا ہو تو قاری اور مؤذن کو اور اُسکی سماعت کرنے والے کو ترجیع مکروہ ہی وقولہ احسنتان لسکوتہ فحسن وبین لتلک القرأۃ یغشی علیہ الکفر اور سمع کا بین کہنا قاری مرجع مذکور سے کہ کیا خوب کیا تونے تو اگر اُسکے چپ رہنے کیواسطے یہ قول کہا تو بہتر ہی اور اگر اس قرأت محرمہ کیواسطے کہا تو اُسپر کفر کا خوف ہی ھم وجہ خوف کفر یہ ہی کہ اُسنے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق جہاد ۃ کھذہ ثلثۃ حرام لفقہ مسلم واظہار علم ودنیا واموال وقبول مناظرہ اور مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کیواسطے عبادت ہی اور تین امور مین سے کسی امر کیواسطے مناظرہ حرام ہی مسلمان کے مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کے واسطے حرام ہی والتذکیر علی المنابر بلا محظور واللاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ورئاسۃ ومال وقبول عام مضر بالملۃ البہیۃ والنصاح وعظ اور درس کہنا منبرون پر عیدون کے دن اپنی پندپذیری کے واسطے انبیا اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہی اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کیواسطے وعظ کہنا یہود و نصاریٰ کی گمراہی سے ہی ھم ایسی طرز نکالی ہی قرآن مجید بتغلیف من بدعۃ تلف ورتلوا الکتاب یامذون عرض ہذا الادنی الایہ قرأۃ القرآن بقرأۃ معروفۃ وشاذۃ دفعۃ واحدۃ مکروہۃ کما فی الحاوی القدسی قرأت مشہورہ اور غیر مشہورہ قرأت سے کیا گی مکروہ ہی چنانچہ حاوی قدسی مین ہی ھم قرأت عشرہ سے زیادہ قرأت شاذہ غیر مشہورہ ہی اور جب مشہورہ

اور غیر مشہورہ کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قرأت پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یسحب الرجل خضاب شرع فلحیتہ ولو فی غیر حرب
فلا ۔ صحیح لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم یفعلہ ویکرہ بالسواد وقیل لا جمیع الغنا دے الکل من الفتح المصنف مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے
بالوں اور داڑھی میں اگرچہ خضاب کرے سوائے جہاد کے قول اصح میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا
مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا مکروہ نہیں کذا فی مجمع الغنا وی اور زیر سبائل مصنف کی شرح منبع الغفار سے منقول ہے ہم ہاتھ یا پاؤں میں مہندی کا خضاب مکروہ ہے
عورتوں کی مشابہت کی سبب بالوں کا خضاب درست ہے اگرچہ زنا اور جواری کے پسند آنے کے واسطے کرے ابو یوسف سے روایت ہے کہ جیسے محکو اچھا معلوم ہوتا ہے
کہ میری عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسی عورت کو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی
حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث میں وارد ہے لیکن کتم میں اختلاف ہے کہ وسمہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو حنا کے ساتھ بوئی جاتی ہے
مترجم نے اساتذہ دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے وسمہ کا خضاب مستثنیٰ ہے اسواسطے کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک
شہید ہو کر شام کو لگیا تھا تو ریش مبارک میں وسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اور ادویہ کی سیاہی مکروہ ہے نہ وسمہ کی المکتب الذی ینتفع بہا یحق منعہا اسد اللہ ملا
درسلہ ویحرق الیاقی کالیاسان تلقی فی ماء جار کما ھی او تدفن وھو احسن کالاوانی بنیاء وہ کتابیں جنسے فائدہ حاصل نہیں ہوتا بیسودگی کے
سبب سے اُنسے حق تعالیٰ اور اُسکے فرشتوں اور اُسکے رسولوں کا نام مٹایا جاوے اور باقی جلادی جائیں اور بہتے پانی میں اسیطرح جلا کر احراسا، مقدسہ انکا ڈالنا اور ہی
یا زمین میں دفن کردی جائیں اور دفن کرنا جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیا علیہم کو دفن کرتے ہیں بعد موت کے القصص المکروہ ان
یحدثہم بما لیس لہ اصل معروف او یعظمہم بما لا یعظم بہ اویزید وینقص بعضہ فی اصلہ اما التزیین بالعبارات اللفظیۃ المرفقۃ والشرح لھوا لم
قذا الحسن وعظ میں مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچھ اصل مشہور اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا انکو اس
چیز کی تضیعت کرے جسپر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ کردے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتوں لطیف دل فہم کرنے والی
اور شرح کر دینا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سو وہ بہتر ہے اکثر جہال واعظین دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والوں کی عادت ہے کہ حکایات کاذبہ اور روایات
موضوعہ جسکی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہیں خرید رقت اور گریہ کی محفل کیواسطے بیان کرتے ہیں یا کمی بیشی کر دیتے ہیں سو معلوم ہوا کہ وعظ نہیں مکروہ ہے جاہل
کے وعظ گوئی میں یا طبیب عالم کے بیان میں اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں وہ افضل مشارکۃ اہل محلتہ ذات علماء النائبۃ لکن فی زماننا الاکثر ھا ظلم
فلا یقدر علی دفعہ عن نفسہ فحینئذ یعطی فلیعطہ من عینہ اور شراکت اپنے اہل محلہ کی اُس مال کے دینے میں جسکو حاکم مقرر کر لیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے میں اکثر حاکم
ظلم ہیں سو جو شخص کہ اُسکے دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور اگر وہ عاجز ہونے کے سبب دینا چاہے لینے اگر اہل محلہ پر سے نہ ٹال سکے عاجز ہو
تب دے کر دفع کرنا اپنی ذات سے اُسوقت درست ہے جبکہ اُسکا حصہ غیر پر نہ ڈالا جاوے فتاوی عالمگیری میں قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق
قصور باندھا گیا تو اُسکو ثالثی اپنی ذات پر سے دست ہے بشرطیکہ باقی لوگوں پر اُسکا حصہ نہ ڈالا جاوے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نہ کرے بلکہ
دینے میں اہل محلہ کے شریک ہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وھو وجہ صاحب جس کو جائز نہیں
کہ اپنے حق کی غیر جنس کے اور غیر جنس کے لینے کو شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وجیہ تر ہے استیفاء حق میں ہم یعنے اگر مثلاً ایک شخص کے دوسرے پر
گیہوں قرض ہیں اور اُس سے وصول نہیں اور وہ اُسکے جو یا چاول پاوے تو اُسکو لینا درست نہیں ہوا سطیکہ اُسکے ہمجنس نہیں غیر جنس ہیں مجتبیٰ
ہو کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہیں تو اگر درہم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلم طلیعی الصبیان اثمان الحصیر فحصہا فشری بعضہا لوحدہ بعضہا للہ لا یبعد
لانہ قلیل من الآباء معلم نے لڑکوں سے فرش کتب کی پیسوں کیواسطے جیسے طلب کیے سوچ کے تحصیل کر کے پھر کچھ پیسوں سے چٹائیاں

خرید کیں اور کچھ پیسے آپ لیے تو اسکو یہ درست ہی اسواسطے کہ سطح کا دینار لڑکوں کے ہاتھ میں سے تملیک ہی معلوم کو ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہی اسلیے کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہی خریدین لیے وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہین کہ خیانت ہی کہا یأس بوطی المنکوحۃ بمعانیۃ الامۃ دون عکسہ کچھ مضایقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے سامنے نہ بالعکس اسکے لیے لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ہم مجتبی مین یہ مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہی اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہی کہ دو لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی طاہر الکراہت کا قول معتمد ہی اسواسطے کہ اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہی لیکن لونڈی کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجد ما لا قیمۃ لہ لا بأس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہین اور اُس سے فائدہ لینا درست ہی یعنے بلا اجازت مالک کے ولو لہ قیمۃ وھو غنی تصدق اور اگر اُس چیز کی کچھ قیمت ہی اور یہ اپنے کو غنی معلوم نہین تو اسکو خیرات کردے لا بأس بالجماع فی بیت فیہ مصحف للیلوی کچھ مضائقہ نہین جماع کرنے مین اُس کوٹھری یا دالان کے اندر جسمین مصحف رکھا ہی یہ جائز ہوا بسبب تکلیف اور مشقت کے ھم مجتبی مین اسیطرح مطلق مذکور ہی اور قنیہ مین یہ قید مذکور ہی کہ مصحف مستور ہو اور اگر اولویت پر نظر کیجیے تو منافات زائل ہوجاے لانہ ترک مسلماً علی المسرح للحدیث ھذا الو للتلھی وللحاجۃ غزو او حج او مفصلۃ بنی ادم ینوی لا یدل لھا متہ فلا یأتی سواری نہ کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہ عدم جواز اُسوقت ہی جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے اور اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لیے جو اُسکے واسطے ضروری ہی سوار ہو تو مضائقہ نہین ہم حدیث مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہی کہ لعن اللہ الفروج علی الشروج یتغنی بالقرآن ولہ یخرج بالطاء عن قول یرھو صحیح فی العربیۃ یستحق قرآن پڑھنا خوش آواز سے اور بسبب الحان نہ خارج ہوگیا اُس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہی تو وہ خوب ہی ہم قرآن مین خوش آوازی وہان تک درست ہی جسمین قواعد موسیقی کی رعایت نہو یعنے راگ اور راگنی کو دخل نہ دے یعنے حسن صوت طبیعی مستحسن ہو نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات اور سکنات مین تغیر ہوجاتا ہی ذکر اللہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس افضل من قرأۃ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے ویستحب القرأۃ عند الطلوع او الغروب اور مستحب ہی قرأت قرآن کی طلوع یا غروب کیوقت ہم فتاوے عالمگیری مین غرائب سے منقول ہی کہ طلوع آفتاب اور اُن اوقات مین جنمین نماز درست نہین درود پڑھنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہی قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑھتے تھے انتہی تو شاید یون کہنا حق تھا کہ طلوع یا غروب کیوقت قرأت مستحب نہین یا ذکر مستحب ہی ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی کا بأس للامام عقیب الصلوٰۃ بقرأۃ ایۃ الکرسی وخواتیم سورۃ البقرۃ لانحفاظ المقتدی امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا امن الرسول کے پڑھنے مین بلند آواز سے اور پیچھے پڑھنا کہا افضل یقرأ الفاتحۃ بعد الصلوٰۃ مجھرًا للمہمات بدعۃ قال استاذنا الکتانی مستحسنۃ للعادۃ والآثار سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد پکار کے رفع حاجات کیواسطے بدعت ہی ہمارے اُستاد یعنے بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہی بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار و آثار کے ھم فتاوی عالمگیری مین اس مسئلہ مین تفصیل واقع ہی یعنے اگر اُس نماز کے بعد سنت ہو تو پس ظہر یا مغرب یا عشا تو سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہی اور نہین تو مکروہ نہین انتہی یعنے اسواسطے کہ فرض اور سنت مین سواے اللھم انت السلام یا اذکار ماثورہ کے فصل کرنا چاہیے الرشوۃ حرام للقابض ثبوت مملوک نہین ہوجاتی قبضہ کرنے سے مرتشی کے یعنی رشوتی کو اُسکا پھیر لینا درست ہی ہم اگر عالم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظالم کو دفع کردے تو یہ رشوت ہی ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اُسکا کام نکال دیا تو بعد کارپردازی کے ہدیہ قبول کرنا درست ہی اور کارپردازی سے پہلے اُسکے طلب کرنے سے یہ حرام ہی اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہی اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہی اور شاگردون کے تحفہ قبول کرنے مین اختلاف ہی مشائخ کا کذا فی الطحطاوی من المجتبی لا بأس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچھ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ آدمی اسپر اپنے

لعن اللہ الفروج علی الشروج یتغنی بالقرآن ولہ یخرج بالطاء

دین پر خوف کرے ہم یا ناحق حاصل کرنے کو رشوت دے تو یہ دینے والے کے حق میں رشوت نہیں بسیط برہانی میں ہے ایک مرد ایک گانون میں رہتا ہے اور اسمیں ظالم ہے اور یہ مرد اُس ظالم کو میوہ جات یا مطعومات تحفہ دیتا ہے دفع ظلم کے واسطے تو درست ہے والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشعراء لمن یخاف لسانہ وکفی بہم المؤلفۃ قلوبہم الصدقات وبالاعلی امثالہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کو اور جسکی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اسکو مال عطا فرماتے تھے اور مولفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہے ہم مولفۃ القلوب رؤساء کفار تھے جنکو زکوۃ کا حصہ تالیف قلوب کیواسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام میں جمع اھل الصلاۃ للامام فحش اہل محلہ نے کچھ قوت باہم امام کیواسطے جمع کر دیا تو یہ بہتر ہے ہم امام سے ظاہر الامام مسجد مراد ہے بدلیل محلہ دمن اتخذ ما یوخذ علی کل مباح کحطب وکلاء ومباح معدن اور حرام مال سے وہ مال مراد ہے جو مباح چیز پر لیا جاے چنانچہ نمک اور گھاس اور پانی اور کھانہیں ہم اشیاء مذکورہ اصلی مباح ہیں سب آدمی اُسمیں شریک ہیں لیکن جب آدمی نمک کو مثلاً اُسکے کھان سے اُٹھا لاوے تو وہ اُسکا مالک ہو جاتا ہے تو اب اُسکو بیچنا درست ہے وما یاخذ عاذ اغزو وشاعر شعر ومسخرۃ وحکواتی قال تعالی لاٰ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ اور منجملہ اموال محرمہ کے وہ مال ہے جسکو غازی بواسطہ غزا اور شاعر بدلیہ شعر گوئی اور مسخرا اور حکواتی بدلیہ قصہ گوئی لیتا ہے قال تعالی لاٰ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ اور بعضا آدمی وہ ہے جو لہو الحدیث لینے کھیل کی بات خرید کرتا ہے مراد وہ غازی ہیں جو اہل شہرت زبردستی مال لیں لہو الحدیث سے وہ مراد ہے جو ضروریہ سے غفلت میں ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل وقصص غیر متعبہ اور مضاحک وفضول کلام یہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے حق میں اُتری وہ سوداگری کو ملک عجم میں جاتا وہاں سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تمسے عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تمسے رستم واسفندیار وغیرہما کا قصہ ذکر کرتا ہوں تو کافر اُسکی حکایات سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہ آیت اُتری وَاُصْحَابُ مَعَازِفَ وَمَزَامِیْرُ وَكَالِهَةُ وَمُقَامِرُ وَقَاتِفَةُ وَنَرْدٌ وَهُوَ كَشِیْرَةٍ اور حرام ہے وہ مال جسکو باجوں کے بجانے والے لیتے ہیں اور قراد اور یہی خبر بنانے والا اور قمار باز اور عورت نیل سے بدن کی گودنے والی یعنی ہو اور مال حرام کی فروع اور شاخیں بہت ہیں ہم از انجملہ اجرت واشرہ یعنے اُس عورت کی اجرت جو دوسری عورت کے دانت گسکر باریک کر دے اور جو متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو دو شخصوں میں صلح کرا کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن اور جو مال کہ جانوروں کی جنگی پر لیا جاوے اور جانور ہرار اور رندوں کی کھال کی قیمت قبل از ذبح اور خرچی اور شرط کر کے حجام یعنے پچھنے لگانے والے کی اجرت یہ سب مال حرام ہیں کذا فی الطحطاوی وقیل اللہ یا خبیث ولحۃ جازلہ الرد فی کل شیئ الا ذبح الحر وترک الفضل کینے کسیکو کہا خبیث اور اسنداُسکے کوئی کلمہ سخت ومخاطب کو پھیر کے کہنا اُس گالی میں جائز ہے جو گالی کہ مدعی کو موجب نہیں ہوا اور ترک اسکا افضل یعنے صبر افضل ہے جواب دینیسے کذا فی قول الصائم المتطوع اذا سئل اصائم انت فحسبی انظر فاما نفلی او حمق نفل کے روزہ دار نے کسی نے سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اُسکا یوں کہنا کہ دیکھا چاہیے کہ روزہ ہو اسواسطے کہ یہ نفاق ہے یا حمق اور جہالت ہم یعنے یہ نافلین کا طریقہ ہے تا معلوم ہو کہ یہ اپنے عمل کو چھپاتا ہے بلکہ یوں جواب دینا بہتر ہے کہ ہاں میں روزہ دار ہوں اسواسطے کہ صوم میں ریا کو دخل نہیں کذا فی الطحطاوی من لہ اطفال وما قلیل لا یوصی بنقل جس شخص کے چھوٹے لڑکے ہوں اور تھوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نہ کرے ہم لیکن اگر مریض پر صلوات اور کفارات ہوں تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے بطریق احسن وصیت کرا دیں مگر یہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہ جو دیتے ہیں کہ اپنے بیماروں سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اُسکا یہ ہے کہ بیمار اپنی اولاد اور عیال اور دوستوں کو جمع کرے اور حمد الٰہی بجا لاوے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اُسکی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہے پھر اولاد سے کہے کہ تم کسکی عبادت کرو گے میرے بعد پھر اگلا ایمان کی وصیت کرے اور اُنسے کہے کہ نہ مریگا مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی پھر اسکے بعد جو چاہے وصیت کرے کذا فی المجتبی یعنے حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اُسپر ہوں اُنکی وصیت کرنا چاہیے وصیت ایمانی کے بعد اسواسطے

کہ احادیث صحیحہ مین وارد ہی کہ مسلمان کو چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت مین تاخیر نکرے من حیلے او تصدق وای بہ الناس لا یعاقب بتلک المعصیۃ ولا یثاب بما قیل ھذا فی الفرائض وھمۃ الزاھد للنوافل الریاء لا یدخل الفرائض جو شخص نماز پڑھتا ہو یا زکوۃ اور خیرات دیتا ہو لوگون کے دکھانے کے واسطے تو اس نماز ریائی کے سبب سے اُسپر عذاب ہوگا اور نہ اُسکو اسکا ثواب ملیگا بعضون نے کہا کہ یہ عدم عقاب اور ثواب فرائض مین ہی نہ نوافل مین اور زاہدی نے اسکو نوافل کیواسطے بھی عالم کہا ہی فقہا کے اس قول کی دلیل سے کہ ریا فرائض مین داخل نہین ہوتا ھم شارح کو یون کہنا بہتر تھا وخصہ الزاہدی بالنوافل لسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبی مین یون ہی ولکن نقص فی الواقعات ان الریاء لا یدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اس صورت مین تعلیل ظاہر ہی اور تیمم مین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی عزل الرجل علی ھیئۃ تغزل المرئۃ یکرہ یعنی مرد کا عورت کی ہیئت اور وضع پر مکروہ ہی یعنے اسواسطے کہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہین اور حدیث مین اُسپر لعنت وارد ہی بلکہ ظاہر آ سوی الرجال وسوی ھالہ عورت کو مرد کا چھوٹا اور مرد کو عورت کا جھوٹا مکروہ ہی ھم مراد جھوٹا پانی ہی عورت غیر حلال کا اور یہ کراہت در صورت نافذ کے ہی والا ظاہر اکمروہ نہین اسکا تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولم یجب زوجہ علی تولک الصلوۃ علی الاظہر اور شوہر کو جائز ہی مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر بنا بر ظاہر مذہب کے ھم اور اسیطرح اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہی کذا فی المجتبی لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ زوج پر واجب نہین طلاق دینا حرام کا زوجہ کما فی الطحطاوی نے کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہی لا یجوز الوضوء من الحیاض العظیمۃ المتنزح فی الاصح جائز نہین وضو کرنا اُن حوضون سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہین قول صحیح مین ھم لیکن وضو کے حوضون سے بنیاد درست ہی ویمنع من الوضوء منہ فیہ اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض مین وضو کرنا منع کیا جاے محملہ کالھلالی ناذ وتابہ جاز ولا کا اور رأس حوض سے پانی لانا اپنے اہل وعیال کے پینے کے واسطے اگر مالک کی اجازت ہو لیجانے کی تو درست ہی اور نہین تو جائز نہین الکذب مباح لاحیاء حقہ ودفع الظلم عن نفسہ المراد التعریض کان عین الکذب حرام قال ھو الحق قال تعالی وقول الزور اصنوا الکذب من المجتنبی جھوٹ بولنا اپنے حق کے ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہی اور کذب سے مراد تعریض ہی نہ مخالف تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہی صاحب مجتبی نے کہا اور یہی قول حق ہی کہ کذب سے تعریض مراد ہی نہ عین کذب حق تعالی نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت کیے گئے یہ سب مسائل یعنے مسائل محرکتب غیر منقولہ سے یہان تک مجتبی سے منقول ہین وفی الوھبانیۃ قال وللصلح حیازا للکذب او دفع ظالم او حاصل لترضی والقتال لیطفر اور وہبانیہ مین کہا جھوٹ بولنا درست ہی صلح بین المومنین کیواسطے یا دفع ظالم کیواسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہی تا وہ راضی رہے وحشت مین نہ آوے اور لڑائی مین کذب درست ہی تا فتح حاصل ہو ھم شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے مراد بعض مراد ہی نہ کذب بنا الخ وبکونہ فی الھام تعمیم الخ دمن شاء متوبرا فقالوا اینوی رادر حمام مین خدیگا کا دانبا د پچی کرنا مکروہ ہی اور جو چاہے نورہ لگانا تو ملانے کہا ہی کہ اپنے ہاتھ سے نورہ لگا دے ھم کپڑی پر چپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہی اور بضرورت درست ہی اور بلا حیلولت توب ران پر چپی کروانا حمام مین چنانچہ جاہلون کی عادت ہی سو حرام ہی کذا فی شرح الوھبانیہ ویفسق مقاد الملوط بہ یجامع ومن ثم لا طفال الصبی بوزرہ ومعادت گرفتہ مرد جامع سوید فاسق ہی اور اسیطرح جو معلم کہ اسمین لڑکے بچے ہاوے اور وہ گنہگار ہی ھم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق نہین کہا مان اسکو گنہگار کہا ہی تو ظلم کے کلام کا یون توجیہ ہو سکتی ہی کہ جب اُسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہو گیا ویمن قام اجلاً لشخص فجائز وفی غیر اھل العلم یضرق اور جو کھڑا ہو گیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کیواسطے تو جائز ہی اور بعضے علما غیر اہل علم مین اسکو ثابت رکھتے ہین ھم شخص سے مراد مسلمان ہی نہ کافر اسواسطے کہ اسباب مین مذکور ہوچکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہین اور بعضون کے نزدیک قیام اہل علم کیواسطے مخصوص ہی چنانچہ قنیہ مین ہی وحث نقل المیت البعض مطلقا وعن ابی حنیفہ ما یدل علی ذلک یکرہ اور بعضون نے میت کا نقل کرنا جائز کہا ہی مطلقاً خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہی کہ دو میل سے زیادہ جائز نہین ھم طرسوسی نے ذکر کیا

ف۱ یہ تفصیل کیا ہی اور اسکو نوافل سے کیا تعلق ہی

ف۲ یہ تعریض کیا ہی اور اسکو کذب سے کیا تعلق ہی

کہ میت کو اٹھا لیجانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز نقل میت مین دو میل سے زیادہ اختلاف ہے بعضون کے نزدیک مطلقاً جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اسکی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو صاحب البرشارح وہبانیہ نے کہا کہ یہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اسپر مطلع نہین ہوئے علماے کے کلام سے اور ظاہر اطلاق کا کلام ہے ۵ دلل وجلۃ الستمین لا توق شیعا ما دومن فی کرھا التعویذ لکی یحظر ہا اور زوجہ کا اپنا بدن معاف کرنا مقوی طعام کھا کر درست ہے بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نہ کھاے اور زوجہ کا تعویذ لکھوانا زوج کی محبت کیواسطے منع ہے ہم تسمین زوجہ بشرط رضاے زوج جائز ہے خانیہ مین ہے کہ ایک عورت آیات تعویذ لکھواتی ہے تا اسکا زوج اُسکو چاہے اور اُسکی طرف سے نفرت چھوڑے جامع صغیر مین ذکر کیا ہے کہ یہ حرام ہے حلال نہین انتہی ابن وہبان نے توجیہ الحکمی یون بیان کی ہے کہ ایک طرح کا یہ بھی سحر ہے اور سحر حرام ہے ۵ ذیکرہ ان لسقی لاسقاط حملہا بعد ما جاز لعذر حیث لا یتصور اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کیواسطے مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے جبکہ حمل کیصورت نہ بنگئی ہو ہم حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہین اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ بنگئی ہو عذر اسقاط یہ ہے کہ مثلاً عورت لڑکے کو دودھ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اُسکے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہین ہے اور ہلاکی طفل کا خوف ہے تو اس صورت مین حمل کا گرانا دوا یا علاج وغیرہ سے درست ہے جبتک حمل ٹھہرا ہوا مضغہ نہ بنگئے ہون ۵ وان اسقطت میتا ففی السقط غرۃ لو الدۃ من عاقلۃ الاب نصفہ اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مُردہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت کی باپ کیواسطے مان کی برادری سے غرہ عاقر کیا جاوے ہم غرہ بضم غین معجمہ عبارت پانچ سو درم سے ہے جو ایک سال کے اندر لیا جاے اور اگر عورت کی برادری نہو تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاے اور اگر عورت نے زندہ گرا دیا پھر وہ مر گیا تو عورت کی برادری سے خونبہا ہے تین سال کے اندر اور اگر برادری نہین تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاے کذا فی الطحطاوی ۵ وفی یوم عاشورا مکروہ کحلہ وحنا وبالمعتاد خلطا او یوم حجامۃ او یوم عاشورا یعنے محرم کی دسوین تاریخ سر منڈانا مکروہ ہے اور کچھ مضائقہ نہین خلط الجمعی کی حادث مین اور ثواب ہے ۵ وبعضہم استحب الحجامۃ فی الکل جائز بالفعل رسول اللہ ﷺ وفی الملتقی اور بعضون کے نزدیک یوم عاشورا کو سر منڈانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب سے تو وہی مقرر ہے ہم وجہ کراہت سر منڈانا یہ ہے کہ علامت ہے شہیدان اہلبیت نبوت کی اسواسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سر منڈایا تھا اور دوسری روایت یہ ہے کہ انہون کا سر منڈایا تھا قتل امام کی فرحت سے قنیہ مین ہے کہ خلط الجمعہ مین یوم عاشورا کوئی اثر قوی وارد نہین ہوا لیکن حسین رضی اللہ عنہ بدلیل حدیث من وسع علی عیالہ وسع اللہ علیہ سائر سنتہ تو انہون نے اسی سے وسعت طعام کی ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وسفر السعادت فیہ فرد آبادی مین ہے کہ استحباب صیام عاشورا ثابت ہے اور سائر احادیث فضل عاشورا اور فضل صلوۃ واتفاق وخضاب وادہان وکحال وطبخ حبوب وغیر ذلک مجموع موضوع وصغری ہمارا یہ حدیث ہے کہ اما کہ آمین سر منڈانا بدعت ہے کہ قاتلین حسینین کی ایجاد ہے شیخ محمد الحنفی دہلوی نے سفر السعادت کی شرح صراط المستقیم مین کہا کہ احادیث فضل عاشورا اور وقوع وقائع عظیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم ودفع اریس آسمان پر اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور اُترنا نوح کا کشتی سے اور اُترنا توبت کا موسی پر اور فدیہ اسمعیل کا اور نکلنا یوسف کا قید خانہ سے اسیطرح اور وقائع انبیا علیہم السلام کے تحدیث کے نزدیک موضوع اور باطل ہین تکثیر طعام مین عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہین کہ تعدد طرق سے جبر نقصان ہو سکتا ہے حافظ زین الدین عراقی نے اپنی امالی مین طریق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع علی عیالہ واہلہ یوم عاشورا وسع اللہ علیہ سائر سنتہ اور کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے ولیکن بعضون کے نزدیک حسن ہے اور دوسرے طریق سے بعضون کے نزدیک صحیح ہے الحاصل ہمواعتی محرقہ مین ہے کہ اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ اس روز مین بدعات روافض سے چنانچہ نوحہ گری وغیرہ سے اجتناب کرین اسیطرح بدعات نواصب اور دشمنان اہل بیت سے پرہیز کرین چنانچہ اس دن مین عید کرنا اور اظہار فرحت اور آرائش کرنا سر منڈانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے اور نہ چار دن الامرن سے اور نہ کسی کتاب معتبر مین وارد ہے انتہی مافی صراط المستقیم مختصراً ۵ وضوب عبیدہ للغیر جاز لا مرہ بہ وما جاز فی الاحرار والاب یامر بہ اور غیر کے

غلاموں کو مارنا مالک کے حکم سے جائز ہے اور جائز نہیں احرار کا مارنا اگرچہ باپ امر کرے اپنے طفل کے مارنے کا ہم لیکن معلم کا مارنا بتملیک پدر جائز ہے مصلحت کے سبب سے شرنبلالی نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اس صورت میں ہے جبکہ قاضی عامل ہو امر حجت ملزمہ کا مشاہدہ ہو گیا اور اس زمانے میں فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا سچا ہے کذا فی الطحطاوی ۵ والادب من ذکر القرآن استماعاً بوقالوا ثواب الطفل الطفل یحضر ویقرأ القرآن کے پڑھنے سے قرآن کی سماعت میں زیادہ تر ثواب ہے اور علما نے کہا ہے کہ طفل کا ثواب طفل ہی کیواسطے مخصوص ہے ہم استماع قرآن کا ثواب پڑھنے سے اسواسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہے اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہے اور اسکے باپ کو تعلیم کا ثواب ہے ۵ ودرس بای الکتب الی من الصلوٰۃ نفلاً ودرس العلم الی والنظر اور سیکھنا باقی قرآن کا افضل اور مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم مفترض کا مقدم تر ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے ہم اسواسطے کہ تعلم جمیع قرآن فرض کفایہ ہے اور تعلم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور اشتغال بفرض عین اولیٰ ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قرآن کا افضل ہے اس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے ۵ وقد کرھوا واللہ اعلم فتح الاعلام فتح الدرس حتی یقرأ اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اسکے فتح الاعلام درس کے اعلام کیواسطے وقت مقرر کرنے کو ہم وجہ کراہت یہ ہے کہ سننے اس لفظ کو بے محل صرف کیا یعنے وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسواسطے اگر ایک شخص محفل میں آیا اور اسنے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اسکے آنے سے خبردار ہوں اور اسکے لائق بیٹھنے کی جگہ دیں اور تعظیم کریں یا چوکیدار یوں کہے لا الٰہ الا اللہ اور مانند اسکے تالو گ اسکے جاگنے اور چوکیداری سے آگاہ ہوں تو یہ سب مکروہ ہے اسواسطے کہ ذکر مقصود نہیں نان اگر وہ قصد مجتمع ہوں یعنے غلہ بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی فائدہ طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور بطلیوسی مجتمع ہوئے اور حلال روزی میں گفتگو کرنے لگے کہ اب اس میں کچھ باقی ہے تو بطلیوسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس ہیں حق تعالیٰ انھیں سے وسعت کرتا ہے اپنے بندوں میں اول تجارت بشرط صدق و درست گوئی ۲ اجارہ بشرط خیر خواہی مالک ۳ ہدیہ اور تحفہ برادر متقی کا ۴ میراث اصل طیب سے یعنے جس صورت نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ میں پیدا ہوا یعنی خاص کر ۶ خمس غنیمت کا جبکہ عدل اور انصاف سے اسکی قسمت ہوئی ہو بے شکار دشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کیوقت ۱۰ احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تفصیل ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہے اور سب امور سے مقدم ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ للکل

کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل میں ہم موات بفتح وضم میم بروزن حیات وذرات وہ زمین ہے جسکا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنے زندہ کرنے سے ہم اوپر یہ ہے کہ زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنے ویران زمین آباد ہو جاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے لعل مناسبتہ لان فیہ ناظرۃ ولا یکرہ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہ ہے کہ اس کتاب میں وہ حکم ہے کہ یہ ہو اور وہ حکم ہے کہ وہ ہو اور وہ حکم بھی ہے جو کہ وہ نہیں الحیاۃ لغۃ عارجاعۃ وتامیۃ فالموات ھھنا الناقصۃ حیات دو قسم ہے یعنے جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنے جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہاں مراد حیات نامیہ ہے نہ حاسہ وسمی موتا لبطلان الانتفاع بہا اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اسکی انتفاع کی تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ہم عدم انتفاع کی وجہ سے کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی وہاں نہیں یا جنگل ہو گیا وغیر ذلک من موانع الانتفاع واحیاؤہ بابتداء اوفرس او کری او حیاۃ الموات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے اذا احیی المسلم او ذمی ارضا غیر مختصۃ بہا ولیست مملوکۃ لمسلم ولا ذمی فہی مملوکۃ لہ لکن موات قالوا لو اعرض مالکہا اخیرا فقط یتصرف فیہا کما شاء ولو ظلم مالکہا تردالیہ او یتسلمہا القاضی لیقضیہا الی الفقیر بالزرع وھو کعبد الآبق اذا ضلہ من یراعیہ ویحفظہ الصوت بزاد یرہ ویسیح بہا صوتہ مالکہا عند ابی یوسف وھو المختار کما فی المختار وغیرہ جبکہ مسلمان یا ذمی آباد کرے

اُس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دور واقع ہو گانوں سے اسطرح کہ اگر چیخے وہ شخص جو منتہائے آبادی پر ہو بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا فی البزازیہ تو اُس زمین تک اُسکی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنے والا مسلمان یا ذمی اُس زمین کا مالک ہو جاتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہی چنانچہ مختار وغیرہ مین مصرح ہی سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہین ہی پھر اگر اُسکا مالک معلوم نہ ہو تو وہ لفظ بیت الوارث مال ہی اُسمین بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اسکے اُسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اُسکو پھیر دیجاے اور اُسکے نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین مین کچھ نقصان ہو گیا ہو ہم زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہو گا اگر مسلمان ہی تو اُسپر عشر واجب ہو گا اور اگر ذمی ہو تو خراج واجب ہو گا اور اگر خراج کے پانی سے اُسکو سینچے گا تو اُسکا اعتبار ہو گا کذا فی الاختیار واعتبر محمد عدم اتفاق اھل القریۃ بہ وبہ قالت الثلثۃ قلت وھذا ظاھر الروایۃ وبہ یفتی کما فی زکوٰۃ الکبیری وکذا فی البرجندی عن المنصوریۃ عن قاضیخان ان الفتوی علی قول محمد فالمتجہ ان یقال کیف لم یعتبر الخ لفظ قاضیخان ومحمد نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اُس زمین کی طرف معتبر کیا ہی یعنے موات وہ زمین غیر مملوک ہو جسکے اہل قریہ منتفع نہوتے ہون خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا مین کہتا ہون اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اور اسیکا فتوی ہی چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب الزکوٰۃ مین ہی ایسا ذکر کیا ہی قستانی نے اور اسیطرح برجندی مین ہی عن منصوریہ عن قاضیخان کہ معتمد حرکے قول پر فتوی ہی تو شرنبلالی نے تعجب ہی کہ اُنہے اسکو کیون بیان کیا تو اسکو یاد کرینگے ہم فتاوی قاضیخان مین ہی کہ صحیح تر قول موات ہونے کا یہ ہی کہ اگر منتہائے آبادی مین آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے چلاوے تو جہان تک آواز نہ پہونچے وہ موات ہو اور جہان تک آواز پہونچے وہ آبادی کے لواحق سے ہی کہ وہان تک مواشی چرانے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہو انتہی تو شاید قاضیخان نے کسی کتاب مین محمد کے قول پر فتوی بیان کیا ہو گا واللہ اعلم ان اذن الامام فی ذلک وقالا یملک کما بلا احیاء موات سے مسلم مالک اُسکا ہو جاتا ہی اگر امام نے اُسکو آباد کرنے مین حکم دیا ہو واصحابین نے کہا کہ اُسکا مالک ہو جاتا ہی بدون اُسکے حکم کے بھی وھذا لو مسلما فلو ذمیا فرط الاذن ایقاعا اور یہ یعنے اعتبار اذن امام اور عدم اشتراط اذن اُسوقت ہی جبکہ وہ مسلم ہو اور اگر آباد کرنے والا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام واصحابین کی شرط ہی ولو استاما تبعا لھا اصلا اتفاقا قستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر مستامن ہو تو زمین کا اصلا مالک نہ ہو گا بالاتفاق کذا فی القستانی ولو ترکھا بعد الاحیاء ونوی عودھا عادت فالاول احق بھا فی الاصح اور اگر آباد کرنے والے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنے کے بعد اور غیر شخص نے اُسکو لوٹایا تو پہلا شخص اُسکا زیادہ تر حقدار ہی صحیح تر قول مین ولو احیا رضا میتۃ ثم احاط کاحیاء یحیا نبھا کالاربعۃ من اربعۃ بقرعۃ علی التعاقب طریق الاصل فی الاربعۃ الخ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اُسکے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصون کے آباد کرنے سے علی التعاقب یکبارگی تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ جو تھی زمین مین متعین ہو گی اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اُسکی راہ مقرر کرنے مین ہر طرف سے اُسکو اختیار ہو اور اگر جوانب اربعہ مین چاروں شخصون نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جسطرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریہ ومن حجر ارضا ای منع غیرہ منھا بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم احیاھا ثلث سنین فی مدۃ الی غیرہ وقبلھا ھو احق بھا وان لم یعمل فیھا الا بناء علیھا او احیاہ والتحجیر بالتجمیز اور جسنے روکٹ الارض کو یعنے غیر کا تصرف وہان سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھکے پھر اُسکو چھوڑ دیا تین سال تک تو وہ زمین غیر شخص کو دیجاے آبادی کیواسطے اور تین سال سے پہلے ہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اُسکا حقدار ہی اگرچہ وہ اُسکا مالک نہین ہو گیا اسواسطے کہ آدمی اُسکا مالک ہوتا ہی آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روکٹ ڈالنے سے ولو حرز بھا او ضرب علیھا المسناۃ او شق بھا نھرا ولم یزد ھا فھو تحجیر طور اگر ویران زمین کو جوتا یا اُسپر بان باندھا سیلاب روکنے کو یا اُسکے واسطے نہر کھودی یا اُسمین بیج ڈالا تو وہ اُسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا نہین کذا فی المبسوط ھم مسناۃ بضم میم وتشدید نون وہ چیز ہی جو سیلاب کے واسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا نہ کور ہی غایۃ البیان اور مغرب مین اور صحاح مین ہی کہ مسناۃ دیوار ہی پانی کے اندر بنائی جاتی ہی جسکو سند کہتے ہین کذا فی المحیط ہادی اور قاموس مین مسناۃ کی تفسیر عرم سے کی ہی اور عرم مشترک ہی

سدوغیرہ مین ولیجوز احیاء ما قرب من العامر مما یترک مرعی لھم ومطرح حصائدھم فلم یکن مواتا وکذا لو کان بحیث طبا اور جائز نہین آباد کرنا اس زمین کا جو آبادی سے قریب ہو بلکہ اسکو چھوڑنا چاہیے لوگون کی چراگاہ کیواسطے اور اُنکے کھلیان ڈالنے کیواسطے اسلیے کہ لوگون کے حق اس زمین سے متعلق ہین تو وہ زمین موات نہ ٹھہری اور اسیطرح وہ زمین موات نہین جہان لوگ لکڑیان اور ایندھن رکھتے ہون واعلم انہ لیس للامام ان یقطع ما کان حق للمسلمین عینا مما یعادون الظاھرۃ وھی ما کان جوھرھا الذی اودعہ اللہ فی جواھر الارض باثرا کمعادن الملح والکحل والنفط اور یہ سلطان کو بادشاہ کو جائز نہین یہ کہ کسیکو عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمان بے پرواہ نہین ظاہر کھانون سے اور ظاہر کھان وہ ہی کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالی نے زمین کے مواضع اور بقاع مین ودیعت رکھا ہی ظاہر اور آشکارا ہو جیسا نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی کھانین ہم قار اور قیر اور نفط جکی رطوبت ہی جو زمین کے چشمون سے جوش کرکے نکلتی ہی قیر کا روغن جہاز وغیرہ مین ملا جاتا ہی اور نفط کمان وغیرہ مین استعمال کیواسطے ملی جاتی ہی والاثار الاتیۃ لھذا بالاستنباط والسعی اور جیسا کنوئین وہ کنوئین جنکے مالک نہین کھود کر پانی نکالنے اور کوشش کرنے سے وفی المستنبط بالسعی کماء القنی والماء المحرز فی الظروف فملک للمحرز والمستنبط وتمامہ وشرح المصابیح فی حدیث المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا چنانچہ کاریزون کا پانی اور وہ پانی جو بھر رکھا گیا برتن مین سو وہ پانی بھرنے والے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہوا اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح مین ہی اس حدیث کی شرح مین کہ سب مسلمان شریک ہین تین چیز مین پانی اور گھاس اور آگ مین ہم قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناۃ بمعنی کاریزہ ہی کاریزہ نہ ہو جو زمین کے اندر اندر کھودا جاے والمستقی منہا الکنا سز یا بمعنی الذی لم تمل بالاستنباط والسعی چنانچہ وہ کنوئین جنسے لوگ پانی لیتے ہین اوسینچتے ہین کذا فی الزیلعی یعنے وہ کنوئین کہ کسی کے مملوک نہین بواسطہ استنباط اور سعی کے ھم عدیم ملک کا مضمون مکرر ہو گیا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع حدیثہ المعادن الظاھرۃ لم یکن لاقطاعہ حکم بل یقطع وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کھانون کو عطا کرے کسی شخص کو تو اُسکے عطا کا حکم جاری نہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہین انتفاع مین فلو منعھم المقطع کان متعنتا وکان لھا اخذہ مالکا لا منعا بالمنع لا یملک ولکن عن المنع وصرف عن حاوۃ العمل لا یتبدل بالصحۃ او یصیر معہ فی حکم املاک المستقرۃ ذکرہ العلامۃ قاسم فی رسالتہ احکام اجارۃ اقطاعات العسکر پھر اگر لوگون کو تنگ اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اُسنے جسکو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنے کے سبب سے متعدی ظالم ٹھہریگا اور جو چیز کھان سے لیگا اُسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہی منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے بازر کھا جاے روکنے سے اور پھیرا جاے دوام عمل سے یعنے ہمیشہ کھان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطا سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہو یا وہ چیز اسکے ساتھ وہی حکم املاک مستقرہ کے ہو جاے ایسا ذکر کیا ہی علامہ قاسم نے اپنے رسالہ مین جو اجارہ اقطاع عسکری کے احکام مین لکھا ہی ھم املاک مستقرہ وہ جو اسکی ملک مین ہمیشہ سے داخل ہون کذا فی الطحطاوی وھی بیر الناضح وھی التی یفترج الماء منھا بالبعد کبیر العطن وھی التی یفترج الماء منھا بالید العطن مخلاۃ کالجمل حول البئر اربعون ذراعا من کل جانب وقالا ان للناضح فستون اور گرداگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند چھ گز ہی ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح کا اگر حریم ہو تو چھ گز ہی بیر ناضح وہ کنوان ہی جس سے پانی بھر جاتا اور نکالا جاتا ہی اونٹون سے یعنے کھینچا جاتا ہی اونٹون سے کذا فی شرح الھدایۃ اور بیر عطن وہ کنوان ہی جس سے پانی بھر جاتا ہی ہاتھ سے یعنے اونٹون کے پلانے کے لیے اور عطن عبارت ہی اونٹون کی نشستگاہ سے کنوئین کے گرد وفی المغرب بلد لابنی عمر بن عبید اللہ حریم البئر فوق البئر فوق اربعین ذراعا علیھا انتہی لکن نسبہ الفھستانی للمحیط ثم قال وفوق بقول الامام وعزاہ للشمنی ثم قال وقیل التقدیر فی بیر وعین علی قدر الماء ضعفا بضعفا وفی راضیا زیادۃ قدر الکلا ینتفع الماء الی الثانی وعزاہ للھدایۃ وعزاہ البرجندی للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین شرح مجمع سے یون ہی ہے اگر کنوئین کا عمق چھ گز سے زیادہ ہو تو حریم چھ گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن قہستانی نے اس قول کو محمد کیطرف نسبت کیا ہی پھر یون کہا ہی کہ بعضون نے کہا کہ کنوئین اور چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور فقہا سابقین کی

ارضی میں تھی بسبب سخت ہونے انکی اراضی کے اور ہماری اراضی میں نرمی ہے تو حریم ہمارے سے زیادہ کرنا چاہیے تا کنوئیں کا پانی دوسرے کنوئیں میں نہ منتقل ہو جائے اور اسکو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور برجندی نے اس قول کو کافی کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تا ثانیہ میں اور کہ بسبب میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ امام اور صاحبین دونوں کا قول مفتی بہ ہے حموی نے کہا جب جانبت کا اعتبار ہوا نہ تقدیر کا تو مسئلہ میں خلاف معنوی باقی نہ رہا کذا فی الطحطاوی اذا حفر ھا فی موات باذن الامام کنوئیں کا حریم ہمارے سو تک ہے جبکہ کنوان زمین موات میں سلطان کے حکم سے کھودا ہو فانہ فی غیر موات او فیہ بلا اذن الامام لیس کذلک الحکم کذا ذکرہ المصنف تو اگر کنوان موات میں نہ ہو یعنے غیر شخص کی زمین میں ہو یا موات میں ہو مگر بدون اذن سلطان کے تو اسکا حکم ایسا نہ ہوگا یعنے ہمارے سو گز اسکا حریم نہ ہوگا ایسا ذکر کیا ہے صنف نے اپنی شرح میں وعبارۃ الفہستانی وفیہ رمز الی انہ لو حفر فی ملک آخر بلا اذنہ یستحق الحریم علی حفر فی ملکہ علی ما مر من تحریم ما حفاہ فی الموات لما علم فیما مر من تملکہ للامام او اذنہ اما لو حفر فی موات لم یحرم احیاء ولم یملک بالاذن لعدم الفائدۃ بعینہ کما لو حفر فی طریق جائز اجاز ھا او لیس کذلک

کہ کاریز کا حریم کنوئیں کے مانند چالیس گز ہے طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول شیخین رح کا بھی اور کاریز کا پانی اوپر کی زمین پھٹ کر ظاہر ہو گیا تو اسکا حکم چشمہ کے مانند ہے یعنی بحیثیت زائد اسکا حریم ہوگا اور اختیار میں کاریز کا حریم سلطان کی رائے پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز مطمور کی گئی ہو اور نہیں تو اسکا کچھ حریم نہیں ایسا ذکر کیا ہے برجندی نے وحریم بئر غیر من کل جانب فلیس لغیرہ ان یحفر فیہ اور جو درخت زمین موات میں لگایا گیا اسکا حریم پانچ گز ہر طرف سے تو اور شخص کو جائز نہیں کہ آمین درخت لگاوے یلحق حالا ممتنع عود دجلۃ والفرات الیہ بالموات ذالک ذلک حریم لعود اور جہان دجلہ اور فرات کا پانی پھر آنا ممتنع ہو گیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہر ہو دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہے یعنی اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہو گیا اور پھر اسطرح سمٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہ رہی تو وہ زمین موات میں داخل ہے اسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فالکل حریم الدجلۃ عودہ لم یحز احیاءہ لانہ لیس بموات پھر اگر زمین دریا برد حریم ہوا آبادانی کی یا پانی کا پھر آنا جائز اور متوقع ہو تو بھی آباد کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہے والنہر فمملوک الغیر وحریمہ لا یبرحان اور جو نہر غیر کی ملک میں ہے اسکا حریم نہیں امام رح کے نزدیک مگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النہر الشیہ والقرطینۃ اور صاحبین رح نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے بینڈ کی ملکیت ہے اسکے آنے جانے کے واسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کیواسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پٹ جائے تو اسکے اندر سے مٹی کالکر بینڈ پر ڈالی جاے وقدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب وھو اختیار ھو الاوفق وقال ابو یوسف یتصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قسمتہ المعزیا الکرمانی اور محمد رح نے بینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہر طرف سے اور یہ قول اسہل اور موافق تر ہے کذا فی الملتقی اور ابو یوسف رح نے اسکی تقدیر یہ بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض عامۃ الاختلاف اور قہستانی میں ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف پر ہے یعنی امام رح کے نزدیک حریم نہیں مگر بقاست شہود اور صاحبین رح کے نزدیک سریم ہے محمد رح کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف رح کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولو کان النہر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی میں کافی سے منقول ہے اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اسکا حریم بالاتفاق امام اور صاحبین رح کے ثابت ہے وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نھر مملوک لہ مسناۃ فارغۃ یلقی منہا الارض اخرج صاحب النہر فالمسنا لصاحب النہر عندھما وصاحب الارض عندہ اور قہستانی میں کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور صاحبین رح کا اس نہر مملوک میں ہے جسکی بینڈ خالی خود درخت وغیرہ سے اسکے متصل اور برابر ہو اور اگر شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس صورت میں صاحبین رح کے نزدیک بینڈ صاحب نہر کی ملک ہے اور امام رح کے نزدیک صاحب ارض کی ملک ہے اگر بینڈ فارغ نہ ہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختوں وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختوں کا مالک بینڈ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر عینی میں قاضی خان سے منقول ہے کہ اگر بینڈ زمین کی برابر نہ ہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی ملک ہے اسواسطے کہ ظاہر الارتفاع اسکا نہر کی مٹی سے ہے وفیہ معزیا للتتمۃ الصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہ کما نص علیہ قلت ومن نقل لا تعارض بینہما فالشرب لغیر صاحب النہر فالمسنا لصاحب النہر اتفاقا اور فتح المجمع اور قہستانی میں ہے تتمہ سے منقول کہ قول صحیح یہ ہے کہ صاحب نہر کیواسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو فتوی ماذی الاختیار ہے من کتاب ہوں اور جن لوگوں نے اتفاق نقل کیا ہے ان میں سے شرنبلالی ہے ماقال عن الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب یہ فصل ہے شرب کے مسائل میں ھو لغۃ نصیب الماء وشرعا ھو ان یکون لہ حق الشفۃ بالماء سقیا لارضہ والدواب شرب بالکسر لغت میں عبارت ہے پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی ہر ہی سے زراعت سینچنے کیواسطے اور جانوروں کے پلانے کے لیے والشفۃ شرب بنی آدم والبہائم بالشفاۃ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہے اور لبوں سے جانوروں کا پینا ہے ھم بیان شرب بالضم شین مصدر ہے یعنے نوشیدن اور شرب سے مراد ہی آدم کا استعمال ہے دفع تشنگی کیواسطے یا کھانا پکانے یا دھونا یا غسل کپڑا دھونے کیلیے اور نہانے اسکے اور بہائم کے حق میں شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولکل حق ثابت فی کل ماء لہ

یعنی دبالذال واجب اور ہر جاندار کیواسطے اسکے پینے کا حق ثابت ہے ہر پانی میں جو برتن یا مشک کے اندر بھرکر رکھا نہیں گیا ہم پانی میں حق عام اُسوقت تک ہے جبتک وہ اپنے مقام میں ہو یعنی دریاسے یا کنوئیں میں اور جب کسی نے پانی گھڑے یا مشک یا حوض میں بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہوگیا تو وہ شخص پانی کا مالک ہوگیا اور مصنف نے احراز کمانہ اخذا ہمیں اشارہ ہے کہ اگر کنوئیں سے ڈول بھرا اور کنوئیں کے منہ پر ہے ہنوز جدا نہیں ہوا تو شخص مذکور کے نزدیک بھر ہوا الا اُسکا مالک نہ ہوگا سواسطے کہ احراز عبارت ہے ایک شئے کے کر دینے سے موضع مضبوط میں کذا فی الطحطاوی وکل سقی ارضه من بحر او غیر عظیم کدجلة والفرات وغیرھما ولو الملک باالاحراز کما ان قعر الملح غیر قعر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہے سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ دجلہ بغداد اور فرات کوفہ اور مانند انکے چنانچہ نیل مصر کا اور گنگا اور جمن ہند کے سواسطے کہ آدمی کی ملک پانی میں احرازاً ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر میں احرازاً نہیں سواسطے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے وکل سقی ارضه منها او لنصب لوحی ان لم یضر بالعامة لان الانتفاع بالمباح اغا یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع والشمس والقرو الهواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھود لیجانا اپنی زمین سینچنے کے واسطے یا پنچکی قائم کرنے کیواسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ پہونچتا ہو سواسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اُسمیں مخصوص ہے جبکہ کسیکو ضرر نہ ہوتا ہو جیسے آفتاب اور مہتاب اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو بشرط عدم ضرر خلق عام نہ ہے ضرر خلق کی یہ صورت ہے کہ پانی ریلا کرے ایکطرف کنارہ توڑکر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جائیں تو اسصورت میں نہر کھودنا روا نہ ہوگا اسواسطے کہ دفع ضرر لوگوں سے واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن خزانة المفتین وله سقی دوابه ان خیف تخریب المفر لکثرتها او لا وسقی ارضه شجره وزرعه وظئبه وکلاب وغنمه من غیر منه وقناته وبئره کاباذنه لان الحق له فیتوقف علی اذنه جائز ہے جانوروں کو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونیکا خوف ہو کیونکہ جانوروں کی کثرت کے سبب اور نہ زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور پہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کنوئیں سے جائز ہے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ حق اُسیکا ہے تو انتفاع اُسکے اذن پر موقوف ہوگا ہم زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئیں سے بلا اذن جائز نہیں خواہ مضطر ار ہو یا نہو لیکن اگر بلا اذن سینچیگا تو اُسپر تاوان نہیں اور اگر چند بار بلا اذن سینچیگا تو حاکم اُسکو تعزیر دے ضرب یا حبس سے اگر مصلحت جانے کذا فی الطحطاوی عن الخانیة وله سقی شجرة حفرها فی داره حملا الیه بجواره وادلیه فی الحفر وقیل لا کاباذنه اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خاص کا سرسبز کرنا غیر کی نہر یا کنوئیں کا پانی بلا اذن گھڑوں اور رسّیوں سے بلا اذن درست ہے صحیح قول میں اور بعضوں نے کہا کہ درست نہیں مگر مالک کے اذن سے ہم خانیہ اور رجیز من قول ثانی کو صحیح کہا ہے دونوں قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی والحق ذی کوذ وجب بمعملة محفوظة الغائبة لا ینتفع به الا باذن صاحبه کله باحر انه اور جو پانی کسی نے بھر رکھا کوزے اور مٹھوں میں تو اُس سے فائدہ لینا جائز ہے مگر اُسکے مالک کے اذن سے بسبب اُسکے مالک ہو جانے کے بھر رکھنے سے دلو کانت البئر والحوض فی ملک رجل فله ان یمنع من یرید الشفة من الدخول فی ملکه اذا کان یجد ماء تقریبه اور اگر کنواں یا حوض مانند ایک مرد کی ملک میں ہو اور کوئی شخص اُسمیں سے پانی پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اُسکو اپنے مملوک مکان میں داخل نہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب اُسکے پانی پاسکتا ہو ہم بشرطیکہ متصل مالک کی کسیکا مملوک نہ ہو سکا کا منع کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اُسکو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پاویگا کذا فی الطحطاوی فان لم یجد یقال له ای لصاحب البئر دعه لمن تزحم للماء او تترکه لیاخذ الماء بشرطه الا کما یکسر ضفته ای جانبها لمفرد ونحوه کان له حینئذ حق الشفة لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار سو اگر پانی کا طالب اُسکے متصل مانی بنا دے تو کنوئیں کے مالک اور مانند اُسکے جو ذخیرہ کے مالک کہا جائیگا کہ یا تو اُسکو پانی نکالے یا اُسکو چھوڑ دیوے کہ تا وہ خود پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اُسکے حوض کا کنارہ اور لگر توڑ ڈالے سواسطے کہ اُسوقت میں یعنی جب پانی کا طالب متصل اُسکے مباح پانی نہ پاوے تو اُسکو پانی پینے کا حق ثابت ہے مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ میں ہم مراد حدیث میں شرکت باعث ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کرلے اور اُسپر اپنا قبضہ کرلے بالطریق احراز کے تو وہ احق ہے اور وہ اُسکا مالک ہے دوسرا اُسکا

۱۲ اصل میں یعنی ہے
۱۲ حاشیہ ۱۲ منہ
۱۲ اصل میں یعنی ہے
۱۲ حاشیہ ۱۲ منہ
۱۲ اصل میں یعنی ہے
۱۲ حاشیہ ۱۲ منہ
۱۲ اصل میں یعنی ہے
۱۲ حاشیہ ۱۲ منہ
۱۲ اصل میں یعنی ہے
۱۲ حاشیہ ۱۲ منہ

مالک نہیں اسکو اسکی تیاری بجمیع وجوہ تملیک کے درست ہے گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو خود رو ہو کوئی اسکو صاف نہیں اُسکا مالک نہیں تو جو اسکو چھیل یا کاٹ لے وہ اُسکا مالک ہوگا برخلاف درخت کے کہ اگر وہ خود رو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اُسکا مالک ہے اُسکو کوئی نہیں لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے جو جنگل میں کسی آدمی نے جلائی ہو تو اُسمیں سب شریک ہیں تو اگر دوسرا آدمی آوے اور اُسکے گرد ٹھیکرا یا چاہے یا اُسکی روشنی میں کچھ سیا چاہے یا چراغ روشن کیا چاہے تو آگ جلانے والا اُسکو روک نہیں سکتا اور اگر اپنے منبع مملوک میں آگ جلاوے تو اُسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیاں لینا نیز کسی ملک سے جائز نہیں ہوں اُسکے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور حطب کی نسبت کسی گانوں یا جماعت کیطرف مضاف نہیں جب تک معلوم نہو کہ یہ انکی مملوک ہے اور لکڑیاں جمع کرنے والا لقطہ جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ اُسنے رسی سے نہ باندھی ہوں کذا فی الخطوطاوی وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال ایہا الناس لقطع وتدفع الیہ ولا تترکہ لیاخذ قدر ما یزید ذیلعی اور گھاس کا حکم پانی کے حکم کے مانند ہے تو مالک نہیں ہے کسی سے کہا جاوے کہ اگر تو اپنی زمین سے نہ اُٹھاوے گا تو ہم کاٹ دینگے اسوقت ہے جبکہ قریب اُسکے دوسری زمین میں مباح گھاس موجود نہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وھو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح کما فی عمدۃ الفتاوی عن عمر رضی اللہ عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اُسکو اُس سے لڑنا درست ہے ہتھیار سے بدلیل اُس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وان کان محرزا فی الاولی قاتلہ بغیر السلاح کطعام عند المخمصۃ حدادی اذا کان فضل عن حاجتہ لملکہ الاحراز فصار نظیر الطعام وفی البئر وخرھا الا ولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ اترک معینۃ فکان کالتغریر کما فی اور اگر پانی بھرا رکھا ہو تر تنوں میں اور خوف ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اُس سے بدون ہتھیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کے وقت کذا فی الدرر والظاہر اُس شخص سے ہے جسکا پانی اُسکی حاجت سے زیادہ ہو جیسا کہ مالک وحاجت اُس شخص کے بھر رکھنے سے نو پانی طعام کے مانند ہو گیا اور مضمون اس کا کنویں یا غیرہ کے پانی روکنے میں بہتر ہے کہ بدون ہتھیار کے اُس سے لڑے اسواسطے کہ مانع ترک ہوا گنہ کا تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تغریر کے ہوا کافی یعنی ترکیب مصیبت سخت تعزیر ہوتا ہے ادیب درزجر کہ یوں اسطے دکری ھرای حفر غیر مملوک من بیت المال فاراد رجل ان یحفر فیہ بئرا لنفسہ فلہ ذلک ثمہ ای فی بیت المال شی یجب ایداعہ لانتفاء الضرر اور نہر غیر مملوک کا حکم وہ نابیت المال سلطان سے ہے سو اگر وہاں یعنی بیت المال میں کچھ مال نہو تو لوگوں سے زبردستی کرنا چاہیے اُسکے کھودنے پر اگر وہ انکار کرتے ہوں اُس سے یہ زبردستی ہی رفع ضرر کے واسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ عوام مال صرف کریں مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطان کو اُجیر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کے واسطے جیر درست ہے کذا فی الحموی وکری النہر المملوک علی اھلہ وبجبر من ابی منہم علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور صاف کرنا مٹی سے اُسکے مالکوں پر ہے اور جو اُن میں سے انکار کرے اُسپر زبردستی کیجائے وقیل فی الخاص لا یجبر اور بعضوں نے کہا کہ نہر خاص میں جو کیا جاوے ہم نہر خاص وہ ہے جسمیں شفعہ واجب ہو اور نہر عام وہ ہے جسمیں شفعہ واجب نہو اور اُسکی تجدید میں اختلاف ہے بہتر قول اسمیں یہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہیں تو شرکت خاص ہے اسمیں استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہے اسمیں ہر شریک کیواسطے شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کے واسطے خاص ہے کذا فی العینی وھل یرجعون ان یامر القاضی ہم اور کیا خرچ کرنے والے خرچ کرنے والے سے بھر لینگے یا نہیں تو اگر یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہیں تو درست نہیں وھو ظاہر کری النہر المشترک بینہم وغیرہا علی الاشتراک اور نہر مشترک کے کھودنے کا خرچ شریکوں پر ہے نہر کے اوپر کی جانب سے ہم بیان اُسکا یوں ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہوں تو کھودنیکا خرچ ہر شخص پر دسواں حصہ ہے وہاں تک کہ ایک کی زمین سے نہ تجاوز کرے تو اسوقت میں خرچ نہر کا بانی کو نہیں ہے گا ہر شخص پر ان میں سے فان جاوز ارض رجل منہم یری من مؤنۃ الکری وفاقا علیہ ھم کریہ من اولہ الی اخرہ بالحصص کما یستودون فی استحقاق الشفعۃ

پھر اگر نہر برابر ایک شریک کی زمین سے تو وہی ہو گیا کھودنے کے خرچ سے اور صاحبین رح نے کہا کہ شرکون پر کھودنے کا خرچ ہے اول سے آخر تک بقدر حصوں کے جیسے وہ سب برابر ہیں شرب میں ہم بہتر ہیں تحا کہ شارح کہتا فی استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے دو برابر ہیں شفعہ کے استحقاق میں چنانچہ زیلعی میں ہے اسواسطے کہ حق شرب شرکون کو مخصوص نہیں کذا فی الطحطاوی وکلا نوسے علی اھل الشفعۃ اور کھودنا واجب نہیں پانی پینے والون پر بیٹھے اسواسطے کہ وہ نہر کے مالک نہیں انکا حق تو فقط شرب ہے جبکہ پانی موجود ہو تصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہے ازروے استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہے اور یہ ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت سے مالک ہو باری کا اسلئے کہ گاہے زمین بک جاتی ہے بدون پانی کے کما حققنا تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون ارض کے واذا کان لرجل ارض ولآخر فیھا نھر ولم یذکر حقوقھا ولا حدودھا ولا مدارتھا کان لصاحب الارض ان یسقی منھا ارضہ لو یکن لہ ذلک ویترکہ علی حالہ اور جبکہ ایک مرد کی زمین ہو اور نہ دوسرے شخص کی اُس زمین میں نہر ہو اور نہ زمین کا مالک ہے کہ اُسکی زمین میں نہر جاری ہے تو اسکو اس روکنے کا اختیار نہیں اور چھوڑے نہر کو اُسکے قدیم حال پر دان لم یکن فی بدء الامر لکن جاریا فیھا ای فی الارض فعلیہ البیان ان ھذا النھر لہ ونحو ذلک کان لہ مجراہ فی ھذا النھر مسوقہ بسقی ارضہ دور اگر نہر اُسکے تصرف میں ہو یعنی اُسکے درخت نہون نہر کے کنارے پر کذا فی العینی اور اس زمین میں جاری نہو یعنی اُسکا جاری ہونا زمان ماضی میں معلوم نہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا گواہون سے لازم ہے کہ نہر اُسکی مملوک ہے یا اُسکا پانی اس زمین میں جاری تھا اُسکی روانگی بھی مدعی کی زمین تک چاہیے کیواسطے ھم قولہ واذا قد کان کا واو یعنی او ہے اسواسطے کہ دعوی ملک نہر میں ہے یا حق اجرا میں چنانچہ زیلعی میں مصرح ہے کذا فی الطحطاوی وعلی ھذا المصبات فی نھر ادعی علی سطحہ او للیزاب او المشاکل ذلک فی دار غیرہ تحکم بالاختلاف وفیہ نظیرہ فی الشرب زیلعی اور اسی قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر میں یا چھت پر وعلی ھذا القیاس پرنالہ یا رہ یہ سب مذکور دوسرے شخص کے گھر میں واقع ہیں تو انمیں اختلاف متخاصمین کا حکم پانی کی باری کے حکم کے مانند ہے ھم مصبات یعنی آب نیزے مراد پانی کے وہ فضلات ہیں جو وضو یا غسل یا بینہ کا پانی نہر میں یا چھت پر گرتا ہو یعنی اگر قدیم سے دوسرے کی نہر میں فضلات مذکورہ گرا کرتے ہیں یا کسیکے گھر میں دوسرے کا پرنالہ یا رہ واقع ہو تو وہ اُسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر دعوی کے وقت انیار مذکور موجود نہون تو اُسپر گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا بین قوم اختصموا فی الشرب فقضوا بینھم علی قدر اصبعھم لانہ المقصود نہر مشترک ہے ایک قوم میں انھون نے جھگڑا کیا زیادتی اور کمی باری میں بقدر انکی آراضی کے ہوگی اسواسطے کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہے یعنے پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار آراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اُسکی زمین اور حاجت کے ہوگا بخلاف خلافا لفیہ فی الطریق فانھم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار وضیقھا لان المقصود ھناک لا یتفاوت اطراف بہ خلاف راہ کے اختلاف کے کہ رقبہ طریق کی ملکیت میں سب شریک برابر ہیں بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گھر کے اسواسطے کہ مقصود راہ آمد رفت ہے اور وہ مختلف نہیں گھر کی کشادگی اور تنگی سے ولیس لاحد ھم ان یشق منہ نھرا او ینصب علیہ رحی لان حقہ فی ممرہ لا فی ملکہ ولا ان یضع فی ملکہ شیئا یضیق بہ علیھم کبناء دقایہ اور نہر کے شریکون میں کسیکو درست نہیں کہ اُس سے دوسری نہر جاری کرے یا اُسپر چکی قائم کرے مگر وہ چکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اُسکی زمین میں واقع ہو اور نہر اور پانی کو ضرر نکے کذا فی الوقایہ ھم چکی قائم کرنا اسواسطے درست نہوا کہ نہر کا کنارہ ٹوٹ جاتا ہے کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار بہ جاتا ہے کسی کام میں نہیں آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اُسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اُسکے جاری ہونے میں خلل واقع نہو او دابۃ کناعورۃ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر ڈھیلی چنانچہ دولاب یا قائم کرے چوبی پل یا پختہ اور سنگی پل تو شریک کو جائز نہیں او یوسم فمہ النھر او یقسمہ بالایام والحال انہ قد کانت القسمۃ بالکوی یکسر الکاف جمع کوۃ وبفتحھا النقبان القدیم یترک علی قدمہ الظھور بالحق فیہ یا ایک شریک نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دنون کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت بھی بطور نقب کے تو یہ سب امور درست نہیں اسواسطے کہ قدیم چیز اپنی حالت پر چھوڑی جاتی ہے بسبب ظاہر ہونے حقیقت کے خواہ مخواہ مین گو وہ بلکل جھوٹ ہو یعنے نقب ھم اصل اُسکی نقب بیت ہے لیکن یہان مستعار ہے کشت زار کے مفاتح آب کیواسطے کذا فی المغرب او یسوق نصیبہ الی ارض لھا اُسوق

لیس لہ منعہ او من الانتفاع بشرب یا شرب بیاع اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کی طرف حالانکہ اُس نہر مشترک سے اُسکے واسطے باری مقرر نہیں ہے بلا رضاء یتعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہیں بدون رضامندی باقی شریکون کے شارح نے کہا عدم رضا سب اشیاء مذکورہ سے متعلق ہے یعنے نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور چکی اور دھینکلی وغیرہ اُسپر قائم کرنا اور روہانہ وسیع کرنا اور پانی کی نسبت جدید مقرر کرنا اور دوسری زمین میں پانی بدون رضامندی شریکون کے لیجانا درست نہیں ولہذا یقضٰی بعدم الجواز ولو تقادم بینھم من بعد ھما اور شرکا کو اجازت کے بعد اُسکا توڑ دینا یعنے اجازت دیکر پھر روک دینا درست ہے اور شرکون کے بعد اُنکے وارثون کو بھی یہی اختیار حاصل ہے ولنا قولہ علیہ السلام اشھد بلا رسنا ھم وان کم تشربہ ارضہ بدنہ متقی اور نہر کے اوپر جانب والے کو جائز نہیں نہر کا باندھنا بدون رضامندی شریکون کے اگرچہ اُسکی زمین سیراب ہوتی ہو بدون بند باندھنے کے ھم اور اگر شریک راضی ہوجاوین علے اُسکے باندھنے پر بقدر اُسکے حصہ کے یا ہر شریک اپنی باری مین سر باندھنے پر راضی ہوجاوے تو جائز ہے ولیکن اگر تحتون وغیرہ کے روکنے سے پانی رک جائے تو مٹی اور پتھر سے باندھنا درست نہیں بدون رضامندی شریکون کے اور اگر سب شریکون کی اراضی کو پانی نہ پہونچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہیئے درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تا اعلے بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہ اسفل نہر کے لوگ امیر مین اعلے نہر کے لوگون پر تاکہ وہ سیراب ہوجاوین کذا فی العینی والطحاوی کطریق مشترک اراد احدھم ان یفتح فیہ بابا الی دار اخری سألھا غیر سألھا التی یفتحھا فی ھذا الطریق بخلاف ما اذا کان سألھا الدارین واحدا حیث کان لہ ذلک لانہ لیس لاحد الشرکاء فی الطریق المشترک ان یفتح

یعنے اگر شلاز مین کی قیمت بعد ان باری کے سو درم ہوا ور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم سیتے دین بن صرف ہون وکا یضمن من ملاء ارضہ ماءً فمرّت ارض جارۃ او غرقت لانہ مُتسبّبٌ غیر متعدٍ وھذا اذا استقاھا سقیاً معتادًا یتحمّلہ ارضہ عادۃً والا فیضمن وعلیہ الفتوی اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین مین پانی بھرا سواُسکے پڑوسی کی زمین نے اُسکا پانی سوک لیا یا اسکی زمین غرق ہوگئی اسلئے کہ وہ متسبب غیر متعدی ہی اور تسبب مین تاوان اُسوقت ہوتا ہی جبکہ تعدی ثابت ہوا ور یہ یعنی عدم تاوان اُسوقت ہی جبکہ اُسنے عادت کے موافق سیچی ہوا ور باعتبار عادت کے اُسکی زمین اُسقدر پانی کی تحمل ہوا ور اگر عادت سے زیادہ اُسنے پانی بھر لیا ہووے اور پڑوسی کی زمین ناقص ہوگئی ہو تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہی وفی الذخیرۃ ھذا اذا سقی فی نوبتہ مقدار حقہ واما اذا اسقی فی غیر نوبتہ او زاد علی حقہ یضمن علی ما قال اسماعیل الزاھد نقستانی اور ذخیرہ مین ہی اور یہ یعنے عدم تاوان اُسوقت ہی جبکہ اُسنے اپنی باری مین اپنے حصہ کے موافق زمین سیچی ہوا ور اگر باری کے سوا سے مین سیچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اُسپر تاوان لازم ہوگا بموجب قول اسمٰعیل زاہد کے کذا فی القستانی ولا یضمن من سقی ارضہ او زریعتہ من شرب غیرہ بغیر اذنہ فی روایۃ لہ والاصل وعلیہ الفتوی شرح وھبانیۃ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما وانہ غیر قوم اور تاوان نہ دے وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت سیچی غیر شخص کی باری سے بدون اُسکے اذن کے اصل کی روایت مین اور اسی پر فتوی ہی جیسا کہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال مین ہی خلاصہ سے اسوا سطے تاوان نہین کہ مذکور ہو چکا کہ باری کا پانی مال متقوم نہین ہی ولو تصدّق فی بئرہ یحسُّ لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف العلف المغصوب فانّ الدابّۃ اذا سمنت بہ الدمّ وصار شیئًا اٰخر قستانی اور اگر اُسکے پیدا ہووے غلہ یا پھل کو خیرات کردے تو خوب ہی بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اُسمین بخلاف مغصوب جانور کے اسلئے کہ جب جانور موٹا ہو گیا چارا کھانے سے تو چارا معدوم ہو گیا اور دوسری چیز بنگیا یعنے خون اور گوشت ہو گیا کذا فی القستانی فان تکرر ذلک منہ لا ضمان وادّبہ الامام بالضرب والحبس ان رأی الامام ذلک خانیہ وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ پھر اگر یہ یعنے غیر کا پانی لینا چند بار واقع ہوا اُس شخص سے تو تاوان نہین اور تعزیر دے اُسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اُسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اُسکا بورا بیان شرح وہبانیہ مین ہی وقال وجوز بعض مشائخ بلخ بیع الشرب لمعاملۃ اھل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ووُفّق بانّہ تعامل اھل مدۃ واحدۃ اور مصنف وہبانیہ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہی بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہو جاتا ہی رواج کے سبب سے اور یہ تجویز توڑی گئی ہی اسطرح کہ یہ ایک شہر والون کا رواج ہی یعنی اور ایک شہر والون کے رواج سے قیاس متروک نہین ہوتا وفی قاضی خان بضمانۃ ذکرہ فی جواھر الفتاوی قال بعض الحکم یقتدی بہ فلیحفظ اور ناصحی نے فتوی دیا ہی اسکے تاوان کا یعنے جو غیر کا پانی بلا اذن لے یہ مذکور ہی جواہر الفتاوی مین اور یہ کہا ہی کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہو جاتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اس فتوی مین ناصحی متفرد ہی تو عدم ضمان کا معارض نہوگا اور عدم ضمان صحیح ہی چنانچہ ظہیریہ مین ہی اور صحت بیع کا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ قاضی اپنے مذہب کے غیر معتمد قول پر حکم نکرے کذا فی الطحطاوی قلت وفی الھدایۃ وشرحھا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارض نفسہ بماء غیرہ ضمنہ وبہ خرم فی النقایۃ ھنا فافھم مین کہتا ہون اور ہدایہ اور اُسکی شرح مین بیع فاسد سے یہ مذکور ہی کہ ضمان لازم آتا ہی تلف کرنے سے تو اگر اپنی زمین سیچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہی نقایہ مین یہان سوا سکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام مین جمہور کے موافق یقین کیا ہی قلت وقد مرّ ما علیہ الفتوی فتنبّہ مین کہتا ہون اور البتہ مذکور ہو چکا وہ قول جسپر فتوی ہی تو خبردار رہنا ہمارا مراد جمہور کا فتوی ہی عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے مذکور ہو چکا نہ ناصحی کا فتوی کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیۃ وسابق الشرب شدیدین بضامن ومضمنہ بعضھم ما مرّ اطھر اور وہبانیہ مین ہی اور پیچھے والا غیر کی باری سے ضامن نہین اور بعضون نے اسپر تاوان لازم کیا ہی اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہی وللجوّز والاخذ المزارع

الذی علے + جوانب منہدوں اذن بفہرہ اور فضانے اُس مٹی کا لبنا جو نہر کے جوانب پر ہے تو جائز نہیں کیا ہے بدون اذن مالک کے جو نابت کرے لیئے کو ے
ولو حفر انہرًا او القوا ترابہ + وَلَوْ فِیْ حَرِیْمِہٖ بِسَ مَا یُنْقَلُ یُؤْمَرُ اور اگر لوگوں نے نہر کھودی اور اُسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالے تو مٹی کے وہاں سے
اُٹھانے کا حکم نہوگا مع صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک قوم کی نہر ہے دوسرے شخص کی زمین میں اور اُن لوگوں نے نہر کی مٹی اُسکی زمین میں ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب
زمین مٹی اُٹھوانیکا اُنسے مواخذہ نہیں کرسکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ اُنسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہ دونوں مسئلے دہیانیہ کی
دو بیتوں میں مذکور ہے شارح نے صلاح کی وہ مطلب ایک بیت میں بیان کردیا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العلیم الکریم

کتاب الاشربۃ

کتاب الاشربۃ

یہ کتاب ہے اشربہ یعنی شرابوں کے احکام میں ہم اُشربہ محرمہ کے حرام ہونے کی وجہ بیان ظاہر ہیں اسلئے کہ مُزیل عقل ہیں اور عقل اشرف الاشیاء ہے جس سے آدمی ممتاز ہے حیوانات سے اور اُسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن خمر اگلی اُمتوں پر مباح تھی اُنکی طول اعمار اور جسامت ابدان کے سبب سے تو یہ بسبب اپنی قوت کے اُنکو شراب کے مستحل تھے اور اُنپر مستی غالب نہوتی تھی تو اُنکی اباحت میں اُنکے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب سے اور یہ امت تو کم ضعیف البدن ہے تو اُنپر مستی غالب ہوجاتی ہے شرب قلیل سے بھی اسلئے کہ اُنکے حق میں بھی صلاح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر ابتدائے اسلام میں اسواسطے مباح ہوئی تھی تا فساد خمر کو معائنہ کرلیں پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہوگیا کہ بھی دین حق ہے یہ چیز حرام ہونے کے لائق تھی کذا فی الطحطاوی یعنی مطحاوی نے کہا کہ مستی اور فساد میں جنون میں حرام تھا اور خمر کا تھوڑا بھی پینا اُمت محمدی پر حرام ہوا اُنکی تعظیم اور تکریم کے واسطے نا امر قبیح میں واقع ہوں کیونکہ یہ اُمت مشہود بالخیر ہے ھی جمع شراب والشراب لغۃً کل ما نافع
یشرب واصطلاحًا ما یُسکِرُ اُشربہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب میں عبارت ہے ہر چیز رقیق سائل سے جو پی جائے چنانچہ پانی اور دودھ اور شربت اور
عرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نکرے اور اصطلاح شرع میں شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کردے ھم عرف ہندوستان میں شراب اُسکو کہتے ہیں جو دیگ میں
ڈالکر پکاویں عرق کے کشید ہو اور نشا کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ کسی پھل کا خواہ گڑ کا والمحرم منہا اربعۃ العواصر اور شرابوں میں سے چار قسم کی شرابیں حرام ہیں یعنی خمر
اور طلا اور سکر اور فقیع بترتیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ھم اصول اشربہ چار چیزیں ہیں ایک تو ثمار یعنے پھل مثل انگور اور کھجور اور میویز یعنے انگور خشک
جسکو اہل ہند منقے کہتے ہیں دوسرے حبوب جیسے گیہوں اور جو اور جوار تیسرے شیریں چیزیں چنانچہ شکر اور گڑ اور شہد چوتھے الْبَان یعنی اونٹ کا دودھ اور گھوڑے کا دودھ سو
انگور سے پانچ یا چھ شرابیں بنتی ہیں یعنی خمر اور باذق اور مُنَصَّف اور مُثَلَّث اور نقیع یعنے بچنہ اور منقے سے دو شرابیں بنتی ہیں یعنی نقیع اور نبیذ اور کھجور سے تین شرابیں بنتی ہیں
یعنے سکر یہ فقیعین اور نبیذ اور حبوب اور مواکہ اور شہد و غیرہا سے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اُسکے جدا قسم کے ہیں تو یہ گیارہ یا زیادہ نام ہوئے اُشربہ
انگوری کی تفصیل یہ ہے کہ جب انگور کا عرق نچوڑا گیا تو اُسکو عصیر کہتے ہیں جب تک وہ خود جوش کھاکر جھاگ لایا اور کڑوا ہوگیا اُسکا نام خمری
اور جب کھٹا ہوگیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو تھوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پھر وہ جوش کھاکر جھاگ لایا تو اُسکا نام باذق ہے
اور اگر یہاں تک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جلگیا تو اُسکا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈالکر پتلا کیا
پھر اُسکو پکایا تو اُسکا نام نیختہ ہے اور اسکو بعربی اور ابا یونسی بھی کہتے ہیں اسلئے کہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ہارون رشید کو واسطے اسکو مرتب کیا تھا اور
جمھوری اور حمیدی بھی اسکو بولتے ہیں اور منقے سے نقیع اور نبیذ بناتے ہیں نقیع یہ کہ منقی کو پانی میں چند روز تر رکھا یہاں تک کہ پانی شیریں ہوگیا
اور نبیذ یہ کہ منقی کا پانی تھوڑا پکایا گیا اور کھجور سے سکر اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہیں سکر کچا پانی ہے ثمر نخیہ کا اور فضیخ کچا پانی ہے گدر کھجور کا اور نبیذ
نیختہ یا گدر کھجور کا پانی ہے جو تھوڑا سا پکایا گیا کذا فی العینی وقاضی خان ملتقطا الاول المسمی دھی التی بکسر النون فتشدید من ماء العنب
اذا غلا واشتد وقذف بالزبد اوالدُّرْدِیُّ ما رسب من الثفل بعد عصرہ چار حرام شرابوں سے پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جبکہ وہ جوش کھائے اور اُبلے اور

بقیہ کتاب ۱۲

اشتداد کہ پکے اور جھاگ ڈالے شارح نے کہا فی بکسر نون اور تشدید یا تمامہ ہی اور زین مفتح زا اور معجمہ و باء موحدہ عبارت ہی بزغوہ سے اور بزغوہ کو ہندی مین جھاگ اور پھینا کہتے ہین جوش سے مراد جوش کامل ہی اسطرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہوجاے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہی جوش کھانے کی جس سے مست کردینے کی قوت حاصل ہوجاے اور بعضون نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہی جو شارب کے حواس کو فہم اور درک سے روکے اور بعضون نے کہا صلاحیت اسکار یعنی مست کردینے کی لیاقت مراد ہی کذا فی نہایۃ یعنی ولم یشترطا قذفہ وبہ قالت الثلثۃ وبہ اخذ ابو حفص الکبیر وھو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن الموھوبی یأتی ما یفیدہ اور صاحبین رح نے خمر کی حقیقت مین جھاگ ڈالنا شرط نہین کیا یعنے فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہوجاتا ہی بدون جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہی تینون اماموں کا اور اسی قول کو ابوحفص کبیر رح نے لیا ہی اور یہی قول ظاہر تر ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے منقول ہی اور آگے آویگا جو اس مطلب کا مفید ہی یعنے قولہ والکل حرم اذا علی واشتد ہم صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ لذت طرب اور قوت مسکرہ اشتداد سے حاصل ہوجاتی ہی اور یہی موثر ہی ایقاع عداوت اور نماز کے روکنے مین اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہی اسکو قوتی پیدا کرنے مین تاثیر نہین اور امام اعظم رح کی دلیل یہ ہی کہ غلیان اشتداد کی ابتدا ہی اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہی اسواسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہوجاتا ہی مکدر سے اور احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہین وہ قطعی ہین چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور ناپاک ہونا اسکے لہذا مناط احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد تطلق الخمرۃ علی نیء مما ذکر مجازا اور کبھی خمر کا اطلاق ہوتا ہی غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے ھم ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ رکھی گئی یہان تک کہ خمر ہوگئی اور اختمار عبارت ہی تغیر ریح سے اور بعضون نے کہا کہ خمر نام ہوا اسکی مخامرت کے سبب سے عقل کو وہ چھپالیتی ہی قول اول حنیفہ کے موافق ہی اور قول ثانی آئمہ ثلثہ کے موافق ہی کہ انکے نزدیک ہر مسکر خمر ہی اور دلیل انکی وہ احادیث ہین جو اطلاق کی مفید ہین چنانچہ مسلم کی حدیث مین کل مسکر خمر وکل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہی کہ جو تعریف خمر کی ہمنے کی ہی اسپر اہل لغت کا اتفاق ہی اسکے سوا اور مسکرات کو بادہ اور مثلث وغیرہ ولک کہتے ہین تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہی نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہی یا بیان حکم پر محمول ہی کذا فی الزیلعی و مزید تفصیل اسکی کتب مطولہ مین ہی شرح ع فی احکامھا العشرۃ فقال وھو قلیلھا وکثیرھا بالاجماع لعینہا ای الذی یسکر بھر مصنف رح نے خمر کے دس حکمون کا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہی بعرصت ذاتی یعنی خمر کی ذات حرام ہی نشہ کرے یا نکرے ھم بعضون نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہین اسواسطے کہ قلیل مسکر نہین جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہی اسمین قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہی اسلیے کہ قرآن مین خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس یعنی نجس کہتے ہین چنانچہ لحم خنزیر کو نجس فرمایا ہی تو خمر اور لحم خنزیر کو نجاست ذاتی مین برابر ہین اور حرام ہونے مین بکمال دلیل قولہ تعالی انما الخمر والمیسر الایہ عشرۃ دلائل علی حرمتہا مبسوطۃ فی الصبتی اور غیرہ اور انما الخمر والمیسر کی آیت مین دس دلیلین خمر کے حرام ہونے پر مجتبی وغیرہ مین مشروحا مذکور ہین ھم دلائل مذکورہ یہ ہین ۱ خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر فرمانا ۲ اسکو رجس یعنی نجس العین کہنا ۳ اعمال شیطانی سے اسکو شمار کیا ۴ اجتناب کا حکم کیا ۵ اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ۶ شیطان ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہی خمر سے ۷ ایقاع البغض کا قصد رکھتا ہی اسکے سبب سے ۸ روکتا ہی یاد خدا سے ۹ روکتا ہی نماز سے ۱۰ انتہی ملخصا بصیغہ استفہام تہدیدی کذا فی الحلبی وھی بخسۃ بخاسۃ غلیظۃ کا نبوں اور خمر نجس بنجاست مغلظہ ہی پیشاب کے مانند اسواسطے کہ اسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہی ویکفر مستحلہا اور کافر ہوجاتا ہی خمر کا حلال کہنے والا اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا منکر ہو وسقط قومہا فی حق المسلم لا المعاہد فی الاصح اور خمر کا حال متقوم ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہوگیا نہ مالیت اسکی صحیح تر قول مین ھم مال متقوم مسلمان کے حق مین اسواسطے نہین کہ حقتعالی نے اسکی امانت کی بحس العین فرمایا اور متقوم ہونا غرت کا مشعر ہی اور خمر کی مالیت مین اختلاف ہی اور صحیح تر قول یہ ہی کہ وہ مال ہی بہ سبب میلان طباع کے اسکیطرف وحرم الانتفاع بہا ویوسق دواب اوطیا وانظر للملابس ادفی دواء او دھن او طعام او غیرہ ذالک اور حرام ہی فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانورون کا پانا ہو یا مٹھی سے مٹی کا تر کرنا دیوار بنانے کو یا اسکا دیکھنا

تمام ہے کیواسطے یا دوا میں اُسکا ڈالنا یا تیل میں یا کھانے میں یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے الا لتخلیل او لخوف عطش یقدر بالضرورۃ ولو زائدہ فسیکرہ حدّ مجتبیٰ مگر خمر کا سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پیکر مست ہوگا تو سزا دی جاویگی کذا فی الملتقیٰ ولا یجوز بیعہا لحدیث مسلم ان الذی حَرَّمَ شربہا حَرَّمَ بیعَہا اور جائز نہیں خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے مقرر جسنے اُسکا پینا حرام کیا ہے اُسنے اُسکا بیچنا بھی حرام کیا ہے ہم مسلم میں ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک بھر خمر تحفہ لایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپنے فرمایا کہ تمھارا کیا معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا پینا حرام کیا ہے پھر اُسنے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات کی حضرت صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ تونے کیا سرگوشی کی اُسنے کہا کہ میں نے اُسکے بیچ ڈالنے کا امر کیا ہے تب یہ حدیث فرمائی کہ جسنے پینا حرام کیا اُسنے اُسکا بیچنا حرام کیا پھر اُس مرد نے مشک کا دہانہ کھول دیا تو جو اُسمیں خمر تھی سب جاتی رہی کذا فی العینی و یجد شاربہا وان لم یسکر منہا اور حد ماری جاویگی پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جبکہ اُس سے ہم باوجود عدم سکر حد لازم ہے اسواسطے کہ اُسکی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب کیونکہ وہ اُم الخبائث ہے ہمارے نزدیک (عبارت مذکورہ کا ترجمہ) فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ اپنے ہاتھوں پر رکھتا ہے تو اُسپر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں پھر اگر اُسنے پی تو اُسکی نماز چالیس رات مقبول نہیں ہوتی اور اگر اُسکو ہمشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ویجد شارب عینہا اگر سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو حد ماری جاتی ہے جبکہ اُسکو بیہوشی اور نشہ ہو ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ہمارے زمانے میں محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے تو حد ماری جاویگی اُسپر جو مست ہوجاوے اُن شرابوں کو پیکر جو جوب اور شہد اور دودھ اور زنجبر سے بنائی جاتی ہیں اسواسطے کہ فاسق لوگ ان شرابوں پر اجتماع کرتے ہیں ہمارے زمانے میں اور لہو لعب کا قصد کرتے ہیں اور اُسکے پینے سے مست ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انتہے ولا یطبخ فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اُسکے ازالہ سے پہلے نہیں کرنا ہم یعنی پکانے سے اُسکی حرمت زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ پکانا شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنے کیواسطے ہے نہ اسواسطے کہ اُسکی حرمت کو ابطال کرے حرمت کے ثابت ہوجانے کے بعد یعنی خمر ہوجانے سے پہلے طبخ البتہ موثر ہے اور جبکہ خمر بنگئی تو اُسکے بعد طبخ کچھ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی لانہ لا یحدث فیہا ما لم یکن فیہا قبلہ بسکر منہ لاختصاص الحد بالتی ذکرہ الزیلعی واستظہرہ المصنف وضعف ما فی القنیۃ والمجتبیٰ ثم نقل عن ابن وہبان انہ ملتقط لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفًا للقواعد مالم یعتمد ونقل عن غیرہ انتہی وفیہ کلام ابن الشحنۃ گمر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے میں حد ماری نہاویگی جب تک اُس سے مست نہوگا بسبب مخصوص ہونے حد کے پکی خمر کے ساتھ ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے اور رضی کیا ہے اس قول کو مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں اور ضعیف کہا ہے اُس قول کو جو قنیہ اور مجتبیٰ میں ہے یعنے جب خمر پکائی گئی اور اُسکی تلخی دور ہوگئی تو حلال ہوجاتی ہے پھر مصنف رحمہ نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جائے اُسکے قول کیطرف جو صاحب قنیہ نے قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے جبتک کہ اُسکی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس تضعیف میں ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے ہم خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الائمہ سرخسی رحمہ کا یہ ہے کہ اُسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پئے یا بہت چنانچہ فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے اور اسی طرح قاضی خان اور بدائع میں ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جبکہ اُس سے اوصاف خمریت کے یعنی تلخی اور مست کردینا زائل ہوجاوے کیونکہ اُسکی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہوجانے سے اُسکی حقیقت بدل جاتی ہے اور یہ جو صاحب مبسوط نے کہا ہے کہ طبخ سے خمر حلال نہیں ہوجاتی تو مراد اُسکی یہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب اور استحالہ نہیں پایا گیا جو مقتضی ہوا باحت کا اور یہ جو کہا کہ طبخ کو اُسکی حلت کے اثبات میں اثر نہیں مخالف اُسکے نہیں اسلئے کہ موثر انقلاب ہے طبخ کی اعین کچھ خصوصیت نہیں کذا فی الطحطاوی ولا یجوز بیعہا الفتاوی علی المعتمد قالہ المصنف قلت ولو باحتقانٍ واقطارٍ فی احلیلٍ فہایہ اور جائز نہیں خمر سرکہ کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا کہا ہے مصنف رحمہ نے شرح میں میں کہتا ہوں اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جاوے اور پیشاب کے سوراخ میں ٹپکائی جاوے کذا فی النہایہ ہم ہر چند حقنہ وغیرہ میں اصال

سکر کا نہیں لیکن یہ العین ہونے سے یہ یعنی درست نہیں آسیطرح اسکا سرمہ اور ناس میں ڈالنا جائز نہیں ویجوز تخلیلہا ولو بنحو حرّ شئ فیہا خلافا للشافعی
اور جائز ہے خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈال کر سرکہ بنے برخلاف شافعی رحمہ کے امام شافعی رحمہ کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہوجائے تو حلال ہے
اور نمک وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہیں پھر جب خمر سرکہ ہوگئی تو جو ان تک سرکہ ہوا وہاں تک برتن پاک ہوگیا اور اسکی اوپر کی جانب اسکی تبعیت سے پاک
ہوگئی ابوسعود رحمہ نے اپنے اُستاد سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی والشانی الطلاء بالکسر وھو العصیر یطبخ حتی یذھب اقل من
ثلثیہ ویصیر مسکرًا وحرّب المصنف ھذا یتبع فیہ الزیلعی وغیرہ اور دوسری قسم شیرہ بکسر میم ہے طلا بالکسر ہے اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا
یہاں تک کہ دو تہائی سے کم جلگیا اور وہ مسکر ہوگیا اور مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں کہا کہ حق یہ ہے کہ سکار اعم ہے اور وہ ہو الظاھر اور میں بھی اسی طرح ہے کہ جس عصیر کا
دو تہائی سے کم جلگیا وہ بادہ ہے اور قاضی خان کے فتاوی میں دو تہائی کی قید نہیں بلکہ یوں کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا سا جلایا جائے تو بادہ ہے طحطاوی نے شرح
مکیر سے نقل کیا کہ اقل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہائی جل جاوے تو جب تک شیریں ہو سب کے نزدیک حلال ہے اور بعد خمیان اور اشتداد کے جب تک
نشہ نہ کرے سب کے نزدیک حلال ہے طلاء ما اعد وما الطلاء فما ذکرہ بقولہ وقیل ما الخ مرجوع عنہ حتی ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ وصار
مسکرًا رد المحتار کما جری علیہ صاحب المحیط وعلیہ یحمل ما فی التبیین کما فی الحلیۃ وحل ھذا المثلث الا بتغیر الطلاء علی ما فی المحیط تا
یشرب کبار الصحابۃ رضی اللہ عنہ کما فی الشرنبلالیہ اور دوسرا قول یہ کہ علاوہ مشروب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہاں تک کہ اُسکی
دو تہائیاں جلجاویں اور ایک تہائی باقی رہے اور وہ مسکر ہوجاوے اور اسی مشروب کو طلا کہنا حق ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہیں یعنی فقط تسمیہ میں حکم میں
یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس مثلث کو طلا کہا ہے اسکو حرام نہیں کہا ہے اسواسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا بحسب تسمی بطلا ہے بموجب روایت محیط کے ثابت ہے صحابہ
کبار رضی اللہ عنہم سے چنانچہ زیلعی میں ہے ھذا لیس بمرجوع عنہ بل ھو قول ابی حنیفۃ الاول یعنی بادہ حرام ہے اور طلا بتغیر ثانی یعنی مثلث بعنی بشرطیکہ مسکر ہو
تو مثلث حرام نہیں الا بقدر مسکر کذا فی الطحطاوی وسمی بالطلاء لقول عمر رضی اللہ عنہ ما اشبہ ھذا الطلاء البعیر وھو القطران الذی یطلی بہ
البعیر الجرباں اور مثلث کا نام طلا رکھا گیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کے سبب کہ یہ مثلث کیا خوب مشابہ ہے اونٹ کے طلا کے ساتھ اور وہ یعنی طلا قطران
ہے جو خارشتی اونٹ کو ملا جاتا ہے ھو بالکسر قطران ہے اور قطران بفتح وکسر وہ چیز ہے جو خارشتی اونٹ پر ملی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ مثلث جسکی غلظت قوام میں
از بسکہ مشابہ تھا طلا کے اسلئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ما اشبہ ای الطلاء علی التفسیر الاول کذا قالہ المصنف کما تحریہ یفہم اور اسکی
نجاست یعنی طلا کی بنا بر تفسیر اول چنانچہ مصنف رحمہ نے کہا ہے خمر کے مانند نجس ہے اسی قول پر فتوی ہے ھو طلا بتفسیر اول یعنی دو تہائی سے کم جلے جو مسمی بادہ ہے
اسکی نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث بعنی جو کہ وہ حلال ہے تو ظاہر ہے والثالث السکو بفتحتین وھو التی من ماء التوطب اذا
اشتد وقذف بالزبد یعنی اور شربہ محرمہ سے تیسری شراب سکر ہے بفتح سین وکاف اور وہ کچا رس ہے پختہ تر کھجور کا جبکہ وہ خوب جوش مارے اور جھاگ ڈالے یعنی
اور اسمیں قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر شیریں ہوگا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والرابع نقیع الزبیب وھو التی من ماء التوبیب
بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور شربہ محرمہ سے چوتھی شراب نقیع زبیب ہے یعنی خیساندہ موبیزی کی وہ کچا پانی ہے مویز کا یعنی جس پانی میں
انگور خشک کو جنبہ مدت تر رکھا بشرطیکہ اُسکے جھاگ ڈالنے کے جوش کھانے کے بعد الکاف ای الثلثۃ المذکورۃ حرام اذا علی او اشتد اور تمام یعنی
تینوں مذکور شرابیں یعنی بادہ اور سکر اور نقیع زبیب حرام ہیں جبکہ جوش کھاویں اور اشتداد پکڑیں ولا لہو بحرم الفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہ ہو تو
بالاتفاق حرام نہیں ہم امام رحمہ کے نزدیک اسواسطے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جھاگ ڈالنا ہے اور صاحبین رحمہما کے نزدیک اسواسطے
حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد ہے سیدھا اصل نہیں دان قذف حرم اتفاقا اور اگر جھاگ نہ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہے ہم امام رحمہ کے مذہب پر

تو ظاہر ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اسلئے حرام ہو کہ جب فقط غلیان اور اشتداد پر حرمت ہوئی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولی حرمت ہوگئی وظاہر کلامہ کیفیۃ المتون انہ اختار ھہنا قولہما قالہ البرجندی نعم قال المھستانی وترک القید ھنا لانہ عند علی الاتفاق فتنبہ اور رانن کا ظاہر کلام باقی اور متون کے مانند یہ ہو کہ اُسنے اس مقام مین صاحبین رح کا قول پسند کیا ہو کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو نہ کہ نہین کیا ایسا کہا ہو برجندی نے ہان تو مھستانی نے کہا کہ مانن نے یہان جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسلیے کہ یہان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت مین جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہان اُسکے ذکر کو ضرور نجانا تو اس سے خبردار رہنا ھم طحطاوی نے کہا کہ مصنف رح کی شرح سے فہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہو اسواسطے کہ اُسنے سُکر کی حرمت مین جھاگ ڈالنے کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہو تو یہی قید نقیع زبیب مین بھی جاری ہوگی اسواسطے کہ دونون مین یکسان خلاف ہو ولہذا بیتین حکم بخاسۃ السُکر بالتقیع ومقاد کلامہ انہا خفیفۃ وھو مختار السرخسی واختار فی الھدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف رح نے سُکر کی نجاست کا تو بیان نہین کیا اور اُسکے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہو کہ دونون کی نجاست خفیفہ ہو اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی رح کا مختار ہو اور ہدایہ مین یہ اختیار کیا ہو کہ نجاست غلیظہ ہو وحرمتہا دون حرمۃ الخمر فلا یکفر مستحلہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت اشربہ ثلثہ یعنے باذہ اور سُکر اور نقیع کی کمتر ہو خمر کی حرمت سے تو اُنکا حلال جاننے والا کافر نکہا جاویگا اسواسطے کہ حرمت اُنکی اجتہاد کے سبب سے ہو اور حرمت ثابت ہو بدلیل قطعی ھم کہتے ہین کہ بکفر کو انکفارے کہا بتہ ہو یہ اسواسطے کہ اول نسبت الی الکفرتین خاص اور ثانی مشترک ہی اور خاص دلالت مراد مین اولی ہو مشترک سے کذا فی الطحطاوی والحلال منہا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر والزبیب ان طبخ ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ سے بجا مشروب حلال ہین اول نبیذ تمر اور زبیب ہو یعنے خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی بشرطیکہ تھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہان تک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اُسکا پینا حلال ہو اگرچہ جوش کھا کر قوی ہوجاوے ھم اشتداد کے ساتھ قذف کو ذکر نہین کیا یہان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ رمز مین اعنی نے کہا تخذ من التمر کی حرمت مین احادیث وارد ہین اور اُنکی حلت مین بھی احادیث وارد ہین تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجئے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہوا اور تعارض رفع ہوجاوے وھذا اذا شرب منہ بلا لہو طاب فلو شرب للھو قلیلہ وکثیرہ حرم اور یہ یعنی حلت نبیذ اور تمر اور زبیب کی اسوقت ہو جبکہ وہ پیا جاوے بدون مواد طرب کے تو اگر لہو ولعب کے واسطے شربت ہوگا تو اُسکا قلیل اور کثیر سب حرام ہو ھم منتار مین ہو کہ طرب ہوتی ہو جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی تو دُرر مین کہا کہ یہ قید اُن اشربہ کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقون کی وضع پر تو حرام ہو وصالم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فحرم اور یہ حلت اسوقت تک ہو جب تک وہ نشا نکرے تو اگر اُسقدر پیئے گا جسقدر کے پینے سے اُسکے نشا کرنے کا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا ھم یعنے قوی جسنے نشا کر دیا وہ حرام ہو نہ مشروب تمامہ بحر اخرین وکجستہ تو بیان خیر کرے وہ اشربہ متداول سے ہو اور اُسکو نشہ نہو بحر سے دسوان پیالہ پیا سو اُسنے نشا کیا تو حرام ہو دسوان پیالہ ہی نہ ہوگا پہلے ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو فوج اول ہی سے حرام ہو اور ہو بان کی بیٹھنا حرام اور اسکی طرف جانا حرام ہو کذا فی الطحطاوی الثانی الخلیطان من الزبیب التمر اذا طبخ ادنی طبخۃ دون اشتد یحل بلا لہو اور اشربہ حلال سے مشروب ثانی مراد ہو یعنے خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد یعنی حاصل ہوجاوے حلال ہو بدون لہو لعب کے ھم حلت کی دلیل وہ حدیث ہو جو ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رضہ سے مروی ہو کہ ہم مٹھی بھر زبیب اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے واسطے برتن مین ڈالتے تھے اور پانی اُسپر ڈالتے تھے سو جو علی الصباح تر کر رکھتے تھے حضرت صلعم اُسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو بھگو رکھتے اُسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث مین خلیطین سے نہی وارد ہو وہ خلطی حالت پر محمول ہو تاکہ دو نعمتون کا اجتماع نہو سکے اور حالانکہ پڑوسی محتاج ہو یا کہ ایک چیز پڑوسی کو دے اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ سالی مین بھی یہ تو جیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہو

کذا فی الطحطاوی والثالث نبیذ العسل والتین والبر والشعیر والذرۃ علی سوء طبخ کما یأتی لھو وطرب اور اشربہ حلال سے شہد اور انجیر اور گیہوں اور جو اور کانبیذ ہے یعنی خیسانہ ان چیزوں کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو انہیں بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبی ولو اشتد وھو ما طبخ حتی ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ اذا قصد بہ استمراء الطعام والتداوی والتقوی علی طاعۃ اللہ ولو لا فلا یحل اجماعاً اور اشربہ حلال سے چوتھا اشربہ مثلث انگوری ہے اگرچہ انہیں اشتداد حاصل ہوا اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہاں تک کہ اُسکی دو تہائی جاتی رہے اور ایک تہائی باقی رہے یہ اُسوقت حلال ہے جبکہ اُسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالیٰ کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو لعب کیلئے پیتا ہے تو شیخین رح اور محمد رح کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الاختیار ہم شیخین رح کے نزدیک مثلث یعنی اشربہ مثلثہ حلال ہے اور محمد رح اور امام اعظم رح کے نزدیک اسی پر فتویٰ ہے دلائل حلت شیخین رح کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی میں سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ ہمنے وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا پڑھا اُسمیں یہ تھا کہ شام کا قافلہ شروب غلیظ اسود لایا طلاء اہل کے مانند یعنی گاڑھا سیاہ رنگ میں نے اُنسے سوال کیا کہ تم اُسکو کیا پکاتے ہو اُنھوں نے مجھکو خبر دی کہ دو تہائی جلا ڈالتے ہیں اُسکے دو ثلث باقی رہتے ہیں ایک ثلث بدبو کا اور ایک ثلث شدہ اور سکر کا اُسکو کذا پکاتے ہو اُنھوں نے مجھکو خبر دی کہ دو تہائی جلا ڈالتے ہیں اُسکے دو ثلث باقی رہتے ہیں ایک ثلث بدبو کا اور ایک ثلث شدہ اور سکر کا سو اپنے لوگوں سے حکم کر کہ اُسکو پیا کریں اور دوسری روایت نسائی کی یوں ہے کہ اپنے مشروب کو تم پکاؤ یہاں تک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے سو شیطان کے دو حصے یعنی تمہارا ایک حصہ ہے انتہی یعنی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اُسکا پینا حلال نہیں سال نے کہا کہ تمام امام اعظم رح ابو یوسف رح کے خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ بضم طعام کیواسطے حلال کہتے تھے اور ہمارے زمانہ میں لوگ لہو و لعب و فسق و فجور کے واسطے پیتے ہیں ابو یوسف رح سے امالی میں روایت ہے کہ اگر گستی کیواسطے مثلث پیے تو قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور دہان کا بیٹھنا اور اُسطرف کا چلنا حرام ہے امام اعظم رح سے روایت ہے کہ میں نہیں تمہیں کہتا کہ حرام نہیں کہتا بلکہ دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اُسکو استعمال کرتے تھے اور میں اُسکو نہیں پیتا ہوں یا عتبار مروت کے انتہی فی البحر یعنی وصحح بیع غیر الخمر طلاء او خمرہ کے سوا جو اشربہ مذکورہ ہیں چلے اُنکی بیع صحیح ہے ہم یعنی اشربہ محرمہ یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین رح کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے اسواسطے کہ معصیت بعینہا قائم ہے کذا فی الطحطاوی ومعناہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ھل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل ان مرادہ لعدم الجواز عدم الحل قال المصنف اور تمر کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنے اسواسطے کہ دونوں غیر خمر ہیں میں کہتا ہوں اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہیں تو یہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہا ہے مصنف رح نے شرح مین ونضمن ھذہ الاشربۃ بالقیمۃ لا بالمثل لتصاغر تملک عینہ وان جاز فعلہ اور تاوان دیا جائیگا ان شرابوں کا بسبب تلف کر ڈالنے کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ یہ ممنوع ہیں اُسکی ذات کی تملک سے اگرچہ تملک کا فعل جائز ہو ہم جائز ہے تملک سے صحت اور ثبوت مراد ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الصلیب حیث تضمن قیمتہ صلیباً لانہ مال متقوم فی حقہ وقد امرنا بقہرھم وذلنا بدفع الجزیۃ الیھم یعنی بخلاف اتلاف صلیب کے یعنی اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا صلیبا تلف کر ڈالے تو اُسکے ذمہ صلیبا کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلئے کہ صلیبا مال متقوم ہے ذمی کے حق میں اور ہم امور ہیں اُنکے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحرمھا محمد ای الاشربۃ المتخذۃ من العسل والتین ونحوھا قالہ المصنف مطلقا قلیلھا وکثیرھا وبہ یفتی ذکرہ الزیلعی وغیرہ اور حرام کہا ہے اُنکو محمد رح نے مصنف رح نے شرح مین کہا یعنے جو شرابین کہ بنائی جاوین شہد اور انجیر اور انکے مانند سے وہ محمد رح کے نزدیک مطلقاً حرام ہین خواہ قلیل ہون خواہ کثیر اور اسی قول پر فتویٰ ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی وغیرہ نے ہم تمہتانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ جو شربہ اور خلاوات کا نبیذ یعنی انکا جو زہ بشروط مذکورہ شیخین رح کے نزدیک حلال ہے تو جو انکو پیا کرے اور اُسکی طلاق واقع نہیں اور محمد رح کے نزدیک وہ حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی میں ہے اور محمد رح کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ کفایہ وغیرہ میں ہے عموی نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ اشربہ

مذکورہ سے جو نشا کرے علی العموم اسکا قلیل اور کثیر حرام ہی کسی نوع سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم کہ کل مسکر خمر و کل مسکر حرام یعنے جو نشہ کرنے والی چیز وہ خمر ہی اور ہر مسکر حرام ہی اور بدلیل حدیث مسند احمد رح و ابن ماجہ رح و دار قطنی کما اشار کثیرہ قلیلہ حرام یعنے جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اسکا قلیل بھی حرام ہی اور فتوی محمد رح کے قول پر ہی اور بزازیہ مین ہی کہ محمد رح کے نزدیک قلیل اسکا اور کثیر سب حرام ہی فقہا نے کہا اور ہم محمد رح کے قول کو لیتے ہین اور محمد رح کا مذہب یہ ہی کہ وہ جس ہی جیسا مذہب شافعی رح اور مالک رح اور احمد رح اور داؤد رح ظاہری کا ہی انتہے اور یہ اختلاف شیخین رح اور محمد رح کا چار اشربہ حلال مین ہی اور اشربہ محرمہ مین سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین رح اور محمد رح کے حرام ہی گو کہ اسقدر سے نشہ نہو اگرچہ حد لازم نہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصرا و اختارہ شارح الوہبانیہ و ذکرانہ مروی عن الکل اور پسند کیا ہی محمد رح کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہی کہ قول مذکور یعنے وجوب حد مروی ہی شیخین رح اور محمد رح سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہوگئی شرح وہبانیہ مین عمادیہ سے یون مذکور ہی کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہی کہ اُسنے ہمارے سب اصحاب سے یہ روایت پائی کہ حد واجب ہی اسواسطے کہ جس سے نشہ واقع ہووہ حرام ہی اور زنا فساد کا سبب ہی تو حد واجب ہوئی تاکہ اُسکے پینے سے لوگ باز رہین تا روے زمین سے فساد دفع ہو اور یہ امر تو موجود ہی خمر کے سوا باقی اشربہ مین بھی کذا فی الطحطاوی ملخصا و نظمہ فقال ؎ و فی عصرنا فاختیر حدّ واوقعوا طلاقا لمن مسکر الحب سکو و عن کلم یدی وافق محمدا فیحد فیہ ملقن طلاق ھو المختار و شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہی سو یون کہا ہی کہ ہمارے زمانہ مین وجوب حد مختار ہی اور علما نے طلاق واقع کردی ہی اُس شخص کی جو اناج کی شراب یعنی بوزے سے مست ہو اور شیخین رح اور محمد رح سب علما سے وجوب حد مروی ہی اور محمد رح نے قبل کے بھی تحریم کا فتوی دیا ہی اور یہی قول منتخ اور محقق ہی و فی طلاق البزازیہ و قال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام و ھو نجس ایضا و لو سلم منھا المختار فی زمانا انہ یحد زاد فی الملتقی و قوع طلاق من سکر منھا تابعا للعامۃ و الکل حرام عند محمد و بہ یفتی و الخلاف انما ھو عند فصد اللھو اما عند قصد التلھی فحرام اجماعا انتہی و تمام ما علقہ علیہ اور بزازیہ کی کتاب الطلاق مین ہی اور محمد رح نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اُسکا قلیل بھی حرام ہی اور وہ ناپاک بھی ہی اور اگر اس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ مین قول مختار یہ ہی کہ اُسپر حد جاری کیجاے ملتقی مین اتنا زیادہ کیا ہی کہ جو شخص مست ہوا سکے پینے سے تو اُسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونے کا تابع ہی اور سب مسکرات حرام ہین محمد رح کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی اور یہ خلاف شیخین رح اور محمد رح کا تو قصد تقویت بمخصوص ہی اور لہو لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین رح اور محمد رح کے حرام ہی انتہے مافی الملتقی اور پورا اسکا بیان اس شرح مین ہی جو ہمنے ملتقی پر لکھی ہی زاد الفھستانی ان لبن الابل اذا اشتد لم یحل عند محمد خلافا لھما و السکر منہ حرام بلا خلاف و الحد و الطلاق علی الخلاف قھستانی تھے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ دودھ جب جوش کھاکر مستی لاوے تو محمد رح کے نزدیک حلال نہین برخلاف شیخین رح کے اور نشہ ہونا اُس سے تو بلاخلاف حرام ہی اور اُسکے مست پر حد واقع ہونا اور اُسکی طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر مبنی ہی یعنے شیخین رح کے نزدیک واقع نہوگی اور محمد رح کے نزدیک واقع ہوگی وکذا لبن الرماک اذا اشتد لم یحل و صحح فی الھدایۃ حلہ و فی المحیط انہ یکرہ تحریما عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسی طرح کا گھوڑے کا دودھ جبکہ جوش کھاوے حلال نہین اور ہدایہ مین اسکے حلال ہونے کو صحیح کہا ہی یعنے امام رح کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ مین یون ہی کہ وہ مکروہ تحریمی ہی مشائخ کے نزدیک امام رح کے قول پر ہم حلت اُسکی کیساتھ بشرطیکہ شاکرے زیلعی مین ہی قول صحیح یہ ہی کہ گھوڑی کا دودھ امام رح کے نزدیک حلال ہی بموجب فکر کرنے صاحب ہدایہ کے اسلئے کہ اُسکے گوشت کی کراہت حرام کے سبب سے ہی اور اسلئے کہ مادہ جہاد منقطع نہوجاوے تو یہ کراہت اُسکے دودھ کی طرف متعدی نہوگی انتہے کذا فی الطحطاوی و حل الانتباذ اتخاذ النبیذ فی الدباء جمع دبأۃ ھی القرع حلال ہی نبیذ بنانا تونبون مین و دبا رتشدید دو جمع ہی دبارۃ کی جو بمعنی کدو ہی و الحنتم جرۃ اخضراء و المزفت المطلی بالزفت ای القیر و النقیر الخشبۃ المنقورۃ و مادہ ردین انبذ نبیذ بنانا حنتم یعنے سبز گھڑے اور مزفت یعنے روغن قیر کا ملا ہی اور نقیر لکڑی کے کھدے ہوے برتن مین اور جو حدیث مین ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہی سو منسوخ ہی ہم محمد رحمۃ اللہ علیہ

کتاب الاشربہ میں عن ابی حنیفہ رحمہ عن علقمہ بن مرثد عن ابی بریدہؓ عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی کہ میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب زیارت کیا کرو اور بیہودہ گوئی نکرو اور محمدؐ گو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھا جاے سو اب کھو جتنا چاہو منع اسیواسطے کیا تھا کہ مالدار فقیر پر کشائش کرے اور دُبا اور حنتم اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن میں اسواسطے کہ ہر برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں کرتا اور نہ پینا کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایہ اُن برتنوں میں شراب بنائی جاتی ہے سو اگر اُن میں شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے اُنکا استعمال درست ہے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مٹی کا برتن ہو تو تین بار دھو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمدؒ کے نزدیک وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک تین بار دھونے اور دھوپ میں خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اُسمیں بار بار پانی بھرے اور اگر آٹا رہے یہاں تک کہ صاف پانی نکلے جس میں نہ شراب کا مزا رہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے وکرہ شراب درد ی الخمر ای عکرہ والاستشاط بالدردمے لان فیہ احیاء الخمرۃ قلبلہ کثیرہ کما مر ولکن لا یحد شاربہ عند نا بل یسکر ویہ یحد جماعاً اور خرکی تلچھٹ پینا اور اسکو کنگھی میں ملکر بالوں میں لگانا مکروہ ہے اسواسطے کہ دُردا اور تلچھٹ میں خمر کے اجزا موجود ہیں اور خمر کا قلیل اُسکے کثیر کے مانند حرام ہے جناچہ مذکور ہوچکا لیکن اُسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد جاری نہ جاوے گی بدون نشہ کے اور نشہ کے ساتھ بالاجماع حد جاری جاوے گی ویحرم اکل العجین والحشیشۃ ھی ورق القنب والافیون لانہ مفسدٌ للعقل یصدعن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کھانا حرام ہے اسواسطے کہ ہر وہ اشیا نشہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا اور نماز سے باز رکھتا ہے اور رد کتا ہے ھم طحطاوی نے بنج اور حشیش میں عطف تفسیری سمجھا ہے حالانکہ یہ خطا ہے اسلئے کہ بنج بفتح باموحدہ وسکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش ورق القنب یعنی بنگ ہے جسکو جاہل فقیر پیتے ہیں چناچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ میں یوں مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن تیاتی ست شبیہ بہ برگ اربخہ دلیسیار غلیظ و درطول و عرض ازان بزرگتر و بسیار سبز مائل بسیاہی و برگ و ساق غلیظ آن مرغب و ثمر آن در غلافی شبیہ بگل انار و شاخہاے آن پر یکدیگر گری و ملوز تخمے شبیہ بکلبہ و بسیار ریزہ تر ازان و بعد مدور و سہ نوع ست سیاہ و سرخ و سفید ہر دو نوع اول باسمتست و غیر مستعمل و نوع سوم کہ سفید ست مستعمل و کیاب بعضے آن سرخ آنرا استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے تشبیہ میں کہا کہ بفارسی کنب و بنگ و بہندی بھانگ و بہ اصطلاح ورق الخیال و حشیش و حشیشۃ الفقرا گویند و درخت آن بلند و ساق آن مجوف و گل آن سفید و تخم آن مدور کہ آنرا شہدانج و بفارسی شاہدانہ گویند انتہی شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں بنج کی ماہیت صاحب مخزن کے مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بنج وہ گھاس ہے جسکو قلندریہ استعمال کرتے ہیں جو لغت عرب میں حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغائر ہے حشیش کی اسواسطے کہ حشیش قاتل نہیں لیکن محمدؒ اور مفترّ اور مرسل ہے اور اُسمیں اوصاف ذمیمہ ہیں لہذا متاخرین کا اسکی تحریم پر اجماع واقع ہو گیا ہے شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح میں کہا کہ قلیل مقوی نیا اور بنج مباح ہے دوا کے واسطے اور جو اسپر زیادہ ہو اور قتل کرے یا عقل کو زائل کر دے وہ حرام ہے انتہی اسی طرح کذا فی العینی طحطاوی نے قہستانی عن شرح اللباب سے نقل کیا کہ بنج دو قسم ہے ایک مزیل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتوی ہے اور دوسری قسم مباح ہے انیون کے مانند اسواسطے کہ اگرچہ اُس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ میں جو بحث بنج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے انتہی لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئا من ذلک لا حد علیہ وان سکر منہ بل بعزر بما دون الحد کذا فی الجواہر اخوائن اور بنگ اور افیون حرام ہے لیکن حرمت خمر سے انکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص ان میں سے کھاے تو اُسپر حد نہیں اگرچہ اُس سے مست ہو جاے بلکہ اُسکو تعزیر دیجاے حد سے کمتر کذا فی الجوہرۃ وکذا الحرام جوز الطیب لکن دون حرمۃ الحشیشۃ قالہ المصنف اور اسی طرح جوز الطیب یعنی جاے بھل حرام ہے لیکن اسکی حرمت بنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف رحمہ نے شرح میں حرمت جاے بھل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے اپنے قواعد کے موافق جانکر کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ میں مذکور ہے کہ جوز الطیب سکر ہ ونقل عن الجامع وغیرہ من قال بحل البنج والحشیشۃ فھو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین

الزاھد اللہ یکفرہ ویعلم قتلہ اور مصنف رح نے شرح مین جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بنج اور بھنگ کے حلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد ہے بلکہ نجم الدین زاہد نے کہا کہ منسوب بکفر ہے اور اسکا قتل مباح ہے ہم مصنف رح نے جامع الفتاوی سے یہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح تمرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ حلوانی سے حلت وحرمت حشیشہ یعنے بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابوحنیفہ رح سے کچھ منقول نہین اسواسطے کہ انکے وقت مین اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے بھی کچھ منقول نہین مگر نی کے زمانے تک جو شاگرد ہین امام شافعی رح کے اور اسد بن عمر شاگرد امام اعظم رح کے عراق اور عجم مین تھے وہ اسکی اباحت کے قائل تھے پھر جب اسکی بلا عام ہوگئی اور یہ فقنہ عالم مین پھیلا اور سفاہت عقلا پر غالب ہوگئی اسکے استعمال سے تو تمام علما و اور النہر نے مزنی کے مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور اسکے جلانے کا اور اسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعی رح اور حنفی رح دونون مذہبون کا اسکے حرام ہونے پر فتوی ہے یہان تک کہ اسکی حلت کے قائل کو زندیق اور متبدع کہا ہے اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہو اور طلاق دے تو اسکی طلاق واقع ہوگی زجر اور توبیخ کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم الغزی الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ابیہ الدرر المتعلقۃ بالکبائر والصغائر عن ابن حجر المکی انہ صرح بحرمۃ الطیب باجماع الائمۃ الاربعۃ وانما مسکر عندہم لا عندنا ہم اور ہمارے استاد نجم غزی شافعی مذہب نے اپنی شرح مین جو انکے باپ بدرالدین کی منظومہ پر ہے جو کبائر اور صغائر مین ہے ابن حجر مکی سے یون کیا ہے کہ اسنے تصریح کی ہے جائفل کے حرام ہونے پر باتفاق چارون الممون کے اور یہ کہ وہ نشا کرتا ہے فسقال سبحنا النجم والذی الذی حدث وکان حدوثہ بمشق فی سنۃ خمسۃ عشر بعد الالف یعنی بظاہرہ انہ لا یسکر ولا یسلب لہ فانہ مفتر وھو حرام لحدیث ام سلمۃ قالت نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناولہ المرۃ والمرتین ومع نھی ولی الامر عنہ حرم قطعا علی ان استعمالہ ربما اضر بالبدن ثم الاضرار علیہ کبیرۃ لسائر الصغائر انتھی محمد شافعی رح نے کہا ہمارے استاد نجم شافعی رح نے کہ تبنا کو جو نو پیدا ہے اور اسکی ابتدا دمشق شام مین ایکہزار پندرہ سال ہجری مین ہوئی اسکا پینے والا یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ نشا نہین کرتا اگر اسکے عدم سکر کو یہان لیجئے تو البتہ وہ مفتر ہے یعنے اگرچہ عقل کو زائل نہین کرتا مگر حواس کو منکسر اور ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہے بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد مین حضرت ام سلمہ رض سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلعم نے ہر سکر اور مفتر یعنے نشہ کرنے والی اور سست کرنیوالی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تبنا کو کا ایک دفعہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہین اور باوجود منع کر دینے سلطان وقت کے وہ یقینا حرام ہے علاوہ یہ کہ اسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہان اسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہوجاتا ہے انتہی کلام النجم الشافعی بلفظہ ام ابوالسعود مفتی روم رح نے کہا کہ تبنا کو کی حرمت علماء شافعیہ کے خلاف ہے اسواسطے کہ شافعیہ رح نے تصریح کی ہے کہ اگر زوجہ قہوہ پیتی ہو تو زوج پر اسکا سامان کر دینا واجب ہے انتہے اور ہمنے نقات شافعیہ رح سے دریافت کیا سو انہون نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ تبنا کو مکروہ تنزیہی ہے مگر بعارض اور حقہ اسوقت زوج پر واجب ہے جب زوجہ کو اسکی عادت ہو اور ترک اسکا ضرر نکرے ورنہ قبیل تفکہات ہوگا اور اگر اسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم نہوگا انتہے کلام الشافعیہ اور یہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہ ہے کہ یہ امر مختلف ہے باختلاف مستعملین کے یعنے ہر کسی کو مضر ہے اور کسیکو نافع کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الاباحۃ او التوقف ویظہر ثمرتہ فیما اشکل حالہ کالحیوان المشکل امرہ والنبات المجہول سمیتہ انتھے قلت ففہم منہ حکم النبات الذی نشاہ فی زماننا المسمی بالتن فتنبہ اور اشباہ مین اس قاعدے کے اندر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے یا توقف اور ظاہر ہوتا ہے اثر اس قاعدے کا جو اس چیز مین جسکا حال معلوم نہین جیسا نجہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہین اور وہ گھاس جسکا زہر ہونا ثابت نہین ہوتا انتہے کلام الاشباہ مین کہتا ہون تو اس قاعدے سے پوچھا جاتا ہے حکم اس گھاس اور بوٹی کا جو ہمارے زمانہ مین شائع اور پھیل گئی ہے جسکا نام تن یعنے تبنا کو ہے تو خبردار رہنا صریح بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین اباحت ہے تبنا کو مباح ہے اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین توقف ہے نہ اباحت ہے نہ حرمت

بلاحکم شرع کے تو نہ مباح ہی نہ حرام وقد کرھہ شیخنا العمادی فی ھدیتہ الحاقا لہ بالثوم والبصل بالدلیل فتدبر اور ہمارے استاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمادی میں مکروہ کہا ہی اسکو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق الحق کرکے سو اسکو غور کرلے ہم مفتی روم ابوسعود رحمۃ نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہی ہمارے شیخ کا الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہی انتہے اس الحاق سے معلوم ہوتا ہی کہ مسجد میں حقہ پینا مکروہ تحریمی ہی جیسے لہسن پیاز یہاں مکروہ تحریمی ہی اور قرآن خوانی کے وقت اسکا استعمال صریحا مے ادبی ہی کذا فی الطحطاوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہی کہ جو لوگ گل دخان حرام کہتے ہیں سو یہ حدیث نہیں لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک تو بدبو آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دھواں نکلنا منہ سے کہ شایبہ اہل دوزخ ہی ہر چہ ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہی لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہی انتہے ملخصا کلام الشریف واللہ اعلم ومثل جرم بحرمۃ الحشیشۃ سارح الوھبانیۃ فی المحیط ونظمہ نقال ؎ وافتوا بتحریم الحشیش وحرقہ وتطلیق محتشی لمجرد قربہ لما فیھا من التادیب والفسق لتقویۃ وذھاب قوۃ المستحلی وحرر اور ان علما میں سے جو بنگ کی حرمت پر یقین کرکے میں خارج وہیانیہ نے بیان کیا ہی اسکو کتاب المحظر میں اور اسکو نظم کیا ہی اور یوں کہا ہی اور علما نے فتوے دیا ہی بنگ کے حرام ہونے اور اسکے جلا دینے اور بنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر جو اور تونج کو جو سے اور ثابت کی ہی علما نے بنگ فروش کی تعزیر اور فسق اور اسکے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہی اور اسکو منقح اور محقق بیان کیا ہی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الصید

یہ کتاب ہی صید یعنی شکار کے احکام میں ہم نسفانی نے مغرب سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہی جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ تو ممتنع کی قید سے مرغی اور بطخ نکل گئی اسلئے کہ ممتنع سے وہ مراد ہی کہ اسکے بالوں یا پر ہوں جنسے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد یہ ہی کہ آدمیوں سے مالوف نہو (بحوالہ) نہ رات کو اور وحشت طبعی کی قید سے وہ پالو جانور نکلگیا جو وحشی ہوگیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہیں بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہی اور اسی قید سے متوحش مالوف داخل ہوا صید میں چنانچہ پالو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ لعل منا سیتہ ان کلا منھما یورث الضرر وسا شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الاشربہ سے یہ ہی کہ دونوں چیز ہورث سرور ہوتی ہیں ھو مباح بخمسۃ عشر شوطا مبسوطۃ فی العنایۃ وسنقرءھا فی تتبع المسائل شکار کرنا مباح ہی بپندرہ شرطوں سے جو مفصل مذکور ہیں عنایہ میں اور ہم انکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے انثاء مسائل میں ہم منجملہ شروط مذکورہ پانچ شرطیں ہیں شکار کرنے والے میں ۱ ہونا اسکا مسلم یا کتابی ۲ چھوڑنا اسکا کلب یا باز کو ۳ شریک نہونا اسکے چھوڑنے میں غیر مسلم یا کتابی کا ۴ ترک بسم اللہ عمدا نہ کرنا ۵ چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام میں مشغول نہونا اور یہ پانچ شرطیں کلب وغیرہ میں ہیں ۱ معلم ہونا اسکا یعنے تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اسکا بطریق چھوڑنیکے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ہم قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کھانا اور پانچ شرطیں شکار میں ہیں ۱ یہ کہ اسکی خورش درندہ اور جنگل سے نہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہونا ۳ سوائے مچھلی کے آبی جانور نہونا ۴ قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے یا نوں سے یا پر دن سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اسکے ذبح کرنے کے کذا فی العالمگیریہ عن النہایۃ یہ تینوں شرطیں حلت اکل کے واسطے ہیں نہ مطلق شکار کے واسطے منع الغفار میں ہی کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہی شکاری کے اختلاف حال سے اسلئے کہ شکار کرنا کبھی حاجت کیوجہ سے ہوتا ہی اور کبھی اظہار بہادری کیواسطے اور کبھی دل بہلانے کیواسطے اور غایۃ البیان میں ہی کہ شکار کرنا مباح ہی حلال جانور میں اور حرام میں حلال کھانے کیواسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کے واسطے یا اسکی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کیواسطے منع الغفار میں ہی کہ شکار کرنا مشروع ہی قرآن سے قال اللہ تعالے واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر مادمتم حرما یعنے جب تم حلال ہو یعنے محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کردیا گیا تمپر شکار کرنا خشکی میں جبتک تم محرم ہو اور شرع سے ہی حدیث سے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو اسپر بسم اللہ کہہ پھر اگر اسنے شکار پکڑ رکھا اور تو نے اوسکو زندہ پایا تو اسکو ذبح کر اور اگر اسنے اسکو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اسکو نہیں کھایا تو اسکو کھا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہی حدیث بخاری

اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ قسم ہے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے انتفاء مانع الا احرام فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم میں مباح نہیں ہم حلبی نے کہا ہمارا کہنا بہتر تھا الا المحرم او فی الحرم یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم میں مباح نہیں اسواسطے کہ یہ عبارت تینوں شکاروں کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں او للتلویح کما هو ظاهر یا شکار کرنا مباح ہے مگر لہو لعب کیواسطے چنانچہ یہ ظاہر ہے او حرفة علما فی الاشباه قال المصنف وتمامه تحقیقه بتعاطه ولا فالتحقیق اباحة اتخاذه حرفة لانه نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحة سواء علی المذهب الصحیح کما فی البزازیة وغیرها یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں یہ عدم اباحت بموجب اشباہ کے ہے مصنف رح نے شرح میں کہا کہ میں نے عدم اباحت حرفت میں زیادہ کی اشباہ کی متابعت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنی کی اباحت تحقیق ہے اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت میں برابر ہیں بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں ہے ہم مصنف شاگرد ہے صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اسکے قول ضعیف کو بھی علانیہ نہ کیا نصب شبکة لصید ملك ما تعلق بها لجناح وما اذا نفضها للجفاف فانه لا یملك ما تعلق بها ایک شخص نے شکار کیواسطے جال لگایا تو وہ مالک ہوگا اس طائر کا جو اسمیں پھنس گیا برخلاف اس صورت کے جبکہ جال لگایا اسکے خشک کرنیکے لئے تو وہ مالک نہوگا اسکا جو پھنس گیا اسمیں ہم تو اول صورت میں دوسرا شخص شکار کو نہیں لے سکتا اور دوسری صورت میں جو شخص اسکو پکڑ لیگا مالک ہوگا جال کا الا اس سے نہیں لے سکتا وان وجد المفلش اودیعة خاتما او دینارا مضروبا بالضرب الاسلام لا یملکه ویجب تعریفه اور اگر دینار یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہے پائے تو اسکا مالک نہوگا اور اسکی تعریف یعنی پہچنوانا واجب ہے کہ جسکا ہو سو اسکو لے ہم مفلش بفتح میم وسکون فاء وکسر لام وشین معجمہ عرف میں اسکو کہتے ہیں جو زمین میں مالیت کی چیز تلاش کرتا پھرے کذا فی الطحطاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم ان اسباب الملك ثلثة ناقل کبیع وهبة وخلافة کارث واصالة وهو الاستیلاء حقیقة بوضع الید او حکما بالتهیئة کنصب شبکة لصید الجفاف علی المباح الخالی عن مالك فلو استولی ثانیا مفازة علی صید غیره لم یملکه وهم یحل المفلش ما یجده بلا تعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب تین ہیں ایک سبب ناقل ہے یعنے ایک ملک سے دوسرے مالک کیطرف ملکیت منقول ہوجاتی ہے جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہوجاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنے ایک کے مرنیکے بعد دوسرے کا مالک ہونا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنے استیلاء اور قدرت ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہو مالک سے خواہ حقیقۃً استیلاء اور قدرت ہو تصرف میں کر لینے سے یا حکماً قدرت ہو اسکے تہیہ اور سامان کرلے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کیواسطے نہ جال خشک کرنے کے لئے تو اگر ایک شخص مستولی ہو جنگل میں غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنے اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کے تلاش کرنے والے کو حلال نہیں وہ چیز جو پاوے بدون تعریف کے وتمام التعاریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابوں میں ہے ہم تمام تعاریف صید کی تمہاری سے ترجمہ میں مذکور ہوچکی ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب تقدم فی الذبائح من کلب وباز ودخولهما بشرط قابلیة التعلیم بشرط کونه لیس بنجس العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند انکے چنانچہ جیتا اور شکر البشرط قابل ہونے تعلیم کے اور بشرط اسکے نجس العین نہو یہ سب کتاب الذبائح میں نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہوچکی یعنے ہر نیش دار اور ہر چنگل والا مراد نہیں اسلئے کہ اونٹ بھی نیش دار ہوتا ہے اور کبوتر چنگل والا لیکن یہ شکار نہیں کرتے نیش اور چنگل سے تم فرع علی ما مر من الاصل بقوله فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتهما التعلیم فانهما لا یعلمان للغیر لاسد لعلوهته والدب لخساسته والحق بعضهم بالدب الحدأة لخساسته یہ سب مصنف رح نے تفریع کی اس قاعدے پر جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہیں شکار کرنا بچھو اور شیر سے اسواسطے کہ انمیں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونوں

لہ بالنون من التفریع بالموحدة من الترویع

غیر کے لئے عمل نہیں کرتے نیز اپنی علوم سے غیر کا کام نہیں کرتا اور یہ کچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے یہ کچھ کے ساتھ جیل کو بھی ملحق کیا ہے اُسکی خساست کی وجہ سے ہم اور بعضوں نے بھیڑیئے کو بھی اُسکے ساتھ ملحق کیا: لانخنزیر بجاسۃ عینہ وعلیہ فلا یجوز بالکلب علی القول بنجاستہ عینہ لان یقال ان التصرف فیہ فلتینۃ اور نہ سُور سے شکار کرنا درست ہے اُسکے نجس العین ہونیکے سبب اور یہ موجب اس قاعدے کے تو کُتے سے بھی شکار جائز نہوا ان لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یوں جواب دیجئے کہ کتے کے جواز شکار میں نص وارد ہے تو کتا مستثنے ہے اس قاعدے سے سوا گاہ رہنا بہ یندفع قول الفہستانی ان الکلب مجنس العین عند بعضہم والخنزیر لیس بنجس العین عند ابی حنیفۃ علی ما فی التجرید غیرہ فتامل اور اس جواب سے فہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور سور نجس العین نہیں ابو حنیفہ کے نزدیک چنانچہ تجرید وغیرہ میں ہے سو تامل کرلے بشرط علیہما علمہ فی ناب ومخلب نیش دار اور چنگل گیر کا شکار حلال ہے اگر تعلیم یافتگی کی شرط سے وذا یترک الاکل اما الشرب من الصید فلا یضر فہستانی وبانی تلثانی الکلب ونحوہ وہا ولو جمعا واحد عوتہ فی البازی ونحوہ اور یعنی اُنکی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ میں تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ میں پلٹ آنے سے جبکہ تو اُسکو بلائے اور شکار کا گوشت پی لینا تو مضر تعلیم کا نہیں چنانچہ فہستانی میں ہے اور اگلے مذکور ہوگا ہم یعنے جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اُسکی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچھ نہ کھائے تو اُسکا معلّم ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لے بھاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دونوں سے اپنی عادت چھوڑی تو تعلیم یافتگی ثابت ہوئی خواہ باز گوشت دیکھکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کھاوے تو اُسکی تعلیم یافتگی کو ضرر نہیں کرتا ہے کذا فی الظہیری دبشرط جرحہما فی ای موضع منہ علی الظاہر وبہ یفتی اور شکار حلال ہے بشرطیکہ زخم لگانے کتے اور باز کے کسی شکار کے مقام میں بموجب ظاہر الروایۃ کے اور اسی پر فتوی ہے یعنے فقط گلا زخمی کرنا شرط نہیں بلکہ کوئی ظاہری زخم سے ثابت ہوجاتی ہے کہ نجس خون نکلتا ہے ودعن ثانی یحل بالجرح وبہ قال الشافعی اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بھی اور یہی قول امام شافعی رح کا وبشرط ارسال مسلم او کتابی اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنے اگر کتا یا باز شکار بھجا کرے بدون ارسال کے اور اُسکے پکڑنے قتل کرے تو حلال نہوگا وبشرط التسمیۃ عند الارسال ولو حکما فاشرط عدم ترکہا عمدا علی حیوان ممتنع ای قادر علی الامتناع بقوائمہ او بجناحیہ بتوحش فاذنے وقع فی الشبکۃ او سقط فی البیوت واستأنس لا یحقق فیہ الحکم المذکور ولذا یحل بوکز ان الکلام فی صید لا کان حل صید غیرہ کما سیجی او ادخم حل الانتفاع بالجلد مثلا کما یاتی فتامل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہکے کتے یا باز کے چھوڑنے کیوقت جانور محتمع متوحش کو اگر حقیقۃً نہو بلکہ حکماً تو شرط ہے عدم ترک تسمیہ عمداً ہے یعنے ترک تسمیہ یا نا مقدورین متمنع سے ہے بیشک کہ جانور اپنے بچانے پر قادر ہو اپنے پانوں سے یا دونوں پروں سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور رام ہو اور وحشی نا ہو تو اُسمیں حکم مذکور یعنے ارسال اور زخم سے اُسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسیواسطے مصنف رح نے شکار میں ماکول نہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ آگے بیان حلال شکار میں ہے اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلاً کھال سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آویگا سو تامل کرلے وبشرط ان لا یشترک الکلب المعلم کلب لا یحل صیدہ کالکلب غیر معلم وذئب محوسی والمراد بعدم حل صیدہ عدم حل اکلہ اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلّم یعنی تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہوگیا ہو جسکا شکار کرنا حلال نہیں چنانچہ بدون سیکھا کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نگلیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کیوقت عمداً تسمیہ اللہ کہنا اُسپر ترک ہوا تو ان صورتوں میں شکار حلال نہوگا وبشرط ان لا یطول وقفتہ بعد ارسالہ لیکون لا صطیادہ مضافا للارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار پکڑنے میں

زیادہ وقفہ اور توقف نکیا ہو یہ سواسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف ما اذا کمن واستخفی کا ان فھد کامن الفھد علی وجہ الحیلۃ الا لاستراحۃ برخلاف اصورت کے جبکہ کتا یا باز دبک رہا اور چھپ گیا چیتے کے مانند یعنے جیسے چیتا دبک رہتا ہو بطریق حیلہ اور گھات کے نہ بطریق استراحت وآرام کے مرتبہ استنناک کے ہو یعنے اگر وقفہ کرنا شکار کی گھات مین ضرر نہین کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات مین دبک رہے نہ بطریق استراحت کے پھر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہین شکار حلال ہی اور اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی عن المحیط مختصرا والفھد خصال خمسۃ بنبغی لکل عاقل ان یعلمھا کما بسطہ المصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ فی شرحہ ویسر عاقل کو لائق ہی ویسا کرنا چاہئے مصنف نے شرح مین اُنکو مفصل بیان کیا ہی ہم از انجملہ یہ ہی کہ چیتا دبک رہتا ہی یہان تک کہ شکار پر قادر ہوتا ہی اسطرح عاقل کو لازم ہی کہ دشمن پر عداوت ظاہر کرے فرصت تاکنار رہتے تاملا مشقت مطلب حاصل ہو از انجملہ یہ ہی کہ اسکا شکار نامادر سے نہین ہوتا بلکہ کتا اُسکے سامنے نا جاتا ہی اور چیتا اسکو دیکھکر یکبارگی بھاگ جاتا ہی اسی طرح عاقل کو لائق ہی کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ از انجملہ یہ ہی کہ خبیث اور گندہ نہین کھاتا بلکہ اپنے مالک سے طیب طلب کرتا ہی اسطرح عاقل کو لازم ہی کہ نکھائے مگر حلال طیب از انجملہ یہ ہی کہ تین بار یا پانچ بار شکار کیواسطے حملہ کرتا ہی اگر نہ پاوے تو بیٹھ رہتا ہی ہمین اپنی جان کیون ہلاک کرون غیر کیواسطے ایسا ہی عاقل کو مناسب ہی کذا فی النہج عن السرخسی عن الحاوی فان اکل منہ الباذی اکل الدن نعلمہ فلیس بتذک اکلہ پھر اگر شکار مین سے بازنے کچھ کھایا تو حلال ہی کھایا جاتا ہی اور سواطیلہ اُسکی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہین بلکہ اُسکی تعلیم آنا ہی طبانے کے بعد وان اکل الکلب تخرہ کا یوکل مطلقا عندنا اور اگر کتے اور مانند اُسکی نے شکار سے کچھ کھایا تو باقی نہ کھایا جائیگا ہمارے مذہب مین ہر طرح خواہ اُسکو کھانے کی عادت ہو یا نہو کاکلہ منہ ای کما لا یوکل الصید الذی اکل الکلب منہ بعد ترکہ الاکل ثلث مرات لانہ علامۃ الجھل جیسے اُسکا کھانا اُس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہین جاتا جسمین سے کتے نے کھایا تین بار کھانا چھوڑنیکے بعد یعنی تین بار اُسنے شکار پکڑا اور نہ کھایا پھر جو تیسری بار کھایا تو شکار اُسکا حلال نہین ہوا سواسطے کہ وہ علامت ہی اُسکی جہالت اور ترک تعلیم کی ولکن لا یوکل ما صاد بعدہ حتی یتعلم فانہ یترک الاکل ثلثا اور اسیطرح وہ شکار بھی نکھایا جائیگا جو اُسنے شکار کیا بعد کھا جانیکے یہان تک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہوجاوے تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کھانے کے بعد جب تین بار شکار کرے اور نہ کھائے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا او ما صاد قبلہ لرتقی فی ملکہ فان ما خلفہ من الصید لا تظھر فیہ الحرمۃ لتقادم الفعل حلافیہ اشکال ذکرہ القہستانی یا وہ بھی شکار حلال نہین جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا اپنے مالک کیواسطے شکار صیاد کی ملک مین باقی رہا ہو اسلئے کہ جس شکار کو وہ مار چکا یعنے شکار کھا چکا تو اسمین بالاتفاق امام اور صاحبین رح کے حرمت ظاہر ہوگی بسبب فوت ہوجانے محل حرمت کے اور اسمین اشکال ہی جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہی ہم خلاصہ مقام یہ ہی کہ شکار غیر موجود ہی یا موجود اگر غیر موجود ہی تو اُسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اسمین حرمت ظاہر نہین عدم بقاء محل کے سبب اور اگر موجود ہی تو جنگل مین موجود ہی یا صیاد کے ملک مین موجود ہی اگر جنگل مین ہی تو اسمین بالاتفاق حرمت ثابت ہی اور اگر اُسکی ملک مین ہی تو اسمین اختلاف ہی سوا امام رح کے نزدیک حرام ہی اور صاحبین رح کے نزدیک حرام نہین خواہ مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہی کہ حکم وجود کا مقتضی نہین دیکھتا کہ ہم مردہ لونڈی کے آزادی کا حکم کرتے ہین دعوی دار کے نزدیک انتہی الحاصل اشکال یہ ہی کہ انعدام علت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہین ہی اور لائق یہ ہی کہ حکم باحترمہ کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار یکبارگی گیا تو مشتری بائع سے من بھر لیگا کیونکہ مبیع مردار تھا اور ثمر ظاہر ہوتا ہی تو یہ مین اسکے کھانے کے بعد اور اگر یہ کہیے کہ حکم وجود کا مقتضی ہی تو شخص غیر کا مال غصب یا جبری سے کھا جاوے تو چاہئے کہ حرمت ساقط ہوجاے محل کے فوت ہوجانے سے کذا فی الطحطاوی کصید فرمی صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فاراسلہ فصاد لہ یوکل لتزکھما صار بہ معلما فیکون کالکلب اذا اکل جانبوہ جزع جو بھاگ گیا یعنے اوڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے سو چند مدت چھوڑا رہا پھر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اسنے شکار پر چھوڑا سو اُسنے شکار پکڑا تو وہ کھایا نجاوے گا اسلئے کہ جزع نے وہ فعل چھوڑ دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہوگیا تھا یعنی اسنے ترک اجابت کی تو وہ اُس کتے کے مانند جاہل ہوگیا جو شکار سے کھا لیتا ہی ولو الصید الصید من الکلب فظم منہ بضعۃ والقاھا الیہ فاکلھا وخطف الکلب منہ واکلہ طبق کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ

بلغ سنہ ۱۲ھ فرما حال نسخہ پایا گیا

اور اگر صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور تمہیں سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے نے بطور ڈالدیا سو اُسنے اُسکو کھالیا یا کاٹا شکار جس سے صیاد کے ہاتھ سے چھٹ بھاگ کر گیا اور کھا گیا تو باقی شکار حلال کھایا جائیگا جیسے وہ شکار حلال ہے کھا خون نکالا گیا اسواسطے کہ یہ حرکت اُسکی نہایت علم اور درستگی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اُسنے وہ چیز لی کہ جو مالک کے لائق تھی یعنے خون اور باقی رکھی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنے گوشت کذا فی المنح ولو خنق الصید فقطع منہ بضعۃ فاکلھا فمات لم یحل لہ فقتلہ ولم یاکل منہ لم یحل کل کلہ لانہ اصطیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتوں سے نوچا سو اُسمیں سے نصف کاٹا اور کھایا پھر شکار کو پکڑا اور قتل کیا اور نہ کھایا تو وہ حلال نہیں کھایا نچاویگا شکار کرنے کی حالت میں کھا جانے کے سبب سے ہم تو یہ شکار مردار کلب جاہل کا دلوالقی ما فی نفسہ ولم یاکل منہ حق اخذہ صاحبہ تاکلا لما لقی حل لانہ حینئذ لم یاکل من نفس الصید لم یضر کما مرّ اور اگر کتے نے وہ ٹکڑا ڈالدیا جو نوچا اور پھر کیا گیا شکار کا سو اُسکو قتل کیا اور اُسمیں سے نہ کھایا یہانتک کہ اُس سے مالک شکار لیا پھر کتے نے کھایا جو ڈالا تھا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ اُسوقت میں یعنے شکار کرچکنے کے بعد اگرچہ خود شکار کی ذات کیلئے نہ تھا تاہم حلت میں ضرر نہ کرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا واذا ادرک المرسل او الرامی الصید حیا بحیوۃ فوق ما فی المذبوح ذکاہ وجوبا اور جبکہ کتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہو تو اسکو ذبح کرلے بنابر وجوب کے ہم یعنے اگر شکار کو بعد مقتول ہونیکے پایا تو وہ حلال ہے نہ کہ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہیں بدون ذبح کرنیکے اسواسطے کہ اُسنے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت کے لمحطاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق ما فی المذبوح حیات باقی نہیں اسطرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیاں نکل پڑیں پھر وہ مرگیا تو وہ حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین رح کا لیکن الامام رح کے نزدیک حلال نہیں اسواسطے کہ جب نہ ملا تو بدون ذبح کے حلال نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی میں ہے وشرط لحلہ بالرمی التسمیۃ ولو حکما کما مرّ اور شکار کے حلال ہونے میں تیر مارنے سے بسم اللہ کہنا تیر لگانے کے یوقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنے نسیان سے ترک تسمیہ مُضر حلت نہیں وشرط الجرح لتحقیق معنی الذکوۃ اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تاکہ ذکوۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکلجانے سے ثابت ہو وشرط ان لا یغیب عن طلبہ لو غاب الصید مخاما لا یسعہ فی الطلب یحل وان تغیب عن طلبہ تراصابہ میتا لا یحل لاحتمال موتہ بسبب آخر اور یہ شرط ہے کہ تیر انداز اُسمیں سے شکار کی تلاش سے اگر شکار غائب ہوگیا ہو اُسکے تیر کو اٹھائے ہوئے تو جب تک کہ تیر انداز اسکی طلب میں ہو وہ حلال ہے اور اگر اُسکی تلاش اور طلب سے بیٹھ رہے شکار کو مردہ پایا تو اُسکا کھانا حلال نہیں اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سوا اسواسطے کہ محرمات میں ہو موہوم محقق کے مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وشرط فی الخانیۃ خلوہ ان لا یتواری عن بصرہ وفیہ کلام مبسوط فی الزیلعی وغیرہ اور فتاوی قاضی خان میں علت شکار کی یہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چھپ گیا تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط میں اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ میں مذکور ہوا ہم وجہ یہ شرط یہ ہے کہ جب شکار نظر سے غائب ہو شائد اور کسی سبب سے مرگیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صحابہ رضی آخر کلام میں اس شرط کی طرف اشارہ کیا ہے اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اسپر اکثر کتب ہمارے مذہب کی مشتمل ہیں مسلم اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب ہوا تجھسے تین دن پھر تو نے اسکو پایا سو کھا جب تک کہ گندہ نہیں ہو گیا یہ حدیث اباحت غائب پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اُس شخص پر جو اسکا منع ہے انتہی الحصر کلام یہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا مجرد کذا فی الطحاوی فان ادرکہ الرامی والمرسل حیا ذکاہ وجوبا فلو ترکہ حرم وسیجئ پھر اگر مرسل یا رامی نے پھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے تو واجب ہے کہ اُسکو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کریگا تو شکار حرام ہوگا اور ہمکو اس مسئلہ کا ثبوت ہوگیا والحیوۃ المعتبرۃ ھنا ما یکون فوق ذکوۃ المذبوح بان عاش یوما وہی کنایۃ عن جمع اور حیات کہ یہاں یعنے ذبح شکار میں معتبر ہے وہ ذکوۃ مذبوح سے زائد ہے اس طرح کہ شکار ایک دن زندہ رہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی الجمع وما لم تقدر ھذہ او ھو ما لا بقاء لہ کذا فی الملتقی فلا یعتبر ھا حتی لو ذبح فمات فی الحال حل وحیات مذبوح کی مقدار یعنی جسقدر زندگی سے اُسکا باقی رہنا متوہم نہو چنانچہ ملتقی میں ہے سو وہ زندگی یہاں معتبر نہیں یہاں تک کہ اگر اسقدر حیات شکار میں ہو اور صیاد اُسکو ذبح کرے اور وہ پانی میں گر پڑے تو وہ حرام ہوگا ہم حمد رشید نے ذکر کیا

کہ یہ قول بالاجماع امام رح اور صاحبین رح کے ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ صاحبین رح کے نزدیک ہے اور امام رح کے نزدیک حیات مخفیہ میں بھی ذبح کرنا ضروری ہے تسوید و غیرہ کے مانند کذا فی الحموی والمعتبر فی المتردیۃ واخواتھا کنطیحۃ وموقوذۃ وما اکل المتسبع والمنبعثۃ مطلق الحیوۃ وان قلت کما اشرنا الیہ وعلیہ المتون وفقہم فی الدباغ اور متردیہ اور اسکے مانند جیسا کہ نطیحہ اور موقوذہ میں جسکو درندے نے کھایا اور بیان میں مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو جیسا کہ ہم نے اسکی طرف اشارہ کر دیا اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح میں ھم متردیہ وہ جانور ہے جو اوپر سے گر پڑا اور نطیحہ وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ مارا اور موقوذہ وہ ہے جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکورہ بدون ذبح کے حلال نہیں اور اسی طرح شکار میں بھی حیات قلیلہ خفیفہ کے معتبر ہونیکا فتوی ہے سید حموی نے کہا تو کھانا شکار مذکور کا حلال نہیں بدون ذبح کے خواہ اسکی زندگی ظاہر اور یاس ہو یا نہو گئے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہے بدلیل اس آیہ کریمہ (وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ) اور بدلیل حدیث عدی مذکور یعنے اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اسکو زندہ پاوے تو ذبح کر اسکو کذا فی الطحطاوی خان نوکہا ای الذکاۃ عمدًا مع القدرۃ علیھا فمات حَرُمَ پھر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنے کو ترک کیا عمدًا باوجود قادر ہونے کے اسپر پھر وہ مر گیا تو حرام ہو گیا وکذا لو جرحہ وعجز عن التذکیۃ فی ظاھر الروایۃ وعن ابی یوسف یحل وھو قول الشافعی قال المصنف وبہ یفتی واختارہ اشارۃ الی حلہ والظاھر سھوہ انتھی قلت ووجہ الظاھر ان العجز عن التذکیۃ فی مثل ھذا یجعل الحکم ھو الحل اور اسیطرح شکار حرام ہو گا ظاہر الروایہ میں اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اس طرح کہ اسکے پاس ذبح کا ہتھیار نہیں یا وقت تنگ ہے اور امام ابو یوسف رح سے غیر ظاہر الروایہ یہ ہے کہ صورت عجز حلال ہے اور یہی قول ہے شافعی رح کا مصنف رح نے اپنی شرح میں کہا اور میری تبیین میں اور وقایہ کی متن میں اشارہ اسکے حلال ہو جانے کیطرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایہ کو توسن چکا انتہائی شرح المصنف میں کہتا ہوں اور ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورتوں میں حرام کو حلال نہیں کر دیتا ھم برخلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے سے عاجز ہو گا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہو گا اھ مسلہ فائز جَرَّ بھجری نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیر کیا اور پھر کایا شور کر کے سو وہ تیز ہو گیا اور اسنے شکار کو مارا سو وہ شکار حرام ہے ھم ہر چند زجر لغت میں بمعنے منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہاں مراد ترغیب اور جوش دلانا ہے شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہے چنانچہ یعنی شرح ہدایہ اور طحطاوی میں ہے معلوم کرنا چاہئے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہوں تو ارسال معتبر ہو گا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس اسکے حلال ہے جیسے ایک مسلمان نے کتے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جاویگا اور تو شکار حلال ہو گا اور اگر ارسال موجود ہو اور زجر موجود ہو تو اب زجری معتبر ہو گا پھر اگر زجر مسلم سے ہو تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہو تو حرام ہے او فعلہ معراضٌ بعرضہ وھو سھمٌ لا ریش لہ سمی بہ لاصابتہ بعرضہ یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جسمیں پر نہیں اور معراض اسکو اسلئے کہتے ہیں کہ وہ لغانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کیطرف سے نہ طول کیطرف سے ھم معراض تیر ہے بدون پر کے دونوں کنارے اسکے باریک اور درمیان میں موٹا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہے نہ تیزی کی طرف سے کذا فی القاموس ولو رأسہ حدٌّ فاصاب بحدّہ حل اور اگر معراض کے کنارے پر حدت اور تیزی ہو پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے لگے تو وہ حلال ہے او بندقۃ فقیلہ ذات حدۃ حرم لفتلھا بالفتل لا بالحذیا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ یا ڈھیلے نے تو شکار حرام ہے بسبب اسکے قتل کرنے کے بوجھ سے اور گرانی سے نہ ابھار اور تیزی سے ھم بندقہ بضم با موحدہ وسکون نون دو رسی ہے اس سے مارتے ہیں اور اسکو جُلاہق بھی کہتے ہیں فی المغرب ہندی میں اسکو غلولا اور غلیلہ کہتے ہیں جسکو خلیل سے چلاتے ہیں ولو کانت خفیفۃ لم تحل قتلھا ما لم یجرحہ حدیدٌ ولو لم یجرحہ لا بوکل مطلقًا وشرطانی المجرد لا ملتقط ودمامتلقۃ فیما علقتہ علیہ اور اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہو گا اسلئے کہ اسوقت میں نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نہ کیا تو اسکا کھانا مطلقًا درست نہیں خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم میں خون بہنا شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک شرط نہیں کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان

متقی کی ہماری شرح مین ہی ہم فتاوی قاضی خان مین ہی کہ خلیلہ اور تچھرا اور معراض اور لاٹھی اور اُسکے مانند کا شکار حلال نہین اگرچہ شکار زخمی ہوگیا ہو اسلئے کہ شاید کہ چیرنی پھاڑنی نہین ہین اگر انکو دراز نیزے کے مانند کرلے اور اُسکا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ چیرے پھاڑے اپنی حدت اور تیزی سے تو کھانا اُسکا حلال ہوگا اور اگر اندر زخم ہوگیا بسبب کوفت کے اور ظاہر مین نہ پھٹا تو حلال نہین اسلئے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہین ہوتا انتہے خلاصہ یہ کہ اگر قتل ثقل اور گرانی سے حاصل ہو تو حلال نہین اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ دُرر مین اُسکی طرف اشارہ ہی اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب اُنسے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص چڑیون کا شکار کرتا ہی سیسے اور مٹی کی گولی سے اُسکا کھانا درست ہی یا نہین تو جواب لکھا کہ اُسکا کھانا حلال نہین زیلعی مین ہی کہ اس قسم کے مسائل مین قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ اگر موت شکار کے زخم سے بلا شبہ حاصل ہوئی ہی تو وہ حلال ہی اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہی تو بالیقین حرام ہی اور اگر شک ہی اسمین کہ زخم سے موت ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطا حلال نہین انتہے مین کہتا ہون کہ جیسے کہ گولی کے شکار مین احتیاط یہ ہی کہ اُسکا کھانا حلال نہین اسی طرح گولی تو انداز عنیف کے سبب سے قتل کرتی ہی نہ اپنی حدت اور بارہ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی اور فی صید فوقع فی ماء یحتمل القتل بالماء فیحرم بالشک کہ تیر سے شکار اسود مگر پڑا پانی مین اور مرگیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اُسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطوطا یا فوقع فیہ فان انغمس رحمہ فیہ حرم والا حل ملتقی اور اگر شکار کسی چڑیا پر بھر نکلنے کے بعد پانی مین گر پڑی سو اگر اُسکا غلبہ پانی مین ڈوب گیا تو وہ حرام ہوگئی اور اگر پانی مین جسم نہین ڈوبا تو حلال ہی کذا فی الملتقی اسواسطے کہ پہلی صورت مین احتمال ہی کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری مین احتمال نہین یہ بسبب سوئت ہی جسکے ابیا زخم لگا ہو جسمین زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہی کہ وہان احتمال مذکور معدوم ہی کذا فی العالمگیریہ او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل کلہا لان الاحتراز عن مثل ہذا ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پہاڑ پر گری پھر وہان سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہی ان سب مسائل مین اسواسطے کہ ایسی صورتون سے بچنا ممکن ہی ہم یعنے بضرورتین کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور اسیطرح کا حکم ہی درخت یا دیوار یا کھڑی بر چھی یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر اڑتی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پر گری تو حلال ہی اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہی کذا فی الحموی فان وقع علی الارض ابتداء او تدحرج عنہ غیر ممکن فحل بھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہی اسواسطے کہ اس سے بچنا ممکن نہین ہم یعنے زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہی تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو نوسا قط الاعتبار ہی ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہوگا دار سل مسلم کلبہ فجرحہ ای اغراہ بصیاحہ محوسی فانتزجرا فانزجر وتدحرسل وانفعل یوقم ما ہو فوقہ مثلہ کتنم الحدیث یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی نے اُسکو زجر کیا یعنے منوکر کے اُسکو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو وہ تیز ہوگیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہی اسواسطے کہ زجر کتے کی ارسال سے اور فعل فوق ہو جاتا ہی اُس فعل سے جو اُس سے فوق ہو یا برابر اُسکے نہ کہ اور ضعف سے جیسے صحیح حدیث فسخ ہوتی ہی صحیح سے نہ ضعیف سے ہم زجر اسواسطے کہ زجر مبنی ہی ارسال سے کہ زجر مبنی ہی ارسال پر کہ اُسکی تاکید ہی تو حلت اور حرمت مین ارسال معتبر ہی نہ زجر الا ہم بوسلہ احد فزجرہ مسلم فانزجر انزجار ارسال حکما بالکتے کو کسی نے نہین چھوڑا پر مسلمان نے اسکو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہوگیا اور شکار مارا تو حلال ہی اسواسطے کہ زجر ارسال حکمی ہی یعنے بمنزلہ ارسال کے ہی بہر صورت عدم ارسال او اخذ غیرہا ارسل الیہ کان فرضہ اخذ کل صید یتمکن حتی لو ارسلہ علی صیود کثیرۃ بتسمیۃ واحدۃ فقتل الکل کل الکل کتے نے اور شکار مارا سوا اُسکے جسپر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہی اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اُس شکار کا پکڑنا ہی جسپر کتا قادر ہو سکے یہان تک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا ایسے شکارون پر کہ یا اللہ اللہ کہکر حواسے شکارون کو قتل کیا تو سب کا کھانا حلال ہی یعنی خلاصہ یہ ہی کہ تمین شکار کا اعتبا نہین اکل فی الوجوہ المذکورۃ لما ذکرنا وجوہ مذکورہ مین ہر شکار حلال اور ماکول ہی اُن دلائل سے جنکو ہمنے ذکر کیا ہم قولہ اکل جزا ہی فان دفع اور اُسکے مستثنیات کی کصید قطع عضوہ منہ فانہ یؤکل الا العضو خلافا

للشافعي ولنا قوله عليه الصلوة والسلام ما ابين من الحي فهو ميتة چنانچہ شکار نیز سے زخمی ہو اسواسکا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا بخلاف شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے رواہ ابوداؤد اور ترمذی بن ابو واقد اللیثی سے یوں روایت ہے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما قطع من البهيمة وهي حية فهو ميتة یعنے جو چیز جدا کیے جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحٰق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی سانیہ میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اُسکا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات اُسمیں قائم ہے اور اسی طرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اُسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے حموی نے کہا قطع اُس عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے بنا بحر بانوں یا ران یا اقل نصف راس سے دلو قطعه دلم يلبثه واحتمل انه ما كل العضو ايضا والا لا اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہیں کر دیا اور اُسکا بدن سے التیام یعنے ملنا اور جڑ جانا متصل ہے تو اُس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اندمال اُسکا نہیں ہو سکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہیں کذا فی الملتقی وان قطعه الرامي اثلاثا واكثره مع عجزه او قطع نصف ساقه او اكثره او فقد نصفين اكل كله كان في هذه الصور كلها يمكن حياة فوق حياة المذبوح بنحو ذبح او عقر او رمي اخذ من هذا الحيوان مثلا او الجن اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اُسکا اکثر بدن اُسکی دو ہڈی اور دم کے ساتھ رہا یعنے ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو تہائیاں دم کیطرف باقی رہیں یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصف نصف بھاڑ اسر سے دم تک تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتوں میں اُسکی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہیں تو حدیث مذکور اُسکو شامل ہے ہم اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتوں میں حیات حکمی بھی حاوق نہیں اسواسطے کہ اُسکی سلامتی اور بقا ایسے زخموں کے بعد متوہم نہیں تو فی الحال اُسکی ذکاۃ واقع ہو گئی تو وہ بالکل حلال ہے شہر احمی نے کہا مراد خدری شش طولانی ہے بخلاف ما لو كان اكثره مع راسه للامكان الخ کو دیر بخلاف اسصورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اُسکے سر کے ساتھ رہا تو اُسکا اکثر بالکل ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنی اگر ایک تہائی دُم کی طرف کٹا رہی اور دو تہائیاں سر کے ساتھ باقی رہیں تو سر کی جانب حلال ہے نہ دُم کی طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المسح وحرم صيد مجوسي ووثني ومرتد ومحرم لانهم ليسوا من اهل الذكاة بخلاف كتابي لان ذكاته اضطرارية كذكاة الاختيار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندھنے والیکا اسلئے کہ شخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کے مانند ہے وان رمى صيدا فلم يثخنه فرماه اخر فقتله فهو للثاني وان اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا سواسکو زخم کاری نہیں لگا پھر دوسرے شخص نے اسکو تیر مارا تو اُسکو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہے اور حلال ہے یعنے اسواسطے کہ دوسرے نے اُسکو حیز امتناع سے خارج کر دیا وان اثخنه الاول بان اخرجه عن حيز الامتناع وفيه من الحيوة ما يعيش فالصيد للاول وحرم لقدرته على ذكاة الاختيار فصار قاتلا فمحرما اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اسطرح پر کہ حیز امتناع سے اُسکو خارج کر دیا یعنے اب بھاگ نہیں سکتا اور اُسمیں اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے بعد اُسکے دوسرے نے اُسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اُسکا کھانا حرام ہے بسبب قدرت رہنے شخص اول کے ذکاۃ اختیاری پر تو وہ سر شخص اُسکا قاتل ہو گیا تو وہ حرام ٹھہرا ہم ذہلی نے کہا جب کہ شخص اول نے اُسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہو گیا اور وہ اُسکے ذبح پر قادر ہو گیا تو اُسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور جاائذ نے اُسکو ذبح نہ کیا اور دوسرا شخص اُسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہو گیا اور جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اولی حرمت ثابت ہو گی وعلى الثاني للاول قيمته كاملة وقيل انلافه غير ما نقصه جراحة اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دے اُسکی پوری قیمت کا

جو اسکی قیمت ہو اُسکے تلف کر ڈالنے کیوقت سو اُس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا صرف وجہ تاوان یہ ہو کہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کر دیا اسواسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگا نیسے اسکا مالک ہوگیا تھا تو وقت اتلاف کے اُسپر قیمت لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کرکے تو صحیح اُسکی یوں ہو کہ وہ شکار دشمن درم کا تھا سو اول شخص کے زخم سے دو درم کا نقصان ہوگیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو دو درم کا اور نقصان ہوا پھر شکار مرگیا تو دوسرا شخص اُنہم درم کا تاوان دے کذا فی المنح وحل اصطیاد ما یوکل لحمہ دما لا یوکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لدفع ضررہ وکلہ مشروع لا طلاق النص او حلال ہی شکار کرنا اُس جانور کا جسکا گوشت حلال ہی اور جسکا گوشت حلال نہین ہی اُسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اُسکی شر اور اذیت کے دفع کرنے کیواسطے اور سب شکار ماکول اور غیر ماکول شرع مین درست ہی نص قرآنی کی مطلق کی دلیل سے یعنی حتفعالے نے فرمایا وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا یعنی جسوقت احرام سے نکلو تو شکار کرو اس آیت مین ماکول اور غیر ماکول کی قید نہین اور لغت عرب مین ماکول اور غیر ماکول دونون کو شکار کہتے ہین وفی الفتنیۃ یجوز ذبح الھرۃ والکلب لنفعہ ما والا ولی ذبح الکلب اذا اخذ تحرزا فی المحیط وفتنیہ مین ہی کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کیواسطے جائز ہی اور بہتر یہ ہی کہ جب تک مرنے لگے تو اسکو ذبح کر ڈالے ہم جبکہ بلی موذی ہو تو اسکو نہ مارے نہ اُسکے کان لے بلکہ اُسکو ذبح کر ڈالے چنانچہ وجیز مین ہی اور اگر کلب عقور ہو یعنے کاٹتا ہو تو اُسکا قتل جائز ہی اور اُسکا مالک تاوان نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی وبہ یظہر ضعف تعلیل القدوری بنجاستہ الغلیظۃ فلا یظہر اصلا وجلدا وفیل یطہر جلدہ لانہ یحل دھنہ اصح ما یفتی بہ کما فی التتارخانیۃ عن المواہب وفی الطحطاوی ک ہوجاتا ہی گوشت اور چمڑہ اخبیث مغلظ کا جنانچہ مشہور کہ وہ اصلا پاک نہین ہوتا اور بعضون نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہوجاتی ہی مگر گوشت اُسکا اور یہ قول انوال مفتی بہا مین صحیح نہین ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین ہی سو اسسے کتاب الصید مین منقول ہی اور یہ گذر گیا کتاب الطہارۃ مین اخذ الطیر لیلا مباح والاولی عدم فعلہ خانیہ یہ مرد کا پکڑنا رات کو مباح ہی اور بہتر یہ ہی کہ ایسا نہ کرے کذا فی الخانیۃ جگہ تعلیم آبائی بالطیر التی اعتیدبہ مکروہ ہی باز کو شکار سکھانا زندہ پرند پر اسلئے کہ پرند کو اُس سے تکلیف ہوتی ہی سمع الصائد حس الضاری او غیرہ من الاھلیات کفرس وشاۃ رمی الیہ فاصطاد صید الہ یحل شکاری نے آدمی یا اُسکے سوا یا اُرجانور جنانچہ گھوڑے اور بکری کی آہٹ سنی سو اُسکی طرف تیر پھینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہین ہم یہ مسئلہ کتب قدیمہ مختلف مذکور ہی ہدایہ مین شکار مذکور کو حلال کہا ہی اور مضمرات مین اسکو قول مختار قرار دیا ہی منفی نے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اُسنے تیر مارا اور شکار کرنیکا قصد نہین کیا زیلعی نے اسکو پسند کیا اسوجہ سے کہ آدمی وغیرہ کیطرف تیر مارنا اصطیاد نہین ہی اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا سمع حس صید او خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا ھو صید حلال لانہ اکل حلال بخلاف الصورت کے جب شبہ ہوا سور کی آہٹ سنے سو اسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر نا گہان وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ حلال ہی دلو لم یعلم ان الحس حس صید او غیرہ لم یحل حملا لامر الحتمل المبیح والمحرم غلب المحرم صیانۃ اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہی تو حلال نہین کذا فی البحر ہ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہونے مین تو محرم غالب ہوجاتا ہی احتیاط کی راہ سے رہی اظبیا فاصاب فرنہ او ظلفہ فمات ان ادماکل بوجود الجرح قبلا تیر مارا ہرن کو سو اُسکے سینگ یا کھر کو سدوہ لگا اگر اُسکو خون آلودہ کر دیا تو وہ ماکول ہوگا ورنہ کے موجود ہوجانے سے اور اگر خون نہین نکلا تو وہ ماکول نہین والعبرۃ عند اللہ الرمی فحل المصید بردتہ او ذمی او مسلم لا باسلامہ اور اہلیت اصطیاد مین تیر اندازی کی حالت معتبر ہی تو شکار حلال ہی تیر انداز کے مرتد ہوجانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو اسلام کی حالت مین اور شکار حلال نہین تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت مین ہم مخالفہ ہین کہ تیر لگانے اور کلب معلم کے چھوڑنے کیوقت اسلام شرط ہی تو اگر اُسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام مین پھر وہ مرتد ہوگیا تو شکار حلال ہی اور اُسکے برعکس حلال نہین کذا فی العالمگیریہ وجب الجزاء محلۃ اذا رمی محرما او امرہ وسیجی قبیل کتاب الدبائح وبدلا ویناشکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہوجانے سے جبکہ اُسنے تیر مارا حالت احرام مین مذا سکے محرم ہوجانے سے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اُسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہین اور وہ شکار حلال ہی اور یہ مسئلہ آویگا کتاب الدبائح سے پہلے

ہم نے یہ مسئلہ اپنی کتاب اردو نصاب الاحتساب مین بھی لکھا ہی اور دلیل سے ثابت کیا ہی

ہم نے یہ مسئلہ اپنی کتاب نصاب الاحتساب مین لکھا ہی

فرع مسئلہ لمعہ شارح کا قول بازی معلماً اخذ صیداً فقتلہ کلا یدری ارسلہ انسان او لا لا یوکل او قوع الشک فی الارسال ولا باحۃ بدونہ دان کان مرسلاً فمع زوال الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صحیح فلو ذبحہ باز نے شکار پکڑا پھر اسکو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اسکو کسی انسان نے چھوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اسکا کھانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حالانکہ شکار کی اباحت نہیں بدون ارسال کے اور اگر باز آدمی نے چھوڑا بھی تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی اسکا کھانا درست نہیں بدون مالک کے اذن کے کذا فی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وھی ان رجلاً وجد شاۃ مذبوحۃ بالبستان ھل یحل اکلھا لم ار من تعرض لھذا ولا مقتضی ما ذکروہ انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوتہ ام لا وھل سمی اللہ تعالیٰ علیھا ام لا میں کہتا ہوں البتہ ہمارے زمانہ میں ایک حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو بیابان میں مذبوح پایا تو اسکا کھانا حلال ہے یا نہیں اور جو مسئلہ کہ ہمنے زیلعی سے ابھی ذکر کیا اسکا مقتضا یہ ہے کہ اس بکری کا کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اسمیں کہ اسکا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں ہے جنکا ذبح حلال ہے یا اُن میں سے نہیں ہے اور اگر ہے تو اسنے ذبح کے وقت اللہ تعالےٰ کا نام پاک لیا یا نہیں لیا لکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا بعیراً مذبوحاً فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریباً من العامر ویقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک باحۃ للناس کما بأس باکلہ والاکل کان الثابت بدلالۃ الحال کالثابت بالصریح انتھی اخذاً باحلھا بالشرط المذکور ھذا والمعلوم یکون الذابح مما یؤکل ذکوتہ لیس بشرط قالہ المصنف لیکن خلاصہ میں کہا کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ یا بیابان کی راہ میں اگر وہ پانی کے قریب نہ ہو اور اسکے دل میں یہ بات جم جاوے کہ اسکے مالک نے یہ کیا ہے لوگوں پر مباح کرنے کیواسطے تو اسکے لینے اور کھانے میں مضائقہ نہیں اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اسکے مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہے انتھی مافی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اسکا کھانا بشرط مذکور کو مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہیں ہے ایسا کہا ہے مصنف رحمہ اللہ نے شرح میں ہم یہ قول استدراک ہے عدم حل کے قول پر پانی کی قربت کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو محتمل ہے کہ پانی میں گر کے مر گیا اور دریائی جانور نے اسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اسکو باہر ڈالدیا اور بعضوں نے کہا ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہووے یا نہ ہووے قلت وقد یفرق بین حادثۃ الفتوی واللقطۃ بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعاً وفی الثانی یحتمل ان کما ھو المستفاد مما ذکر اور مسئلہ لقطہ میں یوں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنے والا اول میں غیر مالک ہے یقیناً اور ثانی میں احتمال ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہ تو معلوم نہیں کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں کذا فی الحلبی والطحطاوی ورایت بخط ثقۃ سرق شاۃ فذبحھا بتسمیۃ فوجد صاحبھا حل توکل لانہ حینئذ بالکفر بتسمیتہ علی الحرام القطعی فلا تملک بلا اذن شرعی انتھی فلیحرر اور میں نے دیکھا ثقہ معتمد کے خط سے یہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چوری پھر اسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پھر بکری کے مالک اسکو پایا تو اسکا کھانا حلال ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت اور بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیئے ہم یہ صورت حادثہ فتوی طلب کے مغائر ہے کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہے اور حرمت اور وجہ سے لازم آئی اور وہاں ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور یہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہو گیا سو معتمد قول یہ ہے کہ اسقدر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ جب اسکے حلال جانے کا قائل ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہیں آتا اور اسکا سود فعتہ کا یہ قول کہ شاۃ غصب کی قربانی صحیح ہے جبنا بحثہ تقدمی میں ہے کہ جیسے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اسکی قیمت کا تاوان اسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہو گئی کیونکہ غصب سابق سے وہ مالک ہو گیا کذا فی الطحطاوی دتی الوھبانیۃ قال ۵ ودماماۃ لا تطعمہ کلباً فانہ خبیث حرام انتھی مختصراً اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مر گیا وہ کتے کو نہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعدد النفع ہے ہم یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتے کو کسی مصلحت یا جائز ہے جیسا کہ شرح منہلالی میں ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقاً حرمت پر دلالت کرتا ہے تبنہ کے مانند قنیہ میں یوں ہے کہ ہمارے علما نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسی وجہ پر جائز نہیں ہے کتوں کو بھی نہ کھلاوے اور شاید کہ یہاں وہ قول ہوں کذا فی الطحطاوی ۵ وتعلیل بعضھم لو احداً اخر اور اجازت دینے کی ایک کھنک کی اسکے

پانے والے کو ہم یعنے ارسال کیوقت اُسکی تملیک بروجہ اباحت مراد ہے بخلاف اس مرد مین ہے کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے نے اُسکو لیا اور اُسکی دستی اور خبر گیری کی پھر اُسکا مالک آیا سو اُسکی دو صورتین ہین اگر اُسنے چھوڑنے کیوقت یہ کہا کہ جو اسکو پکڑے ہمنے اِسکو اُسکا کر دیا یا یہ کہا تو پہلی صورت مین مالک اسکو نہین لے سکتا اسواسطے کہ اُسنے تملیک کو مباح کر دیا اور دوسری صورت مین اُسکو لینا جائز عدم اباحت کے سبب سے یہی قول ہمارے شکار کے چھوڑ دینے مین کذا فی الطحطاوی مختصراً واعناقہ بعض الائمۃ ینکر اور اُسکے اعتاق کو یعنی گنجشک کے چھوڑنے کو بعضے علما انکار کرتے ہین یعنے ارسال بلا اباحت کو جائز نہین کہتے ہین شارح وہبانیہ نے کہا کہ لفظ بعض اسپر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اسکے مجوز ہین حالانکہ ایسا منقول نہین بلکہ ظاہر یہ ہے کہ جمہور کذا فی الطحطاوی واللہ یلقہ امر غیر محرم اجازا خذہ اور اگر مالک نے عصفور مرسل کو غیر واحد کے ساتھ پایا تو مالک کو اُسکا لینا جائز ہے ہم یہ اسصورت پر محمول ہے جبکہ مالک نے ارسال کے وقت لینے والے پر مباح نہ کر دیا ہو چنانچہ تجنیس اور مزید سے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی تقشر لرمان رمانہ القشر جیسے لینا جائز ہے چھلکا اُس انار کا جسکو چھلکے والے نے پھینک دیا ہم نزاریہ مین ہے شی حقیر نے قیمت کا زمین سے اُٹھا لینا تجنیس جو کہ نزدیک درست ہے لیکن بعد التقاط مالک اُسکا اُسکو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر دنی معایانہا ۵ وای حلال لا یحل اصطیادہ + صبوداً وما صدت وکاھی منہ وہبانیہ کی پہیلیون مین یہ پہیلی کون غیر محرم غیر ارض حرم مین ہے جسکا شکار کرنا حلال نہین ان شکارون کا جنکو غیر اُسکے نے شکار نہین کیا اور نہ اُس سے متنفر ہوے نہ بھاگے ہم اسکا جواب شارح نے اگلے قول من دیاھو صید دخل دار رجل فغلق علیہ بابہ ملکہ فلا یملکہ غیرہ و لو بعد خروجہ یعنی مراد وہ شکار ہے جو ایک مرد کے گھر مین گھس گیا ہو اُسنے اُسپر اپنا دروازہ بند کر لیا یعنے قصداً اسطرح سے بند کر لیا کہ اُسکے پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اُسکا کوئی مالک نہوگا سوائے صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اُسکے خروج کے ہم یعنے شکار گھر مین گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا اسطرح کہ وہ نکل نہین سکتا اور صاحب خانہ اُسکے پکڑ لینے پر قادر ہے بدون شکار کرنے کے تو صاحب خانہ اُسکا آخذ اور مالک ہو گیا اور اگر اُسنے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اُسکو معلوم نہین تو اُسکا آخذ اور مالک نہوگا تو اگر پہلی صورت مین شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اُسکو پکڑ لیا تو وہ مالک نہوگا اور دوسری صورت مین مالک ہوگا چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے قولہ ماصیدت مین نفی صید سے مراد صید حقیقی ہے نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الرہن

یہ کتاب ہے مسائل رہن یعنی گرو کرنیکے احکام مین مناسبتہ ان کلا من الرہن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کی کتاب الصید سے یہ ہے کہ رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہین ھو لغۃ حبس الشیء وھو معنی ہن لغت مین عبارت ہے جس شے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال وشرعاً حبس شیء مالی ای جعل الشیء محبوساً علی ملک الحابس ھو المرتھن اور اصطلاح شرع مین رہن عبارت ہے مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنے چیز کو محبوس کر دینا اسواسطے کہ حبس کرنے والا مرتہن ہے نہ راہن ہم شارح نے حبس شے کی تفسیر جعل الشیء محبوساً اسواسطے کی تا راہن حابس نہ ٹھہرے اسواسطے کہ حابس تو مرتہن ہے نہ راہن بلکہ راہن تو شے کا محبوس کرنیوالا ہے اور تعریف مین حبس مرتہن اسواسطے معتبر ہوا کلام ہے اُس رہن مین جو راہن کا فعل ہے نہ اُس رہن مین جو مرتہن کا فعل ہے مثلاً زید نے خالد سے سو درم لئے اور اپنا باغ اُسکے پاس گرو کر دیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتہن اور باغ مرہون بحق یمکن استیفاءہ ای اخذہ منہ کلا او بعضاً کان کان قیمۃ المرہون اقل من الدین رہن عبارت ہے جس شے سے بعوض اُس حق کے جسکا حاصل کرنا اور لینا شے مرہون سے ممکن ہو خواہ کل حق کا اُس سے لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کے دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا ہم امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکلگئی جو نہین ٹھہرتی چنانچہ بروت کذا فی الطحطاوی کالدین کاف للاستقضاء لان العین لا یمکن استیفاءہ من الرہن الا اذا صار دیناً کما کا سیجئے چنانچہ دین کا حاصل کر لینا مرہون سے حق مذکور سے دین اسواسطے مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہین مگر جسوقت کہ عین دین حکمی ہو جاوے چنانچہ دین حکمی کا بیان

ہر ایک سطر کے آخر میں شارح نے کہا کہ الدین کا کان استیفا کا کان ہے تمثیل کا بعض حق مخصر دین ہیں تو دین کل حق ہے بعض ہم استیفا عین مرہون سے اسواسطے ممکن نہیں کہ عین میں تو صورت مطلوب ہے سوا سکا نکالنا اور حاصل ہونا اور دوسری شے سے ممکن نہیں برخلاف دین کے کہ اسکا استیفا مرہون سے ممکن ہے اسکو بیچکر کذا فی شرح الوقایہ

حقیقۃ وھو دینٌ واجبٌ ظاھرًا و باطنًا اوظاھرًا فقط لتتم بعد ادخل حد ما وغرّ خواہ دین حقیقۃ ہو اور دین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن میں واجب ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اُس غلام کا جس جو آزاد نکلا یا وہ سر کہ جو خمر ثابت ہوا ہم تو بظاہر ظاہر میں صحیح ہے تو ناواں لازم آوے گا بائع پر کہ اسکے ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درہم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درہم دینا لازم ہوگا محمد نے مبسوط اور جامع میں تصریح کی کہ مقبوض بفاسد میں فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی عن الاختیار اوحکما کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کما سیجیٔ خواہ دین حکماً جیسا کہ اعیان مضمونہ بمثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا مضمون بالمثل اور القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعہ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف ہو جانے کیوقت مثل واجب ہے اگر اسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہے اگر اسکا مثل نہو چنانچہ مغصوب اسواسطے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز بیچ کھائے تو دین صحیح ہے حالانکہ مغصوب عین نہیں ہے اور چنانچہ مبیع قبل القبض بحکم بیع فاسد اور مقبوض بحکم سوم الشراء اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد تو مضمون بغیر چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہو تو اسکا ناواں یعنی درصورت تلف ہو جانے کے ثمن سے یہ قیمت تلف ہو جانے کے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ عین مضمون بنفسہ کی عوض رہن رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسواسطے کہ اسکا مآل کا ردین ہے انتہی خانیہ میں ہے رہن رکھنا بعوض ہونے کے جائز ہے لیکن رہن یہ بعوض اعیان کے اسطرح ہے کہ رہن بعوض اُن اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت ہیں سو جائز نہیں ہے اور اسیطرح رہن بعین مستاجرہ جائز ہے اور اسیطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے عین کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کے پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے ہاں مگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مانند مغصوب کے بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی مافی الخانیۃ ملخصاً خلاصہ یہ کہ عین مضمون بنفسہ درحکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی و ینعقد بایجاب وقبول حالا کونہ بغیر کالرہن فی ثمنٍ وحینئذٍ فللراھن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الھبۃ اور رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب اور قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسواسطے تو رہن کو تسلیم مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ ہبہ میں جائز ہے ہم رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہیں رہن رکھنے میں فاذا سلّمہ وقبضہ المرتھن حال کونہ محوزًا مفرغًا مشغولًا بحق الراھن کشجر بدون الثمر میزلا مشغاولا ولحملہا بان اتصل الرھون بغیر الراھن حلقۃ کالشجر دستتضح لنا مر بھر جب راہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کر لیا اس حالت میں کہ مرہون مجتمع اور مضموم ہے نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے میزا اور مضموم ہے نہ مشاع اگر شیوع بھی ہو مگر اس طرح کہ مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشرطیکہ مذکورہ ہم جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز نہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا فاذا ان القبض شرط اللزوم کما فی الھبۃ وصحّح فی البحر انّہ شرط الجواز بحسب ما یفھم کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم ہو جانے کی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور مجتبیٰ میں اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ہم جب کہ قبض لزوم کی شرط ہو گئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدون قبض کے والتخلیۃ بین الراھن والمرتھن قبض حکماً علی الظاھر اور تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے درحکم قبض کے ہے ظاہر الروایہ میں یعنے قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ میں تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اسکو نہ لے

قبض کی دو قسمیں ہیں ایک قبض لزوم دوسری قبض جواز

اور وہ ضائع ہو تو اوان اُسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود رہم تخلیہ یہ کہ راہن مرہون کو ایسے موضع میں رکھدے کہ مرتہن اُسکے لینے پر قادر ہو یہ خاہر الروایۃ ہے اور ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا بدون نقل کے کذا فی شرح الوقایہ کالبیع فانہا فیہ یقامُ تخلیہ رہن میں قبض ہے مانند بیع کے اسواسطے کہ تخلیہ بیع میں بھی قبض ہے وھو مضمونٌ اذا ھلک بلا قول من قیمتہ دین الدین اور جب مرہون تلف ہو جائے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر اُسکا تاوان نکہ قیمت اور دین سے لازم آویگا ھم یہ ہوا نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے جو کم ہو اُسکا ضمان ہے تو اگر دین اقل ہے قیمت مرہون سے تو اسقدر تاوان ہے مرتہن پر اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایہ تلف ہو جانے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مرتہن مرہون کو تعدی سے تلف کر ڈالیگا تو تمام مرہون کا تاوان اُسپر لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے اور اگر رہن اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو مفت بلا ضمان ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تو تاوان لازم ہوگا کیونکہ یہ تبدیل مشروع ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جاویگا مالک اور موجود ہے مثلاً اگر گھر ہزار پر رہن رکھا اور اُسکی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہو گیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سو عمارت کا حصہ ساقط ہوگا اور زمین کا حصہ باقی رہیگا کذا فی الطحطاوی وعند الشافعی امانۃ اور شافعی کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قیمتہ یوم القبض لا یوم الھلاک کما لو ھو ھب فی الاشباہ بخلافہ المنقول کما مر یہ المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اُسکی قیمت یوم القبض ہو یا یوم الہلاک کی قیمت جیسا کہ ھبہ کیا ہے صاحب اشباہ نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے شرح میں اسکی تحقیق بیان کی ہے المقبوض علی سوم الرھن کالمستعار یھلک امانۃ یرید من الدین لیس بمضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ کالاشباہ جس مرہون پر قبضہ ہوا بطریق گفتگوئے رہن کے بمقدار رأس دین کی مذکور ہوئی جسکو راہن طلب کرتا ہے تو اُسکا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیہ اور اشباہ میں ہے ھم یعنے راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہ چیز تو نے میرے پاس گرو رکھی کچھ قرض میں تجھسے لونگا اور مقدار قرض بیان نکی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اُسپر تاوان نہیں اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہوگا فان ھلک وسادت قیمتہ الدین صار مستوفیا دینہ حکما سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا اور اسکی قیمت دین کے برابر ہے تو مرتہن اپنا دین بگمان شرع پا چکا یعنے تبنا لینا متہا اُتنا تاوان دینا لازم آیا تو برابر سرابر ہو گیا گویا دین بھر پایا او زادت کان الفضل امانۃ فیضمن لو تعدی اور اگر قیمت مرہون کے دین سے زیادہ ہو تو جسقدر زیادتی وہ امانت ہے تو اُسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنے جب امانت ٹھہری تو اُسکے ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اُسکو ہلاک کریگا فیقتصّ بقدرہ ویرجع المرتہن بالفضل لان الاستیفاء بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے بھرلے اسواسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے ہوتا ہے ھم خلاصہ یہ ہے کہ اگر دس درم دین ہے اور دس درم مرہون کی قیمت ہے تو ہلاک ہو جانے سے بصورت تعدی گویا مرتہن نے اپنا دین بھر پایا اور اگر پندرہ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن راہن سے بھر لیگا وضمن المرتہن بدعوی الھلاک بلا برھان مطلقا سواء کان من اموال الظاھرۃ او الباطنۃ دخصہ ملک بالباطنۃ اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے بدون شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ آرائشی اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تاوان مخصوص باموال باطنہ کیا ہے ولہ طلب دیتہ من داخلہ دلہ حبسہ وان کان الرھن فی یدہ کان الحبس حزائطہ اور مرتہن کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا راہن سے اور اسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنے کا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس اور دین کی تاخیر کا بدلا ہے یعنے باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور راہن کو عسرت ادای دین کیواسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہے ولا حبس رھنہ بعد الفسخ للعقد حتی تقبض دینہ او یبرئہ کالو ھن لا یبطل بمجرد الفسخ بل یبقی رھنا ما بقی القبض والدین معا فاذا فات احدھما بقی رھنا زیلعی و دیگر وغیرھما اور مرتہن کو جائز نہیں کہ حبس کرلے مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانیکے بعد یہانتک کہ حاصل ہو دین یا بری کرے دین کو معاف کردے اسواسطے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا بمجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن

باقی رہنا ہے جب تک کہ قبضہ اور دین سا تھی باقی رہیں پھر جب دونوں میں سے ایک فوت ہوا بغیر قبضہ نہ پایا دین کو ساقط کر دیا تو اب رہن باقی نہ رہیگا کذا فی الزیلعی الدر وغیرہ ولا انتفاع بہ مطلقا بلا استخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارۃ او اعارۃ سواء کان من مرتہن او راہن الا باذن کل لآخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے ہر طرح نہ غلام لونڈی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت لینے سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریۃ دینے سے برابر ہے کہ یا انتفاع مرتہن کے یا راہن کیساتھ دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے عربیہ ہے کہ عدم انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ میں مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں قطع سے یہ منقول ہے کہا رے اصحاب نے کہا کہ رہن کو انتفاع منافع رہن جائز نہیں اگر مرتہن کے اذن سے اور اسطرح آسمیں تصرف کرنا کذا فی الظہاری عن ابی السعود وقیل لا یحل للمرتہن کا فعلہ ربوٰا اور بعضوں نے کہا کہ فائدہ لینا مرتہن کا جائز نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہ تو ربا ہے ہم جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو منفعت حاصل کی وہ فضل ہی تو ہے ہاں اسی لئے بعض علما اس بات کے قائل ہوے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح عین اس قول کو دیانت اور فتوی پر محمول کیا ہے اور جو کتب میں علت اتباع باذن راہن مذکور ہے اسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا گیا ہے کذا فی الظہاری وقیل ان شرطہ کان ربوٰا والا لا اور بعضوں نے کہا کہ اگر عقد رہن میں شرط نہ کیا ہے اور اگر شرط نہیں تو جائز ہے اور اگر شرط ہے تو جائز نہیں ذخیرہ میں ہے وہو الاوجہ الراجح للمرتہن اکل الثمار اذا کان الدار لہ لان الثمار ملکہ والمنفعۃ لہ لیست لہ فلا تقابل الثمار وہو المختار وفی متعہ شیء فاذا فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وینبغی ان یلحق بہ راہنہ اور اشباہ اور جواہر میں ہے کہ راہن سے مرتہن کو درختوں کا پھل کھانا اور گھر کا رہنا اور رہن کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھا یا تو اسپر ان منافع کا تاوان نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بھی اشباہ میں یہ فائدہ بیان کیا کہ مرتہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر میں آویگا سو غالب حال لوگوں کا یہی ہے کہ رہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہیں اور اگر فائدہ متوقع نہو تو قرض نہ دیں تو یہ بنا بر اس شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف کا المشروط ہے یہ تائید ہے ہم جواز کی کذا فی الظہاری وفی بطلان الرہن فی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شربہ مخطا للشاۃ یسقط خطہ للبن بخلاف الرہن بکری مرگئی مرتہن کے پاس رہن رکھی دودھ پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی دودھ میں قسمت کیا جائیگا بکری اور اسکے دودھ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ مرتہن لیگا جیسے ایک مرد نے بکری گروی رکھی اور مرتہن کو اسکا دودھ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اسپر ضمان نہیں پھر اگر بکری اسکے بعد مرگئی تو دین کی قسمت بقدر دودھ اور دودھ کی قیمت پر بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرتہن راہن سے بھر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے ہوا ہے کما فی البحر وفی الخانیۃ وغیرہا کذا فی الظہاری نے یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اسکی عبارت میں کچھ ساقط ہو گیا ہے ولو حصل لا بانتفاع بہ قبل اذنہ بطل الرہن بہ فیہ اما حضر عند ہلاکہ یصیر مستوفیا قیمتہ حین اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ بیع میں اسکو حاضر کر دے اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام یہ استیفا جائز نہیں اسواسطے کہ آسمیں تکرار استیفا لازم آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مرتہن کے پاس سے مرہون کا ہلاک ہو جانا مرتہن کے پاس اور یہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل او عند العدل لانہ لما قبضہ شرح مجمع مگر اس صورت میں احضار رہن جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے بار برداری کی سواری ہو امر مرہون کسی معتمد کے پاس رکھا ہو اسواسطے کہ اسمیں مرتہن کو معتمد کے پاس سے لینا پڑیگا کذا فی المجمع قالوا ولو سلم الراہن رہنہ لکل دینہ او کان سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویۃ پھر اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اسکا بیع میں اسکو دینا جائز ہے ہر مرتہن کے مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعین حق میں برابری ثابت ہو جائے ہم یعنے حق مرتہن دین میں متعین ہو جائے جیسے راہن کا حق مرہون میں متعین ہو جانا علت ہے انتفاع کی اور بعد دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء دین کے واسطے تو جب تک دین حاصل نہو گا مرتہن رفع

مرہون کا امور نہ ہوگا اگر طلب دینہ فی غیر بلد العقد للرھن فکذلک الحکم ان لم یکن المرھون مؤنۃ وان کان حملہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضر لان الواجب علیہ التسلیم بمجرد التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا عقد رہن کے غیر شہر میں تو اسی طرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے میں بار برداری کی مشقت نہ ہو اور اگر اسکے لانے میں مشقت ہو تو دین اسکو دیا جائیگا اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون یعنی تخلیہ واجب ہے نقل کرنا مرہون کا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلا او قیامہ لو قام بہ اتعب فیحفظہ او قستانی نے ذخیرہ سے یہ نقل کیا کہ اگر مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اسپر حاضر کرنیکا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو باور رکھنا چاہئے یعنی اگرچہ مرتہن عقد رہن کے شہر میں ہو ولکن للراھن ان یحلفہ باللہ ما ھلک ولیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہے تلف نہیں ہوا ہے یعنی درصورت عدم احضار دھن اکلہ اذا ادعی الراھن ھلاکہ کما اذا المرتہن ھلاکہ فی احضارہ ولکن الحکم عند کل یحلف اور یہ سب مذکور اسوقت ہے جبکہ راہن مرہون کے تلف ہوجانے کا دعوی کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اُس قسط کے نزدیک جسکی مدت پہونچ گئی ہو یعنے اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر ہوگا کما حررہ ابن الشحنۃ وقال ح ولا دفع مالم یحضر الرھن ولکن بعقد مکان العقد والحمل لیسر چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور یوں کہا ہے اور تمام دین کا دینا راہن کو لازم نہیں جبتک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے یا کہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر میں اور حالانکہ اسکی بار برداری میں دشواری ہو یعنے درصورت عدم دشواری غیر شہر میں بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو ولکن الاحوط ولا دون دعوی دینہ بہ ھلاکہ کما دون فی النہایۃ یدل کی اسی طرح قسط کا حکم ہے کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہیں یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہیں بدون دعوی ہلاک راہن کے اور یہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہے ہم یہ تنویع قول اشارہ ہے ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ میں یوں ہے کہ جیسے استیفاء کل دین کیواسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسے ہی استیفاء ہر قسط کیواسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات میں ہے کہ اگر راہن مدعی ہلاک ہو تو احضار ضرور ہے تاکہ اسکی خاطر جمع ہوجاوے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یکلف مرتہن قد طلب دینہ احضار رھن قد وضع عند العدل بامر الراھن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اُس مرہون کے حاضر کرنے کا جو اُسنے رکھا ہے عند شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہیں کیا تب اُسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن رھن باعہ المرتہن بامر ای بامر الراھن حتی یقبضہ لانہ لا ولایۃ اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اُس مرہون کے ثمن حاضر کرنے کا جسکو مرتہن نے بیچ ڈالا ہے راہن کے امر سے یہانتک کہ ثمن پر قبضہ کرے عدم احضار ثمن کی وجہ جاننی ہے راہن کا بیع کیواسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت میں جبکہ مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنیکا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے یعنی بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا درصورت طلب دین لازم ہے اسی طرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا یکلف من ثمن معہ رھنہ تمکین الراھن من بیعہ الا بقبضہ دینہ لان حکم الرھن الحبس الدائم حتی یقضی دینہ اور جس مرتہن کے ساتھ مرہون ہے وہ اُسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تاوہ اپنا دین اُسکے ثمن سے ادا کرے اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے یا قبض دین ولا یکلف من قضی بعض دینہ او ابراء بعضہ تسلیم بعض رھنہ حتی یقبض بقیۃ دینہ لانہ الدین ادیدا لکلہ اعتبارا للجزء بالکل والمبیع اور جس مرتہن کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اُسنے کچھ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا جب تک وہ قبضہ نکریگا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا جس بیع کے قیاس پر جسم یعنے اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہیں تسلیم مبیع کا اسی طرح بعض دین کے قبض یا ابراء سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہیں ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کما فی الودیعۃ اور مرتہن پر یہ واجب ہے کہ مرہون کی

حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے جسطرح ودیعت کی حفاظت واجب ہو ہم حفظ عیال میں مالکیت معتبر ہے نہ فقط اور اگر زوجہ مرہون اپنے زوج کے حفظ میں دے تو اسپر ضمان نہیں اگرچہ زوجہ پر بروج کا نفقہ نہیں کذا فی الحموی وضمن ان حفظ بغیرھم کما مر فیما سلف اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا کہ اگر غیر عیال سے اسکی حفاظت کرادیگا جیانچہ کتاب الودیعہ میں گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الخطاوی وضمن بابداعہ واعارتہ فاجارتہ واستخدامہ وتعذیبہ کل قیمتہ یوم قبضہ فقط الزین یقیدہ اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور تعدی سے مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط ہوجاویگا بقدر اسکے یعنی اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن پر دکذا یضمن کل قیمتہ جعل خاتم الرھن فی خنصرہ سواء جعل فصہ لباطن کفہ او لا بہ یفتی وجتبی الیس او لیجعلہ علی ما اختاروا اور اسی طرح مرتہن تاوان دیگا بوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائیں یا داہنی چھنگلی میں بنا بر اُس قول کے جسکو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگینہ کو اپنی باطن کف میں کرے یا نکرے اسیکا فتوی ہے کذا فی الجندی ہم ضمان اسواسطے لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن قد مناتی الخطر عن البرجندی انہ شعار الروافض وانہ یجب التعزیر فتنبہ لذلک ولکن جرت العادۃ فی زماننا بلیس کن لک فیقع لزوم الضمان قیاسا علی مسئلۃ السیف لا یقال لیکن ہمنے کتاب الخطر میں مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننا رافضیوں کی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا میں کہتا ہوں ولیکن ہمارے زمانہ میں تو داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی عادت جاری ہوگئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا یجعلہ فی اصبع اخری الا اذا کان المرتھن امراۃ فتضمن کان النساء بلیس کن لک فیکون استحسانا لا احفظا ابن الکمال وعزا المزید الضمان لازم نہوگا سوائے چھنگلی کے دوسری انگلی میں پہننے سے مگر جس صورت میں مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ عورتیں اسی طرح چھنگلی کے سوا اور انگلیوں میں بھی پہنتی ہیں تو انکے حق میں یہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے ٹھیکر کیا ہے زیلعی کیطرف نسبت کرکے ہم یہ کہا کہ اور انگلی کے پہننے سے ضمان لازم نہوگا تو مراد یہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہ نہیں کہ اصلا ضمان لازم نہوگا بلکہ اس صورت میں تلف ہوجانے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اُسقدر ضمان لازم آویگا کذا فی الخطاوی ومثلہ تنقلد سیفین او ھن لا الثلثۃ فان الشیعان تنقلدن تعاھدۃ بسیفین لا الثلثۃ اور انگوٹھی کے مانند دو تلواروں کا باندھنا ہے نہ تین تلواروں کا اسواسطیکہ بہادر عادت میں دو تلوار ہی باندھتے ہیں نہ تین تلوار ہیں یعنی اگر رہن کی دو تلواریں باندھیں تو ضمان لازم ہوگا کیونکہ یہ استعمال ہے اور اگر تین تلواریں باندھیں تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال وفی لبس خاتمہ ای خاتم الرھن فوق الخرز یحمل الی العادۃ فان کان ممن تجمل بلبس خاتمین ضمن وان کان حافظا فلا یضمن اور رہن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کیطرف رجوع کیا جاویگا تو اگر مرتہن اُن لوگوں میں سے ہے جو تجمل اور آرائش کرتے ہیں دو انگوٹھیاں پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر اُن لوگوں میں سے نہیں تو محافظ ٹھہریگا تو ضمان نہ دیگا ای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین بالیقین فحسب صاحبہ ای بحر الانفساء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا وطالب المرتھن الراھن بالفضل ان کان بہ فضل پھر اگر مرتہن نے قیمت مذکور ادا کی دین کی جنس سے تو ادائے ضمان اور دین دونوں برابر ہوجاوینگے پھر ادا کرنے قیمت کے جسوقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن سے مطالبہ کریگا اگر راہن دین زیادہ ہوگا قیمت سے ہم درہم اور دینار دینار جنس مختلف ہیں چنانچہ معدن میں مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الخطاوی وان کان الدین موجلا لم یضمن المرتھن قیمتہ وتکون ھنا عندہ نادا حل الاجل بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اسکی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور مرتہن کے پاس رہیگی پھر جب مدت دین کی آویگی تو مرتہن اُسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وان قضی بالقیمۃ من جنس دینہ کان رھنا عندہ الی قضاء دینہ لا مثلہ الا رھن ما فحکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان

رہن رہیگا مرتہن کے پاس اُسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ ادا ان بدلا ہم مرہون کا تو بدل نے بدل کا حکم لیا محبوس رہنے میں واجرۃ بیت حفظہ بحافظ وقاما القیم علی المرتہن اور مرہون کی حفاظت کیلئے گھر کا کرایہ اور اسکی نگہبانی کی اجرت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے واجرۃ راعیہ لجیوانا ونفقۃ الراھن والخراج والعشر علی الراھن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل فیہ ان کل ما یحتاج الیہ صلحۃ الرھن بنفسہ دتبقیتہ فعلی الراھن کذہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی المرتہن کما سیجیء اور قاعدہ کلیہ اسمیں یہ ہے کہ جو چیز ذات مرہون اور اسکے باقی رکھنے کی مصلحت کے واسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہے اسلئے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی حفاظت کیواسطے ہو سو وہ مرتہن پر لازم ہے اسواسطے کہ اُسکا محبوس رہنا اُسکے حق کیواسطے ہے ہم نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والے کی اور چارا اور باغ کی سیمائی وغیر ذالک من المصلحات واعلم انہ لا یلزم شیء منہ وہ شتوط علی الراھن فہو تبرع عن الذخیرۃ اور یہ جان رکھو کہ جو چیز مرتہن پر لازم ہے اسمیں سے کچھ لازم نہوگا اگر مرتہن راہن پر شرط کرلے کذا فی التہ تاتی عن الذخیرہ ہم چنانچہ خرچہ مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر لازم ہے بشرطیکہ مرتہن کے پاس زخم اگا ہو تو شرط کرنے سے یہ امور راہن پر لازم نہونگے کذا فی البحر الطحطاوی عن التہ تاتی واما مؤنۃ ردہ کما کجعل آبق اور جو خرچہ

کمدا واتہ جریر الی بیتہ ای الی المرتہن فتنقسم علی المضمون والامانۃ فالمضمون علی المرتہن والامانۃ مضمونۃ علی الراھن لو قیمۃ الکتوم من الدین اور مرتہن کے پاس مرہون کے بھیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لانیوالے کا اجر یا اُسکے کسی جُز کے بھیر لانے کی اجرت چنانچہ عضو قطعی کا معالجہ سو منقسم ہے مضمون اور امانت پر سو جسقدر مضمون ہے اُسقدر کا خرچ مرتہن پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو ہم مثلاً دین سو درہم ہے اور غلام مرہون کی قیمت دو سو درہم ہے تو سو درہم کا ضمان مرتہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے بھیر لانے میں دس درہم صرف ہونے تو نصف مرتہن پر لازم ہینگے اور نصف راہن پر دلالۃ علی المرتھت اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہیں یعنی قیمت دین کی برابر ہے یا کم تو اسکا خرچ بھیر لانے کا مرتہن پر ہے نہ راہن پر وکذا معالجۃ امراض وقروح وفصد وحجامۃ وختان وکل ما ہو واجب علی احدھما فادا ہ الا حکما وجوبا الا ان یأمرہ القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الآخر فحینئذ یرجع وبجعل امر القاضی بلا تصریح بجعلہ دینا علیہ لا یرجع لما فی المنتقط رجوع چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو کچھ دوسرا اسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اسکا دعوی نہیں کرسکتا مگر یہ کہ قاضی اُسکو اسکا حکم کرے اور اسکو دین ٹھہرادے دوسرے پر تو اسوقت بین وہ دوسرے سے اپنا خرچ بھر لیگا اور بحجرد القاضی کے بدون اس تصریح کے کہ اُسکو دوسرے پر دین ٹھہرادے رجوع نہیں کرسکتا چنانچہ یہ ملتقط میں مصرح ہے وحق الامام لا یجب جبرہ لصاحبہ حاضرا مطلقا خلافا لثانی وھی مسئلۃ الحجر زیلعی اور امام سے ایک روایت یوں ہے کہ خرچ کرنیوالا رجوع نکریگا اگر اُسکا صاحب موجود ہو مطلقا رجوع نہیں خواہ قاضی امر کرے یا نکرے بخلاف ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہے اور یہ جبر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم یعنے امام رح کے نزدیک مکلف حاضر قاضی جبر نہیں کرسکتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہے فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنے بامر قاضی ایک دوسرے پر اپنا خرچ بھر لیگا کذا فی الطحطاوی قال الراھن الرھن ھذا ھو الذی رھنتہ عندی فالقول للمرتھن لانہ القابض راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی مرہون ہے جسکو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلئے کہ وہ قابض ہے اور قول معتبر نہیں مگر قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرتھن ردہ علی الراھن بعد قبضہ فان القول للراھن لانہ المنکر برخلاف اس صورت کے کہ اگر مرتہن اسکے پھیر دینے کا دعوی کیا اپنے قبضہ کرنیکے بعد تو اب اُن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے یعنے رد عارض مرہون کا وہ منکر ہے فان ہو ھنا ظاھر ایضا یسقط الدین لاقراتہ الوارث ثم اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانیں تو بھی راہن ہی کے مقبول ہونگے بسبب یاد رہنا شباہت کے اور دین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا اور قبض بعد ہلاک المرتھن کانکار ورجوعہ فی ضمان اور اگر اختلاف ہوا اُسکے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہو گیا راہن کے پاس پھیر کے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن

کہتا ہو کہ میرے قبضہ کرنے کے بعد تلف ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسوطیکہ وہ اسکی نحمل فی الضمان کا منکر ہو کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ دان برھنا فللراھن کما فی الضمان ذ بزازیہ اور اگر دونوں اپنے دعوی پر گواہ لاویں تو مرتہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اسکے ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ ویحلفہ السفر بھا او الراھن اذا کان الطریق امنا کما فی الودیعۃ وان کان لا یحل وموئنۃ اور مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر میں لیجانا جبکہ راہ مخوف ہو جیسے ودیعت کا سفر میں لیجانا بشرطیکہ اس طریق جائز ہو اگرچہ مرہون کے لیجانے کے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو وکذا لا ینتقل عن البلد وکذا للعدل الذی الراھن فی بیدہ کما فی العمادیۃ مفرزا للعدۃ علی الخلاف ما فی فتاوی النسفیین وبغلافی فتاوی قاضیخان قول الامام وما فی الفتاوی قولھما کما فیدہ کما قدمنا فی الفسخ اور اسیطرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لیجانا درست ہے اگرچہ مدت سفر نہو اور اسی طرح اس معتمد شخص کو سفر جائز ہے جسکے قبضے میں مرہون ہے جیسا کہ مجتہدین ہے عدہ سے منقول اسخلاف دو قاضیوں کے فتاوی یعنے قاضیخان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کی اور شاید کہ جو روایت عدہ میں ہے وہ امام کا قول ہے اور جو دونوں فتاوں میں وہ صاحبین کا قول ہے چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہے قنیہ کے کلام سے ہم شاید کھنی کچھ حاجت نہیں اسواسطیکہ فتاوی قاضی خان میں قول صاحبین کا مرجح مذکور ہے کذا فی الطحطاوی **فائدہ** فی الحدیث اذا عیتی الرھن فھو بما فیہ قالوا معناہ اذا اشتبھت قیمتہ بعد ھلکہ بان قال کل لا ادری کم کانت قیمتہ یضمن بما یراہ المدیون کما ذکرہ المصنف ولا ینافیہ ما مر لانا نقول فائدہ حدیث میں ہے کہ جب مرہون کھائی نہ جیسے تو وہ بوجوہ اس دین کے ہے جسمیں وہ مرہون ہے شراح حدیث نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت شتبہ ہو اسکے ہلاک ہوجانے کے بعد اسطرح پر کہ راہن اور مرتہن یہ ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسکی قیمت کتنی تھی تو مرتہن تاوان دے اسقدر دین کا جسقدر میں وہ رہن تعالیفے دین راہن سے ساقط ہوجاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہوجاوے ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے شرح میں کتاب الرہن کے شروع میں ہم یہ حدیث مسند اور مرسل دونوں طرح مروی ہے مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہے اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں روایت کی ہے میں کہتا ہوں مرسل ابوداؤد صحیح ہے بہ قول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الھدایہ

باب ما یجوز رہنہ وما لا یجوز

یہ باب اُن مسائل میں ہے کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہے اور کسکا جائز نہیں **لا یصح رھن مشاع یعدم کونہ مفرزا کما مر** صحیح نہیں رہن رکھنا مشاع یعنی غیر مقسوم کا اسکے ممتاز اور جدا ہونے کے سبب سے جیسا کہ شروع میں گذر گیا **مطلقا مقارنا او طارئا من شریکہ او غیرہ بقسم ولا مشاع** کا رہن رکھنا مطلقا صحیح نہیں خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہوگیا خواہ اپنی شریک سے اسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قیمت پذیر ہو یا نہو **لانہ** الصحیح **انہ فاسد یضمن بالقبض** کما فی جوہرۃ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہئے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہیں فاسد ہے مرتہن پر اسکا ضمان قبضہ کرنے لازم ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی رحمتے جائز رکھا ہے ہم انعقاد رہن کی شرط یہ ہے مال ہو اور اسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہاں رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اسکے مال مضمون نہو تو رہن اصلا منعقد نہوگا **اسی کا رہن باطل نام ہے وفی الاشباہ ما قبل البیع فعل الرھن کالبیع فی اربعۃ المشاع والمشغول والمتصل بغیرہ والمعلق عقدہ بشرط فعل وجود بعد المدبر فیجوز بیعھا کارھنیا** اور اشباہ میں ہے کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنے جس چیز کی بیع صحیح ہے اسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہے سوائے چار چیزوں کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیر اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہوا کسی شرط سے قبل اسکے وجود کے سوائے غلام مدبر کے تو ان چاروں کی بیع تو جائز ہے رہن رکھنا انکا جائز نہیں ہم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مشغول بملک راہن مانع رہن ہے اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہے اور عتق معلق کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے تو اسکی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہیں ہاں مگر مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہیں لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی **وفیھا المجیلۃ فی جواز رھن المشلوان یبیعا لنصف**

باب ما یجوز رہنہ وما لا یجوز

۴ اور ایک نسخہ میں باب ما یجوز رہنہ وما لا یجوز کے بجائے باب ما یجوز رہنہ وما لا یجوز ہے

بالخیار رقمہ یرہنہ النصف ثم یفسخ البیع قال المصنف وفیہ نظر ولعلہ مفرع علی الضعیف فی الشیوع الطاری اور ارتہانہ میں جواز رہن مشاع کا یہ حیلہ ذکر کیا ہے کہ نصف مشاع کی بیع بشرط خیار کے کرے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پھر بالع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف رحمہ اللہ شرح میں کہا کہ اسمیں اعتراض ہے اور زیادہ یہ کہ حیلہ متفرع ہے شیوع طاری میں ضعیف قول پر حالانکہ یہاں میں ابو یوسف رح کا ضعیف قول یوں مذکور ہے کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا مانع نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ولا علی الصحیح لانہ بالخیار ان لم یبق فی ملکہ او یعود للملک وعلی کل یکون رہن المشاع ابتداء اکما اسلفناہ فی منوبر البصائر مفتیہ میں کہتا ہوں بلکہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ شرط خیار سے وہ حال سے خالی نہیں کہ باقی رہیگا اُسکی ملک میں یا اُسکی ملک کی طرف عود کریگا اور ہر حال میں مشاع کا رہن ابتداء سے ہوگا چنانچہ شرح میں کیا ہے اسکو منوبر البصائر میں تو فیق اور رہن مشاع شرح الکنز کے منوبر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر میں مذکور ہے کہ یہ حیلہ اسپر متفرع ہے کہ شیوع طاری مفسد نہیں بلکہ ظاہر الروایہ اسپر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ جب بائع بیع کی اس شرط پر کہ مجھکو اختیار ہے تو مبیع بائع کی ملک سے باہر گیا پھر جب اُسکے ملک ہے باہر گیا تو اُسنے اپنے بعض ملک کو رہن رکھا تو رہن مشاع ابتداء سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین رح کے قول پر ظاہر ہے اسواسطے کہ اُنکے نزدیک ملک مشتری میں داخل ہوگیا تو رہن رکھنا مشاع کا اپنے شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہیں اور امام رح کے قول پر اگرچہ مدت خیار میں ملک مشتری میں داخل نہیں ہوا لیکن بعد مدت کے بائع مشتری کی ملک میں داخل ہوگا یا بائع کے ملک میں عود کریگا اور ہر حال میں رہن مشاع کا ابتداء سے ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت والحیلۃ الصحیحۃ ما فی حیل منیۃ المفتی او ادرہن نصف داری مشاعا بیع نصفہا من طالب الرہن ویقبض صفۃ الثمن علی ان المشتری بالخیار ثم یقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم الخیار فیبقی فی یدہ متقلۃ الرہن بالثمن واعتمدہ ابن المصنف فی نظام الجواہر میں کہتا ہوں اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع میں وہ ہے جو حیلۃ المفتی کے حیلوں میں مذکور ہے ایک شخص اپنے گھر میں سے نصف غیر مقسوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اُسکے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اُس سے ثمن اُسکا لے اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے اور مشتری گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑ دے بحکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ میں باقی رہیگا بمنزلہ رہن بعوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ اسلام ابن مصنف رح نے فتوا دیا اسمیں اعتماد کیا ہم اور اسی طرح حموی نے حاشیہ اشباہ میں اس حیلہ کو ثابت رکھا منح الغفار میں ہے کہ اگر مشتری کے پاس تلف ہوگا تو مالک پر سے ثمن ساقط ہوگا اور اگر عیب دار ہو جاوے گا تو اُسکے حساب کے موافق ثمن گھٹ جاویگا وفیہا الشیوع الثابت ضرورۃ کالبعض لما فی الولوالجیۃ ولو جاء بثوبین وقال خذ احدھما رھنا کان بضاعۃ عندک فان نصف کل منھما یصیر رھنا بالدین کان لاحدھما لیس باولی من الآخر فیشیع الرھن فیھما بالضرورۃ فلا یتمیز اور ذو امر الجواہر میں ہے کہ شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہو وہ رہن کے اسطے مضر نہیں اسواسطے کہ ولوالجیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمیں سے ایک کپڑا رہن رکھو اور دوسرا کپڑا بضاعت رکھو اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کے اسطے اور لے اور قدیم نہیں تو رہن مشاع ہوگا دونوں کپڑوں میں عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہیں کرتا وکذا رھن ثمرۃ علی نخل دونہ وکذا زرع ارض دونھا وبناء بدونھا اور جائز نہیں ہے رہن رکھنا اُس پھل کا جو درخت پر ہو بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدون زمین کے وکذا عکسہا لو رھن الشجر لا الثمر والارض لا النخل اور اسی طرح کا حکم ہے اُسکے عکس میں چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدون پھل اور زمین کا رہن رکھنا بدون درخت کے ہم اور اگر اخراج شجر کی تصریح کی تو درخت بھی رہن میں بالتبع داخل ہوگا دلالۃ اصل ان المرھون متی اتصل بغیر المرھون خلقۃ لا یجوز الانتفاع بقبض المرھون وحدہ اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے خلقۃ یا باعتبار پیدائش کے تو رہن جائز نہیں بسبب تعذر انتفاع بقبض مرہون کے فقط کذا فی الدر وعن الامام جواز رھن الارض بلا شجر اور امام رح سے ایک روایت ہے کہ رہن کا رہن بدون درخت کے جائز ہے ولو رھن الشجر ھوا ضعوا او الدار بما فیھا جاز ملتبعا لانہ متصل اتصال مجاورۃ اور اگر رہن کیا درختوں کو اُنکے مواضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اُسکے ساتھ

جواُسکے اندر ہو تو جائز ہی کذا فی المنتقی اسواسطے کہ وہ متصل ہی باتصال مجاورت اور مقاربت کے وفی الفتیۃ رھن دار او الحطان مشترکۃ بینہ وبین الجیران صح فی العرصۃ ولا یصح اتصال السقف بالحیطان المشترکۃ للکونۃ تبعًا اور فتیہ میں ہی کہ ایک گھر رہن رکھا اور حالانکہ اُسکی دیوار اور بھی مشترک ہیں تو ہمارے اصحاب کے نزدیک اس قدر پر دیوار کے تو رہن صحیح ہی صحن اور آنگنائی میں اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے مضر رہن کا نہیں اسلئے کہ وہ تابع ہی صحن کے اھ قنیہ میں پوری روایت یوں ہی کہ رہن صحیح ہی صحن اور چھت اور راہ کی خاص دیواروں میں کذا فی الخطابی وکل ما یحرز ویدوم کالکتاب ودوام الولد والوقف اور جائز نہیں رہن رکھنا آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور موقوف کا فتح لما ذکر ما لا یجوز رھنہ فکذا لا یجوز الرھن بہ فتقل وکذا ما مات کودیعۃ وامانۃ پھر جبکہ مصنف رحمہ اللہ نے وہ چیزیں ذکر کیں جنکا رہن رکھنا درست نہیں اب اُسکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکھنا درست نہیں تو مصنف رحمہ اللہ یوں کہا اور رہن جائز نہیں بدلے امانتوں کے چنانچہ ودیعت اور امانت ہم اور اسی طرح عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ یہ سب کا موجب بدا ستیفا ہی تو رہن کیواسطے تو رہن کا قبضہ لازم انہمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہی تا کہ قبض مضمون واقع ہو اور استیفاء دین اُس سے ہو سکے اور امانت کا قبض ہیں ضمان نہیں کہ رہن اُسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر وکالدرک خوفا استحقاق المبیع فالرھن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن بالدرک جائز نہیں استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہی بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہی چنانچہ گذر گیا ہم رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہیں کہ رہن تو استیفا ہی اور استیفا نہیں ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہی ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے تا ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رہن بالدرک کی تفسیر یہ ہی کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اُسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی ملک نکلے اور ثمن کے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکھ لے قبل از استحقاق کے تو یہ رہن باطل ہی اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اُسکا لازم نہ آویگا خواہ درک حاصل ہو یا نہو برخلاف کفالت کے اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہی وجہ فرق یہ ہی کہ رہن ہوتا ہی استیفاء کے واسطے اور استیفا نہیں ہو سکتا مگر بعد واجب ہونے کے پہلے اور اضافت وجوب کی زمان مستقبل کیطرف جائز نہیں اور کفالت تو عبارت ہی التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح ہی وکالعین مضمونۃ بعدھا ای بغیر مثلہا او قیمتہا مثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن فاذا ھلک ذھب بالثمن اور رہن جائز نہیں عین مضمون بغیر ہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان اُسی قسم کی چیز سے نہیں چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اُسکا ضمان ثمن سے ہی پھر اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو گیا تو ثمن جاتا رہا ہم بائع نے مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہی بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے رہن رکھی تو یہ رہن باطل ہی اسواسطیکہ رہن واجب ہوتا ہی دین کے مقابلہ میں اور مبیع بائع کے پاس دین نہیں بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہی اور اُسمیں ضمان نہیں کذا فی الدرر وکما بالکفالۃ بالنفس اور رہن جائز نہیں حاضر ضامنی کے بدلے یعنے کفیل کا اصیل پر مال واجب نہیں جسکے بدلے رہن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہو اور اصیل اُسکے پاس مال کے بدلے کچھ رہن رکھے تو یہ رہن درست ہی کذا فی الفتح وکالقصاص مطلقا فی نفس ودما دونہا اور رہن جائز نہیں بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اسواسطے کہ استیفاء قصاص جسکے متعذر ہی اور یہ رہن باطل ہی اسواسطے مرہون یعنی قصاص مال نہیں تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک کا مال ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطأ فی مکان استیفاء الارش من الراھن برخلاف جنایت خطا کے کہ اُسکے بدلے رہن جائز ہی بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون سے یعنی یہاں تو مال واجب ہی تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا وکالشفعۃ بعد البیع اور رہن جائز نہیں بدلے شفعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہیں اس مشتری سے جسپر تسلیم مبیع شفعہ کے سپرد واجب ہی اسواسطیکہ مبیع کا مشتری ضمان نہیں وبأجرۃ النائحۃ والمغنیۃ اور رہن جائز نہیں نوحہ کرنے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اُسکے مقابلہ میں کوئی چیز لازم الضمان نہیں کذا فی الدرر وبالعبد الجانی او المدیون اور رہن جائز نہیں غلام جانی یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ انکا بھی ضمان نہیں وذا لم یصح الرھن فی ھذہ الصور فللراھن اخذہ فلو ھلک عند المرتھن قبل الطلب ھلک مجانا لانہ احکم الباطل فیبقی القبض بلا دین المالک صدر الشریعۃ وابن کمال

اور جبکہ رہن صحیح نہوا ان سب صورتون مین تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہی پھر اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سے پہلے تو مفت تلف ہوگیا اسواسطے کہ رہن باطل کیواسطے کہ حکم ضمان کا نہین تو باقی رہا قبض مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال وکذا ذکرہ محمد رحمہ اللہ فی

من مسلم او ذمی للمسلم ای لا یجوز للمسلم ان یرھن خمرًا او دیۃ تنبیہا من مسلم او ذمی لانہ لا یجوز للمسلم ان یرھن مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے یعنی مسلمان کو یہ جائز نہین کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے ھم اسواسطے کہ ایسا اور استیفا حق مسلم مین متعذر ہے اسواسطے کہ مسلم ممنوع ہے تملک اور تملیک خمر سے وکذا یضمن لہ ای للمسلم مرتہنہا حال کونہا ذمیًا او مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہو کر تاوان نہ دیگا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو رہن رکھے اور وہ تلف ہوجاے تو ذمی پر تاوان اسکا لازم نہوگا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق مین مال ہی نہین جو اسکا تاوان واجب ہو وذی عکسہ الضمان لتقومہا عندھم لا عندنا اور اسکے بالعکس مین ضمان ہے یعنے اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہوجاے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ خمر ذمیون کے نزدیک مال متقوم ہے ہمارے نزدیک وصح الرھن بعین مضمونۃ بنفسہا ای بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع والمہر وبدل الصلح عن دم عمدًا اور صحیح ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اسکے مثل سے یا اسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو چنانچہ مغصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور بدل صلح کا عمدًا خون سے ھم اسکی تفصیل کتاب الرہن کے شروع مین مذکور ہوچکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلا کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کالمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وثمالہ فی الدرر دریافت کر اعیان یعنے اشیاء غیر دین تین قسم ہین ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنی اصلا اسکا ضمان نہین چنانچہ امانتین دوسری عین غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہے چنانچہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہے چنانچہ مغصوب اور مانند اسکے اور اسکا بواسبان درر مین ہے ھم تفصیل اسکی درر مین یون ہے کہ اعیان تین قسم ہین ایک عین تو اصلا مضمون نہین یعنے اسکا تاوان نہین چنانچہ امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہے دو مثل ہالک سے یعنی جو چیز تلف ہوگئی اسکے مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہے یا اسکی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہے تو امانت اگر تلف ہوجاے بدون تعدی کے تو اسکے مقابلہ مین کچھ ضمان نہین یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت ہی رہی بلکہ غصب ہوگئی دوسری عین مضمون بنفسہا چنانچہ مغصوب اور مانند اسکے اور فضمانا اسکو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہین اور مراد یہ رکھتے ہین کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہے دو مثل ہالک سے یا اسکی قیمت سے چنانچہ معلوم ہوچکا اور شے مثلی یا قیمی کی ہالت مین اسکا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تیسرے وہ عین ہے جسکا ضمان نہین لیکن وہ مشابہ بمضمون ہے جیسے مبیع بائع کے قبض مین اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اسکی مثل یا قیمت کا ضمان نہین لیکن ثمن ساقط ہوجاویگا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے سنا ئر ہے تو لہذا بہ اس اعتبار کے اسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی مافی الدرر وصح بالدین الموجود بان رھن لقرضہ کذا کالف مثلًا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا جبر لانہا اوصح رہن بقابلہ دین موجود کے اس طرح کہ راہن نے گویا چیز گرو رکھی تا مرتہن اسکو قرض دے اسقدر چنانچہ مثلا ہزار درہم پھر اگر مرتہن اسکو بعض دے یعنی مثلا نصف دے اور باقی نہ دے تو اسپر جبر نہین کذا فی الاشباہ ھم دین موجود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اسیقدر پر مرہون محبوس رہیگا اور رہن موعود کا ایفا لازم نہین اسلئے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے قوی تر نہین حالانکہ عند رہن کے بعد تسلیم مرہون پر جبر نہین کذا فی الطحطاوی مختصرًا فاذا ھلک ھذا الرھن فی ید المرتھن کان مضمونًا علیہ بما دعد من الدین فیسلم للمالک الراھن جبرًا اذا کان الدین مساویًا للقیمۃ او اقل امّا اذا کان اکثر فھو مضمون بالقیمۃ پھر جبکہ یہ رہن مذکور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو اسپر تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ مین مرتہن ہزار درہم راہن کو دیگا زبردستی اسوقت مین جبکہ دین قیمت مرہون کے برابر ہوگا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون بقیمت ہی یعنے مرتہن پر قیمت

مرہون کا تاوان لازم ہوگا نہ دین کا هذا اذا سمّی قدر الدین فان لم یسمه لم یکن مضمونا فی الاصح کما مر فی المقبوض علی سوم الرهن بان رهنه علی ان بعطیه شیئا فهلك فی یده هل یضمن خلاف بین الامامین مذکور فی البزازیة وغیرها والاصح انه غیر مضمون وقد تقدم ان التقابض علی سوم الرهن اذا لم یبین المقدار غیر مضمون فی الاصح یعنی دین موعود مین ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اُسوقت ہی جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کردیا ہو پھر اگر اُسے معین نہ کیا ہو تو اُسکا ضمان لازم نہوگا قول اصح مین چنانچہ یہ گذر گیا اُس مرہون کے بیان مین جسپر قبضہ ہوا طلب رہن پر اس طرح کہ رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن کچھ دین دے سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ضمان اسمین لازم ہوگا یا نہین اسمین خلاف ہے دو اماموں مین جس بزازیہ وغیرہا مین مذکور ہے اور قول صحیح تر یہ ہے کہ اسمین تاوان نہین ہے اور مقررتہن مین مقدم مذکور ہوچکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی مقدار بیان نہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول مین وصح برأس مال المسلم وفضی المسلم فیه اور صحیح ہے رہن مین سلم کے راس المال کے بدلے اور صرف کے ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے ہم ہیچند اس رہن کی مطلق دین کی صحت مین داخل تھی لیکن اسکو علحدہ اسواسطے مصنف رحمہ اللہ نے ذکر کیا تاکہ مسائل آیندہ اسپر مترتب ہون فان هلك المرهن فی المجلس تم الصرف والسلم وصار المرهون مستوفیا حکما خلافا للثلثة پھر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس عقد مین تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہوگیا اور مرتہن پر جانے والا ٹھہر گیا حکما بر خلاف ائمہ ثلثہ کے ہم یعنی مرتہن نے گویا راس المال اور ثمن صرف کا یا اگر مرہون راس المال کے برابر تھا اور اگر زیادہ تھا تو فاضل اُسکے پاس امانت ہے اور اگر اقل تھا تو بقدر اُسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے دان افترقا قابل نقد دهلك بطلان ابی السلم والصرف اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے راس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہوجانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہوگئے ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ راس المال اور بدل صرف مین قبض شرط ہے سو یہان قبضہ حقیقی اور حکمی دونون فوت ہوگئے وان هلك المسلم فیه فیصح مطلقا اور مسلم فیہ تو مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس مین تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہنوز مجلس مین واجب نہین فان هلك الرهن تم العقد وصار عوضا المسلم فیه پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہوگیا اور وہ عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو لیطلك ولکن تقاصا السلم وبالمسلم فیه رهن نعم رهن برأس المال استحسانا لا مقابله مقامه اور اگر مرہون ہلاک ہوا ولیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کردیا اور مسلم فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ از روے استحسان کے راس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ راس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو راس المال بجائے مسلم فیہ کے قائم ہوگیا دان هلك الرهن بعد الفسخ المذکور هلك بما له بالمسلم فیه فیلزم رب السلم دفع المسلم فیه لبقاء الرهن حکما ان یهلك اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکماً اُسکے ہلاک ہونے تک ہم اپنے رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور راس المال کا لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اُسکے بدلے اور البتہ رہن کا حکم اُسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح وللاب او وصی بدین کائن علیه عند الطفله لان له ایداعه فیهلك امانة ولو یعلم انه مضمونا ولو یعلم انه امانة اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا بدلے اُس دین کے جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اُسکے غلام کا ودیعت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولےٰ درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتہن پر تاوان واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان والوصی کذلك اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو بدلے دین کے رہن رکھنا جائز ہے دقال ابو یوسف لا یجوز ذلك اور ابو یوسف رح نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہین یعنے اُسکے غلام کے رہن رکھنے کے ثم اذا هلك ضمنا قدر الدین الصغیر لا القصل لانه بهلاکه صار مستهلکا غلام مرہون ہلاک ہوجاے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دے نہ زیادہ کا تاوان اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت مین تاوان نہین وقال الشمنی ینبغی ان یضمن الوصی القیمة کان هلك ان یبتغی بمال الصغیر بخلاف الوصی لکن جزم فی الذخیرة وغیرها بالتسویة بینهما اور شمنی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ

باپ کو صغیر کے مال سے نفع حاصل کرنا درست ہی برخلاف وصی کے کہ اسکو درست نہیں لیکن فوجہ وغیرہ مین باپ اور وصی کے برابر ہونے کا یقین کیا ہی ولہ ای للاب رھن مالہ عند ولدہ الصغیر بدین لہ الخ للصغیر علیہ ای علی الاب اور باپ کو جائز ہی اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اُس دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہی ھم فرزند صغیر کا دین جیسے اُسکی مان کا ھم جو باپ کے ذمہ ہی وتحبسہ لاجلہ ای لاجل الصغیر بخلاف الوصی فانہ لا یملک ذلک سراجیہ اور باپ اُس مرہون کو فرزند صغیر کے واسطے محبوس رکھے برخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہین ہی کذا فی السراجیہ وکذا عکسہ فللاب رھن متاع طفلہ من نفسہ لانہ یوفر شفقتہ جعل کشخصین وعبارتین کشراء الطفلہ اور اسبطرح کا حکم ہی اسکے بالعکس ہین تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی ذات سے درست ہی اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کے مانند قرار دیگیا اور اسکی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دیگئی چنانچہ باپ کو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہی یعنے تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوصی فانہ وکیل محض فلا یتولی طرفی العقد فی العقد فی رھن وکابیع وتماسد فی الزیلعی برخلاف وصی کے اسواسطے کہ وہ وکیل محض ہی تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن مین نہ بیع مین اور اسکا بیان زیلعی مین ہی ھم اصل یہ ہی کہ ایک شخص رہن اور بیع کے عقد مین ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا لیکن یہ قاعدہ باپ مین اُسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کے مانند نہین کیونکہ اسکی شفقت قاصر ہی تو حقیقت سے عدول نہوگا کذا فی الزیلعی للحصاد صح متعین ادخل اوذکیۃ ان ظھر العبد حرا او ادخل حمرا ان الذکیۃ معینۃ اور غلام اور سرکہ اور مذبوحہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہی اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع مین آزاد ہی اور سرکہ شراب اور مذبوحہ مردار ہی ھم فائدہ صحت رہن کا یہ ہی کہ درصورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتو ضائع ہوتا امانت ہوکر کذا فی الطحطاوی وصح ببدل صلح عن انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیہ والا صل ما مر ان وجوب الدین ظاھرا یکفی لصحۃ الرھن واکفیل اور رہن صحیح ہی اُس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اُسپر دین نہ تھا واقع مین اور قاعدہ کلیہ ہی جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا ظاہر مین صحت رہن اور کفیل ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہی ھم صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز رہن رکھدی پھر دونون نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع مین دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہی اور اصل ان مسائل مین یہ ہی کہ ظاہر مین وجوب دین صحت رہن کیواسطے کافی ہی حقیقۃ واجب ہونا شرط نہین کذا فی الدرر وصح رھن المشاع والمقسوم والمشغول والمفرغ اور صحیح ہی رہن رکھنا چاندی اور سونے اور کیلی اور وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین ہین کذا فی الدرر فان رھن الذکور بخلاف جنسہ ھلک بقیمتہ وھو ظاھر پھر اگر چاندی یا سونا یا کیلی یا وزنی کو جن رکھا اُسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو بمقابلہ کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہ تو ظاہر ہی مانند سائر اموال کے دین بجنسہ وھلک بمثلہ نقدا وکالا فقیمۃ خلافا لھما من الدین اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوین اپنے جنس کے ساتھ اور ہلاک ہوگئے تو ہلاک ہوئے بمقابلہ مثل دین کے وزن مین یا کیل مین نہ قیمت مین برخلاف صاحبین رح کے ھم درصورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام رح کے نزدیک ناوان بالمثل ہی وزن یا کیل مین اور صاحبین رح کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہی نہ وزن یا کیل مثلاً بعد دس درم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہوگئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تھی تو دین ساقط ہوگیا باتفاق امام اور صاحبین رح کے اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہی تو امام رح کے نزدیک دین ساقط ہوا اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن پر اُسکی قیمت کا ضمان واجب ہی اُسکے خلاف جنس سے کذا فی شرح ملا مسکین وکا عیوبۃ بالجودۃ عند المقابلۃ بالجنس ثم ان نسا او بغا ھو دین الدین ازید فالزائد فی حق الزائد وان الرھن ازید فالزائد امانۃ عند دصدر الشریعۃ واعتبارنہین مرہون کے جید اور کھرے ہونیکا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مرہون برابر ہین تو ظاہر ہی یعنے دین ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ پر ہی اور اگر مرہون زائد ہی تو وہ امانت ہی یعنے وہ راہن کا ہی

یعنی اگر تلف ہوگیا تو مرتہن پر اُسکا ضمان نہیں کذا فی الدرر و الصدر الشریعۃ باع عبداً علی ان یرھن المشتری بالثمن شیئاً بعینہ او یعطی کفیلا لذلک بعینہ صح غلام بیچا اِس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے ہم اگر متعین نہیں تو اگر مجلس بیع مین تعیین بائع اور مشتری متفق ہوگئی تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نکیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وکما یجیز المشتری علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فوق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تاعدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہ ہوگا والبائع فسخہ لفوات الوصف المرغوب اور درصورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہوجانے وصف مرغوب کے یعنے بائع راضی ہوا تھا شرط مذکور سے تبعدین اُسکے راضی نہوگا پھر جب اُسکی رضا تام نہوئی تو اُسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہوجانے الا ان یدفع المقصود الثمن حالا او یدفع قیمۃ الرھن المشروط رھناً لحصول المقصود دفع فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون شروط کی قیمت کو رہن رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نہوگا بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط مین تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اُسکی خلاف ہے حاصل جواب یہ ہے کہ استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنے قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اُسکی قیمت ہے بالعینہ صورت وان قال المشتری لبائعہ قد اعطاک شیئاً غیر مبیعہ امسک ھذا حتی اعطیک الثمن فھو رھن فلتقطہ بما یفید الرھن والعبرۃ للمعانی حلافاً للثانی والثلثۃ اور اگر مشتری نے سوائے مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اُس سے کہا کہ اسکو رکھ یہاں تک کہ مین تجھکو ثمن دون تو وہ رہن ہوگا یہ سبب کہنے مشتری کے وہ لفظ جو رہن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا بر خلاف ابو یوسف رح اور ائمہ ثلثہ کے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ رہن کا لفظ اور اُسکا مادہ شرط نہین ولو کان ذلک الشیٔ الذی قال لہ المشتری امسکہ ھو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رھنا بثمنہ اگرچہ وہ چیز جسکو مشتری نے کہا کہ رکھ دی مبیع ہو جسکو اُسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہ کہا ہو اسواسطے کہ اسوقت مین یعنے قبضہ کرنیکے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے ہم یعنی جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اُسکی ملکیت اُسمین متعین ہوگئی یہان تک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا وقیل لا یکون رھنا لانہ محبوس بالثمن کما مر اور اگر مبیع کے قبضہ کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھ تا ادائے ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا ہم تو اگر مبیع قبل قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما ینفسد بمکثہ کلحم ھل لبائعہ فسخہ قالوا المشتری خاف البائع تلفہ جاز بیعہ دشواکذا ولو باعہ بازید نصدق بہ کان قید شبیہۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا اُس قسم کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو جیسا گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن مین دیر لگائی اور بائع ڈرا اُسکے تلف ہوجانے سے تو اُسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اُسکا خرید کرنا جائز ہے اور اگر اُسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کردے اسواسطے کہ ثمن شبہ ہے غیر کے مال ہونیکا یعنے مشتری کا ہم طحطاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو رھن رجل عینا عند رجلین بدین لکل منھما صح وکل رھن من کل منھما ولو غیر شریکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردون کے پاس رہن رکھی بدلے اس دین کے جو دونون کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز بالکل دونون شخصون کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونون شریک نہون ہم یہ نہین ہے کہ اُسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع عین کیطرف بصفقہ واحدہ اور اسمین شیوع نہین اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ متجزی نہین تو وہ محبوس ٹھہرا ہر شخص کا اور اسمین کچھ منافات نہین بر خلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصون کو تو امام کے نزدیک صحت نہین اسواسطے کہ ہبہ سے مقصود ایجاب ملک ہے

او عین واحد من شخص کی ملک کامل متصور نہیں ہو سکتی کذا فی الدرر فان قیاسا فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الاخر ہذا لو مسلما تجزأ ان مما یتجزأ فعلی کل حبس النصف فلو قدم لہ کلہ ضمن عند الاخر اذا صار مستلزما ایداعہ فلہا اصلا مسئلۃ الایداع یذکر بعد ہذا پھر اگر دونوں مرتہنوں نے مرہون مذکور مین باری باندھلی تو ہر مرتہن اپنی باری مین شخص عادل کے مانند ہو دوسرے مرتہن کے حق مین یہ اسصورت مین ہو جبکہ مرہون اُس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہین کرتا جیسے گھوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو جیسا نچہ نمک یا گیہون تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہو اگر ایک دوسرے کو بالکل مرہون دیگا تو امام کے نزدیک ایسا ضامن لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہو کذا فی الزیلعی ھم دافع پر ضمان غصب لازم آویگا زیلعی مین ہو کہ جب شی قابل قسمت دو شخصون کے پاس ودیعت رکھے سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دی تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا للصاحبین ولو ہلک ضمن کل حصتہ لغیر المستیفاء اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصۂ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہو گیا اسواسطے کہ استیفا منجزی ہو کذا فی الدرر فان قضی احد دینی احدہما فکلہ رہن للاخر خلافا لمن قال کل العین رہن فی بدل منہما بالدین پھر اگر راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ مین رہن ہو بلا تفرق یعنی بلا تجزی خلافا لمن قال کل العین رہن فی بدل منہما بالدین یعنی بلا تجزی وان رہنا رجلا رہنا واحدا بدینین علیہما صح بکل الدین وعسکہ الی استیفاء کل الدینین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصون نے ایک مرد کے پاس ایک چیز رہن رکھی عوض اُس دین کے جو دونون پر ہو تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور ہر مرتہن مرہون کو اپنے پاس روکیگا تمام دین کے حاصل ہونے تک اسواسطے کہ اسصورت مین شیوع نہین ہو ھم اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون مین بلا شیوع حاصل ہو کذا فی الدرر ولو رہن عبدین بالف لا یاخذ احدہما بقضاء حصتہ بخلاف الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن رکھے تو راہن ایک غلام کو اُسکا حصہ ادا کرنے سے نہ لیگا بسبب محبوس ہونے دونون غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالا جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادا کل ثمن فان سمی لکل واحد منہما شیئا من الدین لہ ان یقبض احدہما اذا ادی ما سمی لہ بخلاف البیع لتعدد العقد تفصیل التوضیح الرہن لا یالبیع ہکذا صح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر کر دیا یعنے مثلاً یون کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو درہم کے رہن رکھتا ہون اور وہ غلام بعوض چھ سو درہم کے رکھتا ہون تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جبکہ ادا کرے اُسقدر دین جو اُسکے واسطے معین کر دیا تھا بر خلاف بیع کے بسبب متعدد ہو جانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن مین بیع مین ہی قول صحیح ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام مین دوسرے عقد کے صحیح ہونے کیواسطے شرط نہین برخلاف بیع کے اسواسطیکہ بیع مین امام کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد عقد کا نہین ہوتا ولہذا اگر ایک مین بیع قبول کرے نہ دوسرے مین تو بیع باطل ہو جاویگی کل مین اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفرق صفقہ سے کیونکہ عادت جاری ہے کہ ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملا کر بیچتے ہین اور رہن مین ایسا نہین ہے اسواسطے کہ راہن کو تفرق سے ضرر نہین ہوتا اور یہی روایت اصح ہے اور اصل کی روایت مین اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کچھ فرق نہین کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا ہے یہ کہا کہ خارج بجائے تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع مین ہوتا ہے نہ رہن مین وبطل بنیۃ کل منہما ای من رجلین علی رجل انہ ای ان کل واحد رہنہ ہذا الشیء لعبدہ فلانا عند ہلاکہ او استحقاقہ کون رہنا ہذا کلہ رہنا لذلک فی آن واحد ولا یمکن تنصیفہ للزوم المشیوع فتہاترا حینئذ فہلک امانۃ اذ ایاطل کالحکم لہ اور دو مردون کے گواہ ایک مرد پر باطل ہین اس مقدمہ مین کہ اُس مرد نے اُسکے پاس یہ چیز مثلاً غلام کو رہن رکھا اور اُسنے اسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اُسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام کا اُسکے پاس رہن ہونا ایک آن مین محال ہے اور اُسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہین ہے بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونون گواہیان ساقط ہو گئین اور اسوقت مین اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لئے کچھ حکم نہین ہوتا ھم حق یون ہے کہ آتہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہے نہ کل واحد اور رہنہ کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہے اور غیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اسلئے کہ مرتہن دو مرد ہین اور راہن ایک مرد ہے کذا فی الطحطاوی اسذا

مترجم نے اسکے موافق ترجمہ کیا نہ شارح کے موافق لان الحق احق الاتباع ھذا اذا لم یؤیدہ خافان ارخا کان صاحب التاریخ احد ھما او ذکان الاخیر منھما بدا حدھما کان ھو البدا حق لقرینۃ سبعۃ یعنی بطلان شہادتین کا اسوقت ہی جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی ہو سو دونوں نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ والا لائق تر ہے اور اسی طرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو قابض زیادہ ترحق دار ہے اُسکی سبقت کے فرجیسے یعنے اُسکا قابض ہونا قبض پر دلیل ہے اُسکے سبقت کی دیوماتَ رَاھِنُہ ای راھن العبدِ مثلاً والحال انّ الرھنَ معھما ای فی ایدیھما او لا ولیس العبدُ معھما فانّ الحکمَ واحدٌ زیلعی فیرھنَ کلّ کذلک کما وصفناہ کان فی ید کلّ واحدٍ منھما نصفہ ای لعبدٍ رھنا بجقہ استحساناً لانفاذہ بالموت استیفاءً للشائع وقبلہ واگر مثلاً غلام کا راہن مر گیا اور رہا لانکہ مرہون اُنکے ساتھ ہے یعنی اُنکے قبضے میں ہے یا قبضے میں دونوں کے نہیں دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی پھر ہر مرتہن اسی طرح گواہ لایا چنانچہ ہمنے اُسکو بیان کیا جبکہ ہر مرتہن کے گواہ نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعی کے پاس سپرد رکھا اور اُسکا قبضہ اسپر رہا تو ہر مرتہن کے قبض میں نصف نصف غلام رہن رہیگا اُسکے حق یعنے اُسکے دین کے بدلے از روی استحسان کے اسلئے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا ہو گیا اور شارع استیفا کو قبول کرتا ہے قیاس یہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہوا سواسطے کہ رہن سے مقصود حبس ہے استیفا دین کیواسطے اور حبس یہاں نہیں ہو سکتا شیوع کے سبب سے وجہ استحسان یہ ہے کہ عقد تو بالذات مرتہن نہیں ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہے اور حکم رہن کا زندگی راہن میں حبس تھا اور شارع اُسکو قبول نہیں کرتا اور راہن کی موت کے بعد دین حاصل کرتا ہے مرہون کو بیچ کر اُسکے ثمن سے اور شارع اسکو قبول کرتا ہے کذا فی الفتح اخذ عامۃ المدیونین لتکون رھنا عندہ لم تکن رھنا واذا ھلکت ھلک ھلاکہ ۔ عون قال وھذا ظاھر واذا رضیَ المطلوبُ بترکہ رھنا عادیہ ومفادہ انہ ان رضیہ بترکہ کان رھنا والا لا علیہ یحمل اطلاق السرخسیۃ وغیرھما تمامہ افادہ المصنف دائن نے مدیون کی پگڑی لی تا اُسکے پاس رہن رہے تو وہ پگڑی رہن نہ ٹھہری اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنے ضمان رہن لازم ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عادیہ نے کہا اور یہ حکم یعنے اُسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہے جبکہ مدیون اُسکے رہن رہنے پر راضی ہو گیا ہو کذا فی العادیہ اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مالک اُسکے رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہیں غصب ہے اور رشتہ ثانی کے مستفاد پر سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہے چنانچہ مصنف نے اسکو شرح میں بیان کیا ہم ہم سراجیہ میں یوں ہے کہ جب مدیون کی پگڑی بدون اسکی رضامندی کے اپنے پاس رہن رکھنے کیواسطے لائے تو وہ رہن نہیں ہے بلکہ غصب ہے انتہی خلاصہ مطلب شارح کا یہ ہے کہ اگر بدون رضامندی مدیون پگڑی لی پھر وہ راضی ہو گیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکے عالمگیری میں جواہر الفتاوی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی حفہ المجتبیٰ اربابُ المال یَسْئَلُ مالَ المدیونِ رھنا بلا اذنہ وقیل اذا ابیٰ قبلہ اخذہ مکان حقہ قضاءً عن حینہ وافتاہ المصنف ومجتبیٰ ہیں ہے کہ مالک مال کو جائز ہے کہ مدیون کے مال کو بدون اسکی اجازت کے رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہے کہ جب مالک کو یاس ہو تو اُسکو اپنے دین کی جگہ یہ مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو درست ہے اور اسکو مصنف رحمہ نے ثابت رکھا ہے دفع توبین فقال اخذ ایھما شئت رھنا بکذا فاخذ ھما یکون احدُ منھما رھنا قبل ان یختار احدھما سراجیہ ھما مدیون نے دائن کو دو کپڑے دیے پھر کہا کہ ان دو میں سے ایک کپڑا جسکو تو چاہے رہن رکھ بعوض اسقدر دین کے سو دائن نے دونوں کپڑے لے تو ان میں سے ایک کپڑا بھی رہن نہوگا ایک کے اختیار کرنے سے پہلے کذا فی السراجیہ یعنے جب تک ایک کپڑے کو پسند نکریگا تو رہن ثابت نہ ہوگا

فروع مسائل محتہ شارح کے غصبُ الرھنِ کھلاکہ الا اذا غصب فی حال انتفاع مرتھن بلذن راھن رہن کا غصب کرنا اُسکے تلف ہو جانے مانند ہے مگر اس حالت میں جبکہ مرتہن مرہون کو اپنے استعمال میں لایا ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا ہم اگر مصحف رہن رکھا اور راہن نے مرتہن کو اسمیں پڑھنے کی اجازت دی تو اگر پڑھنے کی حالت میں تلف ہو گیا تو دین ساقط نہوگا یعنے اسلئے کہ ضمان مرتہن پر لازم نہوگا اسلئے کہ رہن کا حکم حبس ہے پھر جب اُسکو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہو گیا اور اگر تلف ہوا پڑھنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی العالمگیریۃ

عن الجیز امرہ بد فعہ لہ ثم ذہب فہلک لم یضمن راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اُسنے اُسکو دیا پھر وہ تلف ہوگیا تو مرتہن ضمان لازم نہوگا حمامی وضع المصحف الرہن فی صندوقہ ووضع علیہ قصعۃ ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فہلک ضمن ضمان الرہن کالزیادۃ ایک حمامی نے مرہون مصحف کو اپنے صندوق مین رکھا اور اسپر پانی پینے کا کٹورا رکھدیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بھیگکے تلف ہوگیا تو حمامی رہن کا تاوان دیگا نہ زیادہ کا یعنے دین اُسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اُسکا تاوان لازم نوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہی اور امانت پر تاوان نہین والمودع لا یضمن شیئا فیہ اور امانت دار پر کچھ تاوان نہین یعنے بدون تعدی کے کذا فی القنیہ لاجل فی الرہن یفسد کا مدت مقرر رہن کی مفسد ہی اسواسطے کہ رہن کا حکم حبس دائمی ہی تا حصول دین تو در صورت ہلاکی کے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند لازم ضمان مین برخلاف رہن باطل کے کذا فی الطحطاوی سلطہ ببیعہ ومات للمرتہن بیعہ بلا محضر الراہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کردیا اور راہن مرگیا تو مرتہن کو اُسکی بیع کا اختیار ہی بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے لہم تو وارث نقض بیع نہین کرسکتا اسلئے کہ حق مرتہن کا اُس سے متعلق ہوگیا ہی اور وہ باطل نہین ہوسکتا راہن کے مرجانے سے کذا فی الطحطاوی غاب الراہن علیۃ منقطعۃ فرفع المرتہن امرہ للقاضی لیبیعہ بدیہ بلغہ ان یجوز لو مات ولا یعلم لہ وارث تباع القاضی دارہ جاز کذا فی منقولات البحر راہن غائب ہوگیا بطور خصومت منقطعہ کے سو مرتہن نے اُسکی نالش کی قاضی سے نام مرہون کو بیچے اُسکے دین کے سبب سے تو لائق بقواعد فقہیہ ہی کہ جائز ہو اور اگر راہن مرگیا اور اُسکا کوئی وارث معلوم نہین سو قاضی نے اُسکا گھر بیچ ڈالا تو جائز ہی ایسا مذکور ہی نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات مین وفی الذخیرۃ لیس للمرتہن بیع ثمرۃ الرہن وان خاف تلفہا لان لہ ولایۃ الحبس لا البیع ویمکن رفعہ الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکن الرفع للقاضی وکان بحال یفسد قبل ان یرفع جاز لہ ان یبیعہ اور ذخیرہ مین ہی کہ مرتہن کو جائز نہین مرہون کا پھل بیچنا اگرچہ اُسکے تلف ہوجانے کا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہی نہ بیع کا اور ممکن ہی اسکا مرافعہ کرنا قاضی کی طرف سے تو اگر ایسے مکان مین ہو کہ اُسکو قاضی کیطرف سے مرافعہ کرنا ممکن نہو یا وہ پھل ایسا نازک ہو کہ سڑجاتا ہو مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتہن کو اُسکا بیچنا جائز ہی واللہ اعلم

باب الرہن یوضع علی ید عدل

یہ باب اُس رہن کے احکام مین جو رکھا جاے عدل یعنے معتمد کے ہاتھ مین ہم جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہوچکے تو اُنکے نائب کے احکام شروع ہوے یعنی عدل کے اور عدل سے یہان مراد وہ شخص ہی جسکے پاس مرہون رکھنے پر راہن اور مرتہن دونون راضی ہوگے اور اُسکی بیع پر راضی ہوے مدت کے آنے پر یہ وہ راہن کا وکیل ہی مرہون کی بیع مین لیکن وہ تو وکیل مفرد کے مخالف ہی چند مسائل مین چنانچہ بعض مسائل مذکور ہونگے سیتے بہ لعدل التعرض لعزلہ الراہن والمرتہن نائب کا نام عدل اسواسطے رکھا گیا کہ اُسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان مین ثابت ہی اذا وضعا الرہن علی ید عدل عدم قبض بیعہ جیسے کہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ مین رکھدیا تو رہن صحیح ہی اور رہن تام اور لازم ہوگا اُس شخص کے قبضہ کرنے سے ولا یاخذہ احدہما منہ اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونون کے حق مرہون سے متعلق ہین راہن کا حق حفظ اور امانت مین اور مرتہن کا حق ہی استیفاء دین مین تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا وضمن لو دفع الی احدہما التلف ضمنا اور معتمد تاوان دیگا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دیگا اسلئے کہ دونون کا حق اُس سے متعلق ہی یعنے اسواسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہی عین کے حق مین اور مرتہن کا امانت دار ہی مالیت کے حق مین اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہی اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہی اجنبی کے دین سے کذا فی الدرر ولو دفعہ فتلف ضمن لنعتدیہ واخذ امنہ قیمتہ وجعلہا عندہ او عند عدلہ ولیس للعدل حبسہا رہنا فی دین لہما

باب الرہن یوضع علی ید عدل

یصیر قاضیا فقضیٰ پھر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دے اپنی تعدی کے سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون کی قیمت لیں اور اُس قیمت کو رہن رکھویں اُس معتمد کے پاس یا اُسکے سوا اور شخص کے پاس اور معتمد کو اُس قیمت کا رہن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہیں تاکہ معتمد ادا کرنیوالا اور قیمت کا تقاضا کرنیوالا نہو جا کہ اسواسطے کہ قیمت مرہون کی معتمد پر واجب ہی تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنیوالا اور تقاضا کرنیوالا ٹھہر گیا اور حالانکہ دونوں میں مخالف ہی کذا فی المنح وھل للعدل الرجوع مبسوطا فی المطولات اور معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہی جواب اسکا مفصل مذکور ہی بڑی کتابوں میں ھم زیلعی میں ہی کہ جب مرہون کی قیمت رہن ہوئی معتمد اول کے پاس یا غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سوا اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہو اسوجہ سے کہ اُسنے مرہون راہن کو دیا تھا تو قیمت مرتہن کیواسطے سالم رہی اُسکو لے جسکے پاس ہو اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو اسوجہ سے کہ اُسنے مرہون مرتہن کو دیا تھا تو راہن قیمت کو لیگا جسکے پاس ہو پھر معتمد کو مرتہن سے قیمت بھر لینا جائز ہی یا نہیں جواب اسکا یہ ہی کہ اگر معتمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت کے دیا اور وہ تلف ہوگیا ہو اُسکے پاس تو مرتہن سے اُسکا رجوع درست نہیں اور اگر مرتہن نے اُسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتہن سے بھر لیگا اور اسی طرح رجوع درست ہی اگر معتمد نے مرہون دینے کے وقت مرتہن سے یوں کہا ہو کہ لے اسکو بدلے اپنے حق کے یا حبس کر اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحطاوی مختصرا واذا ھلک ھلک من ضمان المرتھن اور جب کہ مرہون تلف ہوگیا معتمد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنے مرتہن پر تاوان اُسکا لازم ہوگا فان دکل الراھن المرتھن او وکل العدل او غیرھما بیبیعہ عند حلول الاجل صح توکیلہ لو الوکیل اھلا لذلک ای للبیع عند التوکیل پھر اگر راہن مرتہن کو یا معتمد کو یا اُنکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہی بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وکیل کرنے کے وقت یعنی عاقل بالغ مسلمان آدمی کو اھلا لذلک عند التوکیل لا تصح الوکالۃ وحینئذ فلو دکل بیبیعہ صغیرا لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافا لھم اور اگر وکیل اُسکی لیاقت نہ رکھتا ہو توکیل کے وقت تو وکالت صحیح نہوگی اور اسوقت میں تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اُسنے اپنے بالغ ہونیکے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک بیع صحیح ہی فان شرطت الوکالۃ فی عقد الرھن لم ینعزل بعزلہ ولا بموت الراھن ولا المرتھن للزوم ما یلزم العقد فھی تخالف الوکالۃ المفردۃ من وجوہ اخذ ھا ھنا پھر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رہن میں تو وکیل معزول نہوگا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہوجانے وکالت کے عقد رہن کے اور یہ وکالت مخالف ہی وکالت مفروضہ سے بچند وجہ اُن میں سے ایک وجہ یہ ہی کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہیں ہوتا اور وکالت مفردہ میں معزول ہوجاتا ہی ھم شرط وکالت کی یہ صورت ہی کہ راہن کہے کہ میں نے اسکو رہن رکھا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اسکے بیع کرنے کا کذا فی الحموی والثانی ان الوکیل ھنا یجبر علی البیع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہی کہ وکیل پر یہاں یعنے بیع رہن کی وکالت میں جبر کیا جائے گا بیع پر امتناع کے نزدیک ھم وجہ جبر یہ ہی تا مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہ ہی کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اسپر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اُسکو بیع ڈالے کذا فی الدرر وکذا لو شرطت بعد الرھن فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاھر الروایۃ دان صحیحا قاضیخان وغیرہ علی ما نقلہ الھندوانی وغیرہ فتنبہ فھذا مخالف للمفروض اور اسی طرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہی اور وکالت مشروط ہوگئی ہو وے بعد رہن کے صحیح تر قول میں کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہی چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہی تو خبردار رہو برخلاف وکالت مفردہ کے ھم عالمگیری میں ہی کہ اگر معتمد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہی اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہی کہ اُسپر جبر کیا جائے گا چنانچہ وجیز میں ہی اور یہی قول صحیح ہی چنانچہ محیط سرخسی میں ہی والثالث انہ یملک بیع الولد ولا رشد اور میری وجہ ہی کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور ودیعت کے بیع کا مالک ہی ھم بیع ودیعت کی یہ صورت ہی کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اُسکی دیت میں

انجلس

اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس کا اختیار ہو والرابع اذا باع بخلاف جنس الدین کان لہ ان یبیع فما فی عینہ ای الدین بخلاف الرکالۃ المفردۃ اور چوتھی وجہ یہ ہو کہ جب وکیل نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اُسکو جنس دین کیطرف پھیرنا درست ہو برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ صرف کا مالک نہیں والخامس اذا کان عبدا دفعہ عبد خطأ فدی بالجنایۃ کان لہ بیعہ بخلاف المفردۃ متعلق بالجمیع اور پانچویں وجہ یہ ہو کہ جب مرہون غلام ہو اور اُسکو دو سر غلام ارا راہ خطأ قتل کر ڈالے سو غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اُسکی بیع کا اختیار ہو برخلاف وکالت مفردہ کے یہ مخالفت کا قول پانچوں صورتوں سے متعلق ہو واہ بیعہ فی غیبۃ و فتیۃ ای دونہ الراھن کما کان لہ حال حیاۃ المیت بغیر حضرتہ ای حضرۃ الراھن اور وکیل کو مرہون کا بیچنا راہن کے وارثوں کے پیچھے درست ہو جیسے اُسکو اُسکی بیع کا اختیار تھا راہن کی زندگی میں بغیر موجود ہونے راہن کے وبطل الوکالۃ بموت الوکیل مطلقا اور وکالت باطل ہو جاتی ہو وکیل کی موت سے ہر طرح خواہ وکیل مرہن ہو یا مستعمد یا غیر اُنکا اسواسطے کہ وکالت میں میراث جاری نہیں اور موکل وکیل کی رائے پر راضی ہوا تھا نہ اُسکی غیر کی رائے پر عن الثانی ان وصیتہ بخلافہ لکن خلاف جواب الاصل اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہو کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہو اسپر رد کردہ ہیں لیکن یہ بوجہ اہل یعنے امام محمدؒ کے مبسوط کے جواب کے مخالف ہو کذا فی الطحطاوی ولو اوصی الی اخر بیعہ لم یصح لو اذا کان مشروطا ذلک فی الوکالۃ اور وکیل مذکور نے اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہیں مگر جبکہ یہ وکیل کا وصیت کرنا وکالت میں مشروط ہوگیا ہو تو درست ہو ہم صورت اسکی یہ ہو کہ راہن نے اصل وکالت میں یوں کہا ہو کہ میں نے تجھکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور جو تو اُسمیں کرے میں نے تجھکو اُسکی اجازت دی کذا فی الطحطاوی وکما ھو ملک الراھن وکالھو تعین بیعہ فیہ رضی الاخر اور مالک نہیں راہن اور مرتہن مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضاے مرتہن یا مرتہن بدون رضاے راہن بیع نہیں کر سکتا اسواسطے کہ مرہون سے دونوں کا حق متعلق ہو تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اُسکے اذن کے باطل نہیں کر سکتا فان حل الاجل وغاب الراھن جبر الوکیل علی بیعہ کما ھو الحکم فی الوکیل بالخصومۃ اذا غاب موکلہ او ابی ھا نا مہ یجبر علیھا بان یحبسہ لیبیع فان لم یبع بعد ذلک باع القاضی دفعا للضرر پھر اگر دین کی مدت آپہنچی اور راہن غائب ہو تو وکیل پر جبر کیا جاویگا اُسکی بیع کا جیسا یہی حکم خصومت کے وکیل میں جبکہ اُسکا موکل غائب ہو دے یا وکیل خصومت سے انکار کرتا ہو تو اُسپر خصومت یا بیع مرہون کیواسطے جبر کیا جاویگا اسطرح کہ قاضی اُسکو قید رکھے چند روز پھر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اُسکو بیع ڈالے دفع ضرر کیواسطے ھم طحطاوی نے کہا کہ کیفیت اجبار کی در المختار کے اکثر نسخوں میں مذکور نہیں دان باعہ العدل فالثمن رھن کما لمو ثمن ھلک کھلکہ اور اگر مستعمد نے مرہون بیچدیا الا تو اُسکا ثمن راہن رہیگا بیع کے مانند و ثمن تلف ہوگا بیع کے تلف ہونیکے مانند یعنی مرتہن کا مال تلف ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کیواسطے کہ ثمن قائم مقام ہی بیع مرہون کے فان ادی ثمنہ بعد بیعہ الموثمن فاستحق الرھن ومن فان کان البیع ھا لکا فی ید المشتری فمن المستحق الرھن شاء ضمن الراھن شاء ضمن المشتری اور اگر مستعمد نے مرہون بیچا اور اُسکا ثمن بیع کے بعد مرتہن کو دیا پھر مرہون غیر راہن کی ملک ٹھہرا اور اُسکا تاوان دیا گیا سو اگر بیع تلف ہوگیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہو چاہے راہن سے تاوان لے اسواسطے کہ وہ غاصب ہو جسنے بیرا مال رہن رکھا بلا اذن مالک کے وحینئذ صح البیع والقبض لتملکہ بضمانہ اور اسوقت میں بیع مستعمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بسبب ضمان کے صحیح ٹھہریگا او ضمن الموثمن ثمنہ الی لادآء الیہ یا مستعمد چاہے مرتہن سے تاوان لے اُس ثمن کا جو مستعمد نے اُسکو ادا کیا یعنی اسواسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہوگیا کہ مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وھو ای الثمن لہ ای للعدل لانہ بدل ملکہ اور وہ یعنے ثمن مذکور مستعمد کا مملوک ہو اسواسطے کہ اُسکی ملک کا بدل ہم جب مستعمد نے مرہون بیع کا تاوان دیا تو مرہون اُسکی ملک ہوگیا اور ثمن اُسکا بدل ہو ثمن مستعمد کا مملوک ہوگیا کذا فی الدرر ویرجع الموثمن علی راھنہ بدینہ ضرورۃ بطلان قبضہ اور مرتہن راہن سے اپنا دین پھر لے بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنے جب مستعمد نے مرتہن سے ثمن کا

تاوان لیا تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہوگیا تو بالضرور مرتہن راہن سے اپنا دین بھر لیگا وان کان الرھن قائما فی ید مشتریہ اخذہ المستحق ومشتریہ ہو اگر مرہون مبیع موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اُسکے مشتری سے لیگا اسواسطیکہ اُسنے اپنا بعینہ مال پایا ورجع ھو اای المشتری علی العدل بثمنہ لانہ العاقد اور مشتری معتمد سے اُسکا ثمن بھر لے اسواسطے کہ عاقد بیع کا تو وہی ہے تو عقد کے حقوق اُسی سے متعلق ہونگے ثم یرجع ھو ای العدل علی الراھن ای بثمنہ پھر معتمد راہن سے اُسکا ثمن بھر لے یعنی اسواسطیکہ راہن نے معتمد کو عہدہ تاوان میں ڈالا اُسکو وکیل کرکے تو راہن پر اُسکی تخلیص واجب ہوگئی کذا فی الدرر واذا رجع علیہ صح القبض وسلم الرھن للمرتھن اور جب معتمد نے راہن سے تاوان ثمن کا بھر لیا تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوگیا اور ثمن اُسکو مسلم ہوا اور رجع العدل علی المرتھن بثمنہ یا چاہے معتمد مرتہن سے اُسکا ثمن پھر لے یعنے اسواسطے کہ جب بیع ٹوٹ گئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور حالانکہ اُسنے اُسکو ثمن جانکر قبضہ کیا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اُسکا قبض قبض بالضرور واجب ہوگیا کذا فی الدرر ثم رجع ھوای المرتھن علی الراھن بدینہ پھر مرتہن ثمن بھیجکر راہن سے اپنا دین بھر لے اسواسطے کہ جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اُسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا فی الدرر والوقایۃ ودین شرطت الوکالۃ بعد الرھن رجع العدل علی الراھن فقط سواء قبض ثمنہ ذکرہ فی الدرر والوقایۃ یعنی یہاں اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور اگر وکالت یہ عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتمد فقط راہن پر رجوع کریگا نہ مرتہن پر خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ہم اسواسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اُس سے متعلق نہوا تو اُسپر رجوع بھی نہوگا اور عدم قبض ثمن کیصورت یہ ہے کہ معتمد نے مرہون ہیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہوگیا معتمد کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو جو تاوان معتمد کو لاحق ہوگا اُسکو راہن سے بھر لیگا کذا فی الدرر فان ھلک الرھن عند المرتھن فاستحق الرھن وضمن الراھن قیمتہ ھلک الرھن بدینہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس سو مرہون غیر راہن کا ملک نکلا اور مالک کے راہن سے اُسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے دین کے بدلے یعنی راہن ادا ضمان سے اُسکا مالک ہوگیا اور ایفاء دین صحیح ہوگیا کذا فی الدرر ودین ضمن الرھن بقیمتہ یرجع علی الراھن بقیمتہ التی ضمنھا الغرماء وبدینہ لا یستقبض قبضہ اور اگر مالک نے مرتہن سے اُسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھر لے یعنی وہ قیمت جو مرتہن نے تاوان دیکر بھر لی اپنے ضرر کے سبب سے اور دین بھر لے انقاض قبض کے سبب سے ہم رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے بسبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہوگیا تو اُسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا فی الدرر صدر الشریعۃ

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کافی الولوالجیۃ ذھبت عین دایۃ الرھن بسقوط ربع الدین وسیجئ ولو الجیہ من ہے کہ جانور مرہون کی آنکھ جاتی رہی مرتہن کے پاس تو جو تہائی دین ساقط ہوگیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آویگا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرھن

والجنایۃ علیہ وجنایتہ ای الرھن علی غیرہ یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنیکا اور مرہون پر جنایت کرنیکا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف بیع الراھن وھنہ علی احازۃ المرتھن اداء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اُسکے مرتہن کی اجازت پر یا اُسکا دین ادا کرنے پر موقوف ہے ہم یعنی جب راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو یہ سبب متعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہے تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اُسکا دین ادا کردیا تو بیع نافذ ہوجاویگی فان وجد احدھما نفذ وصار ثمنہ وھنا فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادائے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور کامل ہوگئی اور اُسکا ثمن رہن ہوگیا اجازت کی صورت میں یعنے در صورت ادائے دین رہن کی حاجت نرہی وان لم یجز المرتھن البیع وفسخ بعملا ینفسہ یفسخہ فی الاصح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن کی بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ ہوگی اُسکے کرنے سے صحیح ترقول میں واذا بقی موقوفا فالمشتری بالخیار ان شاء صبر الی فکاک الرھن او رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وھذا اذا اشتراہ وھو لم یعلم انہ رھن بن کمال اور جبکہ بیع

راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہی جاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی کیطرف تاوہ بیع کو فسخ کردے اور یہ اختیار مشتری کا اُسوقت ہی جبکہ اُسنے خریدیا اور اُسکو اُسکا رہن ہونا معلوم نہ تھا کذا ذکرہ ابن کمال ولو باعہ الراھن من رجل ثم باعہ الرھن ایضاً من رجل اٰخر قبل ان یجز البیع الموقوف فالثانی موقوف ایضاً علی اجازتہ اذا الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون راہن نے ایک مرد کے ہاتھ بیچا پھر اُسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہی اول بیع کے مانند اسلئے کہ بیع موقوف ہی دوسری بیع کے توقف کی مانع نہیں ہوتی یا لھا اجاز لزم ذلک وبطل الاٰخر بھر دونمیں سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم ہوجاویگی اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باعہ الراھن ثم اجرہ او رھنہ او وھبہ من غیرہ فلا جاز الموقوف لا اجازۃ او الرھن والھبۃ جاز بالبیع لا اول لحصول النفع بتحول حقہ الثمن علی ما تقرر فی محلہ وحرر دون غیرہ من ھبۃ لعفو المذکورۃ اذ لا منفعۃ للمرتھن فیھا فکانت اجارتہ اسقاطا لحقہ قولہ الی اٰخرہ فبیعہ اولی اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اُسکو اجارہ میں دیا یا کمین رہن رکھایا ہبہ کردیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو بیع اول جائز ہوگی نہ اجارہ وغیرہ بہ سبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع میں بہ سبب پھر جانے حق مرتہن کے ثمن کیطرف بنا بر اسوجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام میں مرقوم ہی کہ بیع اول جائز ہوتا ہے اُسکے سوا بہ عقود مذکورہ اسواسطے کہ مرتہن کیواسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اُسکی اجازت اسقاط ہی مرتہن کے حق کا پھر جب مانع نفاذ دور ہوگیا تو بیع نافذ ہوگئی ھم مسئلہ اوپر کے میں بیع ثانی اجازت کے سبب سے جائز ہوئی اور اس مسئلہ میں بعد بیع کے اجارہ وغیرہ تصرف جائز نہوا سواسطے بیع اول کے باوجود اجازت کے تو دونوں میں فرق یہ ہی کہ مرتہن کو بیع میں تو فائدہ ہی اسواسطے کہ اُسکا حق بدل بیع یعنے ثمن سے متعلق ہوگیا برخلاف عقود مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور اجارہ میں منفعت بدل ہی نہ عین اور حق مرتہن کا عین کی مالیت میں ہی نہ منفعت میں تو اُسکی اجازت میں حق مرتہن کا اسقاط ہی سو جبکہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہوگیا تو بیع نافذ ہوگئی کذا فی الدرر وفی الاشباہ باع الراھن الرھن من ید المرتھن فسخ الاول اور اشباہ میں ہی کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اُسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہوگئی ھم یہ گویا استدراک ہی مصنف کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی موقوف ہوتی ہی بیع اول کے مانند یعنی محل توقف ثانی اول کے مانندوہ ہی جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہو اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہوگی بلکہ نافذ ہوجاویگی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی وصح اعتاقہ وتدبیرہ واستیلادہ ای نفذ اعتاق الراھن رھنہ اور صحیح ہی یعنے نافذ ہی راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد دینے بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کردے یا اسکو مدبر کرے تو یہ تصرف نافذ ہوگا فان کان غنیا دفع الدین من مالہ وان کان معسرا سعی العبد فی الاقل من قیمتہ ومن الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے مین غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے مین یعنی اگر اُسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے درجح علی سیدہ ان کان غنیا اور جسقدر غلام ادا کرے اُتنا اپنے مالک سے بھرلے جبکہ اُسکو مقدور ہو فی الحال بیرو الا سعی فی کل الدین بلا رجوع لان کسب المدبر ولام الولد علک المولی اور تدبیر اور استیلاد مین سعی کرے ہر واحد مدبر اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے مین بلا رجوع علی المولی اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولی کی مملوک ہی برخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلف الراھن الرھن فحکمہ حکم ما اذا اعتقہ غنیا کما مر اور جبکہ آزاد کرے مرہون کو

تلف کردیا تو اسکا حکم مانند ہی اُس حکم کے جبکہ بالدار مالک غلام مرہون کو آزاد کردے چنانچہ مذکور ہوچکا ھ یعنے اتلاف راہن اعتاق کے مانند ہی تو اگر دین حال ہو تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین موجل ہو تو اُسکی قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا فی الدُرر والوھبانی اِنْ اتلفہ اجنبی ای غیر الراھن فالمرتھن یضمنہ الخ متلف قیمتہ یوم ھلاک قلوت القیمۃ رھنا عندہ کما مرّ اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنے غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن تلف کرنے والے سے اُسکی قیمت کا تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونیکے دن اُسکی تھی سو قیمت اُسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس چنانچہ گذر گیا واما ضمانہ علی المرتھن فبقدر قیمتہ یوم القبض لانہ مضمون بالقبض السابق یعنے اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اُسکے تاوان میں یوم القبض کی قیمت معتبر ہوگی اسلئے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر فرض سابق سے لازم آتا ہی کذا فی الزیلعی وباعارتہ ای المرتھن الوھن وما ھنہ یخرج من ضمانہ تسمیتھا عاریۃ مجازاً اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو لتا ہی مرتہن کو اُسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہوگیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہی ھ یعنی لفظ اعارہ یہاں مجازاً استعارہ ہی اسواسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک منافع ہی اور تملیک نہیں ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اُسی سے کیونکر ممکن ہوگی فلو ھلک الوھن فی ید المرتھن ھلک مجّانا یعنی لو کان اعطاہ بہ کفیلاً لم یلزم الکفیل شیٔ لخروجہ من الوھن لو کان الراھن اخذہ بغیر رضی المرتھن جاز ضمان الکفیل تاتارخانیہ سو اگر مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا تو سقط تلف ہوگا یعنے دین مرتہن کا قائم رہیگا کچھ ساقط نہوگا کیونکہ قبض موجب ضمان مرتفع ہوگیا یہاں تک کہ اگر راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب سے ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہوگا بسبب خارج ہوجانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہی ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتہن کو دلاوے کذا فی الخطوطاوی فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اُسکا ضمان بھی مرتہن پر پھر ثابت ہوگا وللمرتھن استردادہ عندہ الی ید اور مرتہن کو جائز ہی پھیر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضہ کی طرف سے فلو مات الراھن قبل ذلک ای قبل الاسترداد فالمرتھن احق بہ من سائر الغرماء لبقاء حقہ الخ پھر اگر راہن مرگیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن زیادہ تر حق دار ہی مرہون کا راہن کے باقی مرتہنوں سے بسبب باقی رہنے حکم رہن کے ھم اسواسطے باقی ہی کہ عاریت عقد لازم نہیں دلو اعارہ او ودعہ احدھما اجنبیا باذن الآخر سقط حصتہ فقط اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون عاریت دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اُسکا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ ضمان تھا قبض کے سبب سے سو باقی نہ رہا ولکل منھما ان یعیدہ رھنا کما کان اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہی کہ پھر رہن کو قائم کردے جیسا کہ سابق رہن تھا اسواسطیکہ بقاء عقد کے سبب دونوں کا حق اُسمیں ثابت ہی بخلاف الاجارۃ والبیع والھبۃ والرھن من المرتھن او من اجنبی اذا باشرھا احدھما باذن الآخر حیث یخرج عن الرھن ثم لا یعود الا بعقد مبتدأ لانھا عقود لازمۃ بخلاف اجارہ وبیع وہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ صادر ہوں راہن سے مرتہن کیواسطے یا اجنبی کیواسطے بشرطیکہ راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکلجاتا ہی رہن سے بسبب عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کیطرف مگر بعقد جدید اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں ھ یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل ہوگیا اسواسطے کہ اجارۂ عقد لازم ہی منعقد نہیں ہوتا مگر بعقد انتقاض رہن کے اور اسی طرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہن نے اُسکو جائز رکھا تو رہن باطل ہوجاویگا اور یہی حکم ہی بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن میں نظر ہی زیلعی نے کہا اسکو ذکر نہیں کیا بخلاف العاریۃ وبخلاف بیع المرتھن من الراھن لعدم لزومہ ھا برخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے اُسکے عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتہن سے حق لازم متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہوجاوے بقی لو مات الراھن

قبل قبضہ ثانیاً فالمقرر اسوۃ للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مرگیا دوسری بار رہن رکھنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہوگا باقی قرضخواہوں کے یعنی مرہون اجارہ دیا راہن نے مرتہن کو بااجنبی کو اور نقض اجارہ کرکے دوسری بار اسکو مرتہن کے پاس رہن نہیں رکھا اور راہن مگیا تو مرتہن احق بالمرہون نہیں بلکہ اور قرضخواہوں کے برابر ہوگا اسواسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باطل نہیں ہوگیا ولو اذن الراھن للمرتھن فی استعمالہ او اعارتہ للعمل فعلت الرھن قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منہ ھلک بالدین لبقاء عقد الرھن اور اگر راہن اذن دے مرتہن کو مرہون کے استعمال کا یا اسکے عاریت دینے کا کسی کام کے واسطے پھر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے پہلے یا بعد فارغ ہونے کے عمل سے تو تلف ہوگا دین کے عوض یعنی مرتہن کا ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے پھر مراد یہ ہے کہ راہن مرتہن کو استعمال کا اذن دے بدون طلب کرنے مرتہن کے یا کام کے واسطے مرتہن راہن سے عاریت مانگے اور وہ اسکو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان نہیں لازم ہوگا کذا فی الدرر ولو ھلک فی حالۃ العمل او الاستعمال ھلک وانتہ لبقوت یکن العاریۃ جنسہ اور اگر مرہون تلف ہوا عمل و استعمال کی حالت میں تو امانت ہوگا تلف ہوا یعنی اپنے ضمان لازم نہ ہوگا بسبب ثابت ہونے قبض عاریت کے اسوقت میں یعنی از قبیل عاریت مخالف ہے قبض رہن کے تو ضمان ثابت نہ ہوگا ولو اختلفا فی وقتہ ای وقت ھلاکہ فقال المرتھن ھلک فی وقت العمل وقال الراھن فی غیرہ فالقول للمرتھن لانہ منکر ولبینۃ للراھن لانھا اتفقا علی زوال یدہ الراھن فلا یصدق الراھن فی عودہ الا بحجۃ بازالتہ اور اگر راہن اور مرتہن نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کے وقت میں سو مرتہن نے کہا کہ تلف ہوا عمل کے وقت میں اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور بینہ راہن کی مقبول ہوگی اسواسطے کہ راہن اور مرتہن قبض رہن کے زوال پر متفق ہیں تو راہن کی تصدیق قبض رہن کے عود کرنے میں نہ ہوگی بدون گواہی کے کذا فی العزیزیہ ودفعھا اذن للمرتھن فی لبس ثوب الرھن یوما فاجاء بہ المرتھن متخرقا فاقر بہ وقال تخرق فی لبس ذلک الیوم وقال الراھن بل البستہ فیہ فلا تخرق فیہ فالقول للراھن لان اقرار الراھن بالبس فیہ لکن قال تخرق قبل لبسہ او بعدہ فالقول للمرتھن فی قدر ما عادۃ من الضمان اور بزازیہ میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا ایک دن سو مرتہن وہ کپڑا لایا پھٹا اور بولا کہ وہ پھٹ گیا تھا اسی دن کے پہننے میں اور راہن نے کہا کہ تو نے اس دن نہیں پہنا اور نہ اس دن میں پھٹا تو راہن کا قول معتبر ہوا اور اگر راہن نے اس دن کے پہننے کا اقرار کیا لیکن یہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول مقبول ہے عود ضمان کی مقدار میں ہم جب راہن نے پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو دعویت تلف ہونے ثوب متخرق کی قیمت لزوم ضمان میں معتبر ہوگی کذا فی الخطاوی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے رہن الاب من مال طفلہ شیئا بدین علی نفسہ جاز ولو الرھن قیمتہ اکثر من الدین فھلک وضمن الاب قدر الدین دون الزیادۃ بخلاف الوصی فانہ یضمن قیمتہ الفرق ان للاب ان یتفع بمال الصغیر عند الحاجۃ دون الوصی آپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز رہن دے اس دین کے جو اپ کی ذات پر ہے رہن رکھی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ تر ہے دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ تاوان دیگا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دیگا برخلاف وصی کے کہ وہ اسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے حاجت کے وقت اور وصی ایسا نہیں کر سکتا نفع صغیر کے مال سے وہ ہے ولو ادرک الابن دمات الاب لیس للابن احذہ قیل قضاء الدین ورجع الابن فعل الاب ان کان ھلک لنفسہ لانہ مضطر بمعنی الرھن اور اگر صغیر بالغ ہوگیا اور باپ مرگیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدون ادا کرنے دین کے جائز نہیں اور فرزند باپ کے مال سے اتنا بھرے اگر اسکے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کے واسطے رہن رکھا ہو رجوع اسواسطے ہے کہ فرزند مضطر ہے مرہون کی عاریت دینے والے کے مانند ہم یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے میں مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹھہریگا کہ رجوع نہ ہو سکے جیسے معیر رہن کہ راہن سے رجوع کرنا دوست ہے بلکہ وہ اپنے مال کی تخلیص کے واسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الخطاوی ولو رھن شیئا ثم اقر بالرھن لغیرہ لا یصدق فی حق المرتھن ویؤمر بقضاء الدین ویدفع الی المقر لہ اور اگر راہن نے

کوئی چیز رہن رکھی پھر قرار کیا کہ یہ چیز تو غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے حق میں اسکی تصدیق نہ ہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جاویگا اور اس چیز کے پھیر دینے کا مقرلہ کی طرف امر ہوگا ولو رھن دا غیر فاجاز صاحبہ جاز اگر ایک نے دوسرے کا گھر رہن رکھ لیا پھر اسکے مالک نے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہ دونوں وبینۃ الرھن علی قیمۃ الرھن اور رہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر قدم ہیں مرتہن کے گواہوں سے یعنی مرہون کے تلف ہونے کے بعد اختلاف پڑا اسکی قیمت میں راہن کہتا ہے کہ اسکی قیمت سو درم تھی مثلاً اور مرتہن کہتا ہے کہ ۵۰ درم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گذرانے تو راہن کے گواہ مقدم ٹھہرینگے اسواسطے کہ وہ زیادتی نمان کی نفی کرتے ہیں وانما یقبل الرھن کونہ رھنا علی عبد او ارض او عبد فلا یصیر رھنا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑھوتیاں چنانچہ مرہون کا بچہ اور پھل رہن میں داخل ہی نہ کرایہ گھر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن میں داخل نہو کما فی عالمگیری میں محیط سے منقول ہی کہ زوائد رہن کی دو قسم ہیں ایک قسم تو رہن میں داخل نہیں یعنی جو زیادت کہ متولد نہو اور نہ بدلا ہو کسی چیز کا جو رہن سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ وغیرہ اسکے اور ایک قسم رہن میں داخل ہی یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پھل اولاد اور زمین یا بدلا ہو کسی چیز کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن میں داخل ہونیکے یہ معنی ہیں کہ اصل کے ساتھ زوائد بھی رہینگے مرتہن کے پاس لیکن اگر تلف ہو جائے تو اوان نہیں تو اگر تلف ہو جانے سے کاروبار سے پہلے کچھ دین ساقط نہو گا کذا فی الطحطاوی مختصر الرھن الفاسد کالصحیح وضمانہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہی اسکی ضمان میں ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے اپنا گھر نصف شائع رہن رکھا یا نصف غلام رہن رکھا ہزار درم قرض لیکر اور دونوں کو خریچ کر ڈالا پھر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتہن کو حبس مرہون تا استیفاء دین درست ہی اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کے مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح الملخصا وصح استعارۃ شیء لیرھنہ فیرھن بما شاء واطلق فلم یقید شیئاً اور صحیح ہی عاریت لینا کسی چیز کا مستعیر کو رہن رکھنے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جسقدر کو چاہے اور جسطرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وان قیدہ بقدر او جنس او وصف لزم وان اطلق تقییدہ وحینئذ فان خالف ما قیدہ بہ المعیر ضمن المعیر للمستعیر او المرتھن لتعدی کل منھما اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی یعنی یوں کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکھنا یا فلانے جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر میں رہن رکھنا تو رہن اسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور اسوقت میں تو اگر مستعیر معیر کی قید لگانے سے مخالفت کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اسکے مرتہن سے دونوں کی تعدی اور زیادتی کے سبب سے ہم مستعیر کی تعدی تو صریح ہی مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہ ہوگی کہ اسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اسکے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرتہن غاصب سے غاصب الا اذا خالف الی خیر یعنی لم یضمن لانہ ملتزم بقولہ وھو انہ یاتی بالخیر ولم یاتہ بالشر مگر جب کہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر میں یعنی ہلکا کرنے معیر کے واسطے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا مستعیر نے اسکو اس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر تاوان لازم نہو گا کیونکہ اسنے بہتری میں مخالفت کی یعنی اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہی نقصان جو تاوان لازم آوے فان ضمن المعیر المستعیر عقد الرھن لتملکہ الضمان پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد کامل ہوگیا بسبب مالک ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دیکر وان ضمن المرتھن یرجع بما ضمن دین الدین علی الراھن کما فی الاستحقاق اور اگر معیر نے تاوان لیا مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھرے جسقدر کا اسنے تاوان دیا چنانچہ استحقاق میں یعنی جب مستحق کو مرتہن نے مرہون کے تلف ہونے کے بعد تاوان دیا تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھر لیگا چنانچہ مذکور ہو چکا فان ھلک عند المرتھن صار المرتھن مستوفیا لدینہ پھر اگر مستعیر معیر کے موافق چلا یعنی مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانے والا ٹھہر گیا بشرطیکہ قیمت اسکی دین کے برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحطاوی وجب مثلہ ای مثل الدین للمعیر علی المستعیر وھو الراھن لقضاء دینہ اور دین کے برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے مرہون کے سبب سے ان کان کلہ مضمونا الا

یکن کلہ مضمونا فعلیہ قدر المضمون فی الباقی امانۃ وجب بقدر دین اس صورت میں ہوگا کہ اگر تمام دین مضمون ہوا اور اگر تمام دین کا ضمان نہ ہوا ہو تو اس مستعیر رقبہ مضمون کے ضمان دیگا اور باقی امانت ہوگا ولذا لو تعیب بفعلہ یجب مثلہ للمعیر اور بسبب اگر مستعار رہن کر دیا گیا تیمیدار ہوگیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا رہیگا اور اسی کے مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہوگا کہ ادا کرے دین معیر الرہن المعیر المرتہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراہن لانہ غیر متبرع لتعلق حاجتہ بالفکاک بخلاف الاجنبی اذا ادی ان سأذوی العین الفتح وان الدین علی الراہن فالترجع وان اقل فلا جبر دین لکن استشکلہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف ۱۰۰۰ علیہ فی منحتہ مع کمال متابعتہ للدرر فتنبہ اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اسکے قبول کرنے پر جبر کیا جاویگا پھر معیر نے ادا کیا وہ رہن سے بھر لیگا اسواسطے کہ معیر متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب برخلاف اجنبی کے کہ وہ ادائے دین میں متبرع ہے رجوع معیر اس شرط پر ہے کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہی ہے یعنی تو مستعد کا رجوع نہ ہوگا اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو مرتہن پر جبر نہیں تسلیم مرہون کا کذا فی المدرر لیکن ادائے زائد کے تبرع ہونے میں زیلعی وغیرہ نے اشکال کیا ہے اور مصنف نے اس اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں تو اسواسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہیں کی یعنی اپنے متن میں اسکو ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعت درر کے سوا گو تامل کریں یا وجود یکہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب اپنے متن کے اندر داخل نہیں کیا ہے تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ اشکال ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہیں ہوتی بعض دین ادا کرنے سے تو معیر مضطر ٹھہرا اور یہ اسواسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہ ہے کہ اس سے منتفع ہو اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا بدون ادا کرنے تمام دین کے اسواسطے کہ قسمت انتہاج ہے جس مرہون کا ادا کل دین کذا فی الحلبی الطحاوی نے حموی اور شرح قدوری سے جواب اشکال کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف پر محل تصریح واجب تھی من شاء فلیرجع الیہ ولو ہلک الرہن المستعار مع الراہن قبل رہنہ او بعدہ فلہ ثم ان استحقہ ما اورکیہ ونحو ذلک من قبل کہ تاجر دین خالفت ثم عاد الی الوفاق لا یضمن خلافا للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہوگیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو راہن پر اسکا مال نہیں اگر یہ قبل اسکے مستعار سے آپنے خدمت لی ہو یا اسپر سواری کی ہو اور یا نذ اسکے اور استعمال کیا ہو اسلیے کہ راہن مین ہر چند مالک کی مخالفت کے بعد اسکی پھر موافقت بعد المخالفۃ سے اسپر ضمان لازم نہ ہو بخلاف امام شافعی رح کے لکن فی الشرنبلالیہ عن العمادیۃ المستأجر المستعیر اذا خالف ثم عاد الی الوفاق لا یبرأ عن الضمان علی ما علیہ الفتوی انتہی لیکن شرنبلالیہ مین عمادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر مستعیر جبکہ دونون مالک کی مخالفت کریں بعد اسکے پھر موافقت کریں تو ہر واحد ان سے بری الذمہ نہ ہوگا بموجب اس قول کے جسپر فتوی ہے انتہی مافی الشرنبلالیہ یعنی لو اختلفا فالقول للراہن لانہ منکر لایقاع بما لہ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت میں تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے ایقاع زوال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہے ہم صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہوگیا تم نے اسکو پھر کر دیا ہے میرے پاس قبل رہن یا بعد فک رہن تلف ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہ ہوا کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا دعوی ہے کہ ضمان واجب نہیں ہوا لہذا اختلفا وقدر دین بالرہن فالقول للمعیر عندہما اور اگر دونون نے اختلاف کیا اس مقدار میں جسقدر پر رہن رکھنے کا معیر نے اقرار کیا تھا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایہ ہم یعنی مقدار دین میں اختلاف ہوا معیر کہتا ہے کہ اتنا دین کا مدعی ہوا تا مستعیر پر تلف ضمان لازم آوے اور مستعیر اس دین کا انکار کرتا ہے اختلفا فی القدر بعد الہلاک فالقول للمرتہن عند الامام وقیمۃ الرہن شرح تحفہ اور اگر راہن اور مرتہن نے مقدار دین اور قیمت مرہون میں بعد تلف کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہوگا کذا فی شرح الکنانہ ولو مات مستعیر مفلسا وعلیہ دیون فالرہن باق علی حالہ فاذا بیع الا یرضی المعیر کانہ ملکہ اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مر گیا تو مقدار رہن کا باقی ہوگا اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو

مرہون بیچا جاوے گا مگر مرتہن کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون معیر کا مملوک ہوا ولو اراد المعیر بیعہ والمرتہن البیع بیع بغیر رضاہ ان کان بدعای بالدین وقاع والا لا یباع الا برضاہ اور اگر معیر بیع مرہون کا ارادہ کرے اور مرتہن نمانے تو وہ بیچا جاویگا بدون اسکی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرتہن کی ادا ہو جاوے اور گر دین ادا نہو تو اسکی بیع نہوگی بلا رضامندی مرتہن کے ولو مات المعیر مفلسا وعلیہ دین الراہن یقضی دین نفسہ ویرد الرہن لیصل کل ذی حق حقہ اور اگر معیر مر جاوے مفلس ہو کر اور اسپر دین ہو تو راہن پر امر کیا جاوے اپنے ذاتی دین کے ادا کرنے کا اور مرہون مستعار پھیر دیا جاوے تاکہ ہر حقدار اپنے حق کو پہنچے وان عجز فقرہ فالرہن علی حالہ کما لو کان المعیر حیا ولو کان المعیر حیا واگر راہن مستعیر عاجز ہو اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب سے تو رہن باقی رہیگا اپنی حالت پر چنانچہ اگر معیر زندہ ہوا اور مستعیر عاجز ہو تو رہن قائم رہیگا وبورثتہ ای ورثۃ المعیر احذہ ای الرہن بعد قضاء دینہ کمورث اور معیر کے وارثان کو مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرتہن کے مورث کے مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہن کا دین ادا کریں تو مرہون پر قبضہ کریں فان طلب عرفاء المعیر من ورثتہ بیعہ فان باعوہ وفاء بیع والا فلا یباع الا برضی المرتہن کالمرتہن اور اگر وارثوں سے مرہون مستعار کی بیع طلب کریں تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہو جاوے تو وہ بیچا جاوے اور اگر دین ادا نہو تو نہ بیچا جاوے مگر مرتہن کی رضامندی سے چنانچہ عنقریب گذریگا بدلیل گذشتہ ہم منع لقضاء دین ہو اور اگر دین مرتہن سے فاضل معیر کے قرضخواہوں کو کفایت نکرے تو بدون انکی رضامندی کے بیع درست نہیں اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدون انکی رضامندی کے بسبب پہنچ جانے انکے حق کے اور بسیطر کا حکم ہے اگر معیر مستعیر مر جاوے کذا فی الطحطاوی واعلم ان جنایۃ الراہن علی الرہن کالاجنبی بعضا ومضی وما یعلم کر جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر مضمون ہے یعنی تاوان اسکا راہن پر واجب ہے یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کروا لے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا اسلیے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اسکی ملک متعلق ہے لہذا مالک اجنبی ٹھہرایا گیا ضمان کے حق میں کجنایۃ المرتہن علیہ جیسے جنایت مرتہن کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کریگا تو تاوان لازم ہوگا وتسقط من دینہ ای دین المرتہن بقدرہا الا لانہ اتلف ملک غیرہ فلزمہ ضمانہ واذا لزمہ قد حل الدین وسقط بقدرہ ولزمہ الباقی بالاتلاف لا بالرہن اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہو گیا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور دین حال نہیں ہے تو دین سے ساقط ہوگا بقدر اسکے اور باقی مرتہن پر لازم ہوگا مرہون کے تلف کروانے کے سبب سے نہ رہن کے سبب سے مرتہن کو باقی لازم ہوا اسواسطے کہ قیمت مرہون کی فی الحقیقت دین سے زائد ہوا کرتی ہے اور مرتہن پر اسکا ضمان تلف کروانے سے لازم ہوا نہ رہن کے سبب سے تو وہ بمنزلہ ودیعت کے ہے جبکہ مودع اسکو تلف کرے اور اسپر ضمان لازم آوے کذا فی الدرر وھذا الوالدین من جنس الضمان الا لم یسقط منہ شئ وانما یسقط المرتہن اور یہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اسوقت ہے جبکہ دین ضمان کی جنس سے یعنی دراہم اور دنانیر ہو اور اگر اسکی جنس سے نہو چنانچہ مکیل ہو تو دین سے کچھ ساقط نہوگا اور جنایت مرتہن پر قائم رہیگی وللمرتہن ان یستوفی دینہ اور مرتہن کو دوسرے ہی کہ اپنا دین پورا لیجاوے لکن لو اعور عبدہ یسقط نصف دینہ نہستانی وجنتہ لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین ساقط ہوگا کذا فی النہستانی والبینۃ علی القیمۃ یعنی جبکہ غلام کی قیمت دین کے برابر ہو اسواسطے کہ آنکھ مقدر بنصف دیت ہے اور غلام کی دیت اسکی قیمت ہے اور اگر مرہون جانور ہو تو اسکی آنکھ پھوڑنے سے ربع دین ساقط ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط نصف دین کی وجہ ظاہر نہیں ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وجنایۃ الراہن علیہا ای الراہن المرتہن فی ملکہما ھدر باطل اور جنایت مرہون راہن اور مرتہن پر اور ان دونوں کے مال پر ہدر یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہیں اذا کانت الجنایۃ غیر موجبۃ القصاص فی النفس دون الاطراف کالاقرار بالقتل علی عبد فی جنایۃ غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ جنایت قصاص فی النفس کی موجب نہو سوا بے اطراف کے اسواسطے کہ غلام اور آزاد کے ہاتھ پانوں وغیرہ اطراف میں قصاص نہیں ہے یعنی غلام کا قتل باطل ہے اور اطراف میں تو قصاص نہیں ہے تاوان

موجبۃ للقصاص معتبرۃ فیقتص منہ ویبطل الدین خانیہ وعبارۃ القہستانی وشرح المجمع یبطل الرہن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد میں غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیہ وقہستانی وشرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ رہن باطل ہو جاویگا قصاص بطلان دین کی وجہ یہ ہے کہ جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نہ رہا اور ظاہر ہے بطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی کہنا بنہ آنی الراہن علی ابن الراہن وعلی ابن المرتہن فانہا معتبرۃ فی الصحیح حتی یدفع بہا او بفدی ان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی وہو اجنبیۃ لتاب ابن الاملاک زیلعی جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند نابالغ مرتہن کے فرزند پر اسواسطے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح میں تو مرہون بیچا جاویگا بسبب جنایت کے یا اسکا فدیہ دیا جاوے اور اگر جنایت مرہون کے مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور صاحب مال کو دیا جاویگا چنانچہ شخص اجنبی پر اسکی جنایت معتبر ہے تو فرزند راہن اور مرتہن پر جنایت اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے تبایں املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ودور رہن عبدا یساوی الفا بالف موجل فرجعت قیمتہ الف فقتلہ رجل وغرم مائۃ وحل فالمرتہن یقتص لانہ یستوفی المائۃ قضاء بحقہ ولا یرجع علی الراہن بشیء کمولہ بلا قتل ولا اصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فان کان الدین بالفا فیدہ المرتہن یدا لاستیفاء قیمتہ مستوفیا لحقہ من لا بتداء او اگر وہ غلام جو ہزار درم کے برابر ہی ہزار درم موجل پر رہن رکھا پھر اسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہو گئی پھر اسکو ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم کا تاوان دیا اور دین بھی مرتہن کی میعاد آپہونچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنے ادا حق کے سبب یعنی ادائے بعض حق سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نوع سقوط دین کا موجب ہے بخلاف نقصان عین کے پھر جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا بقبضہ استیفا ہی تو وہ تمام دین کا پانے والا ٹھہر گیا ابتداء رہن سے ولو باعتہ ای العبد المذکور بامر الراہن قبض المائۃ قضاء حقہ ورجع بتسعمائۃ لانہ لما کان الدین بالفا وقد اذن وبیعہ بمائۃ کان الباقی فی ذمتہ کانہ استہلکہ وباعہ بنفسہ اور اگر مرتہن نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن قبضہ کریگا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے بھر لیگا اسواسطے کہ جب دین باقی رہا اور العبد رہن لے اسکو سو درم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سو درم راہن کے ذمہ پر لازم رہے گویا اذن مذکور سے راہن مرہون بیچ لیا مرتہن سے اور اسکو بمنزلہ خود بیچ لانے کے ہوا ولو قتلہ عبد قیمتہ مائۃ فدفع بہ فقتلہ الراہن جوہرا بکل الدین وہو لا یفی لقیام المثلیۃ مقام الاول لحلولہ وما قال محمد ان شاء امسک کل الدین ورد کلہ علی الراہن بنی علی الشرب لا لیۃ عن المواہب کن عائشۃ التون الحشر وہم علی الاول اور اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام قتیل کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو تمام دین یعنی ہزار درم دیکر رہن سے چھوڑا دے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر کیونکہ اول اور ثانی میں یعنی آدمی ہونے میں فرق نہیں برابر ہیں اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اسکو مرتہن کے پاس چھوڑے اسکے دین کے بدلے اور یہی قول محمد کا منتخب ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کی متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان ہلک ترک التقریر اول الراہن بخطاء فضاہ المرتہن لانہ ملکہ ولو یرجع علی الراہن بشیء پھر اگر غلام مرہون نے ازراہ خطا کسیکو قتل کیا تو مرتہن اسکا فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اسکی ملک ہے اور مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا مصنف کو فاء تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہیں ہم تعلیل ملک مرتہن غیر ظاہر ہے تو اگر شارح یوں کہتا لان الجنایۃ خصلت فی ضمانہ تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے ضمان میں اسواسطے کہ ضمان جنایۃ کا مرتہن پر ہے اور غلام مرہون بالکل اسکی ضمان میں ہے اور اسکا دین قبضہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا یملک ان یدفعہ الی ولی الجنایۃ لانہ لا یملک التملیک اور نہیں مالک ہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرتہن من الفداء وقعد الراہن ان شاء

او فداہ او سقط الدین بکل منھما لو قال من ھم الدین برأ وسقط او لو اکثر یسقط قدر قیمۃ العبد فقط ولا یسقط الباقی پھر اگر مرتہن نے فدیہ دیکر اسکا کیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونوں صورتوں میں یعنی بیع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کثر ہو مرہون کی قیمت سے برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہ ہوگا ولو استھلک ما لا یستغرق رقبتہ فداہ الراھن فان ابی الراھن فداہ اور اگر مملوک مرہون تلف کرے اسقدر کہ جو اسکی قیمت سے کمتر ہو تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ نہ دے تو راہن اسکو بیچ ڈالے یا اسکا فدیہ دے ہم اگر مرتہن فدیہ دیگا تو زہن اور اسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور یہ صورت انکار مرتہن کی ہے پھر اگر راہن اسکو بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہے اسکا دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل حموی اور عالمگیری میں ہے ولو قتل والراھن نساناً او استھلک ما لا دفعہ الراھن او خیر عن الرھن او فداہ وبقی رھناً مع ما کان او اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اسکو بیچ ڈالے اور وہ رہن سے خارج ہوگیا یا راہن اسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی مان کے ساتھ واکاجنایۃ ابنہا فھدر بصیر کانہ ھلک ما فی سمائہ وتمامہ فی الخانیہ اور جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر جانور مرہون کو اولاد یا مال کو تلف کرے تو اسکا ضمان نہیں اور اسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے وہ تلف ہوگیا اور اسکا پورا بیان فتاوی قاضی خان میں ہے مات الراھن باع وصیہ رھنہ باذن المرتھن وقضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مرگیا تو اسکا وصی اسکے مرہون کو بیع کرے اسکے مرتہن کے اذن سے اور اسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی نصب القاضی لہ وصیاً وامرہ ببیعہ لان نظر عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہ ہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اسکو بیع مرہون اور ادائے دین راہن کا امر کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر ناظر رہے جبکہ وہ عاجز ہوں اپنے کام میں فھذا اولی رتبتہ صغار اً فلو کبارا حلفوا المیت فی المال فکان علیھم تخلیصہ جوھری اور یہ یعنی بیع وصی کی اسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں اگر وہ بالغ جوان ہوں تو وہ میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو آپ چھڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے رھن الوصی بعض الترکۃ لدین علی المیت عند غیرھم من غرمائہ توقف علی رضی البقیۃ ولھم رده فان قضی دینھم قبل الرد نفذ ولو اتحدا والعزیم جاز وبیع فی دینہ وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اس دین کے لیے جو میت پر ہے ایک اور دین والے کے پاس سمجھا اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہیگا باقیوں کی رضامندی پر اور اگر سب رہن کا پھیر ڈالنا درست ہے پھر اگر وصی نے باقی لوگوں کا دین ادا کر دیا رد کرانے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہو جاویگا اور اگر صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہوا اور مرہون بیچا جاویگا ادائے دین کے واسطے فی معین المفتی المصنف لا یبطل الرھن بموت الراھن لا بموت المرتھن ولا بموتھما ویبقی الرھن رھناً عند الوصی اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے جانے سے اور مرہون رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس اسواسطے کہ وارث مدراہن کے راہن کے قائم ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الوھبانی

فصل فی مسائل متفرقۃ

فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل متفرقہ میں رھن عصیراً فصیرہ خمراً بعشرۃ فخمرہ تخلل ھو لیساوی العشرۃ فھو رھن بنفسہ لا کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کے برابر ہے تو وہ دس درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا مع لائق یوں تھا کہ رہن باطل ہو جاتا اسواسطے کہ خمر ہو جانے سے مال متقوم نہ رہا لیکن باطل نہ ہوا سرکہ ہو جانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر شیرہ خود بخود سرکہ ہو جائے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں ہوتی سرکہ ہو جانے کے احتمال سے پھر جب سرکہ بنگیا تو عارض زائل ہوگیا ثابت ہونے سے پہلے تو گویا اسکا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر والحموی ثم المعتبر فیہ فی الزیادۃ والنقصان القدر لا القیمۃ علی ما قالہ ابن الکمال پھر آیا ابن الکمال یعنی اس شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بنگیا اسکی زیادت و نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ہے ہم کو بھی مقدار کا اعتبار

ہوا نہ قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہیں کیونکہ دونوں کیلی ہیں یا وزنی اور کیلی یا وزنی میں قیمت کا نقصان کچھ بھی ساقط دین کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وعلیہ فإن انفصت شیء من قدر سقط بقدرہ والا فلا اور بنا بر اعتبار کمی مشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اسکے ساقط ہوگا اور اگر کم نہ ہوگا تو دین بھی ساقط نہ ہوگا لو رہن شاۃ فقتلہا أجنبی وقیمتہا أکثر من الدین یکون الجلد أیضا بعضہ امانۃ بحساب قیمتہ فإنتبہ فإنت بالذبح قد بغی جلدہا بما لا یماثلہ فلولہ قیمۃ ثبت للمرتہن حق حبسہ بما زاد بالغۃ وہل یحصل قولان دھوائے الجلد یساوی درہما فہو رہن بہ اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درم ہو دس درم پر رہن بھی ہو وہ مر جاوے بغیر ذبح کرنے کے تو گئی سو اسکی کھال کی بے قیمت چیز ہے یعنی مٹی یا آفتاب کی دھوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درم کی ہو تو وہ ایک درم پر رہن ٹھہر گئی شارح نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درم ہونا فرض ہوا اسواسطے کہ اگر اسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کھال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹھہر گئی اسکے حساب کے موافق موافق خبردار رہنا طحطاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس درم ہوا اور قیمت بکری کی ۲۰ درم ہو اور کھال ایک درم کی ہو تو کھال نصف درم پر رہن ہوگی اتنی پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جسقدر دباغت سے اسکی قیمت زیادہ ہو جاویگی اسقدر کے حبس میں مرتہن کا اختیار رہیگا اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا یا نہیں اسمیں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک رہن باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک صحیح ہے ذبح کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہو کر مریگی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما إذا مات شاۃ المبیعۃ قبل القبض فذبحہا حیث لا یعود البیع بقدرہ علی المشہور والفرق أن الرہن بتقرر بہلاکہ والبیع قبل القبض بفسخ بہ بخلاف صورت کے کہ یکی بکری قبض مشتری سے پہلے مرگئی پھر اسکے کھال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہوگا بقدر کھال کے بنا بر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن ثابت ہو جاتا ہی ہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہو جاتی ہی ہلاک مبیع کے تلف ہو جانے سے ولو ابق عبد الرہن وجعل العبد بالدین ثم عاد یعود الدین الرہن خلافا لزفر اور اگر مرہون غلام بھاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے ٹھہرایا گیا بعد اسکے غلام پھر آیا تو دین اور رہن پھر ثابت ہو گیا برخلاف زفر کے وجماء الرہن کالولد والثمرۃ واللبن فی الصوف والوبر والأرش ونحو ذلک للرہن لتولدہ من مرہون کہ اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو چنانچہ بچہ اور پھل اور دودھ اور اون اور روئیں اور خون بہا اور مانند اسکے وہ رہن کی ملک ہی بسبب اسکے پیدا ہونے کے راہن کی مملوک چیز سے دھو من مع الاصل بتعالہ اور وہ اصل مرہون کے ساتھ رہن ہی اپنی اصل کے تابع ہو کر بخلاف ما ہو بدل عن المنفصل کالکسب والأجرۃ ولذا الہبۃ والصدقۃ فإنہا غیر داخلۃ فی الرہن ولکون للراہن لا صل ان کل ما تولد من عین الرہن یسیر کحکم الرہن وما لا فلا لعجمع الفتاوی برخلاف بڑھوتی کے جو منفصل مرہون کا بدلا ہو چنانچہ کمائی اور خدمتگاری اور اسطرح ہبہ و صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن میں داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوکہ ہی قاعدہ کلیہ یہ ہوا کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہی اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت نہیں کرتا واذا ہلک النماء المذکور تجب قیمتہ لا نہ لو رد حل تحت العقد مقصودا اور جسکو زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو اسکا ضمان تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اسکا تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن میں بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہی واذا بقی النماء أی الولد حکما بأن ولد الولد فإنہ لا یسقط حصتہ ما أکل منہ فیرجع بہ علی الراہن کما إذا ہلک أصل بعد الأکل فإنہ یقسم الدین علی قیمتہا فتسقط کما ذکرہ بقولہ اور جسکو زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃ باقی نہو بلکہ حکماً باقی رہے بسطر چہ کہ کھایا جاوے راہن کے اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اسکو بھریگا راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہو جاوے کھانے کے بعد تو دین قسمت کیا جائیگا وہ دونوں یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی التتارخانیہ چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے قول آیندہ میں ذکر کیا ہم زیلعی میں ہی کہ اگر راہن نے مرتہن کو ولد مرہون کے کھانے کا اذن دیا سو اسنے کھایا تو اسپر ضمان نہیں اور اسکا دین کچھ ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو دین متسوم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر جو جسقدر اصل کو پہنچیگا وہ ساقط ہوگا

اور جتنا زیادت مالکوں کو پہونچیگا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف زیادت کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اسکو کیالہ وتوکیا کذا فی المحیط وی تخصاصد بعد ہلاک الاصل فلم یحتسبہ من الدین لانہ صار مقصودا بالفکاک والتبع یقابلہ شئ اذا کان مقصودا ۱۲ یعنی جبکہ زیادت متولدہ باقی رہے بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کی جائیگی بقدر اسکے حصہ کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی خلاص کرنے کے سبب اور تابع کے مقابل چیز ہوجاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہوجاوے وحینئذ یقسم الدین علی قیمتہ یوم الفکاک وقیمۃ الاصل یوم القبض ویسقط من الدین حصۃ الاصل فلو ہلک النماء بحصتہ کما لو کان الدین عشرۃ وقیمۃ الاصل یوم القبض عشرۃ وقیمۃ النماء یوم الفکاک خمسۃ فتلک العشرۃ حصۃ الاصل فیسقط وتثبت العشرۃ حصۃ النماء فیفکہ بہ اور اسوقت مین دین قسمت کیا جائیگا زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص رہن کے دن اور اصل کی قیمت قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کی جائیگی بقدر اسکے حصہ سے پنانچہ اگر دین دس درہم ہوا اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس درہم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درہم تھی تو دس کی دو تہائیان یعنی چھ کسر زائد اصل کا حصہ ہر سو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر سے زائد حصہ ہر زیادت کا تو تین درہم سے زیادہ مذکور کا مالک رہن کیا جائیگا ولو اذن الراہن للمرتہن فی اکل الزوائد ای اکل زوائد الرہن بان قال لہ مہما زاد فکلہ فاکلہا ظاہرا ہم یعلم اکل ثمنہا وبا فنی المصنف قال لا ان یوجد نقل یخصص یخصص حقیقۃ اکل فیتبع فلا ضمان علیہ ای علی المرتہن لاتلافہ باذن المالک اور اگر راہن نے فی الوقت ہر مہر مرتہن کو زوائد مرہون کے کھانے مین اسطرح کہ راہن نے مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اسکو کھا یا تو مرتہن نے اسکو کھایا یا تو مرتہن نے اسکو کھایا یا وان نہین اسواسطے کہ اسنے مالک افون سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے یعنی خواہ پھل یا دودھ کھائے یا اسکو بیچکر اسکا ثمن کھائے اور اسیکا فتوی دیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین مصنف نے کہا مگر یہ کہ کتب فقہ مین کوئی نقل مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کردے تو اسکو اتباع کیا جائے یعنی تو وہ صورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا ولا اطلاق یجوز تعلیقہ بالشرط واخطر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے بخلاف تملیک کے یعنی جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہین ہوا اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے تملیک کی تو راہن کا یہ قول معلق کہ جو چیز مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنی پھل یا دودھ اسکو تو کھا درست اور جائز ہے ولا یسقط شئ من الدین اور ساقط نہوگا مرتہن کے دین سے کچھ اباحت اکل سے قال فی الجواہر رجل رہن دارا او باع السکنی للمرتہن فوقع بسکناہ خلل او خرب البعض لا یسقط شئ من الدین کما لو اباح لہ السکنی احد حکم العاریۃ حتی لو اراد منہ مکانہ ذلک جواہر اخلاطی مین کہا کہ ایک مرد نے گھر رہن رکھا اور مرتہن کو اسکے اندر رہنا مباح کردیا اسواسکے رہنے سے خلل پڑگیا اور کچھ مکان ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کردیا تو مرہون نے عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اسکا اختیار ہے ہم اسمین انتلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہین سو بعضے فقہا اسکو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ وہ سود اور ربا ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہین چنانچہ زیلعی اور جواہر اور قنیہ اور خانیہ مین اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المحیط وی عن ابی السعود فی المضمرات ولو رہن شاۃ فقال لہ الراہن کل ولدہا واشرب لبنہا فلا ضمان علیہ لانہ اذن لہ فی ثمرۃ البستان فصار کاکل الراہن ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما فی صلح مسلم من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو باذن لانہ ربوا قلت فتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامل اور مضمرات مین ہے اور اگر بکری کرور کھی سو مرتہن سے راہن نے کہا کہ اس بکری کا بچہ کھا اور اسکا دودھ پی تو مرتہن پر تاوان نہین اور اسطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھلون مین سے اون جو اتو مرتہن کا کھانا راہن کے کھانے کے برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہے

مصنف نے شرح مین کہا اور اسی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن سلم سے منقول ہے کہ مرتہن کو یہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہ مباح ہے مین کہتا ہون تعلیل اسکی اسکے مفید ہے کہ مقرر کراہت تحریمی ہے سو اسمین تامل کروان لم یفتک الراھن الرھن بل یبقی عند المرتھن علی حالہ حتی ھلک الرھن فی ید المرتھن قسم الدین علی قیمۃ الماء ای الزیادۃ التی کانھا للمرتھن دعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزیادۃ اخذ المرتھن من الراھن کما اذا الھدیۃ والکاری والخانیہ وغیرھا اور اگر راہن نے مرہون نچھوڑا یا بلکہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہانتک کہ مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھ مین تو دین بانٹا جاویگا اُس زیادت کی قیمت پر جسکو مرتہن کھا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو بقدر اصل مرہون کو پہنچیگا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر دین زیادت کو پہنچیگا اُسکو مرتہن رہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہم اضافہ مرتہن کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا شرب مثلاً راہن کے اذن سے راہن کے شرب کی برابر ہو تو جیسے راہن کے استعمال سے سقوط دین نہین ہوتا ویسے ہی مرتہن کے استعمال سے سقوط نہوا کذا فی الخانیہ وفی الجواھر الاصل ان الاتلاف باذن الراھن کایلاف الراھن بنفسہ لتسلیطہ اور جواہر مین ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تعدی کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی تلف کرنے کے برابر ہو بسبب تسلط کر دینے راہن کے وفیھا باع المرتھن ثم ھلک للمرتھن ان یرجع قال لا اجعل کلما جرد مضت المدۃ فالاجرۃ لہ ام للراھن قال لہ ان اجرہ بلا اذن ان باذنہ فللمالک ویبطل الرھن اور اسی کتاب مین ہے کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کر دیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے یا نہین جواب دیا کہ درست نہین ہے پھر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ مین دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اُسکی اجرت مرتہن کی ہے یا راہن کی جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہے اگر اُسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اُسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہے اور اسصورت مین رہن باطل ہوگا وفیھا رھن کرھا وتسلم المرتھن ثم وقعا للراھن لیستقیہ یقوم بمصالحہ یبطل الرھن اور اُسی کتاب مین ہے کہ باغ رہن رکھا اور مرتہن کو تسلیم کیا پھر مرتہن نے راہن کو باغ دیدیا اُسکو سینچنے اور اُسکے امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل ہوگا رھن کرھا واباحہ کرھا واباحہ ثم باع الکرم فقبض المرتھن الثمن ان ثم وحصل بعد البیع فالمشتری ان قبلہ فللراھن ان قضی دین المرتھن والا یکون رھنا ویجعل البیع رجوعا عن الاباحۃ فانھا تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکھا اور اُسکا پھل مباح کر دیا مرتہن کو پھر راہن نے باغ بیچا اسوا مرتہن نے اُسکے ثمن پر قبضہ کیا اگر اُسکا پھل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پھل ہے اور اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہے بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کر دیا ہو اور اگر دین ادا نہین کیا تو پھل رہن ہوگا یعنی ثمن مقبوض کے ساتھ اور بیع برجوع عن الاباحۃ ٹھہرائی جاویگی اسواسطے کہ اباحت قابل ہے رجوع کے چنانچہ مذکور ہوا برخلاف اسصورت کے کہ مرتہن پھل کھا گیا اسواسطے کہ اُسنے مباح کو کھایا اور رجوع کا مالک نہین کھا جانے کے بعد کذا فی البطحاوی عن المنح وفیھا زرع المرتھن ارض الراھن ان لم یعلم لہ الانتفاع لا یجب شئ وان لم یخرج لزمہ نقصان الارض ضمان الماء لو من قناۃ مملوکہ فلیحفظ اور اُسی کتاب مین ہے کہ مرتہن نے رہن کی زمین مین زراعت کی اگر اُسکے انتفاع مباح ہی تو کوئی چیز واجب نہین اور اگر انتفاع مباح نہین تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کا ریگا ہو تو اسکو دیکھنا چاہیے زرعھا الراھن او غرسھا باذن المرتھن ینبغی ان تبقی رھنا ولا یبطل الرھن فتنبہ زمین مرہون مین راہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہے کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہو جاوے تو خبردار رہنا ہم رہن باطل نہین گردد حکم ضمان باطل ہے یعنی اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی البطحاوی عن شرح الوہبانیہ استحق الرھن لیکن للمرتھن طلب غیرہ مکانہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہین کہ بجاے اُسکے اور چیز کو طلب کرے رہن رکھنے کیواسطے استحق بعضہ ان شائعا یبطل الرھن فیما بقی وان مفرزا بقی بحصتہ بکل الدین ولکن ھلکہ بحصتہ بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مشاع غیر مقسوم ہو تو باقی مین بھی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور متمازا اور جدا ہو تو باقی مین رہن باقی رہیگا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا

لیکن اُسکا تلف ہوجانا بقدر اُسکے حصے کے ہوگا اجرۃ لغیر ولو رھنا منہ علم وبطلت الاجارۃ اپنا گھر غیر شخص کو اجارہ دیا پھر اُسکو اُسی ستاجر کے پاس رہن رکھا تو رہن صحیح ہے اور اجارہ باطل ہوگا وقوانین ثم اجرہ من راھنہ فاجارۃ باطلۃ اور اگر رہن رکھا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے لانہ فی الرھن سقط الدین بھلاکہ فان عاد سقط بحسابہ بقصہ لان الاباق عیب وحدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہوگیا اُسکے ہلاک ہوجانے کے مانند بعد اسکے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہوگیا بقدر اُسکے نقصان کے اسلیے کہ بھاگنا عیب ہے جو مرہون میں اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادۃ الضمنیۃ ذکر الزیادۃ القصدیۃ فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اُسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کما والزیادۃ فی الرھن تصح اور زیادہ کردینا مرہون میں صحیح ہے مثلاً دس درم کا کپڑا دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونوں کپڑے دس درم پر رہن ہوگئے وتعتبر قیمتہ یوم القبض ایضاً اور زیادت کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفی الدین لا تصح خلافاً للثانی اور دین میں زیادہ کرنا صحیح نہیں برخلاف ابو یوسف کے مثلاً زیادت دین کی صورت یہ ہو کہ ایک کپڑا مثلاً دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتہن سے لیکر وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن رکھدیا تو یہ صحیح نہیں لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بعد استدانت کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی والا صل ان الالحاق باصل العقد انما یتصور اذا کانت الزیادۃ فی معقود بہا وعلیہ الزیادۃ فی الدین لیست منہما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کردینا اُسوقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ میں مثلاً ثمن میں یا معقود علیہ مثلاً مبیع میں ہو اور دین میں زیادہ کردینا دونوں قسم سے نہیں ہے ہم دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اُسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہے کہ دین واجب تھا عقد رہن سے پہلے وامتداد دین باقی ہتا ہی (مدمج) رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فان رھن بنسخ المتن والشرح بالفاء مع انہ بنیہ فی شرحہ علی انہ انما عطف بالواو لا بالفاء لعقیدۃ انہا مسئلۃ مستقلۃ لا فرع للاولی فتنبہ عبد بالف فقد فع عبد بالف اخر ھنا مکان الاول وقیمۃ کل من العبدین الف فالاول رھن حتی یتوفی الراھن للمرتھن فی الاخر امن حتی یجعلہ مکان الاول بان یرد الاول الی الراھن فحینئذ یصیر الثانی مضموناً اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجائے اول غلام کے اور حالانکہ دونوں غلاموں کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہن ہے جبتک کہ مرتہن راہن کو دوسرا غلام پھیر دے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض میں امین ہے یہانتک کہ دوسرے کو بجائے اول کے کرے اسطرح پر کہ اول غلام رہن کو پھیر دے تو اسوقتمیں دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے مصدر بقا ہیں باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح میں آگاہ کردیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسواسطے عطف بواو کیا نہ عطف بفا تاظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل ہے مسئلہ اولی پر متفرع نہیں سوا اگر رہوا تر المرتھن الراھن عن الدین او وھبہ منہ ثم ھلک الرھن فی ید المرتھن ھلک بغیر شیء استحسانا لسقوط الدین الا اذا منعہ من صاحبہ فیضمن عاصیا بمنعہ مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اسکو دین ہبہ کردیا پھر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہوگیا تو مفت ہلاک ہوا اور اسے استحسان کے سبب ساقط ہوجانے دین کے جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہوجائیگا اپنے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہوگا تو مرتہن پر تمام قیمت لازم آویگی بصورت ابرا او ہبہ کے اسواسطے کہ اول لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے پھر جب دین باقی نہ رہا تو ضمان بھی ساقط ہوگیا ولو قبض المرتھن حصتہ کلہا او بعضہ من راھنہ وغیرہ کتطوع او شری المرتھن بالدین عینا او وصالح عنہ ای عن دینہ علی شیء لانہ استیفاء کما حال الراھن مرتھنہ بدینہ علی الخ تم ھلک رھنہ مقتضای فی المرتھن ھلک بالدین اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض دین رہن سے یا اسکے غیر سے خواہ کسی احسان کرنے والے نے بغیر کسی امر مرتہن کے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خریدی یا راہن کے ساتھ کسی شیء پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح بمنزلہ استیفاء دین ہے ۱۲ مقاد یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے دین پر کیا پھر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا ہم وجہ فرق بر او ر استیفا میں یہ ہے کہ برأت اصل دین

ساقط ہوجاتا ہے اور استیفاء سے نفس دین ساقط نہیں ہوتا اسواسطے ثابت ہوچکا کہ قضاء دیون باشتباہ ہے لا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہوگیا تو استیفاء اول یعنی استیفاء بقبض مرہون ثابت ہوگیا اور استیفاء ثانی یعنی استیفاء حقیقی منقوض ہوگیا کذا فی الہدایۃ والزیلعی والدرر والمنصادرۃ ما قبض الی من ادی فی صورۃ ایفاء الراہن او متطوع او شراء او صلح اور مرتہن پھیر دے وہ مال جو اسنے لیا اسکو جیسے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا خرید یا صلح کی صورت میں یعنی اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اسکو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اسکو پھیر دے اسیطرح خرید او صلح میں پھیر دینا واجب ہے تاکہ استیفاء مکرر نہ ہوجائے ویبطلہا الحوالۃ وہلاک الرہن بالدین لانہ فی معنی الابراء بطل الاداء بہ اور حوالہ باطل ہوگیا یعنی مرتہن اب احتمال علیہ سے مطالبہ نہیں کرسکتا اور باوجود بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوگا اسواسطے کہ مقصد حوالہ قد یعنی ابراء بطریق اداء کے ہے کذا فی المحیط یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ میں دین تو راہن کے ذمہ سے احتمال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ہوگیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ یعنی ابراء کے ہے تو لائق یوں تھا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا خلاصہ جواب یہ ہے کہ حوالہ گرچہ ابراء ہے لیکن بطریق اداء کے بطریق اسقاط کے تو مقصد حوالہ راہن نے کو یہ ہے مرتہن کا دین خود ادا کردیا کذا فی البحر الطحطاوی والعینی المنتقی وہذا معنی قولہم بطلان الرہن بقضاء الدین لیس بالقوی فینبغی ان لا تبطل الحوالۃ وقد زاد الزیادۃ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہیں ہے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یوں ہے کہ حوالہ باطل نہ ہو زیادت کی مقدار میں کذا فی الشرنبلالی وکذا اذا کما یہلک الرہن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یہلک ایضا او تصادقا علی ان لا دین علیہ ثم ہلک الرہن بالدین یتقاصان قصاصا علی قیامہ فتکون المطالبۃ بہ باقیۃ بخلاف الابراء فانہ یسقط الدین اصلا اور اسیطرح یعنی جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہے استیفاء کی صورت مذکورہ میں اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اس صورت میں بھی کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہے پھر مرہون تلف ہوگیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب سے بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہے کہ دونوں یا کوئی دونوں اور قیام دین پر اتفاق کریں تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا برخلاف ابراء کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کردیتا ہے یعنی احسن وجوب دین کا توہم بھی باقی نہیں رہتا ہے تصادق نفی دین کی صورت میں توہم وجوب دین کا متصور ہوا اور بمنزلہ مرہون تو توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے برخلاف ابراء کے احسن توہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی المحیط وشرحہ وہاکذا فی الخلاصۃ وفی الرہن الصحیح فہو کما تقدم فی الرہن الفاسد کما فی الہدایۃ جو حکم کہ رہن صحیح میں مرقوم ہوا معلوم ہو سو وہی حکم رہن فاسد میں ثابت ہے کذا فی العمادیۃ قال فی ذکر الکرخی ان المقبوض بحکم الرہن الفاسد بمنزلۃ الامانۃ عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اس سے تاوان متعلق ہے حکم طحطاوی نے شرح درمختار سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ تا وان اس سے اصلا متعلق نہیں ہے واللہ اعلم وفیہا ایضا وفی کل موضع کان الرہن ملکا للقابل بہ مضمونا بہ الا ما استثنی بعض شرائط الجواز کرہن المشاع ینعقد الرہن باوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد من البیوع اور یہ بھی عمادیہ میں ہے کہ اور جس مکان میں مرہون مال ہو اور اسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرائط جواز سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رہن تو عقد رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند فی کل موضع لو ہلک الرہن کذالک یکن مالا ولو لیکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرہن اصلا اور جس مقام میں مرہون ایسا نہو یعنی مال نہو چنانچہ خون یا مردار یا آزاد ہو اور اسکا مقابل بھی مال مضمون نہو چنانچہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہوگا ہم اسکو نہیں مال کہتے ہیں وحینئذ فاذا ہلک ہلک بغیر شئ بخلاف الفاسد فانہ یہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور اسوقت ہم یعنی جب رہن منعقد اصلا نہو یا باطل ٹھہرا تو جبکہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگا تو رائیگاں تلف ہوگا مرتہن پر نہ تا وان لازم آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد

جیسکہ مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس تو کتنا مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی قیمت مرہون کی اگر کتنا ہو دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کتنا ہو قیمت سے تو دین لازم ہوگا مِنْ مَادَّةِ لَهُ عُرْمَاءُ فَالْمُرْتَهَنُ اَحَقُّ بِهِ كَمَا فِي الرَّهْنِ الصَّحِيحِ اور رہن فاسد کا جو رہن مر گیا اور اسکے چند قرض دینے والے ہیں تو مرتہن زیادہ تر حقدار ہے مرہون کا جیسے رہن صحیح میں مرتہن احق ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا رَهْنُ الرِّهْنِ بَاطِلٌ كَمَا حَرَّرَهُ فِي الْعِنَايَةِ مِعْزِيًا لِلْوَهْبَانِيَّةِ ایک مرہون کا بلا فک رہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہے جیسا کہ ہمنے اسکی کتاب العنایہ میں تحریر کی ہے وہبانیہ سے منقول کہ کے عم رہن کا رہن باطل ہے خواہ راہن رہن کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھیگا تو باطل نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی دفی معانیاتہ قال ۵ وَاَمَّا رَهْنُ الرَّهْنِ لَا حُكْمَ لِانْفِكَاكِهِ بِمَجِيئِهِ لَوْمَاتَ يَالُودِيَ يَشْطُرُ اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں کہا ہے اور کون مرہون ہے جسکا انفکاک مطلوب نہیں یعنی اسکا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہے جسکا مقتول اگر مر جاوے تو سچے اسکی دیت نصف ہو جاتی ہے ہم سوال اول کا جواب یہ ہے کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہے حق تعالیٰ نے فرمایا كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب سے مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مرد فتنہ کرنے والا ہے جیسے صغیر کا شفہ قطع کر ڈالا تو اگر قطع حشفہ سے پہلے مر گیا تو اسپر نصف دیت واجب ہے اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ

كِتَابُ الْجِنَايَاتِ

یہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں مُنَاسَبَتُهُ اَنَّ الزَّجْرَ لِصِيَانَةِ الْمَالِ وَحُكْمُ الْجِنَايَةِ اَصَالَةً لِصِيَانَةِ النَّفْسِ وَالْمَالُ وَسِيلَةٌ لِلنَّفْسِ فَقُدِّمَ مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الرہن سے یہ ہے کہ رہن میں شروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث شروع ہوا جانوں کے محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہوتی ہے وسیلہ پر ہم شروع ہیں قصاص عمد سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہے تا نفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اسکی خوبیاں وہ ہیں جو حدود کی خوبیاں ہیں اور سبب بھی اسکا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہ ہے کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثُمَّ الْجِنَايَةُ لُغَةً اِسْمٌ لِمَا يُكْتَسَبُ مِنَ الشَّرِّ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ جنایت لغت عرب میں برے کام کرنے کا نام ہے ہم جنایت مصدر ہے جمع اسکی جنایات ہے ہم چند مصدر کی جمع نہیں لاتے لیکن یہاں بمعنے مجنی ہم مفعول ہے لہذا جمع لانا اسکا درست ہوا وشرعًا ثُمَّ يَتَعَلَّقُ بِالْمُحَرَّمِ حَلَّ بِمَالٍ اَوْ نَفْسٍ وَخَصَّ الْفُقَهَاءُ الْعُقُوبَةَ وَالسِّرِقَةَ بِمَا حَلَّ بِمَالٍ الْجِنَايَةُ بِمَا حَلَّ بِنَفْسٍ وَاَطْرَافٍ اور شرع میں جنایت اس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے اپنی مصطلح میں غصب اور سرقہ خاص کر لیا ہے اس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہو اور جنایت خاص کر لی ہے اس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنی ہاتھ پانوں ناک کان آنکھ میں واقع ہو ہم جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہیں قتل عبارت ہے اس فعل سے جو عمدًا کی ذات مضافات ہو اور زندگی اسکے سبب سے زائل ہو جاوے اور زوال حیات بالفعل عبارت ہے موت حسی سے کذا فی الزیلعی وَالْاَصْلُ فِي الْقَتْلِ الَّذِي يَتَعَلَّقُ بِهِ الْاَحْكَامُ الْاٰيَةُ مِنْ قَوْلِهِ رَدِيفَةً وَكَفَّارَتُهُ قَوْلُهُ اٰثِمٌ وَحِرْمَانُ اِرْثٍ خَمْسَةٌ وَالْاَفْعَالُ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَقَتْلٌ حَرْبِيٌّ وَصَلْبٌ وَقَتْلٌ حَدِّيٌّ وہ قتل جس سے احکام آئندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہو پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا زنا کی کا اور رسولی دینا قطاع الطریق کا اور ذحربی کا قتل کرنا ہم یعنی حنفیہ قتل کی اقسام ہم ہی ہیں باعتبار تعلق احکام آئندہ کے ہو تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں ماقسام خمسہ یہ ہیں قتل عمد شبہ عمد خطا جاری مجری خطا قتل بالسبب اول عمدًا وہوان يتعمد ضربه بما يعلم انه لا يقتل غالبا في الموضع مرجعه بالة تفرق الاجزاء مثل سلاح ومثقل من حديد جوهره وحده مرحشو بلجام مجرد اوفي مقتل برهان وابطه وقوله بما يعلم عطف على محل الالة اشتراط الجارد ونحل عمل الزكاة حتى لو وضعت في المذبح فاسوقت العروق اكل يعني ان سال بها الدم والا لا حكما في الكفاية یہ قسم اول قتل عمد وہ ہے

کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جائے کسی مقام مین اُسکے بدن سے بواسطہ اُس ہتھیار کے جو اُسکے اجزاء بدن کو پھاڑ دے چنانچہ آلات جنگ اور پھاری وزنی چیز جو ہے کی کنانی ہو یا قصہ ضرب ہو بسبب موگدار یا بڑے والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی یا ٹہنی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی قتل مین کنانی البرہان اور چنانچہ بانس یا نرکل کا تیز چھیلکا یا قصہ قتل ہوگا سے اسواسطے آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح مین رکھے سو وہ رگون کو جلا دے تو بیحد اکول ہوگا یعنی اگر آگ کے جلانے سے خون بہے اور اگر خون نہ بہیگا تو کھانا اسکا درست نہین کنانی الکفایہ خلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمدہ ہے جسمین بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرائے سلاح سے تفریق اجزا مین کنانی اکثر المتون شرح طحطاوی مین کہا قتل عمد وہ ہے جسمین قصد قتل ہو ہے سے چنانچہ چھری اور تلوار سے یا جو چیز لوہے کے مانند ہو خواہ اُسمین صنعت ہو کہ پھاڑ دے یا صنعت نہو لیکن کچلدے جیسے عمود آہنی اور تبر رہ کے آہنی بانٹ یا قتل نیزے یا سوئی سے کو چکر ہو بشرطیکہ یہ کام اُسمیں دام ہو خواہ غالبا اُس سے ہلاکی ہو یا نہو اسواسطے کہ کلیا احادیث مین منصوص ہے چنانچہ لاقود الا بالسیف وفی روایۃ لاقود الا بالسلاح وفی روایۃ لاقود الا بالحدید اور منصوص علیہ علت معتبر ہے اور اسیطرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا خواہ قتل چیز پھاڑ کے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہین تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہین تو عمد نہین چنانچہ آگ سے جلانا عمد ہے اور اسیطرح جس چیز مین حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیز پھاڑ دے یا بدن مین گھسجائے چنانچہ نوکدار لکڑی تو چیزین لوہے کے مانند عمل کرتی ہین تو قتل عمد ہے اتہی فتاوی قاضی خان مین ہے کہ لوہے مین اور جو لوہے کے مشابہ ہو ظاہر الروایۃ مین یہ ہے کہ قصاص واجب ہونے مین زخم ہونا شرط نہین اور طحطاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہین انتہی تو بموجب ظاہر الروایۃ کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے مین بلاشک قصاص واجب ہے اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحطاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی بھی کردیتی ہے اور سوئی کے قتل مین دو قول ہین ایک پر وجوب قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلا قصاص نہین اسلیے کہ عادت مین اس سے قتل کرنا مقصود نہین ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا فی الطحطاوی مختصر صاحب فتاوی قاضی خان مین آیا ہے عدم قصاص مذکور ہو واللہ اعلم قلت وفی شرح الوہبانیۃ کل ما یبلغ القود الا لا انتہی مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ جس چیز سے بیچ کر تا حاصل ہوتا ہے اُس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہین تو قصاص نہین انتہی وفی البرہان فی حدیث غیر محدد کالصخرۃ والخشبۃ اظہرہما انہ عمد اور برہان مین ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے نرازو کا بانٹ اُسمین دو روائتین ہین دونون مین ظاہر تر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے فی المجتبی واختاروا التسویۃ فی القود وان لم یکن فیہ مثقل اور مجتبی مین ہے کہ تنور گاکرم کرنا قصاص کے واسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اُسمین آگ موجود نہو وہ بمنزلہ سم ساعۃ الخفاجین ہے کہ ایک شخص نے تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اُسمین گرا دیا یا ایسی حالت مین آگ مین ڈالدیا کہ اُسمین سے کل نہین سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ سلاح کے خانہ مین ہے خواہ وہ شخص اُسمین مرجائے یا صاحب فراش رہے مرتے دم تک اور اگر چلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہین وفی معین المفتی للمصنف لا بد اذا اصابت المقتل ففیہ القود والا فلا فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب ہے کہ سوئی جب محل قتل مین لگجائے تو اُسمین قصاص ہے اور نہین تو قصاص نہین ہے سوائے کے قتل سے اسواسکو یاد رکھنا چاہیے قالوا والثلثۃ ضربہ قصدا بما لا تطیق البنیۃ بخشب عظیم عمدا اور صاحب جوہرہ اور تبیین اور ماموں نے کہا کہ مقتول کو قصدا مارنا اُس چیز سے جسکی ضرب اُٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہین چنانچہ بڑا لکڑا قتل عمد ہے ہم امام کے نزدیک قتل عمد نہین بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا موجبہ الاثم فان حرمتہ تتساند من حرمۃ اجزاء کلمۃ الکفر بجامع الحرمۃ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اُسکا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے بولنے سے اسواسطے کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکرہ کو بھی درست نہین ہم حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ومن قتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جہنم الایہ یعنی فرمایا حق تعالی نے کہ جو شخص مسلمان کو قصدا قتل کرے تو اُسکا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل ناحق ملنصحت کے واسطے کافی ہے اور احادیث تو اسمین بہت ثابت ہین منجملہ ترمذی اور نسائی مین عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہے

مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی امین ابو سعید خدری اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ انکو منہ کے بل آگ میں ڈالدے اور نسائی میں حدیث مرفوع ہے کہ ہر گناہ میں سے شفاعت کی امید ہے مگر گروہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدھی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ایسا لکھا ہوا پائیگا اور اسکی دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ یہ اللہ عزوجل کی رحمت سے ناامید ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من قتل النفس بغیر حق آمین (موجبہ القود عینا) اور موجب قتل عمد کا عینی قصاص ہے بالزوم ہمارے امام شافعیؒ کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص اور خون بہا لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنی تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور جو خدا نے اپنے عباد پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے واسطے کہ قتل خطا میں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مؤمنا خطأ الآیہ) و بدلیل حدیث عبد اللہ بن عباسؓ کے جو مسند ابن ابی شیبہؓ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول کا معاف کردے علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پس جبکہ خبر واحد مجمل قرآن کی مبین ہو سکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر میں کہ حدیث مشہور بطریق اولیٰ مجمل قرآن کا بیان ہو سکیگی خلاصہ یہ کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد و قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور اسکی مخصص واقع ہوگئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ مجمل کے ہوگئی تو حدیث نے آکر کاشف اجمال ہوگئی واللہ اعلم فلا بصیر ولا کثیر (فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف وادآء الیہ باحسان) یعنی جس کیلئے اسکے بھائی سے کچھ معاف کیا گیا پس پیروی کرنا ہے بھلائی کی اور ادا کرنا ہے اسکو بخوبی (ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ) یعنی یہ تخفیف ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے (فمن اعتدی بعد ذلک فلہ عذاب الیم) یعنی جو زیادتی کرے بعد اس تخفیف کے اسکیلئے عذاب دردناک ہے (ولکم فی القصاص حیوۃ) یعنی تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے (یا اولی الالباب لعلکم تتقون) یعنی اے عقلمندو تاکہ تم بچو (کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین) یعنی فرض کیا گیا تم پر جب حاضر ہو کسی کو موت اگر چھوڑے مال تو وصیت کرنا ماں باپ اور قرابتیوں کیلئے بطریق اچھی کے حق ہے پرہیزگاروں پر (فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ) یعنی جو کوئی بدلدے وصیت کو بعد اسکے کہ سنا اسکو پس گناہ اسکا انہیں پر ہے جو بدلتے ہیں (ان اللہ سمیع علیم) یعنی اللہ سنتا ہے جانتا ہے (فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینہم فلا اثم علیہ) یعنی جو کوئی ڈرا وصیت کرنے والے سے کسی ظلم یا گناہ کے پس صلح کرادے درمیان انکے پس نہیں گناہ اسپر (ان اللہ غفور رحیم) یعنی اللہ بخشنے والا مہربان ہے (یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون) یعنی اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسا فرض کیا گیا تھا ان پر جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم بچو (ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فہو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون) یعنی چند روز گنتی کے پس جو کوئی تم میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو گنتی پوری کرے روزے اور دوسرے دنوں سے اور جو لوگ طاقت رکھتے ہیں روزہ کی فدیہ ہے کھانا ایک محتاج کا پس جو کوئی خوشی سے زیادہ کرے نیکی تو وہ بہتر ہے اسکیلئے اور روزہ رکھنا تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو (شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی للناس وبینات من الہدی والفرقان فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ہداکم ولعلکم تشکرون) یعنی مہینہ رمضان کا جس میں اترا قرآن ہدایت ہے لوگوں کیلئے اور نشانیاں ہیں ہدایت کی اور فرق کرنے والی حق اور باطل کے پس جو کوئی تم میں حاضر ہو اس مہینہ کا روزہ رکھے اس میں اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو گنتی پوری کرے روزے اور دوسرے دنوں سے اللہ چاہتا ہے تمہارے حق میں آسانی اور نہیں چاہتا تمہارے حق میں دشواری اور اسلئے کہ تم پوری کرو گنتی اور اسلئے کہ بڑائی کرو اللہ کی اس پر کہ اسنے تمہاری رہنمائی کی اور اسلئے کہ تم شکر کرو (واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلہم یرشدون) یعنی جب پوچھیں تجھ سے میرے بندے میرے حال کو تو میں نزدیک ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی جب مانگے مجھ سے پس چاہیئے کہ قبول کریں میرا کہنا اور یقین لائیں مجھ پر تاکہ وہ راہ پائیں (احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ہن لباس لکم وانتم لباس لہن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروہن وابتغوا ما کتب اللہ لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل ولا تباشروہن وانتم عاکفون فی المساجد تلک حدود اللہ فلا تقربوہا کذلک یبین اللہ آیاتہ للناس لعلہم یتقون) یعنی حلال کیا گیا تمہارے لئے رات روزہ کی میں صحبت کرنا اپنی عورتوں سے وہ لباس ہیں تمہارے واسطے اور تم لباس ہو انکے واسطے اللہ نے جانا کہ تم خیانت کرتے تھے اپنے اوپر پس اسنے تمہاری توبہ قبول کی اور تم سے درگذر کی پس اب ملو انکو اور ڈھونڈو جو لکھا اللہ نے تمہارے لئے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو تم پر سفید دھاری صبح کی کالی دھاری سے پھر پورا کرو روزہ کو رات تک اور نہ ملو انکو جب تم اعتکاف کئے ہو مسجدوں میں یہ حدیں ہیں اللہ کی پس نزدیک نہ جاؤ ان کے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ اپنے حکم لوگوں کیلئے تاکہ وہ بچیں) (ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بہا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون) یعنی نہ کھاؤ مال اپنے آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ حاکموں تک تاکہ کھاؤ کچھ مال لوگوں کا گناہ سے اور تم جانتے ہو (یسئلونک عن الاہلۃ قل ہی مواقیت للناس والحج ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا ولکن البر من اتقی وأتوا البیوت من ابوابہا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون) یعنی پوچھتے ہیں تجھ سے چاند کی گھٹتی بڑھتی کی کہدے وہ وقت ہیں لوگوں کیلئے اور حج کے اور نہیں نیکی یہ کہ آؤ گھروں میں پیچھے سے انکے لیکن نیکی یہ ہے کہ ڈرے کوئی اللہ سے اور آؤ گھروں میں دروازوں سے انکے اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم مراد پاؤ (وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین) یعنی لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی نہ کرو بیشک اللہ نہیں دوست رکھتا زیادتی کرنیوالوں کو (واقتلوہم حیث ثقفتموہم وأخرجوہم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوہم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوہم کذلک جزاء الکافرین فان انتہوا فان اللہ غفور رحیم وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتہوا فلا عدوان الا علی الظالمین الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین) یعنی مارو ان کو جہاں پاؤ اور نکالو ان کو جہاں سے نکالا تھا انہوں نے تم کو اور فتنہ بڑا ہے قتل سے اور نہ لڑو ان سے مسجد حرام کے پاس جب تک نہ لڑیں وہ تم سے وہاں پس اگر لڑیں تم سے تو مارو ان کو ایسی سزا ہے کافروں کی پھر اگر باز آئیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ اور ہو دین اللہ کا پھر اگر باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر مہینہ حرام کا بدلہ ہے مہینہ حرام کا اور حرمتوں میں بدلہ ہے پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی زیادتی کرو اس پر جیسی اسنے زیادتی کی تم پر اور ڈرو اللہ سے اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے) (وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ وأحسنوا ان اللہ یحب المحسنین) یعنی خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں اور بھلائی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے بھلائی کرنیوالوں کو (واتموا الحج والعمرۃ للہ فان احصرتم فما استیسر من الہدی ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الہدی محلہ فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من رأسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الہدی فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ شدید العقاب) یعنی پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ کیلئے پس اگر روکے جاؤ تو جو میسر ہو قربانی سے اور نہ منڈواؤ اپنے سر جب تک پہنچے قربانی اپنی جگہ پس جو کوئی تم میں بیمار ہو یا اسکے سر میں کچھ تکلیف ہو تو بدلہ دے روزہ سے یا خیرات سے یا قربانی سے پھر جب تم امن میں ہو تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ سے حج تک تو جو میسر ہو قربانی سے پھر جو نہ پائے تو روزے رکھے تین دن حج میں اور سات جب پھر جاؤ یہ پوری دس ہوئیں یہ حکم اسکیلئے ہے جسکے گھر والے مسجد حرام کے پاس نہ رہتے ہوں اور ڈرو اللہ سے اور جانو کہ اللہ سخت عذاب والا ہے) (الحج اشہر معلومات فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ وتزودوا فان خیر الزاد التقوی واتقون یا اولی الالباب لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام واذکروہ کما ہداکم وان کنتم من قبلہ لمن الضالین ثم افیضوا من حیث افاض الناس واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا وما لہ فی الآخرۃ من خلاق ومنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار اولئک لہم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب واذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی واتقوا اللہ واعلموا انکم الیہ تحشرون) یعنی حج کے مہینے معلوم ہیں پس جو کوئی ان میں حج کا قصد کرے تو نہ کرے عورت سے صحبت اور نہ بدکاری اور نہ لڑائی حج میں اور جو کچھ تم نیکی کرو گے اللہ کو خبر ہے اور توشہ لو پس بہتر توشہ پرہیزگاری ہے اور ڈرو مجھ سے اے عقلمندو نہیں گناہ تم پر اگر تلاش کرو فضل اپنے رب سے پھر جب لوٹو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو مشعر حرام کے پاس اور یاد کرو اسکو جیسا بتایا تم کو اور تھے تم پہلے سے بھولے پھر لوٹو جہاں سے لوٹتے ہیں لوگ اور بخشش مانگو اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے پھر جب پورا کر چکو اپنے حج کے کام تو یاد کرو اللہ کو جیسا یاد کرتے ہو اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرنا پھر کوئی لوگ ہیں کہ کہتے ہیں اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں اور نہیں اسکیلئے آخرت میں کچھ حصہ اور کوئی کہتے ہیں اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا ہم کو عذاب دوزخ سے یہی لوگ ہیں کہ انکیلئے حصہ ہے اس سے جو کمایا انہوں نے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے دنوں میں پھر جو کوئی جلدی کرے دو دن میں تو اسپر گناہ نہیں اور جو کوئی پیچھے رہے اسپر بھی گناہ نہیں یہ اسکیلئے ہے جو ڈرتا ہے اور ڈرو اللہ سے اور جانو کہ تم اسکے پاس جمع کئے جاؤ گے) (ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ وہو الد الخصام واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیہا ویہلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ولبئس المہاد ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینات فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم ہل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام والملائکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامور) یعنی اور کوئی آدمی ہے کہ اچھی لگتی ہے تجھ کو اسکی بات دنیا کی زندگی میں اور گواہ کرتا ہے اللہ کو اوپر اسکے جو کچھ اسکے دل میں ہے اور وہ بڑا جھگڑالو ہے اور جب پھرتا ہے تو دوڑتا ہے زمین میں کہ فساد کرے اس میں اور ہلاک کرے کھیتی اور نسل کو اور اللہ نہیں دوست رکھتا فساد کو اور جب کہا جاتا ہے اسکو ڈر اللہ سے تو پکڑتی ہے اسکو حمیت گناہ کی پس کافی ہے اسکو دوزخ اور بیشک برا ٹھکانا ہے اور کوئی آدمی ہے کہ بیچ ڈالتا ہے اپنی جان کو واسطے طلب کرنے خوشی اللہ کی اور اللہ مہربان ہے بندوں پر اے ایمان والو داخل ہو اسلام میں پورے پورے اور نہ چلو قدموں پر شیطان کے بیشک وہ تمہارا دشمن ہے کھلا پھر اگر پھسلے تم بعد اسکے کہ آچکیں تم کو دلیلیں روشن تو جان رکھو کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے کیا انتظار کرتے ہیں مگر یہ کہ آئے اللہ بادلوں کے سایہ میں اور فرشتے اور فیصلہ ہو چکا اور اللہ کی طرف پھرتے ہیں سب کام) (یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتامی والمساکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم کتب علیکم القتال وہو کرہ لکم وعسی ان تکرہوا شیئا وہو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وہو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون ان الذین آمنوا والذین ہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمت اللہ واللہ غفور رحیم یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو کذلک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون فی الدنیا والآخرۃ ویسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لہم خیر وان تخالطوہم فاخوانکم واللہ یعلم المفسد من المصلح ولو شاء اللہ لاعنتکم ان اللہ عزیز حکیم ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو اعجبکم اولئک یدعون الی النار واللہ یدعو الی الجنۃ والمغفرۃ باذنہ ویبین آیاتہ للناس لعلہم یتذکرون ویسئلونک عن المحیض قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوہن حتی یطہرن فاذا تطہرن فاتوہن من حیث امرکم اللہ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لانفسکم واتقوا اللہ واعلموا انکم ملاقوہ وبشر المؤمنین) یعنی پوچھتے ہیں تجھ سے کیا خرچ کریں کہدے جو کچھ خرچ کرو مال سے پس واسطے ماں باپ کے اور قرابتیوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے اور جو کچھ کرو گے بھلائی سو اللہ اسکو جانتا ہے فرض کیا گیا تم پر لڑنا اور وہ برا ہے تمہارے حق میں اور عجب نہیں کہ تم برا جانو کسی چیز کو اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور عجب نہیں کہ تم چاہو کسی چیز کو اور وہ برا ہو تمہارے حق میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے پوچھتے ہیں تجھ سے مہینہ حرام کا لڑنا اس میں کہدے لڑنا اس میں بڑا ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے اور اسکا انکار کرنا اور مسجد حرام سے اور نکالنا اہل اسکا اس سے بڑا ہے اللہ کے نزدیک اور فساد بڑا ہے قتل سے اور ہمیشہ لڑتے رہیں گے تم سے یہاں تک کہ پھیر دیں تم کو تمہارے دین سے اگر قدرت پائیں اور جو کوئی پھرے تم میں سے اپنے دین سے پھر مرے اور وہ کافر ہو تو ایسوں کے اعمال اکارت گئے دنیا میں اور آخرت میں اور ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور لڑے راہ اللہ میں وہ امید رکھتے ہیں رحمت اللہ کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے پوچھتے ہیں تجھ سے شراب اور جوا کا حکم کہدے ان دونوں میں گناہ بڑا ہے اور فائدے ہیں لوگوں کیلئے اور گناہ انکا بڑا ہے انکے فائدہ سے اور پوچھتے ہیں تجھ سے کیا خرچ کریں کہدے جو زیادہ ہو اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے حکم تاکہ تم سوچو دنیا اور آخرت کی اور پوچھتے ہیں تجھ سے یتیموں کا حکم کہدے بہتر ہے انکا سنوارنا اور اگر ملا لو انکو اپنے ساتھ تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے اور اگر چاہتا اللہ تو تم کو مشکل میں ڈالتا بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں سے جب تک کہ وہ ایمان لائیں اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے مشرک عورت سے اگرچہ وہ تم کو اچھی لگے اور نکاح نہ کرو مشرک مردوں سے جب تک کہ وہ ایمان لائیں اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک مرد سے اگرچہ وہ تم کو اچھا لگے یہ لوگ بلاتے ہیں آگ کی طرف اور اللہ بلاتا ہے بہشت کی طرف اور بخشش کی اپنے حکم سے اور کھول کھول کر بیان کرتا ہے اپنے حکم لوگوں کیلئے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں اور پوچھتے ہیں تجھ سے حیض کا حکم کہدے وہ ایذا ہے پس الگ رہو عورتوں سے حیض میں اور نزدیک نہ جاؤ انکے جب تک کہ پاک ہو جائیں پھر جب پاک ہو جائیں تو آؤ انکے پاس جہاں سے تم کو حکم دیا اللہ نے بیشک اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنیوالوں کو اور دوست رکھتا ہے پاک رہنیوالوں کو تمہاری عورتیں کھیتی ہیں تمہاری پس آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو اور آگے بھیجو اپنے واسطے اور ڈرو اللہ سے اور جانو کہ تم ملنے والے ہو اسکے اور خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو)

(ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ وأعد لہ عذابا عظیما) یعنی جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو جان بوجھ کر تو اسکی سزا دوزخ ہے ہمیشہ رہے گا اس میں اور غضب ناک ہوا اللہ اس پر اور لعنت کی اسپر اور تیار کر رکھا اسکیلئے عذاب بڑا ترمذی امین ابو سعید خدری اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ انکو منہ کے بل آگ میں ڈالدے اور نسائی میں حدیث مرفوع ہے کہ ہر گناہ میں سے شفاعت کی امید ہے مگر گروہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدھی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ایسا لکھا ہوا پائیگا اور اسکی دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ یہ اللہ عزوجل کی رحمت سے ناامید ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من قتل النفس بغیر حق آمین (موجبہ القود عینا) اور موجب قتل عمد کا عینی قصاص ہے بالزوم ہمارے امام شافعیؒ کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص اور خون بہا لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنی تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور جو خدا نے اپنے عباد پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے واسطے کہ قتل خطا میں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مؤمنا خطأ الآیہ) و بدلیل حدیث عبد اللہ بن عباسؓ کے جو مسند ابن ابی شیبہؓ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول کا معاف کردے علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پس جبکہ خبر واحد مجمل قرآن کی مبین ہو سکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر میں کہ حدیث مشہور بطریق اولیٰ مجمل قرآن کا بیان ہو سکیگی خلاصہ یہ کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد و قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور اسکی مخصص واقع ہوگئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ مجمل کے ہوگئی تو حدیث نے آکر کاشف اجمال ہوگئی واللہ اعلم فلا بصیر ولا کثیر (فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف وادآء الیہ باحسان) یعنی جس کیلئے اسکے بھائی سے کچھ معاف کیا گیا پس پیروی کرنا ہے بھلائی کی اور ادا کرنا ہے اسکو بخوبی (ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ) یعنی یہ تخفیف ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے (فمن اعتدی بعد ذلک فلہ عذاب الیم) یعنی جو زیادتی کرے بعد اس تخفیف کے اسکیلئے عذاب دردناک ہے (ولکم فی القصاص حیوۃ) یعنی تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے (یا اولی الالباب لعلکم تتقون) یعنی اے عقلمندو تاکہ تم بچو (کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین) یعنی فرض کیا گیا تم پر جب حاضر ہو کسی کو موت اگر چھوڑے مال تو وصیت کرنا ماں باپ اور قرابتیوں کیلئے بطریق اچھی کے حق ہے پرہیزگاروں پر (فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ) یعنی جو کوئی بدلدے وصیت کو بعد اسکے کہ سنا اسکو پس گناہ اسکا انہیں پر ہے جو بدلتے ہیں (ان اللہ سمیع علیم) یعنی اللہ سنتا ہے جانتا ہے (فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینہم فلا اثم علیہ) یعنی جو کوئی ڈرا وصیت کرنے والے سے کسی ظلم یا گناہ کے پس صلح کرادے درمیان انکے پس نہیں گناہ اسپر (ان اللہ غفور رحیم) یعنی اللہ بخشنے والا مہربان ہے (یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون) یعنی اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسا فرض کیا گیا تھا ان پر جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم بچو (ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فہو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون) یعنی چند روز گنتی کے پس جو کوئی تم میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو گنتی پوری کرے روزے اور دوسرے دنوں سے اور جو لوگ طاقت رکھتے ہیں روزہ کی فدیہ ہے کھانا ایک محتاج کا پس جو کوئی خوشی سے زیادہ کرے نیکی تو وہ بہتر ہے اسکیلئے اور روزہ رکھنا تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو (شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی للناس وبینات من الہدی والفرقان فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ہداکم ولعلکم تشکرون) یعنی مہینہ رمضان کا جس میں اترا قرآن ہدایت ہے لوگوں کیلئے اور نشانیاں ہیں ہدایت کی اور فرق کرنے والی حق اور باطل کے پس جو کوئی تم میں حاضر ہو اس مہینہ کا روزہ رکھے اس میں اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو گنتی پوری کرے روزے اور دوسرے دنوں سے اللہ چاہتا ہے تمہارے حق میں آسانی اور نہیں چاہتا تمہارے حق میں دشواری اور اسلئے کہ تم پوری کرو گنتی اور اسلئے کہ بڑائی کرو اللہ کی اس پر کہ اسنے تمہاری رہنمائی کی اور اسلئے کہ تم شکر کرو (واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلہم یرشدون) یعنی جب پوچھیں تجھ سے میرے بندے میرے حال کو تو میں نزدیک ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی جب مانگے مجھ سے پس چاہیئے کہ قبول کریں میرا کہنا اور یقین لائیں مجھ پر تاکہ وہ راہ پائیں (احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ہن لباس لکم وانتم لباس لہن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروہن وابتغوا ما کتب اللہ لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل ولا تباشروہن وانتم عاکفون فی المساجد تلک حدود اللہ فلا تقربوہا کذلک یبین اللہ آیاتہ للناس لعلہم یتقون) یعنی حلال کیا گیا تمہارے لئے رات روزہ کی میں صحبت کرنا اپنی عورتوں سے وہ لباس ہیں تمہارے واسطے اور تم لباس ہو انکے واسطے اللہ نے جانا کہ تم خیانت کرتے تھے اپنے اوپر پس اسنے تمہاری توبہ قبول کی اور تم سے درگذر کی پس اب ملو انکو اور ڈھونڈو جو لکھا اللہ نے تمہارے لئے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو تم پر سفید دھاری صبح کی کالی دھاری سے پھر پورا کرو روزہ کو رات تک اور نہ ملو انکو جب تم اعتکاف کئے ہو مسجدوں میں یہ حدیں ہیں اللہ کی پس نزدیک نہ جاؤ ان کے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ اپنے حکم لوگوں کیلئے تاکہ وہ بچیں) (ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بہا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون) یعنی نہ کھاؤ مال اپنے آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ حاکموں تک تاکہ کھاؤ کچھ مال لوگوں کا گناہ سے اور تم جانتے ہو (یسئلونک عن الاہلۃ قل ہی مواقیت للناس والحج ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا ولکن البر من اتقی وأتوا البیوت من ابوابہا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون) یعنی پوچھتے ہیں تجھ سے چاند کی گھٹتی بڑھتی کی کہدے وہ وقت ہیں لوگوں کیلئے اور حج کے اور نہیں نیکی یہ کہ آؤ گھروں میں پیچھے سے انکے لیکن نیکی یہ ہے کہ ڈرے کوئی اللہ سے اور آؤ گھروں میں دروازوں سے انکے اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم مراد پاؤ (وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین) یعنی لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی نہ کرو بیشک اللہ نہیں دوست رکھتا زیادتی کرنیوالوں کو (واقتلوہم حیث ثقفتموہم وأخرجوہم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوہم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوہم کذلک جزاء الکافرین فان انتہوا فان اللہ غفور رحیم وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتہوا فلا عدوان الا علی الظالمین الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین) یعنی مارو ان کو جہاں پاؤ اور نکالو ان کو جہاں سے نکالا تھا انہوں نے تم کو اور فتنہ بڑا ہے قتل سے اور نہ لڑو ان سے مسجد حرام کے پاس جب تک نہ لڑیں وہ تم سے وہاں پس اگر لڑیں تم سے تو مارو ان کو ایسی سزا ہے کافروں کی پھر اگر باز آئیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ اور ہو دین اللہ کا پھر اگر باز آئیں ت

آدمی کے اطراف میں عمد ہی قصاص کا موجب تو جان کے سوائے میں نہ عمد نہیں بلکہ عمد و خطا یعنی افعال نفس باختلاف اگرچہ مختلف ہوتا ہے اور یا در نفس مختلف نہیں ہوتا مثلاً عصائے کبیر قتل نفس کا آلہ نہیں اور ہاتھ یا پانوں کے توڑنے کا البتہ اگر ہی تو عصائے وغیرہ سے اگر ہاتھ پانوں تلف ہوگا تو اسمیں کفارہ اور دیت نہیں بلکہ قصاص واجب ہے یعنی فاعل کا بھی ہاتھ پانوں توڑا جاویگا والثالث خطأ وھو نوعان لانہ اما خطأ فی ظن الفاعل کان یرمی شخصا ظنہ صیدا او حربیا او مباح الدم فاذا ھو مسلم او ذمی وقسمی دو قسمیں ہیں اسواسطے کہ یا خطا اور چوک پڑنے فاعل کے گمان میں چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک شخص کو شکار یا کافر حربی یا مرتد جانکر سو وہ تو گمان مسلمان یکلاد خطأ فی نفس الفعل کان یرمی شخصا ظنہ صیدا او حربیا او مباح الدم فاذا ھو مسلم او ذمی عرضا فاصابہ ثم رجع عنہ او تجاوز عنہ فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب رجلا فاصاب رجلا فاصاب عضو غیرہ ولا عنقہ فعمدہ قطعا او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع السھم فاصاب الرجل فھو خطأ لانہ مخطئ فاصاب خطأ درجوعہ سبب اخر والحکم یضاف لاخر اسبابہ ابن کمال عن المحیط یا خطا واقع ہو نفس فعل میں چنانچہ تیر مارا نشانہ یا شکار کو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اسپر لگا پھر نشانہ سے ہٹتا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا سو کسی مرد کو جا لگا یا فاعل نے ایک مرد کے مارنے کا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کے ہاتھ پر مارنے کا سو اسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ قتل عمد ہی یقیناً یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار میں لگا پھر تیر وہاں سے پلٹا سو دوسرے مرد کے لگ گیا تو یہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہی اسواسطے کہ تیر انداز دیوار کے لگانے میں چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہ دوسرا سبب ہوا اور حکم مضاف اول منسوب ہوتا ہی پچھلے سبب کی طرف چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہی محیط سے قال ولذا لو سقط من ید خشبۃ فقتل رجلا یحقق الخطأ فی الفعل لا قصد فیہ فکلام صدر الشریعۃ فیہ مما فیہ ابن کمال نے کہا اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اسکے صدمہ سے کوئی مر قتل ہو جاوے تو اسصورت میں خطائی الفعل ثابت ہی اور حالانکہ فاعل کا اسمیں مطلقاً قصد نہیں ہی تو صدر الشریعۃ کے کلام میں وہ خلل ہی جو اسمیں ہی صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا کہ خطائی الفعل یہ ہی کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اس سے دوسرا فعل صادر ہو جاوے چنانچہ اینٹ کو پھینکا تو کسی شخص کے لگیگا سے انتہی حاصل کلام یہ اس کلام میں قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطائی الفعل میں لازم نہیں چنانچہ لکڑی اور اینٹ کے چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ میں خطائی الفعل ثابت ہی اور اسمیں مطلقاً قصد نہیں لیکن عنقریب آویگا کہ یہ جاری مجرائی خطا کی صورت ہی نہ خطائی الفعل کی کذا فی البطیطاوی مختصراً وفی الوھبانیۃ ؎ وقد یصد شخص فی اصاب خلافہ فذا خطأ والقتل فیہ معتبر اور وہبانیہ میں ہی اور قصد کرنے والا ایک شخص کا اگر اسکا تیر خلاف اسکے دوسرے شخص کے لگجاوے تو یہ قتل خطا ہی اور اسمیں قاتل کا قتل از روئے قصاص کے معتبر ہی ؎ وقاصد شخص حالۃ النوم ان بمت ؛ فیقتص ان بقی دما منہ فیھم اور قصد کرنے والا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم میں اگر وہ مر جاوے تو قاتل سے قصاص لیا جاوے اگر اسکا خون باقی رہے یعنی اگر مقتول کا خون تا موت سائل رہے تو قاتل سے قصاص ہی کذا فی البطیطاوی عن التتمۃ والرابع ما جرت مجرى الخطأ كما لو القلب على رجل فقتله لانه معذور كالمخطئ اور چوتھی قسم وہ قتل ہی جو جاری مجرائی خطا کے ہی یعنی خطا نہیں بمنزلہ خطا کے ہی جیسے سونے والا منقلب ہو جاوے کسی مرد پر سو اسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونے والا معذور ہی خطا کرنے والے کے برابر ہی صورت اسکی یہ ہی کہ کوئی شخص بلند چبوترے یا بلند تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہی سو کروٹ بدلنے میں اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مر گیا کچلکر تو نائم معذور ہی خاطی کے مانند تو یہ قتل خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے بطیطاوی میں عالمگیری عن المحیط سے منقول ہی جاری مجرائی خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا یا اسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اور دوسرا آدمی اسکے صدمہ سے مر گیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا اور یہ بھی ہی کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اسواسطے کہ یہ حقیقت میں خطا نہیں اسواسطے نائم کا کچھ قصد ہی نہیں کہ وہ اپنے مقصد کا مختلی ٹھہرے تو قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی مافی البطاوی تو معلوم ہوا

کہ خطا کی نسبت صدر شریعت کی طرف مرجح خطا ہے موجب ہذا النوع من الفعل و ہو الخطأ و مکفر و محرم الکفارۃ والاثم علی ما فی الدرر و ثم دون اثم القتل اذ شرع الکفارۃ یؤذن بالاثم تو لیتر کہ الغرمیۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور قتل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہونا اور حرمت قاتل کی وجہ کا نہ ہونا اور گناہ کا ترتب قتل سے سوائے کفارہ کا مشروع ہونا مبنی ہونا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے ہم اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ ایسی بے احتیاطی کرکے وہ سلمان ہلاک ہوگیا اسواسطے کہ افعال سماویہ کی بسا تسبت جائز نہیں اگرچہ شرط عدم ایذا بصر جہ دوسرے کو اذیت ہوتی تو اسکے احتیاط ترک کی زیادہ گنہگار ہوگا اور جو واقعہ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ مبنی پوشیدہ ہوا اور پوشش نہیں پر بطن گناہ کے کذا فی التبیین والحاصل قتل بسبب کما فی عزیز و اضمحل حجرا فی غیر ملکہ بسبب ذی مال من السلطان بکمال اور یا پچھر قسم قتل سبب ہے جیسے کنواں کھودنے والا اور پچھر رکھنے والا غیر کے ملک میں بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن محرج الطحاوی و ہم غیر ملک غیر اور وضع وونوں کی قید بنا پچھر در زمین ہو تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودے یا پتھر رکھے گا تو اسکی طرف سے تعدی ثابت نہوگی تو دیت اور کفارہ بھی نہوگا کذا فی الطحاوی کذا و اضمحل غضبیۃ علی قارعۃ الطریق ونحو ذلک الا اذا مشی علی البئر ونحوہ بعد علمہ یا بحفر و نحوہ در اور اسیطرح قاتل بسبب ہر رکھنے والا کہ یکا شارع عام میں اور مانند اسکے جو ملحق ہوجانے کا سبب ہو پس اگر پانی میں کا ڈھیر کر دیا راہ میں گر جسکے کوئی شخص کنوئیں وغیرہ پر چلا کھدنا وغیرہ وجان و جھکڑ کذا فی الدرر اسواسطے کہ جان بوجھکر خود اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے کذا فی السجو تر دو موجب الدیۃ علی العاقلۃ اور قتل بسبب کا موجب دیت ہے قاتل کے مددگاروں پر کنواں کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہوا اور کھودنے والا متعدی ہوا ہمیں تو بمنزلہ واقع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کے واسطے لا الکفارۃ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ در اس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک میں کنواں کھودنے اور پتھر وغیرہ رکھنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر کذلک ذلک یوجب ما لا یوجب الا دیۃ لو الجانی مکلفا ابن کمال اور قتل کے جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے موجب ہیں اپنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اسکی میراث قاتل پانا ویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال اور قتل کے یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ میں مصرح ہے ہذا ای القتل بسبب بعد کم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہیں سوائے اس قسم کے یعنی قتل بسبب ہیں قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اسکے عدم قتل کے سبب سے یعنی قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہیں جو موجب حرمان ہو اسواسطے کہ مباشرت عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہاں موجود نہیں بلکہ قاتل کا فعل زمین سے بذریعہ فعل ہوا و مباشر کے ساتھ خلاف ہیل اسکی اسواسطے متعلق کیا ہے کہ خون کا رائیگاں ہونا بحوی بالحفرۃ الشافعی بالخطأ فی احکامہ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے جمیع احکام میں واللہ اعلم

فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ

یہ فصل ہے اس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل قصاص کا موجب نہیں یجب القود الی القصاص بقتل کل محقون الدم بالنظر لعاقلہ در اسیسیتضم ہذا قولہ لو قتل القاتل احدہم عمدا وجب ہو قولہ یعنی قصاص جو محفوظ الدم اس کے عمداً قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اسکے قاتل کے محفوظ ہو کذا فی الدرر اور اسکا مطلب اسی فصل میں ماتن کے اس قول کے پاس لو قتل القاتل احدہم واضح ہوگا ہم یعنی جو مقتول کہ بنظر قاتل دماء محفوظ الدم ہو یعنی اسکی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہیں تو اسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہوگا یعنی اسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہوگا محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اسکا خون تا قیام دار الاسلام محفوظ ہو نہ ہمیشہ تو دیا التحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا قصاص یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ وہ فعل کیا جائے جو اسنے مفعول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اسصورت میں تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہوگی واللہ اعلم اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی جو محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہیں سو جو انکو عمداً قتل کریگا وہ انکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے اگر مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمداً قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عارض سے ہے

تو قواعد کے تحت میں داخل ہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہاں واجب تھا اصل میں پھر منقلب بمال ہوگیا اسواسطے کہ ایتہ شبہہ ہے قصاص کے ٹل جانے کا اور اسیطرح عبد وقف کے قتل عمد میں قصاص واجب نہیں بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الخطاوی لا المستامن ومن فی حکمہ یعنی مستامن اور حربی یعنی انکے قتل عمد سے قصاص واجب نہیں مستامن تو اسوجہ سے کہ اسکا دم دائما محفوظ نہیں اور حربی تو مطلقا مباح الدم ہے بشرطیکہ ان یکون القاتل مکلفا لانہ لیس لصبی ومجنون عمد مقتول مذکور کے قتل عمد میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ صغیر اور مجنون کے واسطے عمد نہیں فی البزازیۃ حکمہ علیہ بقود وجب قبل دفعہ للولی انقلب دیۃ بزازیہ میں ہے قاتل پر حکم حکم ہوگیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہوگیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت ہوجاویگا یعنی پہلے قاتل عاقل تھا پھر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہ ہوگا کذا فی الخ قتل من یحسن وقتل فی افاقتہ قتل کیا اس قاتل نے جسکو کبھی دیوانہ ہوجاتا ہے اور کبھی اسکو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ میں مارا جاویگا فان عمہ بعد ما سقط دان غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہوگیا بعد اسکے اگر مجنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا لیکن بطریق استحسان دیت اسکے مال میں واجب ہوگی کذا فی العالمگیریۃ اور اگر مجنون دائمی نہیں تو قتل ہوگا قتل عبدہ مولاہ کالاجنبیۃ هدایہ قال ابوجعفر یقتل غلام نے اپنے سیان کو قتل کیا تو اسمیں کچھ روایت نہیں امام اور صاحبین سے اور ابوجعفر منفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا قتل عبدا الا قود فیہ کسی نے وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمیں قصاص نہیں یعنی مراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اسکی قیمت لی جاوے اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خرید کیا جاوے قتل خطئہ کہ عمدا وابنتہ فی نکاحہ سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمدا قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح میں ہے تو قصاص ساقط ہوگا اسواسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر خانہ میں ہے کہ اگر مقتول کے وارثوں میں قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہوجاویگا کذا فی الخطاوی وبشرط انتفاء الشبہۃ کما لو قتل اجنبیا او اعم کقولہ اقتلنی فقتلنی بنیۃ ما کما سیجئ او قتل عمد میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول میں قصاص ملجانے کا شبہہ نہ ہو چنانچہ ولادت یا ملک ہونا یا کوئی امر امام ولادت اور ملک سے عام تر چنانچہ مقتول کا یوں کہنا قاتل سے کہ تو مجھکو قتل کر سو قاتل نے اسکو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہہ مذکور کی تفصیل آگے آویگی فیقتل الحر بالحر والعبد بالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی قصاص میں تو قتل کیا جاتا ہے آزاد بدلے آزاد کے اور بندے غلام کے سوائے غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہوچکا اور عبد وقف کے مقتول ہونے میں قصاص واجب نہیں بلکہ اسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے برخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ انکے اور امام مالک اور حمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہ ہوگا بلکہ قاتل پر اسکی قیمت کا تاوان لازم ہوگا امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں الحر بالحر والعبد بالعبد الانثی بالانثی فرمایا ہے یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اسکا مقتضی ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا جاوے اسواسطے کہ بنا قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد میں برابری نہیں اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا ولنا الخ اطلاق قولہ تعالی النفس بالنفس فانہ تارک لعمومہ تعالی الحر بالحر الآیۃ کما رواہ السیوطی فی الدر المنثور عن ابن عباس عن ابن عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے ہمیں آزاد اور غلام کی قید نہیں تو یہ آیت الحر بالحر کی آیت کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر درالمنثور میں نسخ کو عباس سے عن ابن عباس نقل کیا ہے نسخہ اول الف منسوب کے عموم ہے اس آیت کا کتب علیکم القصاص فی القتلی یعنی مقتولین میں تم پر قصاص کرنا فرض ہے مقتول علم ہے آزاد ہو یا غلام ازانجملہ خود تعالی ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا لیکن اگر آزاد نے اپنے ذاتی غلام کو قتل کر دیا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سکندانی یعنی اس تخصیص علی ان تخصیص بالذکر فلا ینفی ما عداہ کیف وقد دل الواجب ان لا یقتل الا الذکر بالانثی ولا قائل بہ علاوہ نسخ سے یہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خلق کو ذکر کرنا بعد اور تخصیص بالذکر کے ماسوائے مذکور کے نفی نہیں کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہیں ہوتی یکذا ذکر ہو حالانکہ اگر تخصیص

ما عدا کی نفی پر دلالت کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد عورت کے مارنے اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں ہم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگوں کا رد ہے جو قتل کے بدلے غیر قاتل کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اسواسطے کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ میں اگر قتل ہو جاتا اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر دعوی فضیلت رکھتا تو مدعی فضیلت یوں کہتا کہ ہم راضی نہونگے جبتک کہ عورت کے بدلے انکا مرد نہ مارین اور اپنے غلام کے بدلے آنکا آزاد ہمارین حق تعالی انکے رد میں یہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جاے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا جواب یہ ہے کہ تخصیص میں عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام میں آزاد اور غلام دونوں برابر ہین قیل کلا کلھم یا لعبد یقتل بہ خولہ بالا ولے کہا گیا ہے مذہب شافعی کے اشکال میں کہ اگر تخصیص بالذکر یا عدد کی نفی کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاتا اور یہ اشکال رد کیا گیا ہے اسکے داخل ہونے سے بطریق اولے کے ہم شارح کی اس عبارت میں کچھ تحریر اور تحقیق نہیں شارح نے عبارت مع اغفال کے قتل کرنے کا ارادہ کیا سو اسکا قلم ہیو قع چل گیا یوں کہنا صحیح تھا قبل ولا العبد بالحر اور عطف ہمارے ان الفاظ پر کہ ذا فی الخطا کی مختصر العینی یہ جو بعض شارحین نے امام شافعی کے مذہب پر اشکال کیا ہے کہ اگر تخصیص بالذکر یا عدد کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نجاتا بدلیل قولہ تعالی والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہے اسوجہ سے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد بدلے کے بدرجہ اولی مقتول ہوگا اور مزید تفصیل اسکی مع اغفال کے عبارت مین ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے ولابی الفتح البستی نظما ؎ خذوا بدمی ھذا الغزال فانہ + رمانی بسھمی مقلتیہ علی عمد + ولا تقتلوا انی انا عبدہ + ولو ان حرا قط یقتل بالعبد اور مناسب مقام ابو الفتح بستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہے کہ پکڑو میرے غزال کو کہ اسنے اپنے دونوں گوشۂ چشم کے دو تیروں سے مجھکو قتل کیا ہے لیکن مجھکو قتل نہ کرو سو اسواسطے کہ میں اسکا غلام ہون اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آزاد مارا جاے بدلے غلام کے لکھا طاوی نے کہا تو رخذ وا بدمی اور لا تقتلوہ مین مناسبت ہے اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور دیت پر قتل کرنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ غلام کی دیت اسکے مالک پر واجب نہین فاجابہ بعض الحنفیۃ رحمہ اللہ علیہ ؎ خذوا بدمی من رام قتلی بلحظہ + ولم یخش بطش اللہ فی قاتل العمد + وقود وا بہ حبشیا وان کنت عبدہ + لیعلم ان الحر لا یقتل بالعبد سو اس نظم کا کسی نے جواب دیا ہے بطریق رد کے کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اسکو جسنے میرے قتل کا اپنے گوشۂ چشم کی دید سے ارادہ کیا اور یہ بھی خیال نہ کیا اور نہ خوف خدا کے پکڑنے سے جو غالب ہے قاتل عمد مین اور قصاص تو اس سے زبردستی اگرچہ میں اسکا غلام ہون تا معلوم ہو جاے کہ آزاد مارا جاتا ہے بدلے غلام کے کما فی الطاوی کہا اس نظم مین خلل یہ ہے کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہیں جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجیے تو ان کنت عبدہ کے مناسب نہین والمسلم والذمی خاتلا وقتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر معلوم الاسلام کے عوض پر خلافا شافعی کے کما امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا یقتل مومن بکافر رواہ البخاری اور یہ مضمون ابن ابو داود و نسائی اور ابن ماجہ مین بھی ہے اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دار قطنی مین عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو بمعاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی ذمتہ یعنی مین ذمہ کے پورا کرنے والون مین زیادہ کریم ہون ہر چند دار قطنی نے ابن ہلمانی کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات تابعین مین ذکر کیا ہے اور یہ مضمون اس حدیث کا مسند شافعی مین بھی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مومن بکافر مراد ہے تو فیقا بین الروایتین کذا فی العینی یعنی ذمی مرتفی سے نقل کیا کہ ذمیون نے جزیہ اسواسطے دیا تا انکے خون ہمارے خون کے مانند ہون اور انکے مال ہمارے مال کے برابر کما ؎ جستا من بل ھو بمثلھا سا للمساواۃ لا استحسانا لقیام المبیح ھدایہ و مجتبی و درر و غیرھا نقل کیا جاے مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا خون علی الماہیہ ہمارے خون مین بمنزلہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اسکے برابر قتل کیا جاتا ہے عیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قیام مبیح کے کذا فی الھدایہ والمجتبی والدرر وغیرہا م اباحت خون کی وجہ کفر ہے جو باعث ہے حربی لیسین کا اسواسطے کہ مستامن بھی حربی دار الحرب کا قصد رکھتا ہے قال المصنف رحمہ اللہ تعالی

ینبغی ان یعوّل علی الاستحسان لتصریحہم بالعمل بالاقوی مسائل مضبوطۃ لیست ھذہ منھا وقد اقتصر ملاخسرو فی متنہ علی القیاس انتھی یعنی فتبعہ المصنف رحمہ اللہ علی عادتہ وقلدہ ویعضدہ عامۃ المتون ھذا ملتقی مصنف نے شرح میں کہا اور یہ مطلب ہے کہ استحسان پر اعتماد کیا جائے بسبب تصریح کرنے علما کے استحسان پر عمل کرنے کا مگر چند مسائل مضبوط ہیں کہ یہ مسئلہ انہیں سے نہیں ہے اور البتہ ملا خسرو نے اپنے متن یعنی درر میں قیاس پر اقتصار کیا ہے انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہو گیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ سے انتہی الا بحر ترک یقتل العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمن الناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار بدلے دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل المرض و ناقص الاطراف بدلے لنگڑے کے بدلا دیا جاتا ہے عورت کے بالاجماع ھم تو اگر تندرست مرد اس مرد کو قتل کرے جسکے دونوں ہاتھ پانوں اور دونوں کان اور ناک یعنی تازہ اور نو طے مقطوع ہیں اور آنکھیں اسکی پھوٹی ہیں تو قصاص اب ہوگا اگر قتل عمد ہو بسبل عمومات اور اسواسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں متساوی ہیں اور معتبر عصمت ہی کی مساوات ہے نہ اوصاف کی نہیں تو قصاص کا باب بند ہو جاویگا کذا فی البطوطا وی والفرع باصلہ وان علا علی عکسہ خلافا للامام فیما اذا ذبح ابنہ ذبحا اور شارح بدلے اپنی جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ جڑ دور کی ہو عکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہ ہوگی برخلاف امام مالک کے اس خاص صورت میں جبکہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھری یا چینک مارے اور ارادہ قتل کا نکرے تو قصاص نہیں اور جو ہمارے امام مالک میں ہے کہ اگر باشبہ ہے کہ والد بدلے ولد کے کسی حالت میں مقتول نہیں ہوتا اس شبہ سے کہ حدیث میں ثابت ہے انت ومالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے کذا فی البنایہ یعنی تو ظاہر اقصاص والد کی روایت امام مالک مذہب میں معتمد نہیں ہے الا کتب مالکیہ میں معتمد قصاص علی العموم مذکور ہے نووی والمراد بالاصول ھنا اعم من ان یکون اصولا مطلقا او اصولا من قبل الام فقط او اطراف بفروعھم ان سفلوا لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص نہیں کیا جاویگا بدلے اپنے فروع کے نہ جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول ورثہ کی ہوں مطلقا اور اگرچہ اصول عمودین ہوں کی جانب سے اور اگرچہ فروع بعید ہوں بدلیل قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اسکے بیٹے کے بدلے اھ یعنی دادا پردادا نانا نہ اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پرپوتے کو یا ماں اپنے بیٹے کو یا نانا اپنے نانی کو یا پرنانی قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہ ہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ دادا دادی پردادا پردادی کو یا بیٹی اپنی ماں کو یا نانی پرنانی کو قتل عمد کرے گا تو اسپر قصاص جاری ہوگا یعنی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ میں عمر فاروق سے مروی ہے وھو معلل بالجزئیۃ فتبعد ای لمن علا لانھم اسباب فی حیاتہ فلا یکون سببا لعدمہ اھ اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جس سے جزئیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا اصول عالیہ کو بھی متعدی ہے اسواسطے کہ اصول اسباب ہیں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع کے شانے کا سبب ہو کام اور لہذا ولد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کرنا اگر اسکو صف کفار میں پاوے یا اسکو ذمی محصن کبھی یا مرتد پاوے کذا فی الہدایہ قلت ھذا یجب الدیۃ فی مال الاب فی ثلاث سنین لان ھذا عمد والعاقلۃ لا تعقل العمد وقال الشافعی تجب حالۃ کبدل الصلح یبقی الجانی وھو یحتمل الحلول اور جبکہ اصول واجب نہ ہوا تو باپ غیر ہے اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر اسواسطے کہ قتل عمد ہے اور عاقلہ کو دین پر دیت عمدکی واجب نہیں ہوتی امام شافعی نے کہا کہ اصول پر فی الفور واجب ہے مثل صلح کے مانند پانچ برس میں ادا کرے گا اور یہ ہمارے امام کی تفصیل کو کتاب العاقل میں لاویں گے ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت عاقلہ پر واجب ہوگی اور قال بکفارۃ کذا فی العالمگیریہ والملتقط اما قصاصا علی شریک الاب والمولی او الخاطئی والصبی او المجنون کل من لا یجب القصاص بقتلہ لو انفرد من عدم التعمد فی القصاص فلا یقتل العامد عندنا خلافا للشافعی برھان اور ملتقی میں ہے اور قصاص نہیں ہے باپ یا مالک یا خطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور سبب قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہوا اسکے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہوا اسکے غلام کے قتل میں تو عمد

قاتل خطی کا تو شریک بھی قصاص واجب نہیں ہوا اور میرے نزدیک بمنزلہ خطی کے ہے اسواسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلائل ثابت ہو چکی ہے تو قاتل عامد بھی قتل نہ ہوگا ہم حنفیوں کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا سیدہ بعید ہای بعید نفسہ وقد مرا وممکاتبہ وعبدہ لک فھذا داخل بقولھم من ملک قصاصا علی ابیہ سقط کما سیجئے اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہے حنفیوں کے اس قول کے تحت میں اور جو فرزند قصاص کا مالک ہوا اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جائیگا ہم مالک قصاص اسواسطے واجب نہ ہوا کہ غلام مختسکا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے میں کچھ واجب نہیں ہوتا لیکن جانیہ میں ہوگا کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور جو چیز میں ہے کہ سوائے کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر پر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل میں کذا فی الطحطاوی وکالعبد بالبعض کان القصاص کلا یستحق اور نہ قتل ہوگا شریک عبد مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں ہم جب بعض قصاص ساقط ہوا مالک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے یعنی نے کہا شرح ہدایہ میں تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اسکے حصہ کے قیمت دیدے کالعبد المشترک بین جماعۃ العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین قصاص نہیں ہم یعنی جبتک کہ راہن اور مرتہن دونوں موجود نہ ہونگے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہیں ہے قصاص کا مالک ہوا اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص میں اجتماع عاقدین شرط ہے اور حق مرتہن اسکی رضامندی سے ساقط ہو جائے وقال محمد رحمہ اللہ لا تؤخذ ان اجتمعا جوھرہ وعلیہ یحمل ما فی الدرر مغرا للکافی کما فی المنح اور محمد رحمۃ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ راہن مرہون و دونوں موجود ہوں کذا فی الجوہرۃ اور محمد کے قول پر محمول ہوگا وہ روایت جو درر میں کافی سے منقول ہے کذا فی المنح یعنی جو کافی سے درر میں کو یکھا اور وجود اجتماع عاقدین کے عبد مرہون کا قصاص نہیں ہے محمد کا مذہب ہے تبیین میں کا تو یہ ہے جب اس نے بیع کے سبب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول کی مرتہن کے پاس رہن رہیگی کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیۃ عن الظھیریۃ انہ اقرب الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے بقی لو اختلفا فالقول قولھما کما فی الخانیۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر راہن و مرتہن نے قصاص اور قیمت لینے میں اختلاف کیا تو دونوں کے واسطے قیمت دلائی جائیگی اور قیمت بجائے عبد مرہون مقتول کے رہن رہیگی رہا قتل عبد لا اجارہ فالقود للمجبر اور اگر اجارہ کا ملتزم مقتول ہوا تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے یہ ساجد کا واما المبیع اذا قتل فی ید البائع قبل القبض فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ فان ردہ فالمانع للتوی وقبل القبض جوھرہ اور غلام فروختہ جسکا بائع کے پاس قتل کیا جائے قبض سے پہلے بیع کو جائز کردے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کردے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول صحیح ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نہ لے اسکی قیمت لے کذا فی الجوہرۃ وکاتب کدابنہ وعبدہ شرنبلالیہ قتل عمدا لا حاجۃ لقید العمد لانہ شرط فی کل قود وفاء ووارث لسید وان اجتمعا لاختلاف الصحابۃ فی موتہ حرا ورقیقا فاشتبہ الولی فارتفع القود اور قصاص واجب نہیں ہے اس مکاتب کے جو عمداً قتل ہوا و فارغ مال کتابت کے اور وارث و مولی کو چھوڑ کر اگرچہ وارث و مولی اسکا متحد موجود ہوں بسبب مختلف ہونے صحابہ کے انکی موت میں آیا وہ مکاتب غلام ہوکر تو اسکے ولی میں اس اختلاف کے سبب سے شبہ پڑا تو قصاص منتفع ہو گیا ولی کے عدم تبین سے اور اسیطرح قصاص نہیں ہے مکاتب کے فرزند و غلام کے مقتول ہونے سے بدائع الشرنبلالیہ شارح نے کہا قتل عمد کے قید لگانے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص میں شرط ہے جس پر عمل مرتفعی کا اور عبد ابن مسعود کے نزدیک مکاتب کو آزاد ہوا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر وارث ہوا تو ولی قصاص کا مالک ہوا و اگر غلام مولی تو مولی ولی ہے جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا ولی میں تو قصاص منتفع ہوا فان لم یدع وارثا غیر سیدہ سواہ فولاء اولا وترکہ وارثاہ وفاء اذ سیدہ لتعیینہ پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی وارث چھوڑا سوائے اپنے مولے کے مثلاً جسکو اسنے چھوڑا یا چھوڑا اگر وہ فارغ مال کتابت ہو جو دین میں تو اسکا مولی قصاص لیگا بسبب متعین ہونے اسکے ولی ہونے میں وفی اولی الصور الاربع خلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتوں میں سے پہلے صورت میں خلاف ہے محمد کا یعنی پہلی صورت یہ ہے کہ

مکاتب بدل کتابت اور وارث اور مولا کو چھوڑ جائے دوسری صورت یہ ہو کہ مکاتب کا کوئی وارث مولے کے سوا نہیں ہے اور بدل کتابت موجود ہے تیسری صورت یہ ہے کہ سوائے مولے کے کوئی وارث نہیں اور بدل کتابت موجود نہیں چوتھی صورت یہ ہے کہ مکاتب کا وارث تو ہو مگر بدل کتابت موجود نہیں جلبی حبشی نے کہا شارح کو یوں کہنا صواب تھا وفی ثانیۃ الصور الاربع خلاف محمد یعنی صورتوں میں سے دوسری صورت میں خلاف ہے محمدؒ کا چنانچہ ہدایہ میں ہے اور تیسری یعنی جب مولے کے سوا کوئی وارث نہ ہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمدؒ کے نزدیک اسمیں قصاص نہیں ہے وسقط قود ورثتہ علی ابیہ ای اصلہ لان الفرع لا یستوجب العقوبۃ علی اصلہ اور ساقط ہو جاتا ہے وہ قصاص جس کا بیٹا وارث ہوا اپنے باپ پر باپ سے مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہوا اور مقتول کا وارث فرع اصول ہو تو قصاص ساقط ہے اسواسطے کہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہیں ہوتی ہم اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہ بیٹا مملوک ہے باپ کا تو جیسے حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے چنانچہ مولے جبکہ اپنے غلام کو قتل کرے اسیطرح شبہہ ملک کا باعتبار ظاہر کے مانع ہے قصاص کا کذا فی العینی وصورۃ المسئلۃ فیما اذا قتل الاب ابا ام ابنہ متولدا ولا وارث لہ غیرھا ثم ماتت المرأۃ فان ابنہا منہ یرث القود الواجب علی ابیہ فسقط اذکرناہ واما تصویر صدر الشریعۃ فثبوتہ فیہ لان ابتداءہ لا ارث عند ابی حنیفۃ وان اتحد الحکم کما لا یخفی اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ جب باپ نے اپنی جورو کے باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہیں سوائے اسکے بیٹی کے جو زوجہ ہے قاتل کی پھر وہ عورت وارث مر گئی تو ورثہ مذکورہ کا بیٹا ہو قاتل کے نطفہ سے ہو وارث ہوگا اس قصاص کا جو واجب ہے اوسکے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جائیگا اس دلیل سے جسکو ہمنے بیان کیا اور وہ جو صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اسمیں قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کے واسطے ابتدا سے ہوتا ہے باعتبار میراث کے امام اعظمؒ کے نزدیک اگرچہ دونوں صورتوں میں سقوط قصاص کا حکم یکساں ہے چنانچہ یہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہیں ہم صدر الشریعہ نے زوجہ قاتل کو مقتول قرار دیا ہے اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے فتنبہ اعفا المجروح او ورثتہ قبل موتہ صح استحسانا لانعقاد السبب لھما اور جو زخمی ہے کہ اگر شخص زخمی یا اوسکا وارث معاف کر دے مورث زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اسکے وارث دونوں کے واسطے ہم دلیل یہ تھا کہ عفو مجروح صحیح نہ ہوتا اسواسطے کہ قصاص معنی بدل الصلح ابتدا سے وارثوں کے واسطے ثابت ہے اسواسطے کہ اگر ابتدا سے ثابت نہ ہوتا تو موت کے بعد بھی ثابت نہ ہوتا تو مجروح نے غیر کا حق معاف کر دیا لیکن استحسان میں عفو مجروح صحیح ہے اسلیے کہ حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اسکا ہوتا ہے استیفاء قصاص میں کذا فی الخطابی عن المنتخب اختصارا لو عفا بقتل مسلم مسلما ظنہ مشرکا بین الصفین لم یسقط شیء لانہ من اللہ من الخطاء فانما اعادہ لیبین من موجبہ بقولہ بل الفاعلیہ کفارۃ ودیۃ قصاص نہیں مسلمان کے قتل کرنے سے دوسرے مسلمان کو مشرک جانکر مسلمین اور کافرین کی دو صفوں کے اندر اسواسطے قصاص نہیں کہ فصل میں مذکور ہو چکا کہ یہ صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اسکو دوسری بار اسواسطے ذکر کیا تاکہ اوسکا موجب بیان کرے اس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہے یعنی قاتل کے مددگاروں پر دیت ہے قالوا ھذا اذا اختلطوا فان فی صف المشرکین لا یجب شیء لسقوط عصمتہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من کثر سواد قوم فھو منھم قلت فاذا کان مکثرا سوادھم منھم وان لم یرم بسھم فکیف بمن یرمی قال الزاھدی قال المصنف حتی لو شکل حتی بما یبیح قتلہ فمضغ الاقدام علی قتلہ ثم اذا تبین انہ جیفۃ فلا شیء علی القاتل واللہ اعلم علمائے کہا کہ یعنی مسئلہ مذکورہ میں کفارہ اور دیت واجب ہونا اسوقت ہے جبکہ مسلمان اور کفارہ لڑتے لڑتے رلمل گئے ہوں تو اگر مسلمان مشرکوں کی صف میں ہو تو اوسکے مقتول ہو جانے سے قاتل پر کچھ واجب نہیں یعنی نہ کفارہ نہ دیت نہ تو اسکی عصمت کے سقوط کے سبب یعنی اوسکا خون معصوم نہ رہا مباح ہو گیا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھاوے وہ شخص اوس قوم میں داخل ہے میں کہتا ہوں جبکہ جماعت کفار کا بڑھانے والا کافروں میں داخل ہوا تو وہ شخص جو انکا ہم شکل اور ہم لباس ہو تو کیوں حلال ہوگا اوس مسلمان کا جو کافروں کا سا لباس اختیار کرے تنکی دروی پہنے یہ کہا ہے زاہدی نے مصنف نے شرح میں کہا تو اگر یہ کہ جن اوس جانور کی شکل بنجائے جس جانور کو قتل کرنا مباح ہے چنانچہ

سانپ تو اس کے قتل پر پیش قدمی الٰہی ہے یہ جب کہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم وکذا کل ما بالسیف ان قتلہ بغیر خلافا للشافعی اور قصاص لیا جائے گا سیف یعنی تلوار سے اگر یہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعی کے نزدیک سیف قتل کا قتل ضروری ہے جس طرح اس نے مقتول کو مارا ہے یہ حدیث صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سنن ابن ماجہ میں اس لفظ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور ہماری دلیل میں عمل مرتضیٰ ہے حدیث مرفوع مروی ہے الا ان قتیل خطاء العمد قتیل السوط والعصا الدیۃ مغلظۃ یعنی قتل نفس وغیرہا میں قصاص نہیں مگر یہ ہے کہ ذبح کرے یعنی علی الہدایۃ حتی لا یکاد یمکن الدرء عن انکار المراد بالسیف السلاح قلت ورد صریحا فی حدیث قال النحر بالمنحر ات حیث قال لا یمکنکم الحاق غیرہ بہ الا ترکی انا احقنا الرمح والنحر بالسیف فی قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا قود الا بالسیف وفی السراجیۃ من لہ قود فقاء بالسیف فلولاہ فی یدہ او قتلہ بحجر او بنوع آخر یقتص ولو کان مستوفیا یحمل علی ان مرادہ بالسیف السلاح واللہ اعلم

اور دریں کافی ہے کہ تلوار سے یا ہتھیار کے ہم معنی ہے جیسا کہ ہدایہ میں کہا ہوں اس کی تصریح ہے حضرات کی کتاب الحج میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص لینے کا مالک ہو وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو گھونسہ میں مار ڈالیگا یا سلوٹے پتھر سے قتل کریگا یا اور کسی ہتھیار سے ہلاک کریگا تو وہ قصاص تعزیر دیا جاویگا اور وہ شخص اس قتل سے شروع سے قصاص کا پانے والا ہوگا انتہی کلام السراجیہ تو یہ محمول ہے اس پر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم وذا مستوعب القود تشفیا للصدر اذا ملک قصاص الصلح بالاولیٰ لانہ العفو بدیۃ المعتوہ وقتل قریبہ لانہ ابطال حقہ ولا یملکہ اور فرزند ناقص العقل یعنی مدہوش کے قطع ید اور اسکے قرابت دار کے قتل کے بدلے اسکے باپ کو قصاص لینا قالع اور قاتل سے جائز ہے تشفی صدر اور یہ کسی دل کے واسطے اور یہ کہ اسکا باپ قصاص کا مالک ہو تو صلح کا بھی بطریق اولے مالک ہوگا یعنی اسکو قطع اور قتل میں موقت معاف کر دینے کا یعنی اسکو قطع اور قتل میں موقت معاف کر دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ موقت معاف کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دیتا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں ہے معتوہ وہ ہے جو بات قبیح ناقص العقل مدہوش ہو مدہوش ہو مدہوشی کے مسکوں اہل ہند بھولا اور بھیونڈو یہ لفظ ہیں اسکے قرابت دار سے مراد اس کا اپنا بھائی اور اسکی ماں اور بیٹا ہے باپ کہ قصاص کا اسواسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے ہمدا اسکا باپ اسکے قائم مقام ہوا اسلیے کہ مزید شفقت کے سبب اسکی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار دیگئی کذا فی الطحطاوی وفیہ صلح یقدر الدیۃ او الکثر منہ وان وقع باقل منہ لم یصح الصلح ویجب الدیۃ کاملۃ لانہ انظر للمعتوہ اور شرط ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے صلح کم پر واقع ہوگی تو صحیح نہ ہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی اسلیے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح لکن قتل ولا ولی لہ للحاکم قتلہ والصلح لا العفو الا ضرر للعامۃ اور قاضی باپ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح ترین مانند اس شخص کی کہ مارا گیا اور اسکا کوئی وارث نہیں تو حاکم کو اسکے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال صلح کرنے کا اختیار ہے نہ مفت معاف کر دینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کر دینے میں لاوارث عوام خلق کا بڑا ضرر ہے والوصی کالاب فیما لیس فیہ محض القتل فقط بقدر الدیۃ وقیل الفقود فی الاطراف استحسانا لانہ یسلک بہا مسلک الاموال اور وصی مدہوش کے حق میں اسکے بھائی کے برابر ہے کہ فقط صلح کر سکتا ہے اسکے قرابت دار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کے اطراف میں قصاص لینا بسبیل استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اطراف انسانی میں اموال کا طریقہ مسلوک ہے والصبی کالمعتوہ فیما ذکر اور طفل صغیر معتوہ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ میں یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہوا ہو اسکے قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں کر سکتا اور نہ عفو کا انکو اختیار ہے مگر فقط صلح میں انکو اختیار ہے والکبار القود قبل الصغار خلافا لہما والاصل ان کل ما لا یتجزی اذا وجد سببہ کاملا تنبنی علیہ الکمال کولایۃ النکاح والمال اور قتل کے عامل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے بخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک قصاص نہ ہوگا جبتک صغیر وارث جوان نہ ہوں اور عدم انتظار کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اسکا کامل سبب پایا جاوے تو وہ چیز ہر ایک کے واسطے علی وجہ الکمال

ثابت ہوتی ہے جیسے نکاح کردینے اور کافر کو پناہ دینے کی ولایت ہم شتی عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور مال کا جبکہ کامل سبب پایا جائے جیسے قرابت سبب کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفائے قصاص میں اختیار ہوگا ولہذا ابن ملجم معوض علی مرتضیٰ کے مارنے اور حضرت کی اولاد صغار تھی انکے بالغ ہونے کا انتظار نہ ہوا تھا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہوگیا وسبب کامل کی قید سے مسلم سپر دالحر نکل گیا اسواسطے کہ اسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلہ عفوہ القود حتی یبلغ الصغیر جماعا زیلعی فالیحفظ مگر جبکہ مقتول کا ولی کبیر ہو گا نہ مولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام و صاحبین کے کذا فی الزیلعی تو یہ صورت خاص یاد رکھنا چاہیے ہم ابو السعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحطاوی نے کہا لیکن آمین خلل یہ ہے کہ وہ کبیر مراد ہے یہاں جو وارث ہو مقتول کا تو تمثیل اسکی یوں بہتر کہ مقتول کی اولاد صغار ہو ذوجہ اولے سے زوجہ ثانیہ کے ساتھ ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی النفس لتحقق لاتحقون الدم بالنظر لقاتلہ کما مر اور اگر قاتل کو اس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہے یعنی اسکا وارث نہیں ہے تو قاتل کے قاتل قتل عمد میں قصاص واجب ہے اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بنظر اپنے قاتل کے چنانچہ اس فصل کے اول میں گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہے مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اسکا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اول کے بدلے مارا جاویگا والدیۃ علی عاقلتہ ای القاتل فی الخطاء اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے مددگاروں پر واجب ہے قتل خطا میں ولو قال ولی القتیل بعد القتل اے بعد قتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ لا بینۃ لہ علی مقالتہ لا یصدق وتقتل الاجنبی درد اور اگر مقتول کے وارث نے قتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اسکے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی تصدیق نہ ہوگی و قاتل اجنبی قتل کیا جاویگا بزازیہ میں ہے کہ وارث مقتول کو قاتل کا زنا یا ذات محرم یا غیر سے امر کرکے قتل کروانا جائز ہے استیفا قصاص ہر صورت ہوگا اور قاتل ملزم پر ضمان لازم نہ ہوگا اس صورت میں جبکہ مراد وارث کا ظاہر ہو سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنے کا دعوے کیا اور وارث نے اسکی تصدیق کی تو امر ثابت نہ ہوگا بدلل شہادت کے اور بدلل شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا بخلاف من حفر بئرا فی دار جل فسقط فیہا شخص فقال ربّ الدار کنت امرتہ بالحفر صدق فیجب یعنی لانہ یملک استیناسہ للحال فیصدق بخلاف الاول لفوات المحل بالقتل کما ہو القاعدۃ بخلاف اس شخص کے جسنے کنواں کھودا دوسرے مرد کے گھر میں سو آدمی اسمیں گر کے مر گیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو صاحب خانہ کی تصدیق نہ ہوگی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ استیناس اور ابتدائے حفر کا فی الحال مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھر میں کنواں کھدوا سکتا ہے وجود محل کے سبب سے لہذا اسکے کلام کی تصدیق ہوگی بخلاف اول صورت کے یعنی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اسواسطے کہ وہاں ابتدا اور استقرار فی الحال متصور نہیں سبب فوت ہوجانے محل کے قتل کے سبب چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا مر قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت کرے شلا یوں اظہار کرے کہ میں نے زید مطلقہ سے جبت کرلی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتدائے جبت کا مالک ہے اسطرح کہ ہنوز عدت طلاق کی باقی ہے تو اسکی تصدیق بلا شہادت ہوگی اور اگر ابتدا جبت کا فی الحال مالک نہیں اسوجہ سے کہ جبت کا دعوی کیا بعد عدت کے تو اب اسکی تصدیق بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی وظاہرہ ان حتی الولی یسقط رأسا کما لو مات القاتل حتفا نفہ اور ظاہر ہیں یا ظاہر تعلیل فوت محل سے یہ دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہوگیا جیسے اس صورت میں ساقط ہوجاتا ہے جبکہ قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مرا بدون قتل کرنے کے ولو استوفی بعض الاولیاء لبعضہم شیئا اور اگر بعض مقتول میں کے کسی وارث نے قصاص لیا تو اسپر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا یعنی نہ قاتل کے واسطے اور نہ باقی وارثوں کے واسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی وفی الدرر المختبی دم ابنین فعفا احدہما وقتل الآخر ان علم بعفو بعضہم یسقط حتی یقاد والا فلا والدیۃ فی مالہ بخلاف مسلم قتل ذمیا عمدا فقتل ولی القتیل المسلم فعلیہ القود لانہ ممکن لیکل علی الناس اور درر میں مختبی ہیں ہر کہ خون کے دو وارث ہیں ہو ایک وارث نے قصاص عفو کردیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہ جانتا ہو کہ بعض وارثوں

معاف کرنا حق قصاص و بالحق وارث باقی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اسکو یہ معلوم نہیں تو اسپر قصاص نہیں اور اسکے مال میں دیت واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جائے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل قصاص سے واجب ہوگا اسواسطے کہ یہ صورت اس قسم کی نہیں ہے جسکا بوجھنا لوگوں پر مشکل ہو برخلاف پہلی صورت کے یعنی بعض ورثہ سے باقی وارثوں کا حق ساقط ہونا مشکل غیر صریح ہے لہذا اسمیں درصورت جہل مستوجب قصاص ہوا اور نہیں تو دیت ہے اور اسمیں کی صورت میں فقط قصاص ہے نہ دیت جرح انساناً ومات المجروح فاقام اولیاء المقتول بینة بانه مات بسبب جرحه واقام الضارب بینة انه برئ من جرحه ومات بعد مدة فبینة ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام معزیاً للحاوی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مر گیا تو مقتول کے وارثوں نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مر گیا اور ضارب نے گواہ پیش کئے کہ وہ زخم سے اور درد کے بعد صحت اور وارث مقتول کے گواہ اولی یا مقبول ہیں کذا فی معین الحکام عن الحاوی اقام اولیاء المقتول البینة علی انه جرحه زید وقتله واقام زید البینة علی ان المقتول قال ان زیداً لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینة زید اولی کذا فی المستصفی مفوماً لمجمع الفتاوی وغیرہ مقتول نے اسپر گواہ قائم کئے کہ مقتول کو زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم کئے کہ مقتول نے خود کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہیں کیا اور نہ مجھکو مارا تو زید کے گواہ اولی یا مقبول ہیں کذا فی المستصفی عن مجمع الفتاوی اسواسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں نفی پر قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات المجروح لیس لورثته الدعوی علی الجارح بهذا السبب مطلقاً وقیل ان المجروح معروف عند القاضی الناس قبلت بینته صحح ذکر کیا کہ مجھکو فلاں شخص نے زخمی نہیں کیا پھر زخمی مر گیا تو اسکے وارثوں کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعوی نہیں ہو سکتا مطلقاً خواہ اسکا زخم معلوم ہوا نہ ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگوں کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثوں کا مقبول ہے کذا فی التتارخانیة وفی الدرر عن المبسوطیة لو عفا المجروح او الاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو استحساناً اور درر میں مبسوط سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اسکے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے مسئلہ اس فصل میں کچھ ہو گیا وفی الوهبانیة جرحه فقال فلان قتلنی فلان ومات فبرهن وارثه علی اقراره قبل ولم یسمع بینة حق الموارث وقد اکذب نفسه اور وہبانیہ میں ہے کہ زخمی نے کہا کہ مجھکو فلاں نے قتل کیا اور وہ مر گیا سو اسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہ ہونگے اسواسطے کہ یہ حق موروث کا اور موروث تو گواہوں کو یا وارثوں کو یا دونوں کو جھوٹا کر گیا و لو قال جرحنی فلان ومات فبرهن ابنه علی اقرار ابیه جرحه خطأ قبلت لتعلقها بمال جرحانیه لا ارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مر گیا سو اسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے ازراہ خطا اسکو زخمی کیا تھا تو یہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اسکی میراث کے مجروح ہونے پر سقاه سماً فمات ان دفعه الیه حقنه اکله فلم یعلم به فمات لا قصاص ولا دیة لانه یحسب دیعة کسی نے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مر گیا تو اگر اسنے اسکی طرف کر دیا تھا تاکہ اسے خود کھالیا اور وہ زہر کو نہ جانتا تھا سو مر گیا تو زہر دینے والے پر قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ ممنوع ہوگا اور اسکو تعزیر دیجاویگی و لو اجره السم اجاراً یجب الدیة علی عاقلته اور اگر زہر اسکے حلق میں زبردستی دیا اور وہ مر گیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے عاقلہ پر اور دو گواہوں پر دان دفعه فشربه فمات منه فکالاول لانه ضرب باختیاره الا ان الدافع یلزم الا التعزیر و الاستغفار خانیہ اور اگر اسکو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اسنے پیا اور مر گیا اسکے پینے سے سو اسکا حکم اول صورت کے مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونوں صورتوں میں مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا مجبور سے مگر یہ کہ مطلع دیا دغا اور فریب ہو تو کچھ لازم نہیں مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیة وان قتله بحدید یقصد به غالباً او اصابه حد الحدید او ظهره وجرحه اجماعاً کما نقله المصنف عن المجتبی اور اگر مقتول کو قتل کیا پھاوڑے اور مٹھیے سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اسکو لوہے کی باڑھ لگی یا اسکی پیٹھ لگی اور اسنے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص لیا جاویگا جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مرتفع میم وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاوڑہ وغیرہ اور اگر پھاوڑے کے دستہ سے

قتل سے تو قاتل پر دیت ہے قصاص لیکن اگر علیم ہو کہ بدن پر شہر سے تو تلوار کے مانند ہے صاحبین کے نزدیک اور کوڑے کے مانند ہے امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی علی الدرالمختار وعلا یصیبہ حدہ بل قتلہ بثقلہ وہو یعرفہ لا یقتص فی روایۃ الطحاوی وظاہر الروایۃ انہ یقتص بلا حجر فی حدید ونحاس وذھب ونحوھا وعن ابی یوسف فی الدر ربما فیخان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجود القود وعلیہ الفتوی اہ الکمال اور اگر بھاوڑہ یا رسی کی طرف سے مارے تو قصاص نہیں لگا بلکہ اسکو اسکی شبیہ کی طرف سے قتل کیا اور اسکے زعم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاویگا طحاوی کی روایت میں امام سے اور ظاہر الروایۃ امام سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے لوہے اور سونے اور مانند انکے جو لوہے کا ہمجنس ہے اور اس قول کو در رمیں قاضیخان کی طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ براحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام کے نزدیک جو قصاص کے واسطے اور اسی قول پر فتوی ہے کمال بھی یہی ہے اور فی المجتبی ضربہ بسیف او عمد فحرقہ لسیف العمد قتلہ فلا قود فیہ عند ابی حنیفہ اور مجتبی میں ہے اگر اس تلوار سے مارا جو اپنے میان کے اندر ہے سو تلوار نے میان کو پھاڑ ڈالا اور اسکو قتل کیا تو ہمیں قصاص نہیں تا امام کے نزدیک ہم لیکن قاتل پر دیت ہے حموی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ قصاص اسوقت نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے والے شے سے اسکو نہیں مارا کما حققہ والتفریق خلافا لھما والشافعی جیسے گلا دبکر مارنے اور ڈبو دینے میں قصاص ہمیں برخلاف صاحبین اور شافعی کے کم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالبا نہیں مرتا اور نجات ممکن ہے تیر کر نکلجانے سے غالبا اور وہ مر گیا تو یہ خطا عمد ہے مسبب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہوا سطرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے اسوجہ سے کہ اسکے ہاتھ پاؤں بستہ نہیں ہیں اور وہ خوب تیرک ہے تو یہ بھی خطا عمد ہے اور اگر اسطرح پانی کثرت ہو کہ نجات ممکن نہ ہو تو امام کے قول پر یہ قتل خطا عمد ہے اور قصاص نہیں اور صاحبین کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص واجب ہے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو ادخلہ بیتا فمات فیہ جوعا لم یضمن شیئا وقالا یجب الدیۃ اور ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اسمیں گرسنگی سے مر گیا تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبین نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضیخان میں محمد رح سے منقول ہے کہ اسپر عقاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنہ حیا فمات عن محمد یقاد بہ مجتبی بخلاف قتلہ بالسم حیث لا یقاد کما سیجیء اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا محمد رح سے روایت ہے کہ اس سے قصاص لینا چاہیے برخلاف قتل کرنے مقتول کے علی الاتصال کوڑا مارنے سے جنانچہ یہ مسئلہ عقریب ویگا ظہیریہ میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ قاتل کے برادرون پر دیت ہے کذا فی العالمگیریہ وفیہ لو اعتاد الخنق قتل سیاسۃ لا قتیل تو بتا ولو بعد مثلہ کالدستام اور یعقوبی میں ہے کہ اگر گلا دبکر مارنے کی کسی کو عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور اسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد مقبول نہیں ہم معلوم ہوا کہ ٹھگوں کو قتل کرنا حاکم کو از روہ سیاست کے دست کہ اسنکو پھانسی سے مارنے کی عادت ہو جیسی انکا پیشہ ہو وفیہ قطر جلدا وطرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ وفی الدیۃ وفی الخانیۃ لو ان ہوت زادفی البزازیۃ وعن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبی میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو شیر یا درندے جانور کے آگے ڈالدیا سو اسنے اسکو قتل کیا تو ہمیں قصاص اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دیجاوے اور وہ یہانتک محبوس رہے کہ مر جاوے یعنی اسکو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام سے ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہم اسیطرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اسنے قتل کیا خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ اسکے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریہ ولو قطع صبیا والقاہ فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلتہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پانون باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈالدیا یہانتک کہ وہ مر گیا تو قاتل کے برادرون پر دیت ہے ہم اور جوان مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریہ وفی الخانیۃ قطر جلدا والقاہ فی البحر فرسب وغرق کما القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبح ساعۃ ثم غرق فلا دیۃ لانہ غرق بعجزہ وفی الاصل غرق بظہر الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پانون باندھے اور اسکو دریا میں ڈالدیا سو وہ تہ نشین ہو گیا اور ڈوب گیا بعجز دالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والے کے برادر پر

دیت ہوگی اور اگر ایک کے زخم سے ساعت بھر بعد دوسرا مرگیا تو دیت نہیں اسواسطے کہ وہ ٹھہرا اپنی عاجزی سے اور اول صورت میں اسکے پانی میں گرادینے سے ٹھہرا جاذفقطع عنقه وبقي من الحلقوم قليلا وفيه الروح فقتله آخر فلا قود فيه عليه لانه في حكم الميت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرہ میں سے کچھ باقی رہگیا اور دوسرے نے دوسرے آدمی نے اسکو قتل کیا تو اس صورت میں قاتل عمدی پر قصاص نہیں اسواسطے کہ وہ مقتول درحکم میت کے ہے ہم تو اگر مقتول مرکر گرپڑا باپ کی اس حالت میں کہ اسکا بیٹا زخم میں مرگیا تو قتل کرنیوالا باپ کا وارث ہوگا مقتول کا بیٹا نہ ہوگا کذا فی المحیط السرخسی والذخیرہ ولو قتله وهو في حال النزع قتل به لان ذلك لا يعلمه الا الله تعالى كذا في الخانية اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع میں تھا تو قاتل اسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ شخص زندہ نہ رہیگا اس حالت نزع سے تو قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیہ ہم کہتے ہیں کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہے تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نہ رہیگا کذا فی العالمگیریہ یہ کلیہ ان دو قول مختلف میں طریقہ ثانی نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو ظاہر الروایہ کے موافق پایا یعنی وصورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل ہوگا لیکن ہم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم غلب کہ اختلاف نسخ باعث ہوا اس اختلاف کا فی البزازیہ شق بطنه عمدا وبقيت حية وقطع آخر عنقه ان توهم بقاءه حيا بعد الشق قتل قاطع العنق والا فالقتل الثاني وعزر القاطع اور بزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ عمداً پھاڑا اور دوسرے نے اسکی گردن کاٹی اگر اسکا زندہ رہنا متوہم ہو پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاوے اور اگر اسکی زندگی نہیں ہے تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے ہم قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہوا اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی دیت پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہاکر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی بصورت عمد کے ہے اور خطا میں دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریہ ومن جرح رجلا عمدا فصار ذا فراش ومات فقتل لا اذا وجد ما يقطع به كحز الرقبة والبرء منه اور جس نے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر پر سے چکا ہو کر بنا سہارا دیئے کھڑا ہو گیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جائے جو زخم کو قطع کردے جیسے زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چکا ہوجانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب خارج پر قصاص نہ ہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا اور مرگیا تو جارح پر قصاص نہ ہوگا وقد هذا انه لو عفا المجروح او اقاد نفسه او مات قبل موته قصاصا او خطأ اور اس سے پہلے ہمنے یہ ذکر کیا ہے کہ مجروح نے یا اسکے وارثوں نے مجروح کے مرنے سے پہلے معاف کردیا تو یہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات فمن فعل بفعل نفسه وفي الاسيدي عتبة صحيح نور ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمدا والا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید کا وان دے تہائی دیت سے اپنے مال میں اگر زید کا قتل عمداً ہوا اور اگر عمداً نہ ہو تو اسکے برادران پر دیت ہم صورت ہم کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے وقت بھی اسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے بھی اسکو کاٹا تو دو ثلث دیت کی تہائی دیت ہم کذا فی العالمگیریہ بخلاف اسکے کہ لان فعل الآدمي الحق جنسي واحد لان فعل كل جنس واحد ابن كمال نے فی الدارین وفعل نفسه هدر في الدارين فعل غيره هدر في الدارين فعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حتى يأثم بالجراح فصار ثلثه جناية جنس زید پر ثلث دیت اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک جنس ہے اسواسطے کہ وہ باطل ہے اسپر کوئی چیز واجب نہیں دنیا اور آخرت میں اور زید کا فعل دونوں جہان میں معتبر ہوا اور اسکی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں نہ آخرت میں یہانتک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو بنایت میں جنس ہوگئی یعنی پھر جب تین فعل سے دو فعل غیر معتبر ہوئے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوئی مقاتل وان يتعذر في القتل الكليطع فعل جنسا آخر غير فعل الآدمي الحق به وان لا يزيد على الثلث لو تعدد قاتله لان فعل الكل جنس واحد ابن كمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہ تعلق ہوتا ہے کہ مقتول میں تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہوتا کہ مقبول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اسکا بھی فعل باطل ٹھہرجاویگا دار میں شیر اور سانپ کے مانند تو اس صورت میں زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا فی المحیط السرخسی اور یہ استفادہ ہوتا ہے کہ اجناس غلثہ پر زیادتی نہ ہوگی اگر مقتول مکلف کے قاتل چند آدمی ہوں اسلیے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنی باطل میں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال فیجب قتل مشہر سیفا علی السکیلی

یعنی فی الحال حملہ آور ہو کر اس کو قتل کرے خواہ اس کا ہتھیار لے کر بھاگ رہا ہو یا اس کے ہاتھ میں ہتھیار نہ ہو اگر کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو قتل کیا تو اس کا قتل واجب ہے یعنی اس کا قتل بطور قصاص کے ہوگا اور اس کا قتل واجب ہونا اس لئے ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس کی زمین میں فساد پھیلایا اور اس کے بندوں کو ناحق قتل کیا اور اس کا قتل واجب ہونا اس لئے بھی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر

او رصاحب خانہ اسکا پیچھا کرے اور اسکو مار ڈالے تو اسپر کچھ نہیں نہ قصاص نہ دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ مقاتلہ کرا پنے مال کے آگے اس پر ابن ماجہ نسائی میں عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سوا اسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے یا میرا مال چھین لیجانے کا قصد کرے فرمایا کو بنام خدا کہکر یعنی خدا کے غضب سے اسکو ڈرا سو اسنے کہا اگر وہ خوف نکرے فرمایا اپنے اس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگ اسنے کہا سو اگر میرے گرد کوئی مسلمان نہو فرمایا کہ حاکم سے مدد مانگ وہ نہو تو اگر حاکم مجھسے دور ہو فرمایا قاتل دون مالک یعنی اپنے مال کے آگے اس پاس مقاتلہ کر یہاں تک کہ شہید ہو یا تو اپنا مال بچا رکھے کذا فی التیسیر وکذا قتل قبل الاحراز اقصد اخذ مالہ او یمکن من رد ہ بالاستغاثۃ او بہیطرح کا حکم ہے اگر اسکو قتل کرے مال لینے سے پہلے جبکہ وہ اسکے مال کے لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اسکے ہٹانے پر حاکما مدد ڈالنے کے قدرت نہو کذا فی صدر الشریعۃ الصغریٰ قصد مالہ ان عشرۃ او اکثر قتلوہ ان قتل فقاتلہ لا یقتل اور قتادی معنی میں ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال دس درہم یا زیادہ ہو تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اس سے مقابلہ کرے لیکن اسکو قتل نکرے اور یہ قصاص نہیں اگرچہ اسکو قتل کرڈالے یہ صحیح ہے اور یہی آخر باب محیط میں ہے اور ہمیں طریق میں ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتل کرنا درست ہے اگر صاحب مال بقصد قصاص کے نہو اور اسکو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے من قتل دون مالہ فھو شہید یعنی جو اپنے مال کے آگے مرے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وھل یقتل قولہ انہ کابر ان بینہ نعم وان لا فان المقتول معروف بالسرقۃ والشر لم یقتص سواء کان حرا او عبدا او ذمیا او امرأۃ فمالہ فیہ المقبول بزازیۃ اور قاتل کا یہ قول کیا مقبول ہوگا کہ اسنے اس سے مکابرہ کیا تھا یعنی سرکشی چوری سے وہ بازنہ آیا اگر یہ قول گواہی سے ثابت ہو تو یہاں قبول ہوگا اور اگر شہادت نہیں تو اگر مقتول چوری اور بدکاری میں مشہور نہو تو قاتل سے ازراہ احتیاط قصاص لیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال میں مقتول کے وارثوں کے واسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیۃ ھذا اذا لم یعلم ان لو صاح علیہ طرح فمالک کان علم ذلک فقتلہ منہ فلا وجہ علیہ القصاص لقتلہ بغیر حق یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہوا اسوقت ہو جبکہ صاحب مال کو یہ معلوم نہو کہ اگر وہ اسپر شور کریگا تو سارق اسکے مال کو ڈال دیگا اور اگر یہ جانے کہ مکابرہ سے مال کو چھوڑ بھاگیگا پھر باوجود اسکے اسکو قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسکے ناحق قتل کرنے کے سبب کما لو قطع منہ اذا قتل الغاصب فلا یجب القود لقدرتہ علی دفعہ بلا استعانۃ بالمسلمین والقاضی مغصوب بزازیہ کے مانند یعنی جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ غاصب کو قتل کریگا تو اسپر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکے دفع پر قادر ہے مسلمانوں یا حاکم سے فریاد کرکے دفع اور اگر مسلمین اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہوں چنانچہ اس زمانے میں متحقق ظاہر ہے قتل غاصب جائز ہے عرم حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحطاوی مبسام الدم الحرم لم یقتل فیہ خلافا للشافعی لہ صح عنہ للقتل لکن یمنع عنہ الطعام والشراب حتی یضطر فیخرج من الحرم فحینئذ یقتل خارجہ مباح الدم یعنی جسکا خون مباح ہو جیسا زانی محصن اور مرتد اور قاتل حرم پناہ پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نکیا جاویگا اور نہ وہاں سے گرفتار کرکے نکالا جاوے قتل کے واسطے لیکن اسکا کھانا پینا روکا جاوے یہانتک کہ وہ گھبرا جائے پھر کہ باہر کے مارے سوا پنکلجاوے حرم سے تو اسوقت میں حرم سے باہر قتل کیا جاوے برخلاف امام شافعی کے یعنی انکے نزدیک حرم کے اندر قتل اسکا جائز ہے واما فیما دون النفس فیقتص منہ فی الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف میں تو قصاص لیا جاویگا اس سے حرم کے اندر باتفاق یعنی سوا اسکے کہ اطراف میں تو اسوال کی طرح یہ مسلک ہے ولو انشاء القتل فی الحرم قتل فیہ اجماعا بزازیہ اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیہ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ ذکرہ المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اسکے اندر قتل نکیا جاویگا مصنف نے یہ کتاب الحج کی شرح میں مذکور کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتلہ بسیفہ فلا قصاص وتجب الدیۃ فی الصحیح لان لا اباحۃ لا تجری فی النفس وسقط القود بشبہۃ الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو قتل کر سو اسنے اسکو تلوار سے قتل کیا تو قصاص نہیں اور دیت واجب ہوگی قاتل کے مال میں بقول صحیح اسواسطے کہ اباحت جان میں جاری نہیں ہوتی اور قصاص ساقط ہوگیا اذن مقتول کے شبہہ سے اور یہ بموجب حقیقت میں اذن مقتول کا صحیح نہیں لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہوگیا اور قصاص میں شبہہ حکم حقیقت کے ہے ولذا لو قال اقتل اخی او ابنی او ولی فقتلہ لا قصاص لما قدمنا وتجب الدیۃ ھو المختار کفایۃ اور یہیطرح قصاص نہیں اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بھائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کی چنانچہ ہر زازیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی عن الکفایۃ اور یہیطرح

بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو دفی ما عن الواقعات لو انہ صغیر لا یقتص اور بزازیہ میں ہے واقعات سے کہ اگر مرد کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاوے گا ہم یعنی مگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کرا دو فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے حموی نے کہا اور یہی حکم ہے اگر صغیر کا منع الغلماء میں ہے کہ یہ محمول ہے قتل کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ بعتک ہذا العبد بالف فقتلہ لی فقتلہ اور خانیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک ہزار کو بیچا سو اسنے اسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہ باطل ہے اور قتل قتلانی کا قول کی مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص وفی اقتل ابی علیہ دیۃ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہے قاتل پر قتل کے فرزند کیواسطے وفی اقطع یدی لا قطع یدہ یقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اسنے اسکا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاویگا قاطع سے وفی ثلثہ ابی فثلثہ لا علیہ فان مات فعلیہ للاب دیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اسنے اسکا سر پھوڑ ڈالا تو اسپر کچھ نہیں پھر اگر وہ مر گیا اس سبب سے تو اسپر خون بہا ہے وقیل لا یجب الدیۃ ایضا وہو الاصح کذا فی الہدایۃ واستظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہے کہ کذا فی ذات کے اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند واجب نہیں اور اس قول کو کہ الاسلام نے صحیح کہا ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے اور طرسوسی نے بھی اسی کی تائید کی لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہم شروع وہبانیہ میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت اصح ہوا سواسطے کہ عصمت دم موجود ہے اور قصاص کو ساقط ہو گیا ہے شبہ فوں سے اور شبہہ لوجوب مال کا مانع نہیں جیسا کہ قال اقتل عبدی فاقتلہ یقتل فلا ضمان علیہ اجماعا چنانچہ اگر مولی کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اسکا ہاتھ کاٹ سو اسنے اسکو قتل کیا اور اسکا ہاتھ کاٹا تو اسپر تاوان نہیں بالاتفاق ہم اسواسطے کہ غلام مال ہیں داخل ہوا مال میں ابتذال جاری ہے لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی فان سرای لنفسہ ومات کان الاطراف کالاموال فصار کما لو امرہ بقطع یدہ او رجلہ فقطعہ ہکذا فی الخانیۃ یعنی جیسا کہ اطراف اموال کے مانند ہیں تو امر کرنا اتلف صحیح ہوگا کما مر سرایۃ الی النفس اور موت نہ ہوئی بزازیہ میں ہے منتقی الفقاہ میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجیے تو بسبب قتلنی کے اسمیں بھی خلاف نہ کو جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال اقطعہ علی ان تعطینی ہذا الثوب او ہذا الدرہم فقطع یجب الارش لانہ اسقط القود وبطل الصلح بزازیہ اور اگر ہو لا کہ ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھکو یہ کپڑا یہ روپیہ دے سو اسنے قطع کیا تو ہاتھ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط باطل ہے ثوب یا درہم باطل ہوگی کذا فی البزازیہ

فرع مسائل ملحقہ بمدارج کے ہیئۃ القصاص یعنی للقاتل کا بچوں کا نہ لا یجری فیہ التماثل قصاص کا ہیئۃ کرنا اور شخص کو سوا قاتل کے جائز نہیں اسواسطے کہ اسمیں تعلیق کا جاری نہیں ہم اور اسیطرح قاتل کو بھی ہیئۃ قصاص پر قتل نہ کرنا جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیہ الاشباہ عن الخانیۃ والاولی عن القاتل افضل من اصلح از اصلح افضل من القصاص ہے وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح ہمیشہ قصاص سے ہم عفو وارث سے قاتل کے برات ہو جاتی ہے دنیا میں بہ نسبت قصاص سے لیکن غلط اقدام علی القتل سے برات نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وحاشیہ ابی السعود وکذا عفو المجنی علیہ او ولیہ ہکذا فی الخانیۃ اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو بہ نسبت صلح کے اور صلح ہمیشہ بہتر ہے لالیعنے کے قصہ توبۃ القاتل تحت یسلم نفسہ للقود صحیحا یعنی صحیح نہیں توبہ قاتل جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم نکر دے کذا فی الاشباہ یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جبتک قصاص کے واسطے اپنی جان حاضر کرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ ہے کہ مقتول کے وارثوں سے خبر کر دے کہ تیرا قصد مجھسے ہوا ہے کذا فی الطحطاوی یہی حکم شرح الوہبانیہ وغیرہ کا قام شرط استیفاء القصاص کما فی درء عند الاصولیین وفرق الفقہاء شبہاء امام یعنی حاکم اسلام یہ شرط استیفاء قصاص ہے یعنی خون کے بدلا لینے میں حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہے علماء اصول کے تردیک اور فقہاء نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہے کذا فی الاشباہ یعنی فقہاء کے نزدیک استیفاء حدود کے لیے امام شرط ہے قصاص کے واسطے نہیں ہے کہ ایک مرد مقتول ہوا ہمارا اور اسکا ایک بیٹا ہے تو اسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہے بغیر حکم قصاص کا حکم کیا ہوا ہے یا ہو دقاتل کو تلوار سے قتل کرے اور اسکی گردن کاٹ دے اگر غیر تلوار سے قتل کرے ارادہ کرے تو منع کیا جاوے اور اگر قتل ممنوع کر دیگا تو تعزیر دیجائیگی مگر اسپر تاوان نہیں ہے کسیطرح قتل کرے قصاص ساقط

کذا فی الخلاصۃ وفی الہندیۃ کذا فی فتاوی قاضی خان وہو الصحیح ۱۲ منہ

الکذا فی الہندیۃ وفی فتاوی قاضی خان والحدود تدرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بعلمہ فی القصاص دون الحدود او الشبہۃ فی الحدود تدرأ بالشبہات فی قاعدۃ الحدود تدرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بعلمہ فی القصاص دون الحدود

اور شبہات میں حدود اور قصاص ہم یہ قول اسپر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوائے حدود کے لیکن اب فتوی اسپر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بروں شہادت کے مطلقا جائز نہیں کذا فی المحیط وفی شرح الاشباہ القصاص یورث ولا حد لا ۲ قصاص میں وراثت جاری ہے اور حد میں نہیں ہم دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص بھی میراث نہیں کذا فی المحیط وفی ذخیرۃ عفو القصاص لا الحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ہم یہ بعد مرافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا فی خانیہ فی الہبۃ والمعتمد لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد ۴ وحد القذف ۴ مدت کا گذرنا قتل میں شہادت کا مانع نہیں برخلاف حد کے حد قذف کے سوا ویثبت بالشارۃ الاخرس کالکتابۃ بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارہ سے اور اسکے لکھدینے سے برخلاف حد کے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی میں نے اسکو تلوار سے مارا ہے تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہوگی کذا فی المحیط وفی یجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص میں بایں معنی کہ حد میں السابعۃ لا تدرأ فی القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف ۲ تمہی سے ساتویں صورت یہ ہے کہ قصاص میں دعوی ضروری ہے حدود میں نہیں مگر حد قذف میں البتہ دعوی ضروری ہے انتہی

وفی الاشباہ وفی القنیۃ نظر فی باب رجل نفقۃ الرجل عینہ لا یضمن ان لم یعلم بہ بخلاف ما لو اخذ من غیر نفقتہ او ان امکنہ منعہ اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے گھر میں جھانکا اور اسنے اندر سے سوائے مرد کے کسی کو نہ دیکھا تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں اگر جھانکنے والے کا بھائی یا بیٹا دیکھا ہو تو ممکن ہے اور اگر بردن اسکے دیکھا ہو تو ان پر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دونوں صورتوں میں ضمان نہیں ہم ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک شخص تیرے گھر میں جھانکے بدون تیرے اسکی سوائے اسکی آنکھ پھوڑ دے ٹھیکرے مار کر تو کچھ گناہ نہیں وہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنکھ میں نصف دیت ہے اور یہ عام ہے خواہ اجنبیہ کی طرف نظر کیا ہو یا نہ کیا ہو اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر میں گھس کے کچھ لے تو بھی تو جب قلع میں نہیں اور حدیث ابوہریرہ یہ بیان الغیر جریمہ محمول ہے اور دیگر احادیث مذکورہ کو اس نظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نہ رہے بدون آنکھ پھوڑنے کے یہ منافات بالکل زائل ہو جائے لیکن یہ مسلہ اباحہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے انہیں کہ تفصیل نہیں والہ اعلم کذا فی المحیط وفی منتصر او لو دخل رأسہ فوہ فبخ فقفأہ لا یضمن جمیعا عند الکل بخلاف ما لو نظر من خرق حجرہا او گر ایک شخص نے اپنا سر اندر کیا یا سوراخ سے صاحب خانہ نے اسکو دیکھ کر اسکی آنکھ پھوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں کذا فی المحیط وفی ذخیرۃ عن محمد رحمہ اللہ تعالی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اتفاق حنفی و شافعی کا انعقاد حنفی و شافعی تو فقہ اسمیں ہے کہ جبکہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہے ماسوائے جان کے قصاص میں یعنی اطراف نفسانی کے بدلا لینے میں ہم قصاص ما دون النفس ثابت ہے کتاب و سنت و اجماع سے قال تعالی والجروح قصاص وفی حدیث ہمیں ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ کے فصا کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی وہو فی کل عین فیہا عاقلۃ حفظ المماثلۃ فیہا ودیۃ یعنی قصاص اور اسکے نفس ہر ایک مقام میں جاری ہے جہاں حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہو یعنی جہاں برابری اعضائی ظالم و مظلوم کے نقصان کی ہو سکے وہاں بدلا لینا جاری ہے اور جہاں حفظ مماثلت متعذر ہو وہاں قصاص نہیں وہاں دیت ہے یہ کچھ اور چنانچہ علوم ہوگا ہم جب رعایت مماثلت کے بدلا لینے میں لازم ہوئی تو داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے بدلے نہ کاٹا جائیگا اور نہ بایاں بدلے داہنے کے یہ تندرست ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے اسواسطے کہ غلام کے ہاتھ میں بوصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلاموں کی مختلف ہوتی ہے اور نہ قصاص میں مال ہے اور نہ کمال میں اور نہ حسار الدیۃ ثلث دیت اور نہ ضمان غیر دار نے میں اور نہ طلع کے اعضا کا قصاص ہوگا الا بالمثل تو اگر کسی نے کسی کا داہنا ہاتھ کاٹا ہو

قطع ہوگا اور چار برے سیاہ کے اور وسطی برے وسطی کے اور خنصر برے خنصر کے اور اسیطرح دانتوں میں برابری واجب ہوتو نیش نیش اور ثنایا ثنایا کے بدلے بیش کے اور ڈاڑھ ڈاڑھ کے بدلے ڈاڑھ کے علی ہذا القیاس سب دانت اعضا واجب ہیں کہ منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب کذا فی الطحطاوی لمنعاد جنسٍ فیقاد قاطع الید عمدا من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضروری ہوئی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والے کا عمداً پہونچے سے یعنی جسنے دوسرے کا ہاتھ عمداً کلائی کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاویگا فلو قطع من نصف ساعدٍ او ساقٍ او من قصبة الانف لم یقتل لامتناع حفظ المماثلة وھو الاصل فی جریان القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں ہم مبسوط میں ہیں کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اسمیں قصاص ہے اسی موضع میں اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اسمیں ہمارے نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اسواسطے کہ گاہے قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجاتے یا اسمیں زیادہ خلل ہوجاے تو برابری نہیں کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے وان کانت بکرٍ اکبر منھا لانخطام المنفعة قصاص نہیں جو ہڑ سے ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں جراحت اس کے سوا اسلئے کہ دونوں عضو منفعت میں یکساں ہیں کذا فی الزیلعی کذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن اور اسیطرح قصاص لیا جاویگا ہاتھ سے پاؤں اور ناک کے نتھنوں اور کان میں ہم مارن میں ہم زخم قصر فی ہمارے نزدیک میں بانسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص ہوا اور بعض کے قطع میں قصاص نہیں سیطرح اگر اونٹ اور کان جوڑ سے قطع ہو تو قصاص ہوا ورنہیں تو قصاص نہیں ہے عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ یہی کے قطع میں کذا فی عدل ہے قول صحیح میں کذا عین ضربٍ فزال شحمة اذنٍ غیر مخصفة فیجعل علی وجھه قطن ثم یطن تقابل عند عجلة ھما او یسیطرح قصاص لیا جاویگا ہاتھ سے آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اسکی روشنی زائل ہوگئی اور بجا لانکہ آنکھ جاتی نہ رہی قصاص نہ دیا گیا کیونکہ ضارب کے منہ پر جسکی روئی ڈالی جاے اور اسکے آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جاے ہم یہ حکم طلحہ عثمانی میں علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبدالرزاق کے مصنف میں حکم بن عتبہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم تھی تو علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اسکی آنکھ پر روئی رکھی جاے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ دیا گیا تو اسکی بینائی منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ولو قلعت لاقتصاص لعدم المماثلة اور اگر آنکھ خانہ سے نکالیجاے تو اسکا قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی المجتبی فقاء الیمنی وھی الصحیحة الفاذ ذاھبة لتصدر عمدا او بجنبتی ہیں کہ داہنی آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے والے کی بائیں آنکھ پھوٹی ہی موجود نہیں تو قصاص سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندھا چھوڑا جاویگا وعن الثانی لا قود فی ھذا عند ابی حنیفة رح اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بائیں کے پھوڑنے میں قصاص نہیں ہم جنبتی ہیں ہو کہ اگر داہنی آنکھ میں مضرت جاتی رہے تو قصاص ہے اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً قصاص نہیں انتہی تو طحاوی اول کو اصل معتمد ہوا اور قول ثانی ضعیف تو شارح کو مول ضعیف پر قصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحطاوی وکذا لو اعوجا یقدا فی کل سنةٍ تبرأ علی وفق فیھا المماثلة کموضحةٍ اور اسیطرح قصاص کا حکم ہی ہر ایک اس قسم سے میں بھی جسمیں مماثلت اور مساوات کی مراعات ہوسکتی ہو چنانچہ جراحت موضحہ میں ہم موضحہ وہ جراحت ہے جسمیں ہڈی ظاہر ہو کی مثال اور جو قطع ہو کر ہڈی کھلجاے چنانچہ ہمارے تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظمٍ الا السن فانھا تطول کالکبرا متر اور قصاص ہے میں ہڈی توڑنے میں سوا دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہوگا اگرچہ کاسرہ اور مکسور کے دونوں دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گذشتہ یعنی استواء منفعت ہم اور یہ حدیث جو ہدایہ میں مذکور ہوئی کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ میں عبداللہ بن عباس رض اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب میں مروی ہے کذا فی العینی فتقلع ان قلعت وقیل تبرد الی اللحم موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلة اذ ربما تفسد لھا تہ وبہ أخذ

ہدایہ
عدل ہے قول صحیح میں
قصاص لیا جاویگا

صاحب الکافی قال المصنف فی المجتبیٰ وبہ یفتی تو ظالم کا دانت اکھاڑا جائے اگر مظلوم کا دانت اکھاڑا گیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ دانت رہتا جائے سوہان سے گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کے مقام تک اور باورائے گوشت کے جسقدر دانت باقی رہے اسکا قصاص ساقط ہے تعذر جنایت کے سبب سے اسلیے کہ دانت کے اکھاڑنے میں کبھی یا اکثر کو افاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح میں اسکو کہا ہے اور مجتبیٰ میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے ہم طحاوی نے کہا کہ بخط زیلعی اسیطرح لفسد لہا ہے اور مصنف اور شارح اسکا تابع ہو گیا اور حق یہ ہے کہ لفسد لہا ہے یعنی بجائے ہا مہ ہونا شاید ثلثہ ہے اثنات جمع لغۃ بمعنے سوہ اور یعنی دانت اکھاڑ دالنے نے قصاص میں اکھاڑنا نہ چاہیے بلکہ دانت کا رہتا سوہن سے چاہیے اسواسطے کہ اکھاڑنے سے سوہن میں اکثر خلل واقع ہو جاتا ہے کما یؤدی الی ان ینسا ویان کسن جیسے دانت رہتا جاتا ہے یہانتک کہ گا سوار کسوہ دونوں کے دانت برابر ہو جاویں اگر کسوہ کا دانت ٹوٹ گیا ہو ہم رہتا ہے اسوقت ہے جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو والا قصاص نہیں ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الکفایہ وفی المجتبیٰ ویؤجل حولا فان لو نبت یقتص وفیل یؤجل الصغیر لا البالغ اور مجتبیٰ میں ہے کہ قصاص کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاے پھر اگر دانت جم آوے تو قصاص لیا جاوے اور یہ وہ مسئلہ ہے کہ صغیر کے دانت کے واسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کے واسطے مستفاد ہے جب دانت سے کچھ ٹوٹ گیا تو ایکسال تک انتظار کرنا چاہیے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت نہ جمے تو اسکے قصاص کے سوہان سے پیت کر دو طرسیر ہیں ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے پنجنے ہونے تک انتظار چاہیے ایکسال کا انتظار ضروری نہیں مگر محیط کی روایت میں اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہے کذا فی الطحطاوی قلوقات الشک فی الحول جعلنا الصغیر حولا پھر اگر صغیر سال کی مدت میں مر گیا تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اسمیں حکومت عدل ہو لذا الخلاف اذا اجل فی تحریکہ فلو یسقط فعند ابی یوسف یجب حکومۃ عدل لان الاجرۃ القلاع والطبیب مستحقۃ اور اسیطرح دانت اکھاڑنے کے مانند خلاف ہے جبکہ مدت مقرر کیجاے دانت کی تحریک میں پھر مدت کے اندر تحریک دانت ساقط ہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا خوف ہونا یعنی دانت اکھاڑنے والے طبیب معالج کی اجرت واجب ہوا اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ہم محیط میں ہے کہ جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایکسال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط ہوا تو ضارب پر کچھ نہیں اور اگر سال کے اندر اسی ضرب سے دانت اگر گیا تو اگر مضروب محمد اتھی تو قصاص واجب ہوا اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی اور اس مسئلہ میں ابو یوسف کا وہ قول ہے جو شارح نے کہا کہ یہ ضعیف ہے لانہ حل النسبۃ بالتنبیہ والتاب بالتاب ولا یوخذ الا کامل ولا کامل فلا شئ لہ والحاصل انہ لا یوخذ عضو لا بمثلہ اور قصاص لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور بدلا نہیں لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے اور نہ نیچے کا اوپر کے سے کذا فی المجتبیٰ اور علامہ شامی نے کہا کہ عضو کا بدلا نہیں لیا جاتا مگر اسکی مثل اور مانند سے دلائل وقود عند نا فی کرفی رجل وامراۃ واطرفی حر وعبد وطرفی عبد بین لتماثل بدلیل اختلاف دیتہم وقیمتہم واطراف کالاموال اور قصاص نہیں ہے مسلمانوں کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف میں اور آزاد اور غلام کے اطراف میں اور غلاموں کے اطراف میں بسبب تفاوت قیمت کے مساوات کے انکی دیت اور قیمت کے استدلال کی دلیل سے واطراف تو مانند اموال کے ہیں یعنی جب اطراف انسانی بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت کی دیت میں اور غلام اور آزاد کی دیت وقیمت اور دو غلاموں کی قیمت میں تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر ٹھہرا قلت ھذا ھو المشھور لکن فی الواقعات لو قطع امرءۃ ید رجل کان القود لان النقصان کبیر وفی البا کامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین وان اختلفا قیمۃ اور قصاص لیا جاتا ہے مسلمانوں کے اطراف میں ہمیشہ مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلاموں کے اطراف میں قصاص کا نہونا بھی مذہب مشہور ہے لیکن واقعات میں ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اسواسطے کہ استیفا ناقص کامل کی عرض ہو سکتا ہے جب صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی ہو جاوے تو اسطرح کچھ فرق نہیں آزاد اور غلام کے درمیان اور زندہ غلاموں کے اندر یعنی جبکہ آزاد غلام سے بدلا لیوے پر اور عبد کل کا مالک عبد دونے سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قول کو قہستانی اور ہندی نے ثابت رکھا ہے ہم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول

مشہور مذہب ہمارے یہ قول وطرف المسلم والکافر سیان للتساوی فی الکرامۃ اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہیں خونہا کی مساوات کے سبب سے کہ دونوں کی ہر ایک کا خون برابر ہے اور رسما من کذا فی الطحطاوی وقال الشافعی کل من یقتل بنفسہ یقطع بہ من الاطراف کذا فی الطحطاوی اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہے جسکے بدلے اسکا عضو بھی قطع کیا جاتا ہے اسکے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا اسکا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی انکے نزدیک مسلم کا قتل نہیں ذمی کے بدلے تو اسکے عضو کا بھی قطع نہیں اسکے عضو کے بدلے لا فی قطع عین من نصف ساعد یدا من او قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہیں ہو سکتی کمی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے لا فی جائفۃ برئت اور قصاص نہیں اس جراحت میں جو پہنچگیا ہو گیا ہو جائفہ وہ خم ہے جو اندر پیٹ تک پہنچگیا سینہ کیطرف سے یا پیٹھ یا پیٹ کی طرف سے نوگردن اور حلق اور ہاتھ اور پاؤں میں جائفہ نہیں ہوتا لیکن فوطوں اور مقعد میں جائفہ ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح القدوری فان لوثت ولم تبرء قصاص لانہ یمکن الوقوف علی المساواۃ ابن کمال پھر اگر زخم جائفہ پہنچگیا ہو اسوا اگر ساری ہو گیا یعنی زخم کے صدمہ سے زخمی مگیا تو خانیہ سے قصاص لیا جاویگا اور اگر نہ ہو تو صحت یابت کا انتظار کرنا چاہیے کذا صرح بہ کمال وبسان وذکر ہ ولو من اصابعہا بہ یفتی شرح وہبانیۃ وفی الخلاصۃ لا ینتظر ویستوفی قلت لکن جزم قاضیخان بلزوم القصاص یجعلہ فی المحیط قول الامام ونصہ قال ابو حنیفۃ ان قطع ذکر من الصبی او مرا ۃ حشفۃ اقتص منہ اذا حد معلوم واقرۃ فی الشرنبلالیہ فلیحفظ اور قصاص نہیں یہاں اور زیادتی کے قطع میں اگر کٹ گیا ہو قطع سے جب قطع ہو گئے ہوں اس قول پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ واسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہوا سکے کہ فاذا استمتا اور پھیلتا ہے یعنی تو قطع میں کمی بیشی محتمل ہے میں کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص پر قطعی حکم کیا ہے اور محیط میں اسکو امام کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہ ہے کہا امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر نابالغ نے قطع ہو لیا سپاری سے تو قاطع سے قصاص لیا جاوے اسواسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے فواس خلاف کو یاد رکھنا چاہیے جیسے قاضیخان میں ہے کہ زکے قطع میں عمداً جڑ سے قصاص ہے اور اگر اسکو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور قطع زبان میں قصاص نہیں ہے اور ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ قطع مماثل کے سوا واجب ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف کا قول مذکور ہے نہ امام کا اور عالمگیری میں فاسیہ سے منقول ہے کہ بعض نے کہا کہ قطع قصاص نہیں اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل مبنی امام محمد کی مبسوط میں ذکر ہیں کہ قصاص نہیں اور ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ قصاص ہے مضمرات میں ہے کذا فی الرمز والصحیح ہو انتہی واللہ اعلم الا ان یقطع کل الحشفۃ فیقتص لو بعضہا الا مگر یہ کہ بالکل سپاری قطع ہو جاوے تو اسکا قصاص لیا جاویگا اور اگر تمام نہیں بعض قطع ہوئی تو قصاص نہیں ہم اسواسطے کہ کل حشفی کی حد قطع معلوم ہے بعض کی دسبقی ما لو قطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حاکم کے مذکور ہو گا ویجب القصاص فی الشفۃ ان استعصاہا بامکان المماثلۃ لا یستقصہا لا یقتص مجتبی وجوہرۃ اور قصاص واجب ہو گا ہونٹ میں اگر قاطع نے قطع کے سبب سے کہ نہایت تک پہونچا دیا یعنی رگڑ کے کاٹا کچھ باقی نہ رکھا وجوب قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہوا اور اگر لب کو رگڑ کے نہیں کاٹا تو قصاص نہ لیا جاویگا لانعدام المماثلۃ بحر وجوہرۃ یعنی قصاص نہ ہوگا عدم مماثلت کے احتمال سے ولسان الخرس ولصغیر لا یتکلم لعدم المماثلۃ اور گونگا اور صغیر جسکے قطع زبان میں حکومت عدل ہے ہم حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں بیان کریں گے عبد ابو اولی عیب کی اہمیت سے ثبوت کی جائے تو بقدر دو ثلث دیت کے ہیں قیاس بھی یہی ہے کذا فی الجوہرۃ وان کان القاطع اشل او ناقص الید طرفا او کان راس الشاۃ اکبر من المشجوج خیر المجنی علیہ بین القود واخذ الارش لعدم المماثلۃ وسائر الاطراف التی تفاوت اذا کان طرف القاطع اصغر یخیر المجنی علیہ بین اخذ العین الاشل کاملا اگر قاطع اشل ہو یا سر کے زخمی کرنے والے کا سر بڑا ہو اسکے سر سے جسکے سر کو اسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہو گا قصاص لینے اور دیت کے لینے میں وکذا ہذا القیاس سائر اطراف اور باقی اُن اطراف میں جنکا قصاص لینا واجب ہے جبکہ عضو ضارب اور قاطع عضو مضروب اور مقطوع سے عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہو جاوے بدلیل عضو عضو یعنی کٹوا دے چاہے پورا خود اسکا اختیار اسواسطے دیا گیا کہ

ان صورتوں میں الیفاء کمال حق متعذر ہے جمہور نے دلیل سے نقل کیا کہ یہ اُسوقت ہے جبکہ قاطع قطع کے وقت لنجا ہو اور اگر قطع کے وقت اسکا ہاتھ صحیح سالم ہو پھر بعد قطع کے لنجا ہو جائے تو مقطوع قصاص دیت پائیگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تھا سو ساقط ہوگیا بقدر بلاک ہوجانے محل کے کذا فی الطحطاوی قال رحمہ اللہ الدین ھذا الا الشلاء ینتفع بھا فلو لم ینتفع بھا فلو لم یکن محلا للقود فلہ دیۃ کاملۃ بلا خیار دعلیہ القنوی محتصر یعنی ان دونوں کے سوا جہاں ارش شرط ہے کہ قطع سے ہاتھ میں نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اُس سے فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کے واسطے پوری دیت معین ہے بلا اختیار قصاص اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی البحر قولہ فی فیہ لا قطع الصحیحۃ بالشلاء اور مجتبی میں ہے کہ صحیح ہاتھ کے بدلے قطع نہو گا دیسقط القود بحدوث القاتل القوات المحل اور ساقط ہوجاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نہ رہا دیعفوا اولیاء اور قصاص ساقط ہوجاتا ہے وہ یہ مقتول کے معاف کر دینے سے ویصلحہم علی مال ولو قتیلا اور قصاص ساقط ہوجاتا ہے اور اُن کے صلح کرنے سے مال پر اگرچہ مال کم ہو ہم اسواسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے اُسمیں عوض کی کچھ تعیین نہیں کذا فی البحر یعنی جسقدر پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر یا کم و بیش یجب حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دیا جاوے گا ہو گا عند الکفین مدت کی صورت میں ویصلح احدہم او عفوہ وطن بقی من الورثۃ حصتہ من الدیۃ فوثث سنین علی القاتل ھو الصحیح علی العاقلۃ ملتقی اور قصاص ساقط ہوجاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کر دینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جسنے اور عفو کچھ نہیں کیا وہ اپنا حصہ پاویگا دیت سے تین سال کی مدت میں اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے برادران پر دیت ہے کذا فی المنتقی امر الحر القاتل و سید العبد القاتل رجلا یصلح عن دمھما الذی اشترکا فیہ علی الف فعفل المامور الصلح عن دمھما فالا لف علی الحر و السید الا ان یصفا نرکانہ مقابل بالقود وھو علیھما سویۃ فبین الحر و العبد القاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایکہزار کو ہزار درہم پر صلح کرنے کا اُس خون کے بدلے جسمیں آزاد اور غلام دونوں شریک تھے امر کیا سو مامور نے دونوں کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درہم دونوں نے امر کرنے والوں یعنی آزاد اور مولی پر آدھوں آدھ ہیں یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولی پر ہونگے اسلیے کہ ہزار درہم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص دونوں پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بھی اسیطرح دونوں پر برابر ہو گا ویقتل جمع بفرد ان جرح کل واحد جرحا ھلکا کان ذھوق الروح یتحقق بالمشارکۃ لکنہ غیر متجز مخلاف الاطراف کما سیجئ اور قتل کیجائیگی جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسلیے کہ روح مقتول کا کلمنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اسواسطے کہ ہر روح روح امر قسمت پذیر نہیں یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہو احد مستقل پورا قاتل ٹھہریگا کذا فی الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے دلیل قتل قتل جماعت کی مولی کی یہ حدیث ہے سعید بن منصور سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا قتل پر اتفاق کرتے اور مرد کرتے تو میں اُنکو قتل کرتا صنعا شہر ہے یمن کا کذا فی العینی شرح الہدایہ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوگ ساتھی مارنے والے ہوں اگر ضرب علی التعاقب ہو اور مقتول مرجائے اور علوم نہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری پر دو قسم ہونا متعذر ہے اور جسکا کاری اور غیر کاری معلوم ہو جائے اور یہ معلوم نہیں ہو گا صورت سے پہلے تو اُسپر قصاص واجب ہو گا جسکا زخم مہلک و کاری ہو گا کذا فی الطحطاوی وذا کما کما فی نصیحۃ العلامۃ قلستانی اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح میں ہے ہم نے کسی کا زخم مہلک نہو یا بعض کا مہلک نہ باقی کا تو جسکا مہلک ہو گا اُسپر قصاص ہو گا اور باقی لوگوں پر تعزیر کذا فی الطحطاوی فی الجنایۃ انما یقتلون اذا وجد من کل جرح یصلح لذھوق الروح فاما اذا کان احدھا قاتلا دون الباقین او مقتلین بامساک واحد فلا قود علیھم اور مجتبی میں ہے کہ جماعت کے لوگ قوسی صورت سے قتل ہونگے جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاوے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکھتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشا بین ہوں یا قاتل کو پورا غلاتے ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں ایک شخص کو گرفتار کر کے تو اُن لوگوں پر قصاص نہیں اور نہ اُنپر خون بہا ہے کذا فی الطحطاوی والاولی ان یقال ان کان احدھم

بلام العهد فانه اذا قتل فرد أحدهم ابوه او مجنون سقط القود فيما اني اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ جمیع کو معرف بلام تعریف کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص کو جماعت قتل کرے کہ انمیں سے ایک باپ ہے مقتول کا یا کوئی انمیں دیوانہ ہے تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی التبیین یعنی اگر لام عہد خارجی ہوتا تو غیر مراد خارج ہو جاتا بلا تکلف ویقتل قرنائهم لنفاية الباقين خلافا للشافعي لهم حصتهم اور قتل کیا جاتا ہے ایک شخص جماعت کے بدلے اگرچہ جماعت متعدد ہو وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرنے قصاص فرد کے باقیون کے واسطے برخلاف شافعی کے ہم امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اولیاء مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیون کے واسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو جسکے واسطے قتل ہوگا اور دیات انکے فیما بین قسمت ہونگی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سبکی طرف سے کافی ہے اسواسطیکہ وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال لازمی قصاص کے اور اسلیے کہ قتل اخراج روح کے واسطے صالح ہے اور اخراج روح قسمت پذیر نہین تو ہر وارث کی طرف مضاف ہوا علی وجه الكمال كذا في البين یعنی فان حضر ولي واحد قتل له وسقط حق الباقين حتفا انفه فوات المحل كما لو مات بمرض اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اسکے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک باقی وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہوا قصاص قاتل کے مرجانے مین اپنی موت سے بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے جناچہ گذر گیا قطع رجلان فلكل يمين رجل او رجله او فلعاسنه وهو فاقد مماثلون النفس جو هر دو شخصون یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا دونون کا یا دونون نے اسکا دانت اکھاڑا اور یا نہ تھا اسکے اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی البحر سرویان اخذ سكينا فامر اهما على يد احدهما فقطعها انفصلت فلا قصاص عند نا على احد منهما او منهم لانعدام المماثلة ہاتھ یا دونون ہاتھ جسکا کہ دونون شخصون نے چھرے کو پکڑا اسواسطے چلایا اُس مرد کے ہاتھ یا دونون پر یہانتک کہ بدن سے جدا ہوگیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہین کسی پر ان دونون سے باجماعت ہونے سے بسبب نہونے مماثلت اور مساوات کے ہم اسلیے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونون کی قوت واحد سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد کی طرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوئی دو ہاتھ کے قطع مین اور ایک ہاتھ کے قطع مین بخلاف قتل نفس نفس واحد اسواسطے کہ قتل ہر واحد کی طرف علی وجه الكمال مضاف ہے خروج روح کی علم قسمت پذیری کے سبب کذا فی الهداية وشرطنا كون الشرط فعلا لاطرف المساواة في النفس والقيمة بخلاف النفس فان الشرط فيها المساواة في العصمة فقط در کسی پر قصاص نہین انعدام مماثلت کے سبب اسواسطے کہ اطراف کے قصاص مین مساوات شرط ہے نفس میں اور قیمت مین یعنی وہان حاصل نہین برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص مین فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحدہ اور نفس عصمت دم مین برابر ہین لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانون کا قصاص ہوتا ہے وضمنوا ديته لعدد هم بالسوية اور دونون قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دین بقدر اپنے شمار کے برابر دان قطع واحد يخلاف رجلين فلهما قطع يمينه وديعة بينهما ان حضر معا اور اگر ایک مرد دو مردون کے ہاتھ کاٹے تو دونون کو اُسکا داہنا ہاتھ کاٹا جائیگا ہے اور ایک ہاتھ کا خونبہا لینا آپسمین دھوون دونون بالکہ بشرطیکہ دونون شخص ساتھی حاضر ہون وان حضر احدهما وقطع الغائب نصف الدية تاما ان كان اطرافه كالنفس اور اگر دونون مین سے ایک مرد حاضر ہوا اور اُسکے بدلے اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کے واسطے قاطع پر نصف دیت ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اطراف کا حکم نفس کے تمام نہین ہم دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار جب کاٹا نصف پانچ سو دینار ہے کذا فی الطحاوی ولو قضى بالقصاص بينهما ثم عفا احدهما قبل الدية فلا خيار للقود وعند محمد له الارش اگر دونون شخصون کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیدیا سو ایک شخص نے قصاص معاف کر دیا دیت کے حاصل ہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہے اور محمد کے نزدیک قصاص نہین مگر انہا لینے کا اختیار ہے ویقاد عبد اقر بقتل حر خلافا لهما ولو قصاص لیا جاویگا اس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ اُنکے نزدیک اقرار عمد غلام سے قصاص نہین ہم وجوب قصاص کی وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت مین غلام غیر متہم ہے اسواسطے کہ اسمین اسیکا ضرر ہے وان اقر خطأ او عال لم تتبع اقراره على مولاه بل يكون في

وقتہ ان کان یعتق کما نقلہ المصنف عن الجوھرۃ اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اسکا اقرار اسکے مالک پر نافذ نہ ہوگا بلکہ اسکی گردن سے متعلق ہوگا یعنی آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونے کے بعد اسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہے قال وظاھر کلام الزیلعی بطلان اقرارہ بالخطاء اصلا لانہ حق سیدہ ونحوہ فی احکام العبید من الشباہ معللا بان موجبہ الدفع او الفداء انتھی فتامل قولہ مصنف نے کہا اور زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی نہ غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اسکے مالک کے حق میں اور اسکے مانند اشباہ کے احکام عبید میں مذکور ہے زیلعی نے بطلان اقرار کی وجہ بیان کی ہے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف سو اسمیں تامل کرو شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ تعلیل زیلعی کی جانب سے ہے نہ شباہ کی طرف سے اسواسطے کہ شباہ میں تعلیل ہی کو نہیں زیلعی کی پوری تقریر یوں ہے کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اسواسطے کہ موجب اسکا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور ظاہر یہ ہے کہ مالک پر کچھ واجب نہیں تو اقرار مذکور صحیح نہ ہوگا خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہ اقرار باب تجارت سے نہیں تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی علی الدر المختار للعلامۃ القھستانی فی بابہ اقرار العبد بالجنایۃ العاقلۃ انتھی فتدبر اذ قد اجمع العلماء علی العمل بمقتضی اقرار العاقل علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبدا ولا عمدا ولا صلحا اعترافا او اقرارا حرا بالقتل خطا لان اقرارہ اقرار علی العاقلۃ ای لان یصدق فیہ کذا فی القھستانی فی المعاقل قلت لیکن قہستانی فی شرح نقایہ نے اسکی تعلیل یوں بیان کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہے سو اس کلام میں تدبیر اور غور کرو کہ منظور فیہ ہے اسلیے کہ علماء نے اجماع کیا ہے اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنیکا کہ عواقل دیت غلام کے متحمل نہیں ہوتی اور نہ صلح اور نہ اقرار کے بہانتک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہ اقرار عاقلہ یعنی مددگاروں پر نہ ہوگا یعنی اسمصورت میں مددگاروں پر دیت ہے جبکہ وہ اقرار کی تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تقریر کی ہے قہستانی نے مذکور کے کتاب المعاقل میں توضیح وارد ہے صحیح طحطاوی نے شارح کی اس اعتراض کا جواب دیا ہے جسکو اسکے دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی کو جو اس ہمعہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ملاحظہ کرے وعلی ھذا لو قتل عمدا فعفا السھم الی حوضہ مثلا یقتص للاول لانہ عمد والثانی الدیۃ علی قاتلہ لانہ خطأ ایک مرد کے عمدا تیر مارا اسواسطے کہ بدن سے پار ہو کر دوسرے شخص کے جا لگا سو دونوں مر گئے تو پہلے مرد کے واسطے قصاص لیا جاویگا اسلیے کہ وہ قتل عمد ہوا اور دوسرے مرد کے واسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے بردارون پر اسلیے کہ وہ قتل خطا ہوا ہر چند یہ فعل واحد ہے لیکن احد اثر سے متعدد ہو گیا کذا فی الزیلعی وقعت حیۃ علیہ فدفعھا عن نفسہ فسقطت علی انسان فقتلتہ فدفعھا عن نفسہ فوقعت علی ثالث فلسعتہ ای الثالث فھلک فعلی من الدیۃ ھکذا سئل ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بحضرۃ اصحابہ فقال لا یضمن لاول لان الحیۃ لم تصر الثانی ولذلک لا یضمن الثانی والثالث لو ماتوا او کانوا اجیرا فان لسعتہ مع سقوطھا فورا من غیر مھلۃ فعل الدافع الذی بتولد منہ الھلاک وھو تسعۃ فورا لا یقوم ردا فیضمنھا علیہ ایضا فاستصوبوہ جمیعا وھو من مناقبہ رضی اللہ عنہ فیہ ومجمع الفتاوی ایک شخص پر سوتے سے سانپ گرپڑا ایک شخص پر سوتے سے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اسکو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا سو تیسرے کو اسنے کاٹا تو وہ مر گیا تو کون شخص ضمان واجب ہوگا اس طرح سوال ہوا تھا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بحضور تمام علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ سانپ دوسرے شخص کو منزل میں پہونچایا اور اسطرح دوسرا شخص ضمان نہ دیگا اگر تین آدمیوں سے زیادہ لوگ ہوں ہاں اخیر شخص سو اسکا حال یہ ہے کہ اگر اسکو سانپ کے گرنے کے ساتھ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر جو ہمارے مانے کے دائرہ میں اسواسطے واجب ہے اور اگر سانپ نے فوراً نہیں کاٹا یعنی کچھ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہیں ہوگا پس سب عالموں نے ٹھیک جواب دینے کا اقرار کیا اور یہ مسئلہ بھی مجمع مناقب امام کے ہے رضی اللہ عنہ کذا فی الصغیر فیہ ومجمع الفتاوی ہم نوراً کاٹنے سے واقع سبب ٹھہرا موت کا لہذا اسپر عمل کرنا واجب ہوا اور اگر مہلت سے کاٹا تو واقع سبب نرا فعل المصنف وبھذا التفصیل اجبت فی حادثۃ الفتوی ھی ان کلبا عقورا وقع علی اخر فاقلقہ علی الثانی والثالث نے

قولہ ان اقر العبد الخ اقرار العبد المحجور او المأذون فی التجارۃ بالقتل خطأ او بما یوجب المال لا یصح فی حق المولی ویتعلق بکسبہ بعد العتق ویطالب بہ بعد العتق ولا یصح فی حق المولی ایضا ولا یتعلق برقبتہ ولا یباع فیہ ولا ی

علی الذات واللہ اعلم ۔ مصنف نے شرح میں کہا کہ جو اسی تفصیل کے میں نے جواب دیا تھا اسصورت میں ہر فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہے کہ سگ گزیدہ ایک شخص کو کرپڑا سوا اسنے دوسرے شخص پڑا اور دوسرے نے تیسرے پر پڑا والعلم عند اللہ واضح اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اسکے خوف کاٹنے سے مرگیا اور اگر ٹھہر کر کاٹنے سے مرگیا تو اسپر بھی دیت نہیں **فروع** مسائل ملتقطہ شارح کے الفواکہ البدریۃ وعقرہ فی الطریق فلدغت رجلا فھلک ان مات من لدغتہ لا ضمان علیہ لانہ مات بالجھر وھو فی الاصل سوا اسنے ایکمرد کو کاٹا یعنی وہ مرگیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جسکو سانپ ڈالنے کی جگہ سے ہٹا گیا ہو پھر اسنے کاٹا تو اسپر کچھ ضمان لازم نہوگا مطحطاوی نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضا ہے جواب امام یہ ہوگا کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہے اور اگر ڈالنے کے بعد ایکساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہیں وضع سیفا فی الطریق فعثر بہ انسان ومات لکسر لسیف ذی ثمن علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ میں سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھا کر گرپڑا اور مرگیا اور تلوار ٹوٹ گئی یا اسکے گرنے سے تو اسکا خون بہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنے والے پر ہے ہر فوز نظوھم سیرہ للمحرعلی قطع نور غیرہ فمات ان انتھض علیہ ضمن والا فلا وقال فی البدائع لا ضمان لان الاشھاد انما یکون فی الحائط لا فی الحیوان تاجیۃ مار دیل چھوڑا چرواگاہ میں سوا اسنے دوسرے کے بیل کے سینگ مارا سو وہ مرگیا اگر گرگیا و مقتول کے مالک نے اسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگوں کو اسکی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو گاو قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہیں اور بدائع میں کہا کہ مطلقاً تاوان نہیں اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہی دیوار مائل میں نہ جانوروں کذا فی التاتارخانیۃ واعلم انہ اذا اشترک قاتل العمد مع من لا یجب علیہ القود کاجنبی شارک الاب فی قتل ابنہ کاجنبی شارک الروح فی قتل مرتجیۃ لہ منھا ولد او کصاحب مع مخطئ وعاقل مع مجنون وبالغ مع صغیر وشریک حیۃ وسبع کما فی الخانیۃ فلا تودعلی احدھما ای لا تقاصا صرتحلے وتحد منھما فیما ذکر اور یہ معلوم کر کہ جب شریک ہو قاتل عمد کا اس شخص کے ساتھ جسپر قصاص واجب نہیں چنانچہ اجنبی شریک ہوگیا باپ کا اسکے قرینہ کے قتل کرنے میں اور جیسے بیگانہ شریک ہوگیا روح کا اسکی اس زوجہ کے قتل میں جسکے پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہو اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتھ اور عاقل مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونوں میں سے ایک پر قصاص نہیں یعنی سب صورتوں مذکورہ میں کسی پر قصاص نہیں ہم پہلی صورت میں جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اسکے ساتھی سے بھی ساقط ہوگیا اور دوسری صورت میں زوج سے اسواسطے قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا وارث فرزند ہی سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہیں لے سکتا پھر جب اسپر واجب نہوا تو اسیطرح اسکے شریک پر بھی واجب نہوا مطحطاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت میں باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی دونوں کے حاص مال میں اسلیے کہ دونوں قاتل عامد ہیں اور عامد و مخطی کی شرکت میں نصف دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادروں پر اسیطرح عاقل نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے برادروں پر اور بالغ نصف دیت ہے اور باقی صغیر کے برادروں پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہر دخل بینہ فرای رجلا مع امرأتہ او جاریتہ فقتلہ حل لہ ذلک ولا قصاص علیہ ھذا ساقط من نسخۃ الشرح مغربا لشرح الوھبانیۃ وقد حققناہ فی باب التعزیر داخل ہوا اپنے گھر میں سو اگر مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ سو اسنے اسکو قتل کر ڈالا تو اسکو قتل کرنا حلال ہے اور اسپر قصاص نہیں شارح نے کہا یہ مسئلہ متن کے نسخوں سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے منسوب بشرح وہبانیہ اور ہمنے اسکی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب میں ہم ملت قتل میں ظاہر احصان شرط نہیں اسواسطے کہ ابن وہبان نے علت یہ بیان کی ہے کہ قتل یہاں باب حدود سے نہیں بلکہ حق من اسکے باب سے ہے اور اسی طرح نبزی نے مطلق رکھا ہے اور طرسوسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ قاضی خان نے اسکو مصرح بیان کیا ہے تو فتاوی ضعفی کا اطلاق لائق التفات کے نہیں ہے واسطے کہ زنا موجب قتل نہیں بدون احصان کے انہی اور عیوی میں زاہدی سے منقول ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اسکو قتل کرنا حلال ہے اور قتل سے باز رہنا ہمارے اس عہد میں اس خوف سے کہ اسکو حاکم وغیرہ سچا نہ جانیگا اسمیں کہ اسنے زنا کرتے دیکھکر قتل کیا ہے انتہی اور منیع الغفار میں خانیہ سے منقول ہے کہ حلت قتل اسوقت ہے جبکہ

شور کرنے سے زانی نہ بھاگے اور زنا سے باز رہے کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے بعد و مجموعہ قال لہ رجل شد فرسی فاراد شدھا فرفسہ فمات فدیتہ علی عاقلۃ الآمر صغیر غیر اذون سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اُسنے اُسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اُسکو پاؤں سے کچلا سو وہ مر گیا تو اُسکا خون بہا امر کرنے والے کے برادر و پسر ہو وکذا لو اعطی صبیا عصیا او سلحا فاء امرہ بحمل شیء او کسر حطب فخذ ذلک بلا اذن فمات اور اسیطرح اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اُسکو کسی چیز کے اُٹھانیکا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور یا نہ اُسکے اور کوئی امر کیا بلا اذن اُسکے ولی کے سو وہ لڑکا مر گیا تو دیت واجب ہوگی مع یعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا تھامنے کے واسطے کو لکڑ اس سے کچھ نہ کہا سوا اُسکے سبب سے وہ مر گیا اسطرح کہ اُسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا اور یہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کریگا تو واقع پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن الشارح خانیہ والخلاصہ ولو اعطاہ السلاح ولم یقل امسکہ فقولان اور اگر اُسکو ہتھیار دیا اور یہ نکہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمیں دو قول ہیں یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب ہم قول مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریہ عن الخلاصہ صبی علی حائط صاح بہ رجل فوقع فمات ان صاح بہ فقال لا اقع فوقع فمات لا یضمن ولو قال اقع فوقع ضمن بہ یفتی وقیل لا یضمن مطلقا تاجب بطفل صغیر ہو یا پر ایک مرد نے اُسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مر گیا اگر یوں شور کرکے کہا اس سے کہ خبردار نہ گرنا سو وہ گر پڑا تو اُسپر خونبہا نہیں اور اگر یوں چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اسیطرح ضمان نہ کرنا ولی الہدایۃ

فصل فی الفعلین

یہ فصل ہر دو فعل کے مسائل میں شلا قطع یدا و قتل خواہ ایک شخص سے دونوں فعل ہوں یا دو شخصوں سے قطع ید احد ہما ثم قتل الآخر بالامرین اما بالقطع والقتل ولو کانا عامدین او کانا مخطئین او کان احدھما عامدا والآخر مخطئا تحمل بنصفین ای بالقطع والقتل بلا تداخل لکل الآ فی خطأین یتحمل بنصفہ کبری فانہا یتداخلان فتجب فیہا دیۃ واحدۃ وان تحمل بربع فلم یتداخلا کما لو تحمل بربع فاعل ماخوذ بکل سب صورتوں مذکورہ میں بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤں میں جنکے درمیان صحت واقع نہیں ہوئی اسواسطے کہ وہ دونوں فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل میں داخل ہو جاویگا باعتبار اتحاد اجزا کے تو دونوں میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان میں صحت واقع ہوئی تو وہ دونوں متداخل نہونگے چنانچہ تو معلوم کر چکا ہے متن کے عموم سے فالحاصل ان القطع اما عامد او خطأ والقتل کذلک صار اربعۃ ثم اما ان یکون بینہما برء او لا صار ثمانیۃ فعلیک حمل کل منہا تو ظاہر ہوا کہ یہ کہ قطع یا عمد ہو یا خطا ہی اور قتل بھی اسیطرح دو قسم عمد ہو یا خطا ہو تو یہ چار قسمیں ہوگئیں پھر دونوں کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھ قسمیں ہوگئیں اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہو گیا ہم تو اگر قطع اور قتل دونوں عمد ہوں اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین میں حاصل نہوئی تو بھی یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزا قطع قتل کی جزا میں داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونوں خطا ہوں تو اگر درمیان میں صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونوں کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہو اور قتل خطا ہی خواہ درمیان میں صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہو اور قتل عمد ہو خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی شرح الوقایہ کمن ضربہ مائۃ سوطا فبرأ من تسعین ثم مات من العشرۃ ففیہ دیۃ واحدۃ لانہ برأ من تسعین فبقی معتبرا لانہ حی حقیقۃ مانند اُس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ بچگا ہو گیا نوے کوڑے سے اور اوسکو عمدا کا اثر کچھ باقی نہ رہا اور وہ مر گیا دس کوڑے کے صدمہ سے تو اسمیں ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ بچگا ہو گیا نوے کوڑے سے تو اُنکا مارنا معتبر باقی نہ رہا گویا کسی

حق من البیت معتبر ولکن لا کل جراحۃ اذ لم یبق لها اثر عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف ومحمد حکومۃ عدل فی کل جراحۃ عمد لا خطأ لحرمۃ الطبیب وشمل الکل دوبۃ درد وصدر الشریعۃ وهدایۃ وغیرها اور تحقیق یہ معتبر ہر ایک وہ زخم جو چھ گیا ہو اور اسکا نشان باقی نہ ہو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسکے مانند میں حکومت عدل ہے اور محمد سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور جراحیوں کا ضمن واجب ہوگا پہنچ در راو صدر الشریعۃ وہدایہ وغیرہا میں ہے وینجب حکومۃ عدل ومعدیۃ النفس فی فائتہ سوط جرحۃ تبقی رضاها لا الجماع ثبقا عاد الزوج ولا رش باعتبار الازهار تغیرها اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے ان سو کوڑوں میں جنھوں نے زخمی کر دیا اور اسکا نشان باقی رہگیا جسکا اثر کے باقی رہنے کے سبب سے ہو اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے یعنی کوڑے کا زخم جسکا ہو گیا لیکن اسکا نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مر گیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ دیت نفس کی واجب ہوتی ہے عینا کی اور بینائی سے اور عینا کی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہجانے سے کذا فی جواهر الفتاوی اجل جرح رجلا فجرح المجروح عن الکسب یجب علی الاول ارش النقصان ولا شیء علی الثانی اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی سے عاجز ہو گیا تو زخم لگانے والے پر اسکا ارش واجب ہے یعنی تاوان واجب ہے یعنی بالقائے زخم کذا فی الظہیری وفیہا رجل جاء بعوان الی رجل فضربه العوان فجرح عن الکسب فداواه المضروب حتی برء فلا شیء علی العوان استحسانا قال المصنف والظاهر انه مفرع علی قول محمد رحمه الله تملت وقد منا مرارا ان الفتوی فی زماننا علی قول محمد فی امثاله اور اسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک مرد حاکم کے ظالم سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اس ظالم نے اسکو مارا سو وہ عاجز ہو گیا اپنے کسب اور کار سے تو مضروب کی دوا علاج اور کھانا پینا اسپر واجب ہے جو ظالم کو لایا اتنی مانی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر الروایۃ قول محمد رحمہ اللہ کے قبول پر مفرع ہے ہمارے زمانہ کے اور مانند اسکے ہم مقدم ذکر کر چکے ابو یوسف سے نسبت پیچھے اور آگے شجاج کی فصل میں اسکو ہم محقق بیان کرینگے ہم باب القود فیما دون النفس کے شروع میں شارح مجتبی سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ای عمدا وخطأ بدلیل ما یأتی وهو صحیح فی الهدایة لکن فی القهستانی عن شرح الطحاوی ان الدیة علی العاقلة فی الخطأ ومن ثم قالوا لو قطع فی الخطأ فبرء ولم یترک شیئا وجرح فعفا عن قطعه او شجته او جراحته فمات منه ضمن قاطعه الدیة فی ماله اور جسکا ہاتھ یا پاؤں کاٹا گیا سو اسنے اس قطع یا سر کچلنے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر معاف کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مر گیا تو اسکا قطع کرنیوالا اپنے مال میں دیت کا ضمان دے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کی تصریح کی ہے ہمارے ہمزمان میں شیخ اسمٰعیل نابلسی نے شرح ملتقی میں شرح طحاوی سے یوں منقول ہے کہ قطع خطا میں قاطع کی برادری پر دیت ہے نہ قاطع پر اور میں نے گمان کیا کہ قاطع پر دیت ہے خطا میں سو اسنے تصریح کی اور احیطہ کا حکم ہوا اگر اسکا سر کچلا گیا یا وہ زمی کیا گیا خلافا لما قلنا انه عفا عن القطع هو غیر القتل برخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہے ہمارا مام کی طرف سے جواب میں کہتے ہیں کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہے اور قطع کا مغائر ہے تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہیں ہو سکتا وهو عفا عن الجنایة وعن القطع وما یحدث منه فهو عفو عن النفس فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور اس موت سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ عفو ہے نفس سے تو فاعل کچھ ضمان نہ دیگا ہم اسواسطے کہ جنایت اعم جنس ہے شامل قتل کو اور اس زخم کو جو موت کا سرایت کرے یا کٹ رہے اور اسیطرح قطع اور موت قطع کے بعد حادث ہو صریح ہے عفو نفس تو باتفاق ائمہ اور صاحبین کے ضمان لازم ہوگا کذا فی الظہیری وحینئذ فالخطأ یعتبر من ثلث ماله فان خرج من الثلث فبها والا فعلی العاقلة ثلث الدیة کما فی شرح الطحاوی اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاتل نے عفو کیا سبب سے ضمان لازم نہ ہوا تو اگر جنایت ارز خطا ہو تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خون نہا اسکی تہائی مال سے نکالا جاوے المقصود اور اگر اسکے ثلث مال میں دیت کی گنجائش نہوئی تو عاقلہ یعنی

قاتل کے برادر وغیرہ دیت کی وہ تہائی ادا کریں گے کذا فی شرح الطحاوی ہم یعنی اگر جنایت خطا ہو اور اُسنے جنایت عفو کر دی ہو تو یہ دیت کی معافی ہو تو مقتول کے ثلث مال سے اسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہوا اور مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہو تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا لہذا ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اُسکا قصاص ہوا اور قصاص مال نہیں ہوتا اس سے وارثوں کا حق متعلق نہیں ہوتا عفو عن القصاص جمیع مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فیض قدیر انتہا علی القاطع فقد اخطا قطعاً سو جسنے یہ گمان کیا ہو کہ دیت اُس مقتول کی قاطع پر ہے سو وہ بالیقین چوک گیا و مُعفا کذا ان عفو الصحیح لا تعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہ مستفاد ہوتا ہو کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہ ہوگا ایسا ذکر کیا ہو قہستانی شارح نقایہ نے ثم اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض میں ہوتا ہو سو اگر وہ صحیح ہو اسطرح کہ ہاتھ اُسکا از راہ خطا قطع ہوگیا اور وہ بستر بیماری پر صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اُسنے قطع کو عفو کر دیا پھر وہ مرگیا اُسکے صدمہ سے دفعتاً تو یہ عفو کل مال میں نافذ ہوگا نہ ثلث میں کذا فی الطحطاوی تبصرۃ والثمد ثم یکفی تعلق حق الورثۃ بالدیۃ لا بالقود لانہ لیس بمال اور بنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہو نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہیں ہو وہ الشبیہ مثلہا ای مثل القطع حکماً وخلافاً وہ بمنزلہ قطع کے مانند ہو حکم میں اور امام اور صاحبین کے خلاف میں قطعت امرأۃ یدہ بعمد عمداً ای او خطأ خطأ فاو طاعت کما سبق وکذا لمکاتبۃ وغیرہ بعکس ذا فلو کما مر دکا ہاتھ کاٹا عمداً یعنی از راہ خطا ہاتھ کاٹا بایں اطلاق اس تفصیل کی دلیل سے ہو جو بعد اسکے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ میں قطع کو مطلق رکھا تھا اور جسطرح ملتقی وغیرہ میں مطلق مذکور ہو تو بہتر ہوتا سو اسکو تامل کر یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آئندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحطاوی فنکحہا المقطوع یدہا علی یدہ ثم ماتت فلو لم یمت من السرایۃ فمہرہا الا رش ولو عمداً اجماعاً سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اُسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ کے بدلے یعنی اپنے ہاتھ کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچسو درہم اگرچہ قطع عمداً ہوا باتفاق امام وصاحبین کہ یجب عندابی حنیفۃ مہر مثلہا والدیۃ فی العامد عند امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہو اور ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں واجب ہو اگر اس نے عمداً ہاتھ کاٹا امام چونکہ قصاص فی الطرف بنکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہرتی تھی کیونکہ برادر عورت کے اطراف میں قصاص نہیں ہوتا پھر جبکہ قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت لازم آئی اُسکے مددگاروں پر اسواسطے کہ عمد میں فاعل پر ضمان ہوتا ہو نہ اُسکے مددگاروں پر وتدفع المقاصۃ بین الفعل والدیۃ ان تساویا والا ازاد الفضل اور مہر اور دیت برابر ہو جاوینگے اگر دونوں متساوی ہوں اور اگر کم وبیش ہوں تو عورت اور مرد زیادہ کو یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقداروں میں برابر ہیں تو باہم محو ہو گئے جتنا دینا تھا اتنا لینا معاملہ برابر ہوگیا اور اگر مہر زیادہ ہو تو عورت مرد کے وارثوں سے بقدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہو تو مرد کے وارث عورت سے اُتنا مطالبہ کریں وعلی عاقلتہا ان اخطأت فی قطع یدہ اور عورت کے مددگاروں پر دیت واجب ہو اگر عورت نے خطأ اُسکا ہاتھ کاٹا ہو لانہا تقاصتا ان لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطأ بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا میں مہر اور دیت باہم محو نہونگی اسواسطے کہ دیت تو مددگاروں پر واجب ہوتی ہو خطا میں برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عورت میں عورت پر دیت واجب ہو اور زوج پر مہر تو دونوں باہم محو کر برابر سرابر ہو جاوینگے قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطأ ایضاً لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ لکنہ لیس علی اطلاقہ بل فی التجنیس ولعلہ اطلقہ حالۃ عدم تحملہا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور صاحب درر نے کہا اور ینبغی ہو کہ خطا میں بھی مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاویں اسواسطے کہ دیت خطا میں عورت پر ہو نہ مددگاروں پر بموجب اُس قول کے جو باب دیت میں مختار اور مرجوح ہو لیکن وہ قول مختار مطلق نہیں ہو بلکہ محمل پر ہو اور وہ محمل یہ ہو اسواسطے کہ مصنف درر یعنی اسواسطے کہ محمل میں نہ آوے کہ دیت خطا عورت پر واجب ہوا اور ثانیاً کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہو تو اسکے کیا ایک دوسرے کی مدد کرنا ہو

یعنے اخلاق باعتبار عجم کے ہو نہ عرب کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے دان نکحها علی المیرة ما یحدث منها او علی الجنایة ثم مات منه وجب لها فی الحمد ھو المثل لا تنفی علیها بالرضاء بالسقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت فاطمہ سے نکاح کیا قطع ید پر اور اُس قتل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا کلی جنایت کے بدلے پھر وہ مر گیا اُسکے سبب سے تو عمدین عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کے واسطے بسبب امنی ہو جانے مرد کے سقوط قصاص سے یعنے جب اُسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہو گیا ولو خطأ رفع عن العاقلة ھو مثلها او الباقی وصیته لهم الی العاقلة اور اگر قطع بطور خطا کے تھا تو عورت کے مددگاروں سے اُسکا مہر مثل مرتفع ہو گیا اور باقی دیت وصیت ہو مددگاروں کے واسطے ھم بنایت ظاہر ہیں دیت بکاح مُہر اور دیت میں مہر ہونے کی لیاقت ہی سو اگر مہر مثل دیت کے برابر ہو اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوائے دیت کے تو مددگاروں پر کچھ واجب نہیں سوائے بکاح کرنے حوائج اصلیہ سے ہو تو جمیع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہو تو زیادت واجب نہیں سوائے کہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہو گئی اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہو تو زیادت وصیت ہو مددگاروں کے واسطے اور یہ وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ لوگ قاتل نہیں کذا فی شرح الوقایہ فان خرج من الثلث سقط والا سقط ثلث المال فسقط بہ اگر زائد از مہر مثل مال سے نکلا تو مددگاروں پر ساقط ہو گیا ورنہ فقط ثلث مال ساقط ہوگا ھم یعنے جو مہر مثل سے زیادہ ہو تو اسکو ملاحظہ کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہو تو بھی مددگاروں پر سے ساقط ہو گیا کیونکہ وہ وصیت ہی لئے حق مین تو وصیت صحیح ہوگی سوائے کہ مددگار اجنبی ہیں مقتول سے اور اگر ثلث سے نکل نہیں سکتا تو بقدر ثلث کے مددگاروں پر ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثون کے واسطے مددگاروں پر واجب ہوگا سوائے کہ وصیت سوائے ثلث مال کے جاری نہیں ہوتی کذا فی الفتح ولو قطعت یده فاقتص له فمات المقطوع الاول قبل الثانی قتل الثانی به کسرایته وعن ابی یوسف لا تود لانه لما اقدم علی القطع فقد برأه عما وراءه وظاهر اشکال ابن الکمال یفید تقویة قول ابی یوسف قاله المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا سو اُسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مر گیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اُسکے بدلے بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسف سے روایت یون ہے کہ قتل کا قصاص نہیں یا سوائے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع ید پر اقدام کیا تو اسکو بری الذمہ کر دیا ماوراے قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ھم خلاصہ اشکال مذکورہ یہ کہ اگر قطع ید تو مقطوع عفو کر دے پھر جاے تو قاطع پر دیت ہی اسوجہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص مین کافی ہے کیونکہ وہ صورت شبہہ ہی تو وہان اُسکی برات معتبر کی اور یہان معتبر نہ کی طحطاوی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور شروح کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہی بعینہ روایت نہیں ولو مات المقتص منه فدیته علی عاقلة المقتص له خلافا لهما قلت هذا اذا استوفاه بنفسه بلا امر حاکم اما الحاکم والمحکم والمختار والفضاء والبزاز فلا یتقید فعلهم بشرط السلامة کالاجیر تمامه فی الدرر اور اگر وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اُسکی دیت اُسکے مددگاروں پر ہو جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف مشاہیرین کے کہ اُنکے نزدیک دیت نہیں ہین کہتا ہون یہ یعنے دیت کا واجب ہونا اُسوقت ہی جبکہ قطع بذات خود حقیقتاً قصاص کرے بہ بدون حکم کرنے حاکم کے اور حاکم اور بچھنے لگانے والا اور ختنہ کرنے والا اور فصد کھولنے والا اور نشتر زن سو اُنکا فعل تو مقید بشرط سلامت نہیں ہے زرد رکے مانند اور اسکا پورا بیان درمین ہی وہ کالحمل ان الواجب لا یتقید بوصف السلامة ولیلاحم یتقید اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہی کہ فعل واجب مقید بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل مباح سلامت رہنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے ھم یعنے چونکہ حاکم بقصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد بعقد اجارہ کے سبب سے فعل کرتا واجب ہے تو وہ صورت ضرر کے اُنپر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل مباح کہ اُسمین عدم ضرر شرط ہے ومنه ضرب الاب ابنه تادیبا او الام الوصی اونحو فعل مباح کے باپ کا مارنا اپنے فرزند کو ادب سکھانے کے واسطے یا ماں کا یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن الاول ضرب الاب والوصی والمعلم باذن الاب تعلیما فمات لا ضمان فضربا لتادیب فیفید کانه مباح ضرب التعلیم لانه واجب اور حسم اول سے یعنے منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کے واسطے پھر صغیر مر گیا تو ضمان نہین تو تادیب کے واسطے مارنا سلامت

رہنے کے ساتھ شرط ہے اسواسطے کہ تادیب مباح ہے اور تعلیم کے واسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا شرط وہ بسلامت نہیں اسواسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہے وہ محلہ
فی المضروب للمعتاد واما غیرہ فیجب الضمان بالکل وقیاما فی الاشباہ اور عدم ضمان کا عمل ضرب ہے عادت کے موافق اور عادت کے سوا سے مارنا تو ضمان کا سبب ہے
سب صورتوں میں اور یہ بیان اسکا اشباہ میں ہے یعنے اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہے یا اصابت کمیت او کیفیت اور محل کے سوا سے ضمان نہیں
تو اگر تنہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہوا اور صغیر تلف ہو جاوے تو ضمان واجب ہے سب کے نزدیک بلا خلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی ماری کذا فی الطحطاوی
عن ابی السعود وعن تلخیص الکبری وان قطع ولی القتیل یدالقاتل وبعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیۃ الید لکن لا تسقط فی غیر عفہ لکن لا یقتص
للشبہۃ وقالا لا شئ علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے بنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع کرنے والا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا دے ہر اسلئے
کہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنے اسکا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاویگا شبہہ کے سبب سے اور صاحبین نے کہا کہ
وارث پر کچھ لازم نہیں نہ قصاص نہ دیت وضمان للصبوا ذا مات من ضرب ابیہ ووصیہ تادیبا ای للتادیب علیہا ای علی الاب والوصی لان التادیب
یحصل بالزجر والتعزیر وقالا لا یضمن لو معتادا واما غیر المعتاد ففیہ الضمان اتفاقا اور ضرر کا ضمان ہے جبکہ وہ مرجاوے اپنے
باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کے واسطے انہیں دونوں پر ہے یعنے باپ اور وصی پر اسواسطے کہ ادب سکھانا تو جھڑکنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہے اور صاحبین نے
کہا کہ ضمان نہیں ہے اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد ہیں تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے کضربہ معلم صبیا وعبد ابغیر اذن
ابیہ وسیدہ لانہ اذن ہو ضرب فالضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے میں صغیر اور غلام کو بدون اذن اسکے باپ اور مالک کے ضمان ہو تو معلم پر بصورت
عدم اذن یا باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے شارح نے کہا قولہ ابیہ وسیدہ میں لف ونشر مرتب ہے وان الضرب باذنہما کان الضمان علی المعلم اجماعا قیل ھذا
وجوبہ من ابیہ فقط لانہ لا ولایۃ للمولی علی عبد غیرہ وقیل بل من ابیہ ومولاہ لان الضرب باذنہما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہو تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یہ بھی امام کا یہ قول
کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہے امام ابو حنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف ہم تمہ اور کفایہ میں مذکور ہے کہ صحیح یہ ہے کہ امام نے صاحبین کے قول
کی طرف رجوع کیا ہے لیکن ہمیں خلل ہے کہا امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب میں ہے اور یہاں ذکر ہے ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہے مقید بسلامت نہیں اور اسمیں کچھ
خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا یضمن لو حرا امرأۃ ضربہا تادیبا للولی کذا فی الوہبانی قولہ المصنف لشرح المجمع یعنی قلت وھو فی الاشباہ
وغیرھا کما قدمناہ اور اسیطرح ضمان دیگا وہ شوہر جسنے اپنی جورو کو ادا تادیب کے واسطے سو وہ مرگئی اسواسطے کہ اسکی تادیب ولی کا حق ہے مصنف نے یہ
قول منسوب کیا ہے عینی کی شرح مجمع کی طرف یعنی کہتا ہوں اور یہی قول اشباہ وغیرہ میں بھی مذکور ہے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں وفی دیات المجتبی الزوج
والوصی کالاب تفصیلا وخلافا فعلیہما الدیۃ والکفارۃ وقیل یجب کالامام لانہ لہما ونائبہ اور مجتبی کے باب الدیات میں ہے کہ شوہر اور وصی باپ کے مانند
تفصیل اور خلاف امام اور صاحبین میں تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امام نے رجوع کیا ہے صاحبین کے قول کی
طرف اور اسکا بیان مجتبی میں ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے ضرب امرأۃ فاضطاہا فان کانت تستمسک بولہا ففیہ ثلث الدیۃ والا ففی کل الدیۃ
کسی نے ایک عورت کو مارا اسواسکے صدمہ سے اسکا مسلک یعنے اسکے بول اور حیض اور غائط کا پیٹ کرا ایک ہو گیا تو اگر اسکا پیشاب تھم سکتا ہو تو اسمیں تہائی دیت ہے
اور اگر تھم نہ سکتا ہو تو اسمیں پوری دیت ہے وان اقتضر بکرا بالزنا فافضاہا فان مطاوعۃ حد او لا عقر ولہ وان مکرھۃ فعلیہ الحد والارش لا قضاء
لا العقر حاوی القدسی اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اسکا مسلک بول اور غائط کا پیٹ کر ایک ہو گیا تو اگر عورت کی رضامندی سے
حرام کاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونوں پر حد ماری جاوے اور مہر واجب نہیں ہے اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور خونبہا پیر ڈالنے کا
نہ مہر کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحما من عنق انسان خیر حاذق فعیبت فعلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی

گئی ہاتھ اور وہ ہو شیار تجربہ کار نہ تھا سو گمان کیا کہ اسکی انگلی ہو گئی تو جراح پر تاوان کی نصف دیت ہو گی ذکرہ فی الاشباہ وفی الخانیۃ سئل نجم الدین عن صبی تو سقط من سطح فانتفخ رأسہا فقال کثیر من الجراحین ان شققتم رأسہا تموت وقال واحد منہم ان لم تشقوہ الیوم تموت غدا فشقہ وابرأہا فماتت بعد یوم او یومین ہل یضمن قال لم یضمن ثم قال لا اذا کان الشق باذن ولی الصغیر وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خانیۃ ملخصا قیل لہ فلو قال ان لم تشقوا رأسہا مات من ہذا یضمن قال لا انتہی قلت لعلہم لم یشترطوا الضمان لما تقرر ان شرط علی الاصح بناء علی ما علیہ الفتوی انتہی اقول یعنی ہو کہ نجم الدین سے سوال ہوا اس صغیر کے سر کا جو چھت پر سے گر پڑی سو اسکا سر ورم کر گیا تو بہت جراحوں نے کہا کہ اگر اسکے سر کو چیرو گے تو وہ مر جاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اسکو نہ چیرو گے آج تو وہ مر جاویگی امر میں سر کو چیر دیگا اور اسکو اچھا کر دیگا سو اسنے اسکو چیرا تو وہ مر گئی ایک دن یا دو دن کے بعد کیا یہ ضمان لازم ہو گا یا نہیں سو نجم الدین نے دیر تک تامل کیا پھر کہا کہ اسپر ضمان نہیں جبکہ چیرنا اذن سے ہوا اور چیرنا عادت کے موافق ہو اور فاحش یعنے سہم اور عادت سے خارج نہ ہو پھر نجم الدین سے کہا گیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر چیرا جائے تو ممکن ہو مر جاوے تو ضمان دیت کا اسپر لازم ہو گا یا نہیں ہو جاویگا یا ضمان لازم ہو گا انتہی السوال و الجواب التصحیح کہتا ہوں شرط ضمان کی جو مبنی ہوئی ہو سطے کے ثابت ہو چکی ہے کہ ہمیں یہ ضمان کا شرط کرنا باطل ہے موجب قول اصحابنے بلکہ کلام اصحاب فی شرط کا اسی طرف اشارہ ہے

باب الشہادۃ فی القتل

واعتبار حالۃ الحال فی الجراحات وقتل کی گواہی اور حالات قتل کے معتبر ہونے میں القود یثبت بالولایۃ ابتداء بطریق الخلافۃ مغیر مستحق ملک الموروث لان شرعیۃ القود لتشفی الصدور ودرک الثار والمیت لیس باہل لہ فصاص وارثوں کے واسطے ثابت ہوتا ہے دوسرے سے بطریق خلافت کے بدون سبق ملک مورث کے واسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور طلب الثار کے حاصل ہونے کے واسطے ہے اور میت اسکا اہل نہیں یعنے تشفی قلب بے مطالبۃ کا اہم ہے نزدیک قصاص کا ثابت وارثوں کے واسطے ابتداءً ہوتا ہے بطریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونوں مذہبوں میں یہ ہے کہ وراثت سبقت ملک مورث کی مستدعی ہے پس مورث سے وارث کی طرف ملک منتقل ہوتی ہے اور خلافت اسکی مستدعی نہیں قلت خلافت سے مراد یہاں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہو اسکے فعل کے قائم کرنے میں تو قتل میں جو قاتل نے قتل ایک متعدی کی تو جو یہ شامل مقتول اسی طرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل کے قتل کرنے سے عاجز ہے تو اسکے وارث اسکے قائم مقام ہو گئے بدون اس امر کے کہ مقتول کل مالک ہوا ہو مال کے نہائے سو وارثوں کی طرف منتقل کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہ ہے کہ خلافت یعنی حقیقی یہاں مراد نہیں اسواسطے کہ اصل کا قائم مقام ہونا مطالبۃ قصاص کے واسطے بعضا غیر متصور ہے کہ خلافت مجازی مراد ہے یعنے قائم مقام وارث وقولہ تعالیٰ فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فیہ اور حق تعالیٰ کا یہ قول ہم نے جعلنا لولیہ سلطانا سو نہ حد سے باہر ہو یعنے قتل کے وسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے نہ بطریق وراثت کے ہم ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہے اور جو ظلم سے مارا گیا تو مقرر کیا ہے ہم نے اسکے وارث کے واسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط سو اسراف نہ کرے قاتل کے قتل کرنے میں کذا فی الکشاف اور صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثوں کو بطریق ارث کے ہے جیسے سب صورت میں جبکہ قصاص منقلب بمال ہو جاوے یعنے قتل خطا میں وفی الخلاف ما افادۃ بقولہ فلا یصیر احدہم ای احد الورثۃ خصما عن الباقین فی استیفاء القصاص خلافا لہما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا اپنے آیندہ قول سے یعنے جب وارثوں کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے ہوا تو ایک وارث تمام نہ ٹھہر جاویگا باقی وارثوں کی طرف سے استیفاء قصاص میں بخلاف صاحبین کے وکالاصل ان کل ما یملکہ الورثۃ بطریق الوراثۃ فاحدہم خصم عن الباقین فی قیام مقام الکل فی الخصومۃ وما یملکہ الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدہم خصما عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہوئے ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث تمام خصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہے خصومت میں اور جس چیز کے وارث مالک ہوئے ہیں نہ بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث خاصم نہیں ہوتا باقی وارثوں کی جانب سے اور خصومت میں سب کے قائم مقام نہیں ہوتا ہم جب یہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے ہمراہ دلائل کسی چیز کے دعوی کیا اور گواہوں نے سب وارثوں کا حق ثابت ہو گیا تو باقی وارثوں کو بجدید دعوی کی اور گواہ لانے کی حاجت نہیں اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک

وارث کسی چیز کے متروکہ مین سے دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو وہ دعویٰ سب وارثون پر ثابت ہوگیا ہر شخص پر دعویٰ کرنے کی رعی کو حاجت نہین ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام احدھما بینۃ علی عمد مع غیبۃ اخیہ عمل الخ یعنی جب ایک وارث نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت مین قصاص لینے کے واسطے تو حاکم قصاص نہ لے بالاتفاق غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکھا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہوگیا امام کے نزدیک اسواسطے قصاص منع کیا گیا کہ ایک وارث باقی وارثون کا قائم مقام نہین ہوسکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص منع نہین فان حضر الغائب یعیدھا ثانیا لیقتلا القاتل وقالا لا یعید یعنی پھر اگر غائب بھائی حاضر ہو تو اعادہ حجت کرکے دوسرے بار تا دونون بھائی قاتل کو قتل کرین اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنے اسواسطے کہ اُنکے نزدیک ملک ورثہ بطریق میراث کے ہی نہ بطریق خلافت کے وفی القتل الخطاء والدیۃ یحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع الخ اور دعویٰ قتل خطا اور دین مین اعادۂ شہادت کی حاجت نہین ہی بالاتفاق بدلیل گذشتہ یعنے قتل خطا اور دین کا موجب مال ہی اور مال مین نبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہی تو ایک وارث باقی وارثون کے قائم مقام ہوگا فلو برھن القاتل علی عفو الغائب فالحاضر خصم کالکل یعنی اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کردینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹھہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب بمال ہوگیا اور قصاص ساقط ہوگیا ہم حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اُسپر حق کا دعویٰ کیا یعنے درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص مین سے ساقط ہوگیا اور قصاص منقلب بمال ہوگیا اور یہ ممکن نہین کہ عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرایا جب اُسپر حکم ہوگیا تو غائب پر بجا حکم ہوگیا پھر اگر غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہون یا مر گئے ہون تو نصف دیت اُسکا حق ہوگا کذا فی الطحطاوی ولذا لو قتل عبدھما عمدا او خطأ والحال ان السیدین احدھما غائب فھو علی التفصیل السابق اور اسی طرح اگر دو مالکون کے ایک غلام کو عمداً یا خطأً قتل کیا اور حالانکہ دونون مالکون مین سے ایک غائب ہو تو حکم بموجب تفصیل سابق کے ہم یعنے اگر مالک حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادۂ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے عفو کردیا ہی تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط ہوجاویگا ولو اخبر ولیا قد یعفو اخیھما ای الثالث فھو لخبرھما عفو للقصاص وھما عملا بزعمھما اور اگر قصاص کے دو وارثون نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو اُنکا خبر دینا عفو قصاص ہر اُنمین دونون کی طرف سے اُنکے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم سواسطے کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہین رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہین وھو رباعیۃ فلو ان صدقھما ای المخبرین القاتل وکذبہ الآخر الشریک فلا شیٔ للمأخوذ الشریک عملا بتصدیق کل منھما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتین ہین ہو ایک صورت یہ ہو کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونون مخبر وارثون کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت مین سے کچھ حصہ نہین اُسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونون مخبر بھائیون کے واسطے دیت کے دو تہائیان ہین ہم اسواسطے کہ دونون کا حصہ مال ہوگیا اخبا بعفوہ والثانی ان کذبا ھما فلا شیٔ للمخبرین ولاخیھما ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہ ہو کہ اگر قاتل اور تیسرے بھائی نے دونون کی تکذیب کی تو دونون مخبر بھائیون کا کچھ حصہ نہین اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہو والثالث ان صدقھما القاتل وحدہ فلکل منھم ثلثھا اور تیسری صورت یہ ہو کہ اگر مخبر دونون بھائیون کی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنے اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت ہو کہ اگر مخبر دونون بھائیون کی فقط تیسرے بھائی نے تصدیق کی یعنے اور قاتل نے اُنکی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہو اسواسطے کہ اقرار اُسکا مردود ہوگیا قاتل کی تکذیب سے یعنے جب قاتل نے تیسرے مصدق بھائی کی تکذیب کی تو اُسکا عفو کرنا ثابت نہ ہوا لہذا ثلث دیت اُسکے واسطے واجب ہوئی ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہو کہ جب تیسرے بھائی مخبر پر عفو کی تصدیق کی تو اُسکا حق قاتل پر بابت معاف کردینے کے سبب سے ثلث دیت کیون اُسکے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہو کہ اُسکا اقرار قاتل کی تکذیب سے ثابت نہ ہوا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنہ یصرف ذلک الی المخبرین استحسانا وھو لا یحل زیلعی نہ صارمقرا لھما اذ لم یقر القاتل ولکن ثلث مذکور مخبرون کی طرف پھیرا جاویگا

استحسان کی وجہ سے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی اسواسطے کہ تیسرے بھائی دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے اس مال کا مقر ہوگیا جسکا قاتل نے اقرار کیا صورت بیان ہوئی وجہ استحسان کا یعنی جب قاتل نے مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل گمان میں قصاص ساقط ہوگیا مخبرین کے دعوے عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ قتل بحال ہوگیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ قتل بحال ہوگیا تو اسکا مقر ٹھہرا جسکا قاتل مقر ہوگذا فی الشرح الوقایہ سلطانی نے کہا نظیر اسکا وہ مسئلہ ہے کہ شاہد زید نے اقرار کیا کہ میرے اوپر خالد کے سو درم ہیں پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہیں ہیں بلکہ محمود کے ہیں تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسیطرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کے واسطے اقرار کیا وہ دونوں مخبر بھائیوں کا ٹھہریگا ۱۲ ان شہد انہ ضربہ بمتنی خارج فلو یزل صاحب فراشہ حتی مات یقتص لان الثابت بالبینۃ کالثابت معاینۃ ولا عبرۃ بالشاھد ان یقول انہ مات من جراحتہ ہذا زیلعی اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے اسکو زخمی کرنے والی چیز سے مارا اسوجہ سے ہمیشہ بستر پر رہا یہانتک کہ مر گیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہو وہ اسکی مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہو وہ اسکی غایت نہیں شاہد کو کہ یوں کہے کہ مقتول مر گیا اسکے زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب اول کی طرف نہ کہ سبب ثانی کی طرف ان اختلف شاھد فی الزمان او فی المکان الیۃ او قال احدھما قتلہ بالعصا وقال الاخر لا ادری بما قتلہ او شہر احدھما علی معاینۃ القتل والاخر علی اقرار القاتل بہ بطلت لان القتل لا یثبت بواحد ولو شہد واحد بالقتل وآخر بالاقرار بہ او شہد واحد علی القتل وآخر علی اقرار المقتول بالقتل او شہد واحد علی اقرار القاتل بالق

القتل بلا تصديق فيقتلهما أو أقرا معا يلغى واگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں صادق ہو اقرار قتل مرتب وارث کا دونوں مقروں میں سے ایک مقر کا بھی قتل کرنا جائز نہیں بسواسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقر کے تنہا قتل کرنیکی اقرار ہی اسکا کہ دوسرے نے اسکو قتل نہیں کیا یعنی تو درحقیقت دونوں کا مکذب ٹھہرا اور اُس قول کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونوں نے اسکو قتل کیا ہی اسواسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہی بدون تصدیق کے تو اس صورت میں وارث نے دونوں کو قتل کریگا اُنکے اقرار کے سبب کذا فی الزیلعی ولو أقر رجل بأنه قتله وقامت البينة على آخر أنه قتله وقال الولي قتلهما كان له على الولي قتل المقر دون المشهود عليه لأنه تكذيب بالبعض موجب كما مر اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مقتول کو مارا ہی اور گواہ قائم ہوئے اسپر کہ دوسرے شخص نے اسکو قتل کیا ہی اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونوں نے اسکو قتل کیا ہی تو وارث کو مقر کا قتل کرنا جائز ہی نہ مشہود علیہ کا اسواسطے کہ اسمیں بعض موجب مشہود بہ کی تکذیب ہی چنانچہ عنقریب گذریگا یا موجب مشہود بہ انفراد ہی یعنی شہادت اسپر قائم ہوئی ہو کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اسکو تنہا قتل کیا ہی اور وارث قتل بالاشتراک کا قائل ہو تو تکذیب شاہدوں کی ہوئی انفراد میں اور تکذیب تفسیق ہی شاہدوں کی اور تفسیق مبطل شہادت ہی ولو قال الولي لأحد المقرين صادقت أنت قتلته وحدك كان له قتله لتصادقهما على وجوب القتل عليه وحده اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والوں میں سے ایک کو اقرار کرنے والے سے کہا کہ تو سچا ہی جو تو نے اسکو تنہا قتل کیا ہی تو وارث کو اُس مقر کا قتل کرنا جائز ہی اسواسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونوں نے اتفاق کیا ہی باہم کے تصادق سے كما لو قال ذلك لأحد المشهود عليهما كان له قتله لعدم تكذيبه شهوده عليه وإنما كذب الآخرين چنانچہ اگر ولی نے اسیطرح دو میں سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث کو اُس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہی اسواسطے کہ اُسنے مشہود علیہ کے گواہوں کی تکذیب نہیں کی اسنے تو اوگواہوں کی تکذیب کی وكذا حكومة الخطأ في كل ما ذكرنا الزيلعي اور اسیطرح صبی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہر ایک امر مذکور میں ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے لیکن عمد میں قتل واجب ہوا تھا اور خطا میں دیت واجب ہوگی شهد على رجل بقتله خطأ وحلف بالدية على العاقلة فجاء المشهود بقتله حيا ضمن العاقلة الولي بقضية الدية بلا حق أو المشهود وجاء الشهود على الولي لتلك هم المضمون الذي في يد الولي دو گواہوں نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگاروں پر حکم ہوگیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دیگئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مقروض کے وارث سے دیت کا تاوان لینے اسواسطے کہ وارث نے بے حق دیت لی یا گواہوں سے تاوان لینے اور گواہ وارث سے بھر لینے اسواسطے کہ گواہ مالک ہوگئے دیت دیکر اس مال مضمون کے جو وارث کے ہاتھ میں ہی وهو الشهادة على القتل العمد في هذا الحكم كالخطأ فإذا جاء حيا تبين أنه لا شيء بين تضمين العاقلة الدية والشهود الأقل مما رجعوا به على المشهود عليهم لأنهم أوجبوا له القود وهو ليس بمال وقالا يرجعون كالخطأ اور اس حکم میں قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہی پھر جبکہ مقتول مفروض زندہ آویگا تو قتل عمد کے شہود علیہ کے وارث مختار ہیں آیا کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لیں یا گواہوں سے تاوان لیں مگر رجوع میں عمد و خطا برابر نہیں تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہوں کو دیت کا پھیر لینا جائز نہیں اسلیے کہ گواہوں نے وارث مذکور کے لیے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور درحالانکہ قصاص مال نہیں اور صاحبین نے کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لینگے قتل خطا کے مانند مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا قصاص اسواسطے کہ حاکم کے حکم سے شبہہ واقع ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہی کذا فی الخطابی وشهدا على إقرار القاتل بالخطأ والعمد فجاء حيا أو شهدا على شهادة غيرهما في الخطأ وقضي بالدية على العاقلة فجاء حيا تبين أن لا ظهر هنا أو ظهر عكسهما أو شهدا وضمن الولي الدية في الصورتين للعاقلة إذ ظهر أنه آخرها منهم بغير حق اور اگر دو گواہوں نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہوں کے اوپر گواہوں کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا میں اور قاتل کے مددگاروں پر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا میں اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد میں کذا فی الخطابی وی پھر وہ شخص زندہ آیا تو گواہوں پر تاوان نہیں اسواسطے کہ گواہی میں اُنکا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونوں صورتوں میں قاتل کے مددگار دنکو پہنچتا

ضمان دے اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا اسکے زندہ ہونے سے کہ اسکے وارثوں نے مدگار دن سے حق خونہا لیا والمعتبر حالۃ الرمی سے حق اصل والمقام لا الوصول اور حلال ہونا ضمان کی لازم ہونے میں تیراندازی کی حالت معتبر ہوتی ہے تیر لگنے کی حالت سو اسواسطے کہ وجوب ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا اسواسطے کہ تیر کا مارنا ہی تلف نفس کے تحت قدرت میں ہے نہ تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوٹنے کے بعد آدمی کا اصلا اختیار باقی نہیں رہتا تو تیراندازی قائم ٹھہر گیا تیراندازی کی حالت سے فقط کذا فی البحر الطحاوی وجہ چہارم فنجب الدیۃ فی مالہ سقط القود للشبہۃ بردۃ الرمی الیہ قبل الوصول وقالا لا شیء علیہ اور حکم تیراندازی کی حالت فقط معتبر ہوئی تو واجب ہوگی تیراندازی کے مال میں دیت قصاص ساقط ہوگا بسبب شبہ کے اس شخص کے مرتد ہو جانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہوگیا اور صاحبینؒ نے کہا کہ تیراندازی پر دیت اور قصاص کچھ لازم نہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کی طرف تیر پھینکا اور تیراندازی کے وقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہوگیا تو امام کے نزدیک زید پر دیت اسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیراندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیراندازی کے حال میں وہ مسلمان محفوظ الدم تھا اور صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ تلف واقع ہوا اس محل میں جہاں عصمت نہیں اور تلف غیر معصوم سے کچھ لازم نہیں آتا کما تجب الدیۃ للرامی الیہ بالاسلام بالاجماع اور دیت ساقط ہے اسکے مسلمان ہو جانے سے باتفاق امام اور صاحبینؒ کے واجب نہیں ہم یعنی کافر کی طرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اسکی دیت واجب نہیں اسواسطے کہ تیراندازی کی حالت کا اعتبار ہوا اور اس حالت میں اسکا خون ہمارے تئیں معصوم وتجب القیمۃ بعتقہ بعد الرمی قبل الاصابۃ اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہو جانے سے بعد تیر مارنے قبل از وصول کے یعنی تیر مارنے کے وقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہوگیا تیر کے لگنے سے پہلے تو تیراندازپر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگا نہ خونہا آزاد کا اسواسطے کہ حالت تیراندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانے کا ویجب الجزاء علی المحرم فی صید حل اکلہ وفصل علی حلال رماہ فاحرم فوصل اور بلا واجب ہوا اس محرم پر جسنے حالت احرام میں شکار کی طرف تیر چھوڑا پھر اسنے احرام ترک کیا پھر اسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اس غیر محرم پر بلا واجب نہیں جسنے شکار کو تیر مارا پھر اسنے احرام باندھا پھر شکار کو تیر لگا کذا یضمن من رمی مضمضا علیہ برجم فرجم شاہدہ فوصل اور اس شخص پر ضمان لازم نہیں جسنے اس شخص کو تیر مارا جسکے شکسار کرنے پر قاضی کا حکم ہوگا پھر اسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اسکے بعد اسکو تیر لگا گاہم ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ چار گواہوں میں سے ایک کا بھی رجوع کرنا حد کو ٹال دیتا ہے کذا فی الطحطاوی ورمی صید رماہ محرم فتحش فوصل اور حلال ہے وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہوگیا پھر اسکے تیر شکار کو لگا لا یحل ما رماہ مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعتبر حالۃ الرمی حلال نہیں وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر پھینکا پھر مجوسی مسلمان ہوگیا پھر اسکے تیر شکار کو لگا اسواسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیراندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی ہم یہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی فنفر یسائل میت بنگیرین بطور پرسیل کے امتی جان لو مات بمجنیقہ فعلیہ نصف الدیۃ ولو عاش فالدیۃ فلو حتان قطع الحشفۃ بأذن ابیہ کون جنایت کرے اگر جنایت کردہ مرجائے تو اسپر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اسکا جواب دے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے جسنے صغیر کی سپاری قطع کر ڈالی اسکے باپ کی اجازت سے یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اسنے خطا سے سپاری قطع کر ڈالی بیسمہ چند بار مد کو ہیچکا انسان بقطع ادنیہ تجب نصف الدیۃ ویقطع رأسہ نصف عشر ہا فاقل جنین خرج رأسہ فقطعہ ففیہ الغرۃ کون آدمی ہے جسکے کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے تو جواب دے کہ بچہ کا فقط سر نکلا سو اسکو قطع کیا تو اسمیں غرہ ہے یعنی پانسو دینار ہم یعنی دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اسکا بیسواں حصہ ۵۰ دینار ہے قطع کو شش میں نصف دیت ہے اگر قطع کے بعد مردہ نکلے نہ زندہ کذا فی الطحطاوی وفی شج یجب بانلافہ دیۃ وثلثہ ہجما سہا فثلثہ دیۃ کہ انسان اشبہ کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب ہیں تو جواب دے کہ یہ دانتوں کی دیت ہے کذا فی الاشباہ ہم اسکا بیان کتاب الدیات میں مفصل آویگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الحلیم

کتاب الدیات

یہ کتاب ہے اقسام دیت کے مسائل میں الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ھو بدل النفس کما یسمی المفعول بالمصدر لانہ من النفود کما فی الشرعیۃ دیت یعنی خونبہا اصطلاح شرع میں اس مال کا نام ہے جو جان کا بدلا ہے اور یہ نہیں ہے کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول اسواسطے کہ دیت متعلقات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عرفی ہے مقصد کہ دیت مصدر ہے مانند عدت کے وزن اور تعلیل میں یعنی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا نام قیمت ہے واللہ اعلم واجب فیما دون النفس اس مال کا نام ہے جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو اور کاٹے نفس کو بھی ارش بولتے ہیں لیکن استعمال کثیر اسی ہے جو موضحہ میں ہے بیان کی دیۃ شبہ العمد اثنا عشر الفا من الابل ارباعا من بنات مخاض وبنات لبون وحقۃ الی ھذہ عتاد خال القلیۃ اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹ ہیں چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیاں اور ۲۵ پوری دوسالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہار سالہ وھی الدیۃ بالمغلظۃ کا لفظ اور یہی دیت مغلظہ ہے سوائے اسکے ہم معنی کا سے جو مذہبی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہیں ہے شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر اونٹوں کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظا کا فائدہ باقی نہ رہتا والدیۃ تخطا اخماسا منہا ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہیں پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے ہم یعنی ۲۰ اونٹنیاں یکسالہ اور ۲۰ دوسالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چہار سالہ اونٹ پورے یکسال کے الف دینار من الذھب او عشرۃ الاف درھم من الورق یا دیت کی قتل خطا کی ہزار دینار یعنی من سونے کی یا دس ہزار درہم یعنی من چاندی کے حکم قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درہم لیکن شبہ عمد میں اختیار نہیں ہے قال الشافعی رحمہ اللہ اثنا عشر الفا اور امام شافعی رح نے کہا کہ بارہ ہزار درہم دیت ہے وقالا منہا ومن البقر مائتا بقرۃ ومن الحلل مائتا حلۃ کل حلۃ ثوبان ازار ورداء او ھو الصحیح اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی سو گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور سو بھیڑ و بکری سے دو ہزار بکریاں اور درخت پوست دی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہ بند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے میں اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے زمانے میں جوڑا قمیص اور سر اویل ہر ایک کرتا اور پاجامہ ہر ایک ہر جان میں ہر کرتا قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہیں اور اسیقدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درہم ہے وکفارتھا اعتاق رقبۃ مؤمنۃ فان عجز عنہ صام شھرین ولا اطعام فیھا اذ لم یرد بہ النص والمقادیر بتوقیف اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے در پے روزہ رکھے اور ان دونوں کے کفارہ میں ۶۰ مسکین کا کھانا دینا جائز نہیں اسواسطے کہ نص قرآنی اسمیں وارد نہیں ہے اور مقدار نت مذکورہ توقیفی ہیں یعنی بعض شارع اندازہ ثابت ہوتا ہے اسمیں قیاس مجتہد کو مطلقا دخل نہیں وصح اعتاق صبی لما بویہ کانہ مسلم تبعا لا العکس اور صحیح ہے آزاد کرنا اس غلام شیر خوار کا جسکا باپ یا ماں مسلمان ہے اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا ماں کا ساتھ دیکر یہ بچہ بھی مسلمان ہے یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں ہے ودیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی دیۃ النفس ودما دونھا وذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفا وعورت کی دیت نصف ہے مرد کی دیت سے جان کی دیت میں بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی ہم روایت موقوف سنن بیہقی میں ہے عن ابراہیم النخعی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ قال عقل المرأۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس فیما دونھا اور روایت مرفوع بھی بیہقی میں ہے عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل کذا فی شرح الھدایۃ للعینی والذمی والمستامن من المسلم فی الدیۃ سواء خلافا للشافعی وھو فی الجوھرۃ انہ کالدیۃ والمستامن من وافتہ فی الشرنبلالیۃ لکن التسویۃ خرق الکفیۃ وھی الزیلعی

وکافر مطلع الاسلام امستامن یعنی جو کافر حربی دار الاسلام میں آوے پناہ لیکر اور مسلمان دیت میں برابر ہیں برخلاف شافعی کے اور جو ہمنے کہا کہ مستامن کی دیت میں ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار من ذمی اور مستامن کو مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے زیلعی نے النفس غیر المبتداء وھو قولہ کما فی الدیۃ اور جان میں یعنی جان کے قتل خطا میں دیت ہے کما مر فی النفس اور اسیطرح اسکی جمیع معلوفات غیر ابتدائی

یعنی دیت کی والانف وما رثیہ وقیل فی ارنبہ حکومۃ عدل علی الصحیح اور ناک میں اور ناک کے نرم حصوں میں اور ناک کی لو کے قطع کرانے میں پوری دیت ہے اور بعضوں نے کہا کہ سرینی کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنا بر قول صحیح کے والذکر والحشفۃ اور آلہ تناسل اور سر ذکر کے قطع کرڈالنے میں پوری دیت واجب ہے قطع زبان اور قطع یعنی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا اس پر قیاس ہے مبسوط میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ان اعضا میں سے اگر عضو مفرد ہے تو اسمیں کامل دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو چاروں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں چنانچہ ہاتھ کی دس انگلیاں تو سبکے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع سے دسواں حصہ دیت کا واجب ہوگا کذا فی العینی والعقل والنشوۃ والذوق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق افادت فی لسان الاخرس حکومۃ عدل جوہرہ وھذا ساقط من نسخ الشرح فلتنبہ اور اگر عقل اور سونگھنے دیکھنے اور دیکھنے میں اور قطع زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی البحر تو اور یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے تو آگاہ رہو جب اعضائے جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جائے یا آدمی کا حسن و جمال علی وجہ الکمال زائل ہو جائے تو پوری دیت واجب ہوتی ہے منفعت و جمال میں کمال کی تحدید سوا اسکے نہیں کہ ناقص کے فوت ہونے میں چنانچہ گونگے کی قطع زبان میں پوری دیت واجب نہیں اسلیے کہ جنس منفعت و جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسیطرح خصی اور مرد کے قطع آلہ تناسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے پانوں کے قطع میں اور چشم کور اور دندان سیاہ میں قصاص واجب ہے عمدین خونہا خطا میں بلکہ اسمیں حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ کے مصنف میں روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے سر میں پتھر مارا زمانہ عمر رضی اللہ عنہ میں تو اسکا سمع اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قیمت نہیں کر سکتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے چار دیتوں کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء الکثر الحروف والا قسمت الدیۃ علی عدد حروف الھجاء الثمانیۃ والعشرین او حروف اللسان الستۃ عشر تصحیحا ان فما اصاب الفائت یکرمہ وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ وغیرھا یا پوری دیت قطع زبان میں اسوقت ہے جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنے کا مانع ہو اور اگر حروف ادا ہوتے ہوں اور بعض ادا ہوتے ہوں تو دیت کی قسمت ہوگی ابجد کے ۲۸ حروف کے شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت قسم ہوگی اسمیں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو جسقدر کہ دیت فوت ہو جانے والے حرف کو پہنچے گی اسقدر جانی کو لازم ہوگی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ میں مذکور ہے ہم منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول اصح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہو تو ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اسمیں یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی قدرے زبان کاٹ ڈالی تھی سو اسکے حروف پڑھائے گئے جو حرف اس سے نکلا بقدر اسکے دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیہ بعد البسملہ اور زبان کے خاص سولہ حرف یہ ہیں ت ث ج خ ذ ر ز ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحطاوی وبحیۃ خلقت فلو نتفت اور سر کی داڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اسکے بال جمے پوری دیت ہے ہم اسواسطے کہ انکا مالہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت کی داڑھی مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے طلاق ارادہ مراد ہو ویؤجل سنۃ فان مات فیہا برئ شے اور وجوب دیت میں سال بھر کی مدت مقرر ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص سال بھر میں مر گیا تو مونڈنے والا داڑھی کا بری الذمہ ہو گیا ورنہ دینے ہے فی نصفہا نصف الدیۃ وفی ما دونہ حکومۃ عدل کشاربہ وبحیۃ عبد فی الصحیح اور داڑھی مونڈنے میں آدھی دیت ہے اور آدھی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے جیسے مونچھ میں اور غلام کی ڈاڑھی مونڈنے میں حکومت عدل واجب ہے قول صحیح میں کذا فی البحیۃ لو نبت علی ذقنہ شعرات معدودۃ ولو علی خدہ ایضا اول کثۃ غیر متصل فحکومۃ عدل ولو متصلا ففی کل الدیۃ اور کچھ لازم نہیں اس کھوسے کی جو مونڈنے میں جبکی ٹھوڑی یا گنتی کے چند بال ہیں اور اگر اسکے رخساروں پر بھی بال ہوں لیکن متصل نہوں تو اسمیں حکومت عدل ہے اور اگر رخسار اور ذقن کے بال متصل ہوں تو پوری دیت واجب ہے وشعر الرأس کذلک اھ اذا الحلق ولم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ عند الشافعی فحکومۃ عدل اور سر کے بالوں کا بھی حکم ہے یعنی جبکہ

سر کے بال پر دودھ زیر دھنی سے کوئی مونڈ ڈالے اور بال کے اندر قصاص تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم اس علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک اسمیں حکومت عدل ہے واضح رہے کہ قصاص فی الشعر مطلقاً ولو مات قبل تمام السنۃ ولو نبت فلا شیء علیہ کذا شعر صدر دوساعد دساق اور معلوم کہ بالوں میں مطلقاً قصاص نہیں اگر جنایت عمداً ہوا اور اگر وہ شخص مرگیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جمے تو جانی پر کچھ لازم نہیں ہے سوا تعزیر کے کذا فی الطحطاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے میں قصاص نہیں والعینین والشفرین والحاجبین والاجفان والاذنین والانثیین الخ

الخنصرتین ویدی المرأۃ ولحلمتہا والا لیتین اذا استأصلہما والا لحاجبین اور دونوں آنکھوں اور دونوں اوٹھوں اور دونوں بھوؤں اور دونوں لبوں اور دونوں کانوں اور دونوں فوطوں اور عورتوں کی دونوں چھاتیوں اور چھاتیوں کی دونوں گھنڈیوں میں اور دونوں چوتڑوں میں پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوتڑوں کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اسمیں حکومت عدل واجب ہے وکذا القوم المرأۃ من الحاجبین الدیۃ وفی ثدی الرجل حکومۃ عدل

اسیطرح عورت کی شرمگاہ دونوں جانب سے قطع کرنے میں پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے ہم قطع شرمگاہ عورت میں استیصال شرط ہے کہ ہڈی تک پہونچے اور نہیں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی کل واحد من ہذہ الاشیاء المزدوجۃ نصف الدیۃ

اور ان دو بھری چیزوں میں سے ایک چیز کے قطع میں نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک اوٹھ یا ایک بھوں یا ایک پاؤں یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک چھاتی یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے میں نصف دیت ہے وفی اشفار العین الاربعۃ جمع شفر بضم الشین وتفتح الجفن او الھدب الذی اذا قلعہا ولو نبتت اور آنکھ کے چاروں پلکوں میں کے پانوں میں پوری دیت ہے بشرطیکہ پلکوں کے بال جڑ سے اکھیڑ دیا ہو جسمیں شاخ نہ نکلے کہا اشفار جمع ہے شفر کی بضم شین و فتحہ بھی اسکا جائز ہے شفر عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالوں سے ہم اطلاق شفر کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالوں پر مجاز ہے اور دونوں میں سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے سوا سطے کہ پلکوں اور اگنے بالوں میں پوری دیت ہے کیونکہ دونوں میں آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے

وفی احدی کل منہا اور ایک پلک میں چوتھائی دیت واجب ہے ہم ہر آنکھ میں دو پلک میں ایک تہائی اور ہر ایک اوپر تو دونوں آنکھوں میں چار پلک میں دو قطع خفون اشفارہا فدیۃ واحدۃ لانہما لشیء واحد اور اگر قطع ہوں پلک اگنے بالوں کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اسواسطے کہ پلک اور اگنے بال ایک چیز کے مانند ہیں ہم شرح کو یوں کہنا واضح تر تھا الجفون باشفارہا کذا فی الطحطاوی وفی جفن لا شعر علیہ حکومۃ عدل لکثر المعتدات فی کل دیۃ کاملۃ جفناہ او شفراہ اس پلک میں جسپر بال نہیں حکومت عدل ہے لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر پلک میں پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اسکے بال ہم طحطاوی کے کہنے کا غایۃ البیان میں یوں ہے کہ جس پلک میں بال نہیں اسمیں حکومت عدل تجکو معلوم نہیں کہ سوا سے شارح کے قول معتمد کے کہ کو کسنے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ میں بجائے شعرہ کے شفرۃ بالفاء ہے وفی کل اصبع من اصابع الیدین او الرجلین عشرہا اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پانوں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درہم یا دس اونٹ ہم ابو داؤد اور نسائی میں ابو موسی اشعری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلیاں برابر ہیں ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں کذا فی البحر یعنی وما بینہما مفاصل ففی کل حرہا ثلث دیۃ لانہا اصبع ونصفہا ای نصف دیۃ لانہا اصبع ونیہا مفصلان کالیہا اور بیس انگلی میں مفاصل دو جوڑ بند ہیں تو ایک مفصل کے قطع میں انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف دیت ہے اگر انگلی میں دو جوڑ ہیں چنانچہ انگوٹھے میں وفی کل سن یعنی من الرجل اذ دیۃ سن المرأۃ نصف دیۃ الرجل جوہرہ خمس من الابل او خمسون دینارا او خمسمائۃ درہم اور ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درہم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مراد ہے سوا سطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیۃ لو حرا ونصف عشر قیمتہ لو عبدا دیت نکہ ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ سوانت میں پانچ اونٹ ہیں یعنی اگر آزاد ہے تو اسکی دیت کے سو میں حصہ

نصف یعنی دیت کا بیسواں حصہ اور اگر غلام ہو تو اسکی قیمت کا بیسواں حصہ دیت اُسوقت ہے جبکہ جنایت خطا سے ہو اور اگر عمد ہو تو اسمیں قصاص ہے اور دیت ہیں سب دانت برابر ہیں بدلیل اُس حدیث مرفوع کے جو بزار نے میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سب دانت جو برابر ہیں کذا فی یعنی فان قلت تزید حیٰذ ریۃ الاسنان کلھا علی دیۃ النفس بثلثۃ اخماسھا قلت نعوہ لا باس فیہ لانہ ثابت بالنص علی خلاف القیاس کما فی الغایۃ وغیرھا وفی العنایۃ ولیس فی البدن ما یجب بتفویتہ اکثر من قدر الدیۃ سوے الاسنان پھر اگر تو کہے کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب دانتوں کی دیت زیادہ ہوتی ہے جہاں کی دیت سے تین پنجم حصے دیت کے میں کہتا ہوں کہ ہاں زیادہ ہوتی ہے اور اسمیں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ ثابت ہوا نص حدیث سے بخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہا میں مذکور ہے اور عنایہ میں ہے اور بدن میں وہ عضو نہیں ہے جسکے فوت کرڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ ہو سوائے دانتوں کے پھر آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہیں ۲۰ اضراس یعنی ڈاڑھیں اور چار انیاب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضواحک یعنی جو دانت کہ ہنسی کے وقت ظاہر ہو جاتے ہیں پھر جب ایک دانت میں دیت کا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوا تو سب دانتوں میں پوری دیت اور دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درم کذا فی الطحطاوی یا ایک موسا ٹھہرا و ان قد توجد نوا جد اربعۃ فتکون اسنانہ ستا وثلثین ذکرہ القھستانی وحینئذ فللکوسج دیۃ وخمسا دیۃ وبعیر یہ امادیۃ ونصف وثلثۃ اخماس اور اربعۃ خماس اور گاگ ہوتے ہیں پس اگر واجد یعنی دندان خرد جسکو بعض اہل ہند عقل ڈاڑھ کہتے ہیں تو اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہیں یہ ذکر کیا ہے قہستانی نے میں کہتا ہوں اور اسوقت میں کھوسے دانتوں میں ایک دیت واجب ہوا اور دو خمس دیت کے اور کھوسے کے سوا ایک دیت اور نصف دیت ہے یا تین خمس دیت کے واجب ہیں ہم مغرب میں ہم کوسج یعنی کھوسا معرب ہے جسکے دانتوں پر بال ہوں خرسا روں پر اور صمعی نے کہا کوسج وہ ہے جسکے دانت کم ہوں اور وہی منقول ہے امام ابو حنیفہؒ سے قہستانی میں ہے کہ کوسج کے دانت ۲۰ ہوتے ہیں اور یہی تتمہ ہے اُسکی جو کھوسے کے دانتوں کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہوا قہستانی میں ہے کہ اگر ۳۲ دانت اکھاڑے یا دو میں خطا سے تو دیت تین خمس واجب ہیں یعنی سولہ ہزار درم اور اگر ۳۰ دانت اکھاڑے یا دو میں تو دیت انصف ہے یعنی پندرہ ہزار درم اور اگر ۲۸ دانت اکھاڑے یا دو میں تو دیت اور ثلث خمس واجب ہیں یعنی اٹھارہ ہزار درم کذا فی الطحطاوی وعلامات ثم ان ھو علی النصف فتبصر اور جب تک ہو سکے عورت کی دیت مرد کے نصف پر ہو تو خبردار رہو یجب دیۃ کاملۃ فی کل عضو ذھب نفعہ بطرب ضارب یا کید شلت وعین ذھب ضوءھا ومثلب انقطع ماؤہ اور دیت کامل واجب ہے ہر ایک اُس عضو میں جسکی منفعت جاتی رہی کسی مارنے والے کے مارنے سے چنانچہ ضرب سے ہاتھ شل ہو گیا یعنی نکما اور بیکار ہو گیا اور آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے صدمہ سے ٹیڑھی ہو گئی وکذا لو سلس بولہ او احدب بولہ او ذھبت الحدبۃ فلا شیء علیہ ولو بقی اثر الضربۃ محکومۃ عدل اور اسیطرح پوری دیت واجب ہے اگر ضرب سے پیشاب اسکا جاری ہو گیا بند نہیں ہوتا یا اسکو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کوبڑ نکل ہو گیا تو جانی پر کچھ نہیں اور کوبڑ جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اسمیں حکومت عدل ہے ویجب حکومۃ عدل باقلاف عضو ذھب نفعہ ان لم یکن فیہ جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہے اُس عضو کے تلف کرڈالنے میں جسکی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب ضارب سے پہلے بشرطیکہ اُس عضو میں جمال اور خوشنمائی نہ ہو چنانچہ ہاتھ یعنی اسمیں منفعت ہے نہ خوشنمائی تو اسکے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اور اسمیں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الکافی اذ ھی اشیاء خصۃ ھو النظر الی یا عضو مذکور کی پوری دیت واجب ہے اگر عضو مفقود النفع کے ہونے میں جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ لو بقی مع تلفہ یعنی اوپچا کان قطع کرنے میں ہم طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر کا شخوص ہے ماخوذ از صاحب قاموس نے شخوص یعنی طرش خرخ کو نہیں کیا انتہی میں کہتا ہوں باللہ التوفیق یہ شاید شارح نے یوں کہا ہوگا وھو الاطرش یعنی وہ جسکا کان والا ہو ہم سماعت نہیں یکستا اطرش بروزن فعال بمعنی گران گوش لغت میں ثابت ہے پھر عجب نہیں کہ سہو کاتب سے اطرش کا الف اور راء جاتا کاتب میں رہگیا ہو والا ہو اطرش کا حاصل مفہوم نہیں ہوتا کیونکہ طرش یعنی گرانی گوش شخوص یعنی ارتفاع

حاشیہ: ۱۲ طرش یعنی گرانی گوش شخوص یعنی ارتفاع

کی تفسیر نہیں ہوسکتی والہ اعلم وسیجیٔ ما لو اتصفہ فالتحم فی اٰخر ھذا الفصل اور اس فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر میں وہ مسئلہ آویگا کہ اگر عضو کو چیکا یا پھر گوشت جم گیا

فصل فی الشجاج

یہ فصل شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہے شجہ کی مختص بالشجۃ بما یکون فی الوجہ والرأس لغۃ "اور شجہ مختص ہے اس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو جو شجہ کا امکان سر اور چہرہ پر ہے قرن تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہیں اور داڑھی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریہ تجموی نے کہا حاکم خاص شجہ پر ہے اور جراحت یعنی مطلق جراحت ملحق بشجہ نہیں اسواسطے کہ وجہ وراس اکثر مکشوف رہتے ہیں تو انکے زخم میں نہایت عیب اور بدنمائی ہے وما یکون بغیرھما فجراحۃ ای تسمی جراحۃ وفیھا حکومۃ عدل یجتھد او مسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہے وہ سبب جراحت ہے اور اسمیں بنا نہیں حکومت عدل ہے کذا فی المحیط والسکیر وھی ای الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحادصۃ بمھملات وھی التی تحرص الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے حاء مہملہ و راء مہملہ وصاد مہملہ و حاصہ وہ زخم ہے جسمیں کھال مخدوش ہوجائے یعنی چھلجائے ہندی میں اسکو کھرونچا کہتے ہیں الدامعۃ مھملات التی تظھر الدم کالدمع ولا تسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ و میم مہملہ دامعہ وہ زخم ہے جسمیں آنسو کے مانند خون نمودار ہوجائے اور خون کو نہ بہادے الدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہادے والباضعۃ التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کردے المتلاحمۃ التی تاخذ اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الرأس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک پہونچ جائے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے الموضحۃ التی توضح العظم ای تظھرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کردے یعنی جسمیں کھال اور گوشت قطع ہوکر ہڈی کھلجائے والھاشمۃ التی تھشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کردے اسکے توڑنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کردے کذا فی المعینی والآمۃ التی تصل الی ام الدماغ وھی الجلدۃ التی فیھا الدماغ اور موضحہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پہونچ جائے ام الدماغ اس کھال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنی بھجا وبعدھا الدامغۃ بغین معجمۃ وھی التی تخرج الدماغ ولو یذکرھا محمد للموت بعدھا عادۃ فتکون قتلا لا شجا فعلم بہ استقراء بحسب الاکثر لقولہ یزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارھویں جراحت دامغہ ہے بعین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بھیجے کو نکالدے اور دامغہ کو محمد نے ذکر نہیں کیا اسواسطے کہ اسکے بعد موت ہے یا قتل غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو تفحص آثار سے یہ معلوم ہوگیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے ویجب فی اللموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لو غیر اصلع وکذا فیھا حکومۃ عدل لان جلدۃ الفرنیۃ من غیرہ قھستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درہم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اسکے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہیں تو اسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ اصلع کی کھال غیر اصلع سے کمتر ہے آرایش میں کذا فی القھستانی عن الذخیرۃ وفی ھاشمتھا عشرھا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفی الآمۃ وفی الجائفۃ ثلثھا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہے ہم جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ظاہر بیان کرینگے یہاں یہ ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول اضعف یہ ہے کہ جائفہ نہیں ہوتا مگر اوپر والی سطح دماغ میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہونچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹھ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اُس موضع تک پہونچے جہاں تک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اسکے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہے اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پانوؤں اور ران اور منہ اور سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلۂ تناسل کا پیٹ تک پہونچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفۃ فثلثاھا کلا نثھا اذا

نفذت اصابعہ جائفتین فیجب فی کل ثلثھا پھر اگر جائفہ نافذ ہوگیا یعنی پیٹ کا زخم پشت کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائی واجب ہیں اسواسطے کہ جب جائفہ وارپار ہوگیا تو دو جائفہ ہوگئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹھ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہوگی وفی الحارصۃ والدامغۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل ای لیس فیھا ارش مقدر من جھۃ الشرع لا یمکن اھدارھا فوجب فیھا حکومۃ عدل اور حارصہ اور دامعہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہۃ الشرع یعنی شارع کی جانب سے اور انکا رائیگاں چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو انمیں حکومت عدل واجب ہوئی ہم مصنف عبدالرزاق میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ما دون موضحہ میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وھی ای حکومۃ العدل ان ینظر لو مقدار ھذہ الشجۃ من الموضحۃ یجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جاوے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اسکی دیت کے بیسویں حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہے کرخی کا اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ہم چونکہ موضحہ کی دیت شرعاً قائل عاقلہ ہے اور شجاج سے لہذا اسکو مقیس علیہ ٹھہرایا چندگی مقداری تو تصحیح یہ ہے کہ مثلاً ہاشمہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے تو اگر اسکی مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع ہے تو ربع دیت واجب ہوگی وعلی ھذا القیاس وجہ تصحیح قول کرخی کی یہ ہے کہ اسمین رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی وقیل قالہ الطحاوی یقوم المشجوج عبدا بلا ھذا الاثر وھو معہ فقدر التفاوت بین القیمتین فی الحر من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان نقص الکرخی عشر قیمتہ اخذ عشر دیتہ وکذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام فرض کرکے بدون اس زخم کے اسکی قیمت مقرر کی جاوے پھر اس زخم کے ساتھ اسکی قیمت معین کی جاوے پھر عبد مقدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اسیقدر آزاد میں اسکی دیت سے لیا جاوے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں حصہ لیا جاوے اور اسیطرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہوگئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے وھو ای ھذا التفاوت ھی ای حکومۃ العدل بہ یفتی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر والخانیہ وغیرھا وجزم بہ فی المجمع وبین التفاوت بین القیمتین وھی حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا ہے ہم اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ بلخ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی وفی الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرخی لو الجنایۃ فی رجلہ ورأسہ فیجب یفتی بہ ولو فی غیرھما اور نسب علی المنتقی یعنی یقول الطحاوی مطلقا لانہ ایسر ان شاء اللہ ونحوہ فی المجمع وھو بزیادۃ اور خلاصہ میں ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اسیصورت میں مستقیم ہے جبکہ جناب ہے وہ اور سر میں ہو تو اسوقت میں کرخی کے قول پر فتوی ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم ہو یا منتقی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پر تو اب علماء طحاوی کے قول پر فتوی دی مطلقا اگرچہ جراحت چہرہ اور سر میں ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے اور انتہی مافی الخلاصۃ اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت بیان کے ساتھ وقبل تفسیر الحکومۃ ھو ایلحق بہ من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الا ان یبرء اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حالت پر ہی نجملہ خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کے کرخی کے صحیح ہو جانے تک ہم طحاوی نے کہا کہ قول منتقی کو تو معلوم کر چکا یعنی لویہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہیں ہے لا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحۃ عمدا اور قصاص نہیں ہے جمیع شجاج میں مگر موضحہ عمدا میں ہم شجاج ما فوق موضحہ یعنی ہاشمہ و منقلہ و آمہ میں بالاتفاق قصاص نہیں اور ما دون موضحہ یعنی حارصہ و دامعہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص میں اختلاف ہے عنقریب مذکور ہوگا وما لا قود فیہ یستوی العمد والخطاء فیہ اور جن شجاج میں قصاص نہیں اسمیں عمد اور خطا دونوں برابر ہیں یعنی تو وہاں عمد میں وہ واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا

فی الطحطاوی عن المحیط لکن ظاہر الذہب وجوب القصاص فیما قبل المتضحۃ ایضاً وذکرہ محمد فی الاصل وھو الاعلم درسو مجتبے وابن الکمال وغیرھما امکان المساواۃ وبان یؤمن غورھا بمسابر ثم تحد حدیدۃ بقدہ فیقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہوں بھی جو ضحہ سے پہلے مذکور ہیں یعنی حارصہ و دامعہ و دامیہ و باضعہ و متلاحمہ و سمحاق میں یہ ذکر کیا ہے محمد بن حسن نے اصل یعنی مبسوط میں اور یہی قول ہے وجوب قصاص ماقبل موضحہ کا صحیح تر ہے کما فی الدرر والمجتبی وابن الکمال وغیرہ یا اسواسطے کہ شجاج مذکورہ میں برابری کرنا ممکن ہے اسطرح کہ زخموں کا عمق پورا گہرا ہو امتحان کیا جائے آلہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر اسی چیز سے بجائے بقدہ اسکے پھر اتنا قطع کیا جائے کما مر کافی میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے لیکن ظاہر قرآن الجرح قصاص یعنی زخموں میں قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن ہے کذا فی العینی واستثنی فی الشرنبلالیۃ السمحاق فلا یقاد اجماعاً کما لا تؤدی فیما بعدھا کالھاشمۃ والمنقلۃ بالاجماع وغرہ للجوھرۃ فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں سمحاق کو مستثنیٰ کیا ہے تو صحیح ہے بالاتفاق قصاص نہیں جیسے مابعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ و منقلہ میں بالاجماع قصاص نہیں اور شرنبلالی نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو قال فی المجتبیٰ ولا تؤدی فی جلدۃ رأس وبدن وکف وخد وبطن وظہر پھر زاہدی نے مجتبیٰ میں کہا اور قصاص نہیں سر اور بدن کی کھال میں اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں ہم شاید کہ قول غیر ظاہر الروایۃ ہے یا جلد راس سے فقط سمحاق مراد ہے عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن میں واقع ہیں ان میں حکومت عدل ہے جبکہ نہ ہی کھلجاے یا ٹوٹ جاے بشرط بقاء اثر اور اگر جراحات کا اثر باقی نہیں رہا تو شیخین کے نزدیک اسمیں کچھ نہیں اور محمد کے نزدیک اصح ثبوت حکومت ہے کذا فی الطحطاوی وکذا فی البحر اور نیز قصاص ہے طرائچہ مارنے اور کی مارنے اور ضرب یدین ہم عدم قصاص کو عدم تغیر لازم نہیں وفی سبع جلد الوجہ کمل الدیۃ اور چہرہ کی کھال اکھاڑنے میں پوری دیت ہے وفی کل اصابع الید الواحدۃ نصف دیۃ ولو مع الکف کاتنبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیوں کے قطع میں نصف دیت ہے اگرچہ پانچوں انگلیاں ہتھیلی کے ساتھ کٹ گئی ہوں اسواسطے کہ ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہے ہم نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچ ہزار درہم ہے ومع نصف ساعد نصف دیۃ للکف وحکومۃ عدل لنصف لساعد لکف للساعد اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع میں نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہے ہتھیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم زندیق کا یعنی اگر مافوق کی انگلیاں آدھی ہتھیلی کے ساتھ قطع ہوں تو کف پاکے سبب سے نصف دیت ہے اور زندیق کے سبب سے حکومت عدل ہے وفی قطع کف وفیھا اصبع اواصبعان عشرھا او خمسھا لف ونشر مرتب اور اس ہتھیلی کے قطع میں جسمیں ایک انگلی یا دو انگلیاں ہیں وہ سوان حصہ دیت کا یا پانچوان حصہ دیت کا واجب ہے شارح نے کہا یہ لف نشر مرتب ہے یعنی ایک انگلی میں دسوان حصہ ہے اور دو انگلیوں میں پانچواں حصہ وفی الکف عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کالوکان فی الکف ثلث اصابع فانہ لا شیء فی الکف بالاجماع اذ لا تکفر حکومۃ الکل اور کچھ واجب نہیں قطع کف میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف میں تین انگلیاں ہوں تو قطع کف میں کچھ واجب نہیں بالاتفاق امام اور شیخین کے اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی جسطرح کف میں کچھ واجب نہیں جبکہ پانچوں انگلیاں قطع ہوں تو اسیطرح تین انگلیوں کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچھ نہیں ہے اور یہ مراد نہیں کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہے اسواسطے کہ متن میں مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی میں دسوان حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی الطحطاوی ودنی جواھر الفتاوی ضرب ید رجل ویری ید الآخر کأنہ لا تصل یدہ الی قفاہ فیقید النقصان یؤخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان فثلثا الدیۃ وھکذا اذا قرع المصنف اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ پنگا ہو گیا مگر یہ کہ اسکا ہاتھ گردن کے نیچے نہیں پہنچتا تو بقدر نقصان وصول کے پوری دیت سے لیا جاویگا اگر نقصان بقدر ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسیطرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح میں اس قول کو ثابت کیا ہے اور نہیں کہا ہے وہ لو قطع مفصلاً من الاصبع فشل الباقی وقطع الاصابع مثل

الکفّ لزمہ دیۃ المقطوع فقط وسقط القصاص فاقہ ان خالف الدرکذا ذکرہ الشرنبلالیۃ وسیجیء متنا اور اگر انگلی کی ایک پور مفصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک ہوگئی یا انگلیاں قطع کیں سو تعطیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت تعطیع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اسکو سمجھ لے اگرچہ یہ قول درر کے مخالف ہے ایسا بیان کیا ہے شرنبلالی نے اور اگلے متن میں آویگا ص نہایہ میں شرح طحطاوی سے اجمالی مسئلہ یوں مذکور ہے کہ جو عضو مثل ہو یکا اسکی دیت واجب ہے اگر وہ انگلی ہو تو انگلی کی دیت ہے اور اگر کف ہو تو کف کی دیت ہے اور بدلیلی میں ہے کہ جب تمام انگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور اگر اتنا منفعت ہے تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ خلاف ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائد ولو عدیم المنفعۃ خانیۃ ولسانہ ان لم یعلم صحتہ بنظر فی العین وحرکۃ فی الذکر وکلام فی اللسان حکومۃ عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی میں اور صغیر کی انگلی اور آلہ تناسل اور اسکی زبان میں حکومت عدل ہے اگر صحت وسلامتی اسکی معلوم نہ ہو یا نکہ آنکھ میں تو نظر کرنے سے اور آلہ تناسل میں جنبش کرنے سے اور زبان میں بولنے سے ہم زائد انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مقصودہ مقصود ہیں پھر جب وجود منافع معلوم نہیں تو شک سے پوری دیت واجب نہ ہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحۃ فلبالغ فی خطاء او عمد اذا ثبت ببینۃ او باقرارہ الجانی وان انکر او قال لا اعرف صحتہ فحکومۃ العدل اور جو ہو پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہے خطا یا عمد میں جبکہ گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو یا کہے میں اسکی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہوگی کذا فی البحر وہ دخل الرأس موضحۃ اذہبت عقلہ او شعرہ اسہ فی الدیۃ لدخول الجزء فی الکل کمن قطع اصبعا فشلت الید اور اس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے عقل اسکی یا اسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل ہو جاویگی بسبب داخل ہونے جزء کے کل میں مانند اس شخص کے جسنے انگلی دوسرے کی قطع کی سو اسکا ہاتھ خشک ہوگیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل ہو جاویگی ص عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہے اسواسطے کہ انتفاع بدون عقل کے متصور نہیں ہوتا گویا وہ مردہ ہوگیا کذا فی البحر وان ذہب سمعہ او بصرہ او نطقہ لا تدخل لانہا اعضاء مختلفۃ بخلاف العقل لعود نفعہ للکل اور اگر جراحت موضحہ سے اسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت میں داخل نہ ہوگی اسواسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضا مختلفہ کے مانند ہیں برخلاف عقل کے اسواسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کی طرف رجوع کرتا ہے ہم جب سمع اور بصر اور گویائی کی منفعت خاص خاص علحدہ علحدہ ہوئی تو اعضا مختلفہ کے مانند ہوگئی تو ایک دوسرے میں داخل نہ ہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا واجب ہوگی لانا نقول ان ذہبت عینا کل الدیۃ فیہما خلافا لہما او قصاص نہیں اگر موضحہ سے تو اس آنکھ میں جاتی رہیں بلکہ دونوں میں یعنی موضحہ اور آنکھوں میں دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک موضحہ میں قصاص ہے آنکھوں میں دیت ہے کالقطع مع سنّ جارحۃ خلافا لہما اور قصاص نہیں اس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونوں عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک اول میں قصاص ہے اور دوسری میں دیت ہے کذا فی الطحطاوی ولا اصبع قطع مفصلہ الا علی اشل ما بقی منہا بل حینئذ المفصل والحکومۃ فیما بقی اور قصاص واجب نہیں اس انگلی میں جسکا مفصل اعلی کا آگیا ہو باقی انگلیاں خشک ہوگئیں بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہے ہم یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے کہا تھا کہ متن میں آویگا لا تردد بکسر نصف سن اسود او اصفر او احمر یأتی فیہا بعد کسرہا بل کل دیۃ السن اذا فات منفعۃ المضغ والا فحکومۃ عدل ہی یعلی یقول الدرر ولا افلا شئ فیہ فیہ ما فیہ اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہوگیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کی منفعت فوت ہو جاوے اور اگر چبانا فوت نہ ہوگا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہے کذا فی الزیلعی تحدید کے یوں کہنے میں کہ اگر چبانا فوت نہیں ہے تو اسمیں کچھ واجب نہیں اعتراض اور خلل ہم خلل یہ ہے کہ اسمیں نفی مطلق مذکور ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے

بلکہ باوجود عدم فوت منفعت اگر نظر آتا ہو تو دیت ہے بدنمائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہے کما صرح بہ الزیلعی نقلا عن الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محل متبایناً بینا حقیقۃً فاربش احدھما لا یمنع قود الآخر ومتی وقعت علی محل واتلف شیئین فاربش احدھما مانع من السقود پھر بیان کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان جو فی الحقیقہ جدا گانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پاؤں تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہوا اور جبکہ جنایت ایک مکان میں واقع ہوا اور دو چیزوں کو تلف کردے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جاوے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہی ہے اسواسطے کہ امام زیلعی ہیں ہی کہ امام کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبین کے نزدیک دو عضو میں باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہے تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی ویجب الارش علی من اقاد سنہ بعد مضی حول ثوبنتا بعد ذلک لتبین الخطا حینئذ وسقط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہے اس شخص پر جسنے اپنے دانت کا قصاص لیا سال گذرنے کے بعد پھر بعد اسکے اسکا دانت جم کر کھڑا ہو جب ظاہر ہو جاوے خطا کے اسنیلئے قصاص میں اسوقت اوقصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہوا شبہہ کے سبب سے یعنی شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے وفی الملتقط ویستانی فی قصاص العین والموضحۃ حولا وکذا الوضرب سنہ فتحرک لکن فی الخلاصۃ الکبیر الذی لا یرجی نباتہ لا یوجل بہ یفتی قلت وقد یوفق بما نقلہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ الصحیح تاجیل البالغ لیتبرا لا احتمال ان نباتہ نادر اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور نحو کے قصاص لینے میں سال بھر اور بسیط انتظار کرنا چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہل گیا لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اسمیں تاجیل اولی انتظار نہیں ہی قول فقیہی ہے اور گاہے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ کی اسکے جنگنے ہو جانے کے واسطے ہے تاجیل ایک سال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں نادر الوقوع ہے اور وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاجیل سال بھر کا مذہب مرجوح ہے اور جو تاجیل کا قائل ہوا تو مدار اوسکا تاجیل الی الصحۃ ہے لیکن بغیر لفظ صحیح اسکے مفید ہے کہ سال کی تاجیل میں خلاف ہے مگر اسمیں یہ ہے کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایک سال انتظار نکرنا چاہیے مگر جو کی روایت میں اور صحیح پہلا قول ہے انتہی اور مدت ثابت کی تعلیل اسکی مفید ہے کہ موضحہ میں اور تحرک دانت میں ایک سال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحطاوی وقلعہا فودت ای ردہا صاحبہا الی مکانہا وثبت علیہا اللہ یعدم عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا سو دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اسکو رکھدیا اور اسپر گوشت جم گیا تو جمنے کی دیت واجب ہے اسواسطے کہ گویا جم پہلے تھا من النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالہا الاولی فالمنفعۃ للجمال لا شئ علیہ کما لو نبتت اور نہایہ میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفعت اور جمال میں تو جانی پر کچھ واجب نہیں جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت بڑے جسکے اکھاڑنے کا اجر ہے اکھاڑا اور اسکو لوٹا دیا تو اجر ساقط ہو جاتا ہے کذا فی الاختیار اور بسیط میں ہے کہ اگر دانت

ہوگیا یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑی وغیرہ کے ضرب سے چنگا ہوگیا اور اسکا نشان باقی نرہا تو اسمیں کچھ دیت نہیں ہم سوا اسکے کہ موجب دیت کا بدنمای اور زوال نفع ہو سو چنگے ہونے اور نشان مجرد سے زائل ہوگیا اور فقط درد کسی شی کا موجب نہیں جیسے ضرب دردناک غیر فاحش میں اور دشنام ولوم میں کچھ دیت نہیں ہاں تعزیر میں حاکم کو اختیار ہو وقالا ابو یوسف علیہ الرحمۃ وھی حکومۃ عدل وقال محمد قد رما لحقہ من النفقۃ لے ان یاخذ اجرۃ الطبیب وثمن الدواء اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہے یعنے حکومت عدل ہے اور محمد نے کہا جسقدر زخمی کو خرچ لائق ہوا ہو صحت تک طبیب کی اجرت اور دوا کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی وفی قول ابی یوسف ارش کل الجراحۃ الطبیب والدواء وقلیہ لا اختلاف بینھما قال المصنف وغیرہ قلت قد قدمنا نحوہ عن المجتبی اذا کرھنا عتہ دولتین فتبنہ اور طحاوی کی شرح میں ہے ابو یوسف کے قول یعنے خونبہاے درد کی تفسیر اجرت طبیب اور مادات واقع ہوئی ہے تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے قول میں مخالف باقی نرہی ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور البتہ مانند اسکی ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں مجتبے سے صاحب مجتبے نے اس مسئلہ کی شرح میں ابو یوسف سے دو روایتیں مذکور کی ہیں سو جز دار رہیوم دو روایتوں سے ایک روایت محمد کے موافق ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجاے پھر اسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجاے شارح نے بلفظ تنبیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہوسکتی کذا فی الطحاوی ولا یقاد جرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی اور قصاص نہیں لیا جاتا زخم کا مگر اسکے چنگے ہوجانے کے بعد بخلاف شافعی کے ہم سند احمد اور دار قطنی میں حدیث مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جبتک زخمی چنگا ہوجاے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ جراحات میں انجام اگلا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مرجاے تو اب جراحت قتل ہوگی تو تم ہو بدون صحت کے نہیں معلوم ہوسکتا کذا فی المنح وعمد الصبی والمجنون والمغمی علیہ خطا بخلاف السکران واللغمی علیہ اور صغیر اور مجنون اور بدفہم اور بیہوش کا عمد خطا ہے برخلاف مست اور غش والے کے کہ انکا عمد خطا نہیں فعلی عاقلتہ الدیۃ ان بلغت نصف العشر فالکثر ولم یکن من العمد والا ففی مالہ رد اور صغیر یا مجنون کے عمد میں انکے مددگاروں پر دیت ہے اگر دیت کے بیسویں حصہ تک پہونچی یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنے عربی ہو اور اگر بیسویں حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ محجور رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال میں دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر والکفایۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد میں نکفارہ ہے نہ میراث مقتول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے ہم کفارہ اسواسطے نہیں کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہیں اور حرمان میراث عقوبت ہے اور صغیر اور مجنون لائق عقوبت کے نہیں ولو حجر بعد القتل قتل وقبل لا وتمامہ فیما علقتہ علی المبسوط اور اگر قاتل دیوانہ ہوگیا بعد قتل کے تو وہ قصاص میں قتل کیا جاویگا اور بعضوں نے کہا کہ قتل نہوگا اور اسکا بیان ہماری التقی کی شرح میں ہے حیوی ضرب صبی صبیا فنزعھا ینتظر بلوغ الصبی المضروب بلغ ولم یفت بفعل عاقلتہ الدیۃ ولو من العمد تقتل مالہ رد وستحققہ فی المعاقل اگر صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر ارا سواسکو اکھاڑ لیا تو انتظار کریگا جائیگا صغیر مضروب کے بالغ ہونیتک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اسکے مددگاروں پر دیت ہے اور اگر صغیر ضارب محجور کا رہنے والا ہے تو خود اسکے مال میں دیت ہے اور ہم عنقریب دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب العاقل میں بمسئلہ فائدہ ضروریہ حکومۃ العدل لا تتحملھا العاقلۃ لعطلق العاقلۃ علی العمد کما فی التوشیح من باب التعازیر حمایۃ حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جانے کے مددگار تحمل نہیں ہوتے بنا بر قول صحیح کے ہر طرح لینے خواہ حکومت عدل موضحہ کی مقدار سے کم ہو یا زیادہ یا ابر جنایہ کذا فی تنویر البصائر میں ہے منسوب بقنیہ وفی التاتارخانیہ

فصل فی الجنین

یہ فصل ہے بچہ شکمی کے مسائل میں جنین اس بچہ کا نام ہے جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ میں ہو ضرب بطن امرأۃ حامل خرج الاکثر حیا او میتا وبحیاتہ حکم بالولادۃ طرحتہ بالذکر حریۃ الجنین دون امہ کامۃ علقت من سید ھا او من الغرۃ علی العاقلۃ

عن ابن یحیی فالمعتبر من للعتق کیوم رمی کو ایک مرد نے حالت آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہو گیا اور دونوں کا سلم لگے آویگا میں کہتا ہوں بلکہ پچھلی کا آزاد ہونا شرط ہو نا اسکی ماں کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مرد غیر خود وہ سے حاملہ ہوئی تو اسکے بچہ مرجانے میں غرہ دینے دیت ہو قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدرر عن الزیلعی تو مصنف نے تعجب ہی کہ اسنے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجود یکہ مصنف صاحب ہدیہ کی اکثر متابعت کرتا ہی یہاں انکے خلاف بیان کیوں کیا ھم غرہ شکم متال ہی نہ قید تو یہی حکم ہی غرہ بیت تنویر میں ہی کہ غرہ جنین کی شرط ہی کذا فی الطحطاوی ولو کانت ملوأۃ کتابیۃ او مجوسیۃ او مرتدۃ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ الغرۃ اول مقدار یدل علیہ اول الکتاب سے ہو یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو عمد غیر سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہی شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہی اول شہر سے اور یہ دیت جسکا غرہ نام ہی اول مقدار دیات سے ہی ھم شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ یعنی عین موجود تنت بدیر اعبارت ہی عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہی کہ مجمل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اسمیں غلام کا دینا واجب ہی اور غلام کو غرہ کہتے ہیں اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی موافق مذکور ہو کذا فی العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل الجنس ذکرا کان او عشر دیۃ المرأۃ لوانثی کل منہما خمسۃ من ہم غرہ عبارت ہی دسویں حصہ سے یعنے مرد کی دیت کا بیسواں حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسواں حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونوں پانسو درہم ہیں ھم درہم کی دیت دس ہزار درہم ہی تو اسکا بیسواں حصہ پانسو درہم ہی اور عورت کی دیت پانچ ہزار درہم ہی تو اسکا بھی سواں حصہ پانسو درہم ہوا فی سنۃ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ وکناہ فعلم صلی اللہ علیہ وسلم جنین مرد میں غرہ یعنے پانسو درہم واجب ہیں قاتل کے عاقلہ پر ایک سال کے اندر اور امام شافعی نے کہا تین سال کے اندر دیت کے مانند واجب ہیں اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال میں واجب ہی اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ھم معجم طبرانی میں حدیث طویل سے مروی ہی غرہ عبد او امۃ او فرسا تہ اور صحیحین ابی بکرہ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی لحیان کی عورت کے جنین میں غرہ عبد یا امۃ کا حکم کیا لیکن ابن سمعون نے کہا کہ ذکر نہیں اور محمد نے جسکے موطا میں عبید بن سبیع سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنین میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں مقتول ہوا غرہ عبد یا امۃ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ میں جابر سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین میں خاطۃ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی فان القتہ حیا ضمنت دیتہ کاملۃ پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مر گیا تو پوری دیت واجب ہی ضارب پر وان القتہ میتا ضمنت الام دیتہ فی مالہا وغرۃ فی الجنین لعاقلۃ تتعدد الاش اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر ماں اسکی مر گئی تو ماں میں دیت واجب ہی اور بچہ میں غرہ اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ فعل متعدد ہو جاتا ہی اپنے اوپر کے تعدد سے ھم چنانچہ ایک شخص کثیر مارا سو اسسے بار ہو کر دد کر تو قتل کیا تو تیرانداز پر دو دیتیں واجب ہیں اگر دونوں فعل زدہ خطا ہیں ورنہ اگر اول عمد ہو تو قصاص اور دیت واجب ہی کذا فی الطحطاوی وصح بالذخیرۃ بتعدد الغرۃ لو میتین فاکثر استحق قیمۃ وظاہرہ تعدد الامام ای ولیہ راجع اور ذخیرہ میں تعدد غرہ کی تصحیح کی ہی کہ اگر دو بچے مردہ ہو کر ساقط ہوں یا زیادہ اتنے مافی الذخیرہ میں کہتا ہوں اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہی اور یہ اسکو صحیح نہیں دیکھا تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے ھم جو ہر میں ہی اگر حاملہ دو جنین گرادے تو دو غرہ واجب ہیں اور اگر ایک زندہ نکل کر مرجائے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہی ضارب پر اور اگر ماں مر گئی پھر دو بچے مردہ ہوئے تو حفظ مان کی دیت واجب ہی اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مر گئے تو تین دیتیں واجب ہیں کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقت میتا فدیۃ فقط قال الشافعی غرۃ ودیۃ اور اگر ماں مر گئی اور اسنے مردہ بچہ گرایا تو حفظ مان کی دیت ہی اور امام شافعی نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں کی واجب ہی ھم الہم الظلم کی دلیل ہو کہ ماں کا مارنا موت جنین کا سبب ہی کیونکہ اسکا جینا اسکے جینے سے ہی اور اسکا دم لینا اسکے دم لینے سے تو جنین کی موت اسکی ماں کی موت کے ثابت ہوتی ہی اور یہ استعمال بھی ہی کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہیں ہوتا وان علقت حیا بعد ما ماتت یجب علیہ بیان کما اذا علقت حیا ومانا اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتیں واجب ہیں جنانچہ اس صورت میں دو دیتیں واجب ہیں جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونوں

دونوں مرگئے وہ ساقط من غرۃ ۱۲ وہ دیۃ یورث عنہ وہی ث منہ امہ اور جنین میں جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہو موت ہی پر یعنے جنین کے مارنے اسکو بطریق میراث کے پاوینگے اور اسکی ماں اسکی میراث پاوے گی ولا یرث ضاربہ منہا فلو ضرب بطنہا فالقت ابنہ میتا فعلی عاقلۃ الاب غرۃ ولا یرث منہا لانہ قاتل اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث پاویگا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اسکے پیٹ سے گرپڑا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہو اور باپ اسکا غرہ سے میراث پاویگا اسواسطے کہ وہ قاتل ہی ہے قاتل پر ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کے واسطے میراث معقول کی نہیں ہوتی وفی جنین الامۃ الرقیق الذکر نصف عشر قیمتہ لو حیا وعشر قیمۃ لو انثی لعاقر دار یۃ الرقیق قیمتہ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اسکی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہو اگر وہ زندہ پیدا ہوا و قیمت کا دسواں حصہ واجب ہو اگر جنین موئنث ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ مملوک کی دیت اسکی قیمت ہے نہ تعین قیمت جنین کا طریقہ یہ ہو کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اسکے رنگ اور صورت کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اسکی اس مکان میں اتنی قیمت ہوتی اسی حساب سے بیسواں یا دسواں حصہ واجب ہوگا کذا فی الہدایہ یعنی یہاں سوال ہوتا ہے کہ لازم آتا ہے کہ جو واجب ہو موئنث میں وہ زیادہ تر ہو نہ کم و واجب ہے اسواسطے کہ وہ مثلی اکثر ہو بہ تسبب سے اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول میں دیا ولا یلزم من زیادۃ قیمۃ الانثی لزیادۃ قیمۃ الذکر غالبا اور لازم نہیں آتی زیادتی موئنث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے غالبا باعتبار اسواسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت زیادہ ہوتی ہے لونڈی سے مثلا اگر لونڈی کی قیمت ہزار درہم ہو تو اسکے ہم صورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے تو بیسواں حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسویں حصہ سے کم نہو گا کذا فی صدر الشریعۃ وبہذا شارح ان اذا لم یکن لو قوف علی کونہ ذکرا او انثی فلا شئ علیہ اور مذکر اور موئنث کی دیت کے تفاوت میں اشارہ ہے اسطرف کہ بسبب جنین کے مذکر یا موئنث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو مدار ب پر کچھ ضمان نہیں صدر طحطاوی کہا کہ اسمیں شارح تابع ہوگیا ہے قہستانی کا اور شمنی میں یوں مذکور ہے کہ اگر جنین کا مذکر اور موئنث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیئے جیسے مشکل کے مانند انتہی یعنی من وجہ سے منقول ہے کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو تو متیقن ماخوذ ہے جیسے مشکل کے مانند چنانچہ کہ بسبب شبہ مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے اسی طرح یہاں یعنی امر یہ عمل کرنا چاہیے انتہی کمالی الحق بلا رأس کلہ انما یجب القیمۃ اذا القی رأسہ ولا تنفخ من غیر رأس فخیر چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرا گیا بدون سر کے تو اسمیں کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ قیمت تو اسی صورت میں واجب ہوتی ہے کہ جنین میں روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدون سر کے نہیں کذا فی الذخیرۃ وعمال الضارب للاقۃ حالا جنین مملوک میں اسکی قیمت کا بیسواں حصہ یا دسواں حصہ اس شخص کے مال میں واجب ہی فی الحال جسنے لونڈی کو مارا ہو ضارب کے مال کے واسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت مملوک کی واجب نہیں اور اس مال کا مالک لونڈی کا مالک ہے لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القتہ حیا وظہر نقصانہا الولاء تعلیم قیمۃ المخبر لانقصانہا لو بقیمۃ وفلہ بہ دا کہ تعلیہ انتہم ذلک یحتی اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہو گا تو ضارب پر اسکا کچھ نہ ہوگا کذا فی المحیط مثلا لونڈی کی قیمت سو درم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درم کی قیمت ہوگئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درم ہی یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہیں اور اگر جنین کی قیمت ۲۵ درم ہو تو ضارب پر ۲۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہونگے وقالا ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کی جنین میں لونڈی کا نقصان مدار ب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے بچہ کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمۃ الام صدر الشریعۃ وکان یحفظ انہا للمولی اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اسکی ماں کی قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعۃ اور یہ نو محفی نہیں ہے کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہے فان رمتہ ای الجنین میتا بعد ضربہ ضرب بطن الامۃ فالقتہ حیا فمات فعلیہ قیمتہا للمولی ودیۃ الولد یوم الولادۃ بعد التوکان المعتبر حالۃ الضرب پھر اگر جنین کو اسکے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا پھر وہ مر گیا تو اسمیں جو زندہ کی قیمت مالک کے واسطے ہو نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مرگیا ہو اسواسطے کہ وقت مرنے کا اعتبار ہے نہ قتل اسکا مرنے سے ہو اور وقوع ضرب حالت رق میں ہوا تھا

کذا فی صدر الشریعۃ وعند الثلثۃ یجب دیۃ وھو روایۃ عنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہو نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں جس مشائخ مذہب سے نقل کیا ہو کذا فی الطحطاوی ولا کفارۃ فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا یلحق ان وقع میتا اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہو کذا فی التبیین ہم نفی وجوب سواسطے ہو کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہو نفس کا مارنا میں تو انکے نزدیک بھی سزا وجہ استحباب یہ ہو کہ ضارب ترک امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنی فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہو کذا فی الہدایۃ و شروحہا وان خرج حیا فمات فقیہ الکفارۃ کذا صرح بہ فی الحاوی القدسی وھو مفہوم من کلامھم لتصریحھم بوجوب الدیۃ حینئذ فتجب الکفارۃ فیہ مما یخفی فلیحفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر وہ مر گیا اسمیں ضارب پر کفارہ ہو اسی طرح تصریح کی ہو حاوی قدسی میں اور وہ یعنے زندہ گرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہو فقہا کے کلام سے اسلیے کہ فقہا نے وہ موت زندگی جنین اور پھر اسکے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہو پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اسمیں چنانچہ یا مر مخفی نہیں تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے یعنے اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ ترجیح نہیں وما استیان بعض خلفہ کظفر وشعر کتام فیما ذکر من الاحکام وعلامۃ تمام فی بابہا اور جس جنین کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے مانند ہیں ان احکام میں جو مذکور ہو چکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرۃ عاقلۃ امراۃ حرۃ فی سنۃ واحدۃ وان لم یکن لہا عاقلۃ ففی مالہا فی سنۃ ایضا صدرا الشریعۃ ولو تاثم مالہ یستبین بعض خلقہ ومر فی الخطر نظما اسقطتہ میتا عمدا بدواء او فعل لضرب بطنہا بلا اذن زوج اور جس عورت کو اذن نے مرد بیچ ساقط کر دیا عمداً بدون اذن اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مار کے تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہوا ایک سال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ نہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہو سال کے اندر کما فی صدر الشریعۃ اور عورت گنہگار نہوگی اسقاط سے جبتک جنین کا بعض بدن ظاہر نہیں ہوا اور یہ مسئلہ کتاب الخطر میں نظم مذکور ہو چکا مع شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار نہوگی اسواسطے کہ بیان کلام ہی وجوب غرہ میں اور وہ واجب نہیں ہوتا مگر جبکہ بعض اعضاء بدن ظاہر ہوں پھر شارح پوں کہتا اور اگر بفعل اعضاء بدن ظاہر نہوئے ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی فان اذن اولم تتعمل لا غرۃ لعدم التعدی پھر اگر عورت کو اسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہو گیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم تعدی کے سبب یعنے دونوں صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں ہم زیلعی اور صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہو لیکن شرنبلالی نے کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبتنی ہو نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں یا بحث جاری ہیں وتمامہ فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرت امرأۃ فضطت لا تضمن للاجیرۃ اور اگر زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اسنے گرایا تو عورت مامور پر ضمان نہیں واما الولد اذا فعلتہ بنفسہا حتی اسقطتہ فلا شئ علیہا لاستحالۃ الدین علی عملوکہ مالم یستحق فحینئذ یجب للمولی لغرۃ لانہ مغرور اور ام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اسپر کچھ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے مملوک پر یعنے غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہو سکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولے کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ ثابت ہو اسواسطے کہ وہ مغرور ہو یعنے فریب خوردہ ہو کہ غیر کے ملک میں تصرف کیا اپنے ملک جانکر خرید وغیرہ کے سبب سے ام ولد مغرور کی صورت یہ ہو کہ لونڈی خریدی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہو گئی پھر لونڈی نے پیٹ گرایا دواسے یا ضربے پھر لونڈی غیر بالغ کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے واسطے جاریہ اور اسکے عقر کا حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیرلے اور مستحق سے کہا جاسے کہ میری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ ازدھا کیونکہ وہ مغرور کا ولد ہو اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہو تو یا لونڈی اسکو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریۃ محصرا وفی الواقعات ظرب بطن دواء لتسقط عمدا فان القتہ حیا فمات فعلیہ الدیۃ والکفارۃ وان میتا فالغرۃ ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہو کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمداً گرادے پھر اگر بچہ گرایا زندہ بعد اسکے وہ مر گیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہو اور اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہو اور عورت دونوں حالتوں میں وارث جنین کی نہوگی وتجب

فی جنین البھیمۃ ما نقصتہ ان نقصت والا لم تنقص لانہ لم یتقوم شرعی اجنہ حیوان کے بچہ گرانے میں مان کا نقصان واجب ہوگا اگر ولادت سے اسکی قیمت ناقص ہوگئی ہو اور اگر ماں میں نقصان نہیں ہوا تو اسمیں کچھ بچہ کی عوض واجب نہیں کذا فی سراجیہ **فرع** مسئلہ ملقہ شارح کا فالبزازیۃ ضرب بطن حاملۃ بالسیف فقطع البطن ودفع احد الولدین حیا مجروحا بالسیف والآخر میتا بہ جراحۃ مات ایضا یقتص لان الزوجۃ لا تعمل علی عاقلتہ دیۃ الولد الحی اذا مات وتجب غرۃ الولد المیت لانہ لما ضرب ولم یعلم بالولدین فی بطنھا کان الضرب بخطاء نزازیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اسکے پیٹ کو کاٹا اور اسکے پیٹ سے دو بچوں میں سے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہو کر گر پڑا اور دوسرا مرا مُردہ گر پڑا اور اسمیں تلوار کا زخم نمودار ہوا اور عورت بھی مرگئی تو مرد سے قصاص لیا جاویگا زوجہ کے سبب سے اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہوا اور مرد کے عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جبکہ وہ مرگیا ہو اور ولدمیت کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ اسکے پیٹ کے دو بچوں کو نہ جانتا تھا تو یہ ضرب زرا دھطا کے ٹھہری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے نہایہ میں

باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ

یہ باب ہے ان مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ احداث کرے اور بنا دے اماذکر القتل سیاتی شرح قریب سیاتی قتل جبکہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اس قتل میں جو بطریق تسبب کے ہے سوائے اگلا قول کے اھم قتل بطریق مباشرت کے یہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلا واسطہ آلہ قتل کو استعمال کرے اور قتل بالسبب یہ ہے کہ مثلاً دیوار بنائی اور اسکے نیچے دب کر کوئی مرگیا خرج الی طریق العامۃ کنیفا ھو بیت الخلاء او میزابا او جرصنا کبرج وجذع وھو جلوح وحوض طاقۃ ونحوھا علیوا وکان جائزا لانہ ان لحریضا بالعامۃ واحد یمنع منہ فان ضر لم یحل کما سیجی شارح عام میں پاخانہ اور ناند اسی پر نالہ نکالا یا مسجد بنایا جہاں پرچ اور چھجا اور چبوترہ پیش طاق کا حوض اور مانند اسکے اور چیز کذا فی العینی یا دوکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ سے ہر چیز کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اسمیں احداث سے ضرر نہو اور کوئی منع بھی نہ کرے پھر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال نہیں چنانچہ آگے آویگا ھم جرصن بضم جیم وصاد وسکون راء مہملہ وتخفیف نون عربی لفظ ہے لیکن مستعمل ہے اور اسکی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا جرصن پرچ ہے اور بعضوں نے کہا چھجا وغیرہ ذلک شارح نے اکثر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کیا کہ اسمیں اقوال کا آپس میں حکم خلاف نہیں مگر تفسیر میں کذا فی الطحطاوی وکل واحد من اھل الخصومۃ ونوذیا منعہ ابتداء ومطالبتہ بنقضہ ورفعہ بعدہ او بعد البناء سواء کان فیہ ضرر اولا وقیل ان لم ینقص بخصومتہ اذ المرء یکن لہ مثل ذلک ولا کان متعنتا ان یلحق اور اگر اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو اسکا روک دینا ابتداء سے اور اسکے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بنچکنے کے بعد جائز ہے خواہ اسمیں ضرر ہو یا نہو اور ضعیف کا قول ضعیف یہ ہے کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اسوقت ہے جبکہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا ناحق عناد ہے کذا فی الزیلعی ضر زیلعی نے کہا کہ ان جملہ میں تین مواضع میں کلام ہے اول راہ کے احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث ضمان میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والوں کو ضرر نہو تا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جبتک کوئی منع نہ کرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد احداث کے توڑوا ڈالنے کا اگر یکسر ضرر نہو ورنہ ہر طریکہ امنے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتداء میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنے کا اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہوتا ہو تو منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اسواسطے کہ شارع عام میں انکو جلیے کا اور اپنے جانوروں کے بٹھانے کا اختیار ہے تو خصومت کا بھی اختیار ہوگا بخلاف غلاموں اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت کے نہیں کذا فی الطحطاوی وھذا کلہ اذا بنی لنفسہ بغیر اذن الامام یہ تمام مذکور اسوقت ہے جبکہ شارع عام میں اپنے واسطے بنایا ہو بدون حکم سلطان کے ہم سو اگر حکم سلطانی ہوگیا ہو تو اب کسیکو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان کو مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور اگر باوجود اسکے سلطان کو مصلحت معلوم ہو اور حکم دے تو جائز ہے چنانچہ حموی میں ہے مسکین اور شمنی میں یوں ہے کہ درصورت ضرر کے اوراث جائز نہیں بلا خلاف خواہ سلطان حکم کرے یا نکرے کذا فی الطحطاوی زاد الصفار ولم یکن للمطالب مثلہ صفار نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ مطالبہ کرنے والے کا ویسا مکان نہو تب خصومت درست ہے ہم یہ وہی قول ضعیف ہے جو مذکور ہو چکا اور اعادہ کی کچھ حاجت تھی کذا فی الطحطاوی وفی

بنی للمسلمین کمسجد او وقف او بنی باذن الامام لانہ فیہ نفع عام مگر جبکہ شارع عام میں نفع مسلمین کیلئے واسطے مکان بنایا گیا چنانچہ مسجد اور بنا بنائے گئے یا حکم امام بنایا گیا تو وہ تو ڈالنا بیکار ہے نقایہ کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا بنانا راہ میں درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور بعد نفع کا موضع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہتا تو منع اور رفع سپر بھی وارد ہوگا کما لا یخفی واسپر دلیل الاقل قول ہے کہ جو مسجد کو ضرر کرے اسکا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم نہ رکھا جاویگا اگر چہ امام کے اذن سے ہو بالنفع مسلمین کے واسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی وان کان یضر بالعامۃ لا یجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام اور اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو احداث اور اسکا بنانا جائز نہیں لیل حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنے ضرر ہو نچانا اور ضرر کا بدلا دینا اسلام کے کلیۃً نہیں ہم یہ حدیث چار طریق طبرانی میں اور عبادۃ رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ میں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن ماجہ میں اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مستدرک حاکم میں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دار قطنی میں اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دار قطنی میں مروی ہوا ہے مستلزاد و بعض الفاظ ابن ابی شیبہ کے کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پہونچائے اپنے اسکی حق تلفی کرکے اور نہ ضرر کی جزا دے اسکو ضرر پہونچا کر اور بعضوں نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہو اور تحمل اسمیں نفع ہو اور ضرار وہ ہے کہ دوسرے کو تو ضرر پہونچا دے اور تحمل اسمیں کچھ نفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ضرار ایک طرف سے ہے اور ضرار دونوں طرف سے ہے اور بعضوں نے کہا ضرار وہ ضرار متعدی ہیں غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وغایہ مین الکلام کما لا یخفی اور لا ضرر جزا اور لفظ ہے بدلا لینے میں اپنے مقدار حق سے تعدی نہ کرنا چاہیئے اسواسطے کہ ضرار یعنی مقابلہ ہے یعنے تو اسکو ضرر پہونچاوے جسنے تجھکو ضرر پہونچایا و اللہ اعلم والعقود فی الطریق البیع وشراء یجوز ان لم یضر بأحد وکذا شاء ہذا التفصیل السابق اور راہ میں بیٹھنا بیچنے اور خریدنے کے واسطے جائز ہے اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہیں تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق کے صدر قسمتانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ میں درخت لگانے کا وہذا فی النافذ وفی غیر النافذ کما یجئ ان یتصرف باحداث مطلقا اضر بہم او لا الا باذنہم لانہ لہم کالملک الخاص بہم اور یہ حکم احداث کا شارع عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف سے نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذہ میں تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقاً جائز نہیں خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے کہ کوچہ غیر نافذہ انکی ملک خاص کی مانند ہے ہم شارح اس تعبیر میں صاحب درر کا تابع ہو گیا اور ہدایہ میں مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم اکمل فیما جعل لحالہ ان یحدث حدیثا او فی الطریق العام تدفیعا لوہم قطریق الخاصۃ ربحتہ ثم رد یافت کرنا چاہیئے کہ قاعدہ کلیہ اس احداث میں جسکا نفذ اور جدید ہونا معلوم نہیں یہ ہے کہ اگر شارع عام میں ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ میں ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ہم تو اگر احداث جدید ہے تو امام کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا درست نہیں کذا فی الطحطاوی وعن ابی حنیفۃ فان مات احد من الناس بسقوطہا علیہ فدیتہ علی عاقلۃ ای عاقلۃ المخرج للتسبب بہ پھر اگر کوئی آدمی اشیاء مذکورہ کے اسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اسکا خونبہا مکان نکالنے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اسکی سبب سازی کے لیئے بسبب ہلاکت بانی مکان ہی لہذا اسکے مددگاروں پر دیت لازم ہوئی کما ندی العاقلۃ لو حفر بئرا فی طریق او وضع حجرا او ترابا او طینا ملقی فتلف بہ انسان کہ سبب جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہے اگر کنواں کھودا راہ میں یا پتھر رکھا یا خاک یا مٹی راہ میں ڈھیری کذا فی الملتقی سوائے اسکے سبب سے کوئی آدمی مرگیا اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہلاکت کا فان تلف بہ ای بواحد من المذکورات بہیمۃ ضمن فی مال ان لم یأذن بہ الامام پھر اگر ایک چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنے بیت الخلا یا میزاب یا پرچ وغیرہ یا دوکان یا راہ کے کنوئیں یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہو گیا تو محدث کے مال میں تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اسکا اذن نہ دیا ہو ہم وجہ تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا احتیاط کامل ہے راہ میں کیونکر نہ ہو نائب خدا ہے کا تو اسکا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک میں چنانچہ قہستانی میں ہے اور اذن سلطان کی مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کو جبکہ مبنی تو عدم اذن امام راجع ہے اول کلام تک یعنے فان مات احد تک کذا فی الطحطاوی فان اذن الامام فی ذلک او مات واقع فی بئر طریق جوعا او عطشا او تحمما فمات

بہ یفتی خلافا للحلوانی اگر سلطان حق المسلمین یعنے کنیف وغیرہ کے اصلاح مین اذن دیا اور کوئی شخص مرگیا یا راہ کے کنوئیں کا گرنیوالے کا یا سانپ یا غم سے مرگیا تو تاوان نہین اسی قول پر فتوی ہی برخلاف محمد کے کہ انکے نزدیک سب صورتون مین ضمان ہی ہم غم سے یہان مراد ہم کا گرنا ہی کنوئین کی ہوا ان شاءاللہ ضمان اسواسطے نہوا کہ کنوئین کا گرنے والا وقوع یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اسوقت واجب تا ہی جبکہ وقوع کے سبب سے رجلے کذا فی الزیلعی ولو سقط المیزاب فاصاب مارا کان فی الداخل رجلا فقتلہ فلا ضمان اصلا لکونہ فی ملکہ فلیکن منعدیا اگر پرنالہ ساقط ہوا سو پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار مین داخل تھا کسی غیر کے لگا سو اسنے قتل کیا تو اصلا ضمان نہین اسواسطے کہ پرنالہ کی طرف داخلی تو صاحب خانہ کی ملک مین ہی تو مالک نے ذکی تعدی نہوئی جو اسپر تاوان آتا وان اصابہ الخارج او وسطہ بزادیۃ فالضمان علی واضعہ لتعدیہ اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا اسکا وسیان کسیکے لگا کذا فی البزازیہ تو پرنالہ لگانے والے پر ضمان واجب ہی اسکی تعدی کے سبب سے ہم تعدی یہ ہی کہ راہ کی ہوا مین اتنے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور اپنا پرنالہ لگانے مین ضرورت بھی نہین اسواسطے کہ دیوار مین خصی پرنالہ ہو سکتا ہی کذا فی الدرایہ طحطاوی نے کہا کہ ضمان اسی صورت مین ہی جبکہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور تعدی کی تعلیل بھی اسپر دلالت کرتی ہی اور ضمان واجب ہی واضع کی عاقلہ پر اور اسی طرح مسائل آئندہ مین انتہی ولو مستأجرا او مستعیرا او غاصبا ضمان واضع پر ہی اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع لبقاء فعلہ وھو للموجب للضمان بخلاف الحائط المائل کما سیاتی الزیلعی اور ضمان باطل نہین ہوجاتا اس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضع کے فعل کے اور وہ اپنے فعل واقع ضمان کا موجب ہی برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشروح بیان کیا ہم خلاصہ زیلعی یہ ہی کہ بائع پر ضمان اسواسطے ہی کہ فعل اسکا منسوخ نہین ہوگیا اسکی ملک زائل ہونے سے برخلاف دیوار مائل جبکہ اسکو بیچا اشہاد کے بعد پھر ملک مشتری مین دیوار گر پڑی اور کوئی مر گیا تو نہ بائع پر ضمان ہی نہ مشتری پر اسلیے کہ مشتری پر اشہاد نہین ہوا حالانکہ وہ شرط ہی اور بائع کے حق مین اشہاد اول باطل ہوگیا بعدم ملک سے کذا فی الطحطاوی ولو اصابہ للداخل فین من المیزاب فعلم ذلک وجب علی واضعہ النصف وھدر النصف ولو لم یعلم ای طرف منھا اصابہ ضمن انصف استحسانا الزیلعی اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونون طرفین داخلی و خارجی پڑین اور وہ ہلاک ہوگیا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ دونون طرفون کا اسپر گرنا معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب ہی اور نصف دیت باطل اور رائگان ہی اور اگر معلوم نہین کہ دونون طرف سے کون طرف اسپر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہی کذا فی الزیلعی ھر قیاس یہ تھا کہ درصورت عدم علم کچھ واجب نہ ہو کیونکہ اگر طرف خارج سے موت ہوئی تو ضمان نہین ہی اور اگر داخلی سے ہی تو ضمان نہین شک سے وجہ استحسان یہ ہی کہ ایک حال مین پورا ضمان ہو سکتا ہی اور دوسرے حال مین کچھ بھی نہین ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومن نحی حجرا وضعہ اخر فعطب بہ فعلی من نحی لان فعل الاول انسخ فعل الثانی او جیسے کنارے پر کر دیا اس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ مین رکھا تھا پھر اس پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھا کے مر گیا تو کنارے پر رکھنوالا ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل غیر راہ مین رکھنے والے کا منسوخ ہوگیا دوسرے شخص کے فعل سے یعنے تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا نہ اول ومن حمل علی رأسہ او ظھرہ شیئا فی الطریق فسقط منہ علی احد او دخل بحصیر او قندیل او حصاۃ فی مسجد غیرہ او حمل فیہ حصا او بواری ابن کمال او جلس فیہ لا للصلوۃ ولو بقرآن او تعلیم فعطب بہ احد کما تمی صفت خلق علیہ اس شخص کے مانند جسنے اپنے سر یا پیٹھ پر کوئی چیز لادی راہ مین سو اسمین سے کچھ دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا کھری غیر کی مسجد مین لیگیا یعنے مسجد مین پتھرون یا ٹاٹ یا بوریا کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سوا نماز اور فعل کے واسطے مسجد مین بیٹھا اگر بہ قرآن یا تعلیم کے واسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اسکے سبب سے تلف ہوگیا چنانچہ اوندھا چٹائی مین اوجھڑ یا پتھرون مین ٹھوکر کھا کر مر گیا تو حامل یا داخل یا جالس پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحب کے یضمن من سقط منہ رحاۃ بفتح الراء بمعنی حجر ضمان لازم ہوگا اس شخص پر جسپر وہ چادر گر پڑی جسکو وہ اوڑھے تھا اور اسکے سبب سے کوئی تلف ہوگیا مع حامل اور لابس مین فرق یہ ہی کہ حامل شی اسکی محافظت کا قصد رکھتا ہی تو تقیید بالسلامتین اسپر کچھ مرتب نہین اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہین رکھتا تو تقیید بالسلامتین اسپر مرتب ہی کذا فی الطحطاوی او داخل ھذہ الاشیاء المذکورات

فی مسجد حیۃ ای محلۃ لان تدبیر المسجد لاھلہ دون غیرھم فیعمل الغیر میاخ فتسقط بالسلا قیاسا شیا مذکورہ یعنے چٹائی یا قندیل یا تھمبان اپنے محلہ کی مسجد میں لگایا اور کوئی شخص اسکے سبب سے ہلاک ہوگیا تو اسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے نہ کہ سوا اور لوگوں پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو مفید سلامت ہوگا قصر ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل دونوں کا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی او جلس فیہ للصلوۃ الحاصل ان الجالس للصلوۃ فی مسجد حیہ او غیرہ لا یضمن و لغیر الصلوۃ یضمن مطلقا خلافا لما فی واستظھر فی الشرنبلالیہ تعزیرا للزیلعی وغیرہ وقد حققتہ فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے اور کوئی شخص اسپر گر کے تلف ہوگیا تو جاں بحق ضمان نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اسپر ضمان نہیں اور نماز کے سوا اور فعل کے واسطے بیٹھا تو اسپر ضمان ہے مطلقاً خواہ اپنی مسجد میں ہو یا غیر محلہ کی مسجد میں بخلاف صاحبین کے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہیں خواہ نماز کے واسطے جلوس ہوا ہو اور شرنبلالیہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کرکے اور ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی میں صحرزیلعی میں حلوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسے قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلیے کہ جلوس نماز کی مزدریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہوا اور عینی میں ہے کہ صاحبین کے موافق آئمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وھذہ لو استاجرہ لیستقی او یحفر لہ فی فناء حانوتہ او دارہ فخالفہ شیئا ان قبل خلف فعل اجیر واحد بعدہ فعل الاجیر المشترک کالکوان فی غیر فنائہ ولم یعلم بہ کالاجیر فان علم فعلیہ کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر او بالتقی میں ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بنادے یا اسکے واسطے کنواں کھودے اسکی دکان یا گھر کے بیشدر وازے میں سوا اسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہوگئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنے والے پر ہے چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیشدر رہے اور مزدور اسکو نجانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اسنے تعمیر کے واسطے امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنے راہ مملوک مستاجر کی تھی تو اسکا امر کرنا باطل تھا صحیح جب باوجود اسکے مزدور نے تعمیر کی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر ھو فنائی ولیس لی حق الحفر فعلی الاجیر قیاسا ای لعلمہ بفساد الامر فیاٰمرہ وعلی المستاجر استحسانا انتہی قلت وقد قدم ھو وغیرہ القیاس ھنا وظاھرہ ترجیحہ سیما علی ادب روایۃ صاحب الملتقی مؤیدہ لاقوی دلیل اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور اسمیں تجکو کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے یعنے پھر باوجود اسکے مزدور نے وہاں کھودا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان مزدور پر ہوگا قیاس کی رو سے یعنے اسواسطے کہ مزدور کو اسمیں فساد معلوم ہوگیا تو مستاجر نے اسکو فریب نہیں دیا اپنی حقیقت ظاہر کرکے اور مستاجر پر ضمان ہے استحسان کی رو سے انتہی کلام الملتقی میں کہتا ہوں اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے بیان قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اسکی ترجیح پر دلالت کرتی ہے خصوصاً صاحب ملتقی کی عادت ہے کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سوا اسکو تامل کرے وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کھودنے کا امر ظاہر الفساد نہیں کیا اسواسطے کہ پیش در میں آدمی کو سونی دانا اور لکڑیاں رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیرذلک من المتعارفات دربست ہیں تو امر صحیح ہوا نعم اگر فساد تو ضمان مستاجر پر ہوگا نہ مزدور پر ومن حفر بالوعۃ فی طریق بامر السلطان او فی ملکہ او وضع خشبۃ فیھا ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی طریق العامۃ فتعمل رجل المرور علیہ لم یضمن لان لا ضافۃ الی المباشرۃ ولی من المتسبب اور جسنے چاہ آب زیر کھودا راہ میں سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک میں کھودا یا گڑھا راہ میں بنایا یا بدون اذن سلطان کے اور اسی طرح ہر حکم ہر ایک اس چیز میں جو شارع عام میں بنائی گئی پھر کسی شخص اسپر عمداً گذرا کیا اور وہ تلف ہوگیا تو حافر اور واضع اور پانی پر ضمان نہیں سوا اسکے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کی طرف اولے بہ متسبب کی طرف سے ہو تعلیل ہے پچھلے دو مسئلوں کی زیلعی نے کہا کہ چاہ آب زیر بدون اذن امام کے کھودنا یا اپنے ملک میں کھودنا تعدی نہیں ہے اور وضع خشبہ و قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اسپر ضمان نہیں ہے کیونکہ اسنے الواضع کا

قاطع ہی اسواسطے کہ واضع متسبب ہوا اور چلنے والا مباشر ہوکذا فی الطحطاوی وعلیٰ ہذا یتبین ان للتسبب ما یضمن فی حفر البئر وضع الحجر فی الطریق العام دون الواقع المردد کذا فی الخلاصۃ اور اس کلام سے عدم ضمان تعدی سے ظاہر یہ ہوگیا کہ متسبب پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوتا ہی کنوان کھودنے اور پتھر راہ میں رکھنے میں جبکہ اسکا گرنے والا بالقصد اسپر مرور نکرے کذا فی المجتبیٰ وفیہ حفر فی طریق مکۃ او غیرھا من الفیافی لم یضمن بخلاف ما مصارقت ولہذا عرف المراد بالطریق فی الکتب الطرق فی الامصار دون الفیافی فی العصار بحر لانہ لا یمکن العدول عنہ فی الامصار دون الصحاری اور مجتبیٰ میں ہی کہ مکہ معظمہ یا اسکے سوا میدانوں کی راہ میں کنوان کھودا اور اسمیں گرکے کوئی تلف ہوگیا تو کھودنے والے پر ضمان نہیں برخلاف شہروں کے میں کہتا ہوں اور اس سے معلوم ہوگیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ میں شہروں کی راہیں ہیں نہ بیابان اور جنگلوں کی اسواسطے کہ شہروں میں راہ سیدھی ہٹ کر چلنا اکثر ممکن نہیں ہوتا نہ میدانوں کی راہ میں فلو استاجر رجل رجلا لیحفر لہ فوقعت البئر علیہم جمیعا من حفرھم فمات احدھم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ ویسقط ربع ما لکل البئر علیہم بفعلھم فقد مات من جنایۃ جنایۃ اصحابہ فیسقط ما قابل فعلہ حائیہ وغیرھا زاد فی الجوھرۃ وھذا لو البئر لواحد فلو لھما المستاجر فینبغی ان لا یجب شیء کان الفعل مباح فما حدث مضمون انتہی اور اگر ایک مرد نے چار شخصوں کو مزدوری پر لگایا یا انہوں کنوان کھودنے کو سو کنوان اُن سب پر پھٹ کر گر پڑا انکے کھودنے کے سبب سے سو انمیں سے ایک شخص مرگیا تو باقی تین شخصوں سے ہر شخص پر چوتھائی دیت واجب ہوا اور چوتھائی دیت ساقط ہوگی اسواسطے کہ کنوان اُنپر گرا انکے فعل کے سبب سے تو مرنے والا مرگیا اپنی جنایت اور اپنے ساتھیوں کی جنایت سے تو اُسقدر دیت ساقط ہوگی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہوگئی کذا فی الخانیۃ وغیرہا جو ہو میں اتنا زیادہ ذکر کیا ہی اور یہ حکم اس شرط پر ہی جبکہ کنوان راہ میں ہو سو اگر مستاجر کی ملک میں ہوگا تو لائق یوں ہی کچھ دیت واجب نہو اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہی سو جو حادث ہوگا اسکا ضمان نہیں انتہی ما فی الجوہرۃ قلت ویؤخذ جواب حادثۃ ھی ان رجلا لہ کروم وارضہ تارۃ تکون مملوکۃ وعلیہا الخراج کالعشریۃ للمال وتارۃ تکون لہ وقف وتارۃ فی ید مدۃ طویلۃ فیؤدی خراجہا ویملک الانتفاع بہا بغیر بدل غیرہ فیستاجر ھذا الرجل جماعۃ یحفرون لہ بئرا لیغرس فیہا اشجارا لعنب وغیرہ فتسقط علی احدھم ھلا دس ثمنہ مطلقا لیتہ قال للمصنف والحکم فیہا وشبہہا عدم وجوب شیء علی المستاجر وکذا علی الآخر کما یفید کلام الجوھرۃ ویحمل اطلاق المفتوی علی ما وقع مقیدا بحمد اللہ والمنۃ انتہی کہتا ہوں اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہی وہ حادثہ یہ ہی کہ ایک مرد کے درخت انگور ہیں اور انگور کی زمین گاہے مملوک ہوتی ہی اور اسپر خراج ہی جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہی اور گاہے صاحب انگور کے قبضہ میں مدت دراز رہتی ہی کہ وہ اسکا خراج دیا کرتا ہی اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہی درخت وغیرہ کا کہ سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا یا کنوان کھودنے کے واسطے تاکہ اس زمین میں انگور وغیرہ کے درخت جمادے سو کنوان پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اسکے وارثوں کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ بجائز ہی یا نہیں مصنف نے شرح میں کہا اس حادثہ اور اسکے مانند میں عدم وجوب ضمان کا حکم ہی مستاجر پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچھ واجب نہیں چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہی اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہی یعنی یہ جو کتب فتاوی میں مذکور ہی بلا قید کہ جو کھودنے میں تلف ہوا اسکا ضمان ہی سو حراد حضر فی الطریق ہی نہ حضر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم یہ جو کہا کہ زمین گاہے مملوک ہی اور گاہے وقف اور گاہے تصرف مستاجر میں ہی مدت طویل سو حراد اوس سے یہ ہی کہ وہ زمین خالی معین اشیاء مذکورہ سے اور یہ مراد نہیں کہ ایک زمین گاہے مملوک ہی اور گاہے وقف اور جواب استفتا میں یہ شامل ہی کہ حادثہ انگور متفرع ہی صاحب جوہرہ کی بحث اور تحریر پر اور فتاوی سے منصوص نہیں تو حکم متعدد نہیں ہو سکتا اور حادثہ بھی مختلف ہی کیونکہ حضر فی الملک فی الطریق کی مغائر ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملتقطہ شرح کے لو استاجر رجل الدار لفعلہ لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا قیل قرابتھم من عملہ فالضمان علیھم لانہ حینئذ لمصلحۃ المکری وسئل المرحوم صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھجا یا چھتا نکالنے کے واسطے سو چھجا یا چھتا گر پڑا سو اسکے کسی آدمی کو قتل کیا

اُنکے واقعت عمل سے پہلے تو ضمان کارگیرون پر ہی نہ صاحبخانہ پر اسوقت مین یعنے قبل از فراغ صاحبخانہ کے واسطے وہ مسلم نہین ہوا ذھنی لدیہ الی الھیئت یریق والمستوعب الطریق اور ضمان دیگا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اسطرح پر کہ اسمین آدمی رپٹ جاتا ہو اور چھڑکا وتمام راہ مین ہو ہم اور اگر چھڑکا وتھوڑا ہی یا تمام راہ مین چھڑکا و نہین ہو تو ضمان نہین لو دش فنا وحانوت باذن صاحبہ فلا ضمان علی الاھر استحسانا وتمام فی الملتقی اور اگر پانی چھڑکا وکا سبب صاحبخانہ کے اذن سے تو ام کرنے والے پر ضمان ہی استحسان کی بنا پر اور پورا اسکا بیان فتح مین ہی

فصل فی الحائط المائل

یہ فصل ہی دیوار مائل یعنے جھکی دیوار کے مسائل من مال حائط الی طریق العامۃ ضمن بہ او صاحبہ ما تلفہ من نفس انسان او حیوان او مال بجبک گئی جو دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنے اسکا صاحبخانہ یکا اُس پر جو تلف ہوگئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ہم شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک مراد نہین ہی بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہی جسکو تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اسکا دادا یا راہن یا مکاتب پھر شارح بیان کرتا ہی طالب یہ حقیقۃ او حکما کالواقف القیم لحائط المسجد فتضمن ما تلف بوقوعہ من نفس او مال لو واقف حقیقی ہو یا حکمی جیسے متولی مسجد کا یا قیم وقف کا تو ضمان لازم ہوگا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃً مالک ہو یا حکماً مالک ہو چنانچہ وقف کرنے والا اور ناظر وقف کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو عادۃً واقف پر ضمان لازم آویگا دکالقیم الاولی والراھن فی المکاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن مع مکاتب اور سود اگر غلام کے ہم ولی سے مراد صغیر کا ولی ہی جیسا کہ باب اور دادا راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک مرہون کا نہین کہ اُس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہی اور وہ ذاہر ہی ہدم دیوار یا غیر ہدم کے بعد بچھر دیوار بنانا مرتہن کے قبض مین کر دی اور کاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت مین تو اگر وہ چیز انسان ہو تو جو اسکی قیمت اور دیت مقتول مین اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہی تو اسکی ادائے قیمت مین بھی مکاتب پر واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی جو وارث مال تلف ہوگا تو اسکی گردن سے متعلق ہی اور اگر جان ہو تو اسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہی کذا فی الطحاوی وکذا احد الشرکاء والوارث استحسانا اور اسی طرح ناظر وقف کے مانند شریکون مین سے ایک شریک ہی اگرچہ یہ اشخاص متعدد ہون یا تو اُنکے وارث ہون یا عتبار استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہی کہ اخذ الشرکا اقادر ہی اسپر کہ باقی شریکون سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھاوین تو اگر شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہو تا کیونکہ وہ ہدم دیوار کا مالک نہین لہم فی الظھیریۃ لو مات ربہ عن ابن فقط دین مستغرق ترکہ الاشہاد علی ابیہ فان قامت علیہ البرجندی وغیرہ ان الظہیریۃ یہ ہی کہ اگر دیوار کا مالک مرگیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق ترکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہی اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہین کذا فی البرجندی وغیرہ ہم تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فوز ندکی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقض وکلف مسلم او ذمی یعنی من اھل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد لان ولیہ وھو لا یہ بالخصومۃ تزیلعی ۶ او مکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اسکے توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہی طلب کا تہ بالغ تو صغیر کی طلب مین اسکے ولی کا اور غلام کی طلب مین اسکے مالک کا اذن خصومت کے واسطے شرط ہی کذا فی الزیلعی دلا یلزم الشہود وجوب ضمان مین طالب نقض شرط ہی اگرچہ اسپر اشہاد واقع ہوا ہو ہم تو وجوب ضمان مین طالب پر نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب فقہ مین مذکور ہی تو اسواسطے ہی کہ اگر مالک دیوار یا اُسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کرین تو اُنکے اثبات پر قدرت حاصل ہو تو اشیاء دیانۃ احتیاط سے ہی چنانچہ طالب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہی نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اُس ہر ایک لفظ سے صحیح ہی جس سے طالب نقض مفہوم ہو چنانچہ یون کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہی یا مائل ہی سو اُسکو گرا دے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نکرے یا یون کہے کہ دیوار کو گرا دے کہ وہ جھک رہی ہو اور اشہاد کی صورت یہ ہو کہ طالب کہے تم شاہد ہو گے میرے سامنے ہو یا یون کہے کہ اس مرد دیوار ڈھانے کو کہ مجھے ہین اور اگر مالک دیوار سے یون کہے کہ تجکو دیوار کا ڈھانا مناسب ہو تو یہ طلب نہین لہذا نہ اشہاد لہ کما ھو مشعر بہ کذا فی الزیلعی ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب قبل صحیح نہین دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے

والحال انہ لم ینقضہ وھو یمکنہ ان ینقضہ فمال یعمل علی انقضہ حتی صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہوگا طالبکے بعد اس حالت میں کہ اسنے دیوار کو نگرویا اور حالانکہ وہ اسکے گرانے کا مالک ہو اسقدر وقت میں جسمیں کسکے دھانے پر تلوار رکھ سکے طالب کے بعد فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے اتنی قدر مہلت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اسپر لازم نہ ہوگا لعلت عدم قدرت علی النقض لان دفع الضرر العام واجب صاحب دیوار پر بواسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے عدم اگر ضمان واجب نہو تو تفریط متصور ہو تو راہ بند ہو جاوے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے اور یہ امر اکثری ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کے واسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ ہلاک جاتے کے خوف سے اس ہاتھ کا کاٹنا جو سپر بنا جاتا ہو کذا فی الطحاوی ثم ما تلف بہ من النفوس فعلی العاقلۃ وما لا فعلی الجانی لانہ لا تحمل المال بھ معلوم کرنا چاہیئے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اسکی دیت صاحب دیوار کے عاقلہ پر ہے اور جو مال تلف ہوا ہے تو اسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے بواسطے کہ عاقلہ کا مال نہیں دیتے کہ ضمان نہیں دیتے کہ ضمان الا بالاشہاد علی ثلثۃ اشیاء علی التقدم الیہ دعلی الھلاک بالسقوط علیہ دعلی کون الجدار ملکا لہ ای من وقت الاشہاد لے وقت السقوط ولی اقال اور ضمان نہیں مگر تین چیز پر گواہ لانے سے ایک اسپر کہ صاحب دیوار کی طرف طالب ہدم مقدم ہو چکی دوسرے اسپر کہ ہلاک ہوئی اسپر گر پڑنے کے سبب تیسرے اسپر کہ دیوار اسکی ملک ہی یعنی اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اسکی ملک میں باقی ہو لہذا مصنف نے قول آئندہ ذکر کیا ولو تقدم الی من لا یملک نقضہ ممن یسکنہا بجارۃ او اعارۃ او الی المرتھن او الی المودع لا یعتبر بہ لعدم قدرتہم علی التصرف اور اگر طالب ہدم اس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں ان لوگوں میں سے جو گھر میں رہتا ہی اجارہ یا عاریت کے سبب سے یا مرتہن یا امانت دار کی طرف طالب ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں انکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنے وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہیں وحینئذ فلو سقط بعد التقدم لم یذکروہ اتلف شیئا فلا ضمان اصلا لانہ علی ما کان ملک مالک اور اس صورت میں اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار کے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ہم ساکن پر اسواسطے ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اسواسطے نہیں کہ اسپر در اشہاد ہوا نہ طالب کما لو خرج الحائط عن ملکہ ببیع او غیرہ کھبۃ حاوی القدسی ولا الوجیہ بطبقا او ارتد ولحق ولحکم بلحاقہ ثم عاد او افاق فجنایتہ جنایۃ چنانچہ اس صورت میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج ہو گئی اسکی ملک سے بیع کے سبب یا غیر بیع کے سبب چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب کذا فی الحاوی القدسی اور اسی طرح ضمان نہیں اگر مالک دیوار کا مجنون ہو گیا یجنون مطبق یا مرتد ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اسکے لحاق کا حکم ہو گیا پھر وہ دار الاسلام میں آگیا یا مجنون ہوشیار ہو گیا کذا فی الخانیہ ہم ظاہر الروایۃ میں تسلیم ضروری لبطلان اشہاد کے واسطے اسواسطے ہبہ کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہ ہو شاخ اگلے قول میں کہے گا کہ اگر ال لانہ بالبیع ونحوہ وغیر ظاہر ہی کذا فی الطحاوی بعد الاشہاد ولو قبل التسلیم لزوال ولو کان یتہ بالبیع ونحوہ وان عاد ملکہ بعد حادث ما تم خروج ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو لسبب کامل ہو جانے اسکی ولایت کے بیع اور اسکے مانند سے اگرچہ ملک بائع کی پھر عود کرے بعد اسکے کذا فی الحاوی والخانیہ ہم ضمان واجب ہونا ہی ترک ہدم سے پھر جبیع کی تو قادر نہ ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہوگا تو بھی ضمان لازم نہ ہوگا اگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب بخلاف نحو الجناح لبقاء فعلہ کامر بخلاف مانند جناح کے لسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق میں ذیلعی سے مذکور ہو چکا ہم اخراج جناح عبارت ہوا خراج خارج دیوار سے یعنے دیوار سے دھنیان راہ کی طرف باہر نکالنا اور اسپر عبارت بنا نا کذا فی صدر الشریعۃ اہل ہند اسکو چھجا اور پرنالہ کہتے ہیں اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہی حاصلہ یہ کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اسکے کچھ بنایا پھر اسکو بیچا پھر وہ ساقط ہو کر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہی نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جنایت ہی تو زوال ملک سے حال کو نہیں بدلتا اور نہ خود جنایت نہیں بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہو سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہیں وان مال الی ادار الانسان مولی لہ او ساکن باجارۃ او بغیر اجارۃ او بعارۃ لا ضمان

کذا فی ملا بسترقہستانی فاطلاقہ یعم الحقیقۃ اور اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا ہو کرایہ وغیرہ کا تو یمین آدمی کو طلب ہدم کا اختیار ہے اسواسطے کہ خاص حق اسیکا ہے قہستانی نے کہا دار الانسان کی اضافت کمتر تعلق اور ارتیاط کی وجہ سے ہے یعنے تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو صاحب خانہ کہتا صحیح ہے تاجیلہ وابراؤہ منہا ای من الجنایۃ تو صاحب خانہ کی تاجیل و رجایت سے ابرا کرنا صحیح ہے یعنے اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار مائل ہوا اسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت مین گرا کر بنا لینا یا کہا تجھے ضمان تلف نہین تو یہ جائز ہے پھر اگر کچھ مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم نہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی الطریق فجلد القاضی او من طلب التقض لا یبدأ لانہ حق العامۃ ونصب القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعہم لا فیما یضرہم فی خیر بخلاف تاجیل من مال الدار اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کی طرف سو اسکو قاضی نے مہلت دی مدت معین تک یا اتنے مہلت دی جتنے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطے کہ شرع عام مین سبکا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام مین نافذ ہے اسمین جو انکو نفع کرے نہ اسمین جو انکو ضرر کرے کذا فی الذخیرہ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کہ وہان اسیکا خاص حق ہے دلو مال البعض للطریق وبعضہ للدار فہی طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی مہلت دینا اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسیکے گھر کی طرف تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب اسکا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب بعض مین اشہاد صحیح ہوا تو کل مین صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اسقدر دیوار مین جو انکی ملک کی طرف مائل ہے اور اسقدر مین بھی جو راہ کی طرف مائل ہے اسواسطے کہ اہل خانہ بھی بمنجملہ عامہ کے ہین اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ کا غیر ہے تو اسقدر دیوار مین اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہے اور جو بعض دیوار مین صحیح ہوا تو کل مین بھی صحیح ہوگا کذا فی الخانیۃ لطحطاوی نے کہا تو اسسے معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام مین ہے یعنے اجمال مخل فان بنوا مکانہا ابتداء ضمن بالاطلاق وانشراع الجناح وغیرہ کما مر باب التعدی یہ پھر اگر دیوار مائل بنیاد سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ پرآمدہ وغیرہ نکالنے من جنایۃ میراب مین ضمان لازم ہے بلا طلب بسبب اسکی تعدی کے مائل بنانے سے حافظ بین خمسۃ شہد علی احدہم فسقط علی رجل بعینہ قلتہ خمس الدیۃ ای خمس الدیۃ تلفیہ من المال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بعد افتہ للحاکم ایک دیوار مائل پانچ شرکون مین مشترک ہے ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگارون پر یا بحوالہ حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنے جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اسکے پانچوین حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہے اسکی عالم سے تالش کرکے یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہین تو اسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہین لیکن اسکی اصلاح پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہے جس طرح سے کہ ہو ہدم پر منحصر نہین دار بین ثلثۃ حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلل واحدۃ فیعتبر بالحصۃ ایک گھر مین تین شخص مون مین مشترک ہے کذا اسمین کنوان کھودا یا دیوار بنائی سو اسکے صدمہ سے ایک مرد مر گیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیون کا ضامن دیگا بسبب اسکی تعدی کے دو تہائیون مین یعنے دو شریکون کے حصون مین اور التبہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا کما ہو مقتضی قول مہلک ہے تو اسکی قسمت ہوگی مالکون پر بقدر ملک کے کذا فی الہدایۃ وشرحہا للعینی وقالا انصافا لان التلف ضمان معتبر وھذا کما ترون صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکون کے اور تین شریکون کے مسئلہ مین دیت نصفا نصف ہے اسلیے کہ تلف دو قسم ہے ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگان ہم جیسے شریک پر اشہاد ہوا تو اسکے حصہ مین تلف معتبر ہے اور جیسے شریک پر اشہاد نہین ہوا تو اسکے حصہ مین تلف باطل اور رائگان ہے اور کنوان کھودنے مین باعتبار اپنے ملک کے حافر متعدی نہین ہے اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہے تو دو قسمین ہوئین تو نصفا نصف التقسام ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنے عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان لاشہاد علی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ما ینقض من الجدار دیوار مائل پر اشہاد دو ہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہے یعنے ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونون کے ضمان تلف مین شارح نے کہا کہ

نقض بکسر نون وسکون قاف عبارت ہے اس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو دیئے فلو وقع الحائط علی الطریق بعد الاشہاد فعثر انسان بنقضہ فمات ضمن لان النقض ملکہ فعقرہ علیہ اور اسوقت میں اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اسپر ٹھوکر کھا کے گر اسو مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی مقوض مالک دیوار کی ملک ہی تو راہ کو اسسے فارغ کرنا اور صاف کرنا اسی پر واجب ہی وان عثر رجل بقتیل مات یسقوطہا ای الحائط لا یضمنہ لان تفریغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول کی لاش سے مقتول کے وارثوں پر ہی نہ صاحب دیوار پر بخلاف الضاحی حیث یضمن دیہ القتیل الثانی ایضا لبقاء جنایتہ فیلزمہ تفریغ الطریق عن القتیل ایضا یؤید ہ انہ لو باع الحائط او انقض بسببہ او لو باع الجنایۃ لا زیلعی بخلاف برآمدہ کرنیکے کہ وہاں مالک اسکا مقتول ثانی کا بھی ضمان دیگا بسبب باقی رہنے اسکی جنایت اور تعدی کے تو اسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی لازم ہوگا موید اسکا مسئلہ یہ کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیع کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہوگیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ نہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الاشہاد قبل ان یبنی الحائط لانعدام التعدی ابتداء وانتہاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے جھکنے اور پھٹنے سے پہلے بسبب نہونی تعدی کے باعتبار ابتدا اور انتہا کے وتقبل فیہ شہادۃ رجل وامرأتین لانہ شہادۃ علی التقدم کما علی القتل اور اشہاد مین ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی مقبول ہی کیونکہ یہ تقدم پر گواہی ہی نہ قتل پر **فروع** مسائل لحقہ شارح کے حائط بعضہ صحیح وبعضہ واہ فاشہد علیہ فسقط کلہ وقتل انسانا ضمنہ لان لم یکن الحائط طویلا فیضمن ما اصاب الواہی فقط لانہ حینئذ کحائطین فلا اشہاد یصح فی الواہی کما فی الصحیح ایک دیوار ہی کہ کچھ درست ہی اور کچھ مائل ہی اور سست سو اسپر اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اسنے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اسکا دیگا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اضابت دیوار ضعیف کے ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت مین طول کے سبب سے ایک دیوار بمنزلہ دو دیوارون کے ہی تو اشہاد ضعیف دیوار مین صحیح ہوگا نہ درست دیوار مین حائطان احدہما مائل والآخر صحیح فاشہد علی المائل فسقط الصحیح فاتلف شیئا کان ہدرا خلیہ دو دیوارین ہین ایک مائل ہی اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اسنے کچھ تلف کر دیا تو وہ باطل اور رائگان ہی کچھ اسکا ضمان نہین کذا فی الخانیۃ مسجد مال حائطہ فلا اشہاد فلا ضمن بناء والدیۃ علی عاقلۃ من بناہ ایک مسجد ہی جسکی دیوار مائل ہی تو گواہ کرنا اسکے بنانے والے کے مددگارون پر حائطہ الوقف علی المسلمین علی عاقلۃ الواقف اور جو دیوار مساکین پر وقف ہی تو اسکے سقوط کی دیت واقف کے مددگارون پر ہی بخلاف اسکے جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر مساکین پر اشہاد ہوگا تو ضمان نہین کما فی الخانیۃ حائط العبد المتاجر علی عاقلۃ مولاہ ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اسکے مالک کے مددگارون پر ہی اگر رقبہ غلام مستغرق ہین ہوا استحسان کی دلیل سے قال ولی القتیل اذا جاء عفو عفوت عن القصاص لا یصح لانہ تملیک کل عاقلۃ مسئلۃ الاصل جاریۃ قتلت رجلا عمدا فاقر ولیہا ولی القتیل قبل ان یقضی لا یصح لانہا صارت مملوکۃ ولیہا بتعلق حق المقتول کے وارث نے کہا کہ جب کل آوگی تو میرے تصاص کو معاف کرتا ہون تو یہ عفو صحیح نہین اسواسطے کہ تملیک ہی یعنے گویا اسنے یون کہا کہ جب کل آوگی تو اپنی مرضی خون کو جسکی بہانے کا شارع نے مجکو اختیار دیا ہی تیری ملک مین کر دونگا اور جو الانکہ تملیک کی تعلیق صحیح نہین تملیک قصاص پر لہذا اصل کا یعنے مسبوط کا دلالت کرنا ہی اور وہ یہ ہی کہ ایک لونڈی نے ایک لونڈی کو عمدا قتل کیا مقتول کے وارث نے اسسے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو زنا کی پر حد زنا واقع ہوگی اسواسطے کہ وہ لونڈی زنا کی مملوک ہوگئی کذا فی ولوالجیہ اس قتل کا موجب اصلی قصاص ہی تو وارث مقتول کا جاریکے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوک سے وطی کرے اسپر حد نہین

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

یہ باب ہی جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنیکے احکام مین الاصل ان المرور فی طریق المسلمین مباح بشرط السلامۃ فیما یمکن الاحتراز عنہ

قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے اُس امر میں جس سے بچنا اور بار رہنا ممکن ہے ہر امر ممکن الاحتراز کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جاے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے لیونکہ وہ چلنے کی ضرورات سے نہیں لہذا اُنمیں سلامت مشروط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور اُسکے لگجانے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ شرط بھی نہیں ضمن الراکب فی طریق العامۃ ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدہا او رجلہا او رأسہا او کدمت بفیہا او ضربت بیدہا او رجلہا او صدمت ضامن ہے شارع عام میں سوار اُس چیز کا جسکو اُسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پانوں یا سر یا کاٹا اپنے مُنھ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حرکت المذکورات فی السیر فی ملکہ لم یضمن لہذا الا فی الوطی وھو راکبہا لانہ مباشرۃ بثقلہ شقلہ فیحرم المیراث تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین ملوک کے چلنے میں حادث اور پیدا ہوں تو جانور کا مالک ضمان نہ دیگا مگر کچلنے میں ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اُسپر سوار ہو اسواسطے کہ کچلنا متقول کی مباشرت ہے اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا ہر چند مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اُسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اُسکا چلنا سوار کی طرف منسوب اور مضاف ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زین پر جالس ہے تو سوار بکفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اسواسطے کہ مباشرت ملک اور غیر ملک میں برابر ہے کذا فی العینی ولو حرکت فی ملک غیرہ بإذنہ فھو لملکہ فلا یضمن کما اذا المیلکی صاحبہا معہا تعدی کرنے اور اگر غیر کے ملک میں اُسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہ ہوگا لیکن مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم ہوگا چنانچہ جانور کا مالک اُسکے ساتھ ہو لیجانے راہ میں اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی القنیۃ فی دلایکی باذنہ ضمن مالک مطلقا لتعدیہ اور اگر غیر کی ملک میں جانور کا دخال ہوا مالک کے اذن سے تو مالک پر ضمان لازم آویگا اُسکے تلف کرنے کا اُسکی تعدی کے سبب سے مطلقا خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہ خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زلیعی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں داخل ہوا اور جانور کا مالک مُنکے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور کے مالک نے اُسکو داخل کیا تو مصنف نور میں ضمان اُسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی لا یضمن الراکب ما تحت برجلہا او ذنبہا سائرۃ خطا فی الشارع ضمان ندیگا سوار چلتے ہوئے جانور کے پانوں یا دُم کے مارنے کا برخلاف شتافی کے ھمراہ اسواسطے کہ چلنے کی حالت میں اسسے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو کھڑا کریگا راہ میں اور ضرب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے اگرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر او عطیب لسان بہائم او بالت سائرۃ او واقفۃ لاھجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا یا کوئی آدمی تلف ہوگیا جانور کے لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں تو ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہوا یا ٹھہرا ہوا لید پیشاب کے واسطے اسلیے کہ جنے جانور لید پیشاب نہیں کرتے ہیں بدون کھڑے ہوئے فلو اوقفہا لغیرہ جنایۃ ثم تعدی بالقائہ بھر اگر اُسنے جانور کو لید پیشاب کے سوا اور کام کے واسطے ٹھہرایا اور اُسنے پیشاب کیا یعنے اور اُس سے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اُسکے ٹھہرانے کی تعدی کے سبب یعنے راہ اسواسطے موضع نہیں کہ جانور اسمیں امر آخر کے واسطے ٹھہرایا جاے تو ٹھہرانا تعدی ٹھہرا الا فی موضع اذن الامام بالتعریف فلا یضمن فی سوق الدواب وما بابا المسجد فی الطریق الا اذا اعد الامام لہا موضعا مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے کرنے میں ضمان نہیں جہاں سلطان نے جانور کھڑے کرنے کا حکم دیا ہو اور انجملہ مخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جبکہ سلطان نے جانوروں کے کھڑے کرنے کے واسطے کوئی مکان وہاں مقرر کر دیا ہو فان اصابت بیدہا او رجلہا حصاۃ او لواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا فتفقا عینا او افسدت ثوبا لم یضمن لعدم امکان الاحتراز عنہ ولو الحجر کبیرا ضمن لامکانہ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پانوں مارکے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اوچھالی یا جھوٹا پتھر یا غبار اڑایا یا سوا اُسنے آنکھ پھوڑ دی یا کپڑا پھاڑا تو سوار پر ضمان نہیں اسواسطے کہ اسسے احتراز ممکن نہیں اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احترازکے وضمن السائق والقائد ما ضمنہ الراکب وصحح قاضیخان انہ مطرد ومنعکس اور ضمان دیتا ہے جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اُس چیز کا جسکا سوار ضمان دیتا ہے اور درمختار میں تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد

ایک نسخہ میں مباشر بھی ہے اسم فاعل از اوراد فقط

اور منعکس ہم اطراد عبارت ہو اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہو نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہو کہ جہاں راکب پر ضمان آتا ہو وہاں کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر بھی ضمان آتا ہو اور جس موضع میں راکب پر ضمان نہیں وہاں آپر بھی ضمان نہیں اور اس قول صحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہو کہ سائق ضامن ہو جانور کے ہاتھ اور پانو کی روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہو نہ پانوں کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارۃ فالاولی کما مر اور سوار پر کفارہ واجب ہو جیسے مین چنانچہ گزر گیا مر طحطاوی نے کہا کہ اسیاب مین تو راکب کا کفارہ مذکور نہین ہو چکا لاجلیھما ای علی سائق وقائدہ ان دونون پر یعنے کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہین مر سائق اور قائدہ متسبب ہین اور راکب مباشر ہو اور کفارہ مباشرت کا حکم ہو نہ تسبب کا اور اسی طرح کھلنے سے راکب کے حق مین حرمان میراث اور دست معلق ہو نہ سابق اور تائد کے حق مین کذا فی الفتح ولکن سائق و راکب لم یضمن السائق علی الصحیح خلافا لما جزم بہ القہستانی وغیرہ کان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب کما مر اذا کان مباشرا لا یعمل بانفرادہ اتلافا کما ھنا اما فی سبب یعمل بانفرادہ فیشترکان کما فی مسئلۃ فتح الدابۃ بالباب کما سیاتی اور اگر ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا سوار ہو یعنے اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان آویگا بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا یہ بر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے صحیح کیا ہو اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم ہو متسبب کی اضافت سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اولویت مباشر کی متسبب سے اسوقت ہو جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے مین اکیلا عمل کرتا ہو چنانچہ بیان ہو یعنے کھینچنے مین کیونکہ اس سبب مین جو تلف کر ڈالے مین تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونون ضمان مین شریک ہونگے چنانچہ بیان اسکا جانور کے کوچنے کے مسئلہ مین آویگا اسکے راکب کے اذن سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مر راکب کہا دوسرے سے کہ لکڑی سے اسجانور کو کوچ اور وہ کوچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونون پر ضمان لازم آویگا اسلئے کہ فقط کوچنا اتلاف مین کفایت کرتا ہو ودھمن عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الاخران اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا او لا حتی لیسا بمعجمین وکذا عاملین کذا فعلی ذی جملین اور ضمان ہو عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونون نے باہم ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہون اس صورت سے کہ دونون چت گر پڑے ہون لیشرطیکہ دونون آزاد ہون عجمی ہون اور ٹکر لگانے کے قاصد نہون اور نہ دونون منھ کے بل پٹ گرے ہون مر وضمان یہ ہو کہ ہر واحد کی موت دوسرے کی طرف مضاف ہو لیکن ضمان علی الاطلاق نہین بلکہ بقابل طرفین پر محمول ہو اسواسطے کہ اختیار مین ہو کہ ایک مرتبے سفر کیا جانور پر پھر دوسرا سوار پیچھے سے آیا اور اسنے دکھائی سو پچھلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہین اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہو اور یہی حکم ہو دو کشتیون کے ٹکر کھانے کا کذا فی الطحطاوی وھو کالخطاین او وقعا علی الوجہ ابن کمال یعد رد ھما فی العمد الخطاء شبہ لا لیم وغیرھا اور اگر دونون سوار یا پیدل غلام ہون یا ٹکر کھا کر پٹ گرین منھ کے بل کذا صحح ابن کمال تو انکا خون رائیگان ہو عمد اور خطا مین کذا فی الشرنبلالیۃ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہما کما مر اور اگر دونون عجمی ہون یعنے عرب نہون تو دیت انکے مال مین ہو نہ عاقلہ پر چنانچہ جدید یا مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہین ولو کانا عاقلۃ احدھما فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونون ایک عمد ٹکر کھائی ہوا ور مر گئے ہون تو ہر شخص پر نصف دیت ہو ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت قصر ہوگی اور نصف باطل کیا یعنی ہر کسی کے نصف عمد مین ہر واحد کی عاقلہ پر واجب ہو اور خطا مین پوری دیت ہو کذا فی الدرر ولو وقع احدھما علی جمد ھلک احدھما فقط اور اگر ایک شخص منھ کے بل پٹ گرا تو فقط اسکا خون رائیگان ہو یعنے اسکا خون رائیگان نہین جو چت گرا ولو احدھما حرا والآخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء نفسہا وفی العمد اور اگر دونون مین سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہو خطا مین اور نصف قیمت ہو عمد مین ہم یہ مسئلہ نہ مر بہ ہو اور حدیث ماتوہ مخالف ہو کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو ضرب رجلا جلادا فقطع الحبل فسقط ومات علی القفا او علی وجہہ لا یضمن الجلاد بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مرد دوڑے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونون گر پڑے اور مر گئے چت گر کے تو انکا خون باطل اور رائیگان ہو اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر لو بقوۃ صاحبہ بھر گر دونون

گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدھما علی القفا ثم الآخر علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ وعکسہ من وقع علی القفاء بموتہ بقوۃ نفسہ پھر اگر دونوں متعاکس گرے یعنی ایک شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر بسبب مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگاں ہوا اسکا خون چت گرا بسبب اسکے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بینھما فوقع کل منھما علی القفاء فماتا فدیتھما علی عاقلۃ القاطع اھ اگر ایک انسان نے وہ رسی کاٹ دی جسکو دو شخص تانے تھے سو دونوں شخص چت گر پڑے اور دونوں مرگئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہوگی کیونکہ قاطع قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب ٹھہرا وعلی سائق دابۃ دفع ادابتھا ای لمتھا کسرج ونحوہ علی رجل فماتت وقائد قطارا بکسر فقطار کابل وعلی الفیل بعد الدابۃ اور اس جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان چارپائے زین اور مانند اسکے کوئی اور چیز گر پڑی ماکید و برسوہ مرگیا دیت واجب ہوا اور اونٹ کی پشت قطار کے ہانکنے والے پر جسمیں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہوگی شارح نے کہا قطار یکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وانکان معھم سائق صفتہ کما ستوا تھا فی لکن ضمان المضمن علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ھذا لو السائق من جانب من الابل فلو توسطھا واخذ بزمام واحد بصفۃ ما خلف وضمنا قدامہ ودراکب وسطھا لیضمن فقط مالم یاخذ بزمام ما خلفہ اور اگر اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا اگلے کھینچے والا ہوگا اور کوئی کچل کر مرجائیگا تو دونوں پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کے سبب انگیزی میں فائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہوگا اور مال کا ضمان خود انکے مال میں ہوگا یہ اس صورت میں ہوگا کہ قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ میں ہو اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنے اسواسطے کہ جتنا سے زیادہ متقطع ہوئی تو فائد مقدم خلف سائق کا قائد نہ ہوا اور سائق اور قائد ضمان دینگے اپنے اگلے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہو وہ فقط اسی اونٹ کا ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل نہ پکڑی ہو ہم نے یہ مراد لیا ہے درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکنا نہ ہو تو اونٹوں کی جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ انکا ہانکنے والا نہیں ہوا اور اسی طرح پچھلا اونٹوں کا ضمان اسپر نہیں کیونکہ وہ انکا کھینچنے والا نہیں لیکن اگر پچھلا اونٹوں کی نکیل پکڑے ہوگا تو ضمان اسپر لازم ہوگا ہاں جس اونٹ پر وہ سوار ہے اسکی جنایت کا ضمان اسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا اونٹ جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا ضمان خاص سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے انتہا طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی فان قتل بعیر ربط علی قطار سائق ولا علی قائد ولا علی مقود ولو قتل شخص عاقلۃ القائد لانہ جنی بما علی عاقلۃ المربط لانہ لاضمان بکاتو ہم صدر الشریعۃ پھر اگر اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا گیا تھا چلتی قطار پر اسکے کھینچنے والے کے بدون علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو پھیریگی اسلیے کہ باندھنے والے نے بھی دیتے نقصان نہیں جیسا کہ صدر الشریعۃ نے وہم کیا ہے وہم صدر الشریعۃ نے کما لا یخفی یوں ہے کہ باندھنے والے کے مال میں دیت لازم ہو اسواسطے کہ اسنے انکو نقصان مال میں ڈالا عاقد قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اسکو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ باندھنے سے روکتا پھر جب سے حفاظت ترک کی تو متعدی ٹھہرا تقصیر سے اور یہ سبب ہوا اور یہیں عاقلہ پر دیت آئی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابطہ نے انکو اس بلا میں ڈالا فلو ربط والعقار واقف عمنھا عاقلہ والفائد بلا ربط وجوخ علفوۃ بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور بلا اذن کہ قطار کھڑی ہو تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کے اپنے عاقلہ پر ابطہ سے دیت کا تقاضا کرنا اور اپنا انکو جائز نہ ہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابطہ کے برخلاف چلتی قطار کے کہ اسمیں اذن کھینچنے کا دلالتاً حال سے ثابت ہے ومن ارسل بھیمۃ او کلبا ملتقی دکان خلفھا سائقا فاصابت فی فورھا ضمن لانہ الحامل لھا وان لم یعنف خلفھا فما دامت فی فورھا فسائق حکما وان تراخی فقط السوق فالمراد بالسوق ھنا الخلف خلفھا والمراد بالبھیمۃ الکلب ایضا اور جسنے جانور یا کتا چھوڑا کذا فی الملتقی اور چھوڑنے والا اسکے پیچھے ہانکنے والا ہی سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا اسلئے کہ وہی جانور کا حامل اور باعث ہوا اور اگر جانور کے پیچھے دوڑتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنے فور میں ہے اپنے چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہی حکماً اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہوگیا

قوا ہکنے سے یہاں مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی ص دار المنتقی میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضامن ہے ہر حال میں خیانت ہانکا ہوا نہ ہانکا ہوا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مستملی نے ابو یوسف کا قول لیا ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا سو کھیتی کھیت میں گیا اور اسکو فاسد کیا اگر اسے چھوڑا اسکو اور ہانک دیا کھیت کی طرف اسطرح پر کہ وہ اسکے پیچھے تھا تو اسپر ضمان ہے اور اگر وہ اسکے پیچھے نہیں تھا لیکن گدھا قافلہ کو کھیت میں جاپڑا اور داہنے بائیں نہیں جبکہ جسطرف اسنے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیتی کو اسنے خراب کیا تو بھی ضمان لازم ہوگا اور اگر وہ داہنے بائیں گیا پھر کھیت میں جاپڑا تو اگر وہاں کئی راہیں ہونگی تو وہ ضامن نہیں اور ایک ہی راہ ہے تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اسے چھوڑا سو وہ سامنے سے ٹھہر گیا پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہے انتہاس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہوگئی اور چونکہ حکم کتے پر خاص نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہے حذف کرنا مناسب تھا کذا فی الطحطاوی مختصراً وان ارسل طیرا ساقرا کلا او دابۃ او کلبا او لم یکن سابقا لم او انفلتت الدابۃ بنفسہا فاصابت مالا او اتلفت میاہا فلا ضمان علیہ لانہ لا صنع لہ فی الکل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام العجماء جبار او الجبار الہدر (اور اگر پرند چھوڑا خواہ اسکو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا جانور چھوڑا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اسکو نہیں ہانکا یا جانور نے خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو اسنے تلف کیا رات میں یا دن میں تو ضمان نہیں سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنے جانور گریختہ کا فعل رائگاں ہے اسپر ضمان نہیں ہم ابو داؤد اور ابن ماجہ میں یہ حدیث یوں مروی ہے کہ العجماء جرحہا جبار یعنے جانور کا زخمی کرنا رائگاں ہے اسپر ضمان نہیں امام محمدؒ نے کہا کہ جانور سے مراد گریختہ جانور ہے تو اسکا فعل باطل ہے نہ وہ جانور چھوڑا گیا اسواسطے کہ افساد مرسلہ کا فوار سال میں رائگاں نہیں اور امام شافعیؒ اور مالکؒ اور احمدؒ اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں ضمان ہے کذا فی العینی کما لو جعلت الدابۃ تہ ای بالراکب لو سکران ولم یقدر الراکب علی ردہا فانہ لا یضمن کالمنفلتۃ لانہ حینئذ لیس بمسیر لہا فلا یضاف مسیرہا الیہ حتی لو اتلف انسانا او مالا تعمیا یکون ہدرا لانہ لا صنع لہ فی الاتلاف اصلا وان کان ہو الذی ساقہا الی ذلک المکان بخلاف ما لو ضربہا فاتلفت شیئا حیث یضمن لانہ ہو الذی اتلف بالضرب (پھر نے پر ضمان لازم ہوگا خود بخود چھوڑے جانور کے ماننداسواسطے کہ اسوقت میں سوار اسکا چلانے والا نہیں ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کی حالت میں سوار کی طرف منسوب نہ ہوگا تو اگر اس حالت میں جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اسکا خون باطل ہے اسکا کچھ ضمان نہیں کذا فی العنایۃ وہی ضربہ ابۃ علی یدا راکب وبجہا یعود بلا اذن الراکب فنفحت او ضربت بیدہا شخصا آخر غیر الطاعن او نفرت فرمتہ و قتلتہ ضمن ہو ای الناخس الراکب اور جسنے اس جانور کو مارا جسکے کوئی سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کونچا بدون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کونچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور نے کسی کا سوائے اسکو کچلا اور قتل کیا تو کونچنے والا ضمان دیگا نہ سوار ہم راکب کے مانند سائق اور قائد ہے عدم ضمان میں کونچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیچھ پر ہاتھ رکھے اور جانور کسیکو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والے پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاقتسانی والمنیۃ وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان موقفا دابۃ علی الطریق لتعدیہ فی الکل یقال ایضا اور ابو یوسف نے کہا کہ کونچنے والا اور سوار دونوں نصف نصف دیت کا ضامن ہیں چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا ہو تو دونوں پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی تعدی ثابت ہوئی راہ میں کھڑا کرنے سے جیسے کونچنے والے کی تعدی ہوئی وکان یاذنہ ووطئا حالا فی فی رہا فان عملہا او جیسے اگر کونچنا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسیکو کچلے کونچنے کے ساتھی پر اتنا توقف تو متحمل کا خون دونوں شخصوں پر ہم دونوں پر خون کی سرقت ہوگا جبکہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط طاعن پر ہوگا کذا راکب پر کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ ولو نفحت الناخس فمہدر اور اگر کونچنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اسکا خون رائگاں ہے ولو لقت الراکب فقتلتہ فدیتہ علی عاقلۃ الناخس ثم الناخس انما یضمن لہا لو وطئ فورا التفاتی کما فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر التعدی بزوالہ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سوا سکو قتل کیا تو اسکا خون کونچنے والے کے عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کونچنے والے پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کونچنے کے فی الفور ہو اور نہیں تو سوار پر ضمان لازم ہوگا کونچنے کے انقطاع اثر کے سبب کذا فی الدرر والبزازیہ وضمن بنفخ عین جلجہ او شاۃ لحمہا او غیرہا ما نقصہ کما

اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے میں بقدر اسکے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کے واسطے ہم یعنے قصاب کی بکری سے گوشت مقصود ہوتا ہی تو بقدر نقصان گوشت کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ تندرست بکری کی قیمت کیجاوے اور آنکھ پھوٹے کی قیمت مقرر کیجاوے تو جسقدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہی کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحطاوی ۲ وفی عینہا یخیر یعنی ان شاء ترکہا علی الفداء وضمن قیمتہا او امسکہا وضمن النقصان یعنے اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اسکے مالک کو اختیار ہی چاہے پھوڑے ہوئے کو چھوڑ دیوے یعنے اسکو دے اور اسکی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی ۲ وفی عین بعیر جزء وجزء فی ابلہ فاشبہ الاضافۃ لعدم اعتبار الاعداد الحکم الاتی ابن کمال حمار وبغل وفرس بعیر التتمۃ اور اونٹ حلال کرنے والے کی گائے بیل اور اسکے اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضمان ہی شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہی کہ گوشت لینے کا اعتبار نہیں ہی وجوب ربع قیمت کے حکم میں کذا ذکرہ ابن کمال ہم شتر کش کی گائے بیل اور اونٹ میں اسواسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا تا کوئی یہ وہم نکرے کہ وہ دونوں گوشت کے واسطے مقصود ہیں تو اسکا حکم بکری کے مانند ہی بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے انمیں چوتھائی قیمت ہی جسطرح غیر ماکول اللحم جنانچہ خچر اور گدھے میں چوتھائی قیمت ہی کذا فی المنح عن شروح الہدایۃ کافی اقامۃ الصلوۃ ایکون باربع عینہا او عینا واحدۃ منہا فصاعدا کما ذات اعین اربعۃ وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ والفرق ما قدمناہ اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اسواسطے واجب ہوئی کہ اسنے کام لینا تو چار آنکھوں سے ہوتا ہی دو آنکھیں جانور کی اور دو آنکھیں کام لینے والے کی یعنے مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانوروں کی چار آنکھیں ہوگئیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انکا حکم بکری کے مانند یعنے بقدر نقصان ضمان لازم ہی اور فرق بکری اور ان جانوروں میں وہ ہی جسکو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنے بکری تو گوشت کے واسطے ہی اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہیں تو حکم میں کیونکر برابر ہوسکے لکم برد علیہ انہ لو فقاء عینی حمار مثلا ان یضمن نصف قیمتہ ولیس کذلک کما مر فالاولی التمسک بما روی علیہ الصلوۃ والسلام فطفئ فی عینی البہیمۃ لیکن چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ اگر مثلا گدھے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑے تو نصف قیمت کا ضمان ہے اور حالانکہ ایسا حکم نہیں جنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہوچکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک مختار ہوجاتا ہی چاہے قیمت لے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے سو اسکا کرنا اس حدیث سے بہتر ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے مروی ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ میں اسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہی کذا فی العینی شرح الہدایۃ والتقیید بالعین کالمۃ لو قطع اذنہا او ذنبہا یضمن نقصانہا وکذا السن للثور والحمار وقیل جمیع القیمۃ کما لو قطع احد ثدیی بقرۃ انہا تضمن قیمتہا وعلیہ الفتوی ای لو غیر ماکول لان ماکولا لا یحتمل کمال القیمۃ بالعینین کلیہما والعیوان ارسلہ یضمنہ شیئا عند ابی حنیفۃ وعلیہ الفتوی وعرجہا کقطعہا اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹے گا تو اسکے نقصان کا ضمان دیگا اور اسی طرح بیل اور گدھے کی زبان کاٹنے میں ضمان ہی نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہی کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا جنانچہ اگر ایک پانوں کاٹے گا جانور کا تو اسکی پوری قیمت کا ضمان دیگا اور اسی قول پر فتوی ہی یعنے اگر جانور ماکول اللحم ہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہی چاہے انکی تفصیل دونوں آنکھوں کے پھوڑ ڈالنے میں مذکور ہوچکی لیکن عیون میں یوں مذکور ہی کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پانوں کاٹے جانور کو اپنے پاس کھڑے گا تو کاٹنے والا اسکا کچھ ضمان نہ دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی اور جانور کا لنگڑا ہوجانا پانوں کٹجانے کے مانند ہی یعنے ماکول اور غیر ماکول کے لنگڑا کردینے میں کل قیمت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فرع ۲ مسائل ملحقہ شارح کے نقل المصنف عن الذخیرۃ کلیا کل عین الکرم فاشتہد علیہ فیہ فلم یحفظ حتی اکل العنب

لم یضمن والتاء یضمن فیہا اذا فہد علیہ فیما یخاف تلفہ بنو آدم کالحائط المائل ونحو العقور رفیقہ ملخصا انتہی قال المصنف رح
حمل التلف فی قول الاتریلو وا تلف الکلب فعلی صاحبہ الضمان ان کان یقدم الیہ قیل الاتلاف والا فلا کالحائط المائل علی الآدمی انتہی فیصیر الحاصل
مصنف نے شرح مین درر سے یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہو کہ انگور کے درختون سے انگور کھا جاتا ہی سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگون کو گواہ کیا انکے گواہی مین سے
کتے کے مالک نے کتے کی حفاظت کی بیان تک کہ وہ گواہ کے بعد بھی انگور کھا گیا تو اسپر ضمان لازم نہوگا ضمان تو اسی صورت خاص مین لازم ہوتا ہی جبکہ اشتہاد ہوا ہو
اس امر مین جسمین بنی آدم کے تلف ہوجانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور بیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے مین تو مالک ضمان دیگا جبکہ اسکی محافظت نکریگا
انتہی قول الدرر مصنف نے کہا اور ممکن ہی حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زیلعی کے اس قول مین اور اگر کتا تلف کرے تو اسکے مالک پر ضمان ہی اگر اگے اسپر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے
سے پہلے اور نہین تو ضمان نہین ہی دیوار مائل کے مانند تو اس حمل کرنے سے درر اور زیلعی دونون قولون مین اتفاق حاصل ہوگا ختم اور بقول زیلعی کا آدمی پر محمول ہو تو اب
اختلاف باقی نرہا دونون قولون مین بحر نے کہا قولہ علی الآدمی متعلق ہی قول حمل المتلف سے قلت وقد وقع الاستغناء عما لم نخل بضعۃ فی بستانہ فتحرم فاکل
عنب الناس وقد اعلمہم ہل یضمن رب النخل ما اتلفہ النخل من الحیوانات ونحوہا لم ار ہذا بخصوصہ ولا یخفی ان مکان الحرام لا یجوز ان یتخذ مبیتا مطلقا
شرنبلالیہ واعلم ان مسئلۃ الکلب بل اولی وکذا ذکرہ المصنف فی معینہ الکن ذکر فی الولوالجیۃ وقد افتی بالضمان فی مسئلۃ النخل فرجعہ عند الفقیہ کما ہان
اور الیتہ واقع ہوا تھا استفتا اُس شخص کے حال سے جسکے تصرف مین شہد کی مکھیان ہین وہ انگو اپنے باغ مین رکھتا ہی سو مکھیان وہان سے نکلتی ہین اور آدمیون کے انگور اور
انکے میوے کھا جاتی ہین کیا مکھیون کے مالک پر مکھیون کے انگور وغیرہ تلف کرنے کا ضمان لازم ہوگا یا نہین اور انکے پاس سے دوسری مکان کی طرف مکھیون کے اُٹھا لیجانے کا حکم
ہوگا یا نہین جواب استفتا یہ ہی کہ مکھیون کے مالک پر مطلقاً کچھ ضمان نہوگا خولہ لوگون نے اسپر اشہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ جواب ماخوذ ہی کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب اسکے
کلب کے جواب سے اولی ہی یعنے اسواسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہی اور مکھیون کی خوراک اسطرح ممکن نہین اور اسی طرح کا جواب مصنف نے معین المفتی مین ذکر کیا ہی لیکن
مین نے مصنف کے فتاوے مین دیکھا ہی کہ اُسنے مکھیون کے مسئلے مین وجوب ضمان کا فتوی دیا ہی تو اسکی طرف مراجعت کیجو فتوے دینے کے وقت ہم ظاہر اسمسئلہ کلب معتبر ہی جو درر
مین مذکور ہی وجود نص کے سبب سے کذا فی الطحطاوی واما الخروج بلا اذن من مالکہ فلا یؤثم بل لذلک علی ما ہو ظاہر المذہب والصحیح جواب المشائخ فینبغی ان یؤثم تجلی
اذا کان الضرر بینا علی ما علیہ الفتوی اور مکھیون کا اُٹھانا اسکے مالک سے سو مالک کو تو اسکا حکم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہی کہ
لائق یون ہی کہ اسکے اُٹھانے کا حکم کیا جاے جبکہ لوگون کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی بہ کے وفی النصیریۃ تحاربا یاکل حظہ انسان فلم یمنعہ حتی اکلہ
الصحیح ضمانہ اور ضیریہ مین ہی کہ گدھا کسی آدمی کے گیہون کھاتا ہی سو دیکھنے والے نے اسکو نہ روکا یہان تک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہی کہ اسپر ضمان ہی
ادخل غنما او ثورا او فرسا او حمارا فی زرع او کرم لنسا نقا ضمن ما اتلف ولا لا وقیل یضمن فی البلدۃ کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل
یا گھوڑا یا گدھا داخل کر دیا کھیت یا انگورستان مین اگر اسنے داخل کیا ہی مالک کے تو جو اسنے تلف کر دیا اسکا ضمان دیگا اور اگر مالکا نہین ہی تو ضمان
نہین اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہر صورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان برازیہ مین ہی فائدہ اپنے باغ یا کھیت مین ایک مرد کا جانور پایا اور اسنے
کچھ خراب کر دیا سو اسکو باندھ رکھا باغ یا کھیت کے مالک نے سو وہ مر گیا سو اسپر سابلوز کی قیمت کا دینا لازم ہوگا چنانچہ محیط مین ہی ایک شخص نے جانور
کسیکے گھر مین کر دیا بدون اذن اسکے اذن کے سو صاحب خانہ نے اسکو نکال دیا اور وہ تلف ہو گیا سو اسپر تاوان نہین اور اگر کسیکے گھر مین رکھ دیا
بدون اذن کے اور صاحب خانہ نے اسکو پھینک دیا اور وہ تلف ہو گیا مالک کی غیبت مین تو قیمت ثوب کا اسپر ضمان لازم ہوگا چنانچہ ذخیرے
مین ہی جسنے پنجرے کی کھڑکی کھول دی سو چڑیا اُڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا سو جانور نکل گیا اور گم ہو گیا تو کھولنے والے پر ضمان نہین اور
محمد کے نزدیک ضمان ہی چنانچہ کافی مین ہی الکل من العالمگیریۃ

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہے مملوک یعنے لونڈی غلام کی جنایت مین اور مملوک پر جنایت کرنیکے احکام مین اعلم ان جنایات المملوک لا یوجب القود فیھا لعدم المساواۃ المعلوم کر مملوک کی جنایات موجب قصاص نہین ہوتی مگر ایک بارہ دے ڈالنے کی اگر مملوک دینے کا محل ہو مم یعنے اگر ایک غلام کے جنایات کثیرہ ہون اشخاص متعددہ مین تو سب مقتولون کے وارثون کو وہ غلام دیا جائیگا دفعۃ واحدۃ تو سب کے وارث بقدر جنایات کے اسمین اپنا اپنا حصہ کر لینگے یا تو علیحدہ غلام دینے کا محل ہو یعنے جیکے واسطے حریت کے اسباب منعقد نہو گئے ہون چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت کنانی الخلاصۃ والاتفاقیۃ واحترازا اگر مملوک محل دفع نہ ہو یعنے حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہو گیا تو ایکقیمت مولے کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصون کے اسکو بانٹ لینگے ولو فدی القن حتی فی الکل اول ثم دثم اور اگر دونون غلام کا فدیہ دیا یعنے ایکنے قتل کر دیئے مرے مال دیا پھر اسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلاً کسیکو قتل کیا تو وہ اول بار کے مانند ہی بھر تیسری جنایت بھر چوتھی جنایت مین الی غیر النہایۃ اسی طرح کا حکم ہم یعنے جب یہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھر جنایت کریگا تو مولی اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے مین مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہو گیا فدیہ دینے سے تو گو یا اسنے جنایت ہی نہین کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتداے جنایت ہے بخلاف المدبر واختیہ فانہ لا یحل الا قیمۃ واحدۃ استحسانا بر خلاف مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے کہ انکی جنایات مین سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہین اور اس مجمل کی تفصیل آگے واضح ہو گی حتی عبد خطأ التقید بالخطأ هنا فی النفس لا یلاقیہ یقتص والمال فی مالہ دینا فلا یقبل استواء خطائہ وعمدہ دینا ثم اتیان الخطأ بالبینۃ واقرارہ کلاہ وعلم القاضی کاقرارہ اصلا یرد لکم قلت لکن قولہ وعلم القاضی علی غیر للفقیہ فانہ لا یعمل بعلم القاضی فی زماننا شرنبلالیہ معللا بما شیاہ تقدم ذکرہ کلا ان شاء یفملکہ ویبیعہ وان شاء فداہ بارشہا حا گا مملوک نے ازراہ خطا جنایت کی یعنے کسیکو قتل کیا تو اسکا مالک اگر چاہے بدلہ جنایت قتل مملوک کو دے تو جنایت کا ولی یعنے مقتول کا وارث مالک ہو جاویگا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دے اسکی دیت کا شارح نے کہا خطأ کی قید بیان لگانا فقط جنایت النفس مین مفید ہے اسواسطے کہ مولے کے قتل عمد مین قصاص لیا جاتا ہے اور جانکے سوا اطراف کی جنایت مین تو خطأ کی تقیید مفید نہین ہے اسلیے کہ مال دونون نفس مین مولے کی خطأ اور عمد برابر ہین بھر خطأ تو ثابت نہین ہوتی مگر گواہون سے اور اسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانستے نہ مولے کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع مین کہتا ہون لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہ قول مفتی بہ نہین ہے اسلیے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانہ مین عمل جایز نہین چنانچہ شرنبلالیہ مین منقول ہے اشیاہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہو چکا ہے ہم فی الحال دینا دفع اور فدیہ دونون سے متعلق ہے دفع مین تو وجہ یہ ہے کہ اعیان مین تاجیل جایز نہین اور فدیگی وجہ یہ ہے کہ وہ بدلا ہی مین یعنے مملوک کا تو اعیان کے مانند ہوا عدم تاجیل مین لکن الواجب لا یصلح الا فی الصحیح ولذا استظہر الواجب ھو تبخلاف موت الرقیق کما ذکرہ للصنف وغیرہ لیکن جنایت مملوک مین واجب اصلی دفع ہو نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط ہو جاتا ہے مملوک کے مرجانے سے بر خلاف آزاد قاتل کی موت کے کہ وہان واجب ساقط نہین ہوتا چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے ہم عبد قاتل کی موت سے واجب اسواسطے ساقط ہو جاتا ہے کہ محل باقی نہ رہا اگر آزاد قاتل مر گیا یعنے قتل خطا مین تو واجب ساقط نہ ہوگا اسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لکن فی الشرنبلالیہ عن السراج والجوھرۃ عن البزدوی ان الصحیح ھو القول بانہ لم یقدر علیہ احتیاطا حتی وجد لا یبراء بہلاک العبد لیکن شرنبلالیہ مین سراج سے اور جوہرہ مین بزدوی سے یون ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ واجب اصلی جنایت مملوک مین فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو اسکے ادا کرنے پر تو جب یا وہ اسکو ادا کرے اور مولے پر بری الذمہ نہو گا غلام قاتل کے مرجانے سے وعللہ الزیلعی وغیرہ بانہ اختار اصل حقہم فبطل حقہم فی العبد عند ابی حنیفۃ رح انتہی وفادہ ان الاصل عندہ الفداء لا الدفع اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یون بیان کی ہے کہ مولے نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثون کا حق باطل ہو گیا غلام مین ابو حنیفہ کے نزدیک انتہی مافی الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع وافاد شارح المجمع تعلیل الامام ان الواجب احدھما واتۃ متی اختار احدھما تعین اور شارح مجمع یعنے ابن ملک نے امام کی تعلیل مین بیان کیا ہے کہ جنایۃ عبد مین

دفع اور فدیہ مین سے ایک چیز واجب ہو اور جسکا مولے نے دفع یا فدیہ کو کوئی اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہو لکن قدم ان الدفع ھو الاصل وانما التخییر فی لفظ الکتاب کما علیہ لیکن شارح منح نے پہلے اسکو بیان کیا ہو کہ واجب اصلی دفع ہو اور یہ بیان کیا ہو کہ کتاب کی عبارت مین واجب اصلی پر دلالت نہین ہو صحیح مین کہ امام محمد نے اصل یعنے مبسوط مین کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اسکے مولے کو اختیار ہو چاہے غلام دے چاہے فدیہ ہمارا یہی مذہب ہو مگر یہ کہ موجب اصلی دفع ہو انتہے تو اس نص سے خلاف مرتفع ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنیکے بعد غلام کی موت سے اسواسطے فدیہ باطل نہو گیا کہ تعین کا اختیار مولے کو ہی سو اُسنے فدیہ ہی کو اختیار کیا تو یہ عارضی امر کے سبب ہو یعنے اختیار کر لینے سے اور زیلعی کا کلام تعلیل مین مضطرب ہو واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحطاوی فان فداہ بشیء بعد ما کان دفعہ اسو اگر مولے نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اسکے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کے مانند ہو حکم وہی یعنے مولے دفع اور فدیہ مین یہان بھی مختار ہو فان جنی جنایتین دفعہ بجمیع الی ویبھما او فداہ بارشھما پھر اگر غلام نے دو جنایتین کین تو ان جنایتون مین مولے غلام کو اُنکے وارثون کو دے یا دونون کی دیت کا فدیہ دے وان وھبہ المولی او باعہ او اعتقہ او دبرہ او استولدھا غیر عالم بما بالجنایۃ سقن الکل من قیمتہ والکل من الارش ان علم بھا وزعم الارش فقط اجماعا اور اگر مولے نے غلام کسیکو ہبہ کر دیا یا اسکو بیع ٹالا یا آزاد کیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا جنایت کی ناواقفی مین تو مولے ضمان دے قیمت اور دیت مین سے کمتر چیز کا یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت کو دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اور اگر جنایت کو جانکر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے بالاتفاق بکمیۃ فالما بھا مثلہ غلام کی بیع سے دیت واجب ہوتی ہو جنایت جانکر ھم طحطاوی نے کہا یہ سہو کاتب ہو گیا کیونکہ وان علم سبا غرم الارش مین داخل ہو کتعلیق عتقہ بقتل زید او رمیہ او شجہ فعل العبد ذلک کما یصیر قابلا بقولہ لہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہو تعلیق عتق غلام مین قتل زید کے ساتھ یا اُسکے تیر مارنے یا اُسکے سر کچوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج قابل ہو جاتا ہو اس تعلیق سے کہ اگر مین بیمار ہون تو تو مطلقہ ہو تین بار یعنے تو عورت وارث ہو گی زوج کی ھم اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہی سو اُسنے زید کو قتل کیا یا مولے نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے تو تو آزاد ہی سو اُسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اُسکے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہی سو اُسنے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہو گا اسلیے کہ اُسنے فدیہ اختیار کیا کیونکہ اُسکو آزاد کیا موجب جنایت کی تقدیر پر کذا فی الدرر وان قطع عبد یا حر عمدا او دفع الیہ فاعتقہ فمات من السرایۃ فالعبد صلح بھا فی الجنایۃ لا عتقہ دلیل تصحیح المصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اُسکو دیا گیا سو اُسنے آزاد کر دیا پھر آزاد مر گیا زخم کی سرایت سے تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اسواسطے کہ اُسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہو ھم اسواسطے کہ اعتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہو اور اس صلح کی صحت نہین یہ دلن اسکے کہ جنایت سے اور جو اُس سے حادث ہو صلح قرار قرار دیجائے پھر جب اُسنے آزاد کر دیا تو صلح درمین اعتاق صحیح ہو گئی ابتدا سے وان لم یعتقہ قدرہ علی سیدہ فقتلہ او یعفو لبطلان الصلح اور اگر مقطوعہ الید نے غلام مذکور کو آزاد نکیا او حالانکہ قطع کے قدرہ سے وہ گیا تو غلام اُسکے مالک کو پھیر دیا جاویگا سو وہ قتل ہو گا قصاص مین یا معاف کر دیا جائے سبب باطل ہونیکے صلح کے فان جنی ماذون لہ مدیون خطأ فاعتقہ سیدہ بلا علم بھا غرم الاقل من قیمتہ ومن دیتہ وھم لو لیھا الاقل منہا ای لقیمۃ من الارش اور اگر غلام ماذون مدیون نے ازراہ خطا جنایت کی سو اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا نادانستگی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دیت سے کمتر کا یعنے اگر قیمت غلام کی دیت سے کم ہی تو قیمت کا ضمان اور اگر دین کم ہی تو دین کا تاوان دے اور جنایت کے وارث کو مولا ان کو قیمت اور دیت سے کمتر کا یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے ولو اتلفہ ای العبد الجانی الجنی علیہ او اصلہ لمولاہ کالخل اور غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اُسپر ایک قیمت واجب ہی غلام کے مالک کے واسطے نہ سوائے اسکے ھم یعنے صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہو گا اسواسطے کہ حق فریقین کا متعلق ہی رقبہ سے پھر جب مولے قیمت پا دیگا تو اُسکو جبار دیگا

اسواسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور صاحبین کے مقدم ہے مالکیت مین وارث مقتول پر کذا فی الزیلعی فان ولدت ماذونہ مدیونۃ بیعت مع ولدھا فی الدین لانہ
لا یمکن ان تباع وحدھا فی الدین فلو ولدت ثم لحقھا الدین لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف کسبھا پھر اگر ماذون مدیون لونڈی جنی تو
اپنے بچے کے ساتھ بیچی جاویگی دین مین بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین کے لاحق ہونے کے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اسکو لاحق ہوا تو دین والون کا حق لونڈی کے بچے
سے متعلق نہوگا برخلاف اسکی کمائیون کے بعضے کمائی مین اُنکا حق متعلق ہے نہ اسکے ولد مین ہم یہ مسئلہ اسباب مین مقصود بالذکر نہین ہے کیونکہ اسمین جنایت مذکور
نہین بلکہ بالتبع تذکرہ ہوا ہے تاکہ اسمین اور مسئلہ آیندہ مین فرق ظاہر ہوجاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد لھا لاولی الجنایۃ تعلقھا بذمۃ المولی
لانہ متھا بجلا الدین پھر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ بچی تو لوگا جنایت کے وارث کو نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولے کے ذمہ پر ہے
نہ لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر بخلاف ذمہ رجل ان سیلاخرہ فقتل العبد المعتق فلیای ولی الزاعم عتقہ
خطأ فلا شئ ولھم علیہ کانہ بزعمہ عتقہ اقرانہ لا یستحق العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی المقابلۃ الا بحجۃ ایک مرد کا ایسا غلام
ہے جسکو دوسرا مرد کہتا ہے کہ اسکے مالک نے اسکو آزاد کردیا ہے سو اسنے غلام آزاد کرنے والے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اسنے غلام پر کچھ لازم
نہین ہوا زعم کے واسطے اسلیئے کہ اسکی آزادی کے کہنے سے اسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ غلام کا مستحق نہین ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے الا اسکی تصدیق نہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی
سے ہم عاقلہ سے یہان مراد غلام کا مولے ہے فان قال معتق دعتہ معرف لرجل قتلت اخاک یخاطب مولاہ الذی اعتقد خطأ قبل عتقی فقال لا خر الذی
ھو مولاہ بل بعد صدقا اول کا نہ منکر للضمان پھر اگر اس معتق نے جسکا مملوک ہونا ایک مرد کا مشہور ہے یہ کہا اپنے اس مولے سے جسنے
اسکو آزاد کیا ہے کہ میرے تیرے بھائی کو از راہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے پہلے سو مولے نے جو مقتول کا بھائی ہے کہا یون نہین ہے بلکہ تو نے آزاد ہونے کے بعد قتل کیا ہے
تو اول شخص یعنے غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ لزوم ضمان کا منکر ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح مصنف اور حموی کا تابع ہوا اس عمل کی تصویر
مین حالانکہ یہ صحیح نہین ہے بلکہ تصویر غیر مولے صحیح ہے چنانچہ اور کتابون مین مصرح ہے فان قال لھا قطعت یدک وانت امتی وقالت ھی بل قطعتہ
بعد العتق فالقول لھا لانہ اقر بسبب الضمان ثم ادعی ما یبرئہ فلا یکون القبول اور اگر مولے نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میرے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جبکہ تو میری لونڈی
تھی اور اسنے کہا نہین بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا آزاد کرنے کے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولے نے ضمان کے سبب یعنے قطع کا اقرار کیا پھر اس چیز کا دعوے
کیا جو ضمان سے بری الذمہ اسکو کردے تو اسکا قول قبول نہوگا ولکن القول لھا فی کل ما اخذہ المولی منھا من المال لما ذکرنا سابقا اور اسی طرح لونڈی کا قول معتبر
ہر ایک اس چیز مین جو مولے نے لونڈی سے مال لیا اس دلیل سے جسکو ہم نے ذکر کیا بطریق استحسان کے کذا بالجامع والغلۃ فالقول للاستاذ بحالۃ معروفۃ متعلقۃ
للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین لونڈی کا قول معتبر نہوگا تو اسمین بیان کا قول مقبول ہوگا بسبب اسکے منسوب ہونے کے اس حالت مقرری کی طرف جو
تاوان کے مخالف ہے ہم اسواسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیون ہو مال کا موجب نہین اور اسی طرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہین اگرچہ لونڈی
قرضدار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور اوصبی اوصبیۃ بقتل رجل فقتلہ فدیۃ عاقلۃ القاتل لان عمد الصبی خطأ غلام محجور یا صغیر نے دوسرے صغیر کو ایک مرد کے
قتل کرنے کا امر کیا سوائے اسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگاروں پر ہے اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے برابر ہے حکم مین ورجعوا علی العبد بعد
وقیل لا علی الصبی لانہ امر عبد المحجور اھلیتہ اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت پھر لین اسکے آزاد ہونے کے بعد اور قول ضعیف مین رجوع نہین غلام آمر
پر لیکن صغیر آمر پر بھی کبھی رجوع نہین لیتے بالغ ہونے کے بعد بھی بسبب اہلیت کے بسبب اسکے وان کان مامورا لعبد بعد اشتداد فتح لیس لھا قتال فاقدا ظلم اور اگر غلام کا مامور بھی
غلام ہوا مر کے مانند تو مالک حکم قاتل کو دارثون مقتول کے حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا مین وکذا رجوع لم علی الحر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد بلا قول من الغلۃ
وقیدہ العبد بمختار فیہ فی الزیادۃ کہ مضطر اور قاتل مامور کے مالک کو امر پر رجوع کرنا جائز نہین بالفضل اور غلام آزاد ہونے کے بعد فدیہ اور قیمت غلام مجنی علیہ مرہونہ مالکہ

اسواسطے کہ مالک رفع زیادت مین مختار ہی تہ مجبور ہو یعنے غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے مین سو جیسا کہ اسنے فدیہ زائد از قیمت اختیار کیا تو زائد کا تاوان لازم نہوگا لان الحکم فی العمد ان کان العبد القاتل صغیرًا لان عمدہ خطاء اور اسی طرح قتل عمد کا حکم ہی اگر قاتل غلام صغیر ہو اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کے مانند ہی حکم مین فان کبیرا قص منہ اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اسسے قصاص لیا جائے عبد حز بشرا فاعتقہ مولاہ لم یضم فیہا انسان او الثر فغلت فلا شئ علیہ لان جنایۃ العبد لا توجب علیہ شیئا غلام نے کنوان کھودا سو مالک نے اسکو آزاد کیا پھر اسمین چند آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مر گیا تو اُسپر کچھ لازم نہین اسلیے کہ غلام کی جنایت اُسپر کچھ واجب نہین کرتی ہم اور عدم عتق مین بھی یہی حکم ہی وجب علی المولی قیمۃ قاتلہ ولو الواقع الفا من یلجی اور کنوان کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنوئین مین گر کے مر گئے ہون کذا فی الزیلعی فان قتل عبد عمدًا رجلین حرین لکل منہما ولیان فعفا احد ولیی کل منہما دفع السید نصفہ الی الحی الذین لم یعفوا وفداہ بدیۃ کاملۃ لانہ بدل الکل بعض سقط العفو وانقلب ملکا وہو دینان وقد سقط دیۃ نصیب العافین وبقی دیۃ نصیب الساکتین او یدفع نصفہ لہما پھر اگر ایک غلام نے ان دو آزاد مردون کو عمدًا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو وارث ہین سو دونون گروہون مین سے ایک ایک وارث نے قصاص معفو کیا تو مالک نصف غلام ان دو وارثون آزاد کو دے جنھون نے معاف نہین کیا یا غلام کا فدیہ دے پوری دیت دیکر اسواسطے کہ اس جانی سے قصاص ساقط ہوکر منقلب بمال ہوگیا اور مال تو پوری دو دیتین ہین اور حالانکہ معاف کرنے والون کے حصے کی دیت تو ساقط ہوگئی اور سکوت کرنے والے دو وارثون کے حصون کی دیت باقی رہگئی یا مالک چاہے نصف غلام دونون وارثون کو دے فان قتل العبد احدھما عمدا والآخر خطاء وعفا احد ولیی العمد فلہ دیۃ کاملۃ لولی الخطاء ونصفہا لاحد ولی العمد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدًا قتل کیا اور دوسرے کو خطاءً قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثون مین سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثون کو اور نصف دیت فدیہ دے قتل عمد کے اس ایک وارث کو جسنے عفو نہین کیا او دفع الیہما او قسم اثلاثا عولا عند ہ وابہما منازعۃ عندھما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثون کو اور تین تہائی دے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ خطا کے وارثون کا حق پوری دیت دس ہزار درہم مین ہی اور عمد کے وارثون کا حق قصاص مین ہی پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہوگیا یعنے پانچ ہزار درہم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار خطا کے وارثون کو دے اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہین کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی خطا کے وارثون کو دے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت مین بھی اسی طرح ہی یہ مذہب ہی امام کا اور صاحبین کے نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتھائی خطا کے وارثون کو اور ایک چوتھائی اسکو جسنے عفو نہین کیا اسلیے کہ نصف غلام تو خطا کے وارثون کے واسطے مسلم ہی بلا منازعت اور نصف باقی مین منازعت واقع ہوئی دونون فریق کی تو اسکو نصف نصف کر دیا کذا فی الزیلعی فان قتل عبد ھما فرہبہما وعفا احدھما فلہ کلہ وقالا یدفع الذی عفا النصف نصیب للآخر او یفدیہ بربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام وجہہ انہ انقلب بالعفو ملکا ولہ لا یستوجب علی عبدہ دینا فلا تحلف فیہ الورثۃ پھر اگر دو شخصون کے غلام نے مالکون کے قرابت دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ جسنے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اسکا فدیہ دے چوتھائی دیت دیکر اور یعقوب نے کہا کہ محمد امام کے ساتھ ہین اس مسئلے مین امام کی دلیل یہ ہی کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہوگیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہین ہوتا تو اسکے وارث اسی مین اسکے خلیفہ ہونگے کما طلاق الخلیفۃ کہا مالک نے دونون زندہ موجود ہین تو مورث اور وارث کا یہان کیا ذکر ہی

فصل فی الجنایۃ علی العبد

یہ فصل ہی اس جنایت کے بیان مین جو عبد پر واقع ہو ہم عبد سے مراد مملوک ہی تو غلام اور لونڈی دونون کو شامل ہی

دیۃ العبد قیمتہ فان بلغت حر دیۃ الحر وبلغت فیما لا عاقلۃ لہ دیۃ جنایۃ الحرۃ نقص من کل دیۃ عشرۃ دراہم اظہارا لانحطاط رتبۃ الرقیق عن الحر و تعیین العشرۃ بقول ابن مسعود رضی اللہ عنہ دیۃ مملوک کی اسکی قیمت ہی سو اگر غلام کی دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر پہونچ جاوے یعنے قیمت غلام کی دس ہزار درم اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر پہونچے تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس دس درم گھٹا لیے جاوینگے تاکہ رتبہ مملوک کا انحطاط رتبۂ آزاد سے ظاہر ہو اور دس درم کا تعین بقول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہی وعنہ من الامۃ تحتسر اور امام سے دوسری روایت یہ ہی کہ لونڈی کی دیت سے پانچ درم کم کیے جاوین فتکون حینئذ علی العاقلۃ ثلث سنین خلافا لابی یوسف اور اسوقت مین دیت غلام کی قاتل کے مددگاروں پر واجب ہوگی تین برس کی مدت مین برخلاف ابو یوسف کے یعنے انکے نزدیک نقصان دس درم کا معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وفی الغصب یجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب مین اسکی قیمت غاصب پر واجب ہی بالاتفاق جہان تک اسکی قیمت پہونچے یعنے اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ وحینئذ ففی یدہ نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الصحیح درد وقبل الا زاد علی نصف دیۃ الحر فتجب قیمتہ والملتقی جو مقرر ہی اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہی مملوک کی قیمت سے اور اسوقت مین تو مملوک کے ہاتھ مین اسکی نصف قیمت ہی قول صحیح مین جسقدر کہ اسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہ ہی کہ پانچ درم کم پانچ ہزار درم سے زیادہ نہوگی اور اسی قول پر یقین کیا ہی ملتقی الابحر مین ہی قول اکثر کتب مین چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور ملتقی اور مجتبے مین کذا فی الطحطاوی وجب حکومۃ عدل فی الصحیحۃ وقیل کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہی غلام کی ڈاڑھی مین بقول صحیح اور قول ضعیف مین تمام قیمت واجب ہوگی یہ اس صورت مین حکم ہی جبکہ ڈاڑھی مونڈنے کے بعد نہ بڑھے یدخل بہ عیب فخرہ سیلہ فرہ فمات منہ ولہ للعبد ورثتہ غیر المولی الا یقص لانتباہ من لہ الحق یعنے کسی شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اسکے مالک نے اسکو آزاد کردیا تو زخم سرایت کرگیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہین سوائے قاطع سے قصاص لیا جاویگا صاحب حق کے اشتباہ کی وجہ سے ہم یعنے اگر حاجت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہی اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو فقط وارث مستحق ہین یا مالک بھی تو بہالت مستحق ملا قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہی یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی ولا یکون لہ غیر المولی اقتص منہ خلافا لمحمد اور اگر مالک کوئی وارث نہین سوائے مولے کے تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا برخلاف مذہب محمد قال بعد بہ احد کما حر فشجا بین المولی العتق فی احدہما بعد الشج قاد شجہما السید کان للبیان کذا فی الہدایہ اگر مالک نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ ایک غلام تم دونون سے آزاد ہی پھر دونون کے سر زخمی کیے پھر مالک نے زخم کرنے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کردی یعنے یون کہا کہ مین نے اس غلام کو آزاد کیا تھا تو دونون کی دیت مالک کی ہی اسواسطے کہ بیان کرنا انشا کے برابر ہی یعنے گویا زخم کے بعد اب اسکے آزاد کیا ولو قتلا فدیۃ حر وفیہ عبد لو القاتل ہو احد معینا صح سواء اور اگر دونون غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت ازادی کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونون کو ساتھی قتل کیا ہو اور دونون کی قیمت برابر ہو ہم وجہ فرق یہ ہو کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہی تو بیان وہان انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہین تو یہان بیان انشا نہوگا محض بیان اظہار ٹھہریگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کلا احدا معا او علی التعاقب ولم یدر الاول فقیمۃ العبدین تبلغ اور اگر دونون غلامون کو دو شخصون نے ساتھی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہین تو قاتلون پر دو غلامون کی قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی ص قولہ وان قتل کلا واحد معا مخالف مقصود ہی ترجمہ اسکا یہ ہی کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہی جو ذکر ہوچکی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تھا وان قتلہما شخصان معا لفظ امتر جمہ نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اسکے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت ازاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی فقال لرجل عیف عبد خیره مولاه انشاء وفعم مولاه عیبا المفقوء للقاتع واخذ منہ قیمتہ کاملۃ وامسکہ او باخذ منہ النقصان وقال الشافعی فی ضمنہ القیمۃ وامسکہ الجنۃ العمیاء ایک شخص نے غلام کی دونون آنکھین پھوڑ دین تو اسکے مالک کو اختیار ہی چاہے اپنا آنکھ پھوٹا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دے اور اسسے پوری قیمت لے یا چاہے اسکو اپنے پاس رکھے

اور اسی نقصان نہ دے اور صاحبین نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہوا اور امام شافعی نے کہا آنکھ پھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضامن ہو اور غلام کا اندھا ہونا اپنے پاس رکھے دلو جنی مدبر او ام ولد ضمن المسبد لا قل من القیمۃ قمن آخر یتولیقا م قیمتہما مقامہما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلیئے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہے انکے ہم مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ باب ما یحدث میں مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہونے سے مقتول فلن دفع القیمۃ بقضاء حق المدبر او ام الولد تقوم الجزی یتارک الثانی لاول لیس فی جنایاتہ کلہا الا قیمۃ واحدۃ ولا تبقی علی المولی لانہ مجبور علی الدفع

پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر کی تمام جنایات میں سوا ایک قیمت کے اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنے بحکم قاضی دلو دفع القیمۃ الی الاول او الی غیر قضاء اتبع المسبد بحصتہ من القیمۃ درجع بہا علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق فان للمولی ان یضمنہ القیمۃ فلما اور اگر مالک نے پہلے جنایت کے وارث کو قیمت دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصے کے اور مالک اسقدر پھیرے مقتول اول کے وارث سے اسلیے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں واتبع قاتل الجنایۃ الاولی او الغیر قضاء او دفع الیہ بقضاء اتبع الاول لانہ قبضہ بغیر حق فان للمولی ان یضمنہ القیمۃ فلما اور اگر مالک نے پہلے جنایت کے وارث کو قیمت دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصے کے اور مالک اسقدر پھیرے مقتول اول کے وارث سے اسلیے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں واتبع قاتل الجنایۃ الاولی او الغیر قضاء او دفع الیہ بقضاء اتبع الاول لانہ قبضہ بغیر حق فان للمولی ان یضمنہ القیمۃ فلما اور اگر مالک نے پہلے جنایت کے وارث کو قیمت دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصے کے اور مالک اسقدر پھیرے مقتول اول کے وارث سے اسلیے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں واتبع قاتل الجنایۃ الاولی او الغیر قضاء او دفع الیہ بقضاء اتبع الاول لانہ قبضہ بغیر حق فان للمولی ان یضمنہ القیمۃ فلما

مالک دے یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنے نصف قیمت اس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اسنے انکا حق ناحق لیا وقالا لا شیء علی المولی اور صاحبین نے کہا قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات لم یلزمہ ای المولی الا قیمۃ واحدۃ علی الصحیح قبل العتق لان حق الاولی یتعلق بعینہ فلم یکن مفوتا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اسنے جنایات متعددہ صادر ہوئے تو مولے پر سوائے ایک قیمت کے کچھ لازم نہ ہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق ہے تو مالک آزاد کرنے سے اسکے حق کا ضائع کرنے والا نہ ٹھہرا وام الولد کالمدبر فیما مر اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنے مسئلہ عتق میں اقر المدبر ام الولد بجنایۃ توجب المال ان لم یجز اقرارہ لا ان اقر اقرارہ علی المولی بخلاف ما اذا قر بالقتل عمدا فانہ یصح اقرارہ علی نفسہ فیقتل بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہو تو اسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اقرار ہے مولے کے ضرر پر برخلاف اسکے جبکہ اسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب مارا جاویگا دلو جنی المدبر خطأ فمات لم یسقط قیمتہ عن مولاہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مر گیا تو اسکی قیمت اسکے مالک سے ساقط نہ ہوگی دلو قتل المدبر مولاہ خطأ سعی فی قیمتہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی نیت میں یعنے محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے ولو عمدا قتل الورثۃ واستعاہ فی قیمتہ شہ قتلہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمداً قتل کیا تو وارث اسکو قتل کر ڈالے یا وارث چاہے اسسے محنت مزدوری کراوے اسکی قیمت حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت کے بعد اسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل فی غصب الرقیق وغیرہ

یہ فصل ہے مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غصب مملوک سے مدبر اور حبی مراد ہے قطع یدی عبد فغصبہ فجاء وشرع فمات منہ فی الغاب قیمتہ اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اسکو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع یدہ وفقأ یدی غاصب فمات منہ بری الغاصب بعینہ ویتبع متلفا قیمتین ستر اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے بسبب ہوجانے مالک کے تلف کرنے والا تو مالک پھیر لیوے والا ٹھہرا جاویگا غصب عبدا فجنی خطأ فمات فدیتہ فصفان بین المجنی ومولی الغاصب

لا باقرار الا بعد عتقہ فلو مع غیر ماذونین نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ انکے قبضے مین مرگیا سو وہ تاوان دیگا انکی قیمت کا اسواسطے کہ غیر ماذون اپنے اقوال مین ماخوذ ہوتے ہین اقوال کے بعد اقوال مین بھی ماخوذ ہونگا ھدایہ مین حتی عند غاصبہ فردتم جنی عند سیدہ الآخر تحمل لسیدہ قیمتہ بھا نصفین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اسکی قیمت کا تاوان دے دونون مقتولون کے ورثون کو نصف نصف یعنے نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور نصف باقی دوسرے کے وارث کو ویرجع المولی بنصف قیمتہ علی الغاصب فقط ھدایہ وفہم المولی نصف قیمتہ الاول فی الجنایۃ الاولی لان حقہ لم یجب کلا والم الحم قالشامی ومالک مدبر کی نصف قیمت بھرے غاصب سے اور مولے وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اسلیے کہ انکا حق واجب ہوا تھا مگر اس حال مین کہ مزاحم موجود تھا مع طحطاوی نے کذا حلبی نے زیلعی سے اھ اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت مین تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم اور منازع انکا نہ تھا اور کی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ مین آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اسکو لے گا تاکہ انکا حق پورا ہو جاوے اھتی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین خلل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لامزاحم لہ یعنے مقتول اول کے وارث کا حق اُسوقت واجب ہوا تھا جبکہ انکا کوئی مزاحم نہ تھا فتح ویرجع المولی علی الغاصب بنصف قیمتہ لانہ اخذ منہ بسبب کان عند الغاصب پھر دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے بھرے اسواسطے کہ مولے سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس ہوا وہ بعکسہ بیان حتی عند مولاہ ثم عند غاصبہ لا یرجع المولی علی الغاصب ثانیا لان الجنایۃ کانت فی یدہ کذا فی الکافی اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنے مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ بھرے گا اسواسطے کہ پہلی جنایت اسکے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس شارح القوی فی الفصلین کالمدبر غیر ان المولی یرجع ھنا وثمہ فی المدبر بالقیمۃ کملا اور غلام خالص دونون صورت مین یعنے خواہ غاصب کے پاس جنایت واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سوائے اس بات کے کہ مالک یہان خود غلام کو دیگا اور وہان یعنے جنایت مدبر مین قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا مدبر جنی عند غاصبہ فردہ فغصبہ ثانیا فجنی عند کان علی سیدہ قیمتہ لھا ویرجع بقیمتہ علی الغاصب کلھا علانا وفہم للمولی نصفھا ای القیمۃ المأخوذۃ ثانیا الی ولی جنایۃ الاول ویرجع المولی بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اسنے مالک کو پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونون مقتولون کے واسطے واجب ہوئی اور مالک قیمت بھرے غاصب سے اسلیے کہ دونون جنایتین غاصب کے پاس واقع ہوئین اور مولے نصف قیمت ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار دے اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے بھرے والمولد فی کلھا المدبر اور ام ولد ان سب صورتون مین مدبر کے مانند ہے غصب جل صبیا حرا لا یعبر عن نفسہ والمراد بغصبہ ان ذھاب بہ بلا اذن ولیہ فمات ھذا الحر فی یدہ او فی ید غیرہ ایضا بخلاف ما لو غصب صغیرا فمات عند رجل ایضا حال بیان نہین کر سکتا غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ مین مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہین عفت سے مراد صغیر کا لینا ہے بدون اجازت اسکے ولی کے ھم یعنے غصب کے معنی مجازی یہان مراد ہین اسلیے کہ آزاد مین غصب ثابت نہین ہوتا ضمان اسواسطے ثابت نہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام مین ممکن ہے مختلف یا اختلاف الماکن نہین ہے وان مات لصاعقۃ او لخشیۃ حیۃ فدیتہ علی عاقلۃ الغاصب خطأ تنبیہ عقل لمکان الصواعق یجب حتی تعقل لو ضم یجب فیہ الحبی دکذا لو اضاع ضمن فجب فیہ الدیۃ علی العاقلۃ لکونہ قتلا نسبیا ھدایہ وغیرھا اگر صغیر مذکور مر گیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ کے کاٹنے سے تو اسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب سبب بڑا ہی بجلیون یا سانپون کے مکان کی طرف نقل کرنے کا تو اگر غاصب صغیر کو اس مکان مین لے گیا جہان اکثر تپ اور امراض لاحق رہتے ہین تو ضمان لازم ہوگا تو اسمین بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبب کا موجب ہونے کے لئے

وغیرہا قالت فیہ لو قتل الکبیر ھذا الصغیر ھذا لا ما کان تعدیا ان معہ ولیا ولم یمکنہ التحرز منہ ضمن والا لم یضمن وحفظ نفقۃ لا تقصیر فحکم صغیر کبیر مقید حنایہ میں کہتا ہوں باقی رہگیا ایک صورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی شخص ان مکانات کی طرف لے گیا زبردستی اگر مقید کرکے اسطرح لے گیا کہ اسکو بچانا اس سے ممکن نہیں تو ناقل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اسکو بالغ ہوا اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کے مانند مقید یقید ملکہ ہے کذا فی الخانیۃ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ حیث لا یعلم موتہ خانیۃ کما لو خدع امرأۃ رجل حتی وقعت الفرقۃ بینھما فانہ یحبس حتی یرجع اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا اسکے ہاتھ سے تو غاصب محبوس رہیگا یہاں تک کہ اسکو لے آوے یا اسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخانیۃ چنانچہ اگر ایک مرد کی عورت کو فریب سے لے گیا یہاں تک کہ زوجین میں جدائی ٹیڑگئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہیں کہ زوجہ کہاں ہے تو وہ شخص محبوس رہیگا یہاں تک کہ اسکو بھیر لاوے یا عورت مرجاوے یعنی اسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخلاصۃ اھ ختانا یختن صبیا فعمل الختان فی الحال فقطع حشفتہ ومات الصبی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیۃ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلھا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر وفی معاینات الوھبانیۃ ۵ ومن ذا الذی ان مات بحینہ فاہ علیہ اذا مات بالصبی یشط یہ ختنہ کرنے والے کو حکم کیا یا صغیر کا ختنہ کرے سوائے ختنہ کیا تو اسکی سیاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مرگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنے والے کی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان الاجیر کے باب میں سابق مذکور ہوچکا اور وھبانیہ کی چلیتان میں یہ مسئلہ یوں مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے اگر اسکا جنی مرے تو اسپر وہ واجب ہے جبکہ نہ مرے نصف اسکا واجب ہو موت سے یعنی اگر مرے تو پوری دیت واجب ہو اور نہ مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جانی ہے یہ کہ ختنہ کرنے والا ہے جواب یہ ہے کہ وختنہ کرنے والا ہے کمن حمل صبیا علی دابۃ وقال المسکینانی فسقط الصبی ولم یکن منہ تسییر فمات کان علی عاقلۃ من حملہ دیۃ صحیح کان الصبی او زمنا کما لو حمل رجلا فسقط وقام فی الخانیۃ مانند اس شخص کے جسنے صغیر کو جانور پر چڑھایا اور کہا جانور کو تھامے رکھ میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اور اسنے جانور کو ہانکا نہ تھا پھر وہ مرگیا تو چڑھانے والے کی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہ ہوتا ہو اور اسکا پورا ایمان خانیہ میں ہے کصبی ودع عبدا فقتلہ ای قتل الصبی العبد المودع ضمن عاقلۃ الصبی قیمتہ لانہ اس صغیر کے جیسے کے پاس غلام ودیعت رکھا گیا سو اسنے اسکو قتل کیا یعنے صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دیگا فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولبس ما دونہ فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ قال ابو یوسف وللشافعی یعنی پھر اگر صغیر کے پاس کھانا ودیعت رکھا گیا بدون اسکے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون نے التجارۃ بھی نہیں ہے سو صغیر نے کھانا کھا لیا تو اسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو مسلط کردیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا لو اودع عبد محجور مالا فاستھلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال اور اسی طرح اگر غلام محجور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سو اسنے اسکو تلف کیا تو اسکا ذمہ دیگا آزاد ہونے کے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال ذمہ دیگا ولا خلاف لھما فی قضاء اور اسی طرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دیگئی یا قرض دیا گیا یعنے صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے پھر اسکو تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر ضمان نہیں بالغ ہونے کے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے کذا فی الظھیریۃ وان کان ماذونا ضمن بالکبح اور اگر عاریت یا قرض ماذون سے ہو یا وہ ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا کما لو استھلک لصبی مال الغیر ولا ودیعۃ ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو اسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا فی الحال قلت وھذا کلہ لو الصبی عاقلا واما لا فلا یضمن لانہ اجماع وعامۃ فی العنایۃ والنھر نبلالیہ عن الشلبی ومسکین خلاف ما فی الملتقی والھدایۃ والاطلاق یخالفھما میں کہتا ہوں اور یہ تمام مذکور اس صورت میں ہے جبکہ صغیر عاقل اور فہیم ہو اور اگر عاقل نہ ہو تو اسپر ضمان لازم نہیں ہے بالاتفاق اور اسکی پوری تفصیل عنایہ اور نہر نبلالیہ میں ہے شلبی اور مسکین سے منقول ہے خلاف اسکے جو ملتقی اور ہدایہ اور زیلعی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کے واسطے اشتراط عقل صغیر اور عدم اشتراط میں اہل مذہب کے دو قول ہیں

باب القسامۃ

یہ باب ہے قسامہ کے مسائل میں ضم قسامہ یا فتح میں اختلاف ہے اہل لغت کا بعضوں نے کہا مصدر ہے مانند تسم کے اور بعضوں نے کہا اسم ہے مصدر کا کذا فی الطحاوی ھی لغۃ تمحت القسم وھو مطلقا قسامۃ یعنی قسم کی جمع ہے قسامہ اور وہ یمین ہے یعنی قسم کھانا اور حلف ہے مطلقاً یعنے خواہ ایک ہی قسم کھائے یا زیادہ وشرعاً الیمین باللہ تعالیٰ بسبب مخصوص وعدد مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص یعنی قسامہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے سبب مخصوص اور عدد مخصوص کی جہت سے مخصوص شخص پر بنا بر وجہ مخصوص کے اور بیان اسکا عنقریب آتا ہے ثم قسامہ عبارت ان قسموں سے ہے جو چالیس آدمیوں پر لیجاویں اور قسامہ کا سبب یہ ہے کہ مقتول کا پایا جانا ہے محلہ یا دار یا متصل قریہ کے جسکا قاتل معلوم نہیں ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مدعو علیہ بالغ آزاد ہو نہ عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہو اور کن انکو کہتے ہیں کہ واللہ ہمنے اسکو نہیں قتل کیا اور نہ ہمیں انکے قاتل کو جانتا ہوں اور حکم قسامہ کا یہ ہے کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور شروع ہونا قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطحاوی مختصراً یعنی نے شرح مجمع میں کہا کہ قسامہ کی خوبی اور اسکی مشروعیت میں حکمت یہ ہے کہ خونریزی کو لوگ خفیف امر نہ سمجھیں اور مفت مفاسد سخت سے بچیں اور جب قتل کی تہمت لگی ہو تو قصاص سے خلاصی پاوے میت حرٌ ولوحیاً او مجنوناً او عبداً بلا لیث یجرح او اوضرب او خنق او خرج دم من اذنہ او عینہ وجد فی محلہ او وجد بدنہ او اکثرہ من حیث یکون اکثر من نصفہ احتراز آزاد مرد جسمیں زخم ہو یا مار نے یا گلا دبانے کا نشان ہو یا خون کا بہنا ہو انکے کان یا آنکھ سے وہ ایک محلہ میں پایا گیا یا انکے بدن کے اکثر بدن کسی طرف سے یعنے سر کی طرف سے یا پاؤں کی جانب سے پایا گیا یا نصف جسم کے ساتھ ملا اگرچہ میت مذکور ذمی یا مجنون ہو کذا فی الشرنبلالیہ ھم اگر غلام خالص غیر ملہ مولے میں مقتول پایا جاوے تو اسمیں قسامہ ہے اور قیمت اسکی واجب ہوتی ہے مال میں جانیچہ شرنبلالیہ میں ہے تو اگر تاج آزاد کی قیمت میں نہ لگاتا تو بہتر تھا کذا فی الطحاوی فالمضمون درۃ فی البدن لکن لا اکثر من کل حتی لو وجد اقل من نصفہ ولو مع رأسہ لا تلا یؤدی فی تکرار القسامۃ فی قتیل واحد وھو علیہ مخرج اور فضل اگرچہ بدن میں وارد ہے لیکن اکثر بدن سے نہیں ہے تمام بدن کے ہوتا اگر نصف بدن سے کم پایا جاوے اگرچہ نصف اقل کے ساتھ بھی ہو تو قسامہ ثابت نہوگا تاکہ دوبار قسامہ لازم نہ ہو ایک مقتول میں اور تکرار قسامہ شروع میں ثابت نہیں ہے اگر کثر از نصف بدن میں قسامہ ہوا تو ایک شخص میں دوبار قسم کھانے کی نوبت ہوجاتی ایکبار اکثر بدن کے ملنے سے اور دوسری بار اقل بدن کے ملنے سے اور یہ شرع میں درست نہیں ولم یطل قاتلہ لو علم کان ھو المخصم سقط القسامۃ اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہو کیونکہ اگر قاتل معلوم ہوگا تو وہ صاحب میت ہوگا اور قسامہ ساقط ہو جاویگا وادعی ولیہ القتل علی اھلھا او محلتہ اگر میت کے ولی نے اہل محلہ یا محلہ والوں پر دعوی کیا کہ انہوں نے اسکو قتل کیا ہے حلف خمسون رجلا منہم اور اس میت کا وارث قتل کا دعوے کرے تمام محلے والوں پر یا دعوی کرے بعضوں پر تو ان شرط ہے انمیں سے پچاس مرد قسم کھاویں یحلفون باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا بیان یحلف کل منہم بانہ ما قتلہ ولا علم لہ قاتلا حکم حاصل اہل محلہ یعنے پچاس مرد قسم کھاویں کہ ہم نے مقتول کا اشتباہ کرکے کہ خدا کی قسم ہمنے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اسکے قاتل کو جانتے ہیں بسطرح کہ ہر مرد انمیں سے قسم کھاوے کہ واللہ میں نے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ میں اسکے قاتل کو جانتا ہوں ہر شخص یمینہ واحدہ قسم کھاوے یا یمین جمع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اسکو قتل کیا ہو تو ضمنہ جمیع میں وہ سچا ٹھہر گا یعنے سب لوگوں نے اسکو نہیں مارا بلکہ ایک نے مارا اور اگر سب نے مارا ہوگا تو بھی صیغہ واحد سے ہر شخص قاتل ٹھہر گا لا یحلف الولی وقال الشافعی ان کان ثمہ لوث استحلف الاولیاء خمسین یمینا ان اھل المحلۃ قتلوہ ثم تقضی بالدیۃ علی الذی علیہ قضی ما لک بالقود او الدیۃ یعنی ولی میت کو قسم نہ کھانے وارث اور امام شافعی نے کہا کہ اگر وہاں لوث ہو یعنے لگا دار شتباہ ہو تو وارث سے پچاس بار قسم لیجاوے کہ اہل محلہ نے اسکو قتل کیا ہے پھر دیت کا حکم کیا جاوے وہ علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو ہم لوث یہ کہ قتل کی علامت کسی شخص پر پائی جاوے یا فاسق عدل کی صداقت کا شاہد ہو یعنے اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکھتے ہوں یا ایک شاہد عادل یا چند شخصوں غیر عدول کو اہل محلہ کے محلے والوں نے اسکو قتل کیا ہو اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا کہ یہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری بریائی کی کیا صورت ہے سو یہودیوں نے لکھا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل میں واقع ہوا تھا سو خدا نے موسی علیہ السلام پر کچھ حکم اتارا تھا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اس حکم کو دریافت کرو تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو لکھا کہ خدا نے مجھکو بتایا کہ تم میں سے پچاس مرد کو اختیار کرون سو وہ خدا کی قسم کھاویں کہ ہمنے اسکو قتل نہیں کیا ہے اور

نہ ہم اسکے قاتل کو جانتے ہیں پھر قسم اسکا خون بہا دا کرو تو یہود یوں نے کہا کہ تمنے ہم لوگوں میں ناموس یعنے وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدرر عن الزیلعی نیز نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بنصف صحاح ستہ میں متفرق موجود ہے صحیح مسلم میں تو یوں ہے ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہو گئی انتہ فقولہ علی اھلھا بالدیۃ لا مطلقا بل ان وقعت للخطا بقتل عمد وان وقعت للخطا فعلی عواقلھم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والخانیۃ ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی ظاھر الروایۃ القسامۃ علی اھل المحلۃ والدیۃ علی عواقلھم فی ثلث سنین وکذا فی القنیۃ الفرق ان تحمل فی ثلث سنین فی ظاھر الروایۃ لیست بقسامۃ ثم اھل محلہ کی قسم کے بعد اسپر دیت کا حکم کیا جائے لیکن ہر طرح کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوی واقع ہوا ہو تو اسپر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عواقل یعنے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایہ میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور انکے مددگاروں پر دیت ہے یعنے تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول کی قیمت تین سال میں لیجاویگی کذا فی العشر بلالیہ وان لم یتم العدد ذکر احلف علیھم لیتم تحلیفھم فان اگر اہل محلہ میں پچاس مرد کا شمار پورا نہ ہوا تو مکرر قسم لیجاوے تاکہ پچاس قسمیں پوری ہو جاویں وان تم العدد وارادوا الولی تکریرھا لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہو گیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہ لیجاویگی من اکمل منھم حبس حتی یحلف علی الوجہ المذکور ھذا اذا ادعی اکثر العمد اما فی الخطاء فیقضی بالدیۃ علی عواقلھم ولا یحبسون بان کان عدد الخامسۃ او بعض الخمسین سے قسم نکھاے تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ قسم کھاے اسطرح پر جو بیان نہ کور ہو چکی یہ حکم ہر قتل عمد کے دعوے میں اور قتل خطا میں نہ انکے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا اور وہ محبوس نہ ہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسہ وعبدا قبل اقرارہ ولو علی غیرہ مضدقۃ الولی سقط التحلیف عن اھل المحلۃ اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اسکی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہو گیا ولا قسامۃ علی صبی ومجنون ولا مرأۃ وعبد وامرأۃ وقسامہ نہیں ہے صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر پس اسواسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر ولا قسامۃ فی میت لا اثر بہ کالمیت لیس بقتیل لان القتیل عرفا ھو فائت الحیوۃ بسبب مباشرۃ الحی وانہ مات حتف انفہ والغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے مردہ میں اسواسطے کہ مردہ کا مرنا قتل نہیں ہے اسلیے کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے جسکی زندگی فوت ہو گئی ہو زندہ کے کرنے سے اور وہ میت تو اپنی موت مر گیا ہے اور نادان نابالغ ہوتا ہے عبد مکلف کے فعل سے اور یسیل دمہ من فمہ او انفہ او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منہا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک یا مقعد یا ذکر سے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلنا ہوا ان مکانات سے عادت میں بدون فعل الناس کے برخلاف کان اور آنکھ کے اور نصف صدغہ او ربع قسامۃ ونصف میت شق طولا او اقل منہ او من نصفہ الاسفل ما یکون نصف الاکثر من نصف میت یعنے قسامہ نہیں میت کے اس نصف بدن میں جو طولا ہو پھاڑا گیا یا اقل سے اکثر بدن میں قسامہ نہیں اگرچہ اقل بھی کسی ہڈی کے ساتھ ہو بدلیل گذشتہ مع یعنے مذکور ہو چکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں او علی رقبتہ او ای ملیت حیۃ طلقۃ لان الظاھر انہ مات بھا بمزازیۃ یا میت کی گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہو تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مر گیا ہے کذا فی البزازیۃ وما تم حلقہ کبیر او صغیر سقط تام الخلقۃ بہ اتو للضرب وجب القسامۃ والدیۃ ان ظھر حیا بما یظھر حیاتہ ومات عقیبہ اور جسکی پیدائش پوری ہو چکی وہ بڑے آدمی کے برابر ہے یعنے ستر دست پھر پیٹے گرایا گیا جسمیں ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہور یہ ہے کہ اس کے مخالف ہے یعنے اسمیں قسامہ اور دیت نہیں فان ادعی الولی علی واحد من غیرھم کالاجنبی لہ ذلک بالقسامۃ فقط اما لو ادعی علی واحد منھم بعینہ کالاب والجد والمولی فلا قسامۃ لھم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اسکی طرف سے ابرا ہے محلہ والوں کے واسطے

اور قسامہ انکے اوپر سے ساقط ہو گیا ان ادعی الولی علی معین منھم لا تسقط وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعوے کیا تو انکے ضمان سے ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہو جاتا ہے ہم قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ معھا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلۃ من ادعوا من اھل المحلۃ کانہ فی یدہ فصار کانہ اکرہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول انکے قبض اور تصرف میں ہے گویا انکے گھر میں ہے ولو لحق بھا سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیھم جمیعا وان لم تکن مکالھم عملا بید ھم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالمودع وقیل لا یجب علی السائق لانہ اذا کان یسوقھا لمختفیا او مجرما فی الظاھر اور اگر جانور میں سائق اور قائد اور راکب تینوں مجتمع ہوں تو دیت ان سب پر ہو اگرچہ جانور انکا مملوک نہو بنا بر انکے قبض و تصرف کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہوا اور بعضوں نے کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جو ہر دو میں ولو لم تکن معھا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اھل المحلۃ الذین فیھا القتیل علی ما بدأنا اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ ان محلے والوں پر ہے جنکے محلے میں مقتول جانور پر پایا گیا فلو حوت دابۃ علیھا قتیل بین قریتین او قبیلتین فقط اقربھما الحاروا وقد انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان یذرع فوجد الی احدھما اقرب بشبر فحکم علیھم بالقسامۃ ولو استووا علیھما او قیل الدابۃ التقاتی قیستانی اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہے دو گانوں میں یا دو قوم کے درمیان تو جو انمیں نزدیک تر ہوگا اسپر قسامہ اور دیت ہو اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اس مقتول میں جو دو گانوں کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونوں کی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گانوں کی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا تو انھیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونوں گانوں برابر ہوں بلا کم و کاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور کی فیصلہ التقاتی ہے شرط نہیں ہے کذا فی القستانی ہم قرب کا اعتبار اسوقت ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہو تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ نہایہ میں یوں مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گانوں کی زمین میں لیکن وہ متصل ہے دوسرے گانوں کے گھروں سے تو اگر زمین ملک ہے تو مالک پر قسامہ ہوا اور نہیں تو نزدیک تر پر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں زمین کسیکی مملوک نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر بشرط سماع الصوت منھم ھکذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر غیرھا وعبارۃ البرجندی عن الکافی یسمعون صوتہ لان حینئذ یلحقھم الصوت فینسبون الی التقصیر فی البصر فتزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ انکی آواز سن پڑتی ہو اسی طرح کی عبارت زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے کہ اہل قریہ اسکی آواز سنتے ہوں اسواسطے کہ سماعت آواز کی وقت فریاد رسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہونگے ہم طحطاوی نے کہا کہ دونوں عبارتوں کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہنچتی ہوگی تو غالبا مقتول کی آواز بھی گانوں تک پہونچتی ہوگی کما ھو الظاھر فان کان فی موضع لا یسمع منہ الصوت لانزلہ بعد مسافۃ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین الا ان یشھد الیہ اور نہیں تو نہیں یعنے اگر مقتول ایسے مکان میں کہ اسکی آواز نہ سنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اسکی مدد گاری لازم نہیں تو وہ منسوب بہ تقصیر نہونگے تو وہ قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائینگے ہم یعنے قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی آواز سن کر وہ مدد کو نہ گئے تو گویا وہی انکے قاتل ٹھہرے لہذا انپر دیت لازم ہوئی بخلاف جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہو کہ اسکی آواز گانوں تک نہیں پہونچ سکتی تو وہ عدم تقصیر میں معذور ہیں لہذا انکی تقصیر ثابت نہوئی تو خونبہا بھی انپر لازم نہ آیا وروی اعلی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل فان کان علی کما یجب القسامۃ والدیۃ علی عاقلتھم وکذا لو صوتا علی ربابۃ محلوۃ من الخیر مملوک ان الخیر کما افادہ المصنف مستثنی الوقوف ھذا ابراز یہ قلت وسیجیء تحریرہ فی الملتقط بعد الدرر وغیرھا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا مملوک فیکون حکمہ کالبریۃ ایضا اور مراعات ہوگی

اس مکان کے حال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اسکے مالکون پر اور دیت واجب ہوگی اسکے مددگارون پر اور اسی طرح اگر وہ مکان معین لوگون پر وقف ہوگا تو متولون پر قسامہ ہوگا اور دیت اسکے مددگارون پر ہوگی اسلیے کہ ملک اور ولایت یعنے تصرف کا اعتبار ہوتا ہے جیانچہ مصنف نے شرح مین ولوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہو مین کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن مین درر وغیرہ کی پیروی سے تو اسوقت مین قرب مکان کا کچھ اعتبار نہین مگر جبکہ مقتول اس مکان مباح مین پایا جاے جسمین نہ کسیکی ملک ہو نہ قبضہ اور تصرف عام محیط سرخسی مین ہو کہ جب مقتول ملا بیابان مین تو اگر وہ کسیکا مملوک ہو تو قسامہ اور دیت مالک اور اسکی قوم پر ہو اور اگر کسیکی ملک نہین تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی شہر سے تو اہل شہر قسامہ ہو اور اگر آواز نہ سنی پڑتی ہو تو اگر اس مقتل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گھاس سے تو دیت اسکی بیت المال سے دیجاے اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھ فائدہ نہین ہوتا تو اسکا خون رائیگان ہو اور اسی طرح کا حکم ہو اگر بیابان مین مقتول پایا جاوے اور اسکے قرب مین آبادی نہو کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ والاضافۃ الی الملک للید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہو تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہو للید او الولایۃ والید للخصوص والجماعۃ یحصون فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا یتقید احد بالید او الولایۃ اور ولایت اور قبض سے جو اوپر مذکور ہوے یعنی ولایت اور قبض خاص مراد ہو اگرچہ قبض جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول کا نہ کسی پر قسامہ ہوگا نہ دیت کذا فی البدائع لکن یسعی وجوبھا فی بیت المال فتامل لیکن وجوب دیت کا بیت المال مین عنقریب آویگا سو تامل کرو صاحب طحطاوی نے کہا کہ اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہین والمراد بالید ایضا الید الحقیقیۃ واما الاراضی التی لبیت المال ان احتاجوا الی ظلم فینبغی ان یکون القتیل منھم ھدرا لانہ لیس علی العاصبۃ دیۃ فتستأنی من الکرمانی فلیحرر اور یہ بھی ہو کہ قبض اور تصرف سے مقتدر کا تصرف مراد ہو اور جن زمینون کے مالک ہین بر حاکم نے زبردستی انکو چھین لیا ہو تو للائق بقواعد فقہ کے یہ ہو کہ اسکے اندر مقتول کا خون رائیگان ہو اسواسطے کہ غاصب پر دیت نہین ہو کذا فی القستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے نہ سہی کی روایت سے وان میاحا امکنہ فالید للمسلمین بحیث لا یمنع احدا عن الدخول فیہ کالمسجد والطریق والرحبۃ والجبانۃ والبیت لعامۃ المسلمین کذا فی الخلاصۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمانون کے قبضے مین ہو تو دیت واجب ہو بیت المال مین اسوجہ سے جو پہلے یہ ذکر کیا ہو کہ جب وہ اسطرح پر ہو کہ وہان سے آواز سنی جاتی ہو تو فریاد رسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیہ ص محیط سرخسی سے نقل ہوچکی ہو کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہو جہان سے آواز مسموع ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلا وجہ ہو کذا فی الطحطاوی وفیھا ولو وجد قتیل فی ارض رجل فی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منھا ای من اھل القریۃ فھی علیہ وعلی عاقلتہ دون اھل القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ انتھی قلت فھذا صریح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ کما مر لکن یشکل علیہ ما مر فی قتیل وجد فی دار انسان فتامل اور اگر مقتول پایا جاے ایک مرد کی اس زمین مین جو ایک گاؤن کی طرف منسل ہو اور مالک زمین اس گاؤن کا رہنے والا نہین ہو تو دیت اسکی مالک زمین پر ہو نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہوا نتھے مافی الولوالجیہ مین کہتا ہون تو یہ روایت صحیح ہو اسمین کہ قرب مکان اسکی صورت مین معتبر ہو جبکہ مقتول پایا جاے زمین مباح مین نہ مملوک اور موقوف ہین اسواسطے کہ نہ یہ مملوک یا موقوف کی اسکے گاؤن کی ہو اور عنقریب یہ بھی مذکور ہوگا کہ اگر

فتح اسلام میں اگرچہ اختلاف ہے ایک ہی شخص باقی رہا ہو ہم خطا بالکسر عبارت ہو مکان حمید سے اہل خط سے مراد اہل اکناف قریہ کے لوگ ہیں جو مالک ہوں زمین کے جیسا کہ اسکے نے شہر فتح کیا اور اسکو غازیوں میں بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھ دیا تاکہ انکے حصے جدے جدے ہو جاویں کذا فی العینی دون السکان والمشترین ہ قال ابو یوسف کلہم مشترکہ نہ وہاں کے رہنے والے اور خریداروں پر اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ میں شریک ہیں فلان بالع کلہم علی مشترین یا لوجاع پھر اگر وہاں کے سب لوگ ہ تہائی لے تو دیت اور قسامہ خریداروں پر واجب ہو بالاتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعض الاقوی علی احد الرؤس کا شقعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر میں جو مشترک ہو درمیان ایک قوم کے بعضوں کا حصہ زیادہ ہو تو قسامہ اور دیت آدمیوں کے شمار پر ہو شفعہ کے مانند ہم مثلاً ایک شخص کا حصہ آدھا ہو اور دوسرے کا دسواں اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت اگلے عاقلہ پر تین تہائی ویرا ہر ہو اسواسطے کہ قلیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر میں برابر ہیں کذا فی الطحطاوی وان بیعت لم تقبض حتی وجد فیہا قتیل فعلی عاقلۃ البائع اور اگر گھر بیع ہو گیا اور ہنوز مشتری کے قبضے میں نہیں آیا کہ اسمیں مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہو وفی البیع وقفا علی عاقلۃ ذی الید خلافا لہما اور بیع اثنا خیار میں صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہو بخلاف صاحبین کے ہم خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونوں کا ولا تعقل عاقلۃ حتی یشہد الشہود انہ فی الدار التی فیہا قتیل الذی لہ الید لو ہو القتیل کما یجیء اور عاقلہ یعنے مددگاروں پر دیت دینا لازم نہو گا جبتک شاہد گواہی نہ دیں اسکی کہ جس گھر میں مقتول ہو وہ قابض اور متصرف شخص کا ہو اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہو گا یعنے اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اسکی عاقلہ پر دیت لازم نہو گی جبتک گواہ نہ دیں اسکے ذی الید کی ملک نہ ثابت ہو گی ورنہ یکون بمجرد الید حتی لو کان یدہ لم تدع اقلتہ کالنفسہ ہ اور عاقلہ پر وجوب دیت کے واسطے فقط قبض اور تصرف بدون ملکیت کے کفایت نہ کریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہو گا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دیگا اور نہ قابض مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر معللاً فانہ لا یمکن ایجاب علی الورثۃ لان الورثۃ لم یشتروا صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے یہ علت بیان کر کے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثوں پر دارثوں کے واسطے ممکن نہیں ہم مقتول کا گھر ظہور قتل کی حالت میں وارثوں کا ملک ہو گیا اور وارثوں کے مددگار اسکے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تا وارثوں پر تخفیف ہو تو اگر مددگاروں پر دیت واجب ہو اور وارثوں کی ملی تو گویا وارثوں کا ضرر ہو اور وارثوں کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہیں صاحب درر نے یہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہے اور امام کا یہ مذہب ہے کہ وارثوں کے عاقلہ پر دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہ مسئلہ متن اور شرح میں آئندہ بھی مذکور ہو گا ثم الورثۃ لا یخلفونہ فیکون لا یجاب علی الورثۃ للمیت کالمورثۃ کذا قیل یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہیں تو ایجاب دیت کا وارثوں پر ہونا ہو سکتے نفع کے واسطے نہ وارثوں کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضوں نے یہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب میں قلت وقد یقال لما کان ہو لا یدی لتقرر فغرم بالاولی لقوۃ الخصومۃ متامل میں کہتا ہوں جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہیں دیتا ہے تو صاحب خانہ کے سوائے اور شخص پر بطریق اولے دیت واجب نہ ہو گی عدم وجوب کے شبہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کر وان وجد فی الغلات فالقسامۃ والدیۃ ومن رعلی من فیہا من الرکاب والملاحین اتفاقا کما فی البدائع اور اگر مقتول پایا گیا ناؤ میں تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگوں پر ہو جو ناؤ کے اندر سوار ہیں اور ملاحوں پر بالاتفاق اسواسطے کہ کشتی انکے قبضے میں جانور کے مانند ہے ہم وجوب دیت میں مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے کھینچنے والے سب برابر ہیں وکذا القبالۃ کما لو غلق کتے اور اسی طرح گاڑی کا حکم کشتی کے مانند ہے یعنے اگلے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سواروں پر ہے وفی مسجد محلۃ وشارعہا الخاص بہا کما افادہ ابن الکمال مستند الید الخ وفی خط مقتولا اور اگر مقتول پایا گیا محلہ کی مسجد میں اور محلہ کے کوچے میں تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہو کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جسمیں فقط اہل محلہ آتے جاتے ہوں چنانچہ ابن کمال وغیرہ سے اسکی سند بیان کی ہے اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر میں مذکور کی ہے اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے

ھم ملاخسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہیں جیسا کہ شارح سمجھا ہی اسواسطے کہ ملاخسرو نے شارع لیخے راہ کی دو قسمیں بیان کیں اسطرح کہ راہ دو قسم ہی ایکی تو شارع محلہ ہی جسمیں اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہون اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہون اور دوسرا شارع عام ہی جسمیں جمیع طوائف برابر ہون جیسے بانارون کی راہین اور خارج شہر کی راہین انتہی تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہین قرار دیا ہی ابن کمال کے مانند طحطاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہی کہ من مین شارع محلہ کہنا احتراز ہی شارع عام سے یعنے شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہی اور شارع عام مین بیت المال پر دیت ہی مسجد محلہ کی قسمسے وہ مسجد خارج ہو گئی جسمین مسافر نماز پڑھتے ہون تو وہان قسامہ اور دیت مسجد کے بنانے والے پر ہی اور اگر بانی معلوم نہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہوگا کذا فی الطحطاوی وسوق مملوک علی المذھب وعند ابی یوسف علی المسکان ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا مملوک بازار مین تو اسکے مالکون پر قسامہ اور دیت ہی اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والون پر واجب ہی کذا فی الملتقی وفی غیرہ ای غیر المملوک والشارع الاعظم هو المنافذ والجامع وکل مکان یکون التصرف فیہ لعامۃ المسلمین لا لواحد منھم کالجماعۃ یحصون لا قسامۃ ولا دیۃ علی احد ابن کمال والدیۃ فی بیت المال کان الغرم بالغنم اور اگر قتیل پایا گیا بازار غیر مملوک مین اور شارع اعظم یعنے شاہراہ کشادہ مین اور قید خانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اس مکان مین جسمین تمام مسلمین کا تصرف برابر ہو نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانون مین قسامہ نہین اور نہ کسی پر دیت ہی کذا فی صحح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال مین ہی اسواسطے کہ تاوان بمقابلہ منفعت کے ہی ہم لیخے چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور محبس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بھی اُنپر ہوگا یعنے مقتول کی دیت دیجاویگی بیت المال سے جو سب مسلمانون کے واسطے موضوع ہی جیسی نے کہا بیت المال لیخے خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہر تو سب مسلمان اسمین شریک ہین سوخدا کی لعنت ان ظالمون پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اسکے مستحقون کو محروم رکھتے ہین ثم انما تجب الدیۃ فیما ذکر علی بیت المال ان کان ناشیا ای بعیدا عن المحلات والا یکن ناشیا بل قریبا منها فعلی اقرب المحلات الیہ للدیۃ والقسامۃ لانہ محفوظ بحفظ اھل المحلۃ فتکون القسامۃ والدیۃ علی اھل المحلۃ پھر انکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہی تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہی اور وہ شرط مذکورہ یہ ہی کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور واقع ہون محلون سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون اُنسے تو جو وہان سے قریب تر محلہ ہوگا اسپر دیت اور قسامہ واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہی تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وکذا فی السوق النائی اذا کان من بنکھا فی اسیاسے اور اسی طرح کا حکم ہی بازار بعید مین جبکہ لوگ اُسمین رات کو رہتے ہون یعنے دن کی سکونت کا اعتبار نہین اوکان لاحد فیھا دکاکین مملوکۃ تکون القسامۃ والدیۃ علیہ لانہ یلزمہ صیانۃ ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر یجب علیہ موجب التقصیر کما فی النھایۃ معزیا للنھایۃ تلت وبہ افتی المرحوم ابو السعود مفتی الروم واعتمدہ المصنف وان خلا عنہ للمتون لانہ صرح بہ فی غالب الاشباہ والشروح فلیحفظ یا کسیکا اُس بازار بعید مین گھر ہو مملوک تو قسامہ اور دیت اسی شخص پر ہی اسواسطے کہ اسکو حفاظت اس مکان کی لازم ہی تو وہ شخص موصوف بتقصیر ہوگا تو اسپر تقصیر کا موجب یعنے قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ نہایہ مین ہی نہایہ سے منقول مین کہتا ہون اور اسی کا یعنے وجوب قسامہ اور دیت کا اقرب محلات پر کذا فی الطحطاوی عن المصنف) فتوی دیا ہی مرحوم ابو السعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہی اس متن مین اگرچہ متون فقہ کے وجوب اقرب محلات سے خالی ہین اسواسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہی اکثر فتاوون اور شرحون مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویھدر لو دخل فی بئرہ وفی وسط الفرات اذا کان یمرہ الماء لا یحتبس کما یجیء اذ لا بد لاحد وقیل اذا کان موضع ابعاث مالک فی دار الاسلام تجب الدیۃ فی بیت المال لانہ فی ایدی المسلمین یعنی کمال اور بلا وجوب دیت خون رائیگان ہی اگر مقتول پایا جاوے کنوئیں مین اور دریاے فرات کے درمیان مین بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہو لاش اُنکی محتبس نہو جیسا کہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رائیگان ہوا کہ وہان کسی کا

لقرب نہین اور قول ضعیف یہ ہو کہ اگر دریا کے پانی بکثرت کا منبع دار الاسلام مین ہو تو دیت اسکی بیت المال مین واجب ہوگی اسلیے کہ دار الاسلام مسلمانون کے قبضہ مین ہے کذا ذکرہ ابن کمال ص فرات کا ذکر تمثیل کے واسطے ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ د ق نہر صغیر وھو ما یستقی بہ الشفعۃ علی اھلہ لاختصاصھم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہو اسکے مقتول مین اس نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا اسکی خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ ہم استحقاق شفعہ اس نہر صغیر مین جسمین چھوٹی کشتی جاری ہو اور بعضون نے کہا جسکے لوگ متعین ہون کذا فی الخطابی ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا حتی الحمام وسیجیء او کانت قریبۃ من القریۃ او الخبیئۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الھوت یجب علی المالک او ذی الید او علی اھل القریۃ او الخبیئۃ زید علی او جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آویگا یا جنگل قریب ہوگا گاؤن سے یا قریب ہو کل کے خیمون سے یا کپڑے کے خیمون سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اہل خیمون کے رہنے والون پر کذا فی الزیلعی ص عبارت مین لف نشر مرتب واقع ہو ولایت مین اہل مواشی اکثر خانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل مین کبھی اس جنگل مین جیسے ہندوستان مین گجر کی قوم ولو بحبسا بالشط او الجزیرۃ او موبوطا او ملقی علی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والاصار زاد فی الخانیۃ والاحاضی واقرہ للصفد اذا کان یصل صوت اھل الاقرب من القرو الیہ ولا کالحاصر اور اگر مقتول رکا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہان بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب تر مکان ہوگا دیہات یا شہرون سے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت واجب ہوگی خانیہ مین اتنا زیادہ کیا ہو اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہو بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والون کی وہان آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہان تک پہونچتی نہو گی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اھل المحلۃ لان حفظھا علیھم او ان الحق علی اولیاء المقتول او وجد علی بعض معین منھم فلم یکن علی اھل المحلۃ شیء ولا علی المشار الیہ حتی یقر بعض الورثاء او یقیم احدھم البینۃ لان قولہ لہ حجۃ علیہ اور اگر ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی انکے ذمہ ہی مگر یہ کہ وارث مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انمین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اس قوم پر تاوقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا بدون حجت اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ وارث مدعی کا قول انکے ذات پر بحجت ہو اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین وھو مستخلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف بالله ما قتلت ولا علمت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ لو قال حتی یزعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہو اہل قسامہ سے اسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہان یون قسم کھائے کہ خدا کی قسم یہ مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون سوا زید کے اور اسکا قول مقبول نہوگا اس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل گمان کرتا ہو شارح نے کہا مستخلف بصیغۃ مفعول ہونا سہو قاتل دخل شھادۃ بعض اھل المحلۃ بقتل غیرھم خلافا لھما او بقتل واحد منھم بعینہ لانھا تورث بعض اہل محلہ کے حق مین باطل ہو برخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل ہو تہمت کے سبب سے ص یعنے ایک شخص محلہ قتل ہوا اور ورثاء نے دعوی کیا کہ محلہ والون کی سو اور قوم نے اسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین شخص نے اسکو قتل کیا ہو اور اہل محلہ سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو یہ گواہی باطل ہو امام کے نزدیک تہمت کی علت کے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہو اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہو اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹال کر غیر پر ڈالین تو وہ تہمت ہو گواہی انکی مقبول ہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حتی قتل منہ فبقی فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی عاقلۃ الجی خلافا لابی یوسف تمام اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور محلہ مین سو وہان سے زندہ اٹھایا گیا سو بستر پر پڑا رہا یہان تک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اسی قبیلہ پر ہو برخلاف

ابو یوسفؒ کے کہ قسامہ اور دیت نہیں اگر فلو معجر یعنی بہ رمق فحملہ آخر کاھل فمکث مدۃ ذمات لم یضمن الحامل عندابی یوسفؒ وقال ابوحنیفۃؒ یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہو جسکی زندگی کی رمق باقی ہو سو اسکو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھالا پی سو وہ ان ایک مدت رہا پھر مر گیا تو اٹھانے والا ضمان نہ دیگا ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امامؒ کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنے اسواسطے کہ اسکا قبضہ بمنزلہ حملہ کے ہو تو اسکے پاس زخمی ہونا ایسا ہو جیسے محل میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بالاتلف وحد احدھما قتیلا ان کان الظاھر ان لا نسان لا یقتل نفسہ وھذا عند ابی حنیفۃ خلافا لھما بدون میرے شخص کے دو مردون میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اسکی دیت کا ضمان دیگا امامؒ کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہو کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہیں کرتا برخلاف صاحبینؒ کے یعنے انکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو وفی قتیل قریۃ او اکثر الحکم علیھا وعلیٰ ولی عاقلتھا وعند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا اور عورت کے گانون کے مقتول میں عورت پر یا ورثا قسم وارد ہوگی یعنے پچاس یا اور عورت کے مرد گار دیت دینگے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مدگارون پر قسم بھی لازم ہوگی یعنے اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہو اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں صغیر کے ماخذ اور طرفین کی یہ دلیل ہو کہ قسامہ یعنی تہمت کے واسطے ہو اور نصرت عورت سے بھی ہو سکتی ہو کذا فی الدرر قال المتاخرون والمراۃ تدخل فی التحالیف لعاقلتھا وھذا المسئلۃ کذا فی الملتقط وھو الاصح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہانے کہا اور عورت داخل ہو عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس لیے کہ اخذ کذا فی الملتقط اور یہی قول صحیح تر ہو چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہو صاحبینؒ کے کہا عورت تحمل دیت میں اسلیے داخل نہیں ہو کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہو تو عاقلہ کی فرکیہ ہوگی مناسب نہیں کہا کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں سوائے اس مسئلہ کے کذا فی الظہیریہ وفی المحیط لا تدخل فی دار نصف دار ولا تحمل عاقلۃ دون عاقلۃ عندابی حنیفۃؒ وعندھما وھو قول الشافعیؒ فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا فی الکافی وملا خسرو وتبعا لما رجحہ صدر الشریعۃ وتبعھما المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اسکے وارثوں کی عاقلہ پر دیت ہو ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ اور ائمہؒ کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھ نہیں ہو اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہو ایسا ذکر کیا ہو ملا خسرو نے درمیں اس قول کا تابع ہو کر جسکی صدر الشریعۃ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعہ دونون کا تابع ہوا ہو وحاصلہ ان الکمال قال لیس ان الدار فی ید حسین وحدالرجح فجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ھدرا کالمقر بالقسامۃ اذا جھل القتیل وحال ظھور الدار لورثتہ فدیۃ علیھا قلتھا اور صدر الشریعہ وغیرہ کے خلاف کیا ہو اس کمال نے سو اسوجہ کہ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہو کہ البتہ گھر مقتول کے قبض اور تصرف میں تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون انکا رائگاں ہوگا اور امامؒ کی دلیل یہ ہو کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہو اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثون کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثون کے عاقلہ پر ہوگی کما یحمل العاقلۃ انما یتحملون ما یجب کملا ولو نذ تخفیفا لھم ولکن لا یجب علی الاب تکملۃ دیۃ ابن ابنہ لیس لہ ان یتملک المقتول حتی یقضی منہ دینہ وتنفذ وصایاہ ثم یحاسبھم بما فضل ھذا ظاھر الوارث فیہ وظاھر الصحیح المعتمد ان قتل ولدہ یجب لہ الدیۃ علی عاقلتہ وتکون میراثا لہ فتنبہ یون لکھا جائیگا کہ عاقلہ تو اسی مال کے تحمل سے ہیں جو وارثون پر واجب ہوتا ہو تاکہ وارثون پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثون پر واجب کرنا وارثون کے خاتمے کے واسطے اسلیے کہ اس سوال کا یون جواب پایا جاویگا کہ یہاں ایجاب بطل کا وارثون کے لیے نہیں ہو بلکہ مقتول کے واسطے ہو تا اینکہ اسی مال سے مقتول کے دین ادا کیے جاوینگے اور اسکی وصیتین اسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اس مال میں اور وہ صغیر اور مجنون کے مانند ہو اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبردار رہنا وھو مجد فی ارض موقوفۃ او دار لذلک یعنی موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابھا لان تدبیرہ الیھم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف کے گھر میں جو معین لوگون پر وقف ہی تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگون پر ہی اسواسطے کہ وقف کی تدبیر انھین لوگون پر ہی وان کانت لا ترفع الا للامام

موقوفۃ علی المسجد حکمہا لو وجد فیہا فی المسجد ونحوہ ومسرجیہ وغیرہا وقد قدمنا اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہی جیسے کہ مقتول مسجد کے اندر پایا جائے چنانچہ زنبیل اور دری اور مسرجیہ وغیرہا مین ہو اور بہنے وقف کا مسئلہ اول ذکر کر دیا ہم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اسکا حکم مسجد محلہ کے مانند ہو اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اسکا جامع مسجد کا حکم ہو قلت والتقیید لکون الکلام فی باب الموقوف علیہم معلومین المخرج غیر المعلومین کما ذکرہ فیما علی الفقراء والمساکین فان الظاہر ان الدیۃ تکون فی بیت المال لانہ حینئذ تکون من جملۃ ما اعد لمصالح المسلمین قاضیخان الجامع قال المصنف عفا عنہ مین کہتا ہون اور موقوف علیہم لوگون مین معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگون پر جو وقف ہو نکلجاے چنانچہ فقیرون اور غیر معین محتاجون پر وقف ہو تو ظاہر یہ حکم ہو کہ وہان کے مقتول کی دیت بیت المال مین ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اسوقت مین ہوگا منجملہ ان اشیاء کے جو مصالح مسلمین کے واسطے مہیا ہین تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرایئے اور جامع مسجد کی دیت بیت المال مین ہوگی تو اسکی بھی بیت المال ہوگی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے مروایت کے طریق سے دلو وجد فی مصر فی قلا غیر مملوکۃ ففی الخیمۃ بالقسطاط علی ما یکشف عنہا اور اگر مقتول پایا گیا اس لشکر گاہ مین جو بیابان غیر مملوک مین واقع ہو تو اگر خیمہ اور پال مین مقتول ہو تو انکے رہنے والون پر قسامہ اور دیت ہو وفی الخیمۃ والقسطاط اذا کانوا فی سکۃ واحدۃ او خلوا بہما قبائل شتی فعلی قبیلۃ وجد القتیل فیہا اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے قوم قوم ہون تو جس قوم مین مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہو ولو بین القبیلتین کان حکمہ کما مر بین القریتین اور اگر دو قوم کے درمیان پایا گیا تو انکا حکم ویسا ہی جیسا دو میان دو گاؤن کا حکم مذکور ہو چکا یعنے اگر جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہو اور اگر دونون برابر ہین تو دونون پر واجب ہو ولو تولوا جملۃ مختلفین ففی کل العسکر اور اگر لشکری لوگ رہنے مختلف اور ہے ہین تو تمام لشکر پر واجب ہو ولو کانوا قد قاتلوا احد وافلا قسامۃ وکذا حی من احیاء اہل العسکر کنار سے لڑے ہون اور وہان مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہو نہ دیت کذا فی الملتقی ولو کانت الدار ضیقۃ حتی نزل فیہا العسکر مملوکۃ ذوی المنازل بلا جماع کما تہم مکان وکابزا لحصون المنازل فی القسامۃ والدیۃ درر ملکی فی الملتقی خلافا لابی یوسف فتنبہ اور اگر وہ زمین جسمین لشکر اترا مملوک ہو تو انکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہو بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہان کے ساکن مین مالک زمین کے مزاحم نہین قسامہ اور دیت مین کذا فی الدرر لیکن ملتقی مین خلاف ابو یوسف کا مذکور ہوا گاہ رہنا یعنے صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح نہین وجد فی قریۃ لا حیام لم یکن علی اکثرہم قسامۃ وفی عامۃ اہلہا لانہم لیسوا من اہل القریۃ اور ملتقی مین ہے کہ اگر مقتول پایا گیا حیمیون کے گاؤن مین تو حیمیون پر قسامہ نہین اور وہ لینے قسامہ ہو انکے عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے کی قسم کے لائق نہین ہین کان کان فیہم مکاتب فعلیہ لانہ من اہل الیمین ولو للحمیۃ اور اگر یتیمون مین کوئی بالغ ہو تو اسپر قسامہ واجب ہو اسواسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت رکھتا ہے کذا فی الولوالجی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو وجد فی دار بعض اہلہا او معتوہ فعلیہا او قتلتہ اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر مین تو انکے مددگارون پر قسامہ اور دیت ہو ولو فی دار ذی رحم محرم حلت بینہما ویدل من حلہ ولو تعاقبوا فعلی عاقلتہما اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر مین تو پچاس قسمین کھاے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر دو میون کے عاقلہ ہتے ہون تو دونون یعنے یہود اور نصاری کی عاقلہ پر دیت واجب ہے گی ہم یہودی یون قسم کھائے (کہ اس خدا کی قسم ہے جسنے توریت اتاری) مین نے اسکو نہین مارا اور نہ مین نے اسکے قاتل کو جانا ہون اور نصرانی قسم خدا کی کھائے جسنے انجیل اتاری کذا فی الطحطاوی ولو مر رجل فی محلۃ فاصابہ سہم او حجر ولم یدر من این اومات منہ فعلی اہل المحلۃ القسامۃ والدیۃ سراجیہ اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ مین سو اسکو تیر لگا یا پتھر اور اسکو معلوم نہین کہ کدھر سے آیا اور وہ اسی صدمہ سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہو کذا فی السراجیہ وفی الخانیۃ وجد میتا او دابۃ مقتولۃ بمثل شئ فیہما اور خانیہ مین ہے کہ جو پایا گیا آدمی مقتول یا پایا جانور مقتول یا پایا تو اسمین قسامہ اور دیت کچھ نہین ولان وجود مکاتب او مدیون او ملعم ولد قتیلا فی محلۃ فالقسامۃ والقیمۃ علی

عواقلهم فی ثلث سنین اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پائے محلہ مین تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگارون پر واجب ہو تین سال کے اندر ولو وجد الحمید قتیلا فی دار مولاه فهدر دمه هدرا لعزه حالة الرق لانه کما قیمته علی عاقلته مؤجلا اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر مین تو خون اسکا رائیگان ہو مگر یہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہو بالفعل اسکے قرض دینے والون کے لئے اور بخلاف مکاتب کے یعنے اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر مین تو اسکی قیمت اسکے مالک پر حاجب ہو تین سال کی مدت مین ہر مکاتب کی قیمت سے بدل کتابت ادا کیا جاے اور اسکی آزادی کا حکم کیا جاے اور جو بدل کتابت دیکر باقی رہے وہ اسکے وارثون کی میراث ہو کذا فی العالمگیریۃ ولو وجد المولی قتیلا فی دار مأذونه مدیونا اولی علی عاقلة المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام ماذون فی التجارۃ کے گھر مین خواہ غلام مدیون ہو یا نہین تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہو یعنے قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلا فی دار ابیه او امه او المرأة التی دار زوجها فالقسامة والدیة علی العاقلة لانهم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر مین یا عورت اپنے زوج کے گھر مین مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہو اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہین واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب العاقل

یہ کتاب ہے احکام عاقلہ کے بیان مین ھی جمع مقعلة بفتح فسکون فضم وہ یعنے عاقل جمع ہے مقعلہ کی بفتح میم وسکون عین وضم قاف جیسے مکرمہ بضم راء کے جمع ہے مکرم کے وهی الدیة وسمیت عقلا لانها تعقل الدماء من ان تسفک ای تمنع کما فی العقل لانه یمنع عن القبائح۔ اور وہ یعنے مقعلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین وسکون قاف بھی کہتے ہین یعنے اسواسطے کہ عقل بمعنی منع ہے اور دیت خونون کو باز رکھتی ہے اور روکتی ہے خونریزی سے وبیان معنی دانش وخردمندی کو عقل کہتے ہین اسواسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکھتی ہے ھم جبکہ مقعلہ سے دیت مراد ہوئی اور حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب مین دیت کا کچھ ذکر نہین بلکہ انکا ذکر ہے جن پر دیت واجب ہے جسکو عاقلہ کہتے ہین تو بجاے کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا ثواب ہے چنانچہ صاحب برہان نے کتاب العواقل کہا ہے بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہے کہ کلام مین مضاف محذوف ہے یعنے کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی الطحاوی مختصرا والعاقلة اهل الدیوان وهم العساکر عند الشافعی واهل العشیرة دهم العصبات اور عاقلہ یعنے جن پر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہین اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنے عصبات ہین ھم دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جنمین اہل لشکر کے نام اور انکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کرام کے سامنے بلاردوانکار چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل اور رائیگان نہین ہو سکتی اور قاتل مخطی پر وجوب دیت بلاوجہ ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا اسے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اسپر واجب کیجیے تو وہ نسیت ونابود ہو جاے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنے مددگارون پر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز مین اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پروا نہین کرتا اور یہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبًا اپنے انصار اور حمایتیون کے بھروسے پر تو مددگار خطا کا ٹھہرے مددگاری مین کیونکہ وہی سبب ہین اسکی سبکی اور تعدی کے تو انکی تقصیر ثابت ہو کہ مخطی کو اشتعال کیون معنون کرلیا ہے احتیاطی سے تو انھین پر دیت کا ڈالنا اولے اور انسب ہوا عینی نے شرح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہے صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا ہم جواب دینگے کہ یہ اجماع حکم رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوا اسواسطے کہ آپکے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا نسوان اور صبیان اہل نسب پر دیت نہین اسواسطے کہ وہ مددگار بننے کے لائق نہین پھر جب عمر فاروق نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ نہین بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے یعنی ھو منهم اہل لشکر عاقلہ ہین انکے جو انمین سے ہے یعنے سپاہی لشکری کے نہر قاتل کے یعنے جس سالے اور جس پلٹن مین قاتل ہوگا انھین پر دیت واجب

ہوگی فیجب علیہم کلہا وجبت بنفس القتل خرجہما الاقل مما یصلہ او ثلثمائۃ کقتل الکافر ابنہ عمدًا فدیۃ قاتل کما مر فی الجنایات سو اہل العسکر پر واجب ہوگی ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہو نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہوگیا صلح کے سبب سے یا شبہ کے وجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمدًا اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں ہم نفس قتل سے دیت واجب ہونی ہو قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجرای خطا میں چنانچہ اسکی تصحیح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتوخذ من عطایاہم او من ارزاقہم الفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض فی بیت المال لکفایۃ الحاجۃ والکفایۃ تستلزم الزیادۃ والعطاء ما یفرض فی کل سنۃ کفایۃ لحاجۃ کما یفرض فی کل سنۃ لعیالہ وعبیدہ فی امر الدین سو دیت لیجائیگی اہل لشکر کے عطاسے یا انکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے اور عطا وہ ہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت کے نہیں بلکہ اسکی شکیبائی اور مضبوطی اور محنت کشی کے سبب سے دیکھ کام میں فی وقت الفصل ولکذا ما یجب فی مال القاتل عمدًا بان قتل لاجل ابنہ یوخذ فی ثلث سنین عندنا وعند الشافعی یوخذ حالا لان الشکر کی وجہ سے دیت لیجائیگی تین سال میں قاضی کے حکم کرنے کے وقت سے یعنے جیسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسی طرح دیت واجب ہو قاتل عمد کے مال میں اسطرح پر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سال میں دیت لیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی ہم قضا کے بعد تین مستقبلہ کی عطا سے دیت لیجاویگی اور اگر تین ماضیہ کی عطا جمع ہو قتل قضا کے پھر لشکریوں کو قضا کے بعد حاصل ہو تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اور اگر دس آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا کذا فی الطحاوی فان خرجت العطایا فی اقل من ثلث واقل یوخذ منہ بحصول المقصود پھر اگر عطا یا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اس سے دیت لیجاویگی مطلب حاصل ہونے کے سبب سے ہم یعنے اگر تین سال آئندہ کی عطا ایک ہی سال میں ملے تو تمام دیت اس سے لیجاویگی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایک سال کے تین مہینے میں ملا تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اسلیے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہو تو اگر اسمیں سے لیا جاوے تو اسکو تکلیف اور حرج ہوگا برخلاف عطا کے کذا فی المجتبے وان لم یکن القاتل من اہل الدیوان فعاقلتہ قبیلتہ وادانیہ کل من یتناصر بہ تنویر ایضا اور اگر قاتل لشکری نہیں ہے تو اسکا عاقلہ اسکا قبیلہ اور اسکے قریبے گ ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مدد گاری چاہتا ہو کذا فی تنویر البصائر ہم قبیلہ اور عشیرہ عبارت ہے عصبات نسبیہ سے یعنے یک جدی لوگ خلاصیہ ہر کہ وجوب دیت میں نصرت اور مدد گاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل ناریا اہل قریہ یا برادری کے لوگ اسطرح پر ہوں کہ جب انمیں سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اسکی کفایت اور مدد گاری کے واسطے مستعد ہو جاتے ہوں تو وہی لوگ اسکے عاقلہ ہیں اور اگر اسکے مددگار چند قسم کے لوگ ہیں لشکر والوں سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور اولے ہیں پھر انکے بعد برادری کے لوگ پھر لوگ اہل محلہ پھر بازاری لوگ اور اگر قاتل عجمی مرد ہے کہ نہ اسکا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مدد گار تو اسکی دو صورتیں ہیں یا اسکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے یا خود اسکے مال میں کذا فی الطحاوی مختصرًا بتصرف وتقسم الدیۃ علیہم فی ثلث سنین ای السنین بمعنی العطیات فتستانی ملحقہ اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیے کہ سنین بمعنی عطیات کے ہے کذا فی الغستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا ای السنین بمعنی العطیات کی حاجت نہیں اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا میں مضمون مذکور ہو گیا یوخذ فی کل سنۃ لاکثر من ثلث ولم یترک علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی اربعۃ اعلاہ صحیح اور نہ لیجائے دیت سال میں مگر ایک درہم یا ایک درہم اور تہائی درہم کی اور زیادہ نہ لیا جائیگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درہم سے زیادہ نہیں یہ صحیح تر قول ہے اگر ہر شخص سے ایک درہم لیا گیا تو بھی تین سال میں تین درہم ہوئے اور اگر ایک درہم اور تہائی درہم کی لیگئی تو چار درہم ہوئے طحطاوی کہا یہ قول صحیح تر محمد سے منقول ہے اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ ہر سال میں ہر شخص سے چار درہم سے زیادہ نہ لیا جاوے فان لم تسع القبیلۃ لذلک ضم الیہا اقرب القبائل نسبا علی ترتیب العصبات پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنے یک جدی برادری اسکے واسطے یعنے دیت پوری ہونے کے واسطے گنجائش نکلے تو جو قبیلہ انکے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہو نسب کی

راہ سے وہ ملا لیا جاے عصبات کی ترتیب پر ہم ترتیب عصبات یہ ہو کہ اول بھائی ہین پھر اُنکے فرزند پھر چچا پھر اُنکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند مین اختلاف ہو بعضونکے نزدیک عاقلہ مین داخل ہین اور بعضونکے نزدیک نہین بہتی مین کہا الحاصل انتصار اہل الشکر اظہر ہو تو اُنکے ساتھ قرابت اور نسب اور اولاد اور قریبکی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر ہوگا اور بعد لشکر کے نسب کی مددگاری ہو تو بنابرین اگر قاتل صیادین سے ہو تو اُسکے عاقلہ صیادین اور اُنکے اتباع نہ اُسکا قبیلہ اور اہل محلہ سوا سطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی والقاتل عندنا کاحدھم اور ہم حنفیون کے نزدیک قاتل بھی عاقلہ مین سے ایک شخص کے مانند ہو ہم یعنے دیت دینے نہین وہ بھی شریک ہو عاقلہ کا اسواسطے کہ جنایت تو اُسی سے ظاہر ہوئی تو اُسکو خارج کرنا عاقلہ سے بے وجہ ہو خلافا للشافعی ولو القاتل اموأة اوصبیا او مجنونا عشار کھم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون سو اُن مین سے ہر ایک عاقلہ کا شریک ہوگا بنا بر قول صحیح کذا فی الزیلعی یعنے صغیر اور مجنون کا ولی اُنکے مال سے حصہ رسد دیت دیگا وعاقلۃ المعتق قبیلۃ ضیقہ اور غلام آزاد کا عاقلہ اُسکے مالک کا قبیلہ ہو یعنے مالک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن البزازیۃ ویعقل عن مولی الموالاۃ مولاہ وقبیلۃ مولاہ ومولی مولاہ کی طرف سے اُسکا مولے اور اُسکے مولے کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انہ لا تحمل العاقلۃ جنایۃ عبد وان سقط قودہ بشبہۃ او قتل ان عمل اکمام اور معلوم کرکہ عاقلہ دیت نہین دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہوگیا ہو شبہ سے یا باپ کے قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمداً جنایۃ مذکور ہوگیا وکما تلازم بصلح او اعتراف وکما تلازم نصف عشر الدیۃ لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تعقل العاقلۃ عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا کما مر وان ثبت بالبینۃ ولم یصدقہ العاقلۃ اور عاقلہ نہین دیتے وہ مال جو لازم ہوا قتل عمد یا قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسویں حصے سے کم ہو بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ عاقلہ دیت نہین دیتے قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کمتر مال کی بلکہ قاتل اس دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس پر موقوف نقل کیا ہو اور حدیث مرفوع تو غریب ہو لیکن موضحہ کی دیت حدیث مین نہین بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہو کذا فی العینی الا ان اصل فتوہ فی اقرارہ او نقوم بحجۃ واما جعلت البینۃ حجۃ علی الاقرار مع انہا لا تعتبر مع الاقرار فیما اذا ثبت ما لیس بثابت باقرار المدعی علیہ ھو الوجہ علی العاقلۃ یعنی کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کرین یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور بیان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوئی با وجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہین ہوتی اسواسطے کہ گواہی اُسکو ثابت کرتی ہو جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہین یعنے واجب ہونا مال کا عاقلہ پر لو تصادق القاتل واولیاء المقتول علی ان قاضی بلد کذا قضی بالدیۃ علی عاقلتہ بالبینۃ ولکذبہا العاقلۃ فلا شیء علیہا فی العاقلۃ کان تصادقتا لیصح تعلیقہ کما یاتی حصتہ کان تصادقتا حجۃ فحسب یعنی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے سبب سے اور عاقلہ نے ان دونون کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہین ہو اسواسطے کہ قاتل اور اولیا مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہین ہو اور نہ خود قاتل پر حجت ہو اُسکے مال مین مگر بقدر اُسکے حصے کے اسلئے کہ قاتل اور وارثون کا تصادق انھین دونون کے حق مین حجت ہو کذا فی الزیلعی ہم قاتل کے مال مین عاقلہ کا حصہ رسد اقرار اُسکا حجت ہو بشرطیکہ اُسکے واسطے عطا مین ہو چنانچہ عالمگیری مین ہو کافی سے اور نظیر اسکا عطا تو اہل الشکر مین ہوتی ہو غنیمت مین کذا فی الطحطاوی واعلم ان الخصم فی ذلک ھو الجانی لا المجنی علیہ ولو کان صبیا فالخصم ابوہ کما فی خانیہ قلت یوخذ من قولہ الخصم ھو الجانی لا العاقلۃ وجواب حادثۃ الفتوی وھی ان صبیا فقاء عین صبیۃ فمات فاراد ولیہا تحلیف العاقلۃ علی نفی فعل الصبی والجواب انہ لا یحلف لان ذلک فرع صحۃ الدعوی علیہ وھی غیر متوجہۃ علی العاقلۃ وبقی ھنا شیء وھو ان العاقلۃ لو اقروا بفعل الصبی ھل یحکم باقرارھم بالنسبۃ الیہم حتی یقضی علیہم بالدیۃ ام لا فلیتتبع لیذکر الحاقی فانہ مقام مضل فلیحرر اور معلوم کرکہ اسمین یعنے دعوے قتل مین خصم یعنے مدعا علیہ قاتل ہو اسواسطے کہ حق اگر ثابت ہو اور اگر قاتل صغیر ہو تو باپ اُسکا باپ ہو کذا فی الخانیہ مین کہتا ہون کہ اُسکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہو نہ عاقلہ ماخوذہ ہوتا ہو حادثہ فتوی کا جواب وہ استفتاء یہ ہو کہ صغیر نے صغیر

نکلے بھوسی سو وہ مرگئی تو صفرہ کے وارث نے چاہا قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی لفی فعل پر اور جواب اسکا یہ ہی کہ قسم وارد نہوگی اسواسطے کہ لزوم قسم دعوی صحیح ہونے کی فرع ہی اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہین ہوا اور بیان گفتگو کچھ باقی ہی کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو انکا اقرار بہ نسبت انکے صحیح ہگا تا اینکہ اُنپر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار انکا صحیح نہین تو اگر یون جواب دو کہ بیان لو لائق یون ہی کہ قسم اُنکے حق مین جاری ہوانکے فائدہ ظاہر ہونے کے سبب سے فائدہ سے مراد لزوم دیت ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے تو اسکی کچھ بڑا اور تنقیح کرنا چاہیے ہم تحلیف عاقلہ قول سابق کے مخالف ہی کہ عاقلہ خصم نہین تو اُنپر قسم بھی نہین اور اگر یون جواب دیجیے کہ یہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہی تو اُنپر قسم جاری ہوگی تو صریح ظاہر ہی کذا فی الطحطاوی وان جنی حر علی نفس عبد خطأ فہی علی عاقلتہ یعنی اذا قتلتہ لان العاقلۃ لا یعقلون الا العبد قالوا لانہ لا تحمل المقومات اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہی جنایت سے مراد یہ ہی کہ آزاد غلام کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہین اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل ہین دلیل ہمارے ہمکو ہی کہ عاقلہ اذا قلم یتناصروا یعنی لو القاتل غیرہم ولا تحمل علی الصبی کما صر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ مین داخل نہین جبکہ وہ باہم مددگاری کرتے ہون یعنے اگر صغیر وغیرہ قاتل ہون تو عاقلہ مین داخل نہین اور اگر صغیرہ وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو عاقلہ مین داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا حاصل عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر انمین مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ مین داخل ہونگے وجوب دیت مین کذا فی الطحطاوی ولا یعقل عاقلۃ عن مسلم ولا بعکسہ لعدم التناصر اور کافر دیت نہین دیتا مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی طرف سے عدم تناصر کی وجہ سے والکفار یتعاقلون فیما بینہم وان اختلف دینہم لان الکفر کلہ ملۃ واحدۃ یعنی ان تناصروا والا فقد مالہ فی ثلث سنین کالمسلم کما بسط فی المجتبی اور کافر فیما بین خود باہم ایک دوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ اُنکے دین مختلف ہون اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہی یعنے بنا بر ملیکہ ایک دوسرے کی مددگاری کرتے ہون اور اگر تناصر مین رائج نہو تو فقط قاتل کے مال مین دیت مقتول کی واجب ہی تین سال کے اندر مسلمان کے مانند چنانچہ مجتبی مین اسکو مشرح بیان کیا ہم مجتبی مین ہی کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب مین وارد ہین سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اسکی دیت قاتل کے مال مین واجب ہی کذا فی الطحطاوی ولذا لو کان للقاتل عاقلۃ کلفط وجبت فی مالہ فی ثلث سنین فالدیۃ فی مالہ فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی درر وبزازیۃ وجعل الزیلعی روایۃ وجوبہا فی مالہ روایۃ شاذۃ اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اسکے مقتول کی دیت بیت المال مین ہی ظاہر الروایہ مین اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الدرر والبزازیۃ اور زیلعی نے مال قاتل مین وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہی یعنے جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اسکے مال مین دیت واجب ہی اس روایت کو زیلعی نے غیر معتمد کہا ہی قلت وظاہرہا فی المجتبی عن خواہر زادہم من ان تناصرہم قد انعدم وبیت المال قد انعدم یرجح وجوبہا فی مالہ فیجب فی کل سنۃ ثلثۃ دراہم اواربعۃ کما نقلہ فی المجتبی عن المنتقی قلت وہذا حسن کما یرد من حفظہ وافقہ المصنف فلیحفظ فقد وقع فی کثیر من المواضع انہا فی ثلث سنین فاقہم مین کہتا ہون اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہ ہی کہ وہان کے لوگون کی باہم مددگاری نیست ونابود ہوگئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہوگیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہی واجب ہونے دیت کو قاتل کے مال مین تو قاتل ہر سال تین یا چار درہم ادا کرتا رہے چنانچہ اسکو مجتبی مین ناطفی سے نقل کیا ہی صاحب مجتبی نے کہا اور یہ قول خوب ہی اسکا یاد رکھنا ضرور ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سو البتہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع مین واقع ہوا ہی کہ بالکل دیت کا ادا کرنا کذا فی الطحطاوی تین سال مین ہی تو اسکو سمجھ لے ہذا اذا کان القاتل مسلما فلو ذمیا ففی مالہ اجماعا بدایہ اور یہ یعنے جب عاقلہ نہو تو بیت المال سے دیت واجب ہی اسوقت جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اسکے مال مین بالاتفاق دیت ہی کذا فی البزازیۃ ومن لا عاقلۃ لہ فدیۃ جنایۃ خطأ فی مالہ فی ثلث سنین وقیل فی سنۃ واحدۃ وہو المعتمد مطلقا ولو سعیدا او محررا مکاتبا او عبدا لا یعقل بیت المال وہو الصحیح کما بسط فی الخانیہ اور جس قاتل کا مشہور

وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام یا کافر ہونے کے سبب سے تو اسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ دیگا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اسکو خانیہ میں مشرح بیان کیا ہے ولا عاقلۃ للعجم وبہ جزم فی الدرر قالہ المصنف لعدم تناصرہم عجمیوں کا انکے غیر کے سوا اور مالک کے رہنے والوں کا عاقلہ نہیں اسی پر یقین کیا ہے درر میں یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں انکے عدم تناصر کے سبب وقیل لہم عواقل کحربی تناصروا ولا سکنۃ والصیادین والصراتین والسراجین فاہل محلۃ القاتل وصنعتہ عاقلتہ ولکن لا طلبۃ العلم قلت وبہ افتی قدیما وحدیثا وغیرہ ظاہر اور بعضوں نے کہا کہ عجمیوں کے واسطے بھی عاقلہ ثابت ہیں اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہیں چنانچہ کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اسکے عاقلہ ہیں اور اسی طرح طالب علم باہم گر یہ عاقلہ ہیں میں کہتا ہوں اور اسی کا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل وفی ہذا الباب وہو معنی التناصر اذا حزبہ امر فامر لصعوبۃ فی کفایۃ تمامہ فیہ مجتبی میں یہ زیادہ کیا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنے اثبات عاقلہ میں تناصر اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب انکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ انکے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں انکی کارسازی میں یعنے اسکو بچالیں انکی تکلیف مال دین اور انکا پورا بیان مجتبی میں ہے وفی تنویر البصائر ومعزیا لحافظیہ والحق ان التناصر فیہم بالحق وتعہم عاقلتہ فخ ملخصا من التبیین اور تنویر البصائر میں حافظیہ سے منقول ہوا اور حق یہ ہے کہ عجمیوں میں تناصر پیشوں کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہیں ہمیشہ کے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو مفتی سستانی نے ثابت رکھا ہے کما رجحہ الحانوتی ان التناصر صنعۃ لافلیۃ الحسد والبغضۃ وتمنی کل واحد ان یکون مثلہ فتنبہ لکن ہمارے استاد حانوتی نے اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہیں حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہے تو اگاہ رہو یہ وہی قول ہے جو زاہدی صاحب مجتبی نے عوام کا بیان کیا ہے قلت وحینئذ لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ او بیت المال میں کہتا ہوں اور جہاں نہ قبیلہ اور نہ برادری ہے اور نہ حمایت اور مددگاری تو وہاں دیت قاتل کے مال میں ہے یا بیت المال میں ہم وجوب دیت کا بیت المال میں ظاہر الروایۃ مفتی بہ ہے اور وجوب مال قاتل کے مال میں روایت شاذہ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں مدار تناصر پر ہے چنانچہ صفحات نے انکی تصریح کی ہے تو جس قوم میں تناصر اور حمایت کرنا رائج ہے تو وہ لوگ انکے عاقلہ ہیں اور اگر حمایت نہیں کرتے تو عاقلہ نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہے وصایا کے احکام میں ووصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعا عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا میں انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کا آخر کتاب میں لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی یہ کو لیتے جس چیز کی وصیت کیجائے اسکو بھی وصیت کہتے ہیں اور ایضا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے سے تاکہ غیر انکی غیبت میں کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلا زید نے خالد سے کہا کہ یہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہوا اور خالد وصی ہے اور باغ موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ یعم الوصیۃ والایصاء یقال اوصی الی فلان ای جعلہ وصیا او اسم منہ الوصایۃ ویبنی قولہ استقل او وصی لفلان بمعنی ملکہ بعد موتہ وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنے اسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایصا اور وصی کے مسائل جدا باب میں آوینگے اور بولتے ہیں اوصی لفلان یعنے اسکو مالک کیا بطریق وصیت کے مطلقا اوصی کہا لام اور الی کا فرق کثرت بعث سے معلوم نہیں ہوتا تو اگر یہ فرق اصطلاحی ہے تو اصطلاح میں کچھ نزاع کا مقام نہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب بحر کے کلام سے اور شارح اس بیان میں تابع ہے صاحب بحر کا فیتشد ھی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو موقت میں یعنے بعد الفرق وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہے مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کی شی عین ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانہ نافذ من کل المال کما سیجئی میں کہتا ہوں تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکلے اسواسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا

یعنی بتہائی وصیت سے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہی بعضوں نے کہا اقرار دین عبارت ہی اظہار فی الذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہی ارادہ حسان نہ پہ حاجت نہیں کذا فی الخانیۃ وجوبہا لحق اللہ تعالٰی فتامل اور تبرع کے مخالف نہیں وصیت کا واجب ہونا حق تعالٰی کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کر ہم جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہی کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہی بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوۃ اور کفارات وغیرہ حقوق زمانی ہین وصیت واجب ہی پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہان سو اسطے کہ تبرع عبارت ہی عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب ثانی تبرع کے نہین ہی اور یہ لفظ تامل وقت جواب کی فکر اشارہ کیا یعنے وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور دیون عباد کے مانند ہوا کذا فی الحلبی وھی علی ما فی الطحطاوی اربعۃ اقسام ولجبۃ بالزکوۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوۃ الفوائت فرط فیہا وحیاتہ لغیر معذور کما ھو المفتی بہ اور بنا بر اس کلام کے جو میتی ہین ہی وصیت چار قسم ہی واجب ہی وصیت زکوۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے جنکے ادا کرنے مین مسلمان نے تقصیر کیا اور وصیت مباح ہی مال اور کے واسطے اور مکروہ ہی فاسق فاجر وغیرہ کے واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہی ہم وجوب زکوۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی مین مذکور ہی تو اسکو زیلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا اور میتی مین اسکو مستحب مین شمار کیا ہی عبارت میتی کا ترجمہ یہ ہی کہ وصیت چار قسم ہی واجب ہی جنانچہ رد ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہی جنانچہ کفارات اور فدیہ صلوۃ وصیام اور انکی مانند کی وصیت اور جائز ہی جیسے اغنیاء کے اجانب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہی جیسے اہل فسوق اور معاصی کے واسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحطاوی وکاجنب الوالدین والاقربین لان آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کے واسطے واجب نہین اسواسطے کہ سورۂ بقر کی آیت سورۂ نساء کی آیت نے منسوخ کی ہم سورۂ بقر کی یہ آیت ہی کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَنِ الْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ یعنے حق تعالٰی نے فرمایا کہ مفروض ہوتم پر جب حاضر ہو تم مین سے کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا مان باپ اور قرابت والون کے واسطے اور سورۂ نساء کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہی جو ناسخ ہی سورۂ بقر کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہی ابن عمر اور طاؤس اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہی کہ سورۂ بقر کی آیت منسوخ ہی اس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہی انجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہی جو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالٰی قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر فرمایا کہ حق تعالٰی نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کے واسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہی اور اس حدیث مشہور کو اکثر علماء نے قبول کیا اور ایسی حدیث مشہور سے نسخ کتاب جائز ہی ہمارے نزدیک اور یہ حجت ہی امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے مقدم نہین کذا فی العینی شرح الہدایۃ سببہا ما ھو سبب لتبرعات وصیت کا سبب وہ ہی جو بتبرعات یعنے عبادات غیر واجبہ کا سبب ہم جو وصیت کے محاسن مین مذکور ہی یعنے جو اعمال فوت ہوگئے ہین انکا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اس حالت مین کہ مال کی کچھ حاجت نہ رہے تاکہ انجام مین کام آوے میتی مین ہی کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے بعد تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی مغرفت ہی اور مظالم اور حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا الغرض اس مال کے وقت اسواسطے کہ سر مخلوق زندہ کے واسطے موت ضروری ہی اور وہ امر وصیت ہی جسکو قرآن مجید مین بتاکید فرمایا ہی آیۃ المواریث مین اسطرح کہ مِنْ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصِیْنَ بِہَا اَوْ دَیْنٍ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالٰی نے تمہارا انتہائی مال ہم پر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہین جو خدا کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سوے ہے مگر اسکی وصیت اسکے سر کے پاس ہو انتہی حموی نے قاضی خان سے فرع لفنیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی وہ یہ ہی کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اسکے اولاد صغار ہون تو بعضون نے کہا کہ مال کا چھوڑ جانا اپنی اولاد کے واسطے افضل ہی اور اگر اولاد کبار ہی اور مال تھوڑا ہی امام نے کہا کہ اسکو وصیت کرنا لائق نہین اور اگر مال زیادہ ہی اور وارث فنی ہین تو امور واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اجنبی کچھ واجب نہین رہا تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر قرابا غنیا ہین تو

حاشیہ: پھر جب وصیت کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہی بطریق تبرع الخ سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب ثانی تبرع کے نہین ہی الخ

حاشیہ: کذا فی الطحطاوی عن ابی ہریرۃ

حاشیہ: سو یہ خوف یعنی نسخ ہی

بڑے دسیوں کے واسطے وصیت کرے کذا فی الطحطاوی و شرنبلالی کون للوصی ھذا للتملیک فلم یجز من صغیر یعقل و مکاتب الا باذنھما لتقوی کما یجی اور وصیت کی شرطوں میں سے ہونا ہی موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہیں ہے صغیر اور مجنون اور مکاتب کی وصیت کو انجاز اور ہوجانے کی طرف نسبت کرے تو جائز نہیں ہے جیسا کہ آگے آویگا و عدم استغراق الدین المتقدم علی الوصیۃ کما یجیٔ اور عدم استغراق مال کا دین کے ساتھ شرط ہی بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر جیسا کہ آگے آویگا و کون للموصی لہ حیا وقت الموت تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل کما یجیٔ فافھم فائدہ یہ قید لاکر یہ وصیت کی گئی اسکا زندہ ہونا وصیت کے وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقاً زندہ ہو یا تقدیراً تاکہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل ہے سو اسکو بوجہ اس تعمیم کے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہے ہم صاحب درر کے کہا کہ موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط ہے اسواسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے اسپر اعتراض کیا کہ حمل کے واسطے کرنا صحیح ہے وہاں حیات کہاں ہے شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کرکے کہ کونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کے وقت وارث ہونا شرط ہے ہم یعنے موصی لہ موصی کا وارث ہو موصی کی موت کے وقت اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہ ہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یعنے اسواسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نہ رہا موت کے وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہی اور اسنے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی پھر بیٹا مرگیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کے وقت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہ تھا و لا قاتل اور موصی لہ کا قاتل نہ ہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اسنے وصیت قبل از قتل کی ہو بعد اسنے قتل کیا ہو بعد زخمی کرنے کے وصیت کی ہو بہر صورت وصیت باطل ہے کذا فی الزیلعی و ھل یشترط کونہ معلوما قلت نعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ فی الکلاتی اور کیا شرط ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہیں میں کہتا ہوں ان اسکا معصوم ہونا شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے باب آیندہ میں ہم موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقد اوصی لکل فقیر قبلا للتملیک لغیر موت للموصی یقدر ما لا او انفاذ وجد الحال او معدوما اور شرط ہے وصیت کی ہونا موصی بہ کا یعنے جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موت موصی کے قابل ہو تملیک کے بواسطے کسی عقد کے عقود سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت یا فعل موجود ہو یا معدوم ہم معدوم ہونے علی خطر الوجود ہو جیسے باغ کے پھلوں کی وصیت کرنا علی خطر اسکے شخص کے واسطے جبتک کہ وہ زندہ ہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہیں پھر اسنے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث مال کا مستحق ہوگا اسکی موت کے وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا و ان یکون بمقدار الثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی بہ بمقدار ثلث مال کے ہو ہم طحطاوی نے کہا یہ لزوم میت کی شرط ہے رد کما قولہ او صیت بکذا الفلان ما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملۃ فیھا اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ میں نے وصیت کی اس چیز کی فلانے شخص کے واسطے اور جو اسکے قائم مقام ہو الفاظ سے جو وصیت میں مستعمل ہیں چنانچہ یوں کہا کہ میں نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لیے کردیا و فی البدائع رکنہ الایجاب القبول قال فی الکافی و کل ما خاطب اور بدائع میں ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب رکن ہے ہم غایۃ البیان میں ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی میں ہو وہ باطل ہے اسواسطے کہ وصیت تملیک کو بولتے ہیں تو موت سے پہلے قبول اور رد ثمار کے لائق نہیں اسواسطے کہ قبول ہو ایجاب سے پہلے انتہی لخصا قلت المراد بالقبول ما یعم الصریح والدلالۃ یاتی قریبا فلو رد الموصی لہ بعد موت الموصی لا قبول کما یجیٔ میں کہتا ہوں اور قبول سے وہ مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اسطرح کہ موصی لہ مرجائے موصی کے موت کے بعد بدون قبول کرنے کے چنانچہ لگے آویگا ہم موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد یہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل قبول بالقول کے برابر ہے چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اسکے وارثوں کے واسطے خریدنا یا اسکا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریۃ عن محیط السرخسی و حکمھا کون للموصی لہ ملکا جدیدا للموصی بہ کما فی الھدایۃ فیلزمہ استیراء الجاریۃ الموصی بھا اور حکم یعنے اثر مترتب وصیت کا ہونا موصی بہ کا ملک جدید موصی لہ کی چنانچہ ہبہ میں ملک جدید حاصل ہوتی ہے موہوب لہ کی تو موصی لہ کو وصیت کی جاریہ کا استبرا لازم ہوگا و تجوز بالثلث لا حینئذ عند عدم المانع

وان لم یجز الوارث زیادت اور تہائی مال کی وصیت جائز ہی اجنبی شخص کے واسطے وصورت عدم مانع کے اگرچہ موصی کے وارث اسکو جائز نہ رکھیں مع مانع وصیت چنانچہ قتل یا مستغرق بدین ہونا وارث کی جانب سے نہیں حدیث مذکور کی دلیل سے یعنے حق تعالے نے تمھارا تہائی مال تمہارے لئے صدقہ کیا تاکہ تمھاری آخر عمر میں تمھارے اعمال زیادہ ہوں لہ الزیادۃ علیہ لان یجیز ورثتہ بعد موتہ ولا یتغیر اجازتہم حال حیاتہ اصلا لانہا لم تفد شیئا بل بقی الحق لہ کما کان نہیں جائز ہی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا مگر اس صورت میں جائز ہی جبکہ موصی کے وارث بالغ اسکی موت کے بعد اجازت دیں اور وارثوں کی اجازت موصی کی زندگی میں اصلا معتبر نہیں بلکہ اسکی وفات کے بعد معتبر ہی عدم حیات موصی میں وارثوں کی اجازت اسواسطے معتبر نہوئی کہ ہنوز انکا حق ثابت نہیں اسواسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہی اور اگر وارث صغیر ہی تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق میں نافذ نہوگی اور نہ اسکے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح ستہ میں مروی ہی سعدؓ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہی اور میری بیٹی فقط وارث ہی تو میں اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہوں تو فرمایا کہ نہیں پھر میں نے کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہوں فرمایا نہیں کہا تو نصف مال کی وصیت کروں فرمایا نہیں کہا تہائی مال کی وصیت کروں فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی مال بہت ہی یعنے وصیت کے واسطے یعنی یجوز ایثارا واغیر وارث کا وقت للوصیۃ علی عکس قولہ للوارث یعنے وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہی نہ وصیت کے وقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کے واسطے صحیح کے اقرار میں وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہی اسواسطے کہ اقرار تصرف ہی فی الحال کا بخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ اسکا وارث نہیں تو اقرار جائز ہی اگرچہ وہ شخص بعد اسکے اسکا وارث ہوجاوے لیکن یہ شرط ہی کہ وہ وارث ہونا حادث سبب کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا نکاح کیا اور اگر وارث ہونا قائم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا چنانچہ اپنے اس بھائی کے واسطے اقرار کیا تو محجوب بتمامہ مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے فرزند مر گیا کذا فی المحاوی لتدیت ما کان متہ ولو عند عتق ورثتہ او استغناہ بحصتہ اور مستحب ہی کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از ثلث کی وارثوں کی تونگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصوں کے سبب سے انکو استغنا حاصل ہوا ہو کمتر کرنا ایکا کما ندب ترکہا بلا احدھای عتق او استغناء لانہ حینئذ یصلہ وصیتہ جیسے وصیت کا ترک کرنا مستحب ہی بدون تونگری یا استغنا ورثہ کے یعنے جبکہ وارث نہ خود مالدار ہوں نہ میراث کے حصوں سے انکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت میں ترک وصیت مطلقا مستحب ہی اسواسطے کہ ترک وصیت اسوقت میں صلہ رحمی بھی ہی اور صدقہ بھی ہی یعنے جب وارث محتاج ہیں اور مورث مال چھوڑ گیا تو اسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور میراث کا بھی اور وصیت میں اجنبی پر فقط خیرات کرنے کا ثواب ہی حالانکہ قرابت دار پر خیرات کرنا افضل ہی اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد میں ابو ایوب انصاری سے حدیث مرفوع مروی ہی کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی العینی یعنے بہتر صدقہ اس قرابت دار پر ہی جو عداوت مخفی رکھتا ہی تہیگاہ میں طحطاوی میں قہستانی عن الظہیریہ سے منقول ہی کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہی کہ ہر وارث چار ہزار درم کا وارث ہوا و فضلی سے روایت ہی کہ ہر واحد دس ہزار درم کی میراث پاوے وقد خرج عن الذین التقدیم حق العبد اور وصیت متاخرین ہی دین سے یعنے ادائے دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہی بسبب مقدم ہونے حق العبد کے حق العبد حق الشرع پر مقدم ہی اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوۃ وغیرہ کا ساقط ہوجاتا ہی موت سے چنانچہ اپنے محل میں مذکور ہی تو وصیت تبرع کے مانند ہوئی کذا فی المنح وصحت بالکل عند عدم ودیعۃ ولو حکما کمستامن المسلم الحکم اور وصیت صحیح ہی تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت میں اگرچہ موصی کا حکماً وارث ہو مانند مستامن کے عدم مزاحم کے سبب سے یعنے جبکہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہی اگرچہ اسکے دار الحرب میں وارث ہوں کذا ذکرہ ابو المسعود درین نہیں تعلق حق وارث مانع تہا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہوگئی وعلیہ لو اقر بثلث مالہ لاجنبی فقط وتکون وصیۃ بالحق فان خرج من الثلث

فیھا والا سبع فی بقیۃ فیقتہ وان فضل من الثلث شیء فھو لہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور اسکی آزادی کی وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے تو اسی کا ہے اور نہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس کا ہے ہم اگر موصی کا مال ۳۰۰ درم اور دینار ہو تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہے اور غلام کی قیمت ۱۰۰ درم ہے تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اسکی قیمت ۲۰ درم ہے تو ۲۰ کی کمائی کرکے دا کرے تب آزاد ہو اور اگر اسکی قیمت ۸۰ درم ہے تو ۲۰ درم غلام پا دیگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہے تو اسکی تفصیل فتاوے عالمگیری میں مذکور ہے وبدأ بتاخیر دراھم ھی سلۃ لا تصح فلا تصح کالا تصح بعین من اعیان مالہ اور اگر اپنے غلام کیواسطے غیر متعینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں موصی کے جنس مال سے ایک جنس کی ھم درمین خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام نے اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقا وصیت کی تو صحیح ہے اور یہ حق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر دس درم یا دینار غیر متعین کی وصیت کی تو امام شافعی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی لیکن طحطاوی نے کہا دینار اور درم مین عدم تعیین کی وجہ اسواسطے لگائی کہ اسکی صحت تو ہم تھی اور تعیین کی صورت مین تو جنس کے مانند وصیت صحیح تھین وصحت لمکاتب نفسہ ومدبرہ اولادہ ام ولدہ استسعاھم لا لمکاتب ولد ثم اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کے واسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے وصحت للحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی ھذہ لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کیواسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے چنانچہ مالک کا یون کہنا کہ مین نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کے واسطے ھم اور حمل کے واسطے اسطرح وصیت ہو کہ مالک کہے کہ مین نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے استبدد دھون کی وصیت کی کذا فی الدرر ثم انما تصح ان ولدت الحمل لاقل من ستۃ اشھر لوزمج الحامل حیا او منفاھ مضغۃ او علقۃ او مات بعد ان حبل یوما او یومین لا اقل بثبوت نسبہ اعتمادا علی ظاھر الحال کما فی البحر وھو یفید انہ لا بد من ثبوت الحمل وقت الوصیۃ وھو ظاھر لان المعدوم لا یوصی لہ ولا یرث کما فی الدرر وھو یفید ایضا انہ لا بد من ثبوت الحمل وقت موت الموصی لان الوصیۃ تملیک مضاف الی ما بعد الموت فیعتبر وجودہ عند الموت کما فی الھدایۃ وغیرھا وھو ظاھر ایضا لان الوصیۃ خلافۃ عن الارث فیعتبر وجود الحمل وقت الموت کما فی الارث ثم ظاھر ما ذکرہ الشارح ان الوصیۃ لا تصح الا اذا ولدت لاقل من ستۃ اشھر من وقت الوصیۃ وھو کذلک عند الامام وعلیہ الفتوی کما فی الخانیۃ وعند ابی یوسف تصح ما لم تلد بعد سنتین من وقت الوصیۃ وعند محمد ما لم تلد بعد اربع سنین من وقت الوصیۃ وعلیہ الفتوی کما فی الخانیۃ ایضا وھذا یدل علی ان الحمل یعلم وجودہ وقت الوصیۃ بامارات ظاھرۃ کما یعلم وجودہ وقت موت المورث بامارات ظاھرۃ کما سیاتی فی المواریث وقولہ لاقل من ستۃ اشھر من وقت الوصیۃ او من وقت موت الموصی علی الخلاف المار ذکرہ وقولہ بعد دلیل بثبوت نسبہ اعتمادا علی ظاھر الحال ای بعد دلیل یدل علی ثبوت نسبہ اعتمادا علی ظاھر الحال وھو ما ذکرہ بقولہ بان ولدت الخ وقولہ او منفاھ مضغۃ او علقۃ الخ ای او ولدت منفاھ مضغۃ او علقۃ وقولہ او مات بعد ان حبل یوما او یومین الخ ای او مات الموصی بعد ان حبل یوما او یومین الخ وقولہ لا اقل ای لا اقل من ستۃ اشھر وقولہ بثبوت نسبہ ای نسب الحمل وقولہ اعتمادا علی ظاھر الحال ای اعتمادا علی ظاھر الحال الذی ھو الحبل وقولہ کما فی البحر ای کما ذکرہ صاحب البحر وقولہ وھو یفید انہ لا بد من ثبوت الحمل وقت الوصیۃ ای وھو ای ما ذکرہ الشارح من قولہ بان ولدت الخ یفید انہ لا بد من ثبوت الحمل وقت الوصیۃ وقولہ وھو ظاھر ایضا ای وھو ای ما ذکرہ الشارح من قولہ بان ولدت الخ ظاھر ایضا وقولہ لان الوصیۃ خلافۃ عن الارث ای لان الوصیۃ خلافۃ عن الارث فی کونھا تملیکا مضافا الی ما بعد الموت وقولہ فیعتبر وجود الحمل وقت الموت ای فیعتبر وجود الحمل وقت موت المورث وقولہ کما فی الارث ای کما فی الارث من کون الحمل موجودا وقت موت المورث وقولہ کما سیاتی فی المواریث ای کما سیاتی بیانہ فی المواریث وقولہ وقت الوصیۃ والمتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کی بنا ہین ھم شارح نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور اقوال سے وفی النھایۃ عن وقت موت الموصی اور نہایہ مین ہے کہ موت موصی کے وقت سے اقل مدت حمل کا شمار ہے وفی الکافی ما یفیدانہ من الاول ان کان لہ ولد ثانی کان بہ اور کافی مین وہ عبارت ہے جو اسکے مفید ہے کہ اگر حمل ہو تو ابتداے مدت حمل وصیت کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہے تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تجب القیمۃ للحمل لعدم قبضہ ولا ولایۃ لاحد علیہ لیقبض عنہ زیلعی وغیرہ کنز مین اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں جو حمل کے واسطے اسکے عدم قبض کے سبب سے اور نہ اسپر کسی کی ولایت ہے تاکہ ولی اسکی طرف سے موہوب بہ قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صدر الوارث الحمل عنہ بما اوصی لہ لم یجز لانہ لا ولایۃ

للاب علی الاصح ولو الجد تو اگر بچہ شکمی کا باپ اسکی طرف سے مصالحہ کرے بعوض اسکے جو بچے کے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہیں بچہ شکمی کے اوپر کذا فی الولوالجیہ قلت وبہ علم جواب حادثۃ الفتوی وھی انہ لیس للوصی ولو مختارا التصرف فیما وقف للحمل اذا ولد علی الاصح میں کہتا ہوں اور بیان سابق سے حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہو گیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اسکو تصرف کرنا جائز نہیں اُسمیں جو حمل کیواسطے وقف ہوا بلکہ فقہانے کہا ہے کہ حمل یعنے بچہ شکمی کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اُسپر ہے وصحت بلا حاجۃ کاحملہا اور لونڈی کی وصیت بدون اُسکے حمل کے صحیح ہو یعنے اگر یوں کہے کہ میں نے وصیت کی اس لونڈی کے فلانے شخص کے واسطے مگر اُسکے پیٹ کا بچہ وصیت میں داخل نہیں تو یہ صحیح ہے لما تقرران کل ما صح افرادہ بالعقد صح استثناء منہ ولا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول میں کہ جسکا علیحدہ ذکر کرنا عقد میں صحیح ہو تو اُسکا کالمنابھ عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہیں اُسکا کالمنابھ صحیح نہیں یعنے چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت میں درست ہے تو اُسکا استثنا بھی وصیت سے صحیح ہوگا ومن المسلم للذمی بالعکس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اُسکے بالعکس ذمی کی وصیت مسلمان کیواسطے درست ہے ھم ودلیل صحت اول کلام الٰہی ہے لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ یعنے نہیں روکتا تمکو اللہ تعالی اُن کافروں کے احسان کرنے سے جو تم سے نہیں لڑے دین میں اور نہیں نکالا تمکو تمہارے گھروں سے اور صحت ثانی کی دلیل یہ ہے کہ عقد ذمی سے ذمی مسلمان کے برابر ہو گیا معاملات میں تو احسان دونوں طرف سے درست ہوا حیات میں اسیطرح ممات میں بھی کذا فی الدرر لا حربی فی دارہ اور وصیت جائز نہیں مسلمان کو کافر حربی کیواسطے دار الحرب میں اسواسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان ہے اور ہم ممنوع ہیں کفار مقاتلین کے احسان سے لقولہ تعالے اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ حق تعالے نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ اللہ تعالی تمکو روکتا ہے اُن کافروں کے احسان سے جو تم سے دین میں لڑے ہیں کذا فی الدرر عن الجامع الصغیر قید بہ لانہ لا یمنع کالذمی کما افادہ الملا خسرو (تحریر دلمائی منہ) مصنف نے عدم جواز وصیت میں دار الحرب کی قید لگائی اسواسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہے صحت وصیت میں چنانچہ یہ فائدہ ملا خسرو نے درر میں بیان کیا ہے بحث کی راہ سے ھم ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر میں عدم جواز وصیت حربی کیواسطے مذکور ہوا اور سیر کبیر میں جواز وصیت مذکور ہوا تو توفیق بین الکتابین یہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہے تو یہ احتراز ہے اُس حربی سے جو دار الحرب میں نہیں یعنے مستامن یہی مراد ہے سیر کبیر میں کہ حربی مستامن کے واسطے درست ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادۂ مذکور کے بیان کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ مصرح مذکور ہے متن میں قلت وبہ صرح الحدادی والزیلعی وغیرھما وسیجئ متنا وصایا الذمیین کہتا ہوں اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زیلعی وغیرہما نے امر آئندہ متن میں آویگا ذمی کی وصایا میں وکالوارثہ وقاتلہ مباشرۃ کالتسبب کما مر اور درست نہیں ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کیواسطے جیسے موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسبب قتل حقیقی نہیں ھم حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ لَا وَصِيَّةَ لِقَاتِلٍ قاتل تسبب جیسے وضع حجر غیر ملک میں کذا فی الدر خواہ وصیت قبل از قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کذا فی المنح کالا جارۃ ورشۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا ان یجزھا الورثۃ یحتج عند وجود وارث آخر کما یفید آخر الجوھرۃ محققا وارث کیواسطے وصیت درست نہیں مگر موصی کے وارثوں کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہیں وارث کیواسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جائز کریں یعنے جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہیں چنانچہ آخر حدیث اُسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب بیان کرینگے ھم کبار عقلا علی الاجازۃ صغیر ومجنون اور عاقلا کہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہوں تو وارث صغیر اور مجنون کی اجازت جائز نہ ہوگی واجازۃ المریض کاجازۃ المریضۃ اور وارث مریض کی اجازت ابتداء وصیت کے مانند ہے یعنے اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اگر اسکو شفا ہو گئی تو وصیت صحیح ہوگی اور اگر مریض مر گیا

اسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہو تو اجازت مریض کی جائز نہوگی جبتک مریض کے اور وارث اسکی موت کے بعد اجازت نہ دیں اور اگر موصی لہ اجنبی ہو اگر صحت میں تو اجازت جائز ہے اور ثلث مال سے متجاوز کذا فی المنح ولو اجاز البعض ورد البعض جاز علی الصحیح یقدر حصتہ اور اگر بعضے وارثوں نے اجازت دی اور بعضوں نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اسکے حصے کے وصیت جائز ہوگی اویکون القاتل صبیا او مجنونا فیجیز بلا اجازتہ لانہما لیسا اہلا للعقوبۃ یا کہ قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثوں کے اسواسطے کہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں اولم یکن لہ وارث سواہ کالجانیۃ ای سوی الموصی لہ القاتل والوارث حتی لو اوصی لزوجتہ اوھو لہ ولم یکن ثمہ وارث اخر تصح الوصیۃ ابن الکمال یا موصی کا کوئی وارث نہو سوا اسکے کذا فی الخانیہ یعنے سوا قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی زوجہ کیواسطے یا زوجہ نے وصیت کی اپنے زوج کیواسطے اور وہاں کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال ولو فی المجیبۃ فلو اوصت لزوجہا بالنصف کان لہ الکل مجیبیہ یعنی اگر زیادہ کہا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کیواسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اسکا ہوگا یعنے جبکہ زوجہ کا کوئی وارث نہو سوا زوج کے تو نصف مال بطریق وصیت کے اسکا ہوا اور نصف بطریق میراث کے قلت وانما قیدوا بالزوجین لان غیرھما لا یحتاج الی الوصیۃ کاخ یدخل الکل اذا ورثہ وقد تمناہ فالاقرار معتبر یا للشرنبلالیین کہتا ہوں اور فقیہوں نے زوجین کی اسواسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ وارث ہوگا تمام مال کا رمیراث کی یا قرابت کی وجہ سے اور البتہ ہم اسکو مقدم ذکر کرچکے ہیں شرنبلالیہ کی طرف نسبت کرکے وفی فتاوی النسفی اذا وصی لرجل بکل مالہ ومات ولم یترک وارثا ولا امرأۃ فان لم یجز فلھا السدس والباقی للموصی لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فیبقی الثلثان فلھا ربعھما وھو سدس الکل ولو کان معھا زوج فان لم یجز فلہ الثلث والباقی للموصی لہ اور فتاوے نسفی میں ہے کہ وصیت کی ایک شخص کیواسطے اپنے تمام مال کی اور موصی مرگیا اور کوئی وارث نچھوڑا سوائے اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کیواسطے چھٹا حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا اسلیے کہ موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت ہے تو باقی رہیں دو تہائیاں تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ چھٹا حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوج کے سوا کوئی وارث ہو سوا وارث وصیت کرنے والے کا سو اگر زوج نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے اور باقی مال موصی لہ کا ہے جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے چھ سہم ہونگے تہائی وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے انمیں چوتھائی زوجہ کی میراث ہے یعنے ایک سہم اور وہ ششم حصہ ہر کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نہ کی تو اسکی میراث تہائی ہے یعنے دو سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنے چار سہم کا وکمن صح تبرعہ صح تمیزا صلا ولو فی وجوہ الخ خلافا للشافع اور وصیت مطلقا صحیح نہیں ہر صغیر سے جسکو نیک وبد کی تمیز نہیں اگرچہ اسنے امور نیک میں وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام میں انکے نزدیک صحیح ہے ولذا لا یتحقق من مجیز الا فی تجہیزہ واصلہ وفیہ یجیز استحسانا اور اسیطرح صغیر بالتمیز سے وصیت صحیح نہیں مگر اسکی تجہیز اور دفن کے امر میں تو وصیت استحساناً جائز ہے لیکن تجہیز اور تکفین میں مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درہم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جائے گا اور دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر بایں ہمہ جو کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط صحت کی رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ فلانے قبرستان میں فلانے زاہد کے پاس اسکو دفن کریں تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی الطحطاوی وعلیہ یحمل اجازۃ عمر رضی اللہ عنہ وصیۃ یافع بحذف المضاف اور اسی پر یعنے تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کے واسطے محمول ہے یعنے فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے نہ مطلقا یا مراہق سے بالغ مراد ہے کذا فی شرح الہجوی وان وصیۃ مات بعطارد او اضاحیا الیکان ادرکت ثلثی لفلان ایجز الصور ولایۃ فلا یملکہ تجزیا تعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افادہ بقولہ

صغیر کی وصیت صحیح نہیں اگرچہ وہ بلوغ کے بعد مرگیا ہو یا وصیت کو بلوغ کیطرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر میں جب ان بالغ ہوں تو میرا تہائی مال فلانے شخص کیواسطے ہے تو وصیت

نہوگی صغیر کے قصور ولایت کے سبب سے تو اُسکا مالک نہوگا تنجیز کے طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے چنانچہ طلاق مین اُسکو مالک نہین برخلاف غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے آیندہ قول مین اُسکو ذکر کیا ہے وکالمن عبد ومکاتب وان ترک المکاتب وفاء وقیل عندهما فتح فی صورة ترک الوفاء ورد اور وصیت صحیح نہین غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ادا بدل کتابت کیواسطے مال چھوڑا ہو اور بعضون نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے درصورت ترک کرنے ادا سے مال کتابت کے کذا فی الدرر اھ اذا اضافها کل منهما وعبارة الدرر اضافا فاهالی العتق فتح لزوال المانع وهو حق المولی اگرچہ غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کیطرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کی وجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہی مولے کا اور درر کی عبارت یون ہے اضافا فاما یعنے غلام اور مکاتب دونون نے وصیت کو عتق کیطرف مضاف کیا ہم یعنے غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولے کے سبب سے جائز نہ تھی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولی کا حق باقی نرہا تو وصیت صحیح ہوگئی وکالمن معتقل اللسان بالاشارة الا اذا امتدت عقلته حتی صار له اشارة معهودة فهو کالناطق سوی اور وصیت جائز ہمین بستہ زبان سے بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اُسکی بستگی زبان کی ممتد ہوگئی یہان تک کہ اُسکا اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کے مانند ہوگیا ہو معتقل اللسان وہ ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی المجمع درصورتیکہ گونگے کا اشارہ اور اُسکا بیان کے مانند ہے بخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور نکاح اور عتق اور خرید اور قصاص مین وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہوگیا ہو سو گونگے مین تو معلوم ہے بستہ زبان مین وقد لا یعتاد سنة وقیل اذا امتدت ملوته جاز اقراره بالاشارة والاشهاد علیه وکان کالخرس فتح اواعلم ان الفتوی در سیچ فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضون نے کہا جبکی بستگی اُسکی موت تک ممتد ہوگئی تو اُسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اُسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کے مانند ہوگیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب مین وانما یصح قبولها بعد موته لان اوان قبوت حکمها بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہین مگر موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے ہم اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ وصیت قبول نکی تو وصیت موقوف رہیگی اُسکے قبول کرنے پر موصی لہ کے ملک مین داخل نہوگی بدون قبول اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہے کذا فی الاتقانی فبطل قبولها مع ما قبله تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تعتبر بالقبول لاذا مات موصیه ثم هو بلا قبول فهو للمال الموصی لورثته بلا قبول استحسانا کامر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک مین قبول کرنے کے نہین ہوتی مگر جبکہ اُسکا موصی مرے پھر موصی لہ مرے بدون قبول کرنے کے تو وہ بےقبول کرنے کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل سے چنانچہ گذر گیا ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کیطرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ اُسکے تکمیل نہین مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے پھر جب موصی لہ مرگیا تو اُسکی ملک مین وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اس بیع مین جسمین بستہ ہی کا خیار شرط تھا پھر مشتری مرگیا احازت سے پہلے کذا فی شرح الدرر کذا لو اوصی للجنین یدخل فی ملکه لاقبول استحسانا لعدم من یقبل عنه کما مر اور اسیطرح اگر بچہ شکمی کیواسطے وصیت کی تو وہ اُسکے ملک مین داخل ہوگا بدون قبول کے استحسان کی وجہ سے بسبب ہونے اُس شخص کے جسکی ولایت ہو اُسپر تاکہ وہ اُسکی طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہوگیا وذای الموصی الرجوع عنها بقول صریح او فعل یقطع حق الملک عن العین کبیع یزیل اسمه واعظم منافعه کما فرغ فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو ملک کے حق کو قطع کر لیتا ہو منصوب بے اسطرح پر کہ کسی چیز کا نام بدل ڈالے اور اُسکا بڑا فائدہ زائل کر دے جیسا کہ کتاب الغصب مین معلوم ہو چکا ہم چنانچہ کپڑے کی وصیت کی پھر اُسکو قطع کیا اور سیا تو اب اُسکا نام قبا اور قمیص ہوگیا او فعل یزیل الموصوف ما فیه من تسلیم لا به کلت السویق الموصی به بسمن وابتناء فی الدار الموصی بها بخلاف تجصیصها وهدم بنائها لانه تصرف فالشایع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ مین اُسکو زیادہ کر دے جو موصی بہ

کی تسلیم کا مانع ہو بدون اسکے جیسے موصی بہ کو گمی کے ساتھ ملا دینا موصی بہا گھر مین برخلاف اس گھر کے جو نہ کاری کے اور اسکی عمارت ڈھانے کے اسواسطے کہ وہ تصرف ہر تابع مین نہ اصل و تصرف عطف علی یقول صریح و عطف ابن الکمال تبعا للدرر باو و علیہ فھو اصل ثالث فی کون فعلہ یقید رجوعہ عنہا کما یفید لامتن الدرر قلت و یزید لملکہ فانہ رجوع عاد لملکہ کما تقدم لا کالبیع و نحوہ لعدم عود الموصی کو رجوع جائز ہو ایسے تصرف سے جسکے ملک کو زائل کردے چنانچہ بیع اور ہبہ تو یہ تصرف رجوع ہر وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک مین در حال موت ہو یا نہ آوے شارح نے کہا قولہ و تصرف عطف ہی یقول صریح پر اور ابن کمال نے درر کا متن ہو کر اسکو بلفظ او عطف کیا ہی اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہوا اسکے فعل کے افادہ رجوع ہونے مین چنانچہ درر کا متن اسکا مفید ہی سو اسکو غور کرے و کذا الاخلاط بغیرہ بحیث لا یمکن تمییزہ اور اسیطرح رجوع عن الوصیۃ ہی جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اسکا جدا کرنا ممکن نہین لا یکون راجعا بفعل ثوبا وصی بہ کذا تصرف والبیع موصی وصیت سے راجع نہوگا اس کپڑے کے ثوب دینے سے جسکی اسنے وصیت کی اسلیے کہ یہ تصرف ہر تابع مین نہ اصل مین و نعلم ان التغیر بعد موت الموصی لا یضر اصلا اور یہ معلوم کرلینا چاہیے کہ موصی کی موت کے بعد اصلا ضرر نہین کرتا وصیت مین و لا یجحودھا وارث و لا ذو وظیفۃ وفی الجمع یرفق و مثلہ فی الھدیۃ ثم نقل عن العیون ان الفتوی علی انہ رجوع و فی السراجیۃ و علیہ الفتوی و انہ المذھب و موصی راجع نہین ہوتا وصیت سے انکار کرنے سے اسیطرح ہو در او کنز اور وقایہ کے متن مین اور مجمع مین ہی کہ اسی قول کا فتوی ہی اور ملتقی کے یعنی شرح مجمع مین ہی پھر یعنی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہی کہ انکار رجوع ہی وصیت سے اور سراجیہ مین ہی کہ اس قول پر فتوی ہی اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہی اپنی شرح مین ہم معلوم ہو کہ یہان دونون قول پر فتوی ہی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین نسفی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر مین اس مسئلہ کا خلاف نہین ذکر کیا اور محمد نے اپنی کتابون مین لیکن کتاب الوصایا مین انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر مین رجوع نہین کہا سو جسے مشائخ مین اختلاف واقع ہوا البتہ صاحب نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور بعضون نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہی اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہی انتہی و کذا لا یکون راجعا لقولہ کل وصیۃ اوصیت بہ للفرائض اولا و آخرا فانہا او اسیطرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ مین نے کی وہ فرائض خواہ پہلے ہی یا اس وصیت مین تاخیر ڈالی مین نے بخلاف قولہ ترکتہا برخلاف اس قول کے کہ مین نے وصیت کو ترک کیا یعنے یہ رجوع ہر وصیت سے ہم تاخیر رجوع نہین اور ترک رجوع ہی اسواسطے کہ ترک شی اسقاط ہی اور تاخیر اسقاط نہین و بخلاف قولہ کل وصیۃ اوصیتہا فھی باطلۃ او اللاتی اوصیت بہ لزید فھو لعمرو او الھلالان وارثی کل ذلک رجوع عن الاول لکون لوارثہ بالاجماع کما مر برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت مین نے کی وہ باطل ہی یا جو وصیت کہ مین نے زید کیواسطے کی وہ عمرو کیواسطے ہی یا فلانے میرے وارث کیواسطے ہی تو ہر ایک یہ قول رجوع ہی اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث کے حق مین وصیت بدون اجازت اور وارثون کے درست نہین و لو کان فلان الآخر میتا و قبضہا فانہا لھما من الوصیتین بحصتہما لبطلان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلان شخص مردہ ہو وصیت کے وقت تو دو وصیتون مین سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہی بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے و لو حیا و قبضہا فات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ ہو وصیت کے وقت پھر مر گیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے و تبطل ھبۃ البعض و وصیتہ لمن لکھما بعدھا ای بعد الھبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یشترط لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اسکی وصیت باطل ہی اس عورت کیواسطے جس سے موصی نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت کے بعد اسلیے کہ ثابت ہو چکا ہی یہ کہ جواز وصیت کے واسطے موصی لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہی نہ وصیت کے وقت ہم وصیت اور

سے باطل ہو کہ عورت اگر چہ وصیت کیوقت وارث نہیں مگر موت کیوقت وارث ہوگی نکاح سے اور عدالاتکا وارث نکیوسطے وصیت جائز نہیں اور یہ مرض کا اسواسطے درست نہوا کہ اگر چہ یہ مبتلا بمرض ہی وصیت میں لیکن مرض کے سبب سے وہ حکما مضاف الی ما بعد الموت ہوا اسواسطے کہ یہ واقع ہوگیا ہو وصایا کے موقع میں کیونکہ تبرع ہو تو اسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار کہ لانہ یعتبر کون المقر لہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا فنکحہا فمات صح ۱۲ برخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقر لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہوتا اگر عورت کیواسطے اقرار کیا پھر اسنے نکاح کیا پھر مر گیا تو اقرار جائز ہوا ہم اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے وارث ہوئی تو یہ اقرار کیواسطے مضر نہیں ویبطل اقرارہ وصیتہ وہبتہ کالبنہ کاقرارہ او عبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک القیام البلوۃ وصار کاقرارہ لغیر وارث ثم کان وارثا ۱۲ اور باطل ہو اسکا اقرار اور اسکی وصیت اور اسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لیے یا غلام یا مکاتب کے لیے اگر فرزند مسلمان ہوگیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد اس اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزند کے اقرار کے وقت تو یہ تہمت ایثار کا مورث ہم ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہو چکا کہ انمیں موت کا حال معتبر ہے اور اقرار اگر چہ ملزم بنفسہ ہو لیکن ارث کا سبب یعنے فرزندی (تصحیح دنیا) اقرار کیوقت موجود ہو تو یہ تہمت ایثار کی موہم ہو تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہوگیا کذا فی الدرر وھبۃ تمقعد و مفلوج واشل و مسلول یہ علۃ السل وھو فرح فی الریۃ من کل مالہ ان طالت مدۃ سنۃ ولم یخف موتہ عند ہ ولا تبطل وخیف موتہ فمن ثلثہ کما ہو اصح من سنۃ کما قالہ او مقعدا او مفلوج او اشل و مسلول کا ہبہ اسکے تمام مال سے نافذ ہو اگر مرض کی مدت ایک سال تک نہ ہوگئی ہو اور اس مرض سے موت کا خوف نہو اور اگر مرض کی مدت دراز ہوئی ہو یعنے ایک سال تک نگذرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ مسطاولہ ہیں قاتل اور مہلک نہیں شارح نے کہا مسلول وہ ہو جسکو سل کی بیماری ہو اور وہ پھیپھڑہ کا قرحہ ہو ہم مقعد بضم میم وہ بیمار ہو جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو انون کی بیماری اور مفلوج وہ جسکو فالج کی بیماری ہو یعنے آدھا جسم حس و حرکت سے رہگیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتھ میں رعشہ ہو یعنے ہاتھ کانپتا ہو حلا صہ یہ ہو کہ یہ امراض مزمنہ مسکو عارض ہوں اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پھر مر جائے برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہو تو اسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہیں سواسطے کہ جب سال کی چاروں فصلوں میں نہیں مطلہ تھا ہلاک ہونے کا زندہ رہا بیچ گیا تو اسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا مریضوں کے حکم میں رہا یہاں تک کہ علاج بھی لائق نہ رہا کذا فی الدرر قیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائجہ نفسہ وعلیہ عمل الناس فی زماننا ۱۲ بعضوں نے کہا کہ مرض الموت یہ ہو کہ آدمی اپنی حاجتوں کیواسطے نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر لوگوں کا عمل ہے تجنیس میں کذا فی البزازیہ وفی المختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول مختار یہ ہو کہ مرض الموت وہ ہو جس سے موت غالب الوقوع ہو اگر چہ بیمار صاحب فراش نہو کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ واذا اجتمع الوصایا قدم الفرض وان اخر للوصول وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر مجتمع ہوں چند قسم کی وصیتیں یعنے فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگر چہ اسکو موصی نے مؤخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہوں فرض یا نفل ہونے میں تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجائش نہ رکھتا ہو قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اس فرض سے جو حق العبد ہو پھر اس فرض سے جو حق اللہ ہو پھر واجب پھر نفل اسیطرح فقہاء سے کذا فی الطحاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطر والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا بالحدیث دون الاضحیۃ زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہو صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہو صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم ہو قربانی پر بسبب اسکے کہ صدقہ فطر کے اجماع سے قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہیں وفی القہستانی عن الظہیریۃ ہم کالامام الطحاوی ویسیء بدأ بکفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم الفدیۃ ثم الفطر ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج قہستانی میں ظہیریہ سے امام طحاوی کیطرح یوں مروی ہو کہ ابتدا کیجائے کفارہ قتل سے پھر کفارہ ظہار سے پھر کفارہ ایلاء سے پھر نذر سے پھر صدقہ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جائے خراج پر وفی البرجندی مذہب

ف ۱ اہل تجنیس فرماتے ہیں کہ مرض الموت وہ ہے کہ بیمار صاحب فراش ہو اور اکثر حاجتیں اسکی پوری ہوتی ہوں اور یہی قول مختار ہے

ف ۲ بہتر تقریر اس مقام کی یہ ہے کہ مرض الموت وہ ہے کہ بیمار صاحب فراش ہو اور اکثر حاجتیں اسکی پوری ہوتی ہوں اور یہی قول مختار ہے

ف ۳ یہ تقریر اس مقام کی ہے کہ مرض الموت وہ ہے کہ بیمار صاحب فراش ہو اور اکثر حاجتیں اسکی پوری ہوتی ہوں اور یہی قول مختار ہے

ابی حنیفۃ اخذا ان حج النفل افضل من الصدقۃ اور یہ بحثہ ہی ہین ہوگا امام ابوحنیفہؒ کا پچلا مذہب یہ ہوگا کہ حج نفل افضل ہی خیرات سے صاحبین کا قول یہ ہے کہ صدقہ افضل ہی حج سے یہ جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی المطاوی او حی بحج ای حجۃ الاسلام اجعل عنہ اکبا وصیت کی حج کی لیئے فرض حج کی تو اسکا وارث یا وصی ہو موصی کیطرف سے حج کراوے سوار کرکے موصی کے شہر سے ہم اسواسطے کہ موصی پر حج فرض تھا اُس وطن سے سوار ہوکر نہ پیدل تو اُسیطرح سے اُسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقۃ من بلدا فقال رجل انا احج عنہ بذلک اجزاہ کذا فی الخانیہ فستانی معزیا للتتمۃ سو اگر خرچ کفایت نہ کرے موصی کے شہر سے سو ایک مرد نے کہا کہ مین حج کرونگا میت کیطرف سے اسیقدر مال قلیل پر پیدل تو حج کفایت نکریگا میت کیطرف سے چنانچہ قستانی مین ہی تتمہ سے منقول ان کفی نفقتہ ذلک والا فمن حیث تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہوکر وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہان سے سوار کرکے نائب کو حج کیواسطے روانہ کرے وان مات حاج فی طریقہ واوصی یاحج عنہ یحج من بلدہ اذا کبا وقالا من حیث مات استحسانا ھدایہ ومجتبی وملتقی وعلیہ المتون فکان القیاس ھنا ھو المعتمد فافھم اور اگر حج کا جانے والا راہ مین مرگیا اور اُسنے وصیت کی اپنیطرف سے حج کروانے کی تو حج کروانا چاہیے میت کے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہان سے مرگیا وہان سے چاہیے استحسان کی وجہ سے کذا فی الہدایہ والمجتبی والملتقی مین کہا ہون اور یہان سے مستفاد ہوتا ہی کہ امام کا قول قیاس ہی اور اُسی پر متون فقہ کی مشتمل ہین تو یہان قیاس ہی معتمد ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ لو ہم جہان قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہین تو استحسان مقدم ہوتا ہی مگر یہان قیاس ہی مقدم ٹھہرا ان بلغ نفقتہ ذلک والا فمن حیث تبلغ اگر اُسکا خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے کفایت کرے وہین سے سوار کرکے حج کروانا چاہیے بالاتفاق امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری لکل مالہ عبد فیعتق عنہ من الموصی ولیس لہ الوثۃ بطلت یہ وصیت کی کہ اُسکے مال سے غلام خریدا جاوے پھر آزاد کیا جائے موصی کیطرف سے اور اُسکے وارثون نے اسکو جائز نکیا تو وصیت باطل ہوگئی کذا لو اوصی بان یشتری لہ عبد بالف درھم وزاد الا بالف علی الثلث وقالا یشتری لکل الثلث فی المسئلتین مجمع اسیطرح جبکہ وصیت کی یہ کہ خرید کیا جاوے اسکے واسطے غلام ہزار درہم کا اور ہزار درہم ثلث مال سے زیادہ ہین تو وصیت باطل ہوا اور صاحبینؒ نے کہا کہ تمام ثلث سے دونون صورتون مین غلام خرید کیا جائے کذا فی المجمع مریض اوصی بوصایا ثم برئ من مرضہ ثلث وعاش سنین ثم مرض فمات وصایاہ باقیۃ الا ان یقال لامت من مرضی ھذا فقط اوصیت بکذا کذا فی الخانیۃ بیمار نے چند وصیتین کین پھر وہ چنگا ہوگیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اُسکی وصیتین باقی ہین اگر اُسنے یون کہا ہو کہ مین اپنیاس مرض سے مرگیا تو مین نے یہ وصیت کی کذا فی قاضی خان اوصی بوصیۃ ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستۃ اشھر بطلت والا لا موصی نے وصیت کی پھر وہ مجنون ہوگیا اگر اسکا جنون دیر تک ٹھہرا یہان تک کہ چھ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ہی ورنہ باطل نہین وکذا لو اوصی ثم اخذ بالسواس فصار معتوھا حتی تطاول بطلت خانیۃ اور اسیطرح اگر وصیت کی پھر موصی کو سواس نے لیا سودہ بیہوش اور غافل ہوگیا یہان تک کہ مرگیا تو وصیت باطل ہی کذا فی الخانیہ اوصی بان یعار بیتہ من فلان او بان یسقی عن الماء شھرا فی الموسم او فی سبیل اللہ فھو باطل فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خانیہ یہ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریت دیا جائے فلانے شخص کو یا یہ کہ پانی پلایا جائے موصی کیطرف سے مہینے بھر حج کے موسم مین یا خدا کی راہ مین تو وہ باطل ہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے قول مین کذا فی الخانیہ کذا لو اوصی بھذا التبن لدواب فلان فان الوصیۃ باطلۃ ولو قال یعلفھا دواب فلان جاز چنانچہ اگر یون وصیت کی کہ یہ بھوسہ فلانے شخص کے جانورون کے لیے خاص ہی تو وصیت باطل ہی اور اگر یون کہا کہ اس بھوسے سے فلانے جانورون کو چارا دیا جاوے تو وصیت جائز ہی اوصی بان ینفق علی فرس فلان کل شھر کذا جاز وقطا بیعا اور اگر یہ وصیت کی کہ فلانے کے گھوڑے پر ہر مہینے مین اسقدر خرچ کیا جائے تو جائز ہی اور گھوڑے

کا بیچ ڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہو ہم خانیہ مین ہی محمدؒ نے کہا یہ وصیت صاحب فرس کیواسطے ہی پھر اگر گھوڑا مر گیا یا مالک نے اسکو بیچا تو وصیت باطل ہو گی انتہی
ولو اوصی بسکنی داره لرجل فله ان یسکنها ما دام حیا ولیس له ان یؤاجر ولا ان یبیع لانها اوصی له بالسکنی دون الرقبة وقال ابو یوسف له ذلک له ان یؤاجر ویبیع لان الوصیة بالسکنی
الوصیة بالرقبة ویفرز الثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کیواسطے اور موصی کا کچھ مال نہین سوا اُس گھر کے تو جائز ہی اور موصی الکو ثلثین
رہنا یعنی تہائی گھر مین درست ہی جبتک وہ زندہ رہے اور ورثہ کے حارث کو اُسکے گھر کی دو تہائیان چھوڑ دست نہین اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہی وارث
اور یہی جائز ہی کہ وارث وارثون سے مقاسمہ کرلے اور تہائی وصیت کی جداکرکے کذا فی الخانیہ ولو اوصی بخمسة اخماس داره لرجل بعینه والخمس لآخر واوصی بثلثه
لرجل ویجعلها للآخر واوصی بخمسة فی سبیلها الرجل ویعطی الثلثین الآخر جازت الوصیة لهما وعلی الورثة ان یدفعوا الی الموصی له الثلث شائعا
واگر اپنی پاس کی وصیت کی ایک کیواسطے اور اُسکے تہائیون کی وصیت کی دوسرے شخص کے لیے اور تہائی بکری کے گوشت کی وصیت کی ایکدوکے واسطے اور
اُسکی کھال کی وصیت کی دوسرے کیواسطے اور وصیت کی اُس گیہون کی جو بالیون کے اندر ہی ایک کیواسطے اور بھوسے کی وصیت کی دوسرے کے واسطے
تو یہ وصیت دونون مردون کیواسطے جائز ہی اور دونون پر لازم ہی گیہون کا مانڈنا اور بکری کی کھال گوشت سے جدا کرنا ہم اور اسیطرح دونون پر لازم ہی کہ بالا اُنکا
لیوے تاکہ ہر ایک کا حصہ جدا ہو جائے اوصی بثلث ماله البیت المقدس جاز ذلک ویتفق فی عمارة بیت المقدس وفی مراجه وغیره فاولوا هذا
یفید جواز النفقة من وقف المسجد علی قنادیله وسرجه وان یشتری بذلک الزیت والنفط للقنادیل فی رمضان خانیہ وصیت کی
اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کیواسطے تو یہ جائز ہی اور وہ مال خرچ کیا جاے بیت المقدس کی عمارت مین اور اُسکے چراغ مین اور ماننداُسکے علما نے کہا کہ یہ دلیل ہی
اسکی کہ مسجد کے وقف سے خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور اُسکے چراغون پر جائز ہی اور یہ جائز ہی کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن قندیلون کیواسطے رمضان مین
خریدا کیا جاے کذا فی الخانیہ وفی المجتبی اوصی بثلث ماله للکعبة جاز ویصرف للفقراء الکعبة لا غیر وکذا للمسجد وللقوم او وصی مین ہی کہ اپنے
تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریف کے واسطے تو جائز ہی اور وہ مال کعبہ نظر کے محتاجون کیواسطے صرف کیا جائے نہ اور کام مین اور اسیطرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس
کی وصیت کا ہو ہم یہ دوسرا قول ہمتن کے مخالف کذا فی الطحطاوی وفی الوصیة لفقراء الکوفة جاز لغیرهم اور فقراے کوفہ کی وصیت اُنکے سوا اور محتاجون کو
صرف کرنا جائز ہو ہم اور یہی حکم ہی فقراے حاج اور فقراے ہر کاکذا فی العالمگیریة وفی الخانیة اوصی بجبه یحرم المسجد ویؤذن فیه جاز وکذا لو اوصی بحصیر
او دوات للوضو اور خانیہ مین ہی کہ وصیت کی اپنے غلام کی کہ مسجد کی خدمت کرے اور اُسمین اذان دے تو وصیت جائز ہی اور کہا اس غلام کی موصی کے خدمت
کی ہر ولو اوصی بثلث ماله لاعمال البر لا یصرف الی بناء المسجد لان لصلحاء السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کیواسطے کی
تو اُنکا تہائی مال قید خانہ بنانے مین صرف نکیا جائیگا اسواسطے کہ اسکی اصلاح بادشاہ پر ہی اوصی بان یتخذ الطعام لبعد موته للناس ثلثة ایام فاوصیه
الطالقانی فی الخانیة عن ابی بکر البلخی یہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کھانا تیار کیا جاے لوگون کیواسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہی چنانچہ خانیہ مین
ابوبکر بلخی سے مروی ہی وفیما عن ابی جعفر اوصی باتخاذ الطعام بعد موته ولطعم الذین یحضرون التعزیة جاز من الثلث ویعمل الی ثلثة ایام
او مسافة لا من لا یطاق ولو فضل طعام لا کثیرا یتصدق بالفاضل انتہی اور خانیہ مین ابوجعفر سے منقول ہی کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کھانا
کھلوے جماتم پرسی کیواسطے آوین تو جائز ہی تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہی اسکو جماتم داری مین بہت ٹھہرایا اُسکے مکان کی مسافت دراز ہی نہ اسکو حلال ہی جسکی
مسافت تین میل سے اور نہ زیادہ مقام اور اگر کھانا سچ یا تو اگر کثیر ہی تو اسکا تو اون وصی پر ہی اور اگر قلیل ہی تو تاوان نہین انتہی فی الخانیہ قلت وحل الصنف
الاول علی طعام یجتمع له النائحات بقیة الثلثة ایام فتکون وصیة لهن فیطلت والثلث علی ما کان لغیرهن مین کہتا ہون اور
مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو اپنے اور بلخی کے قول کو جو بطلان وصیت مین ہی محمول کیا ہی اُنکے نزدیک جسکے واسطے نوحہ گر جمع ہوتی ہین باقی تین دن مین یہ

تو وصیت ہوتی نہ گردن کیواسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنے ابوجعفر کے جواز وصیت کو اُس کہنے پر جو سوائے نوحہ گر اور لوگون کیواسطے پکایا جاے ہم نوحہ گر دن کے واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہر اتین دن پر مخصوص نہین کیونکہ وہ تو گناہ ہی ہے یعنے تین دن کے بعد بھی نوحہ گری گناہ ہو کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے

اوصی بان یصلی علیہ فلان او یحمل بعد موتہ الی بلد اخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یجصص علی قبرہ قبۃ او لم یفعل عند قبرہ شیٔ معین فھی باطلۃ سراجیہ محققہ یہ وصیت کی کہ نماز پڑھے اُسپر فلانا شخص یا میت کے بعد اُسکی لاش کو اُٹھا لیجاوین دوسرے شہر کیطرف یا اُسکا کفن دیا جاے فلانے کپڑے مین یا اُسکی قبر پر گل کیجاے یا اُسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاے یا جو اُسکی قبر کے پاس قرآن پڑھے اُسکو کچھ معین مال دیا جائے تو ہر ایک وصیت باطل ہو کذا فی السراجیہ اور ہم اُسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے شارح نے وصیت بالنوحہ کے باب سے پہلے کہا ہو کہ مختار یہ ہو کہ قبر کی گل کرنا مکروہ نہین اور قرآن پڑھنا قبر پر اور قاری کو دینا لینا جائز ہو طحطاوی نے کہا دوسرے شہر مین نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہین کہ نقل کرنا مکروہ ہو اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا مکروہ ہو لہذا اُسکی وصیت باطل ہوا وصی بثلث مالہ للہ تعالی فھی باطلۃ وقال محمد تصرف لوجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدا تعالے کے واسطے تو یہ باطل ہوا امام محمد نے کہا دیگر اور صاحبین نے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجاے نیک کامون مین ہم وجہ بطلان یہ ہو کہ تمام مشایخ تعالی کی ملک مین تو لام تملیک کی کچھ وجہ نہین ہو دن تاویل اور توجیہ کے واجب ہو للظاہر کذا فی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف وھو عشر مالہ ولم یکن لہ الا الالف کہا کہ میں نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے شخص کواسطے اور حالانکہ ہزار درم سیرے تمام مال کا دسوان حصہ ہو تو موصی لہ کیواسطے سواے ہزار درم کے کچھ نہین ہم جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج ہو سکین تو اُسکو ہزار درم ملینگے خواہ ہزار دسوین حصے سے زیادہ ہون یا کم کذا فی الطحطاوی وفی اوصیت لہ بجمیع مالی فھذا الکیس وھو الف فاذا فیہ الفان ودنانیر وجواھر فکلہ لہ ان خرج من الثلث یعنی اور اس قول مین کہ مین نے فلانے کیواسطے وصیت کی اُس تمام مال کی جو اس تھیلی کے اندر ہو اور حالانکہ وہ ہزار درم ہین پھر جو اُسمین دیکھا تو دو ہزار درم اور اشرفیان اور جواہر ہین تو وہ مال بالکل موصی لہ کا ہو بشرطیکہ وہ ثلث مال سے خارج ہو سکے کذا فی المجتبی قال لمدیونہ اذا مت فانت بری فھو وصیۃ علیک صحت وصیۃ ولو قال انت لا یبرأ للمحاطۃ یعنی اگر مدیون سے کہا کہ جب مین مر جاؤن تو تو بری الذمہ ہو سیرے اُس مین سے جو تجھپر ہو تو وصیت صحیح ہو یعنے بعد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین مر جاؤن تو تو بری الذمہ ہو سیرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہو گا محاطہ کے سبب سے ہم نے محاطہ سے مراد اُسپر تطبیق ہو جو ہنوز موجود نہین لیکن اُسکا ہونا مترقب ہو کذا فی الطحطاوی یدخل المجنون فی الوصیۃ للمرضی دیوانہ داخل ہو بیمارون کی وصیت مین یعنے جو مال بیمارون کیواسطے وصیت مین متعین ہوا تو مجنون پر بھی صرف ہوگا اسلیے کہ جنون بھی بیماری ہو وفی الوصیۃ للعلماء یدخل المتکلمون فی بلادنا دون بلاد الروم یعنی جو مال عالمون کیواسطے وصیت ہوا اسمین ملک خوارزم کے متکلم داخل ہین نہ ہمارے ملک کے متکلم ہم متکلم وہ جو علم عقائد مین گفتگو کرتا ہو طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اتباع نکرتے ہونگے بلکہ لوگون کو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے ہونگے اور غیر متکلمون کے تکلم شبہات فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ جہال اور بیفضل ہونگے اُنکو علم الٰہی سے کچھ نصیبہ نہین دلوا وھی للاتقیاء یصرف للعلماء الزاھدین لانھم ھم العقلاء فی الحقیقۃ قنیہ اور اگر وصیت کی عقلمند دین کے واسطے تو اسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالمون پر اسلیے کہ وہی عقلمند ہین دین کذا فی القنیہ ہم عاقل انجام ہین کو کہتے ہین تو حقیقت مین تارک الدنیا عاقل ہی جسنے دنیا سے ناپائدار کا انجام غور کر کے چھوڑ دیا طحطاوی نے کہا اور المختار کے نسخون مین بجاے لفظ فقیہ کے فقیہ کا لفظ ہو اور صواب یہ ہو کہ فقیہ ہو اسلیے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہمیشہ بصیغہ تفقہ مین ہو اور اگر ایسا نہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہریگی اسلیے کہ آخر فروع مین سراج مذکور ہو واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی یدالموصی او ورثتہ بعد موتہ للودیعۃ سراج جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اُسکے وارثون کے قبضہ مین بجہت امانت کے ہو کذا فی السراج یعنے اگر مال مذکور تلف ہو جائیگا تو انکو ضمان نہ لازم ہوگا

ہو اور ضمان نہ لازم ہوگا

باب الوصیۃ بالثلث والمال

یہ باب ہے تہائی مال کے وصیت کے مسائل میں اذا اوصی بثلث مالہ لزیدٍ ولآخر بثلث مالہ ولم یجز الورثۃ فلکل ثلثہ لانہما اضافا ثلثا بکلامٍ واحدٍ فلم یکن احدہما اولی من الآخر فان اجازوا اعطی کل واحدٍ منہما ثلثا ثلثا اتفاقا واگر تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونوں شخصوں میں تین تہائی ہوگی باتفاق امام اور صاحبین رح کے یعنے دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وان اوصی لاحدہما بجمیع مالہ والآخر بثلث مالہ ولم یجز الورثۃ ذلک فثلثہ بینہما نصفان لان الوصیۃ بالکثر من الثلث اذا لم تجز تقع باطلۃ فیحصل کانہ اوصی لکل واحدٍ منہما بنصف مالہ اور اگر وصیت کی ایک شخص کیواسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کیواسطے تہائی مال کی اور وارثوں نے اسکو جائز نہ کیا تو انکے مال کی تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت پر جب ورثہ کی اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے ہر شخص کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی یہ مذہب ہے امام کا وقالا ارباعا لان الباطل ما زاد علی الثلث فاضرب الکل فی الثلث یحصل اثنا عشر یحصل ثلث المال اور صاحبین رح نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کیجاوینگے اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی سے زیادہ ہو تو کل کو ضرب دیکر ثلث نکالیں چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال میں قرار دیے جاوینگے ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنے اسمیں قوت ہے مطلب خیز نہیں ورنہ کی عبارت یوں ہو کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کیے جاوینگے تین سہم اسکے واسطے جسکے لیے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اسکے لیے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ وصیت زاید ثلث پر باین معنی باطل ہے کہ موصی لہ اسکا مستحق نہیں ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر میں کہ موصی لہ اسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اس زاید کے اسلیے کہ اس حد تک ابطال کا کوئی موجب نہیں تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام قرار دیا گیا انتہی مختصرا ولا یضرب الموصی لہ بالکثر من الثلث عند ابی حنیفۃ المراد بالضرب المصطلح بین الحسابیین فعندنا سہام الوصیۃ اثنان فاضرب نصف کل فی الثلث یکون سدسا فلکل سدس المال وعندہما اربعۃ فاضرب نصف کل فی الثلث یکون سدسا فلکل سدس المال اور ہمکو قضا اور الم کے نزدیک ضرب واقع نہ کریگا وہ موصی لہ جسکے لیے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا کہ ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب میں مصطلح ہے تو الم کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہین تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث مین تو سدس ہوگا ہر شخص کیواسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہین چنانچہ ہمنے انکو آگے بیان کر دیا ھم شارح کو یون کہنا اولی تھا کہ ضرب باصطلاح حساب نہیں کیونکہ اس ضرب سے حاصل عبارت ہے اس حد تک کہ نصف کو ثلث سے ضرب دینے کے ساتھ کہ ذاتی الطحطاوی الف ثلث مسائل وھی المحاباۃ والسعایۃ والدراہم المرسلۃ ای المطلقۃ غیر المقیدۃ بثلث او نصف او نحوہما اکثر ثلث کا موصی لہ ضرب نہین کرتا مگر تین مسئلون مین ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہ ہین ایک محاباۃ دوسرے سعایۃ تیسرے دراہم مرسلہ یعنے مطلق دراہم جنمین ثلث یا نصف کی یا انکے سوائے اور کوئی قید مذکور نہین ھم محاباۃ لغت عرب مین بمعنی مساحاۃ اور عطا کے ہے اور یہان محاباۃ سے مراد وہ بیع ہے جو ثمن مثل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی ومن صور ذلک ان یوصی لرجل بالف درہم مثلا او یحابیہ فی بیع بالف درہم او یوصی بعتق عبدٍ قیمتہ الف درہم وھی ثلث مالہ ولم یجز الورثۃ فثلثہ بینہما اثلاثا اجماعا اور اسکے نمونے اشکال کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کیواسطے ہزار درہم کی مثلا یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درہم ثمن کی طریق محاباۃ کے یا وصیت کی حر غلام کے آزادی کی جسکی قیمت ہزار درہم ہے اور حالانکہ ہزار درہم اسکے تمام مال کی دو تہائی ہین اور دوسرے شخص کیواسطے تینون مثالون مین تہائی

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تو کل مال کی تہائی دونوں موصی لہ میں تین تہائی بالاتفاق ہوگی لیعنے دو سہم زید موصی لہ کو اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم نے اپنی شرح میں کہا کہ محاباۃ کی صورت یہ ہو کہ ایک مرد کے دو غلام ہیں ایک کی قیمت ۳۰ درم ہو اور دوسرے کی ۶۰ درم سوا ثلث وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درم پر بیچ ہو اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچ ہو اور یہ موصی کا سوا سات دو غلاموں کے کچھ اور مال نہیں ہے تو زید کے حق میں ۲۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق میں ۱۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی لہ میں تین تہائی ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچا جائیگا اور دس درم اسکے واسطے وصیت ہوئی اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۱۰ درم پر اور ۱۰ درم اسکی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو نے تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہو گیا اور محاباۃ کی صورت یہ ہے کہ موصی نے دو غلامون کو آزاد کیا جنکی قیمت ویسی ہے جو محاباۃ میں ہم کہہ چکے اور کچھ مال غلامون کے سوا نہیں تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کیواسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین تہائی ہونگے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح انہیں تین قسموں ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے ۲۰ درم میں اور ثانی غلام کا ثلث آزاد ہوگا وہ ۲۰ درم ہے اور سعایت کریگا ۴۰ درم میں تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگر چہ زائد ہے ثلث پر اور وہ راہم مرسلہ کی یہ صورت ہے کہ زید کیواسطے وصیت کی ۴۰ درم کی اور دوسرے کے لیے وصیت کی ۶۰ درم کی اور اسکا کل مال ۹۰ درم ہے اور وارثون نے اس وصیت کو جائز نہ رکھا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال میں ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین میں کذا فی الطحطاوی الحصاد بمثل نصیب ابنه صحت له ابن کالا اور اپنے فرزند کے حصے کے مانند وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اسکا بیٹا ہو یا نہ ہو وبنصیب ابنه لا لو له ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصے کی دوسرے کیواسطے وصیت کی تو صحیح نہیں اگر اسکا بیٹا موجود ہو ہم سوا اسکے کہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہے پھر جب اسکی وصیت اور شخص کیواسطے ہوئی تو اُسنے فرض الٰہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہ ہوگا کذا فی المنح برخلاف مسئلہ سابقہ کے سوا سطے کہ مثل شی مخاثر شی ہو وان لم یکن له ابن صحت عنایه وجوهره زاد فی شرح التکملة وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان امتهی اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایہ والجوہرۃ شرح تکملہ میں اتنا زیادہ کہا ہے اور یہ ہو گیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصۂ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہی مافی شرح التکملہ وفی المجتبیٰ لو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان قلہ النصف انتہی وتحتبی میں ہے اور اگر وصیت کی نصیبۂ فرزند اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہی مافی المجتبیٰ ہم لیکن زیادہ اصل الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہے ونقل النصف عن السراج سایخالفه فتنبه اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج سے وہ قول نقل کیا مجتبیٰ کے مخالف ہے ہم مجتبیٰ میں ہے نصف مال نہ کہ رہے اور سراج میں ثلث سلوہ ہے کذا فی الطحطاوی وله فی الصورة الاولی الثلث الربع مما بینهن اور موصی لہ کیواسطے پہلی صورت میں تہائی ہے اگر موصی نے دو فرزند دو کے ساتھ وصیت کی ہم یعنے دو فرزندون کے ساتھ موصی لہ کے لیے بمثل حصۂ فرزند کے وصیت کی تو اسکو تہائی مال ملیگا گویا موصی نے موصی لہ کو بمنزلہ فرزند قرار دیا ونصف مع ابن واحد لان الجد والموصی لکیواسطے ایک فرزند کے ساتھ نصف ہے اگر فرزند نہ رکھے ومثلهم البنات اور بیٹیون کے مانند بیٹیون کا حکم ہے ہم یعنے اگر بمثل حصہ دختر وصیت کی اور اسکے ایک بیٹی ہے تو موصی لہ کو نصف ہے اگر وہ اجازت دے ورثہ ثلث ہے کذا فی المنح والاصل انه متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثة اعتبر ذلک البعض علی السهام التی یجعل الورثة کأنهم ورثوه وقاعدته ہے کہ جب وصیت کسی وارث کے حصے کے برابر ملنے کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کر لینا چاہیے کذا فی المجتبیٰ چنانچہ اوپر کی مثالون میں مفصل گذرا وبجزء سهم من مسأله فالبیان الی الورثة یقال لهم اعطوه ما شئتم ثم التسویة بین الجزء والسهم عرفنا واما اصل الروایة فبخلافه اور وصیت کی اپنے مال میں سے ایک جزء کی یا ایک سہم کی تو اسکا بیان وارثون کیطرف ہے تو وارثون سے کہا جاویگا کہ موصی کو دو جتنا تمہارا جی چاہے پھر بعد یہ دیانت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزء اور سہم کے یہ ہمارا استحسان ہے عرف ہے اور اصل روایت تو اسکے مخالف ہے ہم وارثون کو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزء اور سہم کا مسلہ مجہول ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور وصیت جہالت سے ممنوع نہیں اور وارث موصی کے اسکے قائم مقام ہیں بیان مراد میں شرح وقایہ میں ہے کہ سہم عبارت ہے سدس سے الخ کے قول میں بنا عرف بعض مشائخ کے منع الغار میں ہے کہ

لینے نصیب اور حصہ اور بعض اور حظ اور شے کا سہم اور جزء کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی وان قال سدس مالی له ثم قال ثلثه له واجاز الورثة اعطی الثلث فقط وان اجازت اودیته له دخل السدس فی الثلث سقط کما کان او صرح بالعتق بان قال سهم مالی للمساکین او اشترط کل ابن الکمال اور اگر بولا کہ میرے مال کا سدس یعنے چھٹا حصہ فلانے شخص کیواسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اُسکے واسطے ہے اور اُسکے وارثوں نے اجازت دی تو موصی لہ کے واسطے تہائی مال ہے یعنے اُسکا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثوں نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکر ہو خواہ موخر اعتبار متیقن کے سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور جواب کمال کا اشکال دفع ہو گیا ھم صدر الشریعۃ کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہے تو کذب ہے اور اگر انشا ہے تو واجب یہ ہے کہ موصی لہ کیواسطے نصف مال واجب ہوا سواسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وصیت مین احتمال ہے کہ سدس ثلث مین داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہ ہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث مین بالتعین ہے لہذا یہی متبوع ہوا اور دوسرا احتمال مرجوح ہوا وجہ یہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہ ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہو وفی سدس مالی سکن دالله سدس للمعرفة قد اعید معرفة اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کیواسطے سدس ہے اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکر ہوا معرفہ ہو کر ھم یعنے موصی لہ نے کہا کہ میرا سدس مال اُسکے واسطے ہے پھر بھی کہا کہ میرا سدس مال اُسکا ہے خواہ اُسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اُسکا حق ہوا سواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی مین ہوتا ہے اول کا اور یہان معرفہ لفظ ہے سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کیطرف وثلث دراهم او غنم او ثياب متفاوتة فالوصية فكالدراهم اعيد ان هلك الثلثان فالموجود جميع ما بقي فالاولى الدراهم والغنم اور موصی کے دراہم یا اُسکی بھیڑ بکریون یا اُسکے مختلف کپڑون کی یا اُسکے غلامون کے ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہو جاوین تو موصی لہ کیواسطے وہ ہے جو سب باقی رہگیا اول دو مثالون مین یعنے درہمون مین اور بھیڑ بکریون مین شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درہمون کے مانند ہین ھم یعنے موصی نے کہا کہ میرے ثلث دراہم یا ثلث غنم فلانے کیواسطے ہین پھر درہم اور غنم کی دو ثلثائیان تلف ہو گئین تو موصی لہ کیواسطے تمام مابقی ہے مثلاً اگر نو درہم مال تھا سو چھ درہم ضائع ہو گئے تو باقی تین درہم موصی لہ کا حق ہین ان خرج من ثلث باقی جميعها صنف ماله اخذ حلبي اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تو جمیع مابقی کو موصی لہ پاویگا کذا ذکرہ اخی حلبی وثلث الباقي في الاخرين اي الخيار ابن العينان خرج الباقي من ثلث كل المال اور پچھلی دو مثالون مین یعنے کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہے موصی لہ کیواسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے ھم یعنے اگر کپڑے ہم قیمت ہین یا غلام ہم قیمت ہین اور اُنمین سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہو گئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنے ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہے برخلاف درہم اور غنم کے کہ انمین جمیع مابقی موصی لہ کا حق ہے وكذا لو كل متحد الجنس كمكيل او موزون وثياب مختلفة وضابطه ما يقسم جبرا دكل مختلف الجنس وضابطه ما لا يقسم جبرا اور اول یعنے درہم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحد الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اُسکا یہ ہے کہ اُس چیز کی قسمت زبردستی ہو سکتی ہو اور ثانی یعنے ثیاب اور عبید کے مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اُسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ھم اشیاء متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعضے نہ چاہتے ہون تو قاضی اُنکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو انمین تقسیم جبری نہوگی وبالف وله دين من جنس الالف وعين فان خرج الالف من ثلث العين دفع اليه اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اُسکا مال دین ہے لوگون پر ہزار درم کی اور عین بھی ہے تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اسکو وہی دیا جاے ھم یعنے اگر اُسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہے تو اسی نقد مین سے ایک ہزار درم موصی لہ کو دیے جاوین والا جمع وقف العينان لم يدفع له وكذا لو خرج شيء من الدين لم يدفع اليه الثلث حتى يستوفي حقه وهو الالف اور اگر ہزار درم نہ نکلین نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اُسکو دیجاے اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جائے تو اُسکی تہائی سے اسکو دیتی جائے یہان تک کہ اُسکا حق ہزار درم

پورے ہوجاویں ہم مثلاً فقد ترکہ ۳۰۰۰ درم ہیں تو ایکسو درم موصی لہ کو دیئے اور جسقدر دین وصول ہوتا جاے اُسکی تہائی دیتے رہیں ہزار درم کے بھرنے تک
وبثلثہ لزید وعمرو وھو اعنی عمرو میت لزید کلہ ای کل الثلث والاصل ان المیت او المعدوم لا یستحق شیئاً فلا یزاحم غنیٰ وصایا
کلہا او وصی لزید ولجدار اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کیواسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہو تو زید کے واسطے پوری تہائی ہو اور اسکا قاعدہ یہی
کہ میت یا معدوم چیز مستحق نہیں ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحمت اور مانع نہ ہوگی اور وہ قول اس قول کے مانند ہے کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کیواسطے ھذا
اذا خرج المزاحم من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب یخرج بحصتہ ولا یسلم للاخر کل الثلث لثبوت الشرکۃ یعنے
استحقاق کل ثلث کا اُسوقت ہوچکا پس مزاحمت کرنے والا نکلجانے سے اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث
نہ دیا جاویگا ثبوت شرکت کیوجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان بن عبد اللہ ابن عبد اللہ وھو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان
نصف الثلث چنانچہ گزر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال ثلاثہ زید اور خالد بن عبد اللہ کیواسطے ہے اگر میں مروں اور خالد محتاج ہو پھر موصی مر گیا اور حالانکہ خالد بن عبد اللہ
مالدار ہے تو زید کیواسطے نصف ثلث ہوگا ہم اسواسطے کہ خالد جو مالدار ہوگیا وصیت میں داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کی وجہ سے تو ہم صورت میں زید
پوری تہائی پاویگا وکذا لو مات احدھما قبل الموصی وفی وعد کثیرۃ اور اسیطرح اگر ایک موصی لہ مر گیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی کا نصف ثلث پاویگا اور
اس اصل کی شاخیں بہت ہیں ہم از انجملہ یہ ہے کہ اگر یوں کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ اس گھوڑے کا ہے اگر عبد اللہ اس گھوڑے کا مالک نہ ہو یا وہ حالانکہ عبد اللہ گھر میں نہیں تو زید کو نصف ثلث
ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہیں کذا فی الخ واصلہ المعول علیہ انہ یدخل فی الوصیۃ ثم خرج فلفقد
شرطہ لا یوجب الزیادۃ فی حق الاخر ومتی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاھلیۃ وکان الکل للاخر ذکر الزیلعی اور اسکا قاعدہ متمم علیہ یہ ہے
کہ جب موصی لہ وصیت میں داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہ دوسرے موصی لہ کے حق میں زیادہ ہوجانے کا موجب نہیں ہوتا اور جبکہ وصیت
میں داخل ہی نہوا فقدان اہلیت کیوجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وقیل العبرۃ بوقت موت الموصی والیہ یشیر کلام الدرر
تبعاً لمکانی حیث قال لو ولد بکر فمات ولدہ قبل موت الموصی الخ اور بعضوں نے کہا موت موصی کیوقت کا اعتبار ہے اور اُسی کیطرف
درر کا کلام باتباع کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کیواسطے پھر بکر کا فرزند مر گیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ
ہم صاحب درر کا تمام کلام یہ ہے یا وصیت کی زید کیواسطے اور اُسکے محتاج فرزندون کیواسطے اور شرط فوت ہوگئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کو
ان صورتون میں اسواسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت میں انہی اور اسکی
مانند فتاوی عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول الزیلعی فاما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب الخ صریح فی انہ
حالۃ الایجاب وقیل فیہ اتیان لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ میں یعنے جبکہ مزاحم خارج ہوجائے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کی
اعتبار میں نہ موت موصی کے اعتبار میں اور بعضون نے کہا کہ اسمیں دو روایتیں ہیں ولو قال بین زید وعمرو وھو میت لزید نصفہ لان کلمۃ بین
توجب التنصیف حقوقاً قال ثلثہ بین زید وبکر وسکت فلہ نصفہ ایضاً اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال بین زید اور عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو
مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہے یہانتک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال یا بین زید کے اور جب ہوگیا دوسرے شخص کو
ذکر کیا تو بھی زید کو نصف ہی ملیگا وبثلثہ وھو ان الموصی فقیر وقت الوصیۃ لہ ثلث مالہ عند موتہ سواء اکتسبہ بعد الوصیۃ او
قبلہا لما قلنا ان الوصیۃ تجب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنے والا محتاج ہے وصیت کیوقت تو موصی لہ
کیواسطے اسکا ثلث مال ہے یعنے اُس مال کا ثلث جو موصی کی موت کیوقت موجود ہو خواہ اُسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے

اسواسطے کہ ثابت ہوچکا یہ کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد موت سے ہم طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی قید نہ کرتے تاکہ ان صحیح ہو اذا اوصی لفقیر ولا مال لہ یکون وصیۃ بمال یستفیدہ بعد موتہ صینا او نوعا معینا ثلث مال مذکور اسوقت ملیگا جبکہ وصیت کی چیز عین بانوع معین ہو اما اذا اوصی بعین لغیر من لا مال لہ فثلث غنمہ فملکت قبل موتہ بطلت لتعلیقہا بالموت فتبطل بفواتہا وان کان الموصی غنیا وہ لیکن جبکہ وصیت عین کی یا اپنے مال سے ایک نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر وہ تلف ہوگئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہوگئی بسبب معلق ہونے وصیت کے موت سے تو وصیت باطل ہوگی اسکے فوت ہوجانے سے اگر پائے موصی اس غنم کے واسطے ثلث غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن لہ غنم عند الوصیۃ فاستفادہا ای الغنم ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقہا بالموت کتعلقہا بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کیوقت نہ ہو پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مرجاوے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اسلیے کہ تعلق وصیت کا موت سے ویسا ہے جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنے وجود عند الموت کا اعتبار ہے لو قال لہ شاۃ من مالی ولیس لہ غنم یعطی قیمۃ الشاۃ اور اگر بولا زید کے واسطے گوسپند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اسکی ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہے تو اسکو گوسپند کی قیمت دیجاویگی بخلاف قولہ لہ شاۃ من غنمی ولا غنم لہ حیث لہ شاۃ فانہا تبطل بر خلاف اس قول کے کہ اسکے واسطے ایک گوسپند ہے میری غنم سے یعنے بھیڑ بکریوں سے اور حالانکہ اسکی ملک میں غنم نہیں ہے یعنے ایک گوسپند کی تو وصیت باطل ہوگی ہم وہ فرق بین المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گوسفند کو مال کیطرف مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ مالیت گوسفند کی وصیت مراد ہے اور یہ حاصل ہوتی ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسفند کو غنم کیطرف مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ عین گوسفند مراد ہے اسواسطے کہ موصی نے گوسفند کو غنم کیساتھ مقرر دیا وکذا لو لم یضفہا لمال ولا لغنم لہ وقیل تصح اور اسیطرح اگر گوسفند کو اپنے مال کیطرف مضاف نکیا اور حالانکہ اسکے ملک میں غنم نہیں تو وصیت باطل ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہو وکذا الحکم فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب یخیر ورثتہ بینہما ای بین القیمۃ والعین اور اسیطرح گوسفند کے مانند حکم ہر قسم میں اقسام مال سے چنانچہ گائے بیل اور کپڑا اور مانند انکے کذا فی الزیلعی وثلثہ لامہات اولادہ وثلث الثالث للفقراء والمساکین لہ ای لامہات اولادہ ثلثہ اسہم مخمسۃ وسہم للفقراء وسہم للمساکین عند محمد یقسم لیساوی الاول لفظ الفقراء والمساکین جمع واقلہ اثنان قلنا ال الجنسیۃ تبطل الجمعیۃ اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کیواسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولد تین ہیں تو انکے واسطے تین سہم ہیں پانچ سہموں کے اور فقیروں کیواسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہوکر اسواسطے کہ فقراء اور مساکین کا لفظ جمع ہے اور اقل جمع دو ہیں ہم جواب کہتے ہیں امام کیطرف سے کہ فقراء اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونے کو باطل کردیتا ہے یعنے تو یہاں ظاہر میں جمع کا صیغہ ہوا درحقیقت میں مفرد ہے ثلثہ لزید وللمساکین لہما نصفہ ولعمرو عند محمد ثلاثۃ اسہام اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کیواسطے تو زید کیواسطے ثلث ہے اور مساکین کیواسطے نصف باقی ہے اور محمد کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کیواسطے اسلیے کہ اقل جمع دو ہیں چنانچہ گذرچکا ولو اوصی بثلثہ لزید وللفقراء والمساکین قسم اثلاثا عند الامام وانصافا عند ابی یوسف والخامس عند ہما خلافا لمحمد اور اگر وصیت کی واسطے تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کیواسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہوکر امام کے نزدیک اور دو حصے ہوکر ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہوکر محمد کے نزدیک کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان لہ صرفہ لواحد وقالا لثلثین صرفہ لواحد ولا یصرف ما للمساکین لاقل من ثلثین عندہ والخلاف فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار کالجماعۃ وقال ثلث مالی لہذہ المساکین لم یجز صرفہ لواحد انفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کیواسطے تو وصی کو جائز ہے اسکا صرف کرنا ایک مسکین پر یعنے بطلان جمعیت کیوجہ سے اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنے اقل جمع دو ہیں تو جہاں مال کسیکے واسطے ہو اسکا صرف کرنا دو مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کیطرف اشارہ کرکے تعیین کردیا ہو اگر اسنے ایک جماعت کیطرف اشارہ کیا اور کہا کہ تہائی مال اِن مسکینوں کے واسطے ہے تو اسکا صرف کرنا ایک مسکین کیطرف باتفاق امام و محمد کے جائز نہیں جیسا کہ

لفظ تو بولے فاعطی غیرہم جاز عند ابی یوسف وعلیہ الفتوی خلاصہ منہ بلالیہ اور وصیت کی ملک کے فقیروں کیواسطے سو دونے اُنکے سوا اور فقیروں کو دیا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہوا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ والشرنبلالیہ وبمائۃ لرجل وبمائۃ لاخر فقال الاخر اشرکتک معہما لہ ثلث کما مائۃ لسادس فضیہما فما کسبتہ لساوتہ فلکل ثلث المسائۃ اور اگر وصیت کی سو درم کی ایک کیواسطے اور سو درم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ میں نے تجھکو شریک کر دیا ان دونوں مردوں کے ساتھ تو تیسرے مرد کیواسطے ہر سیکڑے کی نہائی ہے اسواسطے کہ پہلے دو مردوں کا حصہ برابر ہے تو کل ہو گئی تینوں کی برابری تو ہر مرد کو سیکڑے کی دو تہائیاں ملینگی ولو بمائۃ مثلا لرجل وبمائتین لاخر فقال الاخر اشرکتک معہما لہ نصف ما لکل منہما فتقاوتت بنصیبہما فیساوی کلا منہما اور اگر مثلاً ۲۰۰ درم کی وصیت کی ایک مرد کیواسطے اور دو سو درم کی وصیت کی دوسرے کیواسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ میں نے تجھکو دونوں کے ساتھ شریک کر دیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک حصہ سے نصف ملیگا بسبب متفاوت ہونے دونوں کے حصوں کے تو تیسرا مرد دونوں کا ہم کاسہ جب دونوں کا حصہ متفاوت ہوا تو تینوں شخصوں کی برابری ممکن نہیں تو شرکت کو محال کیا تا کہ نہائی کی مساوات پر دونوں کے ساتھ تا کہ لفظ اشتراک کا مفہوم بقدر امکان صحیح ہو سکے وثلث مالہ لرجل ثم قال الاخر اشرکتک واحدا منہما فالثلث بینہما نصفان کذا فی الخانیۃ اور اگر نہائی مال کی وصیت کی ایک کیواسطے پھر دوسرے سے کہا میں نے تجھکو شریک کیا اُنکے ساتھ یا تجھکو داخل کر دیا اُنکے ساتھ تو نہائی مال دونوں میں نصفا نصف ہے بدلیل یہ کہ دونوں کو لفظ شرکت مقتضی ہے مساوات کی اور یہاں مساوات ممکن ہے وان قال لورثتہ لفلان علی من نصف قوہ فانہ یصدق ویجعل الثلث نصفا نصفا اور اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اُسکی تصدیق کیجیو تو اُسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے نہائی مال تک استحسان کی یہ وجہ ہے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار اُسکی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہے اور قیاس یہ ہے کہ تصدیق نہ ہو اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہیں ہوتی بدون حجت کے کذا فی الذخیرۃ بخلاف قولہ لکل من ادعی علیّ شیئا فاعطوہ لانہ خلاف الشرع برخلاف اس قول کے جو شخص مجھپر کسی چیز کا دعوی کرے تو اُسکو دیجیو تو اسمیں تصدیق نہیں کی اسلیے کہ یہ خلاف شرع ہے ہم یعنے تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہے الا ان یقول ان رأی الورثۃ ان یعطیہ فہو من الثلث ویصیر وصیۃ مگر یہ کہ قائل مذکور یوں کہے کہ اگر وصی اُسکا دینا مناسب اور مصلحت دیکھے تو نہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہ قول وصیت ہو جاویگا ہم وصیت ہو جانے کی یہ وجہ ہے کہ اُسنے وصی کو تفویض کیا کذا فی المحاوی ولو قال ما ادعی فلان من مال فہو صادق فان سمیٰ قدرا فشیء معلوم فہو لہ والا کما یجب اور اگر یوں کہا کہ فلانا شخص جو دعوی کرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اُس شخص سے کوئی دعوی شے معین میں سابق ہو چکا ہو تو وہ شے مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعوی نہیں تو وہ چیز اُسکی نہیں کذا فی المجتبی فان اوصی لہ وصایا مع ذلک ای مع قولہ لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ عزل الثلث لاصحاب الوصایا والمتبقی للورثۃ پھر اگر موصی نے چند وصیتیں کیں اُسکے ساتھ یعنے اس قول کے ساتھ جو اُسنے اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اُسکی تصدیق کیجیو تو نہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت والوں کے واسطے اور وہ نہائیاں جدا ہونگی وارثوں کیواسطے ثم یعنے ایک شخص نے اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اگر وہ دعوی کرے تو اُسکی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اُسنے چند اشخاص کیواسطے وصیتیں کیں تو اُسکے مال سے نہائی اہل وصایا کے لیے بدر کرنا چاہیے اور دو تہائیاں وارثوں کے لیے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہیں اور دین مجہول ہے تو معلوم کا مزاحم نہ ہوگا لہذا معلوم کی تقدیم ہوئی مجہول پر وقیل لکل من اصحاب الوصایا والورثۃ صدقوہ فیما بقی من الثلث فلہ وصایا اور کہا ہو گیا اہل وصایا اور وارثوں کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر میں کہ تم چاہو اور جو باقی رہے نہائی سے وہ اہل وصایا کا ہے پھر جبکہ ہر فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہو گیا کہ ترکہ میں دین ہے دونوں حصوں میں تو ہر فریق کا اقرار اُسکے حصہ میں ناضہ ہوگا کذا فی البحر الرائق والدین والعین مقدما علی الحقین لانہ مجہول اور دین اگرچہ مقدم ہے وصیت اور میراث

دونوں قولوں پر گروہ مجہول ہے معلوم نہیں ہم یہ جواب سوال مقدر کا ہے کہ دین تو وصیت اور میراث پر مقدم ہے پھر اسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیاں جدا ہوئیں بدون اعتبار دین کے خلاصہ جواب یہ ہے کہ عدم تقدیم دین یہاں اسکے عدم تعین کے سبب ہوئی وطریق تعیینہ ماذکر اور دین مذکور کے مقرر اور معین ہو جانے کا طریقہ وہ ہے جو مذکور ہو گیا یعنے تصدیق فریقین کی فیوخذ الورثۃ ثلثی ما اقر وابہ وما یقی فلھم لو جب دین کا وارثوں نے اقرار کیا وہ انکی دو تہائیوں سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے اقرار کیا وہ انکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا بعد دین کرنے کے وہ انکا ہے یعنے جو دو تہائیوں مین باقی رہیگا وہ وارثوں کا ہے اور جو ایک تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہے وحلف کل علی العلم لو ادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کھاوے اپنی دانست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعوی کرے یعنے ہر فریق یون قسم کھاوے کہ واللہ ہم اسقدر دین کو جانتے ہین قلت یقی لو کانت الوصایا دون الثلث ھل یعزل الثلث کلہ ام یقر الوصایا للورثۃ باقی رہا یہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال سے کم ہوتو کیا پوری تہائی نکال رکھی جاویگی یا بقدر وصیت کے مین نے اسکی تصریح کتب فقہ مین نہین دیکھی ویقی ایضا ھل یلزمھم ان یصدقوہ فی الزائد من الثلث یرجع ابن الکمال اور یہ بھی احتمال باقی ہے کہ آیا انکو لازم ہے کہ مقر لہ کی تصدیق کرین ثلث سے زائد مین اسکے واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہ اصل اعتراض ہے زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض بدون جواب کے ذکر کیا ہے اور بعضون نے ضعیف جواب دیا ہے جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا جنبی واذا اوقاتلہ لم ینفذ الوصیۃ وبطل وصیتہ للوارث والقاتل لانھما من اھل الوصیۃ علی ما مر ولذا تصح ہبۃ احدھما للورثۃ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنے وارث یا اپنے قاتل کیواسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق مین باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ وارث اور قاتل وصیت کے مستحق نہین بنا بر اُس قول کے جو گذر گیا اور اسیواسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت سے ہم برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کیواسطے وصیت کی تو سبکا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہین تو مزاحم بھی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعد ما دین لورثتہ ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقرار بعقد بینھما فانما الغا بعضہ لغا ما قیدہ ضرورۃ برخلاف اسکے جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کیواسطے کیونکہ وصیت صحیح نہین اجنبی کے حق مین بھی یہ لیے کہ یہ اقرار ہے عقد سابق کا یعنے دونون کی شرکت کا زمانۂ ماضی مین پھر جبکہ بعض لغو ہو گیا تو باقی بھی بالضرور لغو ٹھہرا ہم عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ وصیت انشاء تصرف ہے یعنے وارث اور اجنبی کیواسطے تملیک ابتدائی ہوا اور اقرار اخبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اُسنے خبر دی ہے وصف شرکت کی زمانۂ ماضی مین تو اب اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہین ہو سکتا کیونکہ اسکی خبر کے مخالف ہے اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھ ممکن ہے اسواسطے کہ وارث اسمین شریک ہوا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ھذا اذا تصادقا فان انکر احدھما شرکۃ الآخر صح اقرارہ فی حصتہ لا جنبی عندھما وعندھما یبطل فی الکل لما قلنا زیلعی یعنے بعضون نے کہا یہ یعنی عدم صحت اقرار اُسوقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے پھر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصے مین صحیح ہوگا محمد رح کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک کسکے حصے مین باطل ہے اسوجہ سے جو پہلے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی لشیاب متفاوتۃ جبد ووسط ورذل اثلاثا نفس لکل منھم بثوب فقام منھم ثوب ولھذا رای ھو والورثۃ یقول لکل منھم ھلک حقک بطلت الوصیۃ لجھالۃ المستحق کوصیۃ لاحد ھذین الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کے واسطے ہر آدمی کے ایک کپڑا پھر اُن تینون کپڑون مین سے ایک کپڑا ضائع ہو گیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی مستحق کے معلوم نہونے سے جیسے ان دو مردون مین سے ایک کیواسطے وصیت باطل ہے یعنے اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کیواسطے مین نے

وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہو جہالت کے سبب سے یعنے معلوم نہین کہ کس شخص کیواسطے وصیت کی الا ان یسلم الورثۃ فیما بقی منہا فتعود صحیحۃ لزوال المانع وھو الجحود دگر یہ کہ موصی کے وارث مضائقہ نکرین اور باقی کپڑون کو تسلیم کرین تو وصیت صحیح ہو جاویگی بمان صحت کے زوال سے یعنے وارثون کا انکار مانع تھا صحت کا سو تسلیم سے زائل ہو گیا فتقسم لدی المجید ثلثاہ ولذی الردی ثلثاہ ولذی الوسط ثلث کل واحد منہما لان البیت یقدد لامکان توجہ کپڑے والے کے واسطے عمدہ کی دو تہائیان اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیان اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونون کپڑون مین سے ایک ایک تہائی تقسیم کیجاویگی باسواسطے کہ یہ برابر کرنا ہی بقدر امکان کے ولو اوصی لاحد الشریکین ببیت معین من دار مشترکۃ وقسموہ وقع فی حظہ فہو للموصی لہ والا یقع فی حظہ فلہ مثل ذراعہ صرح صدر الشریعۃ وغیرہ بوجوب القسمۃ فلو قال اقسم فاوقع الخ اولی اگر گھر کے دو شریکون مین سے ایک شریک نے مشترک گھر سے ایک معین کوٹھری کی وصیت کی اور وہ گھر بانٹا گیا اور وہ کوٹھری موصی کے حصے مین پڑی تو وہ موصی لہ کی ہو اور اگر موصی کے حصے مین واقع نہوئی تو موصی لہ کیواسطے کوٹھری کے برابر گز دن سے زمین ناپ دیجاویگی صدر الشریعۃ وغیرہ مین وجوب قسمت کی تصریح کی ہو تو اگر ماتن یون کہتا قسمت کیجاے پھر کوٹھری اسکے حصے مین آوے الخ کلام تو متہ ہوتا والا اقرار بیت معین من دار مشترکۃ مثلہا ای مثل الوصیۃ فی الحکم المذکور اور اقرار کرنا معین کوٹھری مشترک گھر سے وصیت کے مانند ہی حکم مذکور مین ہم یعنے اگر احد الشریکین نے کہا کہ یہ کوٹھری فلانے شخص کی ہی پھر اُس گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ کوٹھری مقر کے حصہ مین پڑی تو اسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اُسکے حصے مین نہ پڑی تو اُسکے برابر زمین ناپ دیجاویگی تو یہان وصیت اور اقرار کا یکسان حکم ہی وبالعین ای معین بان کانت وقعت عند الموصی من مال الخ فلو جاز ربما لمال لو صیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ صح اور ہزار درم عین یعنے معین کی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تہین وصیت کی پھر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اسکی جائز رکھی اور ہزار درم موصی کو تسلیم کیے تو درست ہو ولہ المنع بعد الاجازۃ لان اجازتہ تبرع فلہ ان یمتنع من التسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لہ شرح تکملہ اور صاحب مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درم کا منع جائز ہو باسواسطے کہ اسکو اجازت دینا بطریق احسان کے تہا اُسپر واجب نہ تہا تو اُسکو جائز ہی کہ تسلیم سے باز رہے اور تسلیم کرنے کے بعد تو اُسکو پھیر لینا جائز نہین کذا فی شرح التکملہ بخلاف ما اذا وصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتلہ او لوارثہ فاجازوا ثم رجعوا حیث لا یکون لہم المنع بعد الاجازۃ لان الممنوع علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز بخلاف اُسکے جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اُسکے وارثون نے وصیت کو جائز رکھا باسواسطے کے یہان وارثون کو اجازت کے بعد منع جائز نہین کیونکہ اُسنے زبردستی ہو گی تسلیم کرنے پر باسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہی کہ مجاز لہ یعنے جسکے لیے اجازت واقع ہوئی موصی یہ کا مالک ہوتا ہی موصی کیجانب سے ہم حنیفون کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہی اجازت دینے والے کیطرف سے ہم باسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج مین صحیح ہی کیونکہ موصی کی ملک مین واقع ہی اور امتناع تہا وارثون کے حق سے پھر جب وارثون نے اجازت دی تو اُنکا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کیطرف سے کذا فی الدرر ولو اقر احد الابنین بعد القسمۃ بوصیۃ ابیہ بالثلث وہو اقر ارہ فی ثلث نصیبہ لا نصف استحسانا لانہ اقر لہ بثلث شائع فی کل الترکۃ وہی معہما فیکون مقرا بثلث ما معہ وبثلث ما مع اخیہ اور اگر دو فرزندون مین سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت متروک کے تو اُسکا اقرار اُسکے حصے کی تہائی مین صحیح ہی نہ اُسکے نصف حصے مین باسواسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ مین ثلث شائع کا اقرار کیا ہی اور ترکہ دونون فرزندون کے پاس ہی تو وہ مقر ٹہہرا اُس مال کی تہائی کا جو اُسکے پاس ہی اور اُس مال کی تہائی کا جو اُسکے بھائی کے پاس ہی یعنے تو اُسکا اقرار اُسکے حق مین مقبول ہی نہ اُسکے بھائی کے حق مین بخلاف ما لو اقر احدہما بدین علی ابیہما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث برخلاف اُسکے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر باسواسطے کہ اُسکو تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب

مقدم ہونے دین کے میراث پر ہم تو مقرلہ سے تمام متروکہ لیگا تا استیفاء دین اور اگر فاضل نہوگا تو مقر کو کچھ نہ ملیگا اور وصیت کا اقرار ایسا نہیں ہی اسلیے کہ موصی کو وارثون کا شریک ہوگا تو موصی لہ کچھ بنا دیگا بیشک وارث کو دینا پڑیگا کذا فی المنح و بامۃ فولدت بعد موت الموصی ولدا و کلاھما یخرجان من الثلث فنما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانے کے بعد اور لونڈی اور اسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونون موصی لہ کے ہین دکلا یخرجا اخذ الثلث منہما ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل و قلا یاخذ منہما علی السواء اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اسکے ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبینؒ نے کہا کہ دونون سے برابر لیگا ھم صورت مسئلہ یہ ہو کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہو ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اسنے لونڈی کی وصیت کی ایک مرد کیواسطے پھر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہو تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہو اور خارج نہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہ ہو کہ مان اصل ہوا اور لڑکا تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون مین وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت قائم نہی اور یہ جائز نہین ہو کذا فی الطحطاوی ھذا اذا ولدت قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدھا فھو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ ولکل الوجہ قبول الا فی قسمۃ علی ما مر کذا فی الدرر یکہ مذکور ہو کہ اگر موت کے بعد اور قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہوا اسواسطے کہ اسکی ملک کی بڑھوتی ہو اور اسی طرح لڑکا موصی لہ کا ہو اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہوا بنا بر اس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہو و لو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہو یعنے اسواسطے کہ وہ وصیت کی تحت مین داخل نہوا وصیت کی ملک پر باقی رہا کذا فی الخانیۃ و للکسب کلا ولد یخاصم فیہ الکسب اور لونڈی کی کمائی ولد کے مانند ہو حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

یہ باب ہو بیان کے آزاد کرنے مین ھم چونکہ اعتاق فی المرض یعنی وصیت ہو اسواسطے کہ وہ تبرع ہو اسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق ہو گیا لہذا اسکو کتاب الوصایا مین ذکر کیا لیکن اسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح قول پر یعتبر حال العقد فی تصرف منجز ھو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا غنیا ہوتا ہی تصرف منجز مین منجز وہ ہی جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کردے ھم اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہی سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ و لا فمن ثلثہ اگر تصرف منجز صحت کی حالت مین ہو تو اسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت مین ہو تو اسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ھو الانشاء و یکون فیہ معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال و النکاح فیہ نفذ بقدر مھر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہو حالت مرض مین مراد اس سے وہ تصرف ہو جو انشا ہو اور اسمین تبرع کا معنی ہو تو مرض مین دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہو اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہو کل مال سے ھم اقرار احتراز ہو انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہو نہ انشائی اور نکاح احتراز ہو معنے تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہو لیکن اسمین تبرع نہین ہو و المضاف الی الموت ھو ما اوجب حکمہ بعد موتہ کانت حرۃ بعد موتی او ھذا لزید بعد موتی من الثلث و ان کان فی الصحۃ اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کیطرف مضاف ہی وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہی اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہی جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ یون کہنا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی یا یہ چیز زید کی ہی میری موت کے بعد موضع صحتہ کا الصحۃ اور جس بیماری سے عاقد بچیگا ہو جاکے وہ صحت کے مانند ہی ھم اسلیے کہ وارث اور غیر ہم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اسکے مرض الموت مین اور بچیگا ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ اسکا مرض ہر قسم مرض الموت نہ تھا والمقعد للفالج والسلول اذا اطال و لم یقعدہ فی الفراش کالصحیح بخلاف ما ذکر فی الحاوی سنۃ فی المرض حد التطاول

التعلیم

المعتبر المعجم لصلة قاعدا اور جانبدار مفلوج اور مسلول کا مرض جب متطاول ہو مزمن ہو جاوے اور اسکو تبریزہ ڈال سے تو وہ تندرست کے برابر ہی
احکام شرعی کذا فی المجتبیٰ پھر صاحب مجتبیٰ نے تطاول مرض کی حد جو بیان کی ہو کہ ایک سال ہو اور مرض معتبر کی حد وہ ہو جو مباح کرے تیمم کو بیٹھے ہم مرض معتبر
یعنے جس مرض مین نفوذ تصرف انشاے کا نکث مال سے معتبر ہو کذا فی الطحطاوی اعتاقه ومحاباته وهبته ووقفه وضمانه كالمحكوم بحكمه وصيته
مریض کا اعتاق و محاباۃ اور ہبہ اور اسکا وقف اور ضامن ہونا اس ہر ایک کا وصیت کے حکم کے مانند ہم عقود مذکورہ وصیت نہین ہین بلکہ وصیت کے
مشابہ ہین سوا اسکے کہ وصیت عبارت ہو ایجاب بعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہین فی الحال لیکن چونکہ مرض مین واقع ہوئے تو در حکم وصیت ہو گئی
حق ورثہ کے تعلق کی وجہ سے محاباۃ کی صورت یہ ہو کہ سو درم کی چیز ۵۰ درم کو بیچی یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زاید خرید مین یا قیمت مثل
سے ناقص بیع مین اسیکا نام محاباۃ ہو کذا فی الطحاوی فیعتبر من الثلث كما قدمنا في الوقف ان وقف المريض المدين محيط بالمال فالتبرع
جبکہ تصرفات مذکورہ وصیت کی مانند ہوئے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہمنے آگے ذکر کیا ہو کہ اگر وقف مین یہ کہ بعض دیون مدین محیط کا وقف باطل ہو
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور تحریر اور تصحیح کرنا چاہیے ویزاحم اصحاب الوصايا في الضرب اور اہل وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص مین یعنے عتیق
اور محاباۃ اور ہبہ موہوب لہ اور تیمم اور مضمون لہ ضرب حصص کرینگے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سے وا سطے کفایت ہو گیا تو فبها المراد ورنہ حصہ رسد لینگے
اور قسمت مین ہر ایک کا حصہ ضرب ہو گا مزاحمت کا مطلب یہی مجھ مین آیا ہو کذا فی الطحطاوی ولم يسم العبد ان اجيز عتقه لان المنع لحقهم فيسقط
بالاجازة اور غلام سے نکل گیا اپنے استخلاص مین اگر اسکے عتق کی اجازت ہو گئی وارثون کیطرف سے سو اسطے کہ منع عتق تھا وارثون کے حق کے سبب سے
تو وہ ساقط ہو جاویگا انکی اجازت سے بان جاني فجرد وضاق الثلث عنها فهو اي المحاباة احق پھر اگر مریض نے محاباۃ کی پھر غلام کو آزاد کیا
اور اسکا ثلث مال محاباۃ اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے ہمنے تمامی سن دونون تصرف کی گنجائش نہین ہو تو وہ یعنے محاباۃ مقدم ہو اعتاق پر صورت اسکی یہ ہو
کہ ۲۰ درم کی قیمت کا غلام ایک سو درم کو بیچا پھر اس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہو آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہین سوا ے ان دو غلامون کے تو ثلث مال یعنے
سو درم محاباۃ مین صرف ہونگے کذا فی الدرر بعکسہ ان حد فحابا في احدهما اور اول صورت کے بالعکس یعنے اول اعتاق کیا پھر محاباۃ کی تو
دونون برابر رہین ہم صورت اسکی یہ ہو کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہو آزاد کیا پھر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہو سو درم کو بیچا تو ثلث مال یعنے سو درم
کی تقسیم دونون مین نصفا نصف ہو گی تو عبد معتق نصف قیمت یعنے پچاس درم مین آزاد ہو گا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محاباۃ دوسرے غلام کو ۵۰ درم
دیکر خرید کریگا کذا فی الدرر وقالا عتقه اولى فيهما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونون صورتون مین مقدم ہو وصية بان يعتق عبده
الناتج عبدا لا تتعلق الوصية بما بقي ان هلك درهم لان القربة تتفاوت يتفاوت قيمة العبد اور مریض کی وصیت اسطرح پر ہو کہ اسکی طرف سے
غلام آزاد کیا جاوے ان سو درمون سے خرید کر کے تو وصیت نافذ ہو گی باقی درمون سے اگر ایک درم بھی سو درمون سے تلف ہو وے اسواسطے کہ تفاوت
الی اللہ متفاوت ہو جاتا ہو قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اسقدر درمون سے میری طرف
سے حج کیا جائے پھر ان درمون سے ایک درم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہو باطل نہین وقالا هما سواء اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج
کی دونون وصیتین صحیح ہین کوئی باطل نہین وتبطل الوصية بعتق عبده بان اوصى بان يعتق الورثة عبدا بعد موته ان جنى بعد موته فدفع
یا کنایۃ کا بعد موتی یا بدبر اور باطل ہوتی ہو وصیت اپنے غلام کے آزاد کی کے یعنے یون وصیت کی کہ وارث اسکے غلام کو اسکے مرنے کے بعد آزاد کرین تو وصیت
باطل ہو گی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت مین دیا گیا چنانچہ اس صورت مین وصیت باطل ہوتی ہو اگر وہ بیچا گیا موت
بعد موصی کے دین مین ہم وجہ بطلان یہ ہو کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہو موصی لہ کے حق پر اور اسطرح دائن کا حق مقدم ہو دان فدى الورثة العبد لا يبطل

وکان الفداء علی الصبی بالتزامهم اور اگر وارثون نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل ہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثون کے ذاتی مال مین ہوگا اُنکے التزام کے سبب سے یعنے اُنھون نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ تہائی حصہ دوسرے ولو ادعی ثلثة اثلث ماله لبکر وهی ثلثة عبدٌ فاقر کل من الوارث وبکر ان المیت اعتق هذا العبد فادعی بکر اعتقه فی الصحة یاخذ من کل المال وادعی الورثة عتقه فی المرض یاخذ من الثلث ویقدم علی بکر فالقول للوارث مع الیمین لانه ینکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کیواسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا سو اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک شخص نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہی پھر بکر نے دعوی کیا اُسکی آزادی کا موصی کی صحت مین تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہوا اور وارث نے اُسکی آزادی کا دعوی کیا مرض موصی مین تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنے واسطے اسکے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہی مگر ثلث مال کی وصیت پر مقدم ہی کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوا سلیے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہی اور قول معتبر ہوتا ہی منکر کا قسم کے ساتھ ولا شئ لزید کذا فی نسخة الصدر والشرح قلت صوابه لبکر کما نبه المذکور اولا غایة الامر ان القوم مثلوا لزید فغیره المصنف اولا ونسیه ثانیا والله اعلم اور زید کیواسطے کچھ نہین سیطرح متن اور شرح کے نسخہ مین لاشی لزید مرقوم ہی مین کہتا ہون یون کہنا ٹھیک ہی ولا شئ لبکر یعنے بکر کیواسطے کچھ نہین اسواسطے کہ اس مسئلہ مین لفظ بکر کا اول مذکور ہی غایۃ الامر یہ ہی کہ قوم نے یعنے فقہیون نے اس مسئلہ مین زید کی تمثیل دی ہی سو مصنف نے اولا تمثیل کو بدلا اور آخر مین تغیر کو بھول گیا واللہ اعلم لکن ان یفضل من ثلثه شئ من قیمة العبد مگر یہ کہ موصی کے ثلث مال سے کچھ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا ہم مثلا ثلث مال سو درہم ہی اور غلام کی قیمت سو درہم تو یہ درہم بکر کو ملینگے او یقوم حجة لحادعواه فان للوصی ان یخصم کا ثبت حقه وکذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوی پر کہ اعتاق صحت مین تھا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہی کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہوا اور اسیطرح غلام بھی مدعی ہی ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد عتقا فی الصحة ولا مال له غیره فصدقهما الوارث یسعی فی قیمته ویدفع الی الغریم ولا یعتق کما یسعی فی شئ اور اگر دعوی کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوی کیا صحت مین اور حالانکہ میت کا کچھ مال نہین ہی سوائے اس غلام کے سو وارث نے دونون مدعیون کی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے مین اور وہ قیمت صاحب دین کو دیجاے اور صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کچھ کوشش قیمت مین نہ کریگا ہم صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ دین اور عتق ساتھ ہی ظاہر ہوے وارث کی تصدیق سے ایک کلام مین تو گویا ساتھ ہی واقع ہوے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہین امام رح کی دلیل یہ ہی کہ دین کا اقرار قوی تر ہی عتق سے ولہذا اجمع احوال کل مال سے معتبر ہوا اور اقوی مدفوع نہین ادنے سے اور اسکا مقتضی یہ ہی کہ اصل عتق باطل ہو تا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہین تو اُسکو بالمعنی منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصا وعلی هذا الخلاف لو ترک ابنا وابنة فاقر احدهما بدین والاخر ودیعة وصدقهما الابن فالمال بینهما نصفان عنده وقال الودیعة اقوی اور بنا بر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور بیٹی اور ہزار درم چھوڑے سو اُن دونون کے دین ہونے کا ایک مرد نے دعوی کیا اور دوسرے نے اُنکی ودیعت ہونے کا دعوی کیا اور میت کے فرزندنے دونون کی تصدیق کی تو ہزار درم دونون مدعیون مین نصفا نصف ہین امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہی دین سے ہم اس مسئلہ مین اولیت مین خلاف ہی بر خلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہی کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الهدایة فقال عندنا الودیعة اقوی وعندهما سواء والاصح ما ذکرنا کما فی الکافی وغیره فی الشرنبلالیه فلیحفظ مین کہتا ہون ہدایہ مین اُسکے بالعکس کہا ہی سو لوگون کہا ہی کہ امام رح کے نزدیک ودیعت قوی تر ہی اور صاحبین رح کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہی اور صحیح ترو قول ہی جو ہمنے ذکر کیا چنانچہ کافی مین ہی اور اسکا پورا بیان شرنبلالیہ مین ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرنبلالیہ مین یون ہی کہ صاحب ہدایہ سے پہلے بزرگون نے خلاف امام رح اور صاحبین رح کا بالعکس نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

یہ باب ہے وصیت اقارب وغیرہم کے بیان مین جارہ من لاصق بہ وقالا من یسکن فی محلۃ ومجمعہم مسجد المحلۃ وھو استحسان وقال الشافعی الجار الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہے جو اُسکے گھر مین ملاصق اور متصل ہو اور صاحبین رحمہما اللہ نے کہا کہ جو ایک محلہ مین بنا ہو اور محلہ کی مسجد اُنکی جامع ہو یعنے اُسی مسجد مین سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہون اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ پڑوسی چہ گھر تک ہوتا ہے ہر طرف سے ہم محمد رحمہ اللہ نے املا مین کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایون کے واسطے تو یہ وصیت اُسکے گھر کے ملاصقین کیواسطے ہے خواہ اُنکے دروازے قریب ہون یا بعید امام رحمہ اللہ کے نزدیک کذا فی العینی وصح ہ کل ذی رحم محرم من غیرہ کابائہا واعمامہا واخوالہا واخوانہا وغیرہم بشرط موتہ ھو منکوحتہ او معتدتہ من رجعی اور آدمی کا صہر یعنے سسرال کے لوگ ہین جو مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہین چنانچہ عورت کے باپ دادے اور اُسکے چچے اور اُسکے ماموں اور اُسکی بہنین اور انکے سوائے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مر گیا ہو اور وہ عورت اُسکے نکاح مین یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو فلو من بائن او ثلث یستحقہا وان ورثت منہ سو اگر عورت طلاق بائن کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی قال الحلوانی ھذا فی عرفہم واما فی عرفنا فیختص بابویہا وعنایہ وغیرہا واقرہ الفہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ حلوانی نے کہا کہ یہ صہر کی تولیف متقدمین کے عرف مین تھی اور ہمارے عرف مین تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہے یعنے خسر اور خوشدامن کذا فی العنایہ وغیرہا اور قہستانی نے اسکو ثابت رکھا ہے مین کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ مین اول قول پر یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہے ثم نقل عن العینی ان قول الہدایۃ وغیرہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صہر ایہ جویریۃ بنت الحارث غلط فلیحفظ ھذہ الفائدۃ پھر شرنبلالیہ مین عینی شارح ہدایہ سے یہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت صفیہ سے نکاح کیا حق اور ٹھیک یہ ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا مین کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیے ہم عینی نے سنن ابوداود وغیرہ سے نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ مین واقع ہوئین اُنھون نے اُنکو مکاتب کیا اداے بدل کتابت کیواسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین حضرت نے اُنسے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے اصحاب کے حصے مین آئے تھے اُنھون نے اُنکو آزاد کر دیا حضرت کے اکرام کیواسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصہار ہین اور وہ سنو خانہ والے تھے انتہی مختصرا وختنہ زوج کل ذی رحم محرم منہ کازوج بنتہ وعماتہ اور انسان کا ختن اُسکے ہر محرم عورت کا شوہر ہے چنانچہ اُسکی پھوپھیون اور پھوپھیون کے شوہر شارح نے کہا ہے اُنکے سخنون مین اسیطرح کل ذی رحم واقع ہے اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے وکذا کل ذی رحم من اناث حتی قیل ھذا فی عرفہم وفی عرفنا الصہر ابو المرأۃ واعمامہا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد الفہستانی ویلحق فی دیارنا ان یختص الصہر بابی الزوجۃ والختن بزوج البنت کالم المشہور اور اسیطرح ختن عبارت ہے بنات اور عمات کے شوہرون کے ہر قرابت دار سے بضرورت کہا یہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف مین صہر خسر اور خوشدامن ہے اور ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے استنباط کر کہا ہے اور ہمارے ملک مین یون لائق ہے کہ صہر بدون خاص کیجیے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنے داماد پر خاص کیجیے اسواسطیکہ اب یہی مشہور ہے ہم یا شارہ اسطرف کیا ویا موصی کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی واہلہ زوجتہ وقالا کل من فی عیالہ و نفقتہ علیہ مما یکدہ ویطعمہا استحسان شرح تکملہ قال ابن الکمال وھو مؤید بالنص قال اللہ تعالی فتحنثہ واہلہ الا امرأتہ انتہی قلت فجوابہ فی المملوکات اور اہل عبارت ہے اُسکی زوجہ سے اور صاحبین رحمہما اللہ نے کہا کہ جو اُسکے عیال اور نفقہ مین داخل ہے سواے اُسکی لونڈی اور غلام کے وہ اُسکے اہل ہین اور قول

صاحبین کا احسان ہو یعنے تو یہی قول راجح ہو کذا فی شرح التکملہ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول ہو کہ جس قرآنی ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہے نجات دی کو وطا اور اُسکے اہل کو سوا اُسکی عورت کے انتہی قولہ میں کہتا ہوں اور جواب اس استدلال کا امام کیطرف سے بڑی کتابوں میں مذکور ہے ہم استدلال مذکور کا جواب یہ ہی کہ قرینہ عموم کا وہاں موجود ہو یعنے استثنا اور امام کی دلیل یہ ہو کہ لفظ اہل کا حقیقت ہو زوجہ کے واسطے بدلیل نصوص وعرف قال تعالیٰ وَسَارَ بِاَهْلِهٖ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا وَبِنَفْسِ تَاَهُّلِ بَلْدَةٍ كَذَا اور مطلق متصرف ہوتا ہو حقیقت مستعملہ کیطرف کذا فی الطحطاوی مختصراً واٰلُهٗ اهل بیته وقبیلته التی ینسب الیها ویدخل فیه کل من ینسب الیه من قبل اباۂ الی اقصی اب له فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانه مضاف الیه فتستانی هو الکرمانی اور آدمی کی آل عبارت ہین اُسکے اہل بیت اور اُسکے اُس قبیلے سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہو اور اسوقت مین یعنے جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ مراد ہو تو آل مین داخل ہو ہر ایک وہ شخص جو موصی کیطرف منسوب ہو اُسکے باپ دادا کی جانب سے اسلام مین اُسکے لیے سرے کے باپ تک بد اقصی کے سوا سوا سطے کہ بد اقصی مضاف الیہ ہو یعنے اور وصیت نہین مگر مضاف کیوا سطے کذا فی القستانی عن الکرمانی ہم بد اقصی اسلام مین مثلاً علی یا عباس رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے وصیت کی اپنی آل کیواسطے تو تعیین داخل ہو جو علی مرتضی کیطرف منسوب ہو نسب آبائی کیجانب سے نہ وہ شخص جسکا ننہال ہو سادات مین لاقرب ولا بعد والذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیه سواء قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر اور صغیر اور کبیر آل مین سب برابر ہین ویدخل فیه الحر والفقیر اذ کانوا لا یعصون کما فی الاختیار اور آل مین غنی اور فقیر داخل ہین اگر وہ شخص نہو کذا فی الانتیا ہم عبارت اختیار کی یون ہو وان کانوا لا یحصون کذا فی الطحطاوی عن المکی یعنے آل مین غنی اور فقیر سب داخل ہین اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون اور یہی حق ہو سموکا تب سے واسطے ہوگیا ویدخل فیه ابوه وجداه وابنه وزوجته کما فی شرح التکملہ یعنے اذا کانوا لا یرشدون اور آل مین داخل ہو موصی کا باپ اور دادا اور اُسکا بیٹا اور اُسکی زوجہ کذا فی شرح التکملہ یعنے جبکہ وہ اُسکے وارث نہون ہم عدم میراث کی قید سوا سطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہو غیر وارث کے حق مین ولا یدخل فیه اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابة ابنات الاولاد ینسبون الیه کالاعم اور موصی کی آل مین داخل نہین اُسکی بیٹیون کی اولاد اور نہ اُسکی بہنون کی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اُسکی مان کا قرابت دار ہو اسواسطے کہ بیٹا باپ کے نسب مین داخل ہوتا ہو نہ مان کے نسب مین وجنسه اهل بیت ابیه لان الانسان یتجنس بابیه لا بامه اور موصی کی جنس اُسکے باپ کے اہلبیت ہین اسواسطے کہ انسان متجانس ہوتا ہو اپنے باپ کا نہ اپنی مان کا مع غایۃ البیان مین ہو کہ جنس عبارت ہو نسب اور نسب شتر ہو باپ کیطرف سے وکذا اهل بیته واهل نسبه کالاعم وجنسه فحکمه حکمه اور اسیطرح موصی کے اہل بیت اور اُسکے اہل نسب اور اُسکی آل اور اُسکی جنس کی مانند ہین تو اہلبیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کے مانند ہو اولاد وستا لم تأنث بجنسها او کاهل بیتها لا یدخل ولد هاشمی ولد المرأة لانه ینسب الی ابیه لا الیها اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کیواسطے وصیت کی تو اس عورت کا بیٹا وصیت مین داخل نہین اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کیطرف منسوب ہوتا ہو نہ مان کیطرف لان یکون ابوه ای الولد من قوم ابیها فحینئذ یدخل لانه هو جنسها اخرہ کذا فی شرحها قلت مفاده ان المشترة من کافر فقط غیر معتبر کما فی الخزانة وفتاوی ابن نجیم وبه افتی بعض المتأخرین لکن فی الجملة مگر یہ باپ اُس فرزند کا اس عورت موصیہ کے باپ کی قوم سے تو اسوقت مین اُس عورت کا بیٹا بھی وصیت مین داخل ہوگا اسواسطے کہ وہ اُسکا ہم جنس اور ہم نسب ہو کذا فی الدرر والکافی وغیرہما مین کہتا ہون تو اس تقریر سے یہ مفاد ہوا کہ شرف یعنے سیادت فقط مان کیطرف سے غیر معتبر ہو چنانچہ فتاوے ابن نجیم کے اواخر مین مذکور ہو اور اسیکا فتوی دیا ہی ہمارے اوستاذ خیر الدین رملی نے مان یہ البتہ ہو کہ سیدہ کے فرزند کو ایک جماعت فضیلت اور بزرگی ہو اُسپر جسکی مان سیدہ نہین الا فضلہ بالفضلۃ الہاشمیہ کذا فی الطحطاوی ہم فتاوے عالمگیری مین بدائع سے منقول ہو کہ حسب اور نسب مخصوص یہ بیدہ ہو نہ باندی جسکی مان سیدہ ہو اور باپ سید نہو تو اُسکو زکوۃ کا

سلہ اور نہ اُسکی بہنون کی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اُسکی مان کا قرابت دار ہو اسواسطے کہ بیٹا باپ کے نسب مین داخل ہوتا ہو نہ مان کے نسب مین

سلہ اور کہا اپنی ملی سے ۱۲

سلہ اسکے اور اسی سے ہو قول ارب والون کا اثر

سلہ یہ ہو کہ سیدہ کے فرزند کو ایک جماعت فضیلت اور بزرگی ہو اُسپر جسکی مان سیدہ نہین الا فضلہ بالفضلۃ الہاشمیہ

مال لینا حرام ہین اور وہ اشیہ کا کفو اور ہمسر نہین اور اُسپر وہ مال نہین جو سادات پر وقف ہوا الا بعض واقفا مہ یہ حدیث ہو کہ کل نسب ابن انثی فانہ لأبیہ الا ما کان من فاطمۃ فانا ولیھا ونسبھا سین اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہوا تو یہ خصوصیات سے ہو چنانچہ لفظ حدیث مفید ہو اسکی انتہی کذا فی الطحطاوی

وان اوصی لاقاربہ او للذی قرابتہ کذا فی الزیلعی قلت صوابہ للذی قرابتہ کما مر ادہ کنسابہ فھی للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کیواسطے یا اپنے قرابتدار والون کیواسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کیواسطے تو یہ وصیت ہر قریب ترکیواسطے پھر اُسکے بعد جو اور قریب تر ہو موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کما من کے نسخون مین الیطی الذی قرابتہ مرقوم ہو یہ مین کہتا ہون الذوی قرابتہ بصیغہ جمع ٹھیک ہو ھم الذی قرابتہ مفرد ہو اور یہ مسئلہ مفروض بصیغہ جمع ہو لہذا شارح نے صیغہ جمع کو صواب کہا اور مترجم نے اسی وجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا ولا یدخل الولدان قیل من قال للولد لم یدخل فھو عاق والولد لو ھو صغیر عین یکفر اور قد کما یفید عموم قولہ والوارث اور اقارب کی وصیت مذکورہ مین ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہین اگرچہ والدین اور فروع ممنوع المیراث ہون بسبب کفر یا مملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہ ثابت ہوتا ہو بعضون نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ نافرمان ہو ھم وجہ نافرمانی کی یہ ہو کہ اہل لغت کے عرف مین قریب اُسکو کہتے ہین جو غیر سے اقرب ہو کسی شخص کے واسطے سے اور تقرب والد کا ولد سے ثابت ہو لا بالعکس کذا فی الزیلعی واما الجد وولد الولد فیدخل ظاھر الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور دادا اور پوتا تو اقارب کی وصیت مین داخل ہین ظاہر الروایۃ مین اور بعضون نے کہا داخل نہین اور اسکو پسند کیا ہو اختیار شرح مختار مین ھم فتاوی عالمگیری مین بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہو ویکون للاثنین فصاعدا کما یعم اقل الجمع فی الوصیۃ لثلثۃ کما فی المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصون اور زیادہ کیواسطے ہوگی یعنے ایسے کہ وصیت مین میراث کے مانند اقل جمع دین ھم امام نے اس وصیت مین چار شرطون کو اعتبار کیا ہو اول یہ کہ مستحق دو شخص ہین یا زیادہ دوسری یہ کہ موصی کا قرابتدار ہو تیسری یہ کہ اقرب فالاقرب ہو اور بعد محجوب ہو اقرب کے وجود سے مانند میراث کے چوتھی یہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمین برابر ہین کذا فی العالمگیریۃ فان کان لہ عمان وخالان فھی لعمیہ لانہ ادنی وقالا بینھما توگر وصیت اقارب مین موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہون تو وصیت اُسکی دونون چچاؤن کیواسطے میراث کے مانند ہو اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤن کے واسطے اور دو حصے ماموؤن کیواسطے ھم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا اشارہ کیا کہ وسائط کیوقت جہت اعلی معتبر ہو تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی ولو لہ عم وخالان کان لہ النصف ولھما النصف فالاثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہون تو چچا کیواسطے نصف مال ہو وصیت کا اور دونون ماموں کیواسطے نصف باقی ہو اور صاحبین نے کہا تین تہاو مال ہوگا پھر ایک کو تہائی ملیگا برابر ولو عم احد لا غیر فلہ نصفھا ویرد النصف الآخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو تو اُسکے واسطے نصف وصیت ہو اور نصف ثانی اور اُسکے وارثون کو دیا جائے گا کیونکہ اُسکا کوئی مستحق نہین ولو عم وعماہ استویا لاستواء قرابتھما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ تو وہ دونون برابر ہین اسواسطے کہ دونون قرابت یکسان برابر ہیں ولو انعدم المحرم لطلت خلافا لھما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین رح کے ھم صاحبین رح کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر محرم کیطرف وصیت صرف ہوگی اسلیے کہ اُنکے نزدیک اقارب من داد مال اور نانہال کے سب رشتہ دار داخل ہین کذا فی الطحطاوی ولو لولد فلان فھی للذکر والانثی ولو کان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کیواسطے تو یہ وصیت مرد اور عورت کے واسطے برابر ہو اسواسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونون کو شامل ہو یہان تک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہو ولا یدخل ولد البنین ولد الصلب اور داخل نہوگا پوتا فرزند صلبی کے ساتھ فلو لہ بنات لصلبہ وبنو ابن فھو للبنات عملا بالحقیقۃ اور اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیان اور پوتے ہون

تو وصیت بیٹیون کیواسطے ہی حقیقت مین عمل کرنے کی راہ سے یعنے پوتون کو ولد کہنا باعتبار مجاز کے ہی اور بیٹیون کو بنا بر حقیقت کے ہی اور حالانکہ حقیقت مقدم ہی مجاز فلو تعذرت صرف الی المجاز نظر راعن التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو کلام پھیرا جاویگا مجاز کیطرف تا کہ کلام پا وصیت بیکار اور بیہودہ نہ ٹھہرے ہم جبکہ فلانے شخص کی اولاد کیواسطے وصیت کی اور اُسکی اولاد صلبی نہین ہی تو اب وصیت مین پوتے داخل ہونگے کذا فی العالمگیریۃ ولا یدخل اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیون کی اولاد وہ داخل نہوگی اور محمد سے ایک روایت ہی کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولو ورثۃ فلان للذکر مثل حظ الانثیین لانہ اعتبر الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلانے کے وارثون کے واسطے تو مرد کو دو عورتون کے برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا وشرط صحتہا ای الوصیۃ ھنا ای فی الوصیۃ لورثۃ فلان وما فی معناھا کعقب فلان موت الموصی لورثتہ او عقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب انما یکونون بعد الموت اور یہان یعنے فلانے کے وارثون کی وصیت مین اور جو اسکے معنی مین ہو جنانچہ عقب فلانے کے وصیت مین صحیح ہونے وصیت کی شرط یہ ہی کہ فلانا شخص جسکے وارثون اور پس ماندون کیواسطے وصیت ہوئی مرگیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہین آتا مگر اُسکی موت کے بعد ثم ان کان معہم موصی لہ اخر قسم بینہم وبینہ علی عدد الرؤس وان شرکہما اصاب الورثۃ یقسم بینہم للذکر کالانثیین کما مر پھر اگر وارثون کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو مابین ورثہ اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثون کو حصہ ملیگا تو اُنکے مابین مرد دونا اور عورت کو نصف اسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا فلو مات الموصی لہ قبل موتہ ای الموصی لورثتہ وعقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ او عقبہ پھر اگر وصیت کرنے والا مرگیا اُس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثون اور عقب کیواسطے وصیت ہوئی تو اُسکے وارثون اور عقب کیواسطے وصیت باطل ہوگئی ثم ان کان معہم موصی لہ اخر کقولہ اوصیت لفلان ولورثتہ وعقبہ کانت الوصیۃ کلہا لفلان الموصی لہ دون ورثتہ وعقبہ لان الاسم لا یتناولہم لا بعد الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثون کے ساتھ دوسرا شخص موصی لہ ہو جنانچہ موصی کا یہ قول کہ مین نے وصیت کی فلانے شخص کیلیے اور اُسکے وارثون اور عقب کے لیے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کے لیے ہوگی نہ اُسکے وارثون اور عقب کے واسطے اسلیے کہ وارثون کا اسم شامل نہین اُنکو مگر بعد مر جانے اُس شخص کے اور اُسکا پورا بیان سراج وہاج مین ہی وفیہ عقبہ ولدہ من الذکور والاناث فان ماتوا فولد ولدہ کذلک ولا یدخل اولاد الاناث لانہم عقب امہم لا ابیہم اور سراج وہاج مین ہی اور عقب آدمی کا اُسکا ولد ہی خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلبی مرگئی تو اُسکے فرزند کی اولاد اسیطرح ہی یعنے اُنمین بھی مرد و عورت برابر ہین اور عورتون کی اولاد عقب مین داخل نہین اسواسطے کہ وہ اپنے باپون کی عقب ہین نہ اُسکے یعنے نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہی طحطاوی نے کہا شارح کو فرد انہ کذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد مرد اور عورت دونون کو شامل ہی وفی ایتام بینہ ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحلم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یتم بعد البلوغ وعیالہم ومتاعہم وارامل لہم کالوکیل الذی لا یقدر علی شیء بحال کان او امۃ ویؤیدہ قولہ دخل فی الوصیۃ فقیرہم وغنیہم وذکرہم وانثاہم اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے یتیم فرزندون مین اور اُنکے اندھون اور لنگڑون اور اُنکے مساکین مین تو وصیت مین داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی اور اُنکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہی اُس شخص کا جسکا باپ مرگیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہین اہل جمع ہی ارمل کی ارمل وہ ہی جو کسی چیز پر قادر نہو یعنے محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہی مصنف کا قول یہ قول کہ امین عورت اور مرد کیسان ہین وقسم موتہ ان احصوا بغیر کتاب لاحساب فانہ حینئذ یکون غلیکا لہم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے ستین اور منصرہون بدون لکھنے اور حساب کرنے کے تو اسوقت یعنے جبکہ منصرہون قبل وصیت نزدیک ٹھہر گیا اُنکے واسطے ہم ہمارا اور انحصار کی تعریف

ابو یوسف کے نزدیک یہ ہو کہ حصا نہو سکین بدون لکھنے اور حساب کرنے کے اور محمد نے کہا جبکہ ۱۰۰ سے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ حاکم کی رائے پر مفوض ہے اور محمد کا قول آسان تر ہے کذا فی فتاوی قاضیخان والا لفقرائھم یعطی الدعی من شاء منھم شرح التکملۃ لعدد القلیل حینئذ فیراد بہ القلۃ اور اگر یتیم وغیرہ غیر منحصر ہوں تو وصیت کا مال اُنکے محتاجوں کو دیا جاوے وصی کو اختیار ہے اُنمین سے جسکو چاہے دے کذا فی شرح التکملۃ لسبب متعذر ہونے تملیک کے اسوقت مین تو اُس سے قرابت مراد ہوگی ھم درمین ہے اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہے اور قربت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گرسنگی مین اور یتیم اونابینا اور اپنگ کے ساتھ محتاجی پر دلالت کرتے ہین تو محتاجون پر حمل کرنا جائز ہوا کذا فی المحیط وفی بنی فلان یختص بالذکور ھم ولو لغنیاء اور اگر وصیت کی بنی فلان

یعنے فلانے کے فرزندون مین تو یہ اُنکے مردون کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مرد مالدار ہون لانہ اذا کان فلان عبارۃ عن اسم قبیلۃ او اسم فخذ فیتناول الاناث لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم اگر جبکہ فلان عبارت ہو قبیلے کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتون کو بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت مین فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ مین عورتین بھی داخل ہین ھم جبکہ بنی فلان کیواسطے وصیت کی تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ فلان باپ ہو قبیلہ کا یعنے جماعت کثیرہ کا جیسا بنی تمیم کا اور اسد بنی اسد کا یا کہ فلان پدر خاص ہو جماعت کثیرہ کا پدر نہین تو معلوم کرنا چاہیے کہ عشائر کی اسامی سے پہلا نام شعب ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریۃ مختصرا ولیدخل فیہ ایضا مولی العتاقۃ دمولی الموالاۃ وحلفاؤھم یعنی دھم یصوت ولا فاو صیۃ یا طلق اور سیواسطے یعنی جبکہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اُسمن مولائے عتاقت اور مولائے موالات اور اُس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان مین داخل ہونگے آزاد کرنے والے یعنے جبکہ وہ لوگ معین اور منحصر ہون اور اگر غیر منحصر ہون تو وصیت باطل ہو والا لصار ان الوصیۃ متی وقعت باسم یبنی عن الحاجۃ کالیتامی فلان لتصور ان لہ خصوصا علما مع لو قوعھا للہ تعالی وھم معلوم ولکان لا یبنی عن الحاجۃ فارجھا صحت ویحمل علیہ والا بطلت وتمامہ فی اختیار اور مسائل ہم کو ان قاعدہ کلیہ سے معلوم ہوا کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو مخبر ہو حاجت سے جیسا بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہوگی اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون بنا بر تقریر گذشتہ یعنے اسحالت مین محتاجی اور مسکین مراد ہونگے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالی کیواسطے اور وہ معلوم ہوا اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہین کرتا تو اگر وصی لئے منحصر ہین تو وصیت صحیح ہوا اور اب وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہین تو وصیت باطل ہوا اور اسکا بیان اختیار شرح مختار مین ہم

او وصی من لہ مشتقون ومتفقون لموالیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم لہ عند تالو لا قرینۃ تدل علی احدھما آجکے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ دونون موجود ہین اُنسے وصیت کی اپنے مولے کیواسطے تو وصیت باطل ہوگی اسواسطے کہ مولی کا لفظ مشترک ہے اور مشترک کیواسطے عموم ثابت نہین ہم حنفیون کے نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہین جو ایک معنی پر دلالت کرے ھم مولی کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونون کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا اور مشترک کے سببانی مزد لینا ہمارے نزدیک درست نہین اور کوئی قرینہ نہین کہ موالی سے آزاد کنندہ مراد ہین یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری

ولا فرق فی ذلک عندنا عند اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اسمین کچھ فرق نہین ہے درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ کلام نفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہین ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک واختار شمس الائمۃ وصاحب الھدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہو کہ مشترک عام ہوتا ہو جبکہ نفی کے تحت مین واقع ہو ھم صاحب ہدایہ کے قول کی سند یہ کیا ہو اس دلیل سے کہ نفی مشترک کی حین تنفی کی ہے

اور باقی علمانے اسکا جواب دیا ہے پس آگے قول آئیدہ مین معلوم ہوگا حیث لا یقولھم لو حلف لا یکلم مولی فلان نعم لا علی ولا اسفل لا لو قوبل النفی بل لان الحامل علی الیمین بعضہ وھو یتبعض بخلاف عتابہ واقرع المصنف اور اسوقت مین یعنے جبکہ معلوم ہوا کہ مشترک عام نہین ما بین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک مین وقفا کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نکریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالی کا

عام ہو مولاے اعلی یعنے آزاد کنندہ اور مولاے اسفل یعنے آزاد کردہ کو نا سو جہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہو مشترک واقع ہونے نفی مین بلکہ اسوجہ سے کہ تسم کھانے یہ فلانے شخص کا بغض باعث ہوا اور بغض غیر مختلف ہو ما بین الاعلی والاسفل کذا فی العنایہ اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہو اپنی شرح مین ہم شمس الائمہ اوصاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور مین عموم مشترک کا قرینہ نفی ہو اور علما کے نزدیک علت عموم بعض ہو نہ نفی لا اذا عینہ ای اذا عین الاعلی واذا سفل قبل موتہ فحینئذ یظہر الزوال لکن جبکہ مولا لی کی وصیت مین موصے نے تعیین کردے مولاے اعلی کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھہریگی صحیح ہوجاویگی زوال مانع کے سبب سے یعنے مانع صحت عدم تعیین تھی سو اب زائل ہوگئی اسکے بیان سے دیدخل فیہ ای فی المولی من اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور مولے مین داخل ہو وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری مین لا یدخل فیہ مدبرہ وامہات اولادہ عن ابی یوسف خلوا اور خانی مین ہمارے اصحاب سے مروی ہو کہ موصی نے غلام مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہو کہ وہ بھی داخل ہین ہم صل دخول کی علت یہ ہو کہ مدبر اور ام ولد آزاد ہوتے ہین مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہو موت کی حالت کیطرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہو کذا فی الدرر اھ ہی بشرط مالہ الی الفقہاء دخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کلا الی الفقیہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہون کیواسطے تو فقیہون مین وہ شخص داخل ہو کہ باریک نظر دقیق اور نکتہ عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ مین اگرچہ تین ہی مسئلون کو اُنکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیہ یعنے ہر دو علم دلائل کے فقیہ نہین قال حتی قیل من حفظ الوقایۃ من المسائل لم یدخل بختالوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہان تک کہ بعضے فقیہون نے کہا کہ جو شخص ہزارون مسئلے یاد رکھتا ہو یعنے بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت مین داخل نہو کما ہم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ جو فقہ دانی مین قصی مرتبہ کو پہونچ گیا ہو اور متفقہ یعنے جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقیہ نہین ہو اور نہ وہ وصیت مذکورہ مین حصہ نہین کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالمون پر فقیہ کا اطلاق کمیاب ہو الا ماشاء اللہ تو علما و مسائل اتقنتہ ہین فقیہ نہین اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ وغیرہا یہ وصیت کی کہ مٹی لگائی جاوے قبر پر یا گنبد بنایا جاوے تو وصیت باطل ہو بنا بر فتاوی قاضیخان وغیرہ مین ہو اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے مذکور کر چکے ہین لکن قدمنا ہناک فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بہا تطیین مبنیا علی القول بالکراہیۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب المکروہ مین نقل کر چکے ہین کہ قبرون پر مٹی لگانا قول مختار مین مکروہ نہین ہو تو لائق یہ ہو کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہو اسواسطے کہ اسوقت وصیت ہو زیادہ کی اور حالانکہ زیادہ جائز نہین ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح مین ہم یہ تدارک ہو فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا تو فرض نہین کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہو کذا فی الطحطاوی قلت فلذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرأ عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القرأۃ علی القبور او لعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المذہب بہما فینبغی جوازہا مطلقا وتمام فی حواشی الاشباہ من الوقف مین کتاب الوقف اور اسطرح پر لائق ہو کہ بطلان وصیت کا قول اُس شخص کیواسطے ہو جو قرآن شریف پڑھے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول بکراہت قرأۃ کے قبور پر یا اسسے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہین لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قرأۃ علی القبور اور اجارہ دونون جائز ہین تو دونون کا جائز ہونا سزاوار اور لائق بدلیل ہو مطلقا یعنے خواہ عدم جواز کی علت قرأۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا بیان حواشی اشباہ مین ہو کتاب الوقف سے وحررہ فی تنویر البصائر انہ یتعین المکان الذی عینہ الواقف لقرأۃ القرآن والمتولی لیس لہ ولو لیس لہ اثر فیہ لا یستحق الاثر وطلبہ لما فی شرح المنظومۃ وبہ یجب ان یعلم شرط الواقف ویلیہ شرط الواقف فی غیر المکان الذی عینہ الواقف یعنی غرض مرجیا ہے ذلک بالبقعۃ قال فی تحقیقہ فی الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ مین یہ تحریر ہو کہ جس مکان کو واقف نے قرآن پڑھنے یا مدرس کے لیے تو وہ متعین ہوتا ہو تو اگر اس مکان مین قرأۃ یا تدریس واقع نہو تو قاری یا مدرس مستحق نہوگا اس مال کا جو اسکے واسطے شرط ہوا اسواسطے کہ شرع نظم مین ہو کہ واجب ہو اتباع کرنا شرط واقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کیا ہو اُسکے غیر مین پڑھنے یا درس کرنے سے وہ فوت ہو گیا

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ

فوت ہوتی ہے یعنے اُس مکان کو منتقل کرنا باطل نہیں ہوتا صاحب تنویر الابصار نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اُس رسالہ میں ہے کہ نام الدرۃ المنیفۃ فی مسئلۃ استحقاق الحجا لکمیہ ہے

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ

یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں جب مصنف نے وصایا بمعنی عطیات یا فراغت یا ثواب وصایا بمعنی منافع کو شروع کیا صحت الوصیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنی دارہ مدۃ معلومۃ وابدا اصحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو ہم اسواسطے کہ تملیک منافع کی حالت حیات میں صحیح ہے بعوض اور بلا عوض ہم اسی طرح عمارت کے بعد بھی صحیح ہے جیسے عیان کی تملیک صحیح ہے ویکون محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما یسطر فی الدرر اور غلام وغیرہ محبوس رہیگا میت کی ملک منفعت کے حق جیسے وقف میں موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک پر امام کے نزدیک جیسا کہ درر میں مفصل مذکور ہے ہم اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے علی ملک اللہ تعالی وبغلتہا اور غلام اور گھر کے غلہ یعنے اُنکے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہا الی الموصی لہ ای لاجل الوصیۃ سو اگر غلام یا گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی کو سپرد کیا جاے وصیت کی وجہ سے ولا تخرج من الثلث تقسم الدار ثلاثا فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر نہ ہو تو گھر تین تہائی پر تقسیم کیا جاے وصیت بالسکنی کے سئلہ میں یعنے تہائی گھر میں موصی لہ رہے اور دو تہائیوں میں وارثوں کا اختیار ہے اما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر اور گھر کے حاصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم نہ ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے ہم نقایہ اور اُسکی شرح مستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال گنجائش رکھتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جاے اسطرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور وارث باقی میں اور موصی لہ گھر کو کرایہ پر اکیدن نے اور وارث دو دن تا انقضاء مدت وصیت کذا فی البحر طحطاوی وتہایئوا العبد فیخدم کل واحد یوما یوما اور وارث باقی تین دن میں تو وہ اُنکی خدمت کرے تین تہائی یعنے ایک دن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثوں کی ہم چونکہ اجزاء غلام کی قسمت ممکن نہیں لہذا تعین باری معین ہوئی برخلاف گھر کے کہ اُسکے اجزا کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد والدار وکانا فی خدمۃ العبد فقسمۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ مذکور اسوقت ہے جبکہ موصی کا کچھ اور مال نہ ہو سوائے غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اسکو بیان کیا ہم تو اگر موصی کا مال تہائی ہو کہ اسمیں سے غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوتے ہیں تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایک دن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الطحطاوی ولیس لہ بیع ولا تزویج ما فی ایدہم من ثلثیہا علی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنی کلہا الظہور مال الآخر ویخرج اما فی الخیلیۃ بیاجرہم فی باقیہا والبیع بناء فیہ خلافہ عن ابی یوسف لہم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں بیچنا گھر کی دو تہائیوں کا جو اُنکے قبضہ میں ہے بنا بر ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا دیران ہو جانے اُس تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضے میں ہے اور ہم میں موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کریگا باقی گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث بازر کھے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وارثوں کو بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنی ان یوجر العبد والدار لان المنفعۃ لیست بمال علی اصلنا فاذا املکہا بعوض کان مملکا الکثرہا ملکہ بعوض وہو لا یجوز اور جسکے واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اُسکو غلام یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہیں اسواسطے کہ منفعت مال نہیں ہمارے نزدیک اسکے بموجب جسکے موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عوض لیکر تو موصی لہ جسقدر کا مالک ہوا اُس سے زیادہ قدر کا مالک دینے والا ٹھہرا حالانکہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کرے ولا للموصی لہ بالغلۃ استخدامہ ای العبد واسکناہا ای الدار فی الاصح وہو مذہب الدار الموقوفۃ علیہ والفتوی علیہ الفتوی شرح الوہبانیۃ لان حقہم فی المنفعۃ لا العین وقد عملت الفتوی بہما اور جسکے واسطے غلہ یعنے حاصلات کی وصیت ہوئی اُسکو جائز نہیں خدمت میں لانا غلام کا یا سکونت کرنا گھر کا قول اصح میں ہے یہ اسکے مانند ہے وقف کا گھر یعنے اگر گھر کا غلہ وقف ہو تو سکنی اُسکا جائز نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اسواسطے کہ موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور تجھکو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو چکا ہم غلہ عبارت ہے دراہم اور دنانیر سے تو غلہ غیر

ہو استخدام اور سکنی کا وہ لا یخرج الموصی لہ العبد الموصی بخدمتہ من الکوفۃ مثلا لا اذا کان ذلک مکانہ واھلہ فی موضع احسان خرج من الثلث والا فلا یخرجہ الا باذن الورثۃ یلقاہ حقہ غیر اصلا باہر نہ لیجائے موصی لہ غلام موصی ہو کوفہ سے مثلاً مگر جبکہ وہ اسکا مکان ہو اور موصی لہ کے اہل وعیال دوسرے مکان مین ہون تو غلام کا لیجانا وہان جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج نہوتا ہو تو موصی لہ اسکو باہر نہ لیجائے بدون اذن وارثون کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام مین صم خلاصہ یہ ہی کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے خارج ہو سکتا ہو تو موصی لہ اسکو موصی کے شہر سے باہر نہ لیجائے اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر مین رہتے ہین اور اگر موصی لہ اور اسکے اہل وعیال دوسرے شہر مین رہتے ہین تو اسکو باہر لیجانا درست ہی اسواسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہی موصی کے مقصود کے موافق تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہوا تو موصی کا مطلب یہ ہی کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کیواسطے وہین لیجائے طحطاوی نے کہا یون کہنا بہتر تھا من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ لوراسم اشارہ راجع ہوتا البصرہ کیطرف تو اہلی فی موضع آخر کی حاجت نرہتی وھو تہ ای الموصی لہ فی حیوۃ الموصی بطلت الوصیۃ اور موصی لہ کے مرجانے سے موصی کی زندگی مین وصیت باطل ہوجاتی ہی یعنے اسواسطے کہ اسکا مستحق نرہا وبعد موتہ یؤخذ العبد والدار الی الورثۃ او ورثۃ الموصی بحکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور گھر موصی کے وارثون کیطرف پھر آتا ہی بحکم ملک یعنے چونکہ منافع کی وصیت مین ملک صحیح حاصل نہین ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اسکے مالک ہوتے ہین ولو اتلفہ الورثۃ ضمنوا قیمتہ لیشتروا بہا عبدا یقوم مقام الاول ولھذا یمنع المریض من التبرع بالکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرھن اور اگر موصی کی موت کے بعد اسکے وارثون نے غلام کو تلف کیا تو وہ تاوان دینگے اسکی قیمت کا تاکہ اس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاے لہذا مریض ممنوع ہی احسان سے تہائی مال سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہی مصنف نے اپنی متن کی کتاب الرہن مین صم اصل عبارت ذیلعی کی ہی اور مرجع اسم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہی لیکن شارح کی عبارت مین خلل واقع ہوگیا ہی یعنے اختصار کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی لمضمضا ولو اوصی بھذا العبد لفلان وبخدمتہ لآخر دھو یخرج من الثلث صح وتھایا مہ فی السرد اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کی ایک شخص کیواسطے اور اسکی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کیواسطے اور حالانکہ وہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہی تو وصیت صحیح ہو اور اسکا پورا بیان درر مین ہی وفی الشرنبلالیۃ ونفقتہ اذا لم یطق الخدمۃ علی الموصی لہ یرفعہ الی ان یدرک الخدمۃ فیصیر کالکبیر ونفقۃ الکبیر علی من لہ الخدمۃ اور شرنبلالیہ مین ہی اور غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ خدمت نکر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اسپر ہی جسکے واسطے اسکے رقبہ کی وصیت ہوئی یہان تک کہ وہ خدمت کرنے کے لائق ہوجاے تو اب وہ صغیر کیطرح کے مانند ہوجاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اسپر ہی جسکی خدمت کیواسطے وصیت ہوئی وان ابی کلفاق علیہ ردہ الی من لہ الرقبۃ کالمستعیر مع الصغیر اور اگر موصی لہ باخدمتہ اسپر تبرع کرنے سے انکار کرے تو اس غلام کو پھیر دے اسکے جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی جیسے صغیر کا حکم ہی صغیر کے ساتھ یعنے اگر ستہ نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام صغیر کیطرح رد کیا جاویگا فان جنی فالفداء علی من لہ الخدمۃ پھر اگر غلام مذکور جنایت کرے یعنے ازراہ خطا کسیکو قتل کرے تو فدیہ اسپر واجب ہی جسکے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی ولو ابی فلہ صاحب الرقبۃ او یدفع وبطلت الوصیۃ اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث کو حوالہ کرے اور وصیت باطل ہوگئی یعنے فدیہ یا دفع کیصورت مین وبقرۃ تبستانہ فمات والحال ان فیہ ثمرۃ لہ فھذہ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حالانکہ باغ مین پھل موجود ہی تو موصی لہ کیواسطے فقط یہی پھل ہی نہ آیندہ پھل وان زاد ایلاللہ الثمرۃ وما لیستقبل اور اگر موصی نے وصیت مذکورہ مین ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو بھی اسکیواسطے یہ پھل بھی ہی اور نہ مستقبل کا بھی پھل ہی کما فی الوصیۃ بغلۃ بستانہ فانہ لھذہ وما یحدث صم ابدا او لا چنانچہ غلہ بستان مین اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت مین موصی لہ کیواسطے یہ غلہ موجود بھی ہی اور وہ غلہ بھی ہی جو آگے موجود ہوگا خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت مین ملاوے یا نہ ملاوے صم ثمرہ اور غلہ مین وہ فرق یہ ہی کہ عرف مین ثمرہ نام ہی موجود کا تو معدوم کو

شامل نہوگا مگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آئندہ کے حاصل ہونے والے کو بھی شامل ہو تو موجود اور معدوم دونوں اسمین داخل ہین بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہ ای البستان والمسئلۃ بحالہا ثمرۃ بین الوصیۃ فھی کالوصیۃ بالغلۃ فی شمولھا الثمرۃ المعدومۃ عما عاش الموصی الہ زیلعی ورسئلہ سابقہ مین اگر باغ مین پھل موجود نہ ہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے مانند ہو ثمرۂ معدومہ کے شمول مین جب تک کہ موصی الہ زندہ رہے ھم یعنے اگر وصیت کیوقت پھل باغ مین نہین ہین اور اسنے پھلون کی وصیت کی کسی شخص کیواسطے تو اسکی مدۃ العمر مین جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاوینگے وہ اسکو ملتا رہیگا وفی العنایۃ المتبنی والخاج وما فیہ اصلاح الجنۃ علی صاحب الغلۃ لانہ ھو المنتفع بہ فصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اور عنایہ مین ہو کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز مین باغ کا قیام اور درستی ہو صاحب غلہ پر ہوا سواسطے کہ فائدہ لینے والا تو وہی ہو تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کے مانند ہوگیا تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل من ریع الارض وکرائھا واجرۃ الغلام وھو ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہو ہر ایک اس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اسکے کرایہ سے اور غلام کی اُجرت سے اور مانند اسکے کذا فی جامع اللغۃ مذکور ہو قلت وظاھرہ دخول غلۃ الجوز ونحوہ فی الغلۃ فلیحرر مین کہتا ہون اور ظاہر تعریف غلہ سے دلالت کرتا ہو کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکے غلہ مین داخل ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ھم یعنے ظاہر تعریف غلہ سے دلالت کرتا ہو کہ جب اُس باغ کا اخروٹ بیچا جاے جس باغ کے غلہ کی کیسے واسطے وصیت ہوئی تو اسکا ثمن موصی لہ کا ہو مین کہتا ہون کہ اخروٹ اُسکا حق ہو اور وہی اُسکی بیع کا مالک ہو اصابۃ یا وکالۃ اور خیر تحفص کی بیع اُسکی اجازت پر موقوف ہو یہ تقریر ہو اُس نسخہ کے بموجب جسمین جوز کا لفظ بجیم وزا منقوط طرم ہو اور جس نسخہ مین بجاے جوز اجوزہ طرم ہو تو وہ عبارت ہو درخت بے ثمر سے تو اُسکو دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ مثل حطب کے ہو فتاوے عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہو کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی آدمی کے واسطے تو اُسمین قوائم یعنے تھوبیان اور اوراق اور حطب اور ثمرہ داخل ہو ہندی اذا فی الطحطاوی ویصرف غلتہ ودلوھا ولبنھا لہ ما یبقی فی وقت موتہ سواء قال یدا ولو کان المعدوم منھا لا یستحق بشئ من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ الساقاۃ اور اگر اپنی بھیڑون کے صوف کی اور اُنکے بچون کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہو جو باقی رہا یعنے جو باقی رہا موصی کے مرنے کے وقت خواہ اُسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا سواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین سے جو موجود نہین وہ کسی عقد سے مستحق نہین ہوتی تو اسیطرح وصیت سے بھی برخلاف پھل کے کہ اُسمین وصیت غیر موجود کی صحیح ہو صحت ساقاۃ کی دلیل سے او وصی بحمل دار مسجدا او اخرج من البیت وانجار او لتجعل مسجد الزوال المانع بیاحۃ بتھم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہین ہوتا اور اُسکے وارثون نے اجازت دی تو وہ گھر مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کیوجہ سے وارثون کی اجازت سے لینے مانع تھا حق ورثہ کا سواجازت سے زائل ہوگیا وان لم یجز ذا یجعل ثلثھا مسجدا رعایۃ لجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت دونون جانب کی رعایت کرنے سے یعنے اس صورت مین وارث بھی محروم نرہے اور مسجد بھی بنے وبطلھا موکیہ فی سبل اللہ بطلت لان فی وقف المنقول باطل عندہ فکذا الوصیۃ وعندھما یجوز ان درد اور اپنی سواری کی بیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ مین تو وصیت باطل ہو اسواسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہو امام کے نزدیک تو اسیطرح منقول کی وصیت بھی باطل ہو اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونون جائز ہین کذا فی الدرر وقال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ تقع حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل مین اعتراض ہو یعنے قیاس وصیت کا وقف صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہو جہان وقف صحیح نہین ہوتا بہت سے مواضع مین جیسے غلہ اور صوف کی وصیت مین اور مانند اسکے چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا او وصی لشئ للمسجد لم تجز الوصیۃ

لانہ کالملک وجوز ھلال وبقول محمد افتی ومولانا صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی مسجد کیواسطے تو وصیت جائز نہیں ہوا کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہوا اور محمد نے اسکو جائز رکھا ہو مصنف نے کہا اور محمد کے قول کا فتوی دیا ہو ہمارے استاد بحر الرائق کے مصنف نے ھم محمد سے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے امر پر محمول کیا ہو تا حتی الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے لکان یقول الموصی سبق علیہ فیہ سؤل اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہ کہ موصی کہے کہ خرچ کیا جاوے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہو باتفاق امام اور محمد کے قال او وصیت بثلث مالہ فلان او فلان بطلت عندنا وعند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وقال الموصی لہ عندہ ابو یوسف رحمہ اللہ ان یصطلحا علی اخذ الثلث وعند محمد یقسم الورثۃ فیھما شاؤا واعطی الموصی نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلانے شخص یا فلانے شخص کے واسطے تو وصیت باطل ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب نہ ہوا نے موصی لہ کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں شخصوں کو اختیار ہو کہ آپس میں صلح کرلیں تہائی مال کے لینے میں خواہ نصف نصف پر صالحہ کریں یا کم و بیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثوں کو اختیار ہو انمیں سے

جس شخص کو چاہیں دیں واللہ تعالی اعلم

فصل فی وصایا الذمی وغیرہ

فصل ذمی وغیرہ کی وصایا میں لینے چنانچہ مستامن اور صاحب ہوا اور مرتدہ کی وصایا میں

ذمی جعل دارہ بیعۃ او کنیسۃ او بیت نار فی صحتہ فمات فھو میراث لانہ کوقف لم یسجل کافر ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کی حالت میں پھر وہ مر گیا تو وہ اسکے وارثوں کی میراث ہو واسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کے مانند ہو یہ عبادت خانہ یہود اور کنیسہ عبادت خانہ نصاری کا اور آتشخانہ مجوس کا ان عبادت خانوں کا بنانا ذمیوں کو دیہات میں جائز ہو ذالا الاسلام کے شہروں اور قصبات میں واما عندھما فلانہ معصیۃ اور صاحبین کے نزدیک تو اسوجہ سے صحیح نہیں کہ انکا بنانا معصیت ہو ولیس ھو کالمسجد لانہم یسکنون ویدفنون فیہ موتاھم حتی لو کان المسجد کذالک یورث قطعا قال المصنف وغیرہ لانہ حینئذ لم یصر محررا خالصا للہ تعالی اور بیعہ کا مرتبہ مسجد کے مانند نہیں ہو اسواسطے کہ یہود اور نصاری انمیں مرتے ہیں اور اپنے مردے انمیں دفن کرتے ہیں اگر مسجد بھی اسطرح ہو یعنی انمیں کھوت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی مورث ہوگی یقینا ایسا کہا ہو مصنف وغیرہ نے اسواسطے کہ اسوقت میں محرر خالص اللہ تعالی کیواسطے نہوا ہو یہ ما بہ یتم کلام کا تتمہ نہیں بلکہ امام کے قول کا تتمہ ہو اور جواب ہو اس سوال مقدر کا کہ بیعہ اور کنیسہ یہود اور نصاری کے حق میں ایسا ہو جیسے مسجد ہمارے ہمارے حق میں بیع اور میراث جاری نہیں وان اوصی الذمی ان یبنی دارہ بیعۃ او کنیسۃ لمعینین فھو جائز عن الثانی وبہ یفتی لیکن اور اگر ذمی نے یہ وصیت کی کہ اسکا گھر بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے معین لوگوں کیواسطے تو وہ جائز ہو تہائی مال سے اور یہ قول ثانی کے ہو اور یفتی بہ وان اوصی لبیعۃ او کنیسۃ لمعینین فھو جائز عن الثانی وبہ یفتی لیکن ان تبقی کنیسۃ او بیعۃ فی القری فلو فی المصر لا یجوز اتفاقا لقوم علیہ سمین صحت عندہ کالعدم لانہ معصیۃ ولانہم یترکون ویمایدیون فتصم اور اگر ذمی نے اپنے گھر کی یہ وصیت کی کہ وہ کنیسہ یا بیعہ دیہات میں بنایا جاوے قوم معین کیواسطے تو یہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہو صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ صاحبین کی دلیل مذکور ہو چکی کہ وہ معصیت ہو اور معصیت کی وصیت جائز نہیں اور امام کی دلیل یہ ہو کہ اہل ذمہ چھوڑے جاتے ہیں اپنے دین پر تو وصیت صحیح ہوگی دیہات کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شہر میں کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کہ وصیت حربی مستامن کا وارثہ ھنا کالمسلم اوذمی کذا فی الوقایۃ ولا عبرۃ بما فی الاصل کذا فی الوقایۃ وھو قتضا بیہ وصیت جائز ہو اس حربی مستامن کی جسکا کوئی وارث نہیں دارالاسلام اسکے تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کیواسطے کذا فی الوقایۃ اور کچھ اضطراب نہیں اسمیں اُن وارثوں کا جو دارالحرب میں ہیں اسواسطے کہ وہ درحکم اموات کے ہیں ہمارے حق میں ولو اوصی بنصفہ مثلا نفذ وردیا قید لورثتہ لانہ قابل لانہ لا مستحق لہ فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلا وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اُسکے وارثوں پر رد کیا جائیگا میراث کی راہ سے نہیں بلکہ اسواسطے کہ اُسکا کوئی مستحق نہیں ہا

ملک میں نہ کرتا لو وصی ہوتا ہے اس مسئلہ سے اور اسی طرح جواز وصیت کا حکم ہے اگر کوئی اپنی مائندہ دختر سے کہ بوسیلے وصیت کرے ولو لحق عبدہ عند الموت او دبرہ فقد مات الکل ولہ قبلہ او اگر مسلمان نے اپنا غلام آزاد کیا موت کیوقت یا غلام کو مدبر کیا تو عتاق اور تدبیر ناقذ ہوگی اسکے تمام مال سے اس دلیل سے جو بیان کی یعنی اسواسطے کہ اسکے وارثوں کا حق واجب الرعایۃ نہیں کیونکہ وہ اموات کے حق میں نہیں کذا فی الزیلعی ولو اوصی لہ مسلم او ذمی حربی بشیء کالخمر فی ذمیلعی اور اگر کوئی مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو نابرتوال ذمہ کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصار لبقرۃ اذا کان لا یکفر فھو مثل المسلم لو وصیۃ فاتا اور نابالیت ذمہ کا کام ہوا عاجز الاسلام اور اہل ہوئے یعنی جیسے ذمی خارجی یا رافضی بلکہ اسکی بدعت منجر بکفر نہ ہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت اسکی جائز ہے کہ تمام دنیا احکام کے ہیں فی ظاہر الروایۃ الکل یکفر وھو بمنزلۃ المرتد فتکون موقوفۃ عندہ فافہم عندی اور اگر ذمی نے وصیت کی بکفر مرتد کے ہوتو اسکی وصیت موقوف ہے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح الجمع اھل بدعۃ یعنی جو بدعتی ہوا ہے کا یا ہوا بدعت کبیرہ میں مال ہو اگر انکے مذہب کا حکم ہوا جانچہ ایک گروہ انمیں سے کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خدا کے اکبر ہونے کا اقرار کرتا ہے کہ انمیں کذا فی الدرر المرتد ولو وصیۃ کذمیۃ فی الاصح لانہا لا تنقل اور عورت مرتدہ وصیت میں نعمی عورت کی مانند ہے قول صحیح ترین اسواسطے کہ مرتد کی وصیت مقبول ہے یعنی نافذ ہے کذا فی الکافی بخلاف وصیت مرتد کے الوصیۃ المطلقۃ کقولہ ھذا لفقراء مرتبہ او ثلث مالی وصیۃ لاھل البیت فانہا صحیحۃ وھی علی الغنی حرام وان کان فقیرا لان الغنی منہا اغنی والفقیر لان اکل الغنی منہا انما یصیر طیبا بالتملیک والتملیک انما یقع طیبا للغنی لا بد من تحصیل وصیت مطلقہ یعنی جو وصیت کہ مطلق ہو یعنی کسی کا نام نہ لیا ہو کہ سیر مال یا ثلث مال سیر مال یا ثلث مال وصیت ہوا مدار کو حلال نہیں اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ وہ غنی وصیت کو حاضر ہو یعنی جس دن کہ اسکا انمیں کھانا غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کھانا انمیں صحیح نہیں مگر بطریق تملیک اور حالانکہ تملیک صحیح نہیں ہوتی مگر میں شخص کیواسطے جو غنی نہ ہو اور وصیت مطلقہ وہ ہے جسمیں غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے جسمیں غنی اور فقیر دونوں مذکور ہوں فلو خصت الوصیۃ بہ ای بالفقیر او لعدد القلیل من جیرانہ وصیۃ لزید وھو غنی او بقوم اغنیاء مخصوصین حلت لہم لصحۃ تملیکہم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوئی جانچہ وصی کہا یوں کہ سیر اسمال زید کیواسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہو یا مالدار متعین یا منحصر قوم کیواسطے وصیت مخصوص ہوئی تو انکو حلال ہے تملیک صحیح ہونے کی وجہ سے وکذا الحکم فی الوقف کاحرزہ ملا خسرو اور یہی حکم وقف کے مانند وقف میں ہے جانچہ ملا خسرو نے درر میں اسکی تحریر اور تصحیح کی ہے یعنی وقف مطلق مخصوص الفقیر یعنی غنی کو حلال نہیں اگرچہ واقف اسکو غنی و فقیر کیواسطے عام کرے اور جبکہ وقف غنی معین کیواسطے یا قوم اغنیا مخصوصین کیواسطے خاص کر دیا تو انکو حلال ہے اور وہ اسکے منافع کے مالک ہونگے نہ اسکے عین کے چونکہ یہ مسائل ضروریہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تھے ضمنا اور واجب الحفظ تھے اور اکثر لوگ اس سے غافل تھے لہذا اسکو بطریق اصالۃ ذکر کیا کذا فی المدرر فی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالوصی اور جامع الفصولین میں ہے کہ وقف کا متولی وصی کے مانند ہے ھم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی میں بہتر تھا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بثلث مالہ للصلوات جاز للوصی صرفہ للورثۃ لو محتاجین یعنی لغیر قرابۃ الولاد ممن یخالف الکفار لانہم یخلافہ مطلق الوصیۃ للمساکین فانہا تجوز لکل ورثتہ ولاحدھم یعنی لو محتاجین جاز للمح

معین کردیا ہو ہشام نے محمدؒ سے روایت کی کہ ثلث مال کی مساکین کیواسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہوگئے اور وہ بالغ حاضر ہیں تو اگر بعض نے انفاق کیا اُنکے واسطے وصیت کا مال دیا جاے یا ایک وارث محتاج ہوگیا سو سب وارثوں نے اجماع کیا کہ اُسکو دیا جاے تو جائز ہے اور اگر وارثوں میں صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی اوصی بکفارۃ صلوۃ لرجل معین لم یجز لاختیر ویہ یفتی لفساد الزمان وصیت کی اپنی نمازکے کفارہ دینے کی ایک مرد معین کیواسطے تو اُسکے غیر کو دینا جائز نہیں اسی قول پر فتوی ہے وفساد زمانہ کی علت سے ہم قضات خیر ہ میں مُعمّی غالب ہے لہذا الغیر وصیت جائز نہیں اوصی بالصلوۃ وثلث مالہ دیون علی المحتضر بین فترکہا الورثۃ لہم عن الفدیۃ لم یجز ولہ ان یرجع قبل القبض ثم التصرف علیہم ان یؤدی من الثلث ان لم یکن دین آخر ویضمن ما ہلک بتعد ولو ہلک بلا تعد لا یضمن ولو اوصی بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثہا فہلک فترکہ صدقۃ علیہ وہو معسر یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف المدین الکل من القیمۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مرگیا سو کسی غاصب نے تہائی مال مثلاً غصب کیا اور اُسکو ضائع کیا سو وصی نے اُسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھ کر اور حالانکہ محتاج ہی تو کفایت کریگا تصدیق میں بسبب حاصل ہونے قبضہ غاصب کے بعد مرجانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اُسپر بدلوں کا قبضہ حیات موصی میں ہوا تھا تو وہ کفایت نکریگا یہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہیں وفی الجواہر اوصی لرجل بعقار ہ مات فقسمت التركة والموصى له في البلد فترعلم بالقسمة ولم يطلب ثم بعد سنين ادعى السهم وكان يسكن الدار لم يكن ردا للوصية اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کیواسطے اور مرگیا موصی مرگیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اُسی شہر میں ہے اور جانتا ہے اُسکو قسمت ترکہ معلوم ہوا اور اُسنے طلب نکیا پھر مدت سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور تاخیر سے دعوی باطل نہوگا بشرطیکہ اُسنے وصیت کو رد نکردیا ہو ھٰذا عبارت ہے عرصہ بنیہ سے اور ضیعہ عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین اوصی له بدار فباعها بعد موته قبل القبض صح البيع ولا تصح في الموصى به قبل قبضه ایک شخص کیواسطے وصیت کی ایک گھر کی سو اُسنے گھر کو بیچا بعد مرجانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ وصیت کی چیز میں تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت ضيعة على ولدها جعلت عم الولد متوليا والولد صغير فالتولية الى من كان ايك عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اُسپر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شرنبلالی اوصى بها لرجل ثم اخذها الشفيع من الموصى له يؤخذ الثمن ولو استحق الدار لا يرجع الموصى له على الورثة لانه ظهر انه اوصى بمال الغير گھر خرید کیا اور اُسکی وصیت کی ایک مرد کیواسطے سو اُس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثوں سے کچھ نہ پاویگا اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اُسنے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ہم جب گھر شفیع لیگا حق شفعہ کی علت سے تو موصی لہ اسقدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے شفیع سے ثمن بھر لینگے کذا فی المنح

باب الوصی

باب الوصی

وھو الموصی الیہ یہ باب ہے وصی کے احکام میں وصی ۵۰ ہے جسکی طرف وصیت کیجاے ہم عرب بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اُسکو اپنے مال میں تصرف کرنے کے بعد موت کے وصیت کی اور اُسکو عوض الیہ اور وصی بھی بولتے ہیں اور وصایت بالکسر والفتح ہم اُس سے وصی کو لائق نہیں کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اُسمیں خطر ہے ابو یوسفؒ سے روایت ہے اول یہ وصی ہونا غلط ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی قادر نہیں عمل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروقؓ ہوں ابو یعلی نے کہا کہ میں نے بارہ برس قضا کی اپنی مدت میں وہ شخص نہیں دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال میں عمل کرنا کذا فی الطحطاوی عن الاستانی اوصى الى زيد اى جعله وصيا وقبل عنده صح فان رد عنده او بعلم يرتد زید کیطرف وصیت کی یعنے ایک شخص نے اُسکو وصی کیا اور اُسنے وصایت کو قبول کرلیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہوگیا

پھر اگر رد کیا یعنے قبول نکیا انکار کیا کہ وصی ہونے سے اُسکے نزدیک یعنی موصی کی دانست مین تو وصایت پھر گئی ثابت نہوئی لہم اسواسطے کہ وہ امین متبرع ہے اُسپر قبول کرنا واجب نہین چاہیے اُسپر دوام اختیار کرے چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہین کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور رجوع مین فریب دینا نہین ہے کیونکہ موصی کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہراوے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح نہوگا مان اگر اُسکے سامنے دوسری بار قبول کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ بزازیہ مین ہے اگر کسکو وصی کیا سو اُسنے اُسکے سامنے کہا کہ مین قبول نہین کرتا تو یہ رد ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اُس سے کہا کہ تمسے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نکروگے سو اُسنے کہا مین نے قبول کیا تو وصی ہوگیا کذا فی الطحطاوی والا کالا یصح الرد بغیبتہ مثلا یصیر مفردا مرجعیتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا تو انکار کرنا اُسکے پیچھے یعنے اُسکی عدم دانست مین صحیح نہین ہے تاکہ وہ فریب خوردہ نہو وصی کی جہت سے ویصح اخراجہ عنہا ولو فی غیبتہ عند الامام خلافا للثانی ہدایہ اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت مین اخراج واقع ہوا ہو امام کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے یعنی اُنکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہین فارسکت الموصی الیہ فمات موصیہ فلہ الرد والقبول پھر اگر وصی نے سکوت کیا پھر اُسکا وصیت کرنے والا مرگیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے لہم وصی تصرف للغیر مین متبرع ہے تو بدون قبول کرنے کے اُسپر وصایت لازم نہین مانند وکالت کے اور یہان فریب دینا بھی نہین ہے اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا یا اسلیے کہ اُسنے حال دریافت نکر لیا کہ اُسنے وصایت قبول کی یا نہین ولزم عقد الوصیۃ بیہ شیء من القرکۃ وان جہل بہ ان یکونہ وصیا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط فی صحۃ تصرفہ اور عقد وصیت لازم ہوجاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیچ کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنی وصی ہونے کو نجانتا ہو اسواسطے کہ وصی کو وصایت کا علم شرط نہین ہے اُسکے تصرف کے صحیح ہونے مین بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط ہم برخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت کا معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا افذ القاضی ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی نے قبول وصایت سے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اُسکے رد کو نافذ کر دیا تو اب اُسکے بعد قبول کرنا وصایت کا صحیح نہین ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر وفاسق یبدل ای یبدلہم القاضی بغیرہم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید صحۃ الوصیۃ فلو نصوا قیل لا کما فی الزیلعی جائز سمجھا جیسے اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل کرے یعنے قاضی اُنکے سوا اور شخص کو وصی مقرر کرے اتمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کریں قبل اخر سے تو تصرف جائز ہے کذا فی السراجیہ ولو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر او المرتد وتاب الفاسق جعتبی فیہ فوض ولایۃ الوقف نصبوہ استحسانا ای یجعل القاضی غیرہا ای عن الوصایۃ لزوال الموجب للعزل الا ان یکون عینہ ایاہ المیت باختیار سو اگر صغیر بالغ ہوگیا اور غلام آزاد ہوگیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہوگیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی اُنکو وصایا سے خارج نکرے بسبب زائل ہوجانے اُس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنے کا مگر یہ کہ وصی خائن ہو امانت دار نہو تو عزل درست ہے کذا فی الاختیار و مجتبی مین ہے کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہے والی عہد ہ الحال او قدیما وصغار صحکما یصانہ الی مکاتبہ ومکاتب غیرہ ثم ان رد فی الرفوف کالعبد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ موصی کے وارث صغیر ہین تو صحیح ہے جیسے اُسکا وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہے پھر اگر مکاتب عدم ادائے بدل کتابت سے مملوکیت کیطرف پھیر گیا تو اُسکا حکم غلام کے مانند ہے یعنے اگر وارث صغیر ہین تو درست ہے اور نہین تو درست نہین والا کالا یصح مطلقا در اد اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہین تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہین اور صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہین خواہ وارث صغیر ہون خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ لا بمجرد اختیار صم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہوا وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ فقط وصی کے اظہار سے تو قاضی اُسکے ساتھ اور وصی کو ملا دے موصی اور وارثون کے حق رعایت کرنے کے واسطے ہم وصی کا یون ظاہر کرنا کہ مجھسے وصایت نہین ہو سکتی

اسواسطے ستہ نہو الشکایت کرنے والا گاہے کاذب ہوتا ہو اپنی جان کے بچانے کے واسطے کذا فی المنح و لو ظہر للقاضی عجزہ اصلا استبدل بغیرہ اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے لو عزلہ ای الوصی المختار القاضی مع اہلیۃ لہا نفذ عزلہ فی الاصح جاز القاضی ثم اقاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہو تو اسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا فی الاشباہ اختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح الوہبانیۃ لکن یکرہ الا فتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین ولما عزل الخائن لحجاب انتہی قلت وعبارۃ جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین فی الوصی من لیت لو وجد کفایۃ لا ینبغی للقاضی ان یعزلہ فلو عزلہ قیل ینعزل اقول والصحیح عندی انہ لا ینعزل لان الوصایۃ شفوۃ بنفسہ من القاضی فکیف یعزلہ وینبغی ان یفرق بہ لفساد قضاۃ الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل الوصی فکیف بالوظائف کالاوقاف اشباہ من فقہائے حنفیہ کیا ہو وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہو لیکن عدم صحت کا فتوی دینا واجب ہو چنانچہ فصولین میں ہو اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہو انتہی مافی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسوں فصل سے یہ ہو کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں ہو سو اگر باوجود اسکے معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہو کہ وہ معزول ہو جاویگا میں کہتا ہوں میرے نزدیک صحیح یہ ہو کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہو قاضی سے یعنے اسنے بہتر سمجھکر اسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق یوں ہو کہ عدم عزل کا فتوی دیا جاے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کیوجہ سے انتہی مافی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے استاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہو گئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی ہم منجملہ وظائف کے تولیت ہو فتاوے خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہو کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اسکی شرط یہ ہو کہ اس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین میں ہو تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہو اور اگر کریگا صحیح نہوگا اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ سے اسکو ثابت کیا ہو کذا فی الطحطاوی و یبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فیما فی الحکم کالوصیین اشباہ و وقف الفتیۃ اور وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہو جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہو اسواسطے دو متولی دو وصی کے مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ و وقف الفتیۃ و مفادہ انہ لو اجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رأی الآخر و قد صادرت واقعۃ الفتوی اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون رہے کے اور البتہ یہ صورت فتوی طلب ہوئی تھی ہم یہ صورت اسعاف میں مصرح مذکور ہو کہ انفراد احد المناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کر دے تو جائز ہو مفتی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہو کذا فی الطحطاوی ولو وصیۃ کان لیصاؤ ہا لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث ہو الاصح وبہ تأخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی کے باطل ہو اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہو ابو اللیث نے کہا اور وہ یعنے ہر وصی کا انفراد اور استقلال اصح ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن کلام محمد فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر و فی القہستانی انہ اقرب الی المصواب لیکن اول یعنے بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہو مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہو درر میں اور قہستانی میں ہو کہ یہی بطلان کا قول قریب تر ہو صواب کیطرف ہم یہاں دونوں قولوں پر فتوی اور قضا درست ہو چنانچہ ہم منفی میں مذکور ہو کہ کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا کانا وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف اما قاضی واحد لما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما بالتصرف کان عملا من القاضیین لیتصرف بجانب فرقہ فلذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی لا خر

جاز ان رأی فیہ للصلحۃ ولکالۃ تمامہ فی وکالۃ تنویر البصائر معزیا للملتقطات وغیرھا فلیحفظ مین کہتا ہون امر یعنی بطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہے جبکہ دونون وصی یا دونون متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کیطرف سے ہون اور اگر دونون وصی یا متولی دو شہرون کے دو قاضیون کیطرف سے ہون تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے مین مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اسکا تصرف جائز ہے تو اسیطرح اُسکے نائب کا تصرف جائز ہے اور اگر دونون قاضیون مین سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منسوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہے اگر اُسمین مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو معزول کرنا جائز نہین اور اسکا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالۃ مین ملتقطات وغیرہا سے منقول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی وصایا الواجع لو لم یعلم القاضی ان المیت وصی فنصب لہ وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیۃ فلہ ذلک وینصب القاضی الآخر لا یخرج الاول اور سراج وہاج کی کتاب الوصایا مین ہے کہ اگر قاضی نجانتا ہو کہ میت کا وصی ہے سو قاضی نے میت کیواسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا تو وہ وصیت مین داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہ ہوگا الا بشرط کفنہ وتجہیزہ والخصومۃ فی حقوق قد تشرع حاجۃ الطفل والاتجار لہ واشتراء عبد معین فی ردودیعۃ وتنفیذ وصیۃ معینتین دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل بطلان مگر وصی کے کفن کی خرید مین اور اُسکی تجہیز مین اور اُسکے حقوق کی خصومت کرنے مین اور حاجات طفل کی خرید مین اور طفل کیواسطے بہ قبول کرنے مین اور غلام معین کے آزاد کرنے مین اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے مین اور وصیت معینہ کے جاری کرنے مین ایک وصی کا فعل بھی نافذ ہے باطل نہین زاد فی شرح الوہبانیۃ عشرۃ اخری منہا ردّ منصوب ومشتری شراء فاسدٍ قسمۃ کیلی او وزنی وطلب دین وقضاء دین بجنس حقہ شرح وہبانیہ مین اسو عشرہ سو اُسکے جو متن مذکور مین زیادہ ذکر کیے ہین ان انجملہ منصوب کا بھیر دینا اور شراء فاسد کی خریدی چیز کا بھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کرنا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اُسکے حق کے ہم جنس سے ہم اسو عشرہ سے تین امر کو شارح نے ذکر کیا انجملہ عیب کیوجہ سے شئ مبیع کا بھیر دینا اور اجارہ نفس قیم اور میت کیطرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا معین فقیر یا مسکین کے واسطے وبیع ما یخاف تلفہ وجمع اموال ضائعۃ اور اُس چیز کے بیچنے مین جسکے تلف ہوجانے کا خوف ہو اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے مین احد الوصیین کا فعل باطل نہین وقال ابو یوسف یفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور الا فی الاقرار او الاجتماع الا فی اتفاق فرج وفیقۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہو تصرف کرنے مین جمیع امور مین اگر کسی وصی نے انفراد یا اجتماع پر تصریح کردی ہو تو اُسکی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیۃ وان مات احدھما فان اوصی الی الحی اولی الی المیت فلہ التصرف فی الترکۃ وحدہ لا یضم الی المیت القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مرگیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اُسکو ترکہ مین تصرف کرنا جائز ہے اور اسکی حاجت نہین کہ قاضی دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اُسکے ترکہ مین دو شخصون کی رائے سے انتظام ہو تا کہ خلل واقع نہ ہو سو یہ امر قاضی کے منصب وصی سے ممکن ہے کذا فی الزیلعی وفی الاشباہ مات احدھما اقام القاضی الآخر مقامہ او ضم الیہ آخر اور اشباہ مین ہے کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اسکے مقام پر قائم کردے یا اُسکے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصیۃ الا اذا اوصی لھما ان یتصدقا بثلثہ حیث شاءا نتہی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ الا وصیت باطل نہین ہوجاتی مگر جبکہ موصی نے یون وصیت کی دونون وصیون سے کہ اُسکے ثلث مال کو دونون خیرات کرین جہان دونون چاہین انتہی فی الاشباہ اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہے ہم شرح وہبانیہ مین ہے کہ اگر وصیت مذکورہ مین ایک وصی نے کہا کہ فلان شخص کو مین دونگا اور دوسرے نے کہا دوسرے محتاج کو دونگا تو کسیکو دینا جائز نہوگا اسلیے کہ ایک موضع مین دونون کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مرگیا قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہوگئی

کذا فی المحطاوی الخصاف وھلال خلافا لابی یوسف قولان اور کیا اسمین ابو یوسف کا خلاف ہو اسمین دو قول ہین یعنی ابصنون نے کہا خلاف نہین ہے اور بعضون نے کہا خلاف نہین ہے ان المشروط ینفرد دون الوصی کما قدرتہ فیما علقتہ علی الملتقی وبہ اقتی اور ابو یوسف یا امام سے ایک روایت یہ ہو کہ مشرف منفرد اور مستقل ہو تصرف مین نہ وصی چنانچہ ہمنے اسکو ثابت کیا ہو ملتقی کی شرح مین اور اسکا ذکر کرنگے اور یگا شارح کی شرح ملتقی مین مجتبی سے منقول ہو کہ وصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نکریگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہو کہ مشرف کو تصرف جائز ہو انتہی اس عبارت سے تصرف مین تفرد مشرف کا ثابت نہین ہوتا تو شارح کا کلام کما ینبغی نہین ہو فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہو کہ ایک مرد نے دو پسر کو وصی کیا اور ایک شخص کو انپر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے مین اول ہو اور مشرف وصی نہین ہو جاتا اور مشرف ہونے کا اثر یہ ہو کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے جائز نہین اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہین نکلتا کذا فی المحطاوی ثم قد اراد وصی الوصی ولو اوصی الیہ فی مالہ او فی مال موصیہ وقایۃ وصح فی الترکتین خلافا للشافعی وصی کا وصی دونون ترکون مین وصی ہو برخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اسکو اپنے مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو بہر صورت دونون ترکون مین وصی ہو کذا فی الوقایہ وتصح قسمتہ ای الوصی حال کونہ نائبا عن درتہ کبار غیبا وصغارا مع الموصی لہ بالثلث اور صحیح تقسیم وصی کی حالت مین کہ وصی بالغ غائب وارثون کا نائب ہو کر یا صغیر وارثون کا نائب ہو کر موصی لہ کے ساتھ یعنے جسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنے اگر وارث موجود نہون تو وصی کو جائز ہو کہ انکو وصیت کے ترکہ سے تہائی مال بانٹ دے وکذا رجوع للورثۃ علیہ ای الموصی لہ ان ضاع قسطہم ای الوصی لحصۃ قسمۃ حینئذ اور وارثون کو موصی لہ پر رجوع کرنا جائز نہین اگر وارثون کا حصہ تلف ہو گیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہو جانے قسمت کے سو قسمت مین واما قسمتہ علی الموصی للغائبین والحاضر بلا وصیہم ای الورثۃ ولو صغارا زیلعی قال الفقیہ اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کیا بنسبے نائب ہو کر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اسکے اذن کے وارثون کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہین اگرچہ وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وحینئذ فیرجع الموصی لہ بثلث ما بقی من المال اذا ضاع قسطہ لانہ کالشریک معہم فالموصی لہ یضمن لانہ امین اور اسوقت مین یعنے جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی وصی پر بھرے جبکہ موصی کا حصہ ضائع ہو گیا ہو وصی کے پاس اسواسطے کہ موصی لہ شریک کے مانند ہو تو وصی سے زمان لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہو اور اگر وارثون کے پاس مال ضائع ہو گیا ہو تو حصہ انہون کے مال پایا جاتا ہو اسکی تہائی جاہے وارثون سے لے جاہے وصی سے یہ اسوقت ہو جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہو تو اب رجوع نہو گا کذا فی المحطاوی وصح قسمۃ القاضی واحذہ قسط الموصی لہ ان غاب الموصی لہ فلا شئ لہ ان ہلک فی ید القاضی او امینہ اور قاضی کی قسمت اور اسکو موصی لہ کا حصہ لے رکھنا صحیح ہو اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کیواسطے کچھ نہین اگر اسکا حصہ قاضی کے ہاتھ مین یا اسکے امین کے ہاتھ مین تلف ہو گیا ہو ہم وصی اور قاضی مین وجہ فرق یہ ہو کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہو اسواسطے کہ اسکے تلف ہونے کا خوف ہو اسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہو برخلاف وصی کے وھذا فی المکیل والموزون لانہ اقراض فی غیرھما لانہ مبادلۃ کالبیع بخلاف الغیر یعنی فکذا القسمۃ اور یہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور وزنی چیز مین ہو اسواسطے کہ قسمت کیلی اور وزنی مین عبارت ہو اقراض اور عدد کر دینے سے اور کیلی وزنی کے سوائے اور مال مین قاضی کی بھی قسمت صحیح نہین اسلیے کہ وہ تو یہان عبارت ہو مبادلہ بیع کے مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہین تو اسیطرح قسمت بھی جائز نہین وان قاسمہم الوصی فی الوصیۃ بمجمع عن للیت بثلث مالہ ثلاثۃ اعبد لا یخرج الا واحد فی یومہ ثم دفع الیہ بمجمع خلافا لھما وقد تقرر فی المناسک اور اگر وارثون کو قسمت کر دی مجمع کی وصیت مین تو میت کیطرف سے حج کیا جاے باقی مال کی تہائی سے مجمع کرنے کا مال تلف ہو گیا ہو وصی کے ہاتھ یا اسکے ہاتھ سے جسکو وصی نے مال دیا تاکہ حج کرے برخلاف صاحبین کے اور البتہ یہ مسئلہ ثابت ہو سکا کہ حج کی کتابون مین ولو اقر ورثۃ المیت فیما من مالہ بحج قضاء بعبد مو لا یحج عنہ بثلث باقی قالا نعینہ فاذا ھلک بطلت اور اگر یکشخص مجمع کیواسطے اپنا کچھ مال عبد کر دیا پھر وہ ضائع ہو گیا اسکے مرجانے کے بعد تو میت کیطرف سے حج نکیا جاویگا

باقی مال کی نہائی سے اسلیے کہ اُسنے توجہ کیوا سطے مال کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغبنۃ الفاحش لغلق حقھم بالمال الیتیم اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت مین دین والون کیواسطے اسلیے کہ انکا حق مالیت سے متعلق ہے نہ معین متروکہ سے وضمن وصیٌ باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق المبیع بعد ھلاک ثمنہ ای ضیاعہ عند الامین العاقد قائما علیہ او ضمان بیگا وہ وصی جسنے بیچا اُس غلام کو جسکے بیچنے کی اسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اُسکا ثمن موصی کیطرف سے تصدق کر دیا پھر وہ غلام اور شخص کا مملوک مستحق ثمن خرچ ہو جانے کے بعد وصی کے پاس ضمان کیوجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد بیع کا تو عہدہ عقد کا اُسکے ذمہ پر ہو گا ومرجع الوصی فی الترکۃ کلھا او قال محمد فی الثلث قلنا انہ مغرور فکار جع بما حط تو ھلک الترکۃ اولم تف فلا رجوع فی منقطع انر ومرجع علی من تصدق علیہ لان غنمہ لھم فغرم علیھم اور وصی رجوع کرے تمام ترکہ مین یعنے جسقدر نقصان دیا وہ تمام متروکہ سے بھرے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے بھرے ہم جواب دیتے ہین امام کیطرف سے کہ وصی نے فریب کھایا ہے اسکے سبب سے تو نقصان دین ٹھہرا ہے پہلے اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے تو اگر ترکہ تلف ہو گیا یا کفایت نہین کرتا تو اب رجوع نہو گا اور منقطع مین یعنی مذکور ہے کہ وصی تاوان بھرے اُن فقیر وں سے جنپر ثمن کو اُسنے خیرات دیا اسلیے کہ فائدہ التصدق کا اُنکے واسطے ہے تو اُنکا نقصان بھی انھین پر پڑیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل من الترکۃ وھلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع علی الورثۃ بحصتھم لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ جیسے رجوع کرتا ہے صغیر کے مال مین وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہونچا اور اُسکا ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس پھر مال مبیع غیر کا مستحق نکلا اور صغیر تقدیر اپنے حصہ کے باقی ماندون سے بھرلیگا اسلیے کہ قسمت ٹوٹ گئی اُس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہونچا تھا وھم لعتیا لہ بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املاء لہ ولو مثلہ لم یجز منہ اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق مین بہتر ہو اسطرح کہ دوسرا احتمال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا اسلیے کے مانند ہو تقدیر مین تو حوالہ قبول کرنا جائز نہین کذا فی الہدایہ وصح بیعہ وشراؤہ من اجنبی بما یتغابن الناس فیما لا یتغابن وھو الفاحش لان ولایتہ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا حتی یملک المشتری بالقبض فتستانی اور صحیح ہے بیچنا وصی کا اور خریدنا وصی کا اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر قدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے یعنے اگر وصی نے غبن فاحش سے بیچا ہو تو وہ بیع صحیح نہین اسلیے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنے جسمین تیمیز کیواسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو بیع فاسد ہو گی تو مشتری مبیع کا مالک نہو گا قبضہ کرنے سے کذا فی الہدایہ وھذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک مطلقا لانہ وکیلہ اور یہ یعنے صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش سوقت ہے کہ جبکہ وصی نے خرید وفروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید وفروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی ہے تو یہ جائز نہین مطلقا خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنے وکیل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے سو حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست ہے کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب جاز بشرط منفعۃ ظاھرۃ للصغیر وھو قدر النصف زیادۃ او نقصانا اور اگر وصی باپ کیطرف سے ہو تو بیع وہی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کیواسطے ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی مین یہ منفعت ظاہر ہونا کی تفسیر یون مذکور ہے کہ اپنا بیندہ درم کا مال صغیر سے دس درم کو بیع کرے یا دس درم کا مال صغیر کا پندرہ درم کو آپ خریدکرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہین مطلقا خواہ منفعت ظاہر ہو مثل بیع الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وھو الیسیر دالا کالا اور مال صغیر کو باپ کا بیچ کرنا اپنی ذات سے جائز ہے قیمت کے برابر اور جسقدر مین کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنے غبن قلیل اگر یہ نہین تو جائز نہین وھذا کلہ فی المنقول اما فی العقار فسیجیء اور یہ سب تفصیل مسائل مذکورہ کی مال منقول مین ہے اور غیر منقول جیسا کہ اراضی اور مکانات کی خرید وفروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے ولو زاد الوصی

علی کفن مثلہ فی العدۃ عن الزیادۃ اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن میں زیادتی کی شمارین تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادت کے ہم مثلا میت کے ہمسروں کا کفن تین کپڑوں کا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خریدے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفی الفقیہ وفع المکفن لہ وحینئذ یکفن مما دفع من مال الیتیم والوالجیۃ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت میں زیادتی کی تو یہ خرید وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اس وقت میں وصی تاوان دیگا اسکا جو اُسنے ثمن دیا ہے یتیم کے مال سے کذا فی الولوالجیہ وفیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل بلوغہ رشدہ بعد الادراک فضاع ضمن لانہ دفع الی من لا ید لہ فیہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اسکی ہوشیاری ظاہر ہونے سے پہلے بعد اسکے بالغ ہونے کے ہمروہ مال ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اُسنے اسکو دیا جسکا دینا اسکو جائز نہ تھا ۔ صاحبین کا قول ہے تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی پر ضمان نہیں اگر یتیم کو پندرہ برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہے غیر عقارین کذا فی الظہیریہ وجاز بیعہ ای الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار لا العقار لدین او خوف ھلاک کذا فی الخانیۃ وزیلعی والقنیۃ وغیرہا اور وصی کو جائز ہے بیچنا وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقول میں مگر اوائے دین کیواسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہے یا اسکے تلف ہونے کے خوف سے ایسا ذکر کیا ہے خانیہ کی طرف نسبت کرکے مین کستانی اور زیلعی اور قستانی میں نہ کور ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہیں اسواسطے کہ اسکا تلف ہوجانا کمتر ہے اگر میت پر دین متفرق ہے تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہے اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہیں تو صاحبین کے نزدیک جسقدر دین ہو اسقدر کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے کذا فی الظہیریہ وجاز بیعہ عقار صغیر من اجنبی لا من نفسہ بضعف قیمتہ او بنقصہ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ لا نقد لہا الا منہ او لکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کدین قرن تقلد ری اشیاء ملخصا اور صغیر کی عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہے غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اسکی دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کیواسطے یا دین میت کے ادا کرنے کیواسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونے کے لیے جبکہ انفاذ اور جاری ہونا کسیسے متصور نہیں سوا عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہیں ہوتی مگر مصارف سے یا اسکے ویران ہونے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اسواسطے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ میں ہے کذا فی المحیط والاشباہ ملخصا وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہے جسکو وصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہے تو اب عقار کی بیع جائز ہے کذا فی الذخیرہ قلت وھذا الولی ائم وصیا لا من قبل ام وانما قالوا یکون بیع العقار مطلقا یعنی کہتا ہوں یعنی یہ جو بیع عقار صغیر اشباہ نے مقید نہ کیا وہ میں اس شرط سے ہے کہ بائع ماں یا بھائی کیطرف سے وصی ہو اسواسطے کہ ماں اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہیں ہر طرح یعنی اشباہ نے مستثنیٰ میں نہ کیا کہ غیر میں ولا شراء غیر طعام کسوۃ اور مال بھائی کا وصی کسی چیز کے خریدنے کا مالک نہیں سوا طعام اور لباس صغیر کے ولو لبائع وابا فان محمی عاد الاشباہ ومنتقی الابحر ابن کمال ۔ اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگوں کے نزدیک سراہا اور پسندیدہ ہو یا اسکی خوبی اور بہتری کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہے کذا صرح بہ ابن کمال ولا یبیع الوصی فی مالہ ای الیتیم لنفسہ فان فعل نفذ وباع ہم اور وصی سوداگری نکرے یتیم کے مال اپنی ذات کے فائدے کیواسطے سوا اگر اسنے اپنے واسطے اس مال میں تجارت کی تو صفقہ کو خیرات کردے وجاز لو اجر من مال الیتیم لیتیمہ وعامہ فی الدر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال میں یتیم کیواسطے اور اسکا پورا بیان درر میں ہے ہم درر میں خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال میں تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہیں اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو اس المال کا ضمان دے اور نفع خیرات کرے علمائین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نفع وصی کو حلال ہے خیرات تک انتہی قلت وفی الاشباہ لا یملک الوصی بیع شیء ما قل من غیر المثل الا فی مسئلۃ الوصیۃ بیع عبد ھذا فلان میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہیں ثمن مثل سے کمتر میں مگر ایک مسئلہ وصیت میں اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے جیسکہ وصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانے شخص سے ہم ثمن مثل کی بیع پر راضی ہوا تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہے لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہیں کذا فی الطحطاوی

وفیہا فی الکلام فی اجر المثل المتولی اجر مثل عمله فلو لم یعمل لا اجر له واما وصی المیت فلا اجر له علی الصحیح وهذا اذا عین القاضی المتولی اجرا فان لم یعین وسمی سنة فلا شیء له وعزاه للقنیة ثم ذکر ما یخالفه فافهم وقدمر فی الوقف واما وصی القاضی فان نصبه یاجر مثله جاز انتهی اور اشباہ مین ہی اجرت مثل کے بیان مین کہ متولی کو اسکے عمل کے برابر اجرت جائز ہی سوا گر اسنے عمل نکیا تو اسکو اجرت نہین ہی اور میت کے وصی کو بنا بر قول صحیح کے اجرت نہین ہی اور یہ یعنے متولی کیواسطے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہی جبکہ قاضی متولی کے لیے اجرت معین کردے تو اگر اسنے اجرت معین نہ کی اور متولی نے ایک سال مین کوشش کی تو اسکے واسطے کچھ اجرت نہین اور صاحب اشباہ نے اس قول کو فتنیہ کیطرف نسبت کیا پھر صاحب فتنیہ نے اسکو قول ذکر کیا جو اسکے مخالف ہی یعنے یون کہا کہ متولی مستحق اجرت ہی اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اسکو سمجھ لو اور البتہ یہ اسکا کتاب الوقف مین گذر گیا اور قاضی کے وصی کا یہ حکم ہی کہ اگر قاضی نے اسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہی انتہی ہانی الاشباہ وفی القهستانی معزیا للذخیرة ولو کانوا صغارا وکبارا بلغ حصة الصغار کما مر کذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قہستانی مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہون تو وصی چھوٹون کے حصون کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل متفرقہ مین مذکور ہو چکا اور اسیطرح بالغ وارثون کے حصے کو بیچ کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے ہم تفصیل مذکور یہ ہی کہ آوے دین اور خوف ہلاکت مین بیع جائز ہونے اسکے سوائے مین کذا فی الطحطاوی ونقل عن العمادیة ان فی بیعه للعقار وفاقا اختلاف المشائخ وجزم صاحب الهدایة بالامکان فیه استیفاء ملکه مع دفع الحاجة وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیه الفتوی وتمامه فیما علقته علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا ہی کہ وصی کو عقار بیچنے مین بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہی اور صاحب ہدایہ نے اسکو جائز کہا ہی اسواسطے کہ اسمین مال صغیر کا باقی رکھنا ہی باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسکا پورا بیان ہمارے ملتقی کی شرح مین مذکور ہی وکا یجوز اقراره بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہین میت پر دین کا مع اسواسطے کہ اقرار تبرع پر ہی حجت نہین تو مقر کو اسکا لینا بدون گواہی کے درست نہین اور اگر وصی دیگا تو اسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا بشیء من ترکته ان لفلان الا ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصته اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکے سے جائز اسطرح کہ یہ چیز فلانے شخص کی ہی مگر یہ کہ اقرار کرنے والا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ مین نہ باقی ورثہ کے حصون مین ولو اقر الوصی بعین لآخر ذم ادعائه للصغیر لانتهم حر اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے پھر دعوی کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہی تو اسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الدرر یعنے تناقض کیوجہ سے وصی یا الملتقط احق بماله من جده وان لم یکن وصیه کما مر فی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار ہی صغیر کے مال مین تصرف کرنے کا صغیر کے دادا سے اور اگر اسکا وصی نہو تو دادا احق ہی چنانچہ کتاب الحجر مین ثابت ہو چکا ہی وفی المنیة لیس للجد بیع العقار والعرض لقضاء الدین وتنفیذ الوصایا بخلاف الوصی فان له ذلک انتہی اور منیہ مین ہی کہ دادا کو عقار کی اور اسباب کی بیع ادائے دین کے واسطے اور وصیتون کے جاری کرنے کے واسطے جائز نہین برخلاف وصی کے کہ اسکو یہ درست ہی

فصل فی شهادة الاوصیاء

یہ فصل ہی وصیون کی گواہی کے مسائل مین ہم اس فصل مین شہادت اوصیا کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہین تو یون کہنا بہتر تھا فصل فی شهادة الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شهادة الوصی لمن یرث صغیر عال مطلقا لو کبیر عال المیت او باطل او گواہی دادہ وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا ہبہ یا غیرہ سے یا وارث بالغ کے حق مین وصیون کی گواہی میت کے مال کی باطل ہی اسواسطے کہ صغیر کے ہر حال مین وصی کا تصرف جاری ہی اور بالغہ کے مال میت مین وصی کو حفاظت کی ولایت ہی وارث کی غیبت مین تو اس تہمت سے اسکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شهادتهما بغیره ای بغیر مال المیت لانقطاع ولایتهما عنه فلا تهمة حینئذ اور صحیح ہی گواہی اُن دونون کی غیر مال میت کے [illegible]

ف یعنے جو مال میت کا ہو اسمین وصی کی گواہی باطل ہی

ف یعنے جو مال میت کا ہو اسمین وصی کی گواہی باطل ہی اگر ۱۲ ۔

دونون وصیون کی ولایت کی اُس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہین کشہادۃ رجلین آخرین بدین الف علی میت فشہادۃ الآخرین للاولین بمثلہ جیسے صحیح ہے گواہی دو مردون کی اور دو شخصون کیواسطے ہزار درہم کے دین ہونے کی میت پر اصحیح ہے گواہی انھین دونون شخصون کی پہلے دونون گواہون کیواسطے مانند اسکی ہزار درہم کے دین کے یعنے فریق اول نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین کی گواہی دی تو دونون گواہیان صحیح ہین بخلاف شہادۃ کل فریق بوصیۃ الف برخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درہم کی وصیت مین یعنے ہر فریق نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی کہ میت نے انکو ہزار درہم کی وصیت کی ہے سو یہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لا تقبل فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسف رح نے کہا کہ دین مین بھی گواہی مقبول نہین مانند وصیت کے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الشہادات مین پہلے مذکور ہو چکا ہے اراد شہادۃ الاولین بعبدہ الآخرین بثلث مالہ او الدراہم الموسلۃ لانہا الشرکۃ فتبطل یا پہلون کی گواہی غلام کی وصیت کی اوپچھلون کو گواہی ثلث مال کی یا غیر معین دراہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے شرکت غلام کو تو باطل ہوگی کم کل مال میت مین غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت مین ثانی غلام مین شرکت ثابت ہوگئی اور شرکت قبول شہادت کی مانع ہے وفیہ لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین آخر لانہ لا شرکۃ فلا تہمۃ یعلی اور گواہی صحیح ہے اگر دو مردون نے اور دو مردون کے واسطے کسی چیز مثلاً غلام کی وصیت کی گواہی دی اور مشہود لہمانے شاہدون کے واسطے دوسری چیز مثلاً باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہان دونون فریق مین شرکت ثابت نہین تو تہمت بھی نہین جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہما لغت کذا تہما لانفسہما معینا وحینئذ فینضم القاضی تالثا رضوا بالاقرار بہا باخر فیمتنع نصر فہما بدونہ کما تقرر دو وصیون نے یہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی اُن دونون کے ساتھ وصی کیا ہے تو یہ گواہی لغو ہے بسبب ثابت کرنے دونون وصیون کے اپنی ذاتون کے واسطے مددگار اور اس صورت مین قاضی ان دونون کے ساتھ تیسرا وصی طلب نہین وجوب کے کیونکہ اُنھون نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونون وصیون کا تصرف کرنا میت کے مال مین بدون تیسرے وصی کے جائز نہین بخلاف ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحسانا لانہا اسقطا متہمۃ التعیین عنہ مگر یہ کہ زید اسکا دعوی کرے یعنے زید یون دعوی کرے کہ وہ بھی وصی ہے اُن دو نون کے ساتھ تو اب دونون وصیون کی گواہی بطریق استحسان کے قبول ہوگی اسلیے کہ دونون وصیون نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کردی کذا فی الطوطی وصی وکذا ابنا المیت اذا شہدا ان ابا ہما اوصی الی رجل بعینہما نفعا بنصب حافظ للترکۃ اور اسیطرح میت کی دو بیٹیون نے جب یہ گواہی دی کہ اُنکے باپنے ایک مرد کو وصی کیا ہے تو گواہی انھون نے اسواسطے دی کہ دونون نے اپنے واسطے منفعت کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے متروکہ کیواسطے وھذا لو متکررا وبدون علی تقبل استحسانا اور یہ گواہی کالغو نہین ہے کہ وہ شخص وصی ہونے کا منکر ہوا اور اگر وہ وصی ہونے کا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادتہما بان ابا ہما وکل بقبضہ دین یقبضہ دونہ بالکونہ حیث لا تقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ ام لا لان القاضی لا یملک نصب الوکیل من الحی بطلبہما ذلک بخلاف الوصیۃ برخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹیون نے یہ گواہی دی کہ اُنکے باپنے زید کو اپنے قبض دین کا جاہل کر دیا ہے کہ وکیل کیا ہے کیونکہ یہ گواہی کسیطرح مقبول نہین خواہ زید وکالت کا دعوی کرے یا نکرے اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے قائم کرنے کا بیٹیون کی طلب سے مالک نہین برخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تقبل علی المیت لانہ لو یعد لعزل وان لم یخاصم ملتقی اور وصی کو گواہی میت کے ضرر صحیح ہے نہ میت کے نفع پر اگرچہ یہ گواہی بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو کو اُسنے خصومت نکی ہو کذا فی الملتقی وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ جہلا وعلیہ الفتوی وصی نے میت کی وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو بعد مال ترکہ میت سے بھرنے ہر طرح اور اسی اطلاق پر فتوی ہے کذا فی الدرر وصی رجوع کرے ہر طرح خواہ وہ

میت کا وارث ہو یا اجنبی خواہ وصیت اللہ ہو یا للعباد وکذا فی الطحطاوی مختصراً کوکیل اذا ی الثمن من مالہ فان لہ ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جسنے ثمن ادا کیا اپنے مال سے سو اسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے وکذا الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغیر او اشتری ما یتفق علیہ من مال نفسہ فلہ ان یرجع اذا اشهد علی ذلک اور اسیطرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خرید کی جسکو صغیر پر خرچ کرتا ہے تو وصی صغیر کے مال سے بھرے جبکہ اسپر اُسنے گواہ کر لیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے بھر لونگا وفی البزازیۃ وانما شرط الاشهاد لان قول الوصی فی حق الانفاق مقبول لا فی حق الرجوع بلا اشهاد انتهی فلیحفظ قلت لکن فی التتمۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بامرہ ان لم یشهد بخلاف الاجنبی وعلی ہذا القیاس قیم یہ بزازیہ میں ہے کہ گواہ کرنا تو اسیواسطے شرط ہوا کہ وصی کا قول حق انفاق میں تو مقبول ہے نہ حق رجوع میں بدون گواہ کرنے کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن تتمہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اُسنے گواہ نہ کر لیا ہو برخلاف ماں باپ کے کہ انکو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آویگا جو اسکا مفید ہے تو خبردار رہنا ہم شہر حنبلیہ میں ہے کہ ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بالشہادت میں مضطرب ہوا وہ یہ استدراک طعام او لباس کیطرف راجع ہے سو اسطے کہ والدین کی عادت میں طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی او قضوہ دین المیت انتابت شرعاً او قضاہ او اوصی باخراج ثلثہ او عشرہ من مالہ فنفذ یا وصی نے وہ دین میت کا جو شرعاً اُسپر ثابت ہوا ادا کیا یا اُسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری وارث کبیر طعاماً او کسوۃ للصغیر او کفن لوارث المیت او قضی دینہ من مالہ فتبرع ویرجع ان کان بامرہ ولم یکن مضطرا یا وارث بالغ نے صغیر کے واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن دیا یا اُسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے ترکہ سے بھر لیگا اور متبرع ہوگا یعنے اُسکا مال بلا عوض نہ ٹھہرے گا ودو کفن المیت من مال نفسہ قبل قولہ فیہ قیل ھو مستدرک بقولہ او کفنہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اُسکا قول اسمیں مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ بعضوں نے کہا کہ یہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن او کفنہ ہم حلبی در المختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قیل کو حذف کرتا یعنے اسواسطے کہ اس قول کا مکرر مذکور ہونا صحیح ہے طحطاوی محشی نے کہا اُسکا جواب یوں ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہ ہے کہ دونوں یعنے وارث اور وصی کفن کے مجرا دینے میں متبرع ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے مستغنی ٹھہرا فتامل انتہی ولو باع الوصی شیئاً من مال الیتیم ثم طلبہ بالثمن فباعہ یرجع القاضی فیہ اھل البصیرۃ والامانۃ ان لم یجز اثنان منهم الا باع بقیمتہ وان قیمتہ ذلک کما یلقط القاضی من یزید اور اگر وصی نے یتیم کا مال بیچا پھر وصی سے مال بیع کی طلب ہوئی اُسکے بیچنے سے زیادہ تر ثمن کو تو قاضی اسمیں اہل البصیرت اور اہل امانت کیطرف رجوع کرے اگر متدین واتقیا کرون میں سے دو شخص اُسکو خبر دیں کہ وصی نے مال یتیم کو اُسکی قیمت کے موافق بیع کیا اور اُس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نہ کرے اُس شخص کیطرف جو زیادہ ثمن دیتا ہو وان کان فی المزایدۃ یشتری بالکثیر وبالقلیل لانقطع البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اھل البصیرۃ فان رجحهم رجلان مضی علی شیء یدخل بقولهما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندهما کما فی الترکیۃ اور اگر مزایدہ میں یعنے جہاں بیع من یزید ہوتی ہو جسکو بالفعل کے عرف میں نیلام گھر بولتے ہیں وہ مال خریدہ ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کمتر سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب سے بلکہ رجوع کرے واقفکار لوگوں کیطرف پھر اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو دونوں کا قول لیا جاوے محمدؒ کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جیسے ترکیہ شہود میں کافی ہے وعلی ھذا لو وقف اجر مستغلا لوقفہ ثم جاء الخیر بمثلہا فی الاجر الکل فالله دمعریا للخانیۃ وعلی ھذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہ ہوگا بدون قول اہل البصیرت کے یہ سب مسائل درر میں مذکور ہیں فتاوے قاضیخان سے منقول **فروع**

مسائل ملتقطہ شتابی کے ۔ یقبل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا اذا شتی عشر مسئلۃ جعلوھا فی الاشباہ ، وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوی میں بدون گواہوں کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلوں میں چنانچہ اشباہ میں مذکور ہیں ہم مسائل مذکورہ کو خارج ابحث کر کرتا ہوں اولہا دعی قضاء دین المیت یہ مسئلہ ہے کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنے کا دعوی کیا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے دعوی کیا کہ میں نے موصی کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور میت اسکی تکذیب کرتا ہو اور نکے ادا کرنے پر گواہ نہیں ہیں تو قول وصی کا مقبول نہوگا اداد عی قضاءہ من مالہ بعد بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے دعوی کیا ادا سے دین میت کا اپنے مال سے بعد بیع ترکہ کے پیشتر اسکے کہ ثمن قبض کرنے سے پہلے اداں الیتیم استہلک مال آخر فدفع خادمہ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے دعوی کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے تاوان دیا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی میں ضائع کیا تھا میں نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اسکی تکذیب کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہوگا یتیم کے نزدیک کذا فی البحر الطحطاوی واذا دفع الیہ بضاعۃ فکبر یوں فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگوں کے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے انکو ادا کیا یتیم کی طرف سے اداد ی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ دعوی کیا کہ اسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت میں کہ زمین زراعت کے لائق نہ تھی ہم تو اگر زمین زراعت کے لائق ہونے صورت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہوں موت موصی کی وقت پر کذا فی البحر الطحطاوی وجعل عبدہ الکاتب چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ دعوی کیا یتیم غلام گریختہ کے پکڑ لانے والے کے انعام دینے کا ہم بنحو ہمارا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہوا اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی البحر الطحطاوی او فداء عبدہ الجانی ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ دعوی کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا وبالاتفاق علی حرمۃ آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے ماں کے بھائی کیواسطے اتنا مانا تیرے مال سے مقرر کیا اور میں نے اسکو ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے اوپر کسی قاضی نے حکم نہیں کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہوگا کذا فی البحر الطحطاوی عن تتارخانیہ او علی فقیہ الدین صادتہا نواں مسئلہ یہ ہے کہ دعوی کیا خرچ کرنے کا یتیم کے اُن غلاموں پر جو مر گئے ہم یہ قول ہے محمد کا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہوں تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی البحر الطحطاوی او الاتفاق علیہ مما فی ذمتہ یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اُس مال کے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا ہم صورت اشباہ میں مذکور نہیں اور اگر اسکو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہیں وجہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ میں ادا سے دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤں تو اسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی البحر الطحطاوی وکل من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ واراد الرجوع دسواں مسئلہ یہ ہے کہ دعوی کیا وصی نے خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تھا اور اُسنے پھیر لینے کا ارادہ کیا ہم بشرطیکہ وصی نے اسپر گواہ نہ کیا ہو کہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہوں پھیر لینے کے واسطے اور اگر اُسپر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی البحر الطحطاوی عن تتارخانیہ اذا تزوج الیتیم امرأۃ وادفع لہا من مالہ دھ مسئلہ گیارہواں یہ مسئلہ ہے کہ دعوی کیا کہ اُسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اُسکا مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہیں ہے الثانیۃ عشر اقر بقبض مہر ثم ادعی انہ کان مضاربا بارہواں مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پھر دعوی کیا اُسنے بطور مضاربت کے تجارت کی ہم یہاں بھی عدم اشہاد شرط ہے اور اگر وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع میں شریک ہوگا کذا فی البحر الطحطاوی واصل ان کل شئ کان سلطا علیہ فانہ یصدق فیہ وھلا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ دین ہے کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اُسمیں اسکی تصدیق کیجاویگی اور جسپر وہ مسلط اور متعین نہیں تو اُسمیں اُسکی بلا شہادت تصدیق نہوگی ہم تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اسکا مکذب نہو کذا فی الحموی ینصب لقاضی وصیا فی بلدۃ تواضع مبسوطا فی الاشباہ ،

قاضی میت کیطرف سے وصی کو مقرر کرے اُن سات مقاموں میں جو اوپر مفصل مذکور ہوئے ہیں ۱۲ منصب وصی کا طریقہ یہ ہو کہ قاضی کے روبرو دو گواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص مر گیا اور اُسنے کوئی وصی قائم نہیں کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی ہوگا جسے قاضی کا وصی اور نصب وصی کا اعتقاد فقط اُس قاضی الاقضاۃ کو ہو جسکو سلطان کی طرف سے یہ حکم اجازت ہو کذا فی الاشباہ ۱۳ وصح ایصاؤہ الی کافر الی قولہ وللمتفقہ وصیتہ منجملہ مواضع سبعہ کے یہ تین مقام ہیں جنمیں ہو کہ کسی شخص پر اپنی ہو میت پر یا وصیت جاری کرے کیواسطے و زاد فی الزواہر موضعین اخر یباشتری الاب من طفلہ شیئا فوجد معیبا نصب القاضی وصیا لیرد علی البائع اور روا ہر الخواہر حاشیہ اشباہ میں دو مقام اور زیادہ مذکور کیے ہیں ایک یہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خریدی پھر اُسمیں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے کہ یہ چیز عیب ناک اُسکو پھیر دے ولہذا افتی بانبات حق صغیر ابوہ غائب غیبۃ منقطعۃ بیضہ لان ھذا من اھم المھام کما فی القنیۃ اور جو کہ اُس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جسکا باپ غائب ہو بطریق غیبت منقطعہ کے تو قاضی کو لازم ہے کہ وصی مقرر کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہ ہو تو وصی مقرر نہ کرے اور صاحب اشباہ نے ان دونوں مسئلوں کو مجمع الفتاوی کیطرف نسبت کیا ہے ۱۴ وھم غیبۃ منقطعۃ وہ ہو کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ آتا جاتا نہ ہو یہ مستفاد ہوتا ہے شرح موہبی سے اور فقہ نے غیبۃ منقطعۃ کی تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح میں مذکور کیا ہے بعضوں نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ آتا جاتا نہ ہو مدت سال میں ایکبار یہ قول قدوری کا مختار ہوا اور بعضوں نے کہا کہ ایک مہینا یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں ٹھہرا ہو جلیے اگر چاہے مقدور پر بھیج سکے ہو اور بعضوں نے کہا ہو منزل اور بعضوں نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الظہیری و ھو القاضی کوصی المیت الا فی غان لیس لوصی القاضی الزام الغرماء ولا ان یبیع ممن یقبل شھادتہ لہ قاضی کا وصی میت کے وصی کے برابر ہے مگر آٹھ جگہ میں ایک برابر نہیں ہے ایک یہ ہے کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کیواسطے شروع سے جائز نہیں دوسری صورت یہ ہے بیچنا اُس شخص سے جسکے حق میں وصی کی گواہی مقبول نہیں وہ ہے کہ ان یقبض الا باذن مستانف من القاضی تیسری صورت یہ ہے اور جائز نہیں اُسکو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن سے ۱۵ یعنے اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کیطرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اُس چیز پر قبضہ کرے تا وقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید دے بخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہو تو اذن جدید کی حاجت نہیں ولا ان یوجر الصغیر یعنی ۱۶ چوتھی صورت یہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کرواوے ولا ان یجعل وصیا عن علمہ ۱۷ پانچویں صورت یہ ہے اور وصی قاضی کو جائز نہیں یہ کہ اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصہ القاضی بتخصص چھٹی صورت یہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا یعنے ایک نوع میں وصی کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنے جمیع انواع میں وصی نہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الظہیری ولو نھاہ عن بعض التصرفات ۱۸ ھم نھیہ ساتویں صورت یہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اسکا روکنا صحیح ہے برخلاف نہی میت کے کذا فی الاشباہ عن البزازیہ ولو عزلہ ولم یعلم الا بعد موتہ آٹھویں صورت یہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اُسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن التتمۃ خلافا للتتمۃ بخلاف وصی المیت فی ذلک کلہ برخلاف وصی میت کے ان سب آٹھوں مسئلوں میں وفی الخزانۃ وصی القاضی کوصیہ لوصیۃ عامۃ انتھی وبہ یحصل التوفیق اور خزانہ میں ہے قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کے برابر ہے اگر قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی باقی الاشباہ اور اس شرط سے اختلاف دونوں قولوں کا دفع ہو گیا ھم یعنے قنیہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہو گیا اشباہ میں پانچویں صورت منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ کے تو اختلاف رفع ہو گیا یعنے عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں وفی الفتاوی الصغری تبرعہ فی مرضہ اما ینفذ من الثلث عند عدم الحاجۃ الا فی تبرعہ فی المنافع فینفذ من الکل بان اجر باقل من اجرۃ المثل لانہا تبطل بکونہ فلا اضرار علی الورثۃ وفی حیاتہ لا ملک لھم لکن فی العمادیۃ انہ من الثلث فلعلہ روایتان اور فتاوے صغری میں ہے کہ مریض کا تبرع اور

احسان کرنا نافذ مرض مین نافذ نہین ہوتا مگر ثلث متروکہ مین دیعال دردم اجازت وارثون کے مگر انکے منافع کے تبرع مین سو کل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح پر کہ مثلاً گھر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیدیجئے اُسکی اجرت مثلاً سو درم تھی سو اُسنے دو درم کو اجارہ دیا تو یہ جائز اور نافذ ہوا اسلیے کہ اجارہ مذکور مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثون پر ضرر رسانی نہین ہوا اور اسکی حیات مین تو وارثون کی کچھ ملکیت نہین لیکن عادیہ مین ہو کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہو تو شاید کہ اسمین دو روایتین ہین یا ع مال الیتیم لو ضیعتہ والمشتری مفلس یحل الثمن ایام فان نقد والا فسخ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہو تو وصی تین دن کی مدت ٹھہرا دے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہی ورنہ بیع کو فسخ کرے فان انکر الشراء وقد قبض یرفع الوصی الامر للحاکم فیقول ان کان بینکما بیع فقد فسخته پھر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا اور حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہو تو وصی اُس امر کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یون کہے کہ اگر تم دونون مین بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ مین نے اُس بیع کو فسخ کر دیا ہم اُس قول کا فائدہ یہ ہو کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے تو اُسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قبل الوصایۃ ثم اراد عزل نفسہ لم یجز الا عند الحاکم وصی نے وصی ہونا قبول کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہین مگر حاکم کے نزدیک ہم حاکم کو لازم ہی کہ اگر وصی کو امانت دار اور ہوشیار جانے تو معزول نہ کرے اور اگر اُسکو عاجز یا کثیر الاشغال جانے تو اُسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح پر ہو ایک یہ کہ موصی اُسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وصی چاہے اُسکو معزول کرے دوسری صورت یہ ہو کہ وصی بہت پردین کا دعوی کرے اور حاکم اُسکو متہم کر کے معزول کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الطحطاوی دفع الیتیم مالہ یعرف ولم یشهد الیتیم علی نفسہ انہ لم یبق من ترکۃ والدہ الا قلیل ولا کثیر ثم یدعی شیئا فی ید الوصی انہ من ترکۃ ابیہ وبرهن لم تسمع وصی نے یتیم کو اسکا مال اُسکے بالغ ہونے کے بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اُسکے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہین رہا وصی کے پاس سے پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہی اور گواہون سے اسکو ثابت کیا تو اُسکا دعوی مسموع ہوگا ہم یہ اشہاد ابراء معلوم نہین نہ شخص معلوم سے نہ مجہول سے تو یہ فقط اقرار ہی جو ابرا کا مستلزم نہین تو یہ اُسکے دعوی کا مانع نہین برخلاف اُس ابرا کے جو مجہول سے ہو معلوم کیواسطے یعنے شخص معین سے چیز غیر معین کا ابرا کرے اسطرح کہ مثلاً زید عمرو سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اُسکو مجھے حلال اور معاف کر دے سو عمرو نے اسیطرح کہا تو زید بری الذمہ ہو گیا اور یہ ابرا صحیح چیز معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ مختصرا للوصی الاکل والوکوب بقدر الحاجۃ قال تعالی ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اُسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہی حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج ہو چاہیے دستور کے موافق کھاوے ہم کھانا اور سوار ہونا مقید بمدت سعی کے ہی یعنے جسقدر مدت حاجات یتیم مین کوشش کرتا ہی اُسیقدر مدت تک کھانا اور سوار ہونا درست ہی نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریۃ وله ان ینفق فی تعلیم القرآن ولا دب ان تأهل لذلک اور وصی کو جائز ہی کہ تعلیم قرآن اور ادب مین خرچ کرے اگر یتیم اسکا اہل ہووے ہم شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہین کہ انھین کی تعلیم ہوتی ہی انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت کا ہی پس اگر یتیم قابل ان علم سے ہی تو وصی خرچ کر کے اُسکو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھاوے ولا فلینفق علیہ بقدر ما یتعلم القرآۃ الواجبۃ فی الصلوۃ عجبی اور اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیے کہ اُسپر اسقدر خرچ کرے کہ قرات واجبہ نماز کی سیکھ جاوے یعنے جسقدر نماز مین قرآن پڑھنا واجب ہی اُسقدر اُسکو سکھاوے کذا فی المجتبی وفیہ جعل للوصی مشی فالم یتصرف بدونہ وقیل للمشرف ان یتصرف اور مجتبی مین ہو کہ وصی کیواسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اُسکے تصرف نہ کرے مین نکرے اور بعضون نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنے بدون وصی کے وصت ہو ہم اس مسئلہ کا بیان باب الوصی مین مفصل مذکور ہو چکا وفیہ للاب اعارۃ طفلہ اتفاقا لانہ علی الاکثر اور مجتبی مین ہو کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہی بالاتفاق نہ اُسکے مال کو عاریت دینا بنا بر اکثر روایات کے وفیہ علیک الاب لا الجد عند عدم الوصی علیکم الوصی اور مجتبی مین ہو مرنے کے وقت باپ مالک ہی اُس چیز کا جو وصی کے پاس ہو تا ہی اور دادا مالک

تعین ہوتا وصی کے برابر کالاب یملک قسمۃ مال مشترک بینہ وبین الصغیر بخلاف الوصی باپ مالک ہو اس مال کے قسمت کرنے کا جو مشترک ہے درمیان باپ اور مابین صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہیں ہم قنیہ مین ند کور ہے کہ جو مال وصی اور صغیر مین مشترک ہو اسکی قسمت وصی کو جائز ہوا امام کے نزدیک بشرطیکہ اسمین صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہان عدم جواز قسمت وصی عدم نفوذ پر محمول ہو کذا فی المحطاوی یملک الاب فی الجمیع حال الصغر بخلاف الاخر بخلاف الوصی باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہو بخلاف وصی کے کہ وہ بیچ نہ کرے کا مالک نہین ہم یعنے اگر ایک شخص دو یتیمون کا وصی ہو تو اسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہین اسواسطے کہ دونون یتیمون کی خیر خواہی کا مامور ہے سو یہان ایک یتیم کی خیر خواہی دوسرے کے حق مین ضرر کرتی ہے اور اسی طرح اگر وہ وصی ہون دو یتیمون کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیچ کر نا درست نہین ولو باع الاب او الجد مال الصغیر من الاجنبی وهل قیمة جاز ان لم یکن فاسد الرأی فان باع عقاره لم یجز فی المنقول وہ اینا مال اور اگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال اپنی شخص سے بیچا بقدر اسکی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہے اگر وہ احمق فاسد الرائے نہو اور اگر یہ فعل ہو اگر اسنے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہین ہے اور مال منقول کے بیچنے مین دو روایتین ہین ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفله شیئا او طعاما واشهد انه یرجع به علیه یرجع به علیه ماله الا لو جوهما علیه حیث کان اور اگر باپ نے اپنے لڑکے کیواسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اسپر کہ مین اسقدر پیسہ اڑکے کے مال سے بھر لونگا تو اسنے بھر لے اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہین پیسے واجب ہونے کھانے اور کپڑے کے باپ پر بوقت مین بخلاف صغیر محتاج ہے تو اسکا نفقہ باپ پر واجب ہو رجوع جائز نہین وبمثله لو اشتری له دارا او عبدا یرجع سواء کان له مال او لا وان لم یشهد لا یرجع کذا عن ابی یوسف وهو حسن یجب حفظه وبانند لباس یا طعام اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اسکا مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کر لینے پر گواہ نہین کیا ہو تو رجوع نکرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہے اور یہ تفصیل خوب ہے اسکا یاد رکھنا واجب ہے واللہ اعلم یعنی یہ تفصیل غیب مین ند کور ہے کہ ایک وارث نے بنجمیر میت مین ترکہ سے بیچ کیا بلا اوصیاء اور بلا دین باقی اور دونون کے تو وہ بیع کل سے محسوب ہو اور وہ تبرع نہوگا اور اگر تمام ورثہ وغیرہ کی خرید مین بلا اوصیاء بلا دین باقی اور دونون کے اسنے فروخت کیا تو اسکے حصہ مین محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے مرمت کیا تو وہ تبرع ہے کذا فی المحطاوی مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الخنثی

اس کتاب مین خنثی کے احکام مذکور ہین ہم خنثی مشتق ہے خنث سے جسکے معنی لغت مین عبارت ہین نرمی اور کمزوری سے اور اسی سے مخنث ہے معلوم کرنا چاہیے کہ حق تعالی نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور انکا حکم مذکور نہین کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونون وصف متضادین ایک شخص مین جمع نہین ہوتے اور دونون مین علامت امتیاز کی آلہ تذکیر اور تانیث ہے پھر کیا ہے مشتبہ واقع ہوتا ہے مطرح کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہے جسمین تمیز نہین ہوتی کذا فی المحطاوی لما ذکر من غلبة وجوده ذکر نادر الوجود جبکہ مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی لینے مرد اور عورت کے احکام سے تو نادر الوجود یعنی خنثی کا ذکر شروع کیا هو ذو فرج وذکر او من مری عنه انه بینهما خنثی وہ ہے جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہے جو تذکیر اور تانیث دونون علامتون سے معلوم ہو قال بال من الذکر فقلام وان بال من الفرج فانثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہے اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے ہم جب اسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا شگاف ہے اور اگر اسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت ثدی یعنے پستان کی مانند ہونا کذا فی المحیط فانی بال منهما فالحکم للاسبق اور اگر دونون سے پیشاب کرے تو سبق اور قدم پر حکم ہے یعنے جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اسکا اعتبار ہے اسواسطے کہ ادمیت اسکی دلیل ہے کذا فی المضمرات اصلی ہے وان استویا فمشکل اور اگر دونون برابر بہہ اسطرح کہ دونون سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثی مشکل ہے ہم مشکل اسواسطے کہا کہ احد الامرین کی کوئی علامت نہین ولا بتغیر الکثرة خلافا لهما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہین امامؒ کے نزدیک برخلاف صاحبینؒ کے ہم صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج اصالت کی دلیل ہے اور للاکثر حکم الکل اور امامؒ کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امامؒ سے مروی ہے کہ انھون نے ابو یوسف رح سے

فرمایا کہ میں نے ایسا قاضی نہیں دیکھا جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے ہکذا فی الطحطاوی هذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحيته او وصل الى امرأة او احتلم كما علم الرجل فرجل یہ تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اسکی ڈاڑھی نکل یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اسکو احتلام ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظهر له ثدي او لبن لجاحف او جل او اعلك طيه فامرأة اور اگر اسکے پستان ظاہر ہوئی یا دودھ نکلا یا اسکو حیض آیا یا اسکو حمل رہا یا جماع اسکا کیا تو وہ عورت ہے ہم ظہور لبن سے مراد یہ ہے کہ دونوں پستانوں سے عورتوں کے مانند دودھ نکلے اسواسطے کہ مرد کی بھی چھاتیوں سے کبھی دودھ نکلتا ہوا یسا مستفاد ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اسکا جواب یہ ہے گا کہ ہے دودھ نکلتا ہو اور پستان ظاہر نہیں ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے متمیز نہیں ہوتی دودھ اثر انو متمیز واقع ہو گئی اور امکان حمل کی یہ صورت ہے کہ خنثی نے منی رعونی میں ایکر اپنی فرج میں داخل کی اور امکان وطی کی یہ صورت ہے کہ عورتوں نے اسکو دیکھا اور کہا کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم تظهر له علامة اصلا او تعارضت العلامات فمشكل لعدم المرجح اور اگر اسکی کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہوئی یا علامات میں تعارض واقع ہوا تو وہ خنثی مشکل ہے بعدم مرجح کیونکہ سے ہم تعارض علامات کی مثالیہ صورت ہے کہ پستان ابھرے اور ڈاڑھی نکل ایک ساتھ یا ذکر سے منی نکلا اور فرج سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انه تعد ضلعته فان ضلع المرأة فامرأة على ضلع الرجل بواحد ذكره الزيلعي اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثی کی پسلیاں شمار کیجاویں اسواسطے کہ عورت کے ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیوں سے کذا فی الزیلعی اسکو ذیلعی نے ہم اس میں اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہ ہے کہ بائیں طرف کی ہوتی ہے اور اسمیں اختلاف ہے کہ مرد کی سوا پسلیاں اور عورت کی سترہ یا مرد کی ستر وبیس اور عورت کی اٹھارہ بعضوں نے کہا کہ مشاہدہ اسکے خلاف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونوں کی پسلیاں برابر ہیں اور بنا بر قول تفاوت اضلاع کی وجہ اسکی یوں مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئیں تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام سوال پر جاری رہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصرا وحینئذ فيوجد في امره ما هو الاحوط في كل الاحكام اور اسوقت میں بصورت اشکال اعدم ہم ترجیح کے وقت تو عمل کیا جاویگا خنثی مشکل کے امر میں اس چیز کے ساتھ جسمیں زیادہ تر احتیاط ہو تمام احکام میں قلت ولكن قدمنا انه لا يجب الغسل بانزاله فيه لانه لا يتعلق الوجوب بإنبه خنثیہ میں کہتا ہوں لیکن ہمنے اول کتاب میں مذکور کیا کہ خنثی مشکل میں بوجہ خال سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے وضو سے تحریم متعلق نہیں تو آگاہ رہنا چاہئے من عنون اور تراویح میں عمل باحتیاط نہیں ہم یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثی مشکل نہا سکا جواب اسکا یہ ہے کہ انوثت کے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ ڈاڑھی نمود ہو گئی تو اشکال ثابت ہو گیا اور بسبب وجود ہم کلام ہو کذا فی الطحطاوی فيقف بيقين في حق النساء سو بنا بر عمل باحتیاط کے خنثی مشکل کھڑا ہو مردوں اور عورتوں کی صف کے مابین میں ہم یعنی نہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو نہ عورتوں کی صف میں اسواسطے کہ اگر خنثی مشکل نے الواقع مرد ہو تو عورتوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اسکی نماز فاسد ہو گی اور اگر عورت ہو تو مردوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہو گی تو اسکے ذمہ لازم رہا بیقین اسپیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثی بالغ ہوا اور عورتوں کی صف میں کھڑا ہوا تو اسپر اعادہ نماز کا واجب ہوا اور اگر مرد ہے تو اعادہ مستحب ہوا اور اگر خنثی ہوں تو اسطرح کھڑے ہوں کہ ہم متصل ہوں بلکہ درمیان میں کشادگی چھوڑیں کذا فی الطحطاوی واذا بلغ حد الشهوة فيلزمه اما مختون مالم فكون امة او مملوكه او فيكه خنثى حد شہوت کو پہنچے تو اسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاوے جو اسکی خنثہ کرے سو خرید سے اسکی وہ لونڈی ٹھہر یگی یا اسکے مانند عورت ہو گی ہم یعنے اگر واقع میں خنثے مرد ہے تو وہ اسکی لونڈی ہوئی تو اسکو نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقاً جائز ہوا اور اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کیطرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی ویكره ان يختنه رجل امرأة احتياطا لاحتمال الخنثى وعندنا لا وينبغي ان يكره من يختنه رجل او امرأة احتياطا لاحتمال الخنثى عندنا اور یہ مکروہ ہے کہ خنثے کا خنثہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اسمیں مضرت نہیں اسواسطے کہ خنثہ کرنا ہم حنفیوں کے نزدیک

سنت ہو نہ فرض ہے یہ مذکر ہو خنثی یا لڑکا اور صغیر کا نفقہ تو ماں اور عورت دونوں کو درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال ثم تبدأ اور اگر خنثی کا مال نہ ہو تو نفقہ کرنے والی اور خنثی بیت المال لیتے خزانہ سلطانی سے فریدکیا ہے پھر نفقہ کے لیے بیچ ڈالی جاے اور ثمن اسکا بیت المال میں داخل کیا جاے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کے واسطے مقرر ہے کذا فی الکبری وبزوجہا امرأۃ خنثی لتحتشم لانہ ان کان ذکرا لم یتزوج الکامرد وان انثی فقل الجنسان خفتم یطلقہا وتتداخلہما احتیاطا یا خنثی نکاح کرے نفقہ کرنے والی عورت سے تاکہ وہ اسکا نفقہ کرے اسلیے کہ اگر خنثی مرد ہو تو نکاح صحیح ہو اور اگر عورت ہو تو ہم جنس لینے عورت کا کفیل ہونا عورت کیطرف سبکتہ ہو مرد کی طرف سے پھر خنثی نفقہ کے بعد اسکو طلاق دے اور خنثی کو کہ عدت تین حیض ہے بنا بر احتیاط کے اگر خنثی نے اسکے ساتھ خلوت کی ہو ہم یہ قول الحاوی نے اپنے استاد سے نقل کیا ہوا اور بیت المال کا قول علماء مذہب سے منقول ہو اسواسطے کہ اگر اسنے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہو تو عورت علقہ ہوگی اس سے خلاص نہیں ہو سکتی اور وجوب مہر کا عقدہ سے یقین نہیں ہو سکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثی مشکل مر گیا اور یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اسپر نفقہ واجب ہوا یا نہیں رازی نے یوں کہا ہو اور علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہو کہ نکاح کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہو سو وہ خنثی کہ بعد طلاق کے اختیار شرط کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہو زمانہ اس زمانہ میں ایسے کام کیواسطے از قسم محال ہو تو نکاح کر لینا اسہل ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکرہ لہ لبس الحریر والحلی اور خنثی مشکل کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہو کذا فی الخلاصہ وہو غیر محرم اور خنثی مشکل سے خلوت اور تنہائی نکرے سوائے اسکے محرم کے وان قبلہ رجل تثبت حرمۃ المصاہرۃ اور اگر خنثی مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوگی مرد جانے نہوہ کا خنثی کی ماں کو اس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امرأۃ اور خنثی مشکل سفر نہ کرے بدون محرم کے احتمال کی وجہ سے کہ وہ عورت ہو محرم سے مراد محرم مرد ہو اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اسکو سفر درست نہیں وان قال انا رجل او امرأۃ کا عبرۃ بہ فی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثی مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اسکا کچھ اعتبار نہیں صحیح قول میں اسواسطے کہ یہ دعوی ہے بدون دلیل وقیل یعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اسکا قول معتبر ہو اسواسطے کہ اسپر سوائے اسکے کوئی واقف نہیں لکن فی الملتقی بعد تقریر انکالہ لا یقبل وفیہ بقبل قلت فیہ یحصل التوفیق لیکن ملتقی میں ہو کہ بعد ثابت ہو جانے اسکی انکال کے قول اسکا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت انکال قول اسکا مقبول ہو میں کہتا ہوں اور اس تفصیل سے تو توفیق بین القولین المذکورین حاصل ہو گئی یعنے مدعم قبول کا قول اس صورت میں ہو جبکہ خنثی کا مشکل ہونا ثابت ہو چکا اور قبول اس صورت میں ہو جبکہ ہنوز انکال ثابت نہیں اسی طرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہو محیط سے ویضعف ما نقلہ القہستانی عن شرح الغزنفر للسید غیرہ کاللہ یحمل علی ہذا فتنبہ اور منسوب بضعف ہو وہ قول جو قہستانی نے فرائض شرنبلی وغیرہ سے نقل کیا ہو کہ اس تفصیل مذکور پر اسکو محمول کیجیے تو قول صحیح ہو گا ضعف رفع ہو جاویگا سو آگاہ رہنا ہم قہستانی میں فرائض شرنبلی سے یوں ہو کہ اگر خنثے نے حیض یا منی کی بابر دیا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اسکا مقبول ہوگا اور جو اسکا مقبول نہ ہوگا بیشک مذبذب اسکا ظاہر نہ ہو یقیناً چنانچہ اسنے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پھر اسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی للطحاوی نے کہا کہ قول مذکور کو اس محمول کرنا متعین ہو بدلیل انہ لم یفصل واللہ اعلم وتوضأ قبل ظہور حالہ لم یغسل ویتمم بالصعید لتقدم الحدث اور اگر خنثی مر گیا قبل ظاہر ہو جانے اسکے حال کے تو غسل نہ دیا جاے اور اسکو تیمم کروایا جاے خاک پاک سے بسبب یہ ہے نفس کے حرم جو نکہ اسکا ہونا ثابت نہیں جو اسکو مرد یا عورت غسل دے یا تیمم متعین ہو اسواسطے اگر تیمم کرنے والا اجنبی ہو تو اپنے ناخن میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے اور اگر محرم ہو تو بدون کپڑے کے تیمم کرا دے جو عورتوں میں مر گیا کذا فی الحموی ولا یحضر حال کونہ مراحا غسل میت خنثی اور خنثی مشکل قریب البلوغ ہونے کی حالت میں کسی دو کے غسل میں حاضر نہ ہو لا مرد ولا عورت وندب تجہیۃ قبر اور مستحب ہے خنثی مشکل کی جو مردوں کے گنتے میں ہو کہ لیا جاوے مرد کے مانند ویوضع الرجل بقرب الامام ثم ہو ثم المرأۃ اذا صلی علیہم دفعۃ لحق التربیب اور امام کے نزدیک کہا جاے مرد پھر خنثی مشکل پھر عورت جبکہ اکٹھے جنازے

کی نماز پڑھی جائے حق تربیت کی رعایت کرنے کے واسطے ہم خنثی کا جنازہ دیکھ کر بعد رکھا جائے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثی مرد کے ساتھ غدر سے ایک قبر میں دفن ہو تو مرد کے پیچھے رکھا جائے اور دونوں کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جائے تاکہ بمنزلہ دو قبروں کے ہو جائے اور یہی حکم ہے مردوں کے دفن کا جبکہ ایک قبر میں دفن ہوں اور اگر عورت اور خنثی بسبب تعذر دفن ہوں تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثی کا کفن پانچ کپڑے چاہیے عورت کے مانند اور اسکو قبر میں محرم قرابت والا رکھے ارث احتمال کے سبب کذا فی البلخ فقام فرعه فی احکامه من الاشباه بل عندی فیه تالیف مجلد مفید اور خنثے کے تمام احکام کے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں لیکن میرے نزدیک اسمیں ایک تالیف مجلد کا ان ہو ہم نے مسائل خنثی مشکل کے یہ ہے کہ اسکی امامت صحیح نہیں مگر عورتوں کے واسطے اور اسکی نماز عورت کے مانند ہے مشکل میں اصل اختلاف ایسی عورت سے ہے جو خنثی سے نکاح کرے یا خنثی عورت سے نکاح کرے یا مرد نے اسکے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع پر قادر ہوا تو نکاح اب صحیح ہو گیا اور اگر اسنے اپنی مانند دوسرے خنثی مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی الملتقط اور لہ فی المیراث اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین بہ یقین کما سحققہ اور خنثی مشکل کو میراث میں اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین ہے اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے اقل النصیبین یعنی مرد اور عورت کے دو حصوں میں سے جو حصہ کمتر ہوگا وہ اسکو دیا جائیگا یہ مذہب ہے امام کا یعنے خنثی مشکل کے حصہ کو نظر کرینگے کہ اسکو مرد فرض کرنے میں کسقدر ملتا ہے اور عورت فرض کرنے میں کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصوں میں جو کمتر ہوگا وہ خنثی کو ملیگا اور اگر احد التقدیرین میں خنثی محروم ٹھہریگا تو اسکو کچھ نہ ملیگا لہذا اختلاف کرے اقل النصیبین کی تفسیر اسوء الحالین مذکور کی یعنے جو دو حالتوں میں بدتر حالت ہوگی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی بدحالی اسکے نصیب میں ہے تو اسوء الحالین قلت مدار حرمان دونوں کو شامل ہے کذا فی الجلبی تعرف وقالا نصف النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونوں حصوں میں سے نصف نصف اسکو ملیگا یعنے نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا

فلو مات ابوہ وترک مع ابنا واحدا له سهمان وللخنثی سهم فالخنثی مشکل کا باپ مرگیا اور خنثے کے ساتھ ایک بیٹا اسنے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم اور خنثی کا ایک سہم خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثی عورت کے حکم میں ہے میراث میں تا وقتیکہ اسکا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف ثلثه من سبعة وعند محمد اخمسة من اثنی عشر وعند ابی یوسف کے نزدیک صورت مذکورہ میں خنثی کے تین سہم میں ثبات سہمون سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم بارہ میں سے ہم صاحبین کی دلیل طولات میں تذکرہ ہے وعند ابی حنیفة لهم من ثلثة لانه الاقل وهو متیقن به یقتضی علی کون المال لا یجب بالشک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خنثی کا ایک سہم ہے تین سہمون میں سے واسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اسی پر اقتصار ہوگا کیونکہ مال شک سے واجب نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں کہ ثبات مال کی ایسا تعجلت ہوئی واسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا لذکورت کے سبب سے ہوا نوثت کے سبب سے اور خنثی مشکل میں دونوں سببوں سے کوئی معلوم نہیں اور اثبات مال کا ابتدا بدون سبب متحقق کے شرعاً جائز نہیں تو یقین پر بیشک زائد ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ میں شک ہے تو یقین ہی کیساتھ اسی پر اقتصار کریگا کذا فی البحر یعنی شرح المنارة حتی لو کان الاقل علی تقدیر ذکرناه کزوج وام وشقیقة هی خنثی فلهذا السدس علی انه عصبة کان الاقل لو اگر اقل ہوا اس تقدیر پر جیکہ خنثی کو مرد فرض کیجیے تو اسکو ہم مرد ہی ٹھہراوینگے چنانچہ اس صورت میں کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چھوڑ کر جو خنثی ہے تو اسکو بھائی حصہ یعنی گنا بنا بر اسکے کہ وہ عصبہ ہے واسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے تو صورت مذکورہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثی کا باقی مال یعنے سدس فلو قدر الثنی کان له النصف وعالت الی تسعة اور اگر صورت مذکورہ میں خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ہے اور یہ مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم کیطرف عول کریگا ہم دیکھتے ہیں دونوں تقدیروں میں چھ سہمون سے ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت میں عول کی حاجت نہیں اور دوسری صورت میں عول کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے کہ خنثی کی میراث اقل النصیبین ٹھہری تو اس مسئلہ میں اسکو عورت ٹھہرایا کیونکہ اسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اسکو مرد قرار دیا تاکہ اسکا حصہ سدس ہو واسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محرومًا علی احد التقدیرین فلا شئ له کزوج وام وولد ابن او شقیقة خنثی فللاخ الاب عصبة ولو قدر انثی کان له النصف وعالت الی تسعة اور اگر خنثی محروم ٹھہرے دو تقدیروں میں سے ایک تقدیر پر تو کچھ نہ ملیگا جیسے شوہر اور ماں اور خنثی جو ہمارے اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مر گئی

اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی ششتی چھوڑ کر تو ششتی کو مرد فرض کر نہیں کچھ حصہ نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہوا۔ اگر ششتی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا حصہ نصف ہے کیونکہ وہ صاحب فرض ہے اور اسوقت مین یہ مسئلہ تو سہم کیطرح حل کریگا ھم اس مسئلہ مین سہم کا حصہ نصف ہے اور مان کا چھٹا اور دونون اخیافی بھائیون کا تہائی اور سگا بھائی جو ششتی ہے وہ محروم ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے اور عصبہ اسوقت میراث پاتا ہے جب اہل فروض سے کچھ باقی رہے سو یہان کچھ باقی نہ رہا اور اگر ششتی کو عورت فرض کیجیے تو اہل فرض ہوگا تو اسکا حصہ نصف ہے تو بنا بر اسوہ اہل العین کے اسکو وہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تا کا نصف بناوے ولو مات عن عم وولد اخیہ خنثی قد انثی فکالمسئلۃ اور اگر ایک شخص مر گیا اپنے ایک چچا اور بھائی کا ایک لڑکا چھوڑ کر جو خنثی ہے تو خنثی کو یہان عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا ھم خنثی کو عورت ہوا سطے فرض کیا کہ بیٹی چچا کے برابر وارث نہین ہوتی اور اگر اسکو مرد فرض کرتے تو وہ بھتیجا تھہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلیے کہ ہر چند دونون عصبہ ہین لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الملتقط واللہ علم وہ استغفر اللہ الحلیم الکریم

مسائل ششتی

جمع شتیۃ بمعنی متفرقۃ وھو من الاضداد کما تذکر فیما کان یجمع ذکرہ فیہ قلت وقد الحقت غالبا بما یجمع انثاہ وتکون ھذہ یہ ذکر ہے مسائل ششتی مین ششتی جمع ہے شتیت کی بمعنی متفرقہ اور وہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب مین مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر کرتے ہین واسطے تدارک اُن مسائل کے جو وہان مذکور نہین ہوئے جہان اُنکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا مین کہتا ہون اور البتہ مین نے اکثر مسائل ملا بے اُنکے مراتع مناسب مین اور مذاکرہ کیا ہے جنکے الحاق فروع کو توفیق دی عن قریب من الحر خارج نجس ھذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمھا کلام قد وعدتنا بہ فی اول نواقض الوضوء پسینہ شرابی دائم الخمر کا خارج ناپاک ہے یہ مقدمہ صغریٰ ہے جسکی تسلیم مین وہ کلام ہے جسکا مین نے تجھسے وعدہ کیا تھا اول نواقض وضو مین ھم انشاء اللہ تعالیٰ قید ظاہر اسپر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہین اور علت لیتے پسینہ کا تولد ہونا نجس سے لیتے خلف اور شراب سے عدم تقلید کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ھذا مقدمۃ کبری وھی مسلمۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور جو خارج نجس ہو وہ وضو کو توڑتا ہے یہ مقدمہ کبریٰ ہے شکل اول بدیہی الانتاج کا اور وہ لیتے کبریٰ مسلم ہے ہمارے نزدیک تو مدمن مقدمون سے ملکر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ مدمن کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے ولکنہ یحتاج کاثبات الصغری وھا صلہ ما فی الذخائر اشرفیہ کابن الشحنۃ معزیا الخ یحتاج الخ قال فی علیہ فعرق مدمن الخمر نجس بلا دلیل لیکن اس شکل مین صغریٰ کے ثابت کرنے کی حاجت اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین نسبت بحبتی مذکور ہے اسکا حاصل کلام یہ ہے کہ اس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہو ناپاک ہے اور بنا بر اس قول کے تو مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہوگا بلکہ اولیٰ بالنجاستہ ہوگا بوجہ الویت کی یہ ہے کہ شرب قبیح چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکالنے مین غیر قبیح چنانچہ مرغی کے چارہ سے زیادہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ثم قال وما سیجیء من کان عرفہ کعرق الکلب والخنزیر پھر مجتبی کے مصنف نے کہا اور کتنا قبیح اور مذموم ہوگا وہ شخص جسکا پسینہ کتے اور سور کے مانند ہے یعنی نجس ہے مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال ابن الغرخینتذ ینقض الوضوء وھو غریب وفی بعضھم ظاھر قال المصنف وظاھر عند نا علیہ ابن الغر نے کہا تو اسوقت مین لیتے جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہو تو وہ وضو کو توڑیگا اور یہ مسئلہ عجیب و غریب ہے اور اسکی تخریج ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اسکی تخریج کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہمنے اسپر اعتماد کیا یعنے اور متن مین اسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالیٰ کیف یعول علیہ وھو مع غرابتہ لا یشھد لہ روایۃ ولا دارایۃ وقد اطلعت علی ما یخالفہ اذ الم یر عن احد ممن یعتمد علیہ ما الثانیۃ فلعدم تسلیم المقدمۃ الاولی الخ شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اللہ تعالیٰ انکو آفات سے محفوظ رکھے کہا ہے کہ کیونکر اسپر اعتماد کیا جاوے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور مذمت کے نہ اسپر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہے نہ عقلی عدم روایت تو خود ظاہر ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ معتد بہ علمون مین سے ایک عالم سے بھی مروی نہین اور مستدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت ہین ھم مقدمہ اولی غیر مسلم یہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہو دیشھد لبطلانہا مسئلۃ الجدی الخ اغذی بلبن الخنزیر فقد علل احکامہ بعبرۃ بہ

مسئلہ کا کا یقولہ ثم فکلہ مذکی ومیتتہ اور مقدمہ سابقہ کے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہے بکری کے بچہ کا مسئلہ جیسا اسکا بچہ سو کھ کر مردہ ہو یا بالبا دا ہے سے کر طلاق اسکی حلت اکل کی حلت بیان کی دودھ کے مستہلک کا نابود ہو جانے سے اصلاح کہ اسکا کچھ اثر باقی نہیں رہتا تو بطریق اولیٰ گوشت کے پسینہ میں کہ میں گئے یعنی شراب اسکے بدن میں مستہلک نابود ہو گئی کچھ اسکا اثر باقی نہ رہا مع یہ استدلال نقلی ہونے عقلی مگر یوں کہیے کہ عقل اسکی تائید کرتی ہے ویکفینا فی ضعفہ قرابتہ فزجرہ عن القیاس تقریب طہر عن السرجین ملتن وشرح اور یہ کو کفایت کرتا ہوا سکے ضعیف ہونے میں اسکا غریب اور نادر ہونا اور اسکا خارج ہونا طریق سے یعنے مذہب علما حنفیہ کے مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح کے گرد پیش سے واجب ہو مع سرح لمفتح سین مہملہ وراء مہملہ ہو طحطاوی نے کہا منجملہ اسکے معانی کے درخت بھی ہے اور یہی مناسب ہے لفظ طرح کے اس درخت کا پہل ساقط کیا جاوے یعنے فروع مذہب سے گرایا جاوے انتہی الخصاف اصلہ اور منجملہ معانی شرح کے قناعے دار بھی ہے کذا فی القاموس اور بنا کا دار عبارت ہر کشادگی پیشانی سے اور میرے نزدیک یہی مناسب مقام ہوا سلیے کہ متن بمنزلہ گھر کے ہوا اور شرح بمنزلہ دست بشانہ ہو لہذا ترجمہ یہ کیا گیا واللہ اعلم خبزہ وجد فی خلالہ حزہ فارۃ فاکلہ صلیا رعی بہ واکل الخبز ایسا روٹی ہے جسکے اندر حبہ کی بینگنی پائی گئی تو اگر بینگنی سخت ہو تو پھینک دیجاوے اور روٹی کھائی جاوے وکا یفسد حزہ الفارۃ الدھن والماء والحنطۃ للضرورۃ کالدابۃ یطعم لہا دلونہ فی الدھن ونحوہ لعشرۃ وامکان التحرز عنہ حینئذ خانیۃ اور حبہ کی بینگنی تیل اور پانی اور گیہوں کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کی وجہ سے مگر جبکہ اسکا مزہ یا رنگ تیل اور اسکے مانند سائل چیز میں ظاہر ہو تو البتہ مفسد ہے بسبب اسکی کثرت کے اور اسوجہ سے کہ اس سے بچنا اسوقت میں ممکن ہے کذا فی الخانیہ ہم خانیہ میں ہے کہ جو حبہ کی بینگنی جبکہ گیہوں میں پڑ گئی اور گیہوں کے ساتھ پس گئی تو اسکے آٹے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر اسوقت جبکہ کثرت سے ہو اور اسکا تغیر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنے اب اسکا کھانا درست نہیں کذا فی الطحطاوی وفی السنن الرواتب کالبیطار یقتصر تقدم فی باب الوتر رواتب سنتوں میں نہ درود پڑھا جاوے اور نہ دعاے اقتصار یہ مسئلہ باب الوتر میں مذکور ہو گیا ہم سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتیں اور جمعہ کی اول کی دو رکعتیں اور بعد کی چار رکعتیں ہیں اس کتابکے باب الوتر میں یوں مذکور ہوا کہ درود نہ پڑھا جاوے ظہر کے قبل کی چار رکعتوں کی قعدہ اولی میں اور جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتوں میں اور مغرب میں اختلاف ہے جیسی کہ سپہلے اسکے کیونکہ سنت موکدہ ہونے کے سبب سے یہ فرض کے مشابہ ہو گئیں اور باقی چار رکعتوں میں درود بھی پڑھا جاوے اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اسلیے کہ ہر دوگانہ بعد گانہ نماز ہے الدعوۃ المستجابۃ فی الجمعۃ عند وقت العصر علی قول عامۃ مشائخنا اشیاء وقد مناہ فی الجمعۃ عن الاختیار خانیۃ دعا مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیوں کے نزدیک عصر کے وقت بموجب قول اکثر ہمارے علما کے کذا فی الاشباہ اور ہمنے اسکو باب الجمعہ میں تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایک وقت دعا مقبول ہوتی ہے اسوقت کی تعیین میں اختلاف علما ہے حنفیوں کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا الخروج من الصلوٰۃ الا بفعلہ علی قولہ علیکم خارج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کی لفظ پر یعنے اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحطاوی حتی لو دخل رجل فی صلوتہ بعد الا یصیر داخلا بہذا قدمناہ فی صفۃ الصلوٰۃ اور اسوقت میں جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہ ہوا تو اگر ایک مرد مقتدی اپنی نماز میں داخل ہوا بعد اسکے کہ وہ نماز میں داخل ہو گیا شارح نے کہا جنانچہ قول کی صفۃ الصلوٰۃ میں قدم ذکر کیا ہے لذا ذب بعض رطب ظاہر یا بسقط بہ رطوبۃ علی ثوب ظاہر کذا فی النہر وعبارۃ الکنز علی الثوب الظاہر کما یسیل لو عصر کنجس قبل ان یغسل ثوبا پاک گیلا کپڑا پیشاب کیا گیا خشک پاک کپڑے میں سو اسکی رطوبت ظاہر ہوئی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تھا کہ اگر اسکو نچوڑتے تو نہ سکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہ ہوگا شارح نے کہا ہمنے اسکو کتاب الصلوٰۃ سے پہلے مذکور کیا ہو فن کے لحاظ سے کپڑا ناپاک ہو گیا ظاہر ہو اور کنز کی عبارت علی الثوب الظاہر ہم نجاست سے مراد یہ ہو کہ پیشاب یا مانند اسکے کی نجاست نہیں ہو بلکہ نجس پانی ہے سے کپڑا تر ہو گیا ہو اسطرح پر کہ نجاست کا اثر خشک کپڑے میں ظاہر نہیں نہ دلالۃ یعنے اور اسکی شرح صغیر میں ہو کہ جو خشک پاک کپڑا ایسا ناپاک کپڑے میں لگا کر ناپاک کو نچوڑ دیے تو نہ ٹپکے تو وہ نجس نہیں ہوتا یعنے کہ نجاست کا حکم پاک کپڑے پر نہیں آتا مگر اسمیں اختلاف ہو کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑ دیے تو نہ ٹپکے طحاوی نے کہا کہ وہ نجس نہیں ہوتا اصح قول میں ہو یہ مسلم نہیں اسواسطے کہ کثیر ہوتا ہو خشک کپڑا بہت نجاست کو جذب کر لیتا ہو اسلیے نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو غلط تر ہی ہو جزم خشک پر نہیں آتی مگر اسی صورت میں جبکہ ناپاک

کپڑا نچوڑنے سے نہ ٹپکتا ہو تو یہی متعین ہو گیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتوی دیا جاوے کذا فی الطحطاوی ملخصا عن مراقی قریب ثوب طاہر تھا لیکن چونکہ حلوانی کا قول مفتی بہ کے مخالف تھا لہذا ترجیح نے ثوب نجس کو مرجح قرار دیا واللہ اعلم کما لو نشر الثوب المبلول علی حبل بقرب ثوب طاہر وشک فی اصابۃ نجاسۃ ادنام علی فراش نجس فعرق ولم یظہر اثر یکفی خانیہ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا ناپاک خشک سی پر یا پاؤن کو دھویا اور ناپاک زمین پر چلا یا ناپاک فرش پر سویا سو اسکا پسینہ بھلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پاؤن یا بدن پر ظاہر ہو تو ناپاک ہو گا کذا فی الخانیہ ہم عموی نے کہا ناپاک زمین پر تر پاؤن یا کپڑا پھیلا گذر زمین تر ہو گئی اعیاہ لیکن اثر نجاست کا پاؤن میں ظاہر نہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پاؤن سے تو ناپاک ہو گا اور سراج میں ہے اور اگر خشک قسم ہاتھ کے ناپاک تر پر سویا اگر تر ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا اور نہیں تو نجس نہیں اور فقط تلاوت اور تراویح کا مجمع اعتبار نہیں بنا بر قول معتمد کے بخلاف دن حرم کے کذا فی الطحطاوی قولہ الکوۃ الاتاۃ سماہ فرضا جاز فی الاصح لان العبرۃ للقلب لا للسان اھ اے زکوۃ کی نیت کی مگر اسکا قرض نام رکھا اپنے محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست ہے صحیح تر قول میں اسواسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا ھم صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت دافع کا اعتبار ہے یعنے اسکا علم فرض نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحطاوی من لہ خط فی بیت المال کالعلماء ظفر بمالہ وجہ لبیت المال فلہ اخذ دیانۃ قدمناہ قبیل باب المصرف جسکا حصہ بیت المال میں چنانچہ علماء ہیں سو اسنے بیت المال کا مال پایا تو اسکو اسکا لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے جسکو باب المصرف کے پہلے مذکور کیا ہم بیت المال یعنے خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال اور قاضی اور انکی اولاد اور طالب علم اور واعظ دین ہیں نماز یہ ہیں ہو کما امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس لعنت ہو اور مرنے کا وقت مرجاوے اور اسکا کوئی وارث نہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اسواسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو ضائع ہو گا اسواسطے کہ حاکم اسکے مصارف شرعی میں صحیح نہ خرچ کرے گا اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی افطر فی رمضان فی یوم ولم یکن صحی افطر فی یوم اخر فعلیہ کفارۃ واحدۃ ولو نوی رمضانین علی الصحیح وقد صناہ فی الصوم سفرہ تو ڈیڑھ رمضان کے ایک دن میں کہ کفارہ ادا نہیں کیا یعنی ایک کہ دو سرے دن کا روزہ تو ڈیڑھ ہی ایک کفارہ ہے اگرچہ اسنے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح کے اور ہمنے اسکو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نہ کی یعنے یوں کہا کہ تیسری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے ہم اسلیے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوۃ صح ایضا والاول سنۃ فی الصلوۃ اول صلوۃ علیہ او اخر صلوۃ علیہ کذا فی الکنز تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نہ کرے نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب اللہ ہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب ہے اسیطرح کنز میں ہے ھم مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی قضا سے مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلی پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں ابو یعنی نہیں کہ دونوں رمضان کو نیت میں جمع کرے سو اسلیے کہ صوم میں دو فرضوں کا نیت کرنے والا منتقل ہوتا ہے یعنے فرض دا نہیں ہوتا بلکہ ایک نفل ہو جاتا ہے قال المصنف قال الزیلعی وکذا صح اشتراط التعیین فی الصلوۃ وفی رمضانین الخ قلت وھکذا قدمنہ فی باب قضاء الفوائت بعد الوتر وغیرھا اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر نقل ہے میں کہتا ہوں اسیطرح اشتراط التعیین کو ہمنے ذکر کیا ہے باب قضاء الفوائت میں وتر وغیرہ کا تابع ہو کر ھم الطحطاوی نے کہا والتصحیح کی دلو الحیۃ میں اس قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی قضا ہو مگر تعیین اسطرح ہو انتہی لو وہ رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانی برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوۃ میں نماز اور اسکے دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کے ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی تو اشتراط تعیین کے قول پر جائز ہے اسکو کہ نماز متعین ہو گئی اسکے متعین کرنے سے اور اسیطرح وقت بھی متعین ہو گیا اول یا آخر کہنے سے سو اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی تو اب اسکے بعد کی نماز اول ہو گئی اور جو اسکے پہلے ہو وہ پچھلی نماز ہو گئی مصنف نے کہا اور یہ یعنے اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کرنا مخلص ہے اس شخص کے لیے جسکو کچھ شغل یاد نہ رہے یا سر شتبہ ہو گئے

لہ اگر کسی نماز کا وقت یاد نہیں ہے

تنبیہ یہ بھی ہمارے زمانہ کے لوگوں کا حال ہے کہ بیت المال کا مال کسی مستحق پر خرچ کرتے ہیں

یا اُسنے اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی ثم رأیتہ فی البحر قبیل باب اللعان مانصہ ونیۃ التعیین لیس بشرط بل باعتبار ان مراعاۃ الترتیب فی اجبۃ علیہ ولا یعلمہ مراعاۃ لکلیۃ التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت ولکن نیۃ الظہر کافیۃ کذا فی المحیط وھو تفصیل حسن فی الصلوٰۃ یعنی حفظ اتنبی للقطر ثم میں نے بحر الرائق میں باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جسکی عبارت یہ ہے اور تعیین کی نیت ضروری نہیں ہوتی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہو بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی شرط ہے کہ مراعات ترتیب کی جو واجب ہے اور اسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہیں ہوگا مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہوگئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہے نہ اسکے سوا اور ایسا ہی مذکور ہے محیط میں اور یہ تفصیل خوب ہے نمازوں میں اسکا یاد رکھنا لائق ہے انتہی بلفظہ ثم رأیتہ نقلہ عنہ فی اکثر اشباہہ فی بحث تعیین المنوی ثم قال وھذا مشکل وماذکرہ اصحابنا کلھم یفیدہ خلافہ وھو المعتمد کذا فی التبیین انتہی ایضاً ثم رأیتہ فی خزانۃ المفتین پھر دیکھا میں نے صاحب بحر الرائق کو کہ اُسنے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی شباہ میں تعیین منوی کی بحث میں پھر کہا اور یہ یعنی عدم تعیین کثرت فوائت میں مشکل ہے اور جو ہمارے علمانے مذکور کیا ہے چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہے یعنے تعیین مشروط ہے انکے کلام میں اگر چہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط التعیین معتمد ہے چنانچہ تبیین میں ہے انتہی بحروف الاشباہ تو اس آگاہ جناب سے اشکال کی عدم اشتراط التعیین فی الجملہ کلیہ کو مہدم کرتا ہے جسپر فقہا کا اتفاق ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے بمناسبت کی تعیین کو اسلئے کہ اور سب نمازیں من قبیل المتماثلات ہیں کہ ہر ایک اسلئے کہ انکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ ط طحطاوی نے ہو المعتمد کے حاشیہ میں کہا کہ عدم تعیین قول بھی ہو تو بھی صحیح ہے اگر یہ تعیین احوط ہے

راس شاۃ متلطخ بدم الرحق الرأس وزال عنہ الدم فانہ یحکم بطہارتہ حتی یجوز استعمالہ والحق کما فی الفصل وقد صرحوا بہ فی الطہارۃ بھیڑ بکری کا سر جو ذبح کرنے کے بعد جلایا گیا اور خون اُس سے دور ہو گیا پھر اسکا شوربا بنایا گیا تو اسکا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دھونے کے برابر ہے پاک کرنے میں اور رہنے کتاب الطہارۃ تبیین علیہ السلام ذکر کر دیا کہ جلانا بھی طہارت میں داخل ہے ہم آگ سے نجاست کو فنا کرتی ہے یہاں تک کہ شی ناپاک عین ناپاکی کا کچھ اثر نہیں رہتا جلا کر راکھ کر دیتی ہے بطریق استحالہ کے ولہذا اگر کوئلہ جل کر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجاوے یا کھورنکسار میں گر کر نمک بنجاوے کذا فی الطحطاوی سلطان جعل الخراج لربہا کان فی حجر بادشاہ نے خراج لیے محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے ہم یہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام محمد کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہیں

عشر کی مانند مفتاح میں ہے کہ محل خلاف اسوقت ہے جبکہ زمیندار سے صرف ہو خراج کا اور اگر اہل اسکا نہیں ہو تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وان جعل للعشر کالعشر کما ذکرہ قلت وقد قدمتہ فی الجہاد وقدمتہ فی الزکوٰۃ ایضاً اور اگر بادشاہ نے زمیندار کیواسطے عشر عطا کیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ عشر زکوٰۃ ہے میں کہتا ہوں کہ میں نے اسکو کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوٰۃ میں بھی مذکور کر دیا ہے ہم جب عشر زکوٰۃ ٹھہرا تو وہ فقیروں کا حق ہے ہاں اگر زمیندار فقیر ہو تو اسکو بھی دینا درست ہے کذا فی الطحطاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعۃ الارض واداء الخراج ودفعہا الامام الی غیرہم بالاجرۃ لیتعلموا الخراج من اجر فیہا المستحقۃ جائز اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اُن سے زمین کو دیدی بطریق اجارہ کے تا وہ خراج ادا کریں اسکی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہے فان فضل شیء من اجرتہا دفعہا الیہا علیہ للحقین پھر اگر کچھ فاضل بچے اسکی اُجرت سے کچھ تو زمین کے مالک دونوں حقوں کی رعایت کیواسطے لینے اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اسکا اسی روپیہ ہیں تو اسی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ زمیندار کو دے فان لم یجد الا مکاریا فیہا لقادر اخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہ خراج درء الافضل کہ زمیندار بھی نہ ملے پھر اگر بادشاہ اسکو بنا سے جو زمین اجارہ پر لیوے تو اسکو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اسکے ثمن سے لے اگر مالکون پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو اسکے مالکون پر دے کذا فی الزیلعی قلت وقد صرحوا فی الجہاد ترجیح سقوطہ بالتداخل فیحمل علی المرجوح او علی ان مراد لعدم خراج السنۃ الماضیۃ فقط میں کہتا ہوں اور سبقت کتاب الجہاد میں مذکور کیا ہے خراج ساقط ہونے کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور مرجوح ہے یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جائے

ہم سقوط بالتداخل کا محل اُسوقت ہے جبکہ مالک عاجز ہوگیا زراعت سے اور اگر عاجز نہین ہوا تو بسکے نزدیک خراج لیا جاویگا اور یہ محمل خوب ہے فتاوی قاضی خان مین ہے کہ جب خراج مجتمع ہوا اور ادا نہ کیا تو امام کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلے سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور یہ بسیر سے ساقط ہوگا انتہی اور یہ صریح ہے سال ماضی کے سقوط خراج مین کذا فی الطحطاوی وفهم مذبوحة ومیتة فانکانت المذبوحة اکثر تحرق وفی اکل الاکیان کانت المیتة اکثر او استویا لا یتحری وفی حالة الاختیار بان یجد ذکیة ذکاه تحری فی اکل مطلقا و من جند بصیر یکریان مذبوح اور مردار ہین سو اگر مذبوح زیادہ تر ہون تو اُسکل کرے دیکھا ہوے اور اگر مردار زیادہ تر ہون یا حلال اور مردار دونون برابر ہون تو اُسکل نہ کرے مگر اختیار کی حالت مین ہو اسطرح پر کہ ذبیح کی بکری پاوے اور نہین تو اُسکل کرے اور کھاوے ہر طرح سے خواہ برابر ہون یا کم زیادہ اور یہ گذر گیا ہم کثرت کا اعتبار سو اسکے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہے افادہ اباحت مین کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ بازار خالی نہین ہوتے ہین ہم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکے تناول مباح ہیں ظاہر ہے عدم ادراک کے ساتھ اسکے قلیل ہے بچنا ممکن نہین تو اُسکا اعتبار ساقط ہوا دفع حرج کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے مین ساقط الاعتبار ہے بخلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہان ضرورت نہین تو اُس سے احتراز ممکن ہے اکثر مشائخ نے المختار مین یون ہے وعزی گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نہ آیا جہان اس مسئلہ کو مذکور کیا ہوگا اور بعضے مشائخ مین یون ہے کما فی انا والماء کذا فی الطحطاوی اور عزیے کیلئے نسخہ صحیحہ مین فقط تقریر ہے مین نے اسپر اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی مین ہے اصح و اشہر قول یہ ہے کہ مذبوح کی علامت یہ ہے کہ اُسکی گردن کی شہ رگین خون سے خالی ہوتی ہین اور مردار کی خون سے بھری ہوتی ہین ایماء الاخرس کتابته کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے یعنے زبان کے بولنے کے برابر ہے مصنف نے گونگا آدمی اگر ہاتھ یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کے مانند ہے ثبوت احکام ضبط کیلئے اُسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اُسکا کوئی اشارہ فہم مستقیم سمجھاوے اور پیدائشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مستبعد ہے لیکن اگر بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی بخلاف معتقل اللسان برخلاف معتقل اللسان کے ہم معتقل اللسان بفتح قاف وہ ہے جو کلام کرنے قادر نہو گا مگر تکلف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعی هما سواء اور امام شافعی نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونون برابر ہین فی وصیة ونکاح وطلاق بیع وشراء وحدود وغیرها من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثله معتقل اللسان ان علم اشارته واشتهت عقلیة الی موته بان یفتح قلته وموفی الوصایا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کے مانند ہے وصیت مین اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شراء اور قصاص وغیرہا من الاحکام مین یعنے گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ مین معتبر ہو اور گونگے کے مانند معتقل اللسان ہے بشرطیکہ اُسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اُسکا عدم تکلم اُسکی موت تک متداد متصل ہو اسی قول پر فتوی ہے مین کہتا ہون اور یہ قول کتاب الوصایا مین مذکور ہوگیا وذکره هنا لاکمل وابن الکمال والزیلعی وغیرهم ثم مفاد کلامهم انه لو افرد بکلامه اشارة اطلاق مثلا لو وقف قارئا علی عقلته نفذ مستندا لاقراره لا لاشارته ومعتقل اللسان کو یہان اکمل اور ابن کمال اور زیلعی وغیرہم نے ذکر کیا ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اُنکے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہو کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلاً طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مرگیا اُسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہوگا بطریق استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت مستمر نہین تو طلاق وغیرہ نافذ نہوگا ہم جب طلاق نافذ ہوا تو اُسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہے اگر اُسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ یا کتابت کیموقت سے دلیه فلو زوج بالاشارة لا یعلم بطلانه وطئها لعدم نفاذه لکن اذا مات بحاله کان لها المهر من ترکته قاله المصنف اور بنا بر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے نکاح کیا تو اُسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہین نکاح کے نافذ نہونے کیوجہ سے لیکن جب وہ مرجاویگا زوجہ کا مہر اُسکے ترکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین لکن ذکر ابنه فی شرحه عند ذکر الاشباه الاحکام الاربعة لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر مین ذکر کیا ہے اشباہ کے احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک ہم یہ اسد راک ہے علماء مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہ ہین اقتصار الانقلاب استناد تبیین اقتصار چنانچہ انشاء طلاق وعتاق اور انقلاب یہ کہ جو چیز علت نہین وہ علت ہوجاے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلاً دخول دار تو جو طلاق کی علت نہین وہ علت ہوگی اور استناد یہ کہ حکم نے الحال ثابت ہو پھر مستند ہو اپنے منشوب ہوا اُس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تھا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہوتی ہے سال

پورے ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنے جب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور یقین یہ کہ فی الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یوں کہنا کہ اگر زید گھر میں ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر میں تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اور یقین میں فرق یہ ہے کہ یقین میں اطلاع حیاد ممکن ہے اور استناد میں ممکن نہیں کذا فی الاشباہ والمعتان فی فہم وانضباط المقتصر والمستند ان ما حکم تعلیقہ بالشرط یقع مقتصرا وما لا یحکم تعلیقہ یقع مستندا کما فی البحر من باب التعلیق یعنی ان ذلک اذا مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق وغیرہما مما یحکم تعلیقہ بالشرط مقتصرا فتنبہ صاحب تنویر نے کہا کہ مقرر علما کا یہ قول اور قاعدہ کلیہ یہ مقتصر اور مستند کیواسطے یہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہو وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہے اور جسکی تعلیق صحیح نہیں وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے باب التعلیق سے مخالف ہے اسکے جو مصنف نے اکمل الرابن الہمام اور زیلعی کیطرف منسوب کیا ہے اسواسطے کہ مقتضاء قاعدہ مذکورہ یہ کہ طلاق اور عتاق اور انکے مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہو وہ بطریق اقتصار کے واقع ہو نہ بطریق استناد کے تو آگاہ اور خبردار رہنا کہ اکمل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف ہے کذا فی النہر وتکون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد کہ تہا تدرأ بالشبہات تکون فی حق اللہ تعالی والعبد کالبیان فی شہادۃ ما منیہ سنو گونگے کا اشارہ اور لکھنا اسکا بیان کے مانند کسی حد میں حدود سے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی جاتی ہیں اسلیے کہ وہ حق اللہ میں اور بندے کی گواہی میں بیان کی برابر ہے اسکا اشارہ اور کتابت کذا فی المنیہ وہل یصح اسلامہ بکالہ اشارۃ ظاہر کلامہم نعم ولم ارہ صریحا اشبا ؎ اور کیا صحیح ہے مسلمان ہو جانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ان اسلام اسکا صحیح ہے اور میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا کذا فی الاشباہ تسلم الصائم بصاق محبوبہ یفطر ان بلعہ والا لا یفطر ومن فی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال پی گیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اسکا معشوق نہیں تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم میں یہ مذکور ہو گیا ہے اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھناتا ہے اور نہایت مکروہ جانتا ہے تو غیر وغیرہ کے مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہو تو اسکو مکروہ نہیں جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کے مانند ہو گئی کذا فی الطحطاوی قتل بعض الحجاج عذر فی ترک الحج وفی الحج مقتول ہو جانا بعض حاجیوں کا عذر ہے حج کے ترک کرنے میں اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الحج میں معتمدا وجہا من الدخول علیہا وہو یسکن معہا فی بیتہا نشوز حکما کما حدناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے تئیں زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہے زوجہ کے گھر میں نافرمانی ہے حکماً چنانچہ ہمنے اس مسئلہ کی باب النفقہ میں تحریر اور تحقیق بیان کی ہے ہم نافرمانی اسواسطے کہ اُسنے اسکو حق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہوگا روکے تک ولو کان للمنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب السکنی علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گھر لیجاوے تو اب زوجہ نافرمان نہیں بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج اولو کان یسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنی فیہ حرام بخلاف ما لو کان فیہ شہتہ یا کرد زوج غصب کے گھر میں رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہو اسلیے کہ غصب کے مکان میں رہنا حرام ہے برخلاف اُس صورت کے کہ مکان میں شبہہ ہو یعنی صورت یہ ہو کہ زوج نے شلاً مکان خریدا کسیکا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی مال مجہول وہ ہے جسکی حلت اور حرمت معلوم نہیں قالت لا اسکن معک امتہ وارید بیتا علیحدۃ لیس لہا ذلک وکذا مع ام ولدہ وکلہ مرفوعۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ میں تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہونگی اور میں علیحدہ گھر چاہتی ہوں تو زوجہ کا اسکو اختیار نہیں اسیطرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اسکو اختیار نہیں اور یہ سب باب النفقہ میں مذکور ہو گیا قال لعبدہ یا مالکی وقال لامتہ انا عبدک یعتق کانہ لیس بصریح کالکنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہ لفظ آزاد کرنے میں نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای لانہ کنایۃ علی ما مر فی المحلہ برخلاف اس قول کے کہ اُسنے اپنے غلام سے کہا اے مولی میرے ہو اسلیے کہ یہ کنایہ ہے بنا بر اس تقریر کے جو اپنے محل میں گزری یعنے کتاب الاعتاق میں ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اسمولی کا لفظ مالک اور غلام مشترک ہو اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار میں اول تعلیل مذکور ہمکو سولے کے حقیقی معنے ثبوت ولاء علی العبد پر دلالت کرتے ہیں اور یہ نہیں مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم

اشتراط نیت پر دلالت کرتا ہو واللہ اعلم للعقار للتنازع فیہ فیکلف المخرج من یدہ والبینۃ علم البرھن للمدعی علیہ وفوق عودہ علی الاول والمنقول عقار متنازع فیہ نہ نکالا جاے قابض کے ہاتھ سے جبتک مدعی اپنے دعوی کے موافق (یعنے کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہو کذا فی الحموی) گواہ گذرانے برخلاف منقول کے کہ یعنے حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یوں اقرار کرنے پر کہ یہ زمین یا مکان میرے قبضہ میں ہو مواضعت یعنی دونوں کے گٹھ جانے کے احتمال کی وجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے آپس اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اسکا حکم دے پھر جیتے اسکے حکم کیا تو اب اسکے توڑنے کی کوئی صورت نہیں یہاں تک کہ اگر اس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے مواضعت کی تہمت دفع ہو جاویگی تو اسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اسکے قبضہ سے خارج کرنے کا بسبب ثابت ہو جانے اسکے قبض کے کذا فی الطحطاوی ادیعلم بہ القاضی اسے یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہیں وکذا یکفی تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الاصح کاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہیں کرتی مدعا علیہ کی یہ تصدیق کہ وہ عقار اسکے لیئے ہے قبضہ میں ہو قول صحیح میں مواضعت کے احتمال سے یعنے باہم گٹھ جانے کے احتمال سے علت قد منا غیر مرۃ اخرھا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتامل میں کہتا ہوں ہمنے چند بار آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کیا باب جنایۃ المملوک ہو کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ میں یہ ہو کہ قاضی کی دانست پر عمل نہ ہوگا سو اسکو غور کرے وھذا اذا ادعاہ ملکا مطلقا اور یہ صورت ہو جبکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا یعنی محل شرائط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہو ملک مطلق کے دعوی میں ہر اما اذا ادعی الشراء من ذی الید واقر بہ بانہ فی یدہ فانکر الشراء واقر بکونہ فی یدہ لم یحکم لبرھان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تسمع علی ذی الید تسمع علی غیرہ ایضا کما بسط فی البزازیہ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضہ میں ہو سو قابض ذی الید نے اسکے خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہ رہی اسواسطے کہ دعوی فعل کا جیسا بیع خرید کا دعوی جیسا ذی الید پر صحیح ہو ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہو جیسا بیع بزازیہ میں شرح مذکور ہو عقارا کان القاضی یعرف قضاءہ فیہ بیقین ویکتب بالحکم القاضی ذلک التاحیۃ لیأمرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی ولایت اور حکومت میں نہیں تو اس قاضی کا حکم اس عقار میں صحیح ہو جیسے مال منقول میں صحیح ہو یہی قول صحیح ہو اور کتاب العقار میں آگے مذکور ہو چکا کہ وہی شہر ہو نا صحت قضا میں شرط نہیں یہی قول مفتی بہ ہو اور وہاں کا قاضی حکم لکھ بھیجے اُسطرف کے قاضی کو جہاں وہ زمین ہو تاکہ وہ اُس زمین کے والے کا امر کرے وقیل لا یصح ودستی علیہ فی الکنز وللملتقی اور بعضوں نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین میں صحیح نہیں ہو اور اسی قول پر صاحب کنز اور ملتقی چلا ہو ہم مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہمنے کنز الدقائق کے قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ میں مذکور ہو کہ صحیح قول یہ ہو کہ قاضی کا حکم محدود میں صحیح ہو اگر یہ عقار محدود ہو تو کے قاضی کی حکومت میں نہو کذا فی الحلیۃ قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او بدا لی غیر ذلک او قد فعت فی تلبیس الشھود او بطلت حکمی او نحو ذلک لا یعتبر قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وھو المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ میں حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ میں اپنے حکم سے پھر آیا سوا اسکے حکم کو اور ظاہر ہو یعنی بیچ نے ناحق حکم کیا یا کہ میں گواہوں کے فریب میں پڑ گیا یا کہ میں نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا مانند اسکے اور کہیگا کہا بطال حکم میں تو ان سب باتوں میں قاضی کا قول معتبر نہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق غیر کے یعنے مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے ہم اور دوسری وجہ یہ ہو کہ اسے اول راجح ہو گئی حکم دینے سے تو اب ثانی سے جو اسکے برابر ہو منقوض نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء حاضرا کان بعد دعوی صحیحۃ وشھادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہو اگر صحیح دعوی اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو ہم صحیح دعوی وہ ہو جس سے دعوی کے احکام متعلق ہوں تو اسمیں مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضا میں اور سطالبہ جواب کا اور گواہوں سے ثابت کرنا مثلاً ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہو شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہو جو فاسد دعوی

اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے متعہد ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہوجاویگا اور فاسد دعوی کی صورت یہ ہو کہ مدعی دعوے کرے اور یہ بیان نہ کرے کہ وہ باغ ہو یا صاف زمین ہو اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہو کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنے علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری رکھنا لائق نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی لقضاء لو بعلمہ او بخلاف ما علمہ وظہر خطأہ قاضی کا حکم دعوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہوگا مگر تین صورتوں میں نافذ نہیں جو کتاب القضا میں مذکور ہوگئیں یعنے اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم کیا یا اپنے برخلاف مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہوگئی اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ بہ یفتی قالہ ابن للعرسی فی الفواکہ الیزیریۃ زاد فی البزازیۃ خلافا لمحمد زاد فی البحر ما لم ینفذہ قاضی آخر فیخیر فلا یکون القول لہ فانہ لم یقض لوجود قضاء الثانی بہ قال المصنف ھو قید حسن لما قدمناہ علیہ لغیر صاحب البحر جبکہ گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تو نے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہو تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے ایسا کہا ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں بزازیہ میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ یہ قول محمد کے خلاف ہے بحر الرائق میں یہ قید زیادہ کی ہے کہ جبتک کہ قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نہ کیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم قضا میں مقبول نہ ہوگا بسبب وجود دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہ قید خوب ہے ہیں واقف نہ ہوا اس قید پر سوائے صاحب بحر کے اور کسی کتاب میں شروط نفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق العباد ان یصیر الحکم فی حادثۃ یا تقلد دعوی صحیحۃ من خصم حاضر صالح شروط نافذ ہونے قضا کی مسائل اجتہادیہ میں حقوق عباد سے یہ ہے کہ حکم ہو حادثہ میں سطح پر کہ نفاذ قضا میں دعوی صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک خاصم سے دوسرے خاصم پر جو منازع شرعی ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اسکو جاری کردے تو بلا حضور خصمین کے حنفی کو اسکا نافذ کرنا جائز نہیں طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالی کے حقوق میں چنانچہ حدود اور عتق اور طلاق میں حادثہ ہونا شرط نہیں اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہوگیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی چنانچہ فضولی اور مودع اور متغلب نکل گئی اسواسطے کہ انکا نزاع معتبر نہیں انتہی فلو برھن بحق علی آخر عند قاض فقضی بہ ببرھان بدون منازعۃ ومخاصمۃ شرعیۃ وتراضیا بہ نفذ قضاؤہ لفقد شرط وھو التداعی بخصومۃ شرعیۃ وکان افتاء بحکم مذھبہ غیر کما قدمناہ فی القضاء وافادہ بقولہ لو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے روبرو لواہوں سے ظاہر کیا سو وہ حنفی قاضی نے گواہ سنکر اسکا حکم کردیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ متخاصمین میں تداعی اور باہم حاضر ہونا دارا القضا میں واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط نفاذ کے یعنے تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہ قضا ٹھہری فتوی دینا ٹھہرا تو قاضی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہمنے اسکو کتاب القضاء میں ذکر کردیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ میں اسکو بیان کیا فلو رفع الیہ الحنفی قضاء مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیہ وعلی الحنفی قضی بمذھبہ لعدم تقدم ما یمنعہ من ذلک لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ التی ھی شرط انعقاد القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کیطرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اسکی طرف التفات نکیا جاوے قاضی حنفی بمقتضائے اپنے مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اس شرط کے جو اسکو اپنے مذہب کے عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضا مالکی مخرج فتوی یعنے انعدام شرط قضا سے بمنزلہ فتوی کے ہوگئی بحجت عدم تقدم خصومت شرعیہ کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد میں اذا ارتاب الخصم فی حکم القاضی اقام البینۃ علی ما طلب شھود حاکما صح فی القضاء قید بارتیابہ فی حکمہ لانہ اذا لم یرتب فیہ لا یتعرض لہ جب تردد میں پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم میں تو اسکو جائز ہے اصل کے گواہوں کو طلب کرنا یہ مسئلہ مگر ہوگیا کتاب القضا میں مصنف نے قاضی اول کے حکم میں تردد کی قید لگائی تو یہ فائدہ ظاہر کردیا کہ جب ایسی کو تردد نہو تو طلب شہود متعرض نہو قال فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنی اذا تبین وجہ فسادہ بطریق فلذا انتقضہ فواکہ بدریہ میں کہا کہ فقہا نے کہا ہے کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہیں جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہوتا ہے بخلاف قضاء اس قاضی کے کہ

سنتی نہیں یا جاہل ہو کہ آپ نفس قضا جائز ہی یعنی اُس شرط سے جبکہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہو گئی ہو اُسکے طریقہ مخصوصہ سے دوسرے قاضی کو توڑ ڈالنا جائز ہی ہم قاضی اول کی قضا بین ارتیاب کیصورت یہ ہو کہ وہ سنتی نہیں جانتا ہی اُسکا حکم کر دیتا ہی اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہو کہ شہود محدود کا حکم کیا اور حالانکہ یہ بیان اُوسمیں نہیں کہ وہ بالغ ہی یا صاف نہیں یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو اس صورت میں قضا باطل ہو کذا فی الخلاصۃ ثم البیع الباطل یتعاطی علی وجہ التعاطی علی البیع الفاسد لا ینعقد مفروغ والبیع عن الخلاصۃ والبزازیۃ والبحر جبکہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد پر تو منعقد نہ ہوگی یہ مسئلہ مذکور رہوگیا اول کتاب البیع میں خلاصہ اور بزازیہ اور پھر الرائق سے ہم بیع باطل جیسے بیع مروار یا خون کی یا بیع فاسدہ ہو جسمیں وہ شرط ہو جو مقتضائے بیع نہیں اور مترتب کی لفظ سے یہ اشارہ کیا کہ متعاقدین میں متارکہ واقع نہیں ہوا اور اگر متارکہ ہوگا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا فی الظہیریۃ خانیۃ ثم سئل رحمہ اللہ عن شئ قال رجل لرجل ان لہ وبینہ یعلمون کلا مدھو لا یراھم جازت شھادتھم وتھو علیہ بذلک لا اقرار ایک شخص نے پیدا کیا قوم کو پھر ایک مرد کو پھر یہ سوال اُس شخص کا اقرار کیا اور قوم کو کہ گواہ اُسکو دیکھتے ہیں اور وہ اُسکا کلام سنتے ہیں اور وہ یعنی مقراون کو نہیں دیکھتا ہی تو اُنکی گواہی اُس شخص کے اس اقرار پر جائز ہو وان یعلموا لا مدلو یرونہ لا تجوز شھادتھم علیہ لان التھمۃ تشتبہ فتقع الشبھۃ لا اذا علموا انہ لیس فیہ غیرہ بان دخلوا البیت فرجدوہ علی بابہ ولا مسلک لا احد غیرہ ثم دخل فجعل یقر اقرارہ ولو یرونہ وقتہ اور اگر لوگون کے کلام نہ سکا سنا اور نہ سکو نہ دیکھا تو اُنکی گواہی پر جائز نہیں اسواسطے کہ آواز مشابہ ہوتی ہو دوسری آواز کے تو شبہہ واقع ہوگا مگر جبکہ لوگون نے معلوم کیا کہ اس مکان میں سوائے اقرار کرنیوالے کے دوسرا نہیں ہو اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری میں داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اُسکے دروازہ پر بیٹھے اور اُس کوٹھری کا سوائے اُس دروازہ کے کوئی اور دروازہ نہیں پھر ایک مرد اُس کوٹھری میں داخل ہوا سوان لوگون نے اُسکا اقرار سنا اور اقرار کیوقت اُسکو نہیں دیکھا تو اب شہادت جائز ہی یعنی عدم اشتباہ کی وجہ سے بلباع عقارا او حیوانا او ثوبا او بانیہ وامراتہ او غیرھم ان اقاروا بحاضر یعلمونہ تراد علی الابن مثلا انہ ملکہ لا تسمع دعواہ کذا الطحطاوی فی الکز والملتقی وجعل سکوتہ کالاقصاء قطعا للتزویر والحیل بیع عقاریا جانور یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اُسکی عورت یا اُنکے سوا کوئی اور قرابت دار حاضر ہو اور بیع کو جانتا ہی پھر مثلا بائع کے بیٹے نے یہ دعوے کیا کہ مبیع میری ملک ہی بائع کی تو اُسکا یہ دعوی مسموع نہوگا اسی طرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہی کذا فی الملتقی میں اور اوسکا ساکت رہنا بیان کی مانند ٹھہرایا تاکہ تزویر اور قطع سبل فاسدہ کے واسطے ہم یعنی حضور اور علم اور عدم منازعت فرزند کو اسکا اقرار ٹھہرایا کہ بیع بائع کی ملک ہو امر نیلی نے فتاوی برالیت سے نقل کر کے اسمیں تصرف مشتری کی قید لگائی ہی یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کیوقت سکوت کرے تو اب دعوی اُسکا مسموع نہوگا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس قید سے تو قریب اور ہمسایہ برابر ہوا جاتا ہی اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہیں چنانچہ یہ مخفی نہیں اوپر جو نقل کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی مختصرا فانہ اولی فیہ وجوہ بلا جہاز ان سکوتہ لا یکون عن طیب الجہاز عند الزفاف وھنا لا یسلک طلب الجہاز بعد سکوتہ کما عرف فی باب السھم اور فقیہ نے اُس مرد کے حق میں جسکا نکاح بعد بیع کے کر دیا کہ اُس مرد کا ساکت رہنا طلب ہیبہ سے زفاف کیوقت رضامندی ہو عدم دینہ پر تو اب طلب دینہ کا مالک نہ ہوگا بعد ساکت ہونے کے خانیہ باب المہر میں گذر گیا بخلاف الاجنبی ان سکوتہ لو جاز لا یکون رضا بخلاف اجنبی شخص کے یعنی کہ اُسکا سکوت اگر بیع وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہوگا الا اذا مکث وقت البیع للتسلیم وتصرف المشتری فیہ ذعا وبناء فحینئذ لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوی قطعا للاطماع الفاسدۃ اگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم بیع کے وقت اور مشتری نے اسمین تصرف کیا زراعت کرنا اور مکان بنانے سے تو اب اوسکا دعوی مسموع نہوگا بنا بر اُس قول کے جسپر فتوی ہو گیا ہی تاکہ فاسد لالچ قطع ہو جاویں وبخلاف ما اذا باع الفضولی ملک رجل والمالک ساکت حیث لا یکون سکوتہ رضی عندنا خلافا لابی یوسف لہ ان سکوتہ دلیل الاجازۃ اخر الفصل الخامس وفیہ وبخلاف ما اذا باع الفضولی ملک رجل والمالک ساکت حیث لا یکون سکوتہ رضی عندنا خلافا لابی یوسف لہ ان سکوتہ دلیل الاجازۃ اخر الفصل الخامس وفیہ وبخلاف اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہی کیونکہ اُسکا چپ رہنا رضامندی نہیں ہم حنفیون کے نزدیک برخلاف ابی یوسف کے چنانچہ بزازیہ کی پانچویں فصل کے اخیر میں یہ مذکور ہی اور اُسکے سوائے اور کتاب میں بھی ہم سکوت مالک اسواسطے رضامند

کے بیان سکوت رضا اور عدم رضا و نون کا تحمل ہو کہ انی الحموی بلفظ صیغۃ تواد عی فما وقف علیہ او علم صحیحہ کذا او کنت وقفتہا واراد تحلیف المدعی علیہ لیس لہ ذلک اتفاقا الا ان یقیموا بینۃ تقبل علی انہ صحح کما لصحۃ الدعوی بل بقبول البینۃ فی الموقف بالدعوی خلافا لما صوبہ الزیلعی وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص نے دین میں پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو نے مجھ پر قف ہی یا بیان نے اسکو وقف کیا تھا اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہے تو یہ اسکو جائز نہیں بالاتفاق بسبب ناقص کے اور اگر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے نہ اسوجہ سے کہ دعوی بالصحۃ صحیح ہے بلکہ اسوجہ سے کہ وقف میں مدعی دعوی کو بھی گواہی مقبول ہوجاتی ہے برخلاف اوس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت کو صاحب کما ہو اصحیح اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق میں بیان کیا ہو وہبت مہرہا لزوجہا فمات وطالبت وثقا بہ مہرہا قالوا کانت الہبۃ فی مرض موتہا وقال بل فی الصحۃ فالقول للورثۃ ہذا ما اعتمدہ فی الخانیہ بخلاف الروایۃ الجامع الصغیر بعد نقلہ لما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد علی تلک الروایۃ کما لا یخفی تصادقوا علی وجوب المہر واختلفوا فی السقوط فالقول لمنکر کہ الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوج اور ورثون نے حکام مہر زوج سے طلب کیا اور بدعوے کے ہبہ مرض الموت میں واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اُسنے صحت میں ہبہ کیا تو وارثون کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہو فتاوی قاضیخان میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کرکے جسکو نقل کرنے اوس قول کے جو فتاوی نفسی میں ہو یہ کہ زوج کا قول مقبول ہو سو قاضیخان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد ہو اسواسطے کہ ان سبب سے وجوب پر اتفاق کیا اور سقوط میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا الہم باقی کلام قاضیخان کا یہ ہو کہ احادیث ہو اور حوادث میں اصل یہ ہو کہ اقرب اوقات کی طرف مضاف ہون قلت واقی کرتی ہو بصائر و اعتمدتہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم بہ شراحہ کالزیلعی وابن سلطان بانہ الا استحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول کے ثابت رکھا ہو تبصیر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہی ہمارے استاد نے برخلاف اوس قول کے جسکا ملتقی الابحر میں کنز الدقائق کے اندیقین کیا ہی وہ یہ قول ہی کہ زوج کا قول معتبر ہو اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحون نے اسکا یقین کیا ہی کہ زوج کا قول معتبر ہونا استحسان ہی ہمنے اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہی تو اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظہرہ ابن الشحنہ فی اخر المہر فقال وجہ الظاہر ان الورثۃ لو یکن لہم حق بل لہا وہو یدعونہ لہ فعلیہم البینۃ علی انہ وہبہ فی صحتہ والقول لہ بیمینہ من جہۃ ان الزوج ینکر فالقول لہ کما مر اور قول زوج کے معتبر ہونیکی تقویت کی ہی کما لی البرہان ابن الہمام نے آخر باب مہر میں سیون کیا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہی کہ وارثون کا حق مہر میں نہیں بلکہ زوجہ کا حق ہی اور وارثون کا دعوی کرنے بمنزلہ دعوے کے واسطے اور زوج منکر ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثون کا لان القول قول المنکر واللہ اعلم وکلہا بطلاقہا لا یملک عزلہا لانہ یمین من جہۃ فرق نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہیں کرسکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہی زوج کی جہت سے ہم یعنے وکیل کرنیمیں یعنے یمین ہی یعنی طلاق زوجہ کی تعلیق کرنا زوجہ کے فعل پر اور یمین میں رجوع کا اختیار نہیں لیکن یہ وکیل بجالیکے مخصر ہو اسواسطے کہ فتاوی صغری میں مذکور ہی اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجکو وکیل کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یہ وکالت اسی مجلس پر منصرف ہوگی انتہی برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہیں اور رجوع کا اختیار ہی کذا فی الحلوانی المختصر اور کذا اعلی ان قال عزلتک فانت وکیلی فطریقہ ان یقول ان عزلتک او عزلتک توعزلتک لان متی تعم کلا اوقات واما کلما فلعموم الافعال لکنے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجکو اسکام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ میں جب تجکو معزول کردون سو تو میرا وکیل ہی تو اُسکے معزول کرنیکا طریقہ یہ ہی کہ یون کہے کہ میں نے تجکو معزول کیا پھر تجکو میں نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہو اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کیواسطے موضوع ہے فلو قال کلما عزلتک فانت وکیل لقولہ ان عزلتک عن الوکالۃ المعلقۃ وعزلتک عن الوکالۃ المنجزۃ الحاصلۃ من لفظ کلما فجننت بمنزلۃ ان لو قال ان عزلتک کلما عزلتک مرۃ بعد اخری فانت وکیلی تو اگر یون کہا کہ ہر بار میں تجکو معزول کردون سو تو میرا وکیل ہو تو اُسکے معزول کرنیمیں یون کہے کہ میں پھر وکالت معلقہ سے اور میں نے تجکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل ہوئی کلما کی لفظ سے جسکا ترجمہ ہر بار ہی تو اب وہ معزول ہوجاوے گا قبض بدل الصلح شرط ان کان دینا بدین بان صالح علی دراہم او عن غصب او قرض او ثمن مبیع ہلک قبل القبض او اسلم فیہ او ثمن صرف او رأس مال سلم

ل ابتدا کہ قول زوج تکرار قول مرد ہو سے متعلق ہو ثم تکرار کان الاولی ان یقول ثم تکرار ان الاولی ان یقول ان کانت الزوجۃ ذکرت الطلقۃ فصدقہا الزوج فی ذلک ثم انکر الزوج ذلک الاولی ان یقول ثم انکر الزوج ذلک کذا فی الحلوانی

او عوشی اخر فی الذمۃ قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہے اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسرے دین سے اسطرح پر کہ دونوں پر صلح کی دینار دین سے یا اور کسی چیز سے جز ثابت ہو دونوں والا بکی دینا بدین لا یشترط قبضہ لان الصلح اذا وقع علی عین تتعین لا یبقی دینا فی الذمۃ فیجوز الافتراق عنہا اگر صلح دین کی دین سے ہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہیں اسلئے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہو گئی ذمہ میں باقی نہ رہی تو اور سے افتراق جائز ہی بخلاف سلم کے کہ وہاں افتراق صحیح نہیں کیونکہ وہاں صلح معاوضہ صرفی ہو گئی اور صرف میں افتراق جائز نہیں قال المدعی لا بینۃ لی فلہ یمینہ ولو بعد حلف خصمہ جواہر الفتاوی وکذا لو قال عند طلبہ یمینہ اذا حلفت فانت بری من المال الذی علیک وحلفت ثم رہن علی الحق قبل وقضی لہ بالمال لم تبرأ مدعی نے کہا کہ میرے دعوی پر گواہ نہیں پھر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کھانیکے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی اور اسیطرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کی قسم کی طلب کرنیکے وقت یوں کہا کہ جب تو قسم کھائیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا میرے اس مال سے جو تجھپر ہے اور اُسنے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہی ثابت کی اپنے حق پر گواہی مقبول ہو گی اور اسکو مال دلایا جاویگا کذا فی الخانیۃ ہم طحطاوی نے مناسب مقام ایک فیصلہ امام محمد کے کلام سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے شخص سے کہا کہ اگر تو قسم کھائے کہ ہزار درہم مجھپر ہیں تو میں آنکو ادا کردوں سو اُسنے قسم کھائی اور مدعا علیہ نے دو مرد اور ایک عورت سے شرط مذکور پر ادا کیے تو یہ باطل ہے اور ادا کرنیوالے کو پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ یہ شرط باطل مطابق شرع کے نہیں اسواسطے کہ قسم شرع شریف میں منکر پر ہے نہ مدعی پس انفق اقفال الشاہد لا شہادۃ لہ فشہد قبل الاداء بالتوفیق بالنسیان ثم التذکر جائز ہے گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہو گی بسبب امکان توفیق کے بھولنے سے پھر یاد کرنے سے یعنی یہ امر ممکن ہے کہ اول گواہی یاد نہیں پڑی تو اسکی نفی کی پھر یاد آئی تو ظاہر کے ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہیں کما لو قال لیس لی عند فلان شہادۃ ثم جاء بہ فشہد او قال لا سبیل لی علی فلان ثم اتی بہا یلجمہ فانہا تقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق قبل فلان فقضی ثم ادعی حقا لم تسمع المتناقض چنانچہ اگر ایک شخص نے کہا کہ فلانے شخص کے ذمہ میرا حق نہیں پھر اسی شخص کا یا اسکے سوا سے گواہی دی یا یوں بولا کہ میرے حق میں فلانے شخص پر کچھ حجت شرعی نہیں پھر وہ حجت شرعی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اُس دلیل سے جو ہمنے مذکور کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان ثم التذکر یہ بخلاف اسکے جبکہ بولا کہ میرا حق نہیں پھر استحقاق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہ ہو گا تناقض کے سبب سے ہم اگر کوئی کہے کہ یہاں بھی نسیان اور تذکیر سے توفیق مذکور ممکن ہے اُسکا جواب یوں ممکن ہے کہ اس مسئلہ میں بروایت ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پھر قول ثانی سے عدم براءت ثابت نہ ہو گی کذا فی الطحطاوی للامام النبی ولاۃ الخلیفۃ ان یقطع من لا قطاع انسانا من طریق الجادۃ ان لو یضر بالمارۃ لان للامام ولایۃ ذلک فکان نائبہ جس حاکم کو بادشاہ نے حکومت دی ہے اسکو اختیار ہے کہ قطع الطریق کرنیوالے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے دشت یا قدر نیزہ سے چلنے پھرنے والوں کو ضرر نہ ہو اسلئے کہ بادشاہ کو اسکا اختیار ہے تو اسیطرح اسکے نائب کو بھی اختیار ہے شارح نے کہا یقطع یہ لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہے جمع دنیں صادہ السلطان ولو تعین بتعیینہ فلو عینہ فعکسہ لا ان یاخذ الثمن طوعا مالہ بسبب الصادرۃ صحیح بیعہ لازم خبر کہ کما مر فی کواہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال طلب کیا اور اسکے مال کا بیچنا متقرر نہیں کیا ہے یعنی نہیں کہا کہ یہ مال بیچکر مال دے سو اسنے اپنا مال بیچا مصادرہ سلطانی کے سبب سے تو بیع فاسد کی صحیح ہے اسواسطے کہ بادشاہ نے مقرر نہیں کیا ہے بیچنے پر بالخصوص جبر نہیں ہوا پنانچہ گزرا ہے مسئلہ گذشتہ میں شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اسکے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکروہ ہے یعنی اگر وہ شخص ثمن اسکا اپنی خوشی سے لے تو مکروہ نہ ہو گی بیع صحیح ہو گی کالمدین اذا حبس بالدین فباع مالہ لقضائہ صح اجماعا جیسے کہ دائن نے مدیون کو بسبب دین کے حبس کرانیسے اپنا مال بیچا ادا ے دین کیواسطے تو بیع اوسکی بالاتفاق صحیح ہے نوفہا زوجہا او غیرہ بالضرب حتی ماتت ثم ادعت ان قدر علی الضرب لانہا مکرہۃ تعذیرہ کو اسکے زوج نے یا اور شخص نے یا اسکے ولی نے مارا حتی کہ اسنے اپنا مہر بخشدیا تو یہ بخشش صحیح نہیں اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہے اسواسطے کہ اسپر جبر ہوا مال کی بخشش پر ہم ضرب سے ضرب شدید مراد ہے اسواسطے کہ ضرب غیر شدید سے اکراہ ثابت نہیں ہوتا وان اکرہہا علی الطلاق وقع الطلاق ولا یسقط المال لانہ اکرہ واقع ولا یلزم المال لانہا ملجأ

اور اگر عورت نے اکراہ کیا طلع کرنے پر سمجھانے سے تو کیا جبکہ اضعف پر ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ شرط کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ اکراہ سے عمل لازم نہیں ہوتا اس دلیل سے جو ہمنے مسئلہ سابقہ میں ذکر کی ہم اسمیں نظر کرتے ہیں اسواسطے کہ زوج کو تعیین طلاق میں کذا فی الطحطاوی عن المنح للحاجات انسانا حامل الذمہ ثم وھبت للزوج (یعنی قالوا وھی احیلت قلت فما تقریرہ فیعلم حینئذ انہا لا ان یقال انہ یمکن الحمالۃ من مطالبتہ برفعہ الی من لا یشترط قبولہ اور اگر زوجہ نے اپنے زوج پر کچھ اپنا مہر زوج کو بخشا یا تو وہ صحیح نہوگا فقیہون نے کہا ہو اور یہ مسئلہ جو میں کہتا ہوں کہ حیلہ مذکورہ تمام نہوگا مگر زوج کے قبول سے سو زوج اُسکے حیلہ کو معلوم کرے اور نہ چاہے یعنی تو کہ نہ قبول کریگا اور حالانکہ اُسکا قبول کرنا شرط ہے مگر یہ کیوں جواب دیا جائے کہ محال نہیں صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اُسکی نالش کرکے اُس قاضی کے پاس جو محتال علیہ کے قبول کرنے کو نہیں کرتا اتخذ بئرا فی ملکہ او بالوعۃ فقرتہا حائط جارہ وطلب تحویلہ لم یجبر علیہ لعفاءہ انہ قد یضر بالرفیق وھذا للاخذ مما لو کان لانسان بالوعۃ یکنس کنیفہا فی ملک جارہ ف

حاصل ان الحکم لا یثبت بہ لاحتمال ۔ احتیاط کے احتمال کے اقرار کو مکر کا انکار ثابت ہونا نہیں اسمیں خلاف ہے عالموں کا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور حاصل مسئلہ یہ ہے کہ اقرار سے انکار ثابت نہیں ہوتا ہم طحطاوی نے کہا اگر شارح بجائے حاصلہ کے لاجرم کہتا تو اچھا ہوتا ولو اخذ رجل فرسہ فقد رھا نسان مدیونا ثم ضاعت او اذا کان ھذا الرجل یعلف دوابہ فاخذ رجل علفا من یدہ فضاع او ذھب بہ الریح او سرق من یدہ فلا ضمان علیہ لانہ امین ۔ اور اگر ایک مرد نے اپنے دیان کو پکڑا اسپر ایک آدمی نے انکو انکے ہاتھ سے چھین لیا تو اوس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ چھین لینا سبب سازی ہے جانگنی کی ہم وائن کی حق تلفی ہوئی مدیونوں کے بھاگ جانے سے تو نزع کیطرح حق تلفی ضمان نہوگی جو اسپر ضمان لازم آوے وکذا اذا دال السارق علی مال غیرہ او اصر رھا دابۃ من علفہ حتی قتلھا عند نا ۔ اور اسیطرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنے سوائے چور بتایا یا جو شخص اپنے دشمن سے بھاگا تھا اسکو پکڑ کر لیجانا تک کہ اسکے دشمن نے اسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص دال و ممسک پر لازم آویگا اسوجہ سے جو ہمنے مذکور کی یعنی تسبب و ہم نے سرقہ ہوا سارق کے فعل سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے فی یدہ مال الانسان فقال اللہ سلطان دفع الی ھذا المال لادفعہ الی اقطع ید ک او لضرب یدک خمسین فدفعہ لم یضمن الدافع لانہ مکرہ ایک شخص کے ہاتھ میں دوسرے آدمی کا مال ہو سو بادشاہ نے اوس سے کہا کہ یہ مال مجکو دے اور اگر مجکو نہ دیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجکو پچاس بار مارونگا سو اوسنے اوسکو مال دیا تو دینے والے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسپر اکراہ اور جبر ہوا قال ترکت دعوای علی فلان وفوضت امری الی اللہ تعالی فقال لہ المدعی بعد ذلک القول ذکرہ فی القنیۃ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنا دعوی جو فلانے شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اسکا دعوی سمع نہوگا قنیہ میں اسکو ذکر کیا ہے الاجارۃ تبطل علی الصحیح فلو غصب عینا فاستاجر الغاصب جاز خلافا لھما وتردد حیث لا یجیز الفضل عن الضمان ۔ اجازت لینے جائز کر دینا فعلوں کو بھی لاحق ہوتا ہے بنا بر قول صحیح کے تو اگر ایک شخص دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اسکا غصب جائز رکھا تو اسکی اجارت صحیح ہوگی اور سوقت میں تو بری الذمہ ہو جاویگا غاصب بنا اب ہم اجازت و افعال کی قید اسواسطے لگائی کہ اجازت مقبول میں اختلاف نہیں ہے چنانچہ فضولی کے تصرفات میں ولو انتقص عینہ فامرہ بالحفظ کفی برأ عن الضمان ما لم یحفظ دائما وفی البحر اور اگر غاصب نے مغصوب سے نفع لیا پھر مالک نے اسکی شیطانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اسکی بخوبی حفاظت نکریگا اور اسکا یہ ابراء الی حین ہم انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور اسکو حفاظت کا امر ہوگا تو مجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی وضع منجلا فی البحر لیصید بہ حمار وحش رمی علیہ فجاء والیوم الثانی فقد اتفاقی اول وجدہ میتا من ساعتہ لم یحل دیانۃ وجد الحمار وحشیا لم یکن الشرط ان یذبحہ انسان او یجرحہ والا فھو حلال للطیحۃ ۔ بچھایا جال جنگل میں تاکہ اوس سے گورخر کا شکار کرے اور اتیر اسپر اللہ کا نام ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہاں آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ حلال کیا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہ ہے کہ اسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے اور نہیں تو اوس جانور کے مانند ہو جو بے جارح کے سینگ کے زخم سے مر گیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اسکو اسی ساعت میں مردہ پایا تو حلال نہوگا کذا فی البحر کرھی لحمھا او قل تذکیتھا والا لو وجدہ من الشاۃ سلیم الحیاۃ والحیضیۃ والافرۃ والمثانۃ والمرارۃ واللحم المسفوح والذکر للاثر المباشر د فی کراھۃ ذلک ۔ مکروہ تحریمی ہیں بھیڑ بکری سے سات چیزیں فرج اور خصیہ اور غدود اور پیشاب اور پیتہ اور جاری خون اور نر کا بدلیل اس اخراج کے جو اسکی کراہت میں وارد ہے شارح نے کہا اور بعضوں نے ان چیزوں کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور پہلا قول یعنے کراہت تحریمی ان شیاکی اقرب بدلیل ہے وجمعھا بعضھم فی بیت واحد فقال ؎ خفل ذکر ولا تثنیان مثانۃ کذا لسدم ثم المرارۃ والغدد ۔ اور بعضے فقیہوں نے اشیاء مکروہہ کو ایک بیت میں جمع کر دیا سو یوں کہا ہے سو لا کہ مکروہ نا راہ ہے اور دو لون فوطے اور بھوکنا اسیطرح خون بھر پتا اور غدود ہم اس بیت میں چھ چیزیں ہیں سات ؎ وقال غیرہ ؎ اذا ما کلیت شاۃ فکلھا ستۃ سبع خفیہ الحلال وقاتم خلاف شیخ ودال ثم میمان وذال ۔ اور غیر نے نظم سابق نے اوپر نظم کہا ہے کہ جب بھیڑ بکری ذبح کیجائے تو اسکو کھا سات چیزوں کے کہ انکے کھانے میں دبال ہے سو وہ حا مہملہ ہے بھر خا مجمہ ہے بھر فا میم مجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ ہم حاصل سے

حیا یعنی فرج مراد ہو اور خاء معجمہ سے حیض اور ذال سے ذکر اور دال سے دبر اول سے سہو ثانی سے ہزل ثالث سے ضرر اور فال سے ہو یعنے ذکر مراد ہو یقال فاض الاناء اذا فاض والطفل اذا سقط الشروط تقارمت فی القضاء ج قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو بعوض دینا جائز ہے ان شرطوں کے ساتھ جو کتاب القضاء میں مذکور ہوئیں یعنی ہم شرط مذکورہ یہ ہیں کہ یتیم کا وصی نہ ہو اور عقد مضاربت کا کوئی قبول کرنے والا نہ ہو اور مستقرض مقدور الادا ہو کے خلاف الاب والوصی والملتقط الا اذا اشترطها حتی شاع عجلا تصدق فاقرضا او لی ذمیا علی خلاف باب المدینی لقطہ پانے والے کے لیئے باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہیں ہے مگر جبکہ ملتقط لقطہ کو لوگوں میں خوب ظاہر کردے یہاں تک کہ وہ مشہور ہو جائے تو اب ملتقط کو لقطہ کا تصدق کرنا جائز ہے تو اسکو قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا کذا فی الزیلعی ص طحطاوی کے نسخہ میں یوں عبارت ہے الا اذا اشترطها حتی شاع تصدق فاقرضه اولی دونوں عبارتوں کا حاصل مطلب ایک ہے قال ان کان الله یعذب المشرکین فامرأته طالق لا تطلق امرأته لان من المشرکین من لا یعذب کما فی الخانیة ایک شخص نے کہا کہ اگر اللہ تعالی سب مشرکوں کو عذاب کریگا تو اسکی عورت مطلقہ ہے اس قائل کی عورت پر طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ مشرکوں میں سے بعضوں پر عذاب نہوگا چنانچہ خانیہ میں ہے وظاهر توجیهه ان المراد بهذا البعض من یصدق علیه المشرک فی الجملة بان یکون مشرکا فی عمره ثم یختم له بالحسنی او الطفال المشرکین فانهم مشرکون شرعا واذا ثبت البعض لا یعذب هو مسألة جزئیة تم بقضی الموجبة الکلیة لقائل کل مشرک یعذب خالفه المصنف اور ظاہر توجیہ او تاویل مسئلہ مذکورہ کی یہ ہے کہ اس بعض غیر معذب سے وہ لوگ مراد ہیں جنپر لفظ مشرک کا اطلاق فی الجملہ صادق آتا ہو یعنی کسی زمانہ میں شرک کا مرتکب ہوا ہو جیسے کافی عمر میں شرک ہو پھر اسکا خاتمہ بتوحید سے یا بعض سے اطفال مشرکین مراد ہوں کیونکہ وہ شرعا مشرک ہیں یعنے جبکہ دونوں آبائی پر شرک کا اطلاق ہو پھر بحیثیت غائت ہو اگر بعض مشرک معذب نہیں اور یہ قضیہ مسالبہ جزئیہ ہے تو موجبہ کلیہ یعنے ہر مشرک معذب ہے صادق نہ آیا ایسا کہا ہے مصنف نے یعنی الخیر میں ہم منطق میں ثابت ہے کہ صدق سالبہ جزئیہ سے موجبہ کلیہ صادق نہیں اور موجبہ کلیہ یہاں انکا ان اللہ یعذب المشرکین ہے اسواسطے کہ المشرکین کا الف لام استغراق کا ہے یعنے کل مشرک معذب ہے اطفال مشرکین میں احتمال ہے عالما کان مشرکا یہ کہ وہ بہشت میں داخل ہونگے وقد درج هذا الفرع علی غیر هذا ابن وهبان فقال وهل قائل لا یدخل النار کافر ولکنها یا مؤمنین نعم کذا اور الصبا ابن وہبان اس پہیلی کو حاتی کے خائر اصطرح پر لایا ہے وہبانیہ میں سوائے یوں کہا اور کوئی ایسا قائل ہے کہ کہتا ہو کہ دوزخ میں کافر داخل نہوگا ولیکن وہ دوزخ مومنوں سے معمور ہوگی قال ومعناه ان الکفار لما یردون النار یقولون یا الله تعالی ورسوله لکنا نعتقدهم قال تعالی فلم یک ینفعهم ایمانهم لما رأوا بأسنا ابن وہبان نے کہا اور اس پہیلی کا مطلب یہ ہے کہ کفار جب دوزخ کو دیکھینگے اللہ تعالی پر اور اسکے رسول پر ایمان لاوینگے اور اسوقت کا ایمان انکو نفع نکریگا حق تعالی نے فرمایا تو کافروں کو انکا ایمان لانا فائدہ نکریگا جبکہ وہ دیکھینگے ہمارا عذاب ہم تو دوزخیوں پر ایمان کا لفظ بولا گیا اگر یہ نجات اگلی اس ایمان کذائی سے ممکن نہیں تو یہ کہنا صادق آیا کہ دوزخ مومنین سے آباد کیجاویگی استغفر الله من هذا التلفظ وبجواز البعث معنی الخبر وهو عن قریب اخبر تمام القائمون بامرهما وهم مؤمنون فی البیت سوائے ان اور بیت مذکور کے پہلے مصراع کا ایک مطلب اور بھی ہو وہ یہ ہے کہ دوزخ کے رہنے والے اسکے موکل فرشتے ہیں جو وہاں کے کام پر قائم اور متعین ہیں اور وہ مومن واقعی ہیں تو اس تقریر سے لازم آیا کہ بیت میں دو سوال ہیں اگر یہ سوال ثانی میں استدراک مستبعد ہو کذا فی الطحطاوی قال ابن الشحنة وعندی ان هذا مما یتکلم ذکره والتلفظ به ولا ینبغی ان یدون ویسطر ولا یبقی تاویل قائله انتهی قلت هذا مع وضوح معناه تکلم فیه فکیف الحال فلا تعقل ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے کلام کا ذکر کرنا اور اسکا بولنا جائز نہیں اور اسکے لائق نہیں ہے کہ کتابوں میں لکھا جاوے اور سطور ہو اور مناسب نہیں کہ اسکے قائل کی تاویل یعنے بات بنانی قبول کیجاوے انتہی کلام ابن الشحنہ شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور یعنی بہت کا سوال ثانی یعنے مومنین سے دوزخ کا معمور ہونا باوجود ظاہر ہونے کے اسکی وجہ کے سمجھنے میں کلام کیا گیا اور الحکم سلم فرما سو پہلا سوال یعنے کافر دوزخ میں داخل نہوگا کیونکہ ناجا ویگا سوائے کتاب کے دیکھنے والے اسکے عالم نہوینگے ہم ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ بعضوں نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے امام

ہوں حقیقت جو سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو اس شخص کے حق میں جو کہتا ہو کہ میں نہ بہشت کی امید رکھتا ہوں اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہوں اور نہ مردار اور خون کھاتا ہوں اور بدون دیکھے گواہی دیتا ہوں اور خدا سے نہیں ڈرتا اور بدون رکوع اور سجود کے نماز پڑھتا ہوں اور حق سے بغض رکھتا ہوں اور فتنہ کو دوست رکھتا ہوں سو امام نے اپنے اصحاب سے پوچھا سو انھوں نے کہا کہ وہ قابل کافر ہے سو امام نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہے بہشت کا اور دوزخ کے مالک کا پہچاننے والا ہے نہ بہشت اور دوزخ سے اور محمل اور تلی کھاتا ہے اور کلمہ شہادتین کی گواہی دیتا ہے اور حالانکہ اسنے خدا کو اور رسول کو نہیں دیکھا اور خدا کے ظلم سے نہیں ڈرتا اسواسطے کہ وہ ظلم سے پاک ہے اور بغیر نماز کی نماز پڑھتا ہے اور ثروت کو منفوس رکھتا ہے اور مال کو جو فتنہ ہے دوست رکھتا ہے علیہ الرحمۃ نے کہا کہ اس عبارت میں ایک طرح کا استعجاد ہے تو اسطرح استعمال کرنا جائز نہیں اور میں تو اس حکایت کو امام کی طرف نہیں مانتا اگر چہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہیں کہتا مگر ایسے کلام کو حرام کہتا ہوں اور اسکی تاویل اور توجیہ کو نہیں مانتا خصوصاً اس زمانہ میں جسمیں بدعات اور اقوال خلاف شرع ذات اور صفات حق تعالیٰ میں پھیل رہے ہیں انتہی من شرح الوہبانیہ کذا فی الطحطاوی ہم سبحان اللہ علماء دین ایسے قول پر اسقدر انکار کرتے ہیں اگر ہمارے زمانہ کے مبتدعین لوریا کون کا کلام سنتے تو واللہ اعلم کیا فرماتے نعوذ باللہ من سوء الادب وفضول الکلام ثم رأیت شیخنا قال فترقضی انقلاب علم نفسہ لکان دانہ ملکان ینبغی لہ ان یرید ونہ ویأمرہ بہ لتوفیق پھر میں نے اپنے استاد کو دیکھا فرماتے تھے کہ ابن حجر شارح وہبانیہ نے نقل کلام وہبانیہ سے اپنی ذات پر نفرین کی یعنے میں نے ایسے کلام وحش کو نہ حق نقل کیا اور مصنف وہبانیہ کو اسکا مدون کرنا اور کتاب میں داخل کرنا لائق نہ تھا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہم سبکو مانگنی چاہئے انتہی کلام طحطاوی نے کہا ابن حجر کا عذر ظاہر ہے کہ وہ نظم وہبانیہ کا شارح ہے اور اس نظم میں یہ بیت بھی داخل ہے وحیی حشفۃ ظاہرۃ لورأہ انسان خلہ محتونا لاقطع جلدہ ذکرہ الاتشریدلم تراث علی حالہ ایکبار کا ہے جسکی سیاری اسطرح محمود ہے کہ اگر آدمی اسکو دیکھے تو گمان کرے کہ اسکا ختنہ ہو چکا ہے اور اسکے نہ ہونے کا خیال قطع نہیں ہو سکتی مگر سخت دردرسانی سے تو وہ اسی حالت پر چھوڑا جائے ہم ختنہ سے غرض انکشاف حشفہ ہے پھر جبکہ وہ خود بخود ہو تو قطع کرنے کی حاجت نہ رہی کشیخ اسلام وقال اھل النصر لا یطیق الختان تراث ایضاً مانند اس بڈھے کے جو مسلمان ہو گیا اور واقعکا ختنہ کرانا سخت تکلیف کا باعث ہے نہیں یہ کہتا تو اسکا بھی ختنہ کرنا ترک کیا جاوے ولو خیف ان قطع الجلدۃ کلھا ینظر فان قطع اکثر من النصف کان ختاناً وان قطع النصف فما دون لا یکون ختاناً یعتبرہ لعدم الختان حقیقۃ وحکماً اور اگر ختنہ کیا اور سب کھال کٹ گئی تو دیکھنا چاہئے سو اگر نصف کھال سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ ثابت ہو گیا اور اگر نصف کھال یا کم نصف سے کٹی تو ختنہ لاحق شمار کرے نہوا اسلیے کہ حقیقی ختنہ نہ ہونے حکمی حکم ختنہ حقیقی وہ ہے جسمیں سب کھال کٹے اور حکمی ختنہ وہ ہے جسمیں نصف سے اکثر کٹے لان للاکثر حکم الکل وکاصحاب الختان سنۃ حکما جاء فی الخبر فھو من شعائر الاسلام فخصاصتھم فلو اجتمع اھل بلدۃ علی ترکہ حاربھم الامام فلا یترکہ لعذرہ وھذہ مشکلۃ کما یطیقہ ظاھر اور اصل یہ ہے کہ ختنہ کرنا مردوں کے حق میں سنت ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے اور وہ علامات اسلام اور اسکے خصوصیات سے ہے تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کریں تو مسلمانوں کا حاکم اسنے قتال بعدل کرے تو ختنہ کے سبب ترک نہیں ہو سکتا اگر عذر شرعی سے اور جو بڈھا کہ مسلمان ہوا اور اسکی کھال نہیں کٹتی تو اسکا عذر ظاہر ہے تردد فتنہ غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی الملتقی اور ختنہ کرنے کا وقت غیر معلوم ہے یعنے کس عمر میں ختنہ کرنا چاہیے نص قطعی حدیث اور بعضوں نے کہا ختنہ کا وقت سات برس ہیں کذا فی الملتقی وجہ اسکی یہ ہے کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کا حکم ہوتا ہے اسی عمر میں اسکا ختنہ کرنا چاہیے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہ قول کافی میں مذکور ہے اور خزانۃ الکمل میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ اگر اس سے کمسن ہو تو بہتر ہے اور اس سے تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور بعضوں نے کہا جب تک بالغ نہ ہو ختنہ نہ کرے اسواسطے کہ ختنہ طہارت کیلئے ہے اور قبل بلوغ کے لڑکے طہارت واجب نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل عشر اور بعضوں نے کہا کہ دس برس میں ختنہ کا وقت ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کے واسطے مارنے کا حکم ہوتا ہے اسکو عادت پڑے نماز کی وقیل اقصاہ اثنا عشرۃ سنۃ وقیل لمطیقہ وھو کما تشتھیہ اور بعضوں نے کہا انتہا بارہ برس ہیں اور بعضوں نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہے اور یہی قول مناسب تر دلیل ہے قال ابو حنیفۃ لا اعلم لہ وقتہ ولم یر عنھما فیہ شیء فلذا اختلف المشائخ فیہ اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مجکو علم نہیں ختنہ کرنے کے وقت کا اور

صاحبین سے بھی اسمین کوئی روایت مروی نہین تو سوا سے عالمگیری کے اسمین خلاف واقع ہوا ختان الرأة ليست سنة بل مكرمة للرجال اور عورت کا ختنہ سنت نہین ہے بلکہ عورتون کا مردون کیواسطے تکریم ہے جسمین اللہ تعالی نے شرعیت ختان نساء سے مردون کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ اذیت اور ضرر مین کمزانی الحلوانی وقیل سنة اور قول ضعیف پر کہ عورتون کا ختنہ سنت ہے وقد جمع السيوطي ممن قال بختانهن الانبياء عليهم الصلوة والسلام فقال سه وفي الرسل مختونا العبرات خليفة ثمان وشيث طيبون اكارم وهم زكريا شيث هود يحيى وسف ه وحنظلة عيسى ادريس موسى وادمكم نوح شيث سام حنظلة ابراهيم لوط هود يحيى عيسى محمد ثمانية عشر ختينا خاتم اور البتہ جلال الدین سیوطی نے نظم مین جمع کردیا ہے ان انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو جو ختنہ ہوکے پیدا ہوے کہا کہ رسولون مین تیرہ ہین کہ جنکی قسم پیدائشی ختنون ہین سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہ ہین حضرت زکریا اور حضرت شیث اور حضرت ہود اور حضرت یحیی اور حضرت عیسی اور حضرت موسی اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور حضرت سلیمان اور حضرت یحیی اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک بس ہے علیہم الصلوہ والسلام طحطاوی نے کہا اس نظم سے صریح معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہین ویجوز ختان الصغير وقطع قرحته وغيره من المداواة للصلحة اور جائز ہے لڑکے چھوٹے کا ختنہ کرنا اور اسکے قرحہ کا چیرنا پھاڑنا اور اسکے سوا اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے ہم اور سپاہی لڑکپن کے کان چھیدنا زینت کی غرض سے درست ہے کمانی الطحطاوی ویجوز فصد البهائم كلها وكحلها وكيها منفعة لها اور جانورون کی فصد کرنا اور آنکھ داغنا اور جس علاج مین کہ اسکے واسطے فائدہ ہو درست ہے وجاز مثل ما يقع منها اكتلب عقور فقط نقل بالمعنى اى الجرة ذبحها لا بعضها لانه لا يفيد ولا يحرقها اور جانورون مین اس جانور کا مارڈالنا درست ہے جو موذی ضرر رسان ہو جیسا کہ کاٹنے والا کتا اور بلی ضرر پہونچانے والی اور بلی موذی کو ذبح کر ڈالے اسلیے کہ مار اسکو فائدہ نہین کرتی اور نہ اسکو آگ سے جلاوے وفي المنح يكره احراق جراد قتله وعقره ولا بأس بأحراق حطب فيها غل والقاء القملة ليس بأدب اور منح مین ہے کہ مکروہ ہے آگ سے جلانا ٹڈی کا اور جان اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہین ان کو آگ مین ڈالنے کا جیسے چیونٹیان اور جون کا پھینکنا زمین پر ادب نہین ہے اسواسطے کہ جان موجب تعذیب ہے جو بھیگی اور تکلیف دیگی اور موجب زیان ہے اور گرسنگی سے اسکے تاخیر تعذیب ہے تو اسکا مارنا نہی بہتر ہے گرانی الطحطاوی تصرف جازت المسابقة بالفرس والابل والرمي لقوله تعالى لا سبق الا في نصل او خف او حافر اور مسابقت یعنے باہم سبقت کرنا اور آگے نکل جانا گھوڑون اور اونٹون پر سوار ہوکر اور پیدل چل کر اور تیر اندازی کرکے جائز ہے جہاد کی یا صنعت کیواسطے ہم مسابقت کی شرط یہ ہے کہ دونون کی مدت انتہا مقرر ہو گھوڑا دوان تک دوڑ سکتا ہو اور ہر گھوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت کریگا بالضرور تو جائز نہین ایسے کہ مسابقت خلاف قمار جائز ہوئی اشتباہ ریاضت کی وجہ سے اور ہر صورت مین یعنے غیر کو حاضر کرنا مال دینا ہو اس شرط سے جسمین منفعت نہین ہو کیونکہ جائز ہوگا گذانی المنح ریاضت جہاد کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو و لعب مقصود ہو اور دل بہلانا تو مسابقت مکروہ ہے کذانی الطحطاوی وحرم شرط المحلل من الجانبين اور حرام ہے مسابقت مین مال کا لگانا دونون جانب سے کمامر فی الحاوی اور محلل کی شرط کے ساتھ جائز ہے کتاب الخطر مین مذکور ہے حکم صورت ادخال محلل کی یہ ہے کہ مثلاً زید اور خالد تیسرے شخص مثلاً محمود سے کہین کہ اگر تو ہم دونون سے سبقت کرجاے تو ہم دونون کو دو مال شرط دیدے اور اگر ہم تجھ سبقت کرجاوین تو ہم تجھے کچھ نہ دینگے لیکن وہ زید و خالد مین مال شرط ہو وہ مال تب ہی جائز ہے جو انمین سے ہر ایک وہ دو مال شرط کو دے پھر اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونون محمود سے سبقت کرگئے تو انکو کچھ نہین لیکن محلل کی شرط یہ ہے کہ اسکا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑون کے برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونون سے دور تین یا دو تین قدم یقینا یا دو تین گز یقینا زیادہ ہو تو جائز نہین باعتبار دلالت حدیث کے کذانی الطحاوی کما هو من احد قولي البين استحسانا مال شرط جانب سے ایک جانب سے

مثال محلل

احسان

استحسان کی دلیل ہے ہم صورت اسکی یہ ہو کہ مثلاً خالد کہے زید سے کہ اگر مین سبقت کرجاؤن تجھ پر تو سو اشرفی تجھ سے لونگا اور اگر تو بڑھجاے تو مین کچھ تجھ کو نہ دونگا یہ سو اسطے جائز ہوا کہ یہ قمار نہین اسواسطے کہ قمار عبارت ہو دونون طرف کی بازیت کے احتمال سے سو یہان دونون طرف کا احتمال نہین بلکہ ایک طرف مارنا ہی اور دوسری طرف جیتنا تو قمار کے مانند نہوا یہی وجہ ہی استحسان کی انتہی خلاصۃ المنح اور اگر ایک شخص نے سوار دون کی جماعت سے کہا کہ جو تم مین سے آگے بڑھجاے وہ میرے اسقدر مال لے یا اُسنے تیر اندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو یہ جائز ہی اور مسابقت کے مانند فقہا مین اگر کسی مسئلہ مین تنازع واقع ہو اور صحت کے واسطے مال مقرر ہوا یکی جانب سے بشرط اوعدم مال ثالث محلل کے سلیے کہ حلت کیوجہ جسکو شامل ہی کیونکہ دونون جانبون مین یکسان اور شرط کا ثبوت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی ولا یجوز استباق فی غیرھذہ الاربعۃ کالمشی بالجمل والاصل فیجوز فی کل شئ تساھموا فی الزیلعی اور ان چار کے سوا لینے گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیر اندازی کے سوا اور چیز مین جنانچہ خچر پر سوار ہوکر مسابقت کرنا یا شرط کرکے جائز نہین اور بدون مال کے تو ہر شی مین مسابقت جائز ہی اور اسکا بورا بیان زیلعی مین ہی ہم یہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کی فتاوے عالمگیری مین بھی سے منقول ہین اور یہ بھی مذکور ہی کہ باب مسابقت مین جواز مذکور سے مراد حلت ہی نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو نہ دے تو حاکم جبر سے اُسکو نہ دلاویگا اور علم کو اُسپر نافذ نہ کریگا ولا یصلی علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ لا بطریق التبع ولفظ صلوۃ کا سواے حضرت انبیا اور سواے حضرات ملائکہ کے اورون کے نہ بولا جاوے مگر بطریق پیروی ہم یعنے یون کہنا نچاہیے بلا استقلال کہ اللھم صل علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد ملائکہ بطریق تبعیت کے یون کہنا درست ہی کہ اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیائہ اُمتہ طحطاوی نے کہا بعضون نے غیر انبیا علیہم الصلوۃ والسلام پر صلوۃ کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم صل علی آل ابی اوفی و قولہ تعالی ھو الذی یصلی علیکم واولئکہ صلوات علیھم لیکن جمہور علما اسکے مانع ہین اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہ خاص علامت ہی تو غیر انبیا اُنکے ساتھ شریک نہونگے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہی وہ دعا محمول ہی اور اسمین اختلاف ہی کہ آیا یہ کروہ تحریمی ہی یا تنزیہی یا ترک اولی اسا ذکر کیا ہی نووی نے اذکار مین اور کہا ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ کراہت تنزیہی ہی اور حضرات انبیا کیسوا سے دعا کرنا بلفظ صلوۃ اسواسطے مشروع ہوا کہ اسمین تعظیم اور تکریم ہی ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلوۃ اللہ علی نبیہ کی ثنا کرنا ہی حق تعالی کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوۃ ملائکہ سے دعا مراد ہی فتح الباری شرح بخاری مین کہا ہی کہ یہ بہترین اقوال ہی اور اسیطرح صلوۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہی اور خدا سے ثنا کرنے کی طلبگاری رسول مقبول پر صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی الطحطاوی وھل یجوز الترحم علی النبی قولان ذہبی قال فی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہی لفظ ترحم کا نبی پر انمین دو قول ہین جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہی کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہی یعنے یون کہنا اللھم ترحم علی محمد جائز نہین ہم بعضون نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہین اسلیے کہ صلوۃ کے مانند تعظیم پر دلالت نہین کرتا ہی و لہذا غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہین اور تحصیل حاصل بھی ہی اسواسطے انبیا مرحوم ہین یقیناً اور بعضون نے کہا کہ اللھم ترحم علی محمد کہنا جائز ہی اسواسطے کہ سب عبادسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہین رحمت الٰہی کے خزانہ کامل مین اور کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسما معظمہ سے واجب ہی تو فقیر غریب مسکین فریبد یہ کہنا جائز نہین اور عرب کی تعظیم واجب ہی خصوصاً اہل حرمین کی حرمت سبب سے خصوصاً مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم تعظیم اولاد علی اور ابی بکر اور عمر اور عثمان کے ہین رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی وجوز السیوطی تبعاً لا استقلالا فلیکن التوفیق واللہ التوفیق اور سیوطی نے اسکو جائز کہا تبعاً لا استقلالا تو دونون قولون کا اختلاف رفع ہوگیا اور خدا سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہین ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہی صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا ہم اسواسطے کہ صحابہ کرام طلب رضاے الٰہی مین نہایت سرگرم تھے اور خوشنودی حق کے واسطے جانبازی کرتے تھے تو رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہین ہے اور لوگ اگرچہ مطلب الاطاب ہون اُنکے ادنی مرتبہ دانی کی برابر نہین ہو سکتے جبکہ اسمین تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکھے دلکذا من اختلف فیہ تعدیل الفریقین والتمان اما سیطرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہی

لوگون کو جنکی نبوت مین اختلاف ہی چنانچہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی
اور بعضون نے کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہی اُنکے نام لینے کے وقت یون کہے صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم چنانچہ قہانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہی والترحم للتابعین
ومن بعدھم من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہوا جو اُنکے بعد ہین از قسم علما اور عباد اور باقی نیک لوگ ہم تابعین
وہ لوگ ہین جنھون نے حضرت کو نہین دیکھا مگر صحابہ کرام کو دیکھا چنانچہ المعلم زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ ھو الترحم
للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسکے عکس کا جائز ہی یعنے ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور اُنکے بعد
صالحین کیواسطے بنا بر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہی فرمانی نعم والمذکور کتب فقہ مین امام کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ ونون لفظ مذکور ہین وقال الزیلعی
اما الاول ان یدعو للصحابۃ بالترحم والتابعین بالرحمۃ والمزید بھم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہ ہی کہ صحابہ کیواسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے
تابعین کے واسطے رحمۃ اللہ علیہم اور اُنکے بعد اور لوگون کیواسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے ہم مغفرت اور تجاوز کی اسلیے دعا ہوئی کہ تابعین کے عہد نزدیک
کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقالا عطاء باسم النیروز والمھرجان یجوز اذا اعطاہ ایاہا باسم ھذین الیومین
اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنے تحائف رسانی ان دونون کے نام سے حرام ہی نوروز عبارت ہی آفتاب کے آنے سے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہی نوروزی ماہ
کی اور مہرجان دوسوین تاریخ ہی مہرماہ کی آتش پرست دونون دنون مین عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانون کو حرام ہی
کہ مشابہت ہندو کی فی الرقصید تعظیما لامر المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر ان رجلا عبد اللہ بخمسین سنۃ ثم اھدی للمشرک یوم النیروز بیضۃ تریدبہ
تعظیم الیوم فقد کفر واحبط عمالہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح شرک اُسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنے والا کافر ہو جاویگا ابو حفص کبیر نے کہا اگر ایک مرد نے
حق تعالی کی عبادت کی ساٹھ برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہو گیا اور اُسکا عمل غارت ہو گیا یعنی ساری عبادت اکارت ہو گئی
انتہی کلامہ ولو اھدی للمسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لم یکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اُسکی تعظیم کا ارادہ نکیا بلکہ
تحفہ رسانی مین لوگون کی عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ تنقیا للتھمۃ اور لائق یہ ہی کہ نوروز سے پہلے یا بعد اُسکے تحفہ رسانی کرے شبہہ دفع
کرنے کے واسطے ونہی مذہبنا فی ھذا الیوم کما فی الخانیۃ ای ان کان فیہ تشبہ بالکفار کی بالاشک ہو تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ حاجۃ لم یشتر قبلہ الی الحاجۃ تعظیما
لکن ان اراد اکلہ کل والشرب والتنعم کیکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خرید کی جو اُسکے قبل خرید لی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریدار کی ہو تو کافر ہو گیا
اور اگر کھانے پینے اور نت ستائی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا یأس بلبس القلانس فیہ حریر وکرہ یاس علیہ بریسم فوق ثلاثۃ اصابع سرا
اور کچھ مضائقہ نہین قلانس کے پہننے مین سمور کے اور سمور اُس کپڑے کے بیشہ ہی جو انگلیون سے زیادہ کذا فی السراجیہ قلانس جمع ہی قلنسوہ کی دقلنسوہ کی بولا عجمی ہی کہ اہل عجم
اُسکو سر پر رکھتے ہین کذا فی المجمع وہ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ صنف اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو فنیہ مین ہی کہ قلنسوہ کو شوق رہو تا ہی کذا فی الطحطاوی وحرام ہی لبس
اور نشتی قلنسوہ اور سیر تہ انگل سے زیادہ ریشم ہونے کے پہننے کی جو رست صحیح قول سے ثابت ہی یعنے برخلاف اُس قول کے جو شرح سکیمن مین قلنسوہ حریری کی حلت مذکور ہی کذا
فی الطحطاوی ودیلس السواد اذا سال دب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظھرہ وقیل الوضع الجلوس فی قبر اور مستحب ہی لباس سیاہ اور عمامہ کا شملہ
لٹکانا درمیان دونون مونڈھون کے آدھی پیٹھ تک اور بعضون نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اسے بعضون نے کہا ایاب بالثناء ویکرہ لبس الرجال کما فی البدائع الکراھیۃ لبس
الاصفر والاحمر لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما نھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ولا یلبس القمیص ولا السراویل ولا البرنس ولا ثوبا
اور مردون کو مکروہ ہی چنانچہ بابا کراہت مین گذرا ہمکو اور عورتون کو بیشک کا دلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر
منع فرمایا اور فرمایا کہ پہنین سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہی شیطان کا ویستحب التجمل وایاہ اللہ لقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والآیۃ

اور مستحب ہے جمال اور آرایش اور حق تعالی نے زینت کو مباح کیا ہے بدلیل قول حق تعالی کے تو کہ کسنے حرام کیا اُس زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنے بندوں کیواسطے نکالی ہے آخر الآیہ ہم مرد کو مستحب ہے کہ حسن لباس پہنے اور امام اعظم اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت ۵۰ دینار تھی بدلیل آیہ کریمہ قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالی بندہ کو نعمت دیتا ہے تو پسند کرتا ہے کہ اُسکی نعمت کا اثر اُسپر بخوبی دار ہو اور ایکبار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے رداء مبارک پہنے جسکی ہزار درہم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تھی جسکی قیمت چار ہزار درہم تھی چنانچہ ربیعی نے ذکر کیا ہے امام اعظم سے کسی نے پوچھا کیا ایسا ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ایسا قمیص پہنتے تھے جسمیں ایسے ایسے پیوند تھے امام نے جواب دیا کہ وہ امیر المومنین تھے حکمت کے سبب ایسا کرتے تھے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو اُنکے عامل اسمیں اُنکی پیروی کرتے اور اگر عمال کبھی عمدہ لباس و طعام نہ ملتا تو ظلم سے حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والشلبی عن ابن الشحنۃ والعلامۃ ان یتقدم علی الشیخ الجاھل ولو قرشیا قال اللہ تعالی وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ درجات

فاکرم اللہ فضل بعضہم بضعہ اللہ فی جمیع زمانہم ولولاہ لم یعلم الا صحبۃ دون نبوۃ لانبیاء بلا تفاوت اور جو ان عالم کو تقدم کرنا یہ جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہو حق تعالی نے فرمایا اور جنکو علم عطا ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہیں تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالی ہے سو جسکو دلیل ملا خوار جائیگا اللہ تعالی اسکو دوزخ میں ڈالیگا اور اولوالامر سے جنکی اطاعت کا قرآن مجید میں امر ہو علماء دین مراد ہیں بنا صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہیں انبیاء کے بالاتفاق ہمیں نہیں ہم پوری آیت یوں پڑھا کرتے ہیں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول وامرھم فھم اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبیر یعنی جب کہا جاوے کہ اُٹھو تو تم اُٹھ کھڑے ہوا کرو بلند کرتا ہے اللہ تعالی درجات اُنکے جو ایمان لائے تم میں سے اور اُنکی جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالی اُسکا عالم اور دانا ہے تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اللہ تعالی نے عالموں کے بالخصوص درجات بلند کیے بسبب زیادہ علم اور عمل کے جامع ہیں سوا سطے کہ علم اپنی بلند مرتبگی کے ساتھ اس عمل کا مقتضی ہے جو مقرون بزیادت خشیت ہے اور اسی وجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہے نہ غیر عالم کے افعال کی حدیثیں وارد ہیں فضیلت عالم کی عابد پر جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت باقی ستاروں پر انتہی ملخصا طحطاوی نے کہا رازی نے احکام قرآن میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں سے اہل علم کو مجلس میں فرصت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرتؐ کے نزدیک کسقدر اُنکی فضیلت اور منزلت ثابت ہے اسطرح حضرتؐ کے بعد بھی علماکی تعظیم کرنا چاہیے ابن عباسؓ نے کہا کہ علماء دعاۃ اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہیں ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہے زندیسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر یکساں ہے یہ بڑا بہ ہے کہ عالم اور استاد سے پہلے افتتاح کلام کرے اور اگر وہ کہیں گیا ہو تو اسکے مقام پر نہ بیٹھے اور اسکے کلام کو بے ادبی سے رد نہ کرے اور جلسے میں اُسکے آگے نہ بڑھے اور نہ حق تلفی پر اسے بھی زیادہ ہے کہ اُسکی اطاعت کرے جس کام کو وہ امر کرے منقول ہے کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالبعلم دعا کریں لوگوں نے کہا اسکی کیا وجہ ہے فرمایا کہ ہمیں جو نیک ہیں وہ اور نیکوں سے بہتر ہیں اور جو ہمیں بد ہیں وہ اور بدوں سے بہتر ہیں کذا فی الطحطاوی مستطرف میں امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا علم کو اسیقدر شرف کفایت کرتا ہے کہ اگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور جہل کو اتنی مذلت کافی ہے کہ جاہل بھی جہالت سے بیزار ہے اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو غضبناک ہو جاتا ہے خضب جمل الذین للنساء والجواری جاز فی الاصح وقیل لا ومسرۃ فی الخطب ایک شخص نے خضاب کیا آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیوں کے لیے تو جائز ہے صحیح تر قول میں اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الخطر میں ہم ابو یوسف سے مروی ہے کہ جیسے مجکو یہ پسند آتا ہے کہ میری عورت میرے لیے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہے اسکو میرا آرائش کرنا اسمیں اختلاف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ نہیں والوالحیہ میں ہے کہ صفیہ کو مہندی وغیرہ کا تھ پاؤں میں لگانا ثابت نہیں

زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کالے خضاب کیا اور اکثر اوقات مین ترک کیا سو جسنے دیکھا وہ بیان کیا اور سر المقام یہ ہے کہ خضاب افضل ہے یا ترک کرنا اسکا بصفون اسکے کہ ترک افضل ہے اسلیے کہ تغییر پیری سے نہی وارد ہوا اور علمانے کہا کہ خضاب افضل ہے اسواسطے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے خضاب کیا ہے صدیق اکبرؓ حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضے عثمان رضی اللہ عنہ خضاب کرتے تھے ویسا ہی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا اور بعضے سیاہ خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ حضرت عثمان اور حسنین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور ہم حنفیون کا مذہب ہے کہنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہے چنانچہ قہستانی فاضیخان مین مذکور ہے نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہے مرد اور عورت کو زرد اور سرخی کا اور اصح قول مین خضاب سیاہ حرام ہے اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ پیری کو تغییر کرو اور بچو سیاہی سے انتہی قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدین کے حق مین ہے اور غازیون کو حرام نہین کافرون پر رعب ڈالنے کیواسطے اور صحابہ کرام نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اسکا یہی محمل ہے قال الحموی کذا فی الطحطاوی ہم سے شیخ نے اپنے استاد میر زاحسن مجدد سے سُنا وہ اپنے استاذہ سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہے جو وسمہ کے سوا اور چیز سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری مین ثابت ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو زین مبارک مخضوب بوسمہ تھی واللہ اعلم کما یجوز ان یکون حنا کما یجوز ان یکون کتما وکلاھما مما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام اکل متکیا کما فی مجمع الفتاوی جسمین جائز ہے کھانا تکیہ لگا کر قول صحیح مین اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپنے کھانا کھایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی احتلقہ الزلزلۃ فی مدینۃ فقال القضاء لا یکرہ بل یستحب لقرار النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر مین سو وہ بھاگا میدان کیطرف تو یہ مکروہ نہین بلکہ بھاگنا مستحب ہے دلیل فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے

واذا خرج من بلد الی بلد طاعونٌ فان علم ان کل شیٔ یقدر اللہ تعالی فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجی ولو دخل ابتلی یہ کرو اسکو ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ کاعتقادہ وعلیہ عمل النبی فی الحدیث الشریف جمع الفتاوی اور جبکہ انسان نکلا اُس شہر سے جسمین وبا ہے سو اگر یہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالی کی تقدیر سے ہوتو کچھ حرج نہین اُسکے نکلنے مین وبا کے شہر سے اور وبان جانے مین جہان وبا نہین ہے اور اگر اُسکے نزدیک یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچیگا اور اگر وبا کے شہر مین گیا تو اُسمین مبتلا ہوگا تو اُسکو یہ مکروہ ہے تو وبان سے بچے اور نہ وبان سے نکلے تاکہ اُسکا اعتقاد محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی نہی حدیث شریف مین محمول ہے کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلد لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یفر ولیس لہ ذلک بل لہ ان یقیم وغیرھا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر مین ہے کہ وبان اُس سے زیادہ تر کوئی عالم نہین اُسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ جائز نہین ہے چنانچہ بزازیہ وغیرہا مین ہے ھم یقول محمول ہے اُس جہاد مین جو ہنوز فرض عین نہین ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانون کو زیادہ تر ہے ثواب مین بہ نسبت ثواب جہاد کے ثواب سے جو فرض عین ہو بلکہ فرض کفایہ ہے قضی الدین الدین المؤجل قبل الحلول ان مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یأخذ من المواجۃ التی خرجت بینہا الا بقدر ما مضی من الایام وھو جواب المتاخرین قنیہ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم وعللہ بالرفق للجانبین قہستانی فصل الفرض مدیون کے مین مواجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مرگیا سو اُسکے مرنے سے دین حال ہوگیا یعنی مؤجل نہ رہا فی الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو نہ اُس سے جو دائن اور مدیون مین ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہے علما متاخرین کا چنانچہ قنیہ مین مذکور ہوا اور اسیکا فتوی دیا ہے مرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم نے اور رعایت جانبین کو اُسکی وجہ مذکور کی ہے اور تقریر اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خریدی اور دوسرے کے ہاتھ ۱۲ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وعدہ مر گیا تو صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی اخر الکتاب ینبغی لحافظ القرآن فی کل اربعین یوما ان یختم مرۃ آخر کنز الدقائق مین ہے کہ حافظ قرآن کو لائق یہ ہے کہ ہر چہل دن مین یا یک بار قرآن مجید کو ختم کرے ہم اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہے نہ مجرد تلاوت قال تعالی افلا یتدبرون القرآن خاتمہ قرآن خوان بہ سلام کرنا سنّی ہے اور قاری کو سلام کا جواب دینا یا نہ دینا دونون درست ہین قول صحیح مین اور جب قاری اذان سنے

تو افضل یہ ہے کہ پیچھے رہے اور اذان سُنے اور جب نبی کا نام قرآن مین آوے تو اُسپر صلوٰۃ واجب نہین اور مروی ہے کہ جسنے قرآن کو سال مین دو بار ختم کیا تو اُسنے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نکرے مگر باپ یا معلم یا عالم کیواسطے فتنہ مین ہونیکا خوف ہو بہتر یہ ہے کہ ہر مہینہ مین ایکبار ختم کرے اور مستحب ہے اُسکے واسطے تطہیر اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور جمعہ کو ادا کرنا اور اُسکے مکان کو قنادیل اور شمع سے روشن کرنا اور اہل و عیال کو ختم کیوقت جمع کرنا اور اُنکے واسطے برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کمتر مدت مین ختم نہ کرے اور مستحب کہ ہر سال ایکبار اُسکو قرآن سنائے جو اُسسے زیادہ تر دیانتدار ہو اور بہترین اوقات قرآن کیواسطے ماہ مبارک رمضان ہو اور بازار مین اور سوال کیواسطے اور ناپاک مکان مین قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز رکھے اور مصحف کو رکھکر نہ چھوڑے پڑھا کرے تاکہ وہ عجز اور ستر و ذلت ٹھہرے اور اگر اُمّی آدمی مصحف کو اپنے گھر مین رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہیں اور تفسیر قرآن کو اپنی عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہین اور اگر مصحف ایسا کہنہ ہو گیا ہو کہ اُسمین پڑھنا ممکن نہین تو پاک کپڑے مین لپیٹ کر نفل قبر کے مانند کھود کر دفن کر دے یا اُسکو مرصود یا ایسی پاک جگہ مین رکھدے جہان نجاست و ملبوسون کے ہاتھ نہ پہونچین اور مصحف اور کتب تفسیر و فقہ اور کعبہ بنظر کیطرف پاؤن پھیلانا نوم یا غیر نوم مین مکروہ ہے اور جو قرآن غلط پڑھتا ہو تو سیکھنا افضل ہے جیسے راہ بھولے کو راہ بتانا حدیث مین وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو مین نے اس سے زیادہ ترکوئی گناہ نہ دیکھا اور آیات یا سورت سیکھکر بھول گیا نسیان سے مراد یہ ہے کہ اُسکو مصحف سے پڑھنا ممکن نہ ہو اور لیٹ کر قرآن پڑھنے مین کچھ مضائقہ نہین لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونون پاؤن سمیٹ لے اگر لڑکا گھر مین قرآن پڑھتا ہو اور گھر والے کام مین مشغول ہون تو ترک سماع مین معذور ہین اگر انھون نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہو گیا تو معذور نہین اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہے قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الطحطاوی للقطانی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الفرائض

یہ کتاب ہے فرائض کے مسائل مین ہم فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض لغت مین بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع مین فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطے نام رکھا کہ سہام مقدر مقطوع بہ تین ہین جو دلیل قطعی سے ثابت ہین تو ہمین لغوی معنی اور شرعی دونون یکجا ہو گئے کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار وھی علم باصول من فقہ وحساب تعرف بہا حق کل من التركة فرائض علم ہے فقہ اور حساب کے اُن قواعد کا جنسے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے اور موضوع علم فرائض کا ترکات ہین اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہے اہل استحقاق کو اور ارکان اُسکے تین ہین وارث اور مورث اور موروث اور شرط اُسکے تین ہین موت مورث کی اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری چنانچہ حمل اور علم وجہ وارث کا اور اسباب اور موانع اسکے آگے مذکور ہونگے اور اس علم کے استخراج کے تین اصول ہین کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کے ارث خمسہ اور ابن سلمہ کی شہادت سے ثابت ہوا اور اجماع امت ہے چنانچہ داود کی ارث عمر فاروق رض کے اجتہاد سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہو گیا اور قیاس کو فرائض مین کچھ دخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا والحقوق ھنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق یہان پانچ ہین باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنے حقوق کا منحصر ہونا پانچ مین بحسب استقرائی ہے ورنہ عقلی کان الحق اما للمیت وعلیہ اولا ولا اسواسطے کہ حق متعلق بہ ترکہ میت یا میت کا ہے یا میت پر یا بانہ ہے وہ الاول التجہیز والثانی اما ان یتعلق بالذمۃ وھو الدین للطالق او ھو المتعلق بالعین الاول یعنے میت کا حق تجہیز ہے یعنے میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا یا متعلق بذمہ میت ہے وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ نہین اور وہ متعلق بعین ہے وہ الثالث اما اختیاری وھو الوصیۃ او اضطراری وھو المیراث او تیسرا یا اختیاری ہے وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے جسمین اختیار کو کچھ دخل نہین وہ میراث ہے کہ شرع کی جہت سے ثابت ہو دسمی فرائض کلا لانہ تعالیٰ قسمہ بنفسہ او بعضہم وصح النہا ربہما اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اسلیے کہ حق تعالےٰ نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اسکو ظاہر اور روشن کر دیا جیسے دن کو روشن کر دیا اپنے آفتاب سے یعنے میراث کو قسمت کیا یعنے ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرا دیا اور اُسکی تقدیر تک مقرب اور نبی مرسل بھی

سفرض ہیں کی اور ہر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود بکلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوۃ اور زکوۃ اور صوم اور حج وغیرہا سے کہ اُنمیں نصوص مجمل ہیں نہ سنت نبویہ میں اُنکا بیان واقع ہوا کذا فی الفتح قلت ولذا سماہ صلے اللہ علیہ وسلم نصف العلم لشبوتہ بالنص لا غیر ولما غیر ویتالنص تارۃ بالقیاس اخرے میں کہتا ہوں اور اسیواسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہوا کرتا ہے قیاس سے ہم بیان اسکا یہ کرینگے علم یا فقط نص سے ثابت ہوتا ہے یا نص اور غیر نص دونوں سے ثابت ہوتا ہے تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہو وہ فرائض ہے اور وہ جو نص اور غیر نص دونوں سے ثابت ہو وہ فرائض کے سوا اور علوم دینی ہیں یا دونص سے مراد وہ ہی جو اجماع کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے باجماع امت سے ثابت ہیں وقیل المتعلق بالموت وغیرہ بالحیوۃ اور بعضوں نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے ہم یعنے فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان کے دو حال ہیں موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہوا اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال آدمی کا نصف ہے مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف میں فرائض کو نصف علم فرمایا او بالنص فرضی وغیرہ بالاختیاری یا فرائض بسبب ضروری سے ثابت ہوا اور غیر فرائض بسبب اختیاری سے ثابت ہم یعنے جس سے ملک ثابت ہوتی ہو وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری جیسا کہ فرائض کو نصف علم فرمایا ھل ادلک علی امر متی انت صنعتہ التقی اللہ تعالی ونترجم الوھبانیۃ اور کیا ارشد ندے کو زندے سے ہوتی یا مردے سے معتمد قول دوسرا ہے یعنے زندہ وارث ہوتا ہے مردہ کا کذا فی شرح الوھبانیہ ہم شرح وہبانیہ میں ہیں کہ وارث کے وقت میں علما کا اختلاف ہوا مشائخ عراق کے تردیک آخر جزا حیات مورث سے وقت ہے میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت اتصال بعد مرجانے مورث کے ہے اسواسطے کہ جب تک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اسکا وارث ان حالات میں مالک کی تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصوں کی مملوک ہو علی وجہ الکمال اور اس امر کو معقول تسلیم نہیں کرتیں کذا فی البحر طحطاوی مختصراً یبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہ کرھن وعبد جانی والمأذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کیجاوے میت کے اس ترکہ سے جو خالی ہے متعلق حق غیر سے عین کے ساتھ جیسا کہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہو اور اجارہ کا گھر ہم ترکہ لغت میں یعنی متروک ہوا اور اصطلاح میں ترکہ وہ مال ہے جسکے عین سے دوسرے کا حق متعلق نہ ہو گیا ہو تو مال کے قید سے اہل وعیال ترکہ سے خارج ہو گئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے جیسا کہ رہن وغیرہ رہن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرو رکھا پھر راہن مرگیا اور باغ مرتہن کے پاس ہے اور یہ رہن سوائے باغ کے کوئی مال نہیں چھوڑا تو مرتہن کا دین مقدم ہے راہن کی تجہیز تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو گر ادا سے دین کے بعد کچھ باقی رہیگا تو تجہیز عین صرف ہوگا اور عبد جانی کی صورت یہ ہے کہ غلام نے مولی کی حیات میں کسیکو قتل کیا اور مولی کا کچھ مال نہیں سوائے غلام کے اور مولی مرگیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر حقدار ہے مولی سے ہاں اگر دیت دیکر کچھ باقی رہے تو اسسے مولی کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہ صورت ہے کہ بیچکر کوئی عین میں اسکے مولی کی زندگی میں ہی ہلاک ہو گیا اور اسکا کچھ مال نہیں سوا اُسکے تو ارباب دیون مقدم ہیں تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ ثمن معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہیں کیا اور بائع نے غلام کو روک لیا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہیں سوا اُس غلام کے تو بائع احق ہے اس غلام محبوس کا تجہیز مشتری سے عامہ واستاجرہ کی یہ صورت ہے کہ صاحب خانہ نے گھر زید کو کرایہ پر دیا اور زید نے تمکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مر گیا سو اجارہ فسخ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی نہ صاحب خانہ نے سوا اُس گھر کے کچھ اور ترکہ نہیں چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی البحر طحطاوی واما قدمت علی الکفن لتعلقھا بالمال قبل صیرورۃ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم نہیں ہوئے تکفین پر مگر جب متعلق ہو جانے حقوق کے مال کے ساتھ مال کے ترکہ ہونے سے پہلے یعنی مال کا مرکر ہونا موت کے بعد ہوتا ہے سو یہ حقوق قبل موت کے متعلق ہو گئے تھے بخصوصہ یعم التکفین من غیر تقدیر کالدین ویکفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ جیسا کہ ترکہ میت سے ابتدا کیجاوے میت کی تجہیز یعنی تکفین وغیرہ کے جیسا کہ کفن سنون یا بقدر اُسکے جو میت اپنی زندگی میں پہنتا تھا شارح نے کہا تجہیز تکفین کو بھی

شامل ہے ہم ضمون اسکے مین ہرکہ تنگی اور اسراف کفن کا وہ طرح ہے شمار کی رو سے سو شمار کے اعتبار سے مرد کے کفن مین تین کپڑے ہین لفافہ مین پانچ ہین تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو یہ اسراف ہوا اور تیسرے کو دیا تو تنگی ہوا اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑے دیا ہے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہ تنگی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے اگر مرد زندگی مین دس سو پیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اسکا کفن اسسے زیادہ کیا تو اسراف ہوا اور اگر اسسے کم کیا تو تنگی ہوا انتہی اور شارح کی عبارت مین لفظ بمعنی واو کے ہے تو عدد اور قیمت مین حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہوا بقدر کفن مسنون اُسوقت دیا جائیگا جبکہ ادا سے دین مین قصور نہ ہوتا ہو تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون ہونے سے ضرر ہوتا ہو ادا سے دین مین تو کفن کفایت دیا جاویگا کفن کفایت ہوگا جو کپڑے مین جدید ہون یا منسوب الی العورت کے سوا طرح تین کپڑے ہین لقدا فی الطحطاوی ولو هلك كفنه فلو قبل تعفنه كفن امرة بعد اخرى اور اگر میت کا کفن تلف ہوگیا تو اگر میت کے پھوٹنے اور پھٹنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اسکو کفن دیا جاویگا تلف ہونے کے بعد ہر بار ہم تو صحیح اسکی یہ ہے کہ جب قبر کھودکر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہو قبر مین تو وارثون پر اسکو کفن دینا دوسری بار واجب نہین اور اگر میت قبر کے باہر برہنہ ہو تو اول بار کیطرح اسکو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست ہوا اور اگر درست نرہا ہو تو اسکے ترکہ سے ایک کپڑے مین دفن کرنا چاہیے اور یہطرح کرنا چاہیے اگر چند بار کفن چوری گیا ہو ادا سے دین اور قسمت سے پہلے اور اگر وارثون مین تقسیم ہوگیا اور قضاء دیون اور نفاذ وصیت ہوچکی تو وارثون سے کفن کیواسطے استرداد ہوگا بقدر اُنکے میراث کے اور اُسسے کفن دیا جاویگا یہطرح ہر بار ہوگا کذا فی الطحطاوی (پس کہا) وكل من كل ماله اور ہر بار کفن میت کے تمام مال سے کیا جاویگا نہ ثلث مال سے ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد درست کی تجہیز کے بعد دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہو عباد کی جہت سے ہم جہت عباد کی قید سے دین خارج ہوگیا جسکا مطالبہ حق تعالی کیطرف سے ہو چنانچہ زکوٰۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ويقدم دين الصحة على دين المرض فان جهل سببه او علم ان سببه المرض فدين الصحة اور دین صحت کا دین ہو جو گواہون سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت مین اُسکا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہوا مرض کی حالت مین یا جو مرض کے مانند ہو چنانچہ قتال کیواسطے نکلنا یا جراحت قصاص کیواسطے نکلنا یا جراحت قصاص کیواسطے نکلنا كما بسطه السيد اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونون حالتون کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اُسکو شرح جیان کیا ہم معلوم ہوا سببکا اسطرح پر کہ مدیون نے اپنی مرض مین اُس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معائنہ کے ہوا چنانچہ اُسنے کچھ خرید کیا تھا یا کسیکا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقہ صحت کا دین ہوا سواسطے کہ اسکا وجوب اُسکے اقرار کے سوا اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کے برابر ہوگیا حکم مین انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہین قوی و وسط و ضعیف قوی وہ ہے جو ثبوت اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ خود متعلقہ بعین ترکہ کا رہن اور وسط وہ ہے جو گواہون یا صحت کے اقرار سے یا مرض معائنہ سے ثابت ہوا اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کے مانند ہے تو تصرفات وارثون کے تصرفات نافذہ ہونگے بلکہ یہ ترکہ دین سے کم ہو برابر ہو اور اگر ترکہ زیادہ ہے تو نفوذ تصرفات مین دو وجہین ہین ایک وجہ یہ ہے کہ بقاء قدر دین تصرف نافذ ہو اور دوسری وجہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصرف نافذ نہین ہے قیاس المرہون شرح ملتقی مین ہے کہ ترکہ مستغرق کی بیع کرنے کا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثون کو اسواسطے کہ وارث اس صورت مین مالک اسکے نہین کذا فی الطحطاوی واما دين الله فان اوصى به وجب تنفيذه من الثلث لباقي وان لا لا اور دین حق تعالی کا چنانچہ زکوٰۃ سو اگر میت نے اُسکے ادا کرنے کی وصیت کی تو اُسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہوا اور اگر وصیت نہین کی تو واجب نہین ہم دین خدا چنانچہ زکوٰۃ و حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر میت نے مثلاً اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہین کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی بنی طرف سے ادا کیا تو بعضون کے نزدیک ادا نہین میت سے ساقط نہین ہوتی ہان سواسطے کہ اختیار بالکل معدوم ہوا اسواسطے کہ فضل اللہ کا وسیع ہے کمتر ہو عدم جواز کا حکم ہوگا تاکہ انحطاط ظاہر ہو اور بعضون نے کہا کہ مکاتب ساقط ہوگا وصیت کرنے کے مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل بیان تو گنجائش ہے اللہ کے کمال کرم اور فضل کی امید داری ہو اور یہ تو وصیت اور تبرع دونون کو شامل ہے ابن کمال نے کہا دین کی حقیقت اہل شرع کے عرف مین یہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ مین کسی

بدلے سے تو خراج دین ہی اسواسطے کہ منافع حفظ کا بدل ہی برخلاف زکوۃ کے اسمین تملیک مال واجب ہی بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی

ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد میت کی وصیت تقدم کیجائے اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے برخلاف

اُس قول کے جسکو صاحب اختیار نے شرح مختار مین مختار کہا ہی ہم وصیت مطلقہ عبارت ہی ربع مال یا ثلث مال کی وصیت سے اور وصیت معینہ وہ ہی جو شی معین سے متعلق ہو چنانچہ

گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہی وہ یہ ہی کہ بعینہ ثلث مال کی وصیت کرے اسطرح کہ مثلاً تین درہم

یا دینار یا ثلث دار یا ثلث مختم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کے مانند تاتارخانیہ سے منقول ہی یعنے وصیت مطلقہ میراث پر مقدم ہی

تو موصی لہ دارثون کا شریک ہی نہ مقدم من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ ودینہ وصیت جاری ہوائس مال کی تہائی سے جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد ہم

وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے ہم اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجہیز اور ادائے دین کے یا بشرط وجود ایک کے جبکہ دوسرا امر نہ پایا جاے اور اگر تجہیز اور دین دونون

نہ پائے گئے ہم طرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جل گیا یا درندے نے اُسکو کھالیا اور وہ کسیکا مدیون نہین تو تمام مال کی تہائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی

وارث نہین یا وارث ہی مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہو تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلق ہم

کہ بسقدر مال وصیت کیواسطے کفایت کرتا ہو اُتنا مال قبل قسمت سے ساقط کیا جاے نہ اُسقدر کو جدا کر فا مال باقی سے اور یوصی لہ کو تسلیم کر دینا کذا فی الطحطاوی عن ابن کمال

وانما قدمت فی الایراد اہتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی مین مقدم نہین کی گئی دین پر مگر تمام کیواسطے اسبب ہونے وصیت کے مظنہ تفریط کا

ہم جواب ہی سوال مقدر کا سوال یہ ہی کہ یہان وصیت کا بہ دین کے بعد ہوا اور کلام مجید مین وصیت دین پر مقدم ہی شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام مظنہ تفریط کے

ہوا اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہی اور اسواسطے کہ وصیت غربا اور مساکین کی حاجت ہی اور دین حق ہوا رباب دیون کا جو حاکم سے التماس کر سکتے ہین بو

اُنکے دا کرنے مین احتمال تفریط بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہین لہذا وصیت کا بہ دین پر مقدم ہونا ادائے وصیت کی ترغیب کے واسطے

ثم ربعا بالحاء ما یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبے بلکہ پانچوین مرتبے مین باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت کیا جاے میت کے

وارثون مین ہم صرف ترکہ مین پہلے تجہیز اور تکفین کا مرتبہ ہی پھر دوسرا مرتبہ ادائے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر اُن حقوق کو

اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تا فیصلہ قسمت کا محل دان ہی جہان حقوق متعدد

پائے جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل دان ہی جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث ہو تو تمام مال اُسکا ہی

سوائے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے مروج الشروح مین ہی کہ ورثہ جمع ہی وارث کی اور علماء فرائض کے عرف مین وارث وہ ہی جو باقی رہے بعد فنا ہو جانے شخص

باقی کا نسب یا سبب ثابت ہی وبابین حق تعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنے ہم باقی رہنے والے ہین بعد فناء خلائق کے ولیکن نسب اور سبب کی تعیین

خالق حق سبحانہ کے حق مین ماخوذ نہین اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہی کذا فی الطحطاوی اقتضای الدین ثبت ارثہم بالکتاب

مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہی ہم کتاب اللہ مین باپ اور مان اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹون اور بہائی اور بہنون کی میراث

ثابت ہی واد السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہی چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم کی کہ جدات کو سدس کا اطعام کرو یعنی جیسا حصہ مان کو دو ہم جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہی اسیطرح دادی ہم بہنون کی بیٹیون کے ساتھ سنت سے ثابت ہی جو رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم کی کہ جدات کو سدس کا اطعام کرو یعنی جیسا حصہ مان کو دو ہم جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہی اسیطرح دادی ہم بہنون کی بیٹیون کے ساتھ سنت سے وہ

ہم اجماع امت سے مراد اتفاق راے مجتہدین امت محمدی ہے حکم شرعی پر جس زمانے میں کہ واقع ہوا اور مراد ہمارے اہل حل وعقد ہیں اس اسکے کہ غیر اہل حل وعقد کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں اور بہ طریق شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی و مستحق الارث ولو محصفہ بفتح وقیل لا یورث وانما ھو للقاری من ولدیہ صیں فیہ باحد ثلثۃ برحم و نکاح صحیح فلا توارث بفاسد و لا باطل اجماعا و ولاء اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولاء سے خواہ ولاء عتق ہو خواہ ولاء موالات کی اتفاق یا ارث پر غیر میں ہو اگرچہ مشروط کہ مصحف ہو اسی قول کا فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف توریت کے وہ فرزندوں میں سے قاری فرزند کا ہے کذا فی الضیغہ جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باجماع نہیں ہم نکاح فاسد وہ جسمیں شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہ ہو اور نکاح باطل وہ جو متعہ اور نکاح موقت کذا فی الکافی تعلم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی میراث میں سے متعلق ہے مانند حق موصی لہ کے تو اگر میت نے نہیں چھوڑا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلاً آب یا باغ آب سے اور اسکی قیمت باقی وارثوں کو دے سکے تو انکی خواہش سے جائز ہے اور تکفین اور قضاء دین مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے حتی کہ اگر وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور اپنا ترکہ کو اپنے واسطے خالص کر لیں کذا فی الطحطاوی والمستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کما افاد بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب پس بیان کیا ہر فریق الاول والثانی والعاشر فرض للسہام المقدرۃ لہ ترکہ کی تقسیم شروع کیجاتی ہے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہیں ہم سہام مقدرہ یعنی جو حصے کہ معین اور مصرح ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ یہ ہیں نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلث اور سدس یعنی آدھا اور چوتھائی اور آٹھواں اور دو تہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ وھو اثنا عشر ۱۲ ثمنہا لاثنین ثلثہ لاربعۃ رجال و سبعہ من النساء واثنان من السبب وھما الزوجان اور تمام اہل فروض بارہ ہیں دس نسب کی راہ سے چھ تین مرد ہیں چار عورتوں سے اور دو سبب کی راہ سے اور وہ زوجہ اور زوج ہیں ہم تین مرد سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بھائی اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور ماں اور دادی یہ وارث نسبی ہیں اور دو جہت ولاء سببی ہیں ثم بالعصبات الی الجنس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمع للازدواج النسبیۃ کما تہا آفی پھر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو وارث کیا گیا اسواسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات سببی سے شارح نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو اسمیں واحد اور جمع برابر ہے اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کرنے واسطے ہے ہم عصبہ نسبی کو عصبہ سببی یعنی معتق پر اسواسطے مقدم کیا کہ قوی ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کی وجہ سے ہے اور عصبہ سببی قرابت حکمی کی وجہ سے ثم بالمعتق ولو انثی وھو العصبۃ السببیۃ پھر عصبہ نسبی کے بعد عارت شروع کیجاتی ہے آزاد کرنے والے کی اگرچہ وہ عورت ہو اور آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہو ثم عصبتہ الذکور کالنہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پھر آزاد کرنے والے کے بعد وارث شروع کیجاتی ہے آزاد کرنے والے کے عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتوں کو ولاء کچھ حق نہیں سوائے اسکی ولاء کے جسکو انہوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اسکی میراث پاویگی اور اگر اسکے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی میں ہے کہ اگر آزاد کردہ مرگیا اور اسنے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اسکی میراث فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو اسکا کچھ حق نہیں انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقہم پھر اگر عصبات نہ رہیں کوئی نہیں تو باقی مال پھیرا جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر اُنکے حقوق کے یعنی بقدر نسبت اُنکے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب ربع کو ربع کذا قالہ ابن الکمال ہم اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی خارج ہوگئے اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر کوئی بھی دوبارہ دیا جاویگا ابن القاسمی نے کہا کہ اس زمانے میں زوجین پر فتوی ہے بیت المال کے فساد کی وجہ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ بدلیل فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال میں کہا جاتا بلکہ انکے لیئے کہ جو کچھ بچا ہے کیونکہ وہ اقرب ہیں بیت المال کے نسبت اس شخص کے اور اسطرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی روح الشروح اور حاشیہ مجمع الانہر میں قنیہ سے ہے کہ بیت المال سنتے اور اسکے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں جسکے زمانہ میں جسکے حق کا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور اسطرح ہمارے زمانے میں

زوجین پر وہ میراث ہوگا اور اسنے مرصاد سے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہوا انتہی پھر عجم زادہ نے کہا کیونکہ ایسا فتوی نہ ہو کہ ہمارے زمانہ مین بیت المال نہین بیت المال تو صحابہ اور تابعین کے زمانے مین تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاے تو وہ بیت المال کے مصارف مین صرف نہین کرتے اور فرائض عبد الوہاب وغیرہ مین بھی اسیطرح ردعلی الزوجین تعلیل مذکور سطور ہوا اور روح الشروح مین قنیہ سے مذکور ہوا کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری سو زوج نے نصف باقی عالم مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ثم ذوو الارحام پھر ذوی الارحام یعنے جب اہل فروض نسبیہ اور عصبات مذکورہ نہ ہون تو تر کہ مین ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسلمین احد الزوجین ہوگا تو اسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا اسواسطے کہ زوجین اہل رد سے نہین ہین تو جیسے اہل فرض کے نہ ہونے سے ذوی الارحام مین تقسیم ہوتی ہر اسیطرح اہل فرض کے باقی رہجانے سے انکو دیا جاتا ہو قالہ الاکمل ابن کمال کہا ذوی الارحام وہ قرابت دارہین جنکا حصہ مقرر ہوا اور نہ وہ عصبہ ہین نہ خواہ میت کی مان کیطرف سے قرابت دار ہون یا اسکے باپ کیطرف سے اور لغت مین وورحم قریب سن جیتہ الام کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی ثم عبدهم مولی الموالاة کما مر فی کتاب الولاء پھر بعد اصناف مذکورین کے مولاۃ الموالاۃ ہی چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء مین گذر گیا ہم یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہ ہو تو مولاے مولات میراث پاویگا مولاۃ لغت مین بمعنے دوستی کے ہو اور باصطلاح شرع مین یہ ہو کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی یعنے دوست ہو میرے مال کا تو وارث ہو جبکہ مین مرون اور میری طرف سے خونبہا دیا اگر مین کسیکو قتل کرون اور دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو اب عقد ولاء کی صحیح ہوگئی اور قائل اس کلام کا اسکا مولی ہوا اسکا وارث ہوگا جب وہ مریگا اور دیت دیگا اسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیون کے نزدیک خلافا للشافعی اور اگر دونون طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہو آبن کمال نے کہا شرط الولاء مین یہ کہ وہ شخص آزاد ہو اور عربی نہ ہو اور نہ اسکے موالی سے ہو اور عقد ولاء کے وقت اسکا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور نہ اسکی طرف سے بیت المال مولاے مولاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اسکے مجہول النسب ہونے یا نہ ہونے کی شرطون مین اختلاف ہو اور اسیطرح اسلام کی شرطون مین اختلاف ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی لمحضا و له الباقی بعد فرض احد الزوجین کما مر اور بعد فرض احد الزوجین کے باقی مال مولاء مولاۃ کا ہو سید شریف نے اسپر نوٹ کیا ہم وارث ہونا مولاے مولاۃ مردی ہی حضرت عمر فاروق اور عالم نقلی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے موسی بن ابراہیم تخعی اور ہمارے علماء نے عمل کیا ہو اور اسپر دلیل ہو قولہ تعالی وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ یعنے میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد مولاۃ کا ہی اور امر ہی وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت انکی طرف اختصاص پر دلالت کرتی ہی اور وہ استحقاق کی دلیل ہو اور اگر امر بسبیل احسان اور صونت کے ہوتا تو وارث نہ ہوتا فآتوهم نصيبا اور اس بیان سے واضح ہو گیا وہ قول کہ آیہ کریمہ مین قسم مراد ہی اسواسطے کہ اسوقت مین فآتوہم نصیبہم اُس سے مرتبط نہین ہوتا بلکہ مراد صیغہ ہا یمین ہی بنا بر عادت کے اسطرح پر کہ ہر واحد متعاقدین سے دوسرے کا ہاتھ پکڑنا ہی معاقدہ کیوقت اور احادیث اسمین بہت ہین انجملہ تمیم داری کی حدیث ہی کہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے پاس آتا ہو اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہی تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور تولی ہی تو زیادہ تر حقدار ہی اسکی زندگی اور موت مین انتہی یعنے زندگی مین اسکی طرف سے دیت جنایت کی دے اور موت کے بعد اسکی میراث لے کذا فی الطحطاوی لمحضا عن ضوء السراج وشرح الاکمل ثم المقر له بنسب على غير نفسه بعد ثبوت میراث بالبینة او بیقین کما مر بعد وہ شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر بہ نسب کا اقرار ہوا اسطرح پر کہ اُس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب ثابت نہین ہوا ہم صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ زید نے خالد کو کہا کہ میرا بھائی ہی تو زید مقر ہوا اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہو وہ مقر علیہ ہی یعنے جب خالد کو بھائی کیا تو زید کا باپ اسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی وارث نہین ہوا سوائے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن مقر کے باپ سے اسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اسکی میراث پاویگا اسواسطے کہ آدمی مقر لہ اور اسکی ذات سے محبت ہو نہ غیر پر فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہی کہ مقر لہ بالنسب علی غیر اگر اسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہین جیکہ مقر بھی اسی اقرار کا اسرار کرے چنانچہ یون اقرار کرنا کہ یہ میرا بھائی ہی یا ابن ہمارے باپ کے انتہی فلو شهدا بان صدقه المقر عليه او اقر هو بذلك او اقر ابوه او شهد على اقراره بذلك ثبت نسبه حقيقة

اور مقر قرار پاوے جانے حاشیہ ہو پوچھا ذاتی الوالدا

ط

وذا اجم الورثة وان رجح المقر له لتوافقهما في سبب الاستحقاق بخلاف ما اذا اقر بمقر له لكونه اقر بما لا يستحقه بسبب المقر به لان الاقرار بالنسب اقرار بالارث والاقرار بالمال اقرار بالوصية فلا يثبت الارث بالوصية ولا الوصية بالارث ولان الاقرار بالنسب اقرار على الغير لان الاقرار بالنسب اقرار بالارث والارث حق الورثة فكان اقرارا على الورثة والاقرار بالمال اقرار على نفسه فلا يتعدى الى غيره ولان الاقرار بالنسب اقرار بالارث والاقرار بالمال اقرار بالوصية والاقرار بالارث اقوى من الاقرار بالوصية لان الارث يثبت بغير اختيار الوارث والوصية تثبت باختياره فالاقرار بالنسب اقرار بما لا يملك رده والاقرار بالمال اقرار بما يملك رده فلا يلزمه ما لا يملك رده بما يملك رده

فيها الرقيق مع رقه كله صورة تأمل من حيث عليه فلقيه دار الحرب فاسترق ومات رقيقا بمرابة قلت الجناية تودية اورثته ولم ارها
کا مختار ہو اور البتہ علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جسمیں یہ بین کا مال موروث ہوتا ہے باوجودیکہ وہ غلام کچھ بھی آزاد نہیں ہوا بصورت اُس مسئلہ کی یہ ہو کہ حربی مستامن
دار الاسلام میں جنایت واقع ہو لینے کسی نے اسکو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب میں لاحق ہوا پھر وہ ان گرفتار ہو کر غلام ہوا اور غلامی کی حالت میں اُسی زخم کی سرایت
سے مر گیا تو اسکا خونبہا اسکے وارثوں کا ہوا اور یہ مسئلہ بحسب اپنے مذہب کے اماموں کے کلام میں نہیں دیکھا تو اسکی تتبع اور تحریر کرنا چاہیے والقتل الموجب للقود
او الكفارة وان سقط بعفوه عن الدية على مال اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہو اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب
حرمت پدری کے ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکا ہم قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شبہ عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہے تو معلوم ہوا
کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہیں ہوتا وہ میراث کا نہیں چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک میں کنواں کھودا یا پتھر رکھا اور اُسکا مورث اسمیں گر کے مر گیا
تو کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا اُسکی میراث سے محروم نہ ہوگا وعند الشافعي لا يرث القاتل مطلقا اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاتل مطلقاً وارث نہیں ہوتا خواہ
اُسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہ ہو دلوحدث القاتل قبل المقتول ولو الملقى للجماع اور اگر قاتل مر گیا مقتول سے پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق
ہم قاتل محروم ہونے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے واختلاف الملتين اسلاما وكفرا اور تیسرا مانع میراث کا اختلاف ہے دو دین کا
باعتبار اسلام اور کفر کے ہم یعنے اگر وارث مسلمان ہو اور مورث کافر یا عکس اسکے تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہیں چنانچہ ایک یہودی اور دوسرا
نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہیں ہے وقال احدان اسلم الكافر قبل قسمة التركة ورث اور امام احمدؒ نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہو گیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونے سے پہلے
تو وارث ہوگا واما المرتد فيورث عندنا خلافا للشافعي رحمه الله اور مرتد کے مال میں تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک خلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے کہ میراث جاری
نہیں مرتد کے اُس مال میں جو اُسنے زمان اسلام میں کمایا اسواسطے کہ میراث مسلم کی مرتد سے مستند ہے بحالت اسلام کیطرف سے کیونکہ ارتداد سے وہ مالک مُہدر ہو گیا کہ مقصود
زندگی سے ایمان تھا سو اُس سے فوت ہو گیا اور جسکا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کے مانند ہے بدلیل قولہ تعالی (وَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ) یعنے جو کافر تھا اُسکو ہمنے
ہدایت کیا لیکن اسپر مرتد سے ہنوز بسبب قتل کے یا رجوع علی الاسلام کے مقصود کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر نہ ہوگا جبتک قطع امید نہ ہو جائے اُسکی قتل یا موت یا قضاء
یا الحاق سے پھر جب قطع امید ہو گی کسیوجہ مذکور سے تو وہ میت سمجھا جائیگا ارتداد کے وقت سے تو اُسکا مسلم وارث اُسکی میراث پاویگا اور جو اُسنے ارتداد کی حالت میں مال حاصل کیا
وہ فیٔ قسمت ہو مسلمین کی اور صاحبینؒ کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہوا اور اگر عورت مرتد ہو گئی تو امام اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں حالتوں کے مال وارث مسلم
کے ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں کے بیت المال میں رکھا جاویگا کذا فی الطحطاوی لخصا قلت وذكر الشافعية مسئلة بين ورثة فيها الكافر صورتها
كافر مات عن زوجة حاملا وقفنا ميراث الحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد لم ار صريحا لمتقدمين وعلماء شافعیہ نے ایک مسئلہ
مذکور کیا ہے جسمیں کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک کافر مر گیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑ کر اور ہمنے حمل کی میراث اٹھا رکھی ہو اُسکی زوجہ مسلمان ہو گئی پھر اسلام
کے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپکا اور میں نے یہ مسئلہ اپنے علماء کے کلام میں صریح نہیں دیکھا ہم متاخرین میں لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوا والرابع اختلاف الدارين فيما
بين الكفار عندنا خلافا للشافعي فرع اور چوتھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملکوں کا اختلاف فیما بین کفار کے ہمارے نزدیک خلاف شافعیؒ کے ہم اختلاف دارین کو
اشکار اور ملحوظ کرتے ہیں سواسکے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہو جاتی ہے یعنے حالت جان و مال کی باقی نہیں رہتی کذا فی الجامع الکبیر تبیین الکافی تو کمال کہنا اختلاف دارین کا دو قسم ہے
اول یہ کہ حقیقۃً اور حکماً دونوں طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دار الحرب میں اور کافر ذمی دار الاسلام میں آیے ثانی یہ کہ فقط حکمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک جانے پر ہتا ہے
ساتھ اُس ذمی کے جو دار الاسلام میں ہے یا وہ کافر حربی و ملک کے دار الاسلام میں یہ تامن ہیں یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دار الحرب میں اور تیسرا یہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو نہ حکمی جیسے
مستامن دار الاسلام میں ساتھ اُس حربی کے جو دار الحرب میں ہو تو دونوں ایک ہی ملک کے ہیں اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلے دونوں قسمیں ہیں تیسری قسم اور اختلاف حکمی اور خلاف علی

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی کے نزدیک اسکے بالعکس ہو تو ذمی اور مسلمان مین اُنکے نزدیک توارث ہوا تو قسم ثالث مین توارث نہین انتہی کذا فی الطحطاوی حقیقۃ کحربی وذمی اختلاف دار کا حقیقۃ ہونا یہ ہے کہ حربی اور ذمی مین ہم یعنے حربی مرگیا دارالحرب مین اور اُسکا باپ یا بیٹا ذمی ہو دارالاسلام مین تو ذمی اُس حربی کا وارث نہ ہوگا اور سیاق اگر ذمی دارالاسلام مین مرگیا اور اُسکا باپ یا بیٹا دارالحرب مین ہی تو یہ حربی اُس ذمی کا وارث نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی او حکما کمستامن فی محی وکحربیتین من دارین مختلفین لکن لو ھندی ولا نقطاع العصمۃ فیما بینھم یا اختلاف دار کا حکماً ہونا جیسا مستامن اور ذمی دارالاسلام مین یا جیسا کہ دو حربی دو ملکون مختلف کے جیسا کہ ترکی اور ہندی تو اُنمین توارث نہین بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان اُنکے ھم قولہ کحربیتین کو اگر اسپر محمول کیجے کہ وہ حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکون مین ہین تو یہ عزاصن وارد ہوتا ہے کہ یہ قبیل اختلاف دارین کے ہے حقیقۃً تو اختلاف حقیقی کے مثال مین اُسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر حمل کیجے کہ وہ حربی دو ملک مختلف کے دارالاسلام مین بطریق استیمان کے ہین تو وہ ایک ملک مین ہین حقیقۃً اور دو ملک مختلف مین ہین حکماً تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے کحربیتین کے کما سبق کہتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے اسطرح ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مارڈالتا ہے جب اُسکو پاتا ہے تو اسمین اس کلام کیطرف سے اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکون کے بادشاہون مین عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو وہ دونون دار مختلف نہین ہین یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہین کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے ھم یعنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار مانع میراث کا نہین ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف اشکر اور سلطنت کے نفاذ کے حق مین متحقق ہوتا ہے مسلمین کے حق مین سو اسلئے کہ اہل بغی اور اہل عدم باہم وارث ہوتے ہین اگرچہ باغیون کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہو اور اہل عدل کا علیحدہ اسواسطے کہ دارالاسلام دارالاحکام ہے تو اسلام کا حکم اُن سبکو شامل ہے تو اُنمین تباین نہین لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دارالحرب تو دارالاحکام نہین بلکہ دار قہر ہے تو وہان اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہوتا ہے انتہی اور روح الشروع مین کہا کہ مسلمین مین اختلاف معتبر نہین اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت اور تباعد اُسکے اطراف کے اور قائم ہونے محاربے کے اہالی بلاد اسلام مین وہ ایک ہی دار ہے شارع کی نظر مین چنانچہ کافرون کے دین باوجود یکہ نفس الامر مین کثرت سے ہین ایک دین ہے شارع کی نظر مین کذا فی الطحطاوی قلت ویقرب من اللوانح جھالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی والمقتولی کما سیجی مین کہتا ہون اور منجملہ موانع ارث کے باقی رہے تین مین مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ دبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا مع یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق سے مرگئے تو انمین توارث نہین کیونکہ معلوم نہین کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ مانع نہین ہے اسواسطے کہ مصطلح مین مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو اگر میراث فوت ہو سوے اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع مین داخل نہین ہے جسے تبسم تاریخ موتی کو مانع کہا اُسنے خطا کی انتہی مختصراً ومنھا جھالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل الاول المنسوطۃ فی المحتوی متیا رضعت عیسا مع ولدھا وما وجھل ولدھا فلا توارث ومنجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہے وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلون مین یا زیادہ مفصل مذکور ہے مجتبی مین اول انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنے لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہین کہ دونون لڑکون مین سے اسکا لڑکا کون ہے تو دونون لڑکون مین سے مایکا کوئی وارث نہوگا و کذا لو اشتبہ ولد مسلم من ولد نصرانی عند الظئر وکبرا فھما مسلمان ولا یرثان من بعضھما لتردد فی المنیۃ لکن ان یصطلح فلھما ان یختلفا یعنی اور اسیطرح اگر اشتباہ ہو جاے مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونون لڑکے بالغ ہون تو وہ دونون مسلمان ہین اُنمین میراث نہ پاوینگے اپنے باپون کی منیہ مین اتنا زیادہ بیان کیا ہے مگر یہ کہ دونون لڑکے آپسمین صلح کرلین تو اُنکو میراث لینا جائز ہے آپسمین نصفا نصف یا جسقدر پر صلح ہو سو ھم دونون کا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انمین کی ہو بلاشک اُنسے متجاوز نہین مگر عدم تعین مانع ہے پس جب صلح ہوئی تو جسقدر واقعی وارث کو پہونچا وہ تو اُسکا حق ہوا اور جو دوسرے کو پہونچا وہ بمنزلہ ہبہ ہوگا مستحق کے جانبسے ثم بین ذوی الفروض مقدما للزوجۃ لانھا اصل الولاد اذ منھا تتولد الاولاد پھر مصنف نے بعد موانع ارث کے ذوی الفروض کا بیان کیا اور یہ کو سب سے مقدم کرکے اسواسطے کہ زوجہ اصل اولاد ہے کہ اُسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہین فقال فیقرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع

ھم یعنی ہونا دونون کا مسلمان اور نہ ہونا دونون کا مسلمان اور ایک کا مسلمان ہونا

ولد الولد وان سفل سو کہا مصنف نے تو فرض اور عین ہوا ایک زوجہ اور چند زوجات کیواسطے آٹھوان حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ اگرچہ ساقل ہو یعنی اگرچہ بتاسر وتاصم ولد اور ولد الابن خواہ ذکر ہو خواہ انثے اسی زوجہ سے ہو یا اور عورت سے بہرصورت زوجہ کا حق ثمن ہوا ولد کے ساتھ خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہوں تو اُنکا ان حصہ سا لیعین برابر برابر بانٹ لینگی عدم الویت کیوجہ سے کذا فی المطاوی والربع لہا عند عدمہا فالثلث زوجات حالتان الربع بلا ولد او ولد الشر مع الولد اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہو جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوجات کے دو حال ہین یعنے ربع بلا ولد اور ثمن مع الولد والربع للزوج فاکثر کما لو ادعی رجلان فاکثر نکاح صحیحۃ وبرہنا ولم تکن فی بیت واحد ولم تتہم ولا دخل بہا فانہم یقسمون میراث زوج لعدم الاولویۃ مع احدہما ای الولد او ولد الابن اور زوج کا حصہ چوتھائی ہو ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک زوج ہو یا زیادہ چنانچہ دو مرد ون نے یا زیادہ دعوی کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر اور وہ عورت اُن مدعیون مین سے کسیکے گھر مین نہ تھی اور نہ کسی مدعی نے اُس سے قربت کی تھی تو میراث زوج کو مدعی آپسمین بانٹ لینگے برابر عدم اولویت کیوجہ سے ہم اور اگر زوجہ نے نکاح کا چند مرد دعوی کیے اور گواہون سے ثابت کیے تو گویا ہیان ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت اُس مدعی کی ہوگی جسکی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اُسکے پاس نہو جسکی تکذیب کی اور اُسنے قربت بھی نکی ہو اور اگر دعوی مین تاریخ کا پس و پیش ہو تو تاریخ سابق کا مدعی احق ہو کذا فی المطاوی والنصف لہا عند عدمہا فالثلث زوج حالتان النصف والربع اور زوج کا حصہ نصف ہو جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوج کے دو حال ہین نصف بلا ولد اور ربع مع الولد والربع الحال الفرض المطلق وہو السدس فی ثلاثۃ احوال ولد او ولد ابن اور باپ یا جد دادا کے تین حال ہین فرض مطلق یعنے خالی تعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہو ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عند عدمہم اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہو یعنے خالی فرض سے دونون کے نہونے کے وقت یعنے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو عند عدم ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا بالطریق بعصوبت و الفرض والتعصیب معا البنتا و بنت ابن اور فرض اور تعصیب بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہم باپ یا دادا اول یا پنا حصہ فرض یعنے سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنے نصف لیگی اور جو باقی رہا اُسکو باپ یا دادا بطریق عصوبت کے لیگا قلت وفی الاشباہ والمنۃ کالاب الا فی ثلث عشرۃ مسئلۃ سمنس فی الفرائض یاتیہا فی غیرہا مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہو کہ دادا اپکے مانند ہو مگر تیرہ مسئلون مین پانچ مسئلے تو فرائض مین ہین یا مسائل آئندہ کے غیر فرائض مین ہین ہم فرائض کے پانچ مسئلے ہین پہلا مسئلہ یہ ہو کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہین ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے ۲ یہ کہ میت نے جبکہ والدین اور احد الزوجین کو چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین اُسکی باقی کا ثلث پاویگی اور اگر بجاے باپ کے دادا ہو تو ان اُسکی جمیع مال کا ثلث پاوینگی عارفیہ کے نزدیک ۳ یہ کہ بنی اعیان اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہین باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے نزدیک ۴ یہ کہ آزاد کرنے والے کا باپ اُسکے فرزند کے ساتھ سدس ولا کا لیتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کیواسطے یہ نہین ہے بلکہ تمام ولا بیٹا لیگا دادا کو کچھ نہ ملیگا باقی امامین کے نزدیک ۵ یہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنے والے کا دادا اور بجائی چھوڑا امام نے کہا کہ ولا دادا کیواسطے مخصوص ہوا اور صاحبین نے کہا کہ دونون مین مشترک ہو اور اگر دادا کے بجاے باپ ہوتا تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلون کی تفصیل ہو پہلا مسئلہ یہ ہو کہ اگر وصیت کی تو بازید کیواسطے مثلاً تو زید کا باپ وصیت مین داخل نہ ہوگا دادا اُسکا داخل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۲ یہ کہ صغیر کا صدقہ فطر مالدار باپ پر واجب ہوتا ہے نہ دادا پر ۳ یہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنے ولد کی ولا کو اپنے موالی کی طرف کھینچیگا نہ دادا کے موالی کیطرف ۴ یہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہے اپنے باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵ یہ کہ اگر زید مر گیا اولاد صغار اور مال چھوڑ کر تو اُسکی ولایت زید کے باپ کو ہے نہ زید کے دادا کو ۶ یہ کہ اگر صغار کا بجائی امداد ہے تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی ولایت مین دونون شریک ہین اور امام کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص ہے اور اگر بجاے دادا کے باپ ہوتا تو بیشک ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷ یہ کہ جب صغیر کا باپ مر گیا تو وہ نیم ہو گیا دادا کے ہونے سے اُسکی تیمی زائل نہین ہوتی ۸ یہ کہ اگر میت مر گیا اور اُسکی اولاد صغار ہے اور مال نہین ہے اور میت کی ایک کنیز ہے اور دادا تو نفقہ صغار کا مان اور دادا پر ہے اسطرح کہتا ہے فقہ

ع

مان پر ہو اور وہ تہائیاں دادا پر اور اگر دادا کی جگہ باپ ہوتا تمام نفقہ اُسی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ وزاد ابن المصنف فی رد المحتار عن الفصولین صفن لاب جمع جیدہ فلہ رجع لو شرط ولا کدادو لیتا غیرہ او وصیا رجع مطلقا انتہی فقولہ لو دیتا غیر بعید الخ وہی کلام ابن شیخ صالح ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ مین جسکا ظاہر الجواہر نام ہو اشباہ کے تیرہ مسئلون پر ایک اور مسئلہ زیادہ کیا ہے فصولین سے نقل کرکے وہ مسئلہ یہ ہے کہ باپ نے اپنے نفل صنیع کے مہر کی ضامنی کی پر مہر اُسکا ادا کیا اپنے مال سے تو صنیع کے مال سے بھرے اگر اُسنے ادا کے وقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اور اگر شرط نہ کیا ہو تو رجوع جائز نہین اور اگر باپ کے سوا اور کسی صنیع کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کرکے مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقا انتہی یعنے خرطلوسی بلا شرط بہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر اب کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے تو دادا بھی وصی کے مانند مطلقا رجوع کریگا برخلاف باپ کے واللام فالہ الحوال السدس مع احدہما او مع اثنین من الاخر او من الاخوات فصاعدا من ای جھۃ کانا ولو مختلطین اور مان کے تین حالات ہین جنمین صاحب ہی بیٹے یا پوتے کے ساتھ یا دو بھائی یا دو بہنون کے ساتھ بھائی بہن دو بہن یا زیادہ کسی جہت سے ہون اگرچہ ملے چلے ہون ہم اگر ایک شخص مر گیا مان اور فرزند چھوڑ کر تو اُنمین بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اُسکی مان کا حصہ سدس ہو قال اللہ تعالی ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد اسواسطے کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونون کو شامل ہو اور ولد الابن کو بھی عام ہو اور یہ اجماع ہے امت کا کہ ولد الابن قائم مقام ولد صلبی کے ہو تو یہ ثلث ام مین اور یہ سدس مان کا حصہ بہت سے دو بھائیون کے ساتھ یا زیادہ یا دو بہنون کے ساتھ یا زیادہ سدس سے ہو خواہ بھائی بہن سگے ہون یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہون یعنے ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلا اور تیسرا مادری والثلث عند عدمہم اور مان کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہو جبکہ اشخاص مذکورین نہ ہون یعنے بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن وثلث الباقی مع الاب والجد الخ وہی اصل کیواسطے باقی مال کی تہائی ہو باپ اور واحد الزوجین کے ساتھ ہم یہان صورتین ہین پہلی صورت یہ ہو کہ ایک عورت زوج کو اور مان کو چھوڑ کر مر گئی تو یہ تقسیم ہم سہم سے صحیح ہوگی نصف یعنے تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنے ایک سہم مان کا اور باقی دو سہم باپ کے دوسری صورت یہ ہو کہ ایک شخص مر گیا مان باپ اور زوجہ کو چھوڑ کر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی زوجہ کی چوتھائی اور باقی مال کی تہائی مان کی یعنے تین سہم اور باقی پہ سہم باپ کے ہر چند مان نے ان دونون حالتون کو آگے ذکر کیا ہے مگر شارح نے یہان ذکر کرکے اشارہ کیا کہ مان کے تینون حالات ایک جگہ متصل ذکر کرنا بہتر تھا متفرق بیان سے کذا فی الطحطاوی اور اگر صورت مذکورہ مین بجاے باپ کے دادا ہو تو عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ مان کو جمیع مال کا ثلث ملیگا والسدس للجدۃ مطلقا کام اد اب اور سدس حصہ ہے جدۃ کا مطلقا خواہ جدہ مان کی مان ہو یعنے نانی اور دادی دونون جدہ صحیحہ مین سے باقی اور یوتے کے ترکہ سے چھٹا حصہ پاوینگی فصاعدا یشترکن فیہ اذا کن ثابتات ای صحیحات کالمذکور ین فان الغائبات کما سیجیء متحاذیات فی الدرجۃ کان الغربی یحجب البعدی مطلقا کما سیجیء ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہونگی سدس مین جبکہ جدات ثابتات یعنے جبکہ جدات صحیحہ ہون چنانچہ دو جدہ مذکور ہوگئین اسواسطے کہ جدۂ فاسدہ ذوی الارحام مین ہے ذوی الفروض مین چنانچہ اسکا ذکر ذوی الارحام مین آویگا اور دوسری شرط میراث جدات مین یہ ہے کہ جمیع جدات درجہ مین متساوی اور برابر ہون اسواسطے کہ جدۂ قریبہ جدہ بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقا خواہ جدہ بعیدہ حاجب مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو اور اسیطرح جدہ بعیدہ مجیز خواہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو چنانچہ اسکا بیان باب الحجب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ہم اکمل نے شرح سراجیہ مین کہا کہ ہر شخص کے دو جدہ ہوتی ہین ایک مان کی مان اور دوسری باپ کی مان اسیطرح اُسکے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم وحوا علیہما السلام اور جدہ کی دو قسم ہین صحیحہ اور فاسدہ جدہ صحیحہ وہ ہے جسکے نسبت الی المیت مین ایک باپ کا نون مین نہ داخل ہو اور جدۂ فاسدہ وہ ہے کہ دو نون کے مابین مین باپ داخل ہو اسواسطے کہ جو باپ کہ میت کے ساتھ تا تا کہتا ہو اسطرح عورت کے حق مین فاسد ہے انتہی چنانچہ نانا کی مان جدۂ فاسدہ ہے اسواسطے کہ مان اور نانا کے مابین باپ کی نانا واسطہ ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ جدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہوا وصلات کے سدس کی تین وجہ ہے کہ ایک شخص کی نانی یعنے مان کی مان صلبین اگر

کے پاس آئی اور بولی کہ میرے نواسی کا حصہ مجکو دیجیے صدیقؓ نے جواب دیا کہ مین تیرا حصہ کتاب اللہ مین مقرر نہین پاتا ہون اور مغیرہ کی روایت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہین خاص لیکن مین یہی جانتا ہون پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا ہی پھر اُس میت کی جدہ دوسری یعنے باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجکو دیجیے تو صدیقؓ نے کہا کہ مین کتاب اللہ اور حدیث مین تیرے واسطے کچھ حصہ نہین پاتا ولیکن مجکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونون مین مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اُسیکا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاکمل ملخصاً والسدس لبنت الابن فاکثر ام ابنت الواحدۃ خیر الاثنین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیون کا ایک بیٹی کے ساتھ دو تہائیون کے پورا کرنے کے واسطے ہم جملہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو اُن لوگون کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہین خواہ ہمیشہ چنانچہ جدہ یا بعض صورت مین جیسے پوتیان اور پوتیون کے چھ حالات ہین تین حال تو بیٹیون کے مانند ہین یعنے ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیون کو یا زیادہ کو دو تہائیان اور اگر پوتیون کے ساتھ اُنکا بھائی بھی ہو تو بھائی اُنکو عصبہ کردیگا للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیون کو مخصوص ہین از انجملہ ایک تو وہ ہی جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھ ملیگا دوسرا حال یہ کہ دو یا زیادہ بیٹیون کے ساتھ وہ ساقط ہونگی لیکن اگر اُنکے ساتھ بھائی ہوگا تو عصبہ مین برابر یا اسفل تو اُنکو عصبہ کردیگا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہ ہو اُنہین سے اور تیسرا حال یہ ہی کہ فرزند صلبی سے پوتیان ساقط ہوجاتی ہین اور یہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیون کے پورا کرنے کے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بنات کا حق ثلثین ہی زیادہ نہین ہوتا اور بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہی پھر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنے نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنے ثلثین پورا ہوجاوے کذا فی الطحطاوی والسدس للاخت لابن فاکثر مع الاخت لاحد الابوین تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا ہی اور زیادہ بہنون کا ہی ایک سگی بہن کے ساتھ تہائیون کے پورا کرنے کے واسطے ہم نے اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہی تو نصف ترکہ سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیان پوری ہوجاوین معلوم کرنا چاہیے کہ سگی بہنون کے پانچ حوال ہین یا دو ہی یا پانچون احوال سوتیلی بہنون کے بھی ہین پہلا حال یہ ہی کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنین ثلثین پاوینگی تیسرا یہ کہ اگر انکے ساتھ بھائی سگا ہوگا تو اُنکو عصبہ کردیگا چوتھا یہ کہ بہنین بیٹیون کے ساتھ عصبہ ہوجاتی ہین لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اجعلوا البنات مع الاخوات عصبات پانچوان یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنین ساقط ہوجاتی ہین بالاتفاق اور امام اعظمؒ کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہوتی ہین اور سوتیلی کے بہنون کے دو حال اور بھی زیادہ ہین تو سوتیلیون کے سات احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہوچکے اور چھٹا حال یہ ہی کہ سوتیلی بہن سگی ایک بہن کے ساتھ سدس پاتی ہی چنانچہ ماتن نے اسکو بیان کیا اور ساتوان حال یہ ہی کہ اگر سگی دو بہنین یا زیادہ ہون تو سوتیلی بہنین ساقط ہوجاتی ہین مگر یہ کہ اُنکے ساتھ بھائی ہو تو اُنکو عصبہ کردیگا اور جبکہ سگی بہن ہی کے ساتھ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنین ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی والسدس لواحد من ولد الام والثلث للاثنین فصاعدا من ولد الام ذکورھم کانا ثیھم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہی ماں کی اولاد سے اور نہائی دو کی اور زیادہ کی ہی ماں کی اولاد سے مرد اُنکی عورتون کے برابر ہین حصے مین ہم اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہین جنکی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اُس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد سے شاکرہ نے نکاح کیا اُس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہین ثلثی حطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنون کے تین حال ہین ایک حال یہ ہی کہ اگر اکیلا ہی تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہین تو ثلث پاوینگے تیسرا حال یہ ہی کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے سے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اسواسطے کہ اُنکی میراث ضعیف ہی قرابت ضعیفہ کی وجہ سے انتہی والثلث للام عند عدم من لھا معہ السدس کما مر اور تہائی ماں کیواسطے ہی جبکہ وہ لوگ نہون جنکے ساتھ ماں کو سدس ملتا ہی چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنین یا زیادہ ہونے نہونگی تب ماں کو تہائی ملیگی والباقی بعد فرض احد الزوجین لھا تمام اور ماں کیواسطے باقی مال کی تہائی ہو بعد ادا کرنے فرض صاحب الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم مذکور کرچکے ہین شرح میں وذلک فی زوجۃ وابوین وام فلھا حینئذ ثلث الربع اور یہ یعنے تہائی ماں کی زوجہ اور والدین مین ہی تو اس صورت مین درحقیقت ماں کیواسطے جو تہائی ہی

کہ عورت ہو اور بیٹیان نہون اور نہ بیٹون کی بیٹیان نہون اور نہ بھائی نہون اور نہ بھائی کے ساتھ عصبہ ہونے والی نہون اور نہ بیٹی کی بیٹیان نہون اور نہ بیٹی کی بیٹیون کے ساتھ عصبہ ہونے والی نہون ۱۲ منہ

مال اثنین فاکثر مثل حظ الانثیین ہوا ۱۲ منہ

اس صورت مین اہل فرض بھائی کو ملتا ہی ۱۲ منہ

اس کو ملتا ہی ۱۲ منہ

ایک سگی بہن کے ساتھ ہون ۱۲ منہ

ایک سگی بہن کے ساتھ ہون ۱۲ منہ

اس کو ملتا ہی ۱۲ منہ

ھم اُم کا لفظ بیان بڑھا کر لانا اور اگلے مسئلہ میں بھول چوک ہے شارح کی اسواسطے کہ امام ابو حنین میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ نہیں کیا ثلث مابقی بیع ہر کل ترکہ کا بنا بنا کر ترجمہ میں گذر گیا کہ اگر بیوی مر گیا اور زوج اور والدین کو چھوڑا تو اسکی تہست بارہ سہم صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنے تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنے نو سہم کی تہائی مان کی ہے سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل ترکہ کے یعنے بارہ سہم کی چوتھائی ہیں اور زوجہ والبوین دام ظلہ اجتماع ثلث یا تہائی رانی کی مان کو ہے زوج اور والدین میں تو ہو وقت میں وضیقت مان کیواسطے سدس ہے مصنف یہ صورت بھی تجرید میں مذکور ہے جیکی اگر زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اسکی چہ سہم صحیح ہے نصف زوج کا یعنے تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنی تین سہم کل مال کی ایک سہم ہے تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے یہاں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ہے نہ ثلث تو مصنف نے ثلث کیوں کہا شارح نے اسکا جواب قبل آیندہ میں دیا و ھی ثلثا ما تاد بامم قولہ تعالی وَوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ اور مصنف نے مان کی فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالی کے اس قول کے ساتھ (وَوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ) یعنے اور ہو اُسکے والدین اُسکے وارث ہوں تو اُسکی مان کیواسطے تہائی ہے باپ کا حصہ اسواسطے مرسی ذکر نفرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہوں جیکو ماں کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہے وھلی ہذا الاتی یوں ہو کہ مان کا حصہ جیکو والدین کے ساتھ احد الزوجین ہو ثلث الباقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کذا فی التبیین فصل اول اسمیں تفصیل شی کی اُس ذکر پر لازم آتی ہے جو اُسکے برابر ہو جہت اور قرب میں اور یہ موضوع شرعی کے خلاف ہے کذا فی تفسیر البیضاوی والحصا د الثلثان لکل اثنین فصاعدا ھجتہ فرضہ النصف وھن خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاخت لاب والزوج الا لن ویحجبہ کالابن وابن وان سفلوا والثلثان یعنے دو تہائیاں اُن دو شخصوں یا زیادہ لوگوں کی ہیں جنکا فرض حصہ نصف ہو وہ پانچ ہیں بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور شوہر اگر زوج کیواسطے ثلثین نہیں اسواسطے کہ اُسمیں تعدد اور کثرت نہیں ہم یعنے زوج کے جن میں دو تہائیوں کا تحقق نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہیں مگر متعدد اشخاص جو کہ الفراد کے حالت میں نصف کے وارث ہو جاتے ہیں فائدہ جلیلہ معلوم کرنا چاہیے کہ فروض مقدرہ کلام مجید میں حیث ہیں نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس سو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جیکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی اور بنت صلبی کا فرض ہے اور بنت الابن کا فرض ہے جیکہ بنت فرضی نہو اور سگی بہن کا فرض ہے جیکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جیکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہ یا چند زوجات کا فرض ہے جیکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن ہر صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنی کہ زوجہ کا جیکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہے دو دو صلبی بیٹیوں کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیوں یا زیادہ کا فرض ہے جیکہ بنت صلبی نہو اور سگی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے جیکہ سگی بہن نہو اور ثلث دو صنف کا فرض ہے اُمّ کا فرض ہے جیکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور نہ دو بھائی ہوں نہ دو بہنیں اور اولاد مادری کا فرض ہے دو ہوں یا زیادہ ذکور ہوں یا اناث اور سدس سات اصناف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جیکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا بسطرح فرض ہے جیکہ بیت کا باپ نہو اور اُمّ کا فرض ہے جیکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو خواہ دو بھائی ہوں یا دو بہنیں اور جدہ صحیحہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو یا چند جدات میراث کیوقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہے سگی بہن کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی الخانیۃ عن خزانۃ المفتیین

فصل فی العصبات

یہ فصل ہے عصبات کے مسائل میں ہم عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ مطلقاً تین میں عبارت ہے محیط یا شی سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی میں موجود ہیں کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہیں کذا فی الطحطاوی المخصاۃ اور مصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات النسبیۃ ثلثۃ عصبۃ بنفسہ وعصبۃ بغیرہ وعصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین قسم ہیں عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ہم شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم ہیں منحصر ہوتی کہ اکثر ثبوت عصوبت میں غیر کے ملنے کی حاجت نہیں تو وہ عصبہ بنفسہ ہے یعنے بذات خود بلا حاجت انضمام شخص آخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہو تو اگر عصوبت میں غیر بھی اسکا شریک ہو تو وہ عصبہ بغیرہ ہے اور اگر غیر اسکے ساتھ شریک نہیں ہوتا وہ عصبہ مع غیرہ ہے یعنی بالعصبۃ

وھو کل ذکر فلا تحق لاکون عصبۃ بنفسہا بلا غیرھا او مع غیرھا لم یدل فی نسبتہ الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبۃ کولد الاکام فانہ ذو فرض کالاب لاکام وابن البنت فارحامہا من ذوی الارحام عصبۃ بنفسہ وھو ایک مرد جسکے رشتہ مین میت تک کوئی عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کے قید سے عورت نکلگئی کہ وہ عصبۃ بنفسہا نہین ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیر یا مع غیرہا ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت مین عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ مادری بہائی کہ وہ صاحب فرض ہے عصبہ بسبب پدر ہے ماں کا باپ بیٹی کا بیٹا یعنی نانا اور نانی سو اسکے کہ وہ من ذوی الارحام ہین یہ صاحب فرض ہین نہ عصبہ ما بقیۃ الفرائض او جنسہا عصبۃ بنفسہ ہے یا اُس مال کو کہ جو فرض سے باقی رہگیا یعنے جو اہل فرض کو دیکر مال باقی رہا اُس باقی سب مال کو عصبۃ بنفسہ لیگا خواہ چند اہل فروض ہون یا ایک تکثر افراد کا لفظ جمع تعاشار نے اسکی تعلیل مین کہا کہ اشارۃ الی ان العصبۃ جنس یتعلق بہ الکثرۃ کما ان الفرض کذلک یعنی عصبہ ایک جنس ہے جسکے ساتھ کثرت متعلق ہوسکتی ہے جیسا کہ فرض کہ وہ ایک جنس ہے جسکے ساتھ کثرت متعلق ہوسکتی ہے پھر عصبہ بنفسہ کی جہت سے تمام مال لیتا ہے خواہ واحد ہو خواہ متعدد ہو عصبۃ بنفسہ کے افراد کی انتہا نہین ہے اسی واسطے شارح نے کہا کہ الف اللام فیہ للجنس یفید الاستغراق ای کل ما یحتمل ان یکون عصبۃ بنفسہ یعنی عصبہ بنفسہ کے جسقدر افراد ہو سکتے ہین سب کی سب کو یہ حکم ہے کہ وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال لیتا ہے ثم العصبات بانفسہم اربعۃ اصناف جزء الاول ثم اصل الثانی ثم جزءہ ثم اصل الثالث ثم جزءہ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسکی جماعت چار قسم ہین میت کا جزء میت کے باپ کا جزء میت کے دادا کا جزء میت کا جز چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جز چنانچہ بہائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جز چنانچہ چچا اور اُسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب متہم لھذا الترتیب اور اصناف مین زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی پھر اُسکے بعد اُس سے جو فروتر ہو وہ مقدم ہوگا سو اسی ترتیب کو کہکے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جز مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا بیٹا پھر پوتا اگر چیسا فل ہو یعنے پرپوتا اور پرپوتے کا بونا م کہکے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنے میراث مین نقلاً اور عقلاً ثابت ہوا دلیل نقلی تو قرآن مجید مین موجود ہی یعنے باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹی کا حصہ مقرر نہین کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہی کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہی صرف مال مین اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرنا ہی فرزند کیواسطے تو مقتضا اسکا یہ ہی کہ اُسکا مال فرزند سے تجاوز کرکے اُسکے باپ کو پہونچے لیکن نص قرآنی سے بمقدار حصۂ پدری کے اُسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال مین اُسکی خواہش دلی کو باقی رکھا کذا فی الطحطاوی ملخصاً ثم اصلہ الاب پھر فروع کے بعد اصل میت یعنے باپ مقدم ہوگا یعنے اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا پرپوتا کوئی باقی نہین ہی تو میت کا باپ عصبہ ہوکر متروکہ لیگا ویکون مع ابنۃ فاکثر عصبۃ وذا سہم کالاکام اور باپ ایک بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح مین مذکور ہوا یہکا اہل فروض کے بیان مین ہم طحطاوی نے کہا بہتر یون تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو اہل فروض مین فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجد الصحیح وھو اب الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد صحیح مقدم ہی یعنے باپ کا باپ جسکو دادا کہتے ہین اگرچہ جدا دنیا ہو یعنے پردادا سردادا الی غیر ذلک واما اب الاکام فقاسد من ذوی الارحام اور ان کا باپ تو صحیح نہین بلکہ جد فاسد ہی ذوی الارحام مین داخل ہی نہ عصبات مین ثم جزء ابیہ الاقرب کالابوین ثم لاب پھر صحیح کے بعد میت کے باپ کا جز یعنے سگا بھائی میت کا مقدم ہی پھر اُسکے بعد سوتیلا بھائی مقدم ہی بتصحیح ون بر ثم ابنہ کالبوین ثم لاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہی پھر اُسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہی اگرچہ ابن الاخ حاصل ہو یعنے بھتیجے کا بیٹا یا پوتا تاخیر اکاخزۃ عن الجد وان علا قول ابی حنیفہ رح وھو المختار للفتوی خلافا لھما والشافعی رح قولہ علیہ الفتوی تاخیر بھائیون کی دادا سے اگرچہ دادا عالی ہو قول ہی امام ابو حنیفہ رح کا اور یہی قول مختار ہی فتوے کیواسطے برخلاف صاحبین اور شافعی رح کے بعضون نے کہا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہی یعنے بھائی مقدم ہین دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہی ثم جزء جدہ الاقرب کالابوین ثم لاب پھر بھائیون کے بعد دادا کی اولاد یعنے سگا چچا مقدم ہی پھر اُسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لا بوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہی پھر اُسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

چچیرے بھائی سافل ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم عم الاب پھر عمی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اُسکا سوتیلا چچا ہے ثم ابنہ پھر اُسکا بیٹا اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اُسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذالک وان سفل پھر بیٹے کے اعمام بعد اُنکا بیٹا اسیطرح مقدم ہوتے ہیں سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند اور عم جدی کے فرزند سافل ہوں ہکذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط اھ اور اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ اُنپر باعتبار اُنکے بالذات کے قسمت ہوگا نہ باعتبار اُنکے اصول کے مثلاً میت کا ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہیں یا ایک چچیرا بھائی ہے اور دس چچیرے بھائی اور ہیں تو مال کے گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاسبابہا اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق سے معلوم ہوگیا کہ عصوبت کے چار سبب ہیں بیٹا ہونا یا باپ ہونا یا بھائی ہونا یا چچا ہونا وبعد ترجیح بقرب الدرجۃ یحجبون عند التفاوت بالبنین والاب کالام بقوۃ القرابۃ فمن کان لابوین او بالاب من العصبات واولاد کل شقیقۃ ثم لابۃ تقدم علی الاخر کالاب مقدم علی کل اب اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ اُنمیں تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ترجیح دیجاتی ہے قرابت کے قوی ہونیکی وجہ سے عصبات میں سے جو عصبہ میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عمت ہو جیسے سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر ثم درجہ سے مراد قرابت کی جہت ہے یعنے تقدیم میں اول جہت معتبر ہے نہ جزء جہت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبوں میں سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزئیت میں بیٹا اور پوتا یکساں ہے لیکن پوتے کے نسبت بیٹا قریب تر ہے تو اب تقدیم قرب کیوجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ قرب میں بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم میں قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہاں بیان کیا ہے اور قرابت کی قوت پائی نہیں جاتی مگر بھائیوں میں دو بھتیجوں میں چچیروں میں اور چچیرے بھائیوں میں اور فروع اور اصول میں قوت قرابت کے لینے لگے اور سوتیلے کا اعتبار نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہ مقام ہے عصبات بنفسہ کے اصناف کا اور اُنکے ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ یعمل ہونیکا خلاف مذکورہ عصبہ بنفسہ نہیں بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہ جواب ہو سکتا ہے کہ اُسکا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہے تو اُسکی ذیل میں بہن کی بھی قوت قرابت کو مذکور کر دیا کذا فی الطحطاوی ملخصاً للقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی ماں کے فرزند باہم وارث ہوتے ہیں سوتیلی ماں کے فرزندوں کے نہ باہم یہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تو تتمہ حدیث مذکور کا یہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التبیین یعنے مرد وارث ہوتا ہے اپنے سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا والحاصل انہ عند الاستواء فی الدرجۃ یقدم ذو القرابتین فی عند التفاوت فیقدم الاقرب اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ درجہ برابر ہونے کے نزدیک قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہے اور درجہ میں تفاوت ہونے سے اعلی یعنے قرب مقدم ہوتا ہے ہم برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کذا فی الدر قرابت کہتا ہے قرابت کہتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت کہتا ہے باپ کیطرف سے نہ ماں کیطرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قرب تر ہونے سے ثم مترخ فی العصبۃ بغیرہ فقال وبصیر عصبۃ بغیرہ البنات مع البنین وبنات الابن مع ابن ابن وان سفلوا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ میں شروع کیا سو بیان کیا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتے ہیں بیٹا بیٹوں کے ہونے سے اور پوتیاں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں پوتوں کے ہونے سے اگرچہ درجات میں سافل ہوں ہم بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید دلیل ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنے اللہ تعالی تمہاری اولاد میں وصیت کرتا ہے مرد کیواسطے دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیاں ہیں تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا وعلی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیاں اور بیٹے ہوں اسیطرح پوتیاں لے رہنات ابن کو سمجھنا چاہیے ولاخوات لابوین او لاب خنثیٰ اور گی سو تیلی نہیں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائی کے ہونے سے ہم اور بہنوں کا عصبہ ہونا اپنے بھائیوں کے

ہونے سے حقیقی کے کلام سے ثابت ہو وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَهُنَّ اَرْبَعُ ذَوَاتِ النِّصْفِ وَالْبَاقِيْ عصبة لِاَخِيْهِنَّ تو عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں نصف اور ثلثین کے حصہ والیاں مع عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ہونے سے ہم اور جس عورت کا حصہ فرض نہیں اور انکا بھائی عصبہ ہو تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہیں ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہوں یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھ نہ ملیگا اور یہی حال ہمارے ابن العم کا بنت العم کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی وعلی ھذا کابن ابن ابن یعصب من یعلوہ وفوقہ اگرچہ بہنوں کا بھائی حقیقی ہو چنانچہ میت کے بیٹے کے بیٹے کا بیٹا اپنے پڑنا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اُس بہن کو جو اُس سے اونچی درجہ والی ہو ہم عصبہ بغیرہ ہیں بھائی سے مراد وہ جو برادر حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہو سو حقیقی برادر تین ہیں ہوتا ہے نسبت صلبی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن ہیں ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیرے بہنوں کے جو درجے میں برابر ہیں اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہے جو اُنسے اعلیٰ درجہ میں تو اُنہیں سے اُس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جسکا کچھ حصہ نہیں چنانچہ یہ مسئلہ تشبیب میں آویگا کذا فی الطحطاوی وسیاتی المصنف فی العصبۃ مع غیرہ وقال ومع غیرہ الاخوات مع البنات او بنات الابن علی الفرضیین جعلوا الاخوات عصبۃ والمراد من الجمع الاثنان پھر مصنف نے عصبہ مع غیرہ میں شروع کیا سو لوں کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنیں ہیں بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونوں جمعوں سے جنس مراد ہے سو اچھا اور اسکی شروح میں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہو واللہ اعلم چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی ہے اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اسکا جواب دیا کہ جمع پر الف لام جنس کا ہو تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبۃ ولد الزنا وولد الملاعنۃ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ انکی ماں کا مولی ہے ہم ولد الملاعنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اُسکے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے پھر باہم لعنت کر کے زوجین میں فراق ہو گیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اُسکے ماں کے ساتھ ملایا تو وہ اُس شخص کے مانند ہو گیا جسکو باپ کی جانب سے کچھ قرابت نہیں تو اب یہ واجب ہوا کہ اُسکی ماں کے موالی اُسکے وارث ہوں اور وہ اُنکا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مر گیا اور اُسنے ایک بیٹی اور ماں اور ملاعن کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور ماں کو دیا جاویگا بطریق فرض اور رد کے گویا کہ اُسکا باپ ہی نہ تھا انتہے اور ولد مشترک کا نسب مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر موے سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونوں مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولی کے قرابت دار اُسکے میراث میں باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہیں اور اگر ولی مر گیا تو وہ سراجاتی مولی ولد مشترک کے مال متروکہ سے بہ کامل کی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن المدارک وانتقل الولاء المولی ما لم المعتوق العصبۃ لیعم مالو کانت لام حرۃ کما اصلہ کما بسطہ العلامۃ قاسم کام کا ایضاً اور متن میں مولی سے مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونوں کو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو اُسکو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اسکو شرح بیان کیا ہے مان کا مولی اسواسطے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہیں ہے یعنے شرعاً انکا کوئی باپ نہیں جس سے انکا نسب ثابت ہو اور وہ اُسکے وارث ہوں اگرچہ واقع میں ولد بدون والد کے نہیں ہوتا مگر بطریق خرق عادت ویفترقان فی مسئلۃ واحدۃ وھی ان ولد الزنا یرث من امہ میراث اخ لام وولد الملاعنۃ یرث من توام میراث اخ لابوین اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ میں جدا جدا رکھتے ہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توام سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہے وختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہیں یعنے سو عصبہ سببی مولی ہے غلام کا آزاد کرنے والا ہم مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات

ہیں واقع ہوا تو اُسمیں اور باقی عصبات میں کوئی اور وارث نہیں تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور ولی ذوی الفروض پر بھی مقدم ہے اور یہی قول ہے علی مرتضی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مؤخر ہے ذوی الارحام سے اور معتمد جمہور کا قول ہے اور فریقین کی دلائل مطولات میں مذکور ہیں ثم عصبتہ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب پھر مولی العتاقۃ کے بعد اُسکا عصبہ بنفسہ ہے بنا بر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولاء قرابت ہے نسب کی قرابت کے مانند مع عصبہ بنفسہ کی قید بواسطہ لگانی اُس مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہے اُسکے عصبہ سببی پر یعنے آزاد کرنے والے کا آزاد کرنے والا مؤخر ہے عصبہ نسبی سے اور بوجہ ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہے پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اُسکا دادا اگرچہ عالی ہو الے آخر التفصیل پھر معتق کا معتق علے الترتیب المذکور پھر اُسکے عصبات معلوم کرنا چاہیے کہ آزاد کرنے والے کی میراث غلام آزاد نہیں بانا جمہور کے نزدیک خلافاً لابن راہویہ واحسن بن زیاد اور اس حدیث میں الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب ولاء سے مراد ولاء عتاقہ ہے نہ ولاء میراث لینے والا عتاقہ قرابت حاصلہ ہے معتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطاً واذا ترک المعتوب مولاہ وابن مولاہ فالکل للابن قال ابو یوسف للابن السدس اور جبکہ غلام آزاد مر گیا اپنے مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو حسب مال مولی کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف رح نے کہا باپ کے واسطے چھٹا حصہ ہر ادنی لجدہ ای جد المولاۃ لانہ حق للجد علی الترتیب المتقدم وفلا بینھما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اُسکا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنا بر اُس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ میں مذکور ہوئی اور صاحبین رح نے کہا کہ دونوں کے مابین میں مال مقسوم ہوگا میراث کے مانند ولیس ھنا عصبۃ بغیرہ کما مع غیرہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لیس للسلم من الولاء الا ما اعتق الحدیث اور یہاں یعنی ولاء عتاقت میں عصبہ بغیرہ نہیں اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ عورتوں کو ولاء میں سے کچھ حصہ نہیں مگر اُس غلام کا ولاء ہو جسکو عورتوں نے آپ آزاد کیا الی آخر الحدیث ہم عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ جو نکہ عورتیں ہوتی ہیں لہذا ولاء عتاقت میں باعتبار مذکر کے عصبہ ہونے کے بدل ہیں اور یہ حدیث مکرر اُس حدیث طویل کا جو سراجیہ میں مذکور ہے وھو وان کان فیہ شذوذ لکنہ تلقی بالقبول کما ذکرہ فی المشہور کما بسطہ السید ابو شجاعہ المصنف اور اُس حدیث میں اگرچہ شذوذ ہو لیکن وہ متلقا بہ ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفیہ میں اُسکو شرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اُسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ہم شاذ وہ حدیث ہے جسکو ثقہ راوی اور راویوں کے مخالف روایت کرے تو جسکی روایت میں راوی متفرد ہوا تو اُسکو نظر کرنا چاہیے اگر اُسکی روایت اُس راوی کے مخالف ہو جو اُس سے زیادہ ترحافظ اور ضابط ہے تو اُسکی روایت شاذ مردود ہے یعنے قبول کرنے کے لائق نہیں ہے اور اگر اُسکی روایت ثقات کے مخالف نہیں ہے تو اگر اُس راوی کے حفظ اور اتقان پر اعتماد ہے تو وہ مقبول ہے اُسکا افراد صحت حدیث میں قادح نہیں اور اگر اُسکے حفظ اور اتقان پر اعتماد نہیں تو اُسکی حدیث خارج ہے حدیث صحیح سے اور حدیث مشہور وہ ہے جو قرن اول میں احاد ہو پھر قرن ثانی اور بعد اُسکے متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہیں تو اُنکی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت ہے خصاص نے کہا کہ مشہور متواتر کی درجہ میں ہے حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتوں کو ولاء میں کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی الحجب فقال ویحرم ستۃ من الورثۃ بحال البتہ الاب والام وللبن والبنت ای الابوان والولدان والزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو بولے کہ چھ وارث کسی حالت میں محروم میراث سے نہیں ہوتے البتہ یعنے یقیناً باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنے والدین اصلیین اور فروع اور زوجہ ہم باپ کیواسطے یا سدس ہیں یا عصبہ ہیں اور ماں کا سدس ہی یا ثلث کل ہی یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ رہتا ہے اور بیٹی تین حال سے خالی نہیں اُسکا نصف ہی یا ثلثین یا عصوبت لیکر شامل خطاالاثنین اور زوج کا نصف ہی یا ربع ہی یا ثمن ہمیشہ وفریق یرثون بحال ویحجبون بحجب الحرمان بحال اخری وھم غیر ھؤلاء الستۃ سواء کانوا عصبات اوذوی وفی ھؤلاء فریق وہ ہی جو ایک حال میں تو وارث ہوتے ہیں اور دوسرے حال میں بالکل محجوب ہوتے ہیں اور وہ فریق سوائے ان اشخاص ستہ مذکورہ کے ہیں خواہ وہ عصبات ہوں یا ذوی الفروض ہم عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے نانی اور سوتیلی بہنیں وہ

سلم یعنی ہر ایک کی صورت میں ہر ایک میں ان کا حق ہے اور ان کا حق ہے اور ان کا حق ہے

لیس للسلم من الولاء الا ما اعتق

ابن الابن اور ابن ابن کا بیٹا اور ابن ابن کا بیٹا اور ابن ابن ابن کا بیٹا اور ابن ابن ابن ابن کا بیٹا

متوفین اور متوفی ۱۲

یعنی علی اصلین اور حجب کی بناء دو اصلوں پر ہے یعنے محجوب ہونا یا جانا ہو دو قاعدوں کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قریبوں میں دونوں اصلیں یا ایک اصل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہونگے والوارث ہونگے احدھما انہ یحجب الاقرب من سواہ لا بعد لہما او انہ یقدم الاقرب فالاقرب فالاقرب اصلان فی الباب اھم کا ایک اصل یہ ہو کہ اگنکے سوائے جو کبھی محروم نہیں ہوتا اور وارثون پن سے قریب تر بعینکہ محجوب کر دیتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم ہوتا ہو خواہ دونون قرابت والے سبب ارث مین متحد ہون یا نہ ہون ہم یعنی حجب حاصل ہوتا ہو اقرب اور ابعد کے پائے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہو چنانچہ عصبات مین مذکور ہو چکا کہ میت کا جزئیت کے اصل کا حاجب ہوتا ہو اور اصل میت اپنے فرع ذاتی کی حاجب ہو اور فرع بدری فرع جدی کی حاجب ہو وعلی ہذا القیاس فروض مین اقرب ابعد کا حاجب ہو اتحاد سبب کی مثال چنانچہ اخ مع الام اور بنات الابن مع الصلبیین اور سوتیلی بہنین سگی بہنون کے ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ بھائی ہر دو الثانی من اولی النقص لا یرث معہ کالاب لا یرث مع الاخ وحجب کی دوسری اصل یہ ہو کہ جسکی قرابت لنگی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہوگا اُس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہین ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنے پوتے کی قرابت دادا سے بواسطہ باپ کے ہو تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا ولد الام فیرث معہا للعدم استغراق الترکۃ بجہۃ واحدۃ مگر ولد ام بھائی معہ ان کے ساتھ وارث ہوتا ہو اسواسطے کہ ان تمام متروکہ کو نہین باتی ایک جہت سے ہم یعنے ہر چند میت کی قرابت مادری بھائی سے بواسطہ مان کے ہو مقتضاء اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی مان کے ساتھ وارث نہوتا مگر اُسکی وراثت اسوجہ سے ہوئی کہ ان سب متروکہ کی مستغرق نہین ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض اور عصبات مین سے کوئی باقی نہین سوا ان کے تو اب وہ تمام متروکہ پاوینگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً ورداً والمحروم کالمعدوم کافراد قاتل لا یحجب عندنا اصلا اور محجوب محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہین ہوتا نہ حجب نقصان ہم جب محروم مین صلاحیت میراث کی اصلا نہ رہی تو وہ باعتبار تمام میت کے مانند ہوگیا تو اسیطرح حق حجب مین وہ بمنزلہ میت کے فوات اہلیت کیوجہ سے ویحجب الجد اتفاقا کالام لا یحجب بالاب ویحجب ام ام الام اور محجوب حاجب ہوتا ہو باتفاق حنفیہ اور ابن سعود کے کذا فی شرح السراجیۃ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہی باپ کے ہونے سے لیکن محجوب کرتی ہو نانی کی مان کو کالاخوۃ والاخوات فانہم یحجبون بالاب یحجب حرمان ویحجبن الام من الثلث الی السدس یحجب نقصان اور چنانچہ بھائی اور بہنین کہ وہ محجوب ہوتی ہین باپ کے ہونے سے یحجب حرمان کرنیمے بالکل محجوب ہوجاتی ہین اور بھائی بہنین مان کی حاجب ہوتی ہین ثلث سے سدس تک یحجب نقصان کرنیمے بالکل حاجب نہین ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہین کہ مان کا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہی پہلی مثال یحجب حرمان کی ہو اور دوسری یحجب نقصان کی ثم حجب النقصان بخمستہم وہم ابنۃ الابن والاخت لاب والزوجین اور حجب نقصان پانچ شخصون کو خاص ہوتا ہو مان اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کو ہم مان تو محجوب ہوتی ہی ثلث سے سدس تک لد یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنون کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہر ست مثلی سے ہونے نصف سے سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہو سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہی نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہی ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاعیان وہم الاخوۃ والاخوات لاب وام بثلثۃ بالابن وابنہ وان اسفل وبالاب اتفاقا وبالجد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالے اور بنی عیان یعنے سگے بھائی اور سگی بہنین ساقط ہوجاتی ہین تین شخصون کے ہونے سے اُنمین سے ایک بیٹا اور پوتا ہی اگرچہ سافل ہو اور دوسرا باپ ہی باتفاق العلماء اور صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہم برادران یعنی کا ذکر کرنا جد کے مناسبت سے ہوا اور بعضے مصنفین نے مصنف کے مانند فروض کو اور انکے مستحقون کو ذکر کیا اور بعض نے ان کے سقوط کا حال جد مین بیان کیا اسی مناسبت کیوجہ سے اور بعضون نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات کے ذکر کرنیکے بعد ان کے سقوط کا حال بیان کر دیے تو باب المحجوب مین حالت سقوط کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ محجوب کے حالات سقوط بھی بقدر مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی وفاتہ اسہم علی اصول زید یقتضی الاول وھو للسقوط کما ھو مذہب ابی حنیفۃ واصول دیحجب بسوطۃ فی الصلوٰۃ کما ھو مذہب صاحبیہ حیث قالا کہ جد سگے بھائیون سے مقاسمہ کرتا ہی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہموار سقوط ہوتی ہی گیا ہو اول قول کا یعنے جد کے ساقط ہونے کا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہو اور اصول ثانیہ کے مطولات فقہیہ مین شروح مذکورہ ہیں ہم شرح انتقاء مین اصول ثانیہ پر بیان کرینگے

کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد بمنزلہ بھائی کے برابر ہوا گر مقاسمہ کریگا جبتک مقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہو اور اگر ثلث سے کم ہوگا تو اسکے لیے ثلث مفروض ہوگا اور باقی دو تہائی بھائیون مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہونگی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہو تو مسئلہ کا نین سے منصف ہوگا اسواسطے کہ مقاسمہ جد کیلیے بہتر ہوا اور اگر جد اور دو بھائی ہین تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور تین بھائی ہین تو تہائی مال جد کا فرض ہوا اور باقی مال بھائیون مین مقسوم ہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین مقاسمہ سے چوتھائی مال جد کو ملتا ہو اور وہ تہائی سے کم ہوا اور اگر جد اور بھائیون کے ساتھ کوئی صاحب فرض ہو تو اسکو فرض دیا جاویگا پھر تامل کیا جاویگا کہ جد کے لیے نین حالات سے کون حال بہتر ہو مقاسمہ یا ثلث مابقی یا سدس تو جو انمین سے اسکے حق مین بہتر ہوگا وہ اسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرًا وفی الوھبانیۃ ؎ وما اسقطا الاولاد عنہ فعلیۃ وقد اسقط الاخوۃ والجد وھو بھائیہ جد اور وہبانیہ مین ہو اصاحبینؒ نے کہا بھائیون اور سوتیلے بھائیون کو داداکے ساتھ ساقط نہین کیا ہو اور البتہ لیخان بن ثابت یعنی امام اعظمؒ نے انکو ساقط کیا ہو اور یہی قول ائمہ ثلثہ کا ہو اور معتمد ہمارے قول علیہ کا ہو اور مبنی ہو اسپر اسواسطے کہ جد بنی کے بعد علاتی وارث ہوتا ہو نہ انکے ساتھ وعلیہ الفتوی کما فی الملتقی والسراجیہ وان قال مصنفہا فی شرحہا وعلی قولہما الفتوی اور ساقط ہونا بنی اعیان مین امام کے قول پر فتوی ہو چنانچہ ملتقی اور سراجیہ مین مذکور ہو اگر یہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کے شرح مین کہا ہو کہ صاحبینؒ کے قول پر فتوی ہو ویسقط بنو العلات وھم الاخوۃ والاخوات لاب بھم ای بسبکہ اعیان ای بکونہم اعیانا بالبنین وابنائہم وبالاب والجد وکذا بالاخت لابوین اذا صارت عصبۃ کما علمتہ اور بنو العلات یعنے سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنین ساقط ہوجاتی ہین سگے بھائیون سے بھی اور ان شخصون سے یعنے ولد اور ولد الابن اور باپ اور داداسے اور اسیطرح ساقط ہوتے ہین سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہوجاوے بنت کے ساتھ چنانچہ تو اسکو معلوم کر چکا ہی چونکہ بنی اعیان قرابت مین اقوی ہین بنی علات سے لہذا انکے ہونے سے وہ ساقط ہوجاتے ہین اور جبکہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ بغیرہ ہوگئی تو اگر میت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہوجاوینگے کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاخیان وھم الاخوۃ والاخوات لام بالولد وولد الابن ولن یسقط الاب والجد بالاجماع لانہم من قبیل الکلالۃ کما فی السید اور بنی اخیان یعنے مادری بھائی اور مادری بہنین ساقط ہوجاتی ہین ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ ساقل ہو اور باپ اور داداسے باتفاق ائمہ وصاحبینؒ کے بسواسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ ہین یعنے ضعیف القرابت مین چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفیہ مین اسکو شرح بیان کیا ہی ھم بالاجماع جد سے مراد ابو ابو ہے بخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امامؒ کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہین نہ صاحبینؒ کے قول پر ولا یسقط الجدات مطلقا ابویات ام لیات بالام اور نانی ہونے سے ساقط ہوتی ہین جدات مطلقا خواہ پدری جدہ ہون یا مادری یعنی دادیان اور نانیان ان سے ساقط ہوجاتی ہین دادیات بالاب اور جدات پدری یعنے دادیان باپ کے ہونے سے ساقط ہوجاتی ہین وکذا بالجد لان الام ادلت علت فانہا ثبت مع الجد لانہا لیست من قبلہ بل ھی زوجۃ فکانا کالابوین اور اسیطرح سے جدات ساقط ہوجاتی ہین دادا کے ہونے سے مگر باپ کی مان اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہین ہوتی اسلیے کہ وہ وارث ہوتی ہی جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی نانی کی قرابت داداکی جہت سے نہین بلکہ وہ جدہ زوجہ ہی جسکی تو وہ دونون مان باپ کے مانند ہوئی اصلی قرابت مین یعنے تو جیسے والدین وارث ہوتے ہین ویسہی جد اور جدہ وارث ہونگی ویحجب الاقرب من ای جھۃ کانت البعد من کل وارثۃ کانت الاقرب ام محجوبۃ کما قدمنا اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ مان کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ اسیطرح ہر جہت والی کو محجوب کرتی ہی خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہو چنانچہ مینے اسکو مقدم بیان کیا ہی یحجب بالتحجیب کی شرح مین ہم تو جانا چاہو تو ہمسے حاصل ہوتا ہی ایک یہ کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہی دوسرے یہ کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہی تیسرے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہی چوتھے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہی ولذا اجتمعتا وکانت احداھما ذات قرابۃ ولحلۃ کام الاب کذا فی نسخ الملتن والشروح والصواب کالموافق السراجیۃ وغیرھا کام ثم الاب وقد تقدم ان القرب یحجب البعد مطلقا

فافہم الاخری ذات قرابتین او اکثر کام ام الام و ھی ایضاً ام اب کما یاتی فی جدۃ الصور ؛

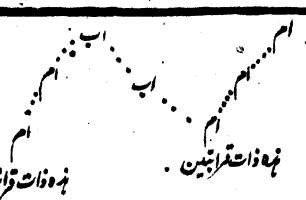
ام
اب
ام
اب
ام
اب
ام
ام
ام

تو بعینہ ایک قرابت کی جہت ہوئی اسکو ایک حصہ دیا اور جب دو جہتیں قرابت کی متفرق اور متجمع ہوئیں تو صورت میں وہ ایک ہوا در حقیقت میں متعدد ہے تو اسکو دو حصے دیئے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہر دو جہت سے ساتھی وھما ای ابوحنیفۃؒ وابو یوسفؒ انصافا باعتبار کا بدان وہو قال مالکؒ والشافعی ویحزم فی الکنز فقال وذات جہتین کذات جہۃ اور امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف نے نصفا نصف قسمت کی ہے باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا اور اسی قول پر یقین کیا ہم نے کنز میں جو کنز میں یوں کہا ہے کہ وہ جہت والی جدہ ایک جہت والی کے برابر ہے ہم قول ثلثین کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ جہت کے تعدد کے ساتھ نام کا بھی متعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہیں تو جہت کا تعدد واحدہ کے مانند ہے اور یہاں ہیطرح ہے کہ دو قرابت والی کو بھی جدہ ابو لتہیں ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہوگی ایک قرابت تلی کے ساتھ تو ثلثین کے نزدیک انمیں بھی سدس نصف نصف تقسیم ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصے تین قرابت والی کو لیکنے طحطاوی نے کہا کہ فتوی ثلثین کے قول پر ہے سراجیہ میں ابو یوسفؒ کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ کو یہ نہیں کیا ہوا اسکی شرح فرائض شریفی میں ہے کہ خرسی نے کہا کہ امام سے متعدد قرابت احدی الجہتین میں کچھ روایت نہیں ہے لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شافعی شافعی المذہب کے فرائض میں یوں مذکور ہے کہ ابو حنیفہؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ کا قول ابو یوسفؒ کے قول کے مانند ہے انتہی واذا استکمل البنات ولا اخوان لابوین فرضهن وهو الثلثان سقط بنات ابن الابن ایضا لانه یعصبهن ابن ابن فی الصحیحة ولو واحدا فی الثانیة صوابه مسلما واذا نزل اعلی سافل فیختلف بصهن ویکمل الباقی للذکر کالاثنیین قاله المصنف فی شرحه اور جبکہ بیٹیاں ہونگی بہنیں اپنا فرض حصہ یعنی دو تہائیاں پورا بہر لیں تو پوتیاں ساقط ہو جاوینگی اور سوتیلی بہنیں بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کرنے سے پہلی صورت میں اور بھائی کے عصبہ کرنے سے دوسری صورت میں بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر ہو درجہ میں یا نازل یعنے نیچے درجہ والا ہو تو اسوقت میں ابن الابن بنات کو اور سوتیلا بھائی اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم بنات کا حق مال بالثلثین بواسطہ ہوا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہیں ہوتا اور اخوات کا حق تو آیۂ سورہ نساء میں مذکور ہے فان کن اثنتین فلهما الثلثان ما ترکه وان کانوا اخوة رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین اور ظاہر نص قرآن کا یہ ہے کہ ابن الاخ لا یعصب اخته وابن العم لا یعصب اخته وابن المعتق لا یعصب بل الحال المذکور وهو لا شئ لانها من ذوی الارحام قال فی الرحیبیة لیس ابن الاخ بالمعصب ممن مثله او فوقه فی النسب شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ مصنف کے مطلق بولنے میں ظاہر اعتراض ہے علماء کی اس تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور آزاد کرنے والے کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا بلکہ تمام مال ان میں مردوں میں مرد کا ہوتا ہے نہ عورت کا اسلئے کہ عورتیں چار مردوں میں سے ذوی الارحام سے ہے جیسے میں کہا ہے کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہیں ہے اپنے برابر والی کو یعنے بہن کو یا اوپر والی کو یعنے پھوپھی کو نسب میں جیسے کہ اوپر مصنف کے کلام میں ہے یہ تعصیب کی نفی یہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت میں اور جو عورت کہ صاحب فرض ہو جیسا کہ اوپر مذکور ہوئی ہے کہ بھائی اسکو عصبہ نہیں کرتا اور شارح کے اعتراض کا یوں جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت میں موازی یا نازل فقط ابن الابن کی صفت ہے نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہوا وہ قولہ او اخ مضافات پر مبسوط ہے تو اب موازی یا نازل اسکی صفت نہیں ٹہرسکتا ہاں یہ البتہ ہے کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف الیہ بھی کذا فی الطحطاوی لیکن تصرف بخلاف ابن الابن وان سفل فانه یعصب مثله او فوقه صح لهتکن ذات سهم ویسقط من دونه بر خلاف ابن الابن کے نیچے ہونا اگرچہ سافل درجہ کا ہو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر والی کو یعنے بہن کو یا اوپر والی کو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہ ہو ورنہ وہ ساقط کر دیتا ہے اُن عورتوں کو جو اس سے نیچے درجہ والیاں ہیں ہم لیئے اگر عمہ صاحب فرض ہو تو اپنا فرض حصہ پاویگی اسکا بھتیجا اسکو عصبہ نہیں کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے میں نیچے ہونگی وہ ساقط ہو جاوینگی چنانچہ اگلی مثال میں آتا ہے ہو گا خلوته ثلث بناته ابن بعضهن اسفل من بعض ثلث بناته ابن اخر کذلک وثلث بناته ابن ابن کذلک هذه الصور

میت

الفریق الاول	الفریق الثانی	الفریق الثالث
ابن	ابن	ابن
ابن بنت	ابن ابن بنت	ابن ابن ابن
علیا	علیا	علیا
وسطی	وسطی	وسطی
سفلی	سفلی	سفلی

سوال میت نے اپنی تین پوتیاں چھوڑیں اسطرح کی کہ ایک دوسری سے نیچے درجے والی ہو اور دوسری فرزند کی پوتیاں تین چھوڑیں اسطرح درجہ بدرجہ کمتر اور اپنے تیسرے فرزند کی تین پوتیاں اسطرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑیں پنجم خارج کی تمثیل سے اگر تامل کریں تو واضح ہوتا ہے ہم توضیح اسکی یہ ہے کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اسکی بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اسکی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا اسطرح میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اسکے فرزند نے ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا علی ہذا القیاس تین بار پھر میت کے پروتے نے اسطرح علی الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مرد مر گئے تمام طبقات کے اور تو اگر کہیں انکی باقی رہیں اور میت جد اعلی ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ شبیہ کہتے ہیں کذا فی الحلوی وی الخصاف فالعلیا من الفریق الاول اذا کان لہا احد فلہا النصف تو فریق اول کی اونچی پوتی کے برابر کوئی عورت نہیں تو جد اعلی کے ترکہ سے اسکو نصف ترکہ ملیگا ہم چونکہ اسمیں اور میت میں ایک واسطہ ہے وہ بنات کے لہذا اسکے برابر میں کوئی عورت نہیں تو فرض نصف لیگی کیونکہ وہ قائمہ مقام صلبی کے ہے والوسطی من الفریق الاول اذا کان لہا احد من الفریق الثانی فیکون لہا السدس تکملۃ للثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہے تو ان دونوں کو سدس ملیگا تکملہ ثلثین کے پورا کرنے کیواسطے صورت یہ ہے دو تین پوتیاں سو اسطے ہمدرجہ ہوئیں میت میں اور انمیں دو دو واسطے ہیں انکو سدس اسواسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف یا چکی تو ثلثین میں سدس باقی جو رہا تھا وہ انکو ملا اگر وہ تہائیاں پوری ہوجاویں والا شتی للسفلیات اور کچھ نہیں ہے نیچی پوتیوں کیواسطے ہم نو پوتیوں میں سے تین پوتیوں نے دو تہائیاں پائیں اب باقی چھ سفلیات پوتیوں کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بنات کا حق دو تہائیوں سے زیادہ فرض نہیں ہے اور صورت انکی قطعاً ثابت ہے تین تو ہمارا انکو میراث نہ ملیگی کذا فی الفرائض الشریفی لکن ان یکون معہ واحد من غلام فیعصبہ او مع جماعۃ یدلی بمن فیہا من لا تکون معہا حینئذ فرض وسقط السفلیات سفلیات کے لیے کچھ نہیں مگر یہ کہ سفلیات میں کسی کے ساتھ بھائی ہو تو بھائی اُس بہن کو اور اسکی برابر والی ہمدرجہ کو اور اُسکے اوپر والے کو جو صاحب فرض نہیں ہے عصبہ کر دیگا اور باقی سفلیات ساقط ہو جاوینگی ہم تو اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاوینگی اور باقی تثلث فریق اول کے سفلی اور اسکے بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا میں للذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کے سفلی اور وسطی ساقط ہونگی اور اگر بھائی فریق ثانی کے سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اسمیں اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا میں اور فریق ثانی کی سفلی میں سات حصے ہو کر تقسیم ہوگا للذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اسمیں اور آٹھ سفلیات میں آٹھ حصے ہو کر قسمت ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھ مفروض ہو تو تمام مال اسمیں اور اسکی بہن میں تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھ سفلیات کو کچھ نہ ملیگا اور اگر بھائی سدس والیوں کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور باقی اسمیں اور فریق اول کے وسطی اور فریق ثانی کی علیا میں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھ سفلیات ساقط ہو جاوینگی کذا فی الطوطاوی والشرنبلی وبالجملہ ہم کذا فی نسخ الملتقی والشرح وعبارۃ السید وغیرہ ویاخذ احد ابنی عم

سوال تثبیت شبیہ کی اصطلاح کی اثبات فضیلہ کی وجہ سے ہے جنمیں فرق کی وجہ سے ہے جنمیں فرق کا ہونا اگر انکو خوض ہے ہاں تو فرق کی کون کا

سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ایک واسطہ ہے اور دوسرے میں دو واسطے ہیں تو ایک واسطہ والی کو دو واسطے والی کے برابر حصہ کیونکر ملیگا

سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ایک واسطہ ہے اور دوسرے میں دو واسطے ہیں تو ایک واسطہ والی کو دو واسطے والی کے برابر حصہ کیونکر ملیگا

ھو اخر کلام المدس یا الفرض شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے لنخون میں اسطرح دیا ہُذا ابن عم مقروم ہو اور سید ذخیرہ کی عبارت یا ہُذا اعدا بنی عم ہو یعنے دو چچیرے بھائیون مین جو اخیافی بھائی ہو میت کا وہ چھٹا حصہ اپنا فرضیت کی راہ سے ہم صورت اسکی یہ ہو کہ دو بھائی ہین ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا اسلامہ پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دی یا وہ مر گیا اور دوسرا بھائی باقی نے اُس عورت سے نکاح کیا اُس سے دوسرا بیٹا اُسکا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا پہلا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی جو اُسکا اخیافی بھائی ہو چھوڑ کر مر گیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے اپنا گنڈانی الطحطاوی تصرف ولکن لو کان لاحد زوجا فلہ النصف ۔۔۔۔ اور اسطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اُسکو نصف حصہ ملیگا فرضیت کے اعتبار سے ویقسمان الباقی بینھما نصفین بالمعصوبۃ حیث لا مانع من ارثہ بھا فیرث لجھتی فرض وتعصیب اور دونون چچیرے بھائی باقی مال کو آپس مین نصف نصف بانٹ لینگے بعصوبت کی راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہین اُنکی میراث سے فرض اور عصوبت کی دونون جہتون سے تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض اور عصوبت کی دونون جہتون سے ہم پہلی صورت مین اور دوسری صورت مین نصف ہو اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا ہو تو وہ ابن العم کا حاجب ہوگا ابن العم ہونے کیوجہ سے نہ زوجیت کیوجہ سے اور اخیافیت کیوجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا گنڈانی الطحطاوی واما بفرض وتعصیب معا بجھۃ واحدۃ فلیس لہ الا نصف واحد اور فرض اور تعصیب کا ساتھی ہونا ایک ہی جہت سے یہ تو باپ یا نہین جانا کہ اُسکی وارث ہین سوائے باپ اور دادا کے ہم جہت واحدہ یہان ابوت ہو یعنے باپ ہونا یا دادا ہونا قلت وقد یجتمع جھتا محصیب کابن ھو ابن ابن عم بان تزوج ابن عمتھا فتلد ابنا مین کہتا ہون اور کبھی عصوبت کی دو جہتین جمع ہو جاتی ہین چنانچہ بیٹا دہی چچا کا پوتا ہو اسطرح سے کہ عورت نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی ہم تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہو اور چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہو لیکن اس مثال مین خلل یہ ہو کہ یہان میراث وہ لیگا فقط فرزندی کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کیوجہ سے اسواسطے کہ فرزندی کی جہت مقدم ہو مگر سکا یون جواب دیا جاے کہ اجتماع جہتین یہان مراد ہو قطع نظر میراث سے کذانی الطحطاوی وکابن ھو معتق اور جیسا کہ بیٹا دہی آزاد کرنیوالا ہو ہم صورت اُسکی یہ ہو کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہو گیا بحر و تبیین یا فرزندی کی جہت سے اور اعتاق کی جہت سے بھی وقد یجتمع جھتا فرع وانما یتصور فی الجنس لانکاحہم المحارم ویتوارثون بھما جمیعا عندنا وعند الشافعی بالفرض فی الجھتین وتمامہ فی کتب الفرائض والاشارۃ الیہ فی الغرقی اور کبھی جمع ہو جاتی ہین فرض کی دو جہتین اور یہ تو متصور نہین مگر مجوسیون مین اسواسطے کہ وہ لوگ اپنی محرم عورتون سے نکاح کر لیتے ہین اور باہم وارث ہونگے دونون جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم فرائض کی کتابون مین ہو اور اسکی طرف غرقیون کی فصل مین اشارہ آویگا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور اُسکا بیٹا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہو اس عورت کا اور بھائی بھی ہو پھر اگر وہ مر گیا تو اُسنے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اُسکی وارث ہوگی دونون جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی جہت سے بھی ولو ترکت زوجا واما او جدۃ واخوۃ لام واخوۃ لابوین اخذ الزوج النصف والام الجدۃ السدس وللام الثلث ولا شیء للاخوۃ کالو ترک زوجا وابوین او ترک عصبۃ وقیم یقیم لھم شھود اور اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیافی بھائیون اور سگے بھائیون کو چھوڑا تو زوج نصف متروک لیگا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی اپنا تہائی لینگے اور سگے بھائیون کے واسطے کچھ نہین اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہین اور اُنکے واسطے کچھ باقی نہین رہا یعنے عصبات وارث ہوتے ہین اُس مال کے جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہان اہل فروض سے کچھ باقی نہین رہا وعندھما وھو قول الشافعی تشترک بین الاصفین الاخرین کان الکل اخوۃ لام اور مالک اللہ شافعی کے نزدیک پہلی دونون قسمون مین یعنے اخیافی اور سگے بھائیون مین اشتراک کا حکم ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہین ہم اس مسئلہ کا نام مشترکہ رکھا ہے اور ابن صلاح اور نووی نے اسکو ضبط کیا ہے اور بعضون نے اسکو بکسر راء مہملہ بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حمار یہ اور حجریہ اور تیمیہ بھی کہتے ہین گنڈانی الطحطاوی مختصرا ولذلک یفرض مالک والشافعی للاخت للابوین او لابی النصف وللجد السدس مع زوج وام تعول المسئلۃ اور بموجب امام مالک اور امام شافعی کے سگی بہن یا سوتیلی بہن کو پورے نصف کو فرض دیتے ہین

اور ماں کیواسطے چھٹا حصہ فرض اور ماں کے ساتھ یہ مسئلہ عول کریگا تو سہم کیطرف ہم اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں توضیح اسکی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بہن یا سوتیلی بہن کو داداکے ساتھ صاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اسکو داداکے ساتھ عصبہ کہتے ہیں مگر مسئلہ اکدریہ میں اسکو داداکے ساتھ صاحب فرض کہتے ہیں صورت اکدریہ کی یہ ہے کہ زوج اور ماں اور دو داد اور سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیواسطے نصف ہے اور ماں کیواسطے ثلث سو داد اکیواسطے سدس ان سہم کیواسطے نصف پھر داد اور بہن کا حصہ اکٹھا کر یا جاتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین تو ان دونوں کیواسطے بہتر ہو سدس ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل چھ سہم سے ہے لیکن عول کرتا ہے تو سہم کیطرف تو چھ سہم سے تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور داد اکا ایک سہم اور بہن کیواسطے چھ سہم ہوگئے داد اکا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموع دونوں کا چار سہم ہوئے انکو داد اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چنانچہ چار سہم کی تین حصوں پر تقسیم نہیں لہذا تین کو تین سے ضرب کیا تو حاصل ہوئے ۱۲ اسمیں سے زوج کے تو سہم اور ماں کے دو سہم اور داد اکے تین سہم اور بہن کے تو سہم پھر داد اکا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ ملایا تو ۴ سہم ہوئے سو انکو دونوں پر للذکر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو داد اکو آٹھ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو نصف میں صاحب فرض قرار دیا کہ وہ میراث سے محروم نہ رہے اور تمام میں اسکو عصبہ کر یا تاکہ اسکا حصہ داد اکے حصہ سے زیادہ نہ ہو جائے اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں اسواسطے کہ نبی اکدر کی ایک عورت کا یہ واقعہ ہے یعنی نبی اکدر کی قوم کی ایک عورت مر گئی زوج اور ماں اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب اس مسئلہ میں مثل ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہو گیا کذا فی السراجیہ وغیرہا الشریفی ملخصاً وعندابی حنیفۃؒ واحمدؒ تسقط الاخت وسئلہ مذکورہ میں امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے سہم تو امامؒ کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سے ہی تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنے سدس داد اکا اور بہن محروم ہوا داد اکے حاجب ہونے سے باپ کے مانند قلت وحاصلہ لیس عند الحنفیۃ مسئلۃ المشترکۃ اتفاقاً ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کما مر یعنی کہتا ہوں اور حاصل کلام یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مسئلہ مشترکہ باتفاق ائمہ اور مسئلہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت نہیں اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہے امامؒ کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب میں ۱۲ منہ ولہذا لم ینبہ الاقران بالاقران علیہ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک داد اباپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کے مانند اور صاحبینؒ کے نزدیک داد اباپ کے برابر نہیں ہر حال میں تو صاحبینؒ کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الظہیریہ

باب العول

یہ باب ہے عول کے مسائل میں جم عول بفتح اول وسکون ثانی لغت میں بمعنی جور و غلبہ و رفع و زیادت کے مستعمل ہے لیکن بمعنی اخیر مناسبت رکھتا ہے بمعنی اصطلاحی اسواسطے کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فرض مجتمع سے تو ترکہ کو اکثر عدد کیطرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فروض میں نقصان داخل ہو جائے وھذا الرد کما سیجیء اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ہم اسواسطے کہ عول ہے ذوی الفروض کے سہام کیطرف جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور وہ سہام بڑھ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے بالعکس تقریب الشیء کے عول میں سہام فاصل ہو جاتے ہیں مخرج پر اور رد میں مخرج فاضل ہو جاتا ہے سہام پر کذا فی الطحطاوی ھو زیادۃ السہام اذا کثرت الفروض فی المخرج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص الباب الدیون بالحاصہ عول اصطلاح میں عبارت ہے سہام حصہ کے زیادہ کر دینے سے جبکہ فروض زیادہ ہو جاویں فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان کمی داخل ہو جائے ورثہ پر بقدر انکے فرض کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنی ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہے جملہ حصہ ترکہ کے تنگی کے سبب سے لیکن جیسے میت مدیون کے ترکہ میں ارباب دیون کا حصہ اور ملا ساہی پاتا ہے ہم اسکا حاصل یہ ہے کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج ادا سے فروض تنگی کرے تو مخرج پر کچھ انکے اجزاء سے زیادہ کیا جاوے چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذلک من الکسور الموجودۃ فیہ فلا صدیہ کہ جب مخرج تنگی کرے وفاء فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اس عدد کیطرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہو بحیثیت کہ نکالنے سے نقصان داخل ہو جمیع وارثوں کے حصوں میں ایک نسبت پر یعنے کسیکا بھی ہو بقدر حصہ کے کذا فی الشریفی الطحطاوی مثلاً اور اسکا اندازہ معلوم ہوتا ہے اسکا انداز معلوم ہوتا ہے کسر اسکا نسبت کرنے سے عدد اکثر کیطرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہوا عول کریگا سات کیطرف تو زوج پر نقصان

یہ کتاب سوچ کر بہن کا حصہ نصف ہے داد اکو کسی اعتبار سے نہ ہوتا تو نہ ہوتا

دانہ ہوگا ہر سہم میں سبع یعنی ساتوین حصہ کا تو وہ چھ میں سے دو سہم اور چار سبع پاویگا اور بنون پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہام اور تین سبع پاوینگی انتہی خلاصہ یہ ہوکہ ایک چھ کا سدس تھا جب چھ پر اسکا یہ زیادہ کیا تو سات ہوگئے تو ایک کو سات کے ساتھ سبع کی نسبت ہی تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم میں کمی ہوگئی واول من حکم بالعول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ہم فاروق اعظم کے زمانے میں ایک میت فوت ہوئی جسکا مخرج اسکے اور فرض سے تنگ تھا تو اصحاب کبار سے آپ نے مشورہ کیا تو عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا سو سب صحابہ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے اسپر انکار نہ کیا مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انکی موت کے بعد کذا فی الطحطاوی فتاوے عالمگیری میں ہی عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام میں واقع ہوا صدر خلافت فاروقی میں وہ یہ تھا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث ٹھہرے تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھ سے ہوا اور اسنے عول کیا آٹھ کی طرف ثم المخارج سبعۃ ہم دریافت کرنا چاہیے کہ مخرج حصوں کے سات ہیں صحیحہ اسکی یہ ہوکہ کتاب مذکور میں چھ فرض مذکور ہیں نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس او منہاج انکے پانچ ہیں اسواسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنے نصف ربع ثمن مجتمع ہوں تو کسر کا مخرج معتبر ہوگا اور اسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہوں یعنی زوج اور ولد تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہ مخرج منہاج خمسہ مذکورہ سے باہر نہیں اور جبکہ نوع اول میں سے نصف نوع ثانی یعنے ثلثین ثلث سدس سبب کے ساتھ مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا تو یہ مخرج بھی منہاج خمسہ مذکورہ میں داخل ہے اور جبکہ نوع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو منہاج خمسہ ان دو مخرج سے ملکر سات مخرج ہوئے یعنے دو تین چار آٹھ چھ بارہ چوبیس اَرْبَعَۃٌ لَا تَعُوْلُ اِلَّا ثَلٰثَۃً وَّالثَّلٰثَۃُ لَا تَعُوْلُ اِلَّا اَرْبَعَۃً وَالْاِثْنَانِ تَعُوْلُ اِلٰی اَرْبَعَۃٍ وَّالْاَرْبَعَۃُ اِلٰی خَمْسَۃٍ وَالْاَرْبَعَۃُ وَالْاِثْنَانِ اِلٰی سِتَّۃٍ وَالْاَرْبَعَۃُ وَالثَّلٰثَۃُ اِلٰی سَبْعَۃٍ منہاج سبعہ میں سے چار مخرج تو عول نہیں کرتے یعنے دو اور تین اور چار اور آٹھ ہم یہ مصرعا عتبار استقرار کے ہی اسواسطے کہ ان مخارج کے فروض مجتمعہ کے واسطے مال ترکہ کا بورا پورا ہی یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہی تو ہر صورت عول کی حاجت نہیں ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ اسوقت ہوگا جو نصف جمع ہوں چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگا بھائی وعلی ہذا القیاس فی البواقی کذا فی الشرنبلالی تصرف وثلثۃ قد تعول بالاختلاط کما یجئ فی باب المخارج اور تین مخارج میں کبھی عول ہوتا ہی اختلاط نوعین کی وجہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج میں آویگا ہم شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ یہ مخارج ثلثہ میں عول لازم نہیں ہی وَاَرْبَعَۃٌ تَعُوْلُ اَرْبَعَ عَوْلَاتٍ اِلٰی سَبْعَۃَ عَشَرَ وَتُرَادُ شَفْعًا اور چار مخرج میں چار عول واقع ہوتے ہیں سترہ تک طاق اور جفت دونوں کے اعتبار سے یعنے چھ عول کرتا ہوا سات کی طرف اور آٹھ کی طرف اور نو کی طرف اور دس کی طرف فتعول لسبعۃ کزوج وشقیقتین تو چھ کا عول ہوتا ہوا سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنوں کے وارث ہوتے ہیں ہم تو اس صورت میں سدس کے ساتھ عول ہوا یعنے سدس سے زیادہ کر دینے سے سات ہوگئے اور مقدار نقصان ہر سہم کی اصول باب کے ترجمہ میں الطحطاوی سے مذکور ہوگئی وثمانیۃ کزوج وأمین اور چھ کا عول ہوتا ہوا آٹھ کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں میں یعنے زوج اور دو سگی بہنوں اور ماں میں ہم تو اس صورت میں ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنے چھ کی تہائی دو ہی جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہوگئے تو سہم ورثہ میں ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہوتا آٹھ کا وتسعۃ کزوج وأخ لأم اور چھ کا عول ہوتا ہوا نو کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بھائی میں یعنے زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیافی بھائی میں ہم تو اس صورت میں نصف کے ساتھ عول ہوا یعنے تین نصف ہی چھ کا جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئے تو یہاں سہام ورثہ میں تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ یہ صورت اول زمانہ امیہ میں واقع ہوئی اور زوج مروانی تھا تو پوچھا کہ میں نصف مال لوں تو علماء جواب دے اسکا سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ ثلث مال اسکا حق ہی وعشرۃ کزوج وأخت لأب وأم اور چھ کا عول ہوتا ہوا دس کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرے بھائی اخیافی میں یعنے زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیافی بھائی میں ہم تو اس صورت میں ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنے چار ثلثین میں چھ کو چھ پر زیادہ کیا تو دس ہوگئے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کو تیریہ کہتے ہیں اسواسطے کہ اسمیں قاضی شریح نے زوج کے واسطے تین ہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شریح

کھوتا سمجھتا تھا اور لوگوں سے سوال کرتا تھا کہ ایک عورت مر گئی زوج چھوڑا اور اسنے کوئی بیٹا یا باپ تا نہیں چھوڑا اسکو زوج کا حصہ کیا ہے تو لوگ کہتے تھے نصف ہے تو وہ کہتا تھا کہ شریح قاضی نے تجھکو نصف دیا ہے ثلث بغیر قاضی کو بھی تو اسکو طلب کیا یوں کہ کر کہ کچھ تیرے لیے باقی ہے ہمارے پاس بھیجب وہ آیا تو اسکو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہے اور واپسی حکم کو ظلم کی طرف نسبت کرتا ہے اور ایسے حکم کی مجھ سے پہلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہے یعنی عول کا حکم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہے انتہے مختصراً بالجملہ وہ شخص جاہل تھا عول کی حقیقت نہ سمجھا تھا لہذا اس حکم کو حق نہ جانتا تھا فتاوے عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے جبکہ تجہیز دش یا آتش کی طرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہے اور اگر سات کی طرف عول کرے تو احتمال ہے کہ میت عورت ہو یا مرد انتہے **وَاِنْ عَشَرَةٌ تَعُوْلُ ثَلٰثًا اِلٰى سَبْعَةَ عَشَرَ وَتُرَدُّ اِلَّا شُفْعًا فَتَعُوْلُ اِثْنَا عَشَرَ اِلٰى خَمْسَةَ عَشَرَ اِلَّا سُدُسًا** اور بارہ عول کرتا ہے تین بار ترک طاق عدد میں نہ جفت میں تو بارہ عول کرتا ہے تیرہ کی طرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور مان میں اور پندرہ کی طرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور مان اور اخیافی بھائی میں اور سترہ کی طرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور مان اور دو اخیافی بھائی میں ہم جب بارہ کا عول سترہ کی طرف کیا تو میت مرد ہو اور تیرہ اور پندرہ کے عول میں عورت اور مرد دونوں کا احتمال ہے کذا فی العالمگیریۃ **وَاَرْبَعَةَ عَشَرَ تَعُوْلُ اِلٰى سَبْعَةَ عَشَرَ فَقَطْ كَامْرَاَةٍ وَنِسْوَةٍ وَاَبَوَيْنِ وَبِنْتَيْنِ** وَاَبَوَيْنِ وَبِنْتَيْنِ اور چودہ کا عول ہوتا ہے فقط سترہ کی طرف چنانچہ عورت یعنے زوجہ اور دو بیٹیوں اور مان اور باپ کے وارث ہونے میں اور اس مسئلہ کو منبر یہ کہتے ہیں ہم اس مسئلہ کو منبر یہ اسواسطے کہتے ہیں کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفے کی جمعہ میں منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو آپنے فی البدیہہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض معین ہے تو فرمایا کہ صار ثمنها تسعا یعنے اسکا آٹھواں حصہ نو ان ہو گیا اور خطبہ خوانی میں مشغول رہے سو لوگوں نے تعجب کیا آپ کی فطنت اور ذکاوت کا اور شنسوری نے شرح ترتیب میں بیان کیا کہ ایک طالب علم یمنی نے اپنے استاذ سے نقل کیا کہ جس خطبہ میں آپنے یہ سوال ہوا وہ خطبہ یہ تھا **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ حَكَمَ بِالْحَقِّ قَطْعًا وَبِجَرْیِ الْكُلِّ نَفْسٍ بِالْمَسْتَحِقِّ وَالْمَدِّ وَالْعَوْدِ الرَّجْعِیِّ** اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صار ثمنها تسعا انتہے خواسر زادہ کی شرح میں ہے کہ علی مرتضی کمال حاذق وماہر تھے علم حساب میں حکایت ہے کہ ایک نصرانی نے آپسے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصے میں تم اپنی کتاب یعنے قرآن میں پڑھتے ہو ثلثمائة سنين وازدادوا تسعا اور ہماری کتاب میں ثلثمائة سنين مذکور ہے اور یہ تقیم نہیں تو ہماری کتاب کے مخالف ہے تو آپنے فرمایا کہ تمہاری کتاب میں جو تین سو مذکور ہیں تو یونان کے حساب کے موافق ہیں یعنے شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب میں عرب کے حساب پر ہے یعنے قمری حساب کے موافق ہے اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب پر تین سو نو ہوتے ہیں تو نصرانی حیران ہو گیا فی البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہو گیا ولہذا کہا گیا ہے کہ علی مرتضی معجز تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ باوجود اسقدر نجوبے علوم میں اور نہایت شجاعت کے حروب میں منقاد اور مطیع تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تھے آپکی نبوت کے اور یہ ایسا کلام ہے جیسا انتہے علمائے کہا کہ امام ابو حنیفہ رح معجز تھے معجزات نبوی سے کذا فی الطحطاوی **وَالرَّدُّ فَرْضًا كَمَسٍّ** اور رد فرض ہے عول کا چنانچہ اول باب میں گذر گیا اصحاب فرائض کے تین قسم ہیں فریضہ عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتھ طرح برابر ہو طرح کہ میت نے دو سگی بہنیں اور دو سوتیلی بہنیں چھوڑیں تو سوتیلیوں کا فرض حصہ ثلث ہے اور سگی بہنوں کا دو ثلث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہوں مال متروکہ کے سہام سے اور وہاں عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اسکو عصبہ لیگا تو یہ فریضہ عادلہ ہے یعنے پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہوں اور وہاں عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنوں اور مان کو چھوڑا تو بہنوں کے دو ثلث ہیں اور مان کا سدس ہے اور یہاں کوئی عصبہ نہیں جو باقی سدس کو لے تو اسمیں حکم رد کا ہے یعنے سدس باقی انھیں وارثوں کو پھیر دیا جاے اور فریضہ عائلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام اکثر ہوں مال کے سہام سے چنانچہ اسکی مثالیں عول کے مسائل میں مذکور ہیں کذا فی العالمگیریۃ **وَحَيْثُ عَالَ فَالنَّقْصُ عَلَيْهِمْ** ای عن الفرض **وَهُوَ الْحَالُ اِلَّا لِعُصْبَةٍ فَثُمَّ يَرُدُّ ذٰلِكَ الْفَاضِلَ عَلَيْهِمْ بِقَدْرِ سِهَامِهِمْ صِحَاحًا فَالنَّقْصُ دَبَّتِ الْمَالَ**

ہیئے جبکہ رد و عول کا فیصلہ ہوا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل ہی فروض سے تو اس اعتبار سے مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھے، یا فروض سے اور حالانکہ وہاں کوئی عصبہ نہیں ہی تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب فروض پر بقدر انکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب سے عدم فاضل مال کو رد کرنا ذوی الفروض پر علی مرتبتہ اور انکے متابعین چنانچہ حنفیہ وغیرہم کا قول ہی اور زیدین ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد ہوگا بلکہ وہ بیت المال کا ہی اور اسی قول کو مالکؒ اور شافعیؒ نے لیا ہی اور شافعی محققین کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہوگیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیون کی بہت دلائل ہیں از انجملہ یہ آیت قرآنی ہی وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ یعنے بعض اہل قرابت اولے بمیراث ہیں بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلۂ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت موارثت نے مال کے جزء معین کا استحقاق واجب کر دیا ہر وارث کے واسطے تو دونون آیتون پر عمل کرنا واجب ہوا اسطرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہی موارث کی آیت کے حکم سے پھر باقی مال مخلصین وارثون کو پھیر دیا جاے بوجہ صلۂ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لیے فساد بیت المال کو علت بیان کیا سو ظاہر اصحیح نہیں اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب مین بیت المال پر مقدم ہی اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل زوجین اور ثبات حق اور اسکے قرابت دارین لیے اگر مراتب مستحقین سے کوئی نہو سواے بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہین بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجے تو بھی ظاہر اوسط نہیں اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض مشائخ کا قول ہی اور امام مالک کا بھی مذہب ہو کہ فاضل مال بیت المال ہی اگرچہ وہ منتظم ہو کذا فی الطحطاوی لَكِنْ عَلَى الزَّوْجَيْنِ فَلَا يُرَدُّ عَلَيْهِمَا فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہو گا مگر زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انمین قرابت ثابت نہین اور علت رد کی قرابت ہی چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہون تو غیر قرابت کی وجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُرَدُّ عَلَيْهِمَا اَيْضًا قَالَهُ الْمُصَنِّفُ وَغَيْرُهُ قُلْتُ وَجَزَمَ فِي الْاِخْتِيَارِ بِاَنَّ هٰذَا هُوَ الرَّاوِي فَلَعَلَّهُ اَرَادَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جاے ایسا کہا ہی مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور اختیار شرح مختار مین اسپر یقین کیا ہو کہ یہ یعنے عثمان رضی اللہ تعالے عنہ کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطا ہی تو اسکی طرف مراجعت کرہم طحطاوی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہی اور شارحین کثر بھی اسکو نقل کرتے ہین اور وجہ الشروح مین اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہی اور انکا جواب بھی نقل نہ کیا واللہ اعلم وَفِي الْاَشْبَاهِ اَنَّهُ يُرَدُّ عَلَيْهِمَا فِي زَمَانِنَا لِفَسَادِ بَيْتِ الْمَالِ وَقَدَّمْنَاهُ فِي الْوَلَاءِ اور اشباہ مین ہو کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاتا ہے بسبب فاسد ہو جانے بیت المال کے اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الولاء مین یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر مین حاشیہ طحطاوی سے بتصریح تمام مذکور ہو چکا مَسَائِلُ الرَّدِّ اَرْبَعَةُ اَقْسَامٍ لِاَنَّ الرَّدَّ عَلَيْهِ مَا صِنْفٌ وَالرَّدُّ عَلٰى كُلٍّ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ مِنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ اَوْ لَا يَكُوْنَ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہین اسواسطے کہ جن لوگون پر رد فاضل ہوتا ہو وہ ایک قسم کے ہین یا خود قسم ہین اور ہر تقدیر پر یا انکے ساتھ دوسرے لوگ ہین جنپر رد نہین ہوتا ہی یا وہ لوگ نہین ہین فَاِنْ كَانَ الْجِنْسُ الْمَرْدُوْدُ عَلَيْهِمْ كَبَنِيْنَ اَوْ اَخَوَاتٍ اَوْ جَدَّاتٍ فَمَسْاَلَةُ مِنْ عَدَدِ رُءُوْسِهِمْ اِبْتِدَاءً قَطْعًا لِلتَّطْوِيْلِ سو اول قسم یعنے اگر رد پاوے والون کی جنس متحد ہو چنانچہ دو بیٹیان یا دو بہنین یا دو دادیان ہون تو سرے سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثون کی تعداد سے تاکہ تطویل قطع ہو جاے یعنے چونکہ جمیع ترکہ انھین وارثون کا ہی فرض اور رد کی راہ سے اور ذاتین کی یکسان برابر ہین ایک کو دوسرے پر زیادتی نہین تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جاے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر اسکے فرض کے دیا جاے پھر دوبارہ باقی مال کو بقدر انکے سہام کے دیا جاے تو دو بار قسمت کرنا ہوگا تو بہت طرح کا ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہی وَاِنْ كَانَ لِلرَّدِّ عَلَيْهِ جِنْسَانِ اَوْ ثَلٰثَةٌ لَا اَكْثَرَ لَا سْتِقْرَاءٍ فَمِنْ عَدَدِ سِهَامِهِمَا وقسم ثانی اگر رد پاوے والی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہون تو انکے سہام کی تعداد سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسون سے زیادہ نہین ہوتی بسبب استقرا کے یعنے جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسون سے زیادہ چوتھی جنس مرد وعلیہم کی پائی نہین گئی فَاِنْ كَانَ اثْنَيْنِ لَوْ سَدَاسَانِ وَثَلٰثَةٌ لَوْ ثُلُثٌ وَسُدُسٌ وَاَرْبَعَةٌ لَوْ نِصْفٌ وَسُدُسٌ وَثُمُنٌ فَاَصْلُهَا مِنْ سِتَّةٍ وَتَعُوْلُ اِلَى سَبْعَةٍ وَاِلَى ثَمَانِيَةٍ اگر دو جنس ہون تو دو سدسان یا ثلث و سدس یا نصف و سدس و ثمن تو اصل مسئلہ کا چھ سے ہوگا اور عول ہوگا سات تک اور آٹھ تک

ہون اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس ہو مسافت گھٹانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا ہم دو سدس ہوئی کی یہ صورت ہو کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہین تو مسئلہ چھ سے ہو اور اسمین انکے دو سہم ہین فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور متروکہ دونون پر قسمت کر دیا نصف نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا تو تین بار قسمت کرنے کی بیفائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہ صورت ہو کہ دو اخیافی بھائی اور مان وارث ہو تو اس تقدیر مین بھی مسئلہ چھ سے ہو اور وارثون کے سب سہام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام کے تین تہائی کر کے بانٹ دیا تو دو اخیافی بھائیون کو دو ثلث مال کے اور مان کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کی صورت یہ ہو کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہو دیا ایک بیٹی اور مان وارث ہو تو یہان بھی مسئلہ چھ سے ہو اور مجموع سہام چار ہین تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی یا مان کا تو دونون مسئلے چار سے قرار دیے اور متروکہ چار حصے کر کے بانٹ دیا اسطرح کہ تین ربع اسکی بیٹی کے اور ایک ربع مان کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی یہ صورت ہو کہ دو بیٹیان اور مان وارث ہو یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہون چنانچہ بیٹی اور پوتی اور مان وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنین خواہ ایک سگی بہن اور مان وارث ہو تو ان تینون صورتون مین بھی مسئلہ چھ سے ہو اور سہام اخوذہ پانچ ہین تو پہلی صورت مین دو بیٹیون کے چار سہم ہین اور مان کا ایک سہم ہو تو متروکہ کے پانچ حصے کیے انمین سے چار جنس بیٹیون کے اور ایک جنس مان کا اور دوسری صورت مین تین جنسین ورثون کی جمع ہوئین اور نجا چھ کے سہام ماخوذہ بھی پانچ ہین انمین سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم مان کا تو اپنے متروکہ کے پانچ حصے کر کے بانٹ دیا بقدر انکے سہام کے تو بیٹی کے تین جنس اور پوتی کا ایک جنس اور مان کا دوسرا جنس اور تیسری صورت مین بھی چھ سے پانچ سہم ماخوذ ہین سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنون کے دو سہم اور اسی طرح مان کی سگی بہن کے ساتھ دو سہم ہین تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور متروکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا قصہ مسافت کے واسطے یعنے دو قسمتون کو ایک قسمت قرار دینے گذانی اصطلاحی

والثالث کان مع کل ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ هو الزوجان اعطی من لا یرد علیہ فرض من اقل المخارج وقسم الباقی علی رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فمن اربعۃ للزوج واحد تبقی ثلثۃ وهی تنقسم علیهن فلا حاجۃ الی الضرب

اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنے متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنے زوج یا زوجہ تو جسپر رد نہین ہوتا اسکو اسکا فرض دیا جاے اسکے کمتر مخارج سے اور باقی رد کیا جاے انکی ذاتون پر جنپر رد کیا جاتا ہی چنانچہ زوج اور تین بیٹیان وارث ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہی باقی رہے تین اور رد تینون بیٹیون پر مستقیم ہین تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہین کم زوج کا فرض ولاد کے ساتھ چوتھائی ہی تو اسکا کمتر مخرج چار ہی پھر جب زوج کو چار مین سے ایک دیا تو باقی تین تینون بیٹیون پر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچھ حاجت نہوئی وان لم تستقم فان وافق رؤس من یرد علیهم کزوج وست بنات ضرب وفقها هو هنا اثنان وفخرج فرض من لا یرد علیہ وهو هنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ

اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی مین اور انکی ذاتون مین جنپر رد کیا جاتا ہی توافق ہو جیسا کہ زوج اور چھ بیٹیون مین تو انکا وفق جو کہ یہان دو ہی انکے مخرج مین ضرب کیا جاے جسپر رد نہین کیا جاتا اور وہ مخرج یہان چار ہی تو حاصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیون کے چھ اصل مخرج زوج چار ہی پھر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیون پر منقسم نہین ہوتے لیکن تین اور چھ مین توافق بالثلث ہی تو رؤس بنات کے وفق کو جو یہان دو ہی چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگی وان لا توافق بل بتباین ضرب کل عدد رؤس فیه ای المخرج

ذکرہ لکل زوج وست بنات فالمخرج هنا اربعۃ للزوج واحد تبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ تبلغ عشرین کان للزوج واحد اضربه فی المضروب یکن خمسۃ فهی الباقی من المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ

اور اگر باقی اور عدد رؤس مین توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو دا یتون کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور مین چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیاں تو مخرج یہاں چار ہوا تین زوج کا فرض ایک ہی باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہیں تو چار کو پانچ میں ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اسکو ضرب کیا مضروب میں یعنے پانچ میں تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹوں کا تین ہی اسکو بھی مضروب میں یعنے پانچ میں ضرب کرو حاصل ہونگے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے ھم یہ صورت بھی صورتین سابقین کے مانند ہی اصل اسکی بارہ سے ہوا اجتماع ربع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اسکو چار کی طرف پھیرا کہ وہ کمتر مخرج ہو فرض زوج کا پھر جب اسمیں سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹوں پر تقسیم نہیں بلکہ تین میں اور پانچ میں تباین کی نسبت ہی تو عدد رؤس بنات کو مخرج میں یعنے پانچ کو چار میں ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہو گیا کذا فی الفرائض الشرنبلالی والرابع لو کان مع الثانی او الجنسین فقط لا الثلثین بحکم الاستقراء اذ لم ترد اربع طوائف اصلا بالاستقراء اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنے فقط دو جنسوں کے ساتھ دو جنسوں سے یہاں یعنے قسم رابع نہیں ہو سکتا بحکم استقرا کے سواسطے کہ رد کرنا چار جنسوں کا اصلا نہیں ہوتا استقرا یعنے تتبع جزئیات کی دلیل ہے ھم یعنے اگرچہ قسم ثانی میں اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہی چنانچہ ترجمہ میں اسکی مثال مذکور ہوا ہے لیکن قسم رابع میں تین جنس کا اجتماع واقع نہیں ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنے احد الزوجین کو فرض کیجے تو چار جنسیں ہوئی جاتی ہیں اور حالانکہ رد کرنا چار جنسوں کے ساتھ ہرگز نہیں ہوتا استقرا کی دلیل سے ولعل ھذا نکتۃ اقتصارہ فیما مر متنا علی الجنسین اور شاید یہی نکتہ مصنف کے اقتصار کرنے کا ہو دو جنسوں پر قسم ثانی کے بیان میں جو متن کے اندر گذرا ھم یعنے مصنف نے جو قسم ثانی میں باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسی واسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع میں اسکا ظہور ہو کیونکہ قسم رابع میں دو جنسوں کے سوا تیسری جنس نہیں ہوتی ہے اور اقتصار سے یہ مراد نہیں کہ تیسری جنس نہیں ہوتی ولا تیرد بالثانی بعضہ لا کلہ فتامل اور اگر اقتصار علی الجنسین کا یہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام میں یہاں ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اسکا سو اسکو تامل کر ھم یعنے قسم ثانی کی بعض صورت یعنے جسمیں دو جنسیں مجتمع ہوں مراد ہو نہ اسکی سب صورتیں اسواسطے کہ رابع میں اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہیں من لا یرد علیہ فاقسم الباقی من مخرجہ فرض من لا یرد علیہ علی مسئلۃ من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وبنت لاخوات لام یعنے اگر دو جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنے احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اسکو قسمت کرو ان وارثوں کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہو جائے چنانچہ زوجہ اور چار دادیاں اور ہم اخیافی بہنیں وارث ہوں ھم استقامت باقی کی یہ ہیں ہوتی مگر فقط اسی مسئلے میں جو متن میں مذکور ہوا یعنے احد الزوجین کا ربع ہوا اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہوا اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہیں تو اب قسمت مستقیم ہوگی کذا فی الطحطاوی المنتقی فاخرج من لا یرد علیہ ربع للزوجۃ واحد فی ثلثۃ تستقیم علی سہام الحالات وسہم الاخوات لکنہ منکسر علی احاد کل فریق کما سیجی فی مسئلۃ مذکورہ متن میں من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہوا اسمیں سے زوجہ کا ایک ہی باقی رہے تین وہ دادیوں کے ایک سہم اور بہنوں کے دو سہموں پر مستقیم ہیں لیکن وہ لوٹتے ہیں ہر فریق کے فرد فرد پر جنہیں اسکی استقامت کا بیان امیر باب میں آویگا ھم چار دادیوں کا حصہ ایک تھا وہ ان پر قسمت نہیں ہوتا اور اسی طرح بہنوں کا حصہ دو ہی وہ انپر بٹ نہیں سکتا وان لم تستقم ضربت جمیع مسئلۃ من یرد علیہ فی مخرج من لا یرد علیہ فالسلمۃ الحاصلۃ ھذا المخرج ھو فرض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہو تو ضرب کرو مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج میں ضرب کرنے سے جو مبلغ کہ حاصل ہوگا اسی ضرب سے وہ دونوں فریق کے حصوں کا مخرج ہوگا یعنے فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے حصے حاصل ہونگے کمل آویگا کما ربع زوجات وستہ بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد بقی سبعۃ لا تستقیم علی مسئلۃ من یرد علیہ وھو خمسۃ لان الفرض ثلثان وسدس فاضرب فی ستۃ للثانیۃ تبلغ اربعین ومخرج فرض الفریقین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیاں اور چھ دادیاں وارث ہوں تو مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھ تو زوجات کا حصہ آٹھواں یعنے ایک ہی باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہیں اور مسئلہ مذکورہ یہاں پانچ ہوا مسئلہ بیٹیوں اور دادیوں کے دو فرض دو ثلث اور ایک سدس ہے تو مسئلہ من یرد علیہ یعنے پانچ کو آٹھ میں جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کے فرض کا ضرب کر حاصل ہونگے تو یہی مخرج ہو دونوں فریق کے فرض کا من یرد علیہ

مسئلہ کو پانچ اسواسطے اسلئے کہ بنات ثلثین کی مستحق ہین اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا جھ ہی تو اسکے دو ثلث چار ہوئے اور ایک سدس ایک ہوا تو مجموع فریقین پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ مین ضرب کیا تو چالیس ہوئے یہ مخرج ہی فروض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ بیان کرتا ہی فاضرب سہام من لا یرد علیہ وھو للزوجات فی خمسۃ مسئلۃ من یرد علیہ لکن خمسۃ فرضی حق الزوجات الاربعۃ من الاربعین یعنی من لا یرد علیہ کے سہام کو یعنے زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیہ یعنے پانچ مین ضرب کرتو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہی یہ تین سے واضرب سہام کل فریق من یرد علیہ وھو اربعۃ للبنات وسہم للجدات فیما بقی او فی السبعۃ الباقیۃ من مخرج فرض من لا یرد علیہ یکن للبنات ثمانیۃ وعشرون وللجدات سبعۃ فاستقام فرض کل فریق لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق فصحح بالاصول السبعۃ الآتیۃ وفی البحائر تصح من الف واربعمائۃ واربعین وسہام ہر فریق من یرد علیہ کو اور وہ سہام پانچ ہین چار بیٹیون کے اور ایک سہم دادیون کے ضرب کرا ان سات مین جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۳۵ ہوئے انمین سے بیٹیون کے ۲۸ سہم ہین اور دادیون کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض صحیح راست ہوگیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہین ہوتا تو ناسکی تصحیح کرلے اُن سات قاعدون سے جنکا بیان اوپگا باب المخارج مین تو صحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ الیکر اور چار سو اور ۴ سہم سے ہر ایک مسہم بالجملہ بموجب قواعد مذکورہ کے بہ ۴ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۸۰ ہی اور ہر زوجہ کا حصہ ۲۰ ہی اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہی اور انمین سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہی اور دادیون کا نصیب ۱۲۵۲ اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا ونصفہ لکل من ثمانیۃ اربعین ولو لاخشیۃ الاطالۃ لاوسعت الکلام ھنا اور پہلا مسئلہ یعنے ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنون کا مسئلہ صحیح ہوجاتا ہی ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ مین اس مقام مین وسیع کلام کرتا مع ۴۸ سے زوجہ کا حصہ بارہ ہی اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہی اور ہر جدہ کا حصہ تین ہی اور سنون کا نصیب ۲۴ ہی اور ہر ایک کا حصہ چار ہی کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہ باب ہی توریث ذوی الارحام کے مسائل مہم غریب مین سے ہی کہ رحم اصل مین بمعنے ہی ولد کا اور اسکا ظرف پھر قرابت اور وصلت مین جہۃ الولادۃ مسمی بہ رحم ہوگئی اسواسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہی طحطاوی نے کہا لغتہ من ذو رحم عبارت ہی صاحب قرابت سے مطلقا خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہو ھو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ فہو سہم ثالث یعنے ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہی جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذو رحم وارثون کی تیسری قسم ٹھہرا اسوقت مین مہم یہ اصطلاح شرعی کا بیان تو اکثر صحابہ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوی الارحام کے قائل ہین اور یہی قول ہی امام اوصاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت شاذہ مین میراث ذوی الارحام کے قائل نہین اگرچہ نزدیک جانب الفرض اور عصبات نہون تو متروکہ بیت المال مین رکھا جاوے اور یہی مذہب ہی امام مالک اور امام شافعی کا لفی کرنے والون کی دلیل یہ ہی کہ حق تعالے نے آیت موارثت مین ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ مذکور نہین کیا اگر انکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنے والون کی دلیل یہ آیت ہی وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ چنانچہ استدلال اسکا مذکور ہوچکا کذا فی الفرض الشریفی مختصرا وتمامہ فیہ وکانت توریث مع ۳ سہم وکالعصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذو رحم وارث نہین ہوتا صاحب فرض اور نہ عصبہ کے ساتھ سوا زوجین کے یعنے زوجین اگرچہ صاحب فرض ہین مگر ذو رحم انکے ساتھ وارث ہوتا ہی اسواسطے کہ انپر رد کرنا فرض نہین فیاخذ المفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو لے گا قرابت کے وجہ سے مہم جمیع مال کے لینے مین اشارہ ہی کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کے مانند ہی اسمین اقرب فالاقرب کا اعتبار ہی اور قرب کا ہی ہوتا ہی قرب درجہ اور گاہے قوت قرابت سے تو جیسے تصیب مین بیٹا مقدم ہی باپ پر اسی طرح ذوی الارحام مین جزئیت کا مقدم ہی اصل پر کذا فی الطحطاوی وبحجب اخر بہم لا یعد کترتیب العصبات اور ذوی الارحام کا ترتیب تراجعد تر کا حاجت ہوتا ہی عصبات کی ترتیب کے مانند یعنے جسطرح عصبات مین اقرب ابعد کا حاجت ہوتا ہی اسی طرح ذوی الارحام مین

اقرب کے ہوتے ابعد وارث نہیں ہتا فھم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصل ثم جزء ابویہ ثم جزء جدتہ اوجد تیہ توکل ذوی الارحام اقسم میں قسم اول میت کا بیٹا یعنی میت کی اولاد دختری چاہے ذکاتی اور اناث ہو قسم ثانی میت کی اصل یعنے نانا اور نانیاں ہو قسم ثالث میت کی والدین کا جزء یعنے بھانجا اور بھانجی ہو قسم رابع جدین کا جزء یعنے دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جزء یعنے دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اسکی آگے آویگی متن اور شرح میں فحینئذ یقدم جزء المیتہ ھم اولاد البنات ذکاتا وانا ثا یعنی اولاد جزء میت مقدم ہیں اولاد ذکاتی پر اناثی کے اور اسوقت میں یعنے جبکہ یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ذوی الارحام میں جو میت سے قریب تر ہو وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جزء مقدم ہوگا میراث میں فیقدم علی باقی الاقسام میں اور جزء میت کا عبارت ہے بیٹوں کی اولاد سے اور پوتوں کی اولاد سے خواہ مرد ہوں یا عورت اگرچہ وہ بچیدرجہ سافل اور نازل ہوں ھم تو اگر میت کی اولاد یا پوتا ناث ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناث یا پوتا ناث میراث لے گی نانا اور نانی کو کچھ نہ ملے گا اسواسطے کہ جزء مقدم ہے اصل پر عصبات کے مانند ثم اصلہ وھم الیصل القاسم والجد الفاسد ثم جزء ابویہ وھم اولاد الاخوات لابوین او لاب اولاد الاخوۃ لابوین او لاب فان نزلوا فجزء الوالدین میت کا جزء مقدم ہے یعنے سگی بہنوں یا سوتیلی بہنوں کی اولاد اور اخیافی بھائی اور بہنوں کی اولاد اور سگے بھائیوں یا سوتیلے بھائیوں کی بیٹیاں اگرچہ سافل اور نازل ہوں ھم یہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنوں کی اولاد ارحام ہے خواہ مرد ہوں یا عورت یعنے بھانجے اور بھانجیاں ذوی الارحام سے ہیں اور سگے یا سوتیلے بھائیوں کی بنات کی اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیاں ذوی الارحام میں داخل ہیں اور بھتیجے عصبات میں سے ہیں چنانچہ عصبات میں مذکور ہوگیا اور اخیافی بھائی اور بہنوں کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہیں الحاصل اسم قسم میں آوے بالیراث اقرب الے المیت ہو تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ میں برابر ہوں تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذی الرحم سے جیسے بھائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام مال کو بھائی کی پوتی لے گی نہ بہن کا ناتی اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحطاوی مقفرا ویقدم الجد علیھم خلافا لھما اور مقدم ہونا نانا پر یعنے اخوات کی اولاد اور بنات اخوۃ پر بخلاف صاحبین کے ھما ثم سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتن پر لیکن یہ روایت مشہور نہیں اور نہ اسپر فتوے ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہے کہ ناتی اور ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیوں اور بھتیجوں پر اور اسی روایت پر فتوے ہے اور صاحبین کے نزدیک بھانجے اور بھانجیاں اور بھتیجیاں نانا پر مقدم ہیں اور امام کا مذہب ذوی الارحام میں عصبات کے قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات میں دادا مقدم ہے سگے بھائیوں پر کذا فی الطحطاوی ثم جزء جدیہ او جدتہ یعنے پھر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے ھم یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے اے آخر المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنے دادا اور ماں کا باپ یعنے نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنے دادی اور ماں کی ماں یعنے نانی مراد ہے ھم اولاد الخالات وھو ماموں اور خالہ ہیں ھم یہ لوگ ماں کے رشتہ دار ہیں ماموں تو بھائی ہیں میت کی ماں کے اور خالہ بہنیں ہیں اسکی تو اگر ماں کے سگے بھائی بہن ہیں تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہیں اور اگر باپ کے اخیافی بھائی بہن ہیں تو میت کی ماں کی طرف منسوب ہیں کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی والاعمام کالام اور اخیافی چچا ہیں یعنے میت کے باپ کے اخیافی یعنے مادری بھائی ہیں عمام میں مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات میں داخل ہیں نہ ذوی الارحام میں والعمات اور پھوپھیاں ہیں ذوی الارحام سے مطلقا اسی طرح سوتیلی یا مادری نواگر سگی یا سوتیلی بہنیں ہیں باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہیں جانب پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنیں ہیں تو وہ منسوب ہیں اسکی جدہ کی طرف قسم رابع میں خلاصہ یہ ہے کہ اخوال و خالات اور عمات اور اعمام مادری درجے میں برابر ہیں یعنی کوئی اقرب اور ابعد نہیں الاولین حکم یہ ہے کہ انمیں سے جو فقیر ہوگا وہ مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد ہے یا نہیں اگر متحد ہے اسطرح کہ سبکی قرابت جہت بدری سے ہے یا جہت مادری سے تو فقیر ہونے کی

بالاجماع لیتے سگا اولے ہی سوتیلا اولے ہی اخیافی سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر اقوی مین بھی تعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین اھ اگر قرابتین مختلف ہی اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہو اور بعض کی مان کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیان ہین اور قرابت مادری کے واسطے ایک تہائی ہر کذا فی الطحطاوی مختصرا وبنات الاعمام والاخوال والخالات اور منجملہ قسم رابع چچون کی بیٹیان ہین اعمام مذکورین کی یعنے اخوال و خالات اور اعمام اخیافی و عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع مین داخل ہین ثم عمات الاباء والامھات واخوال الامھ وخالاتھم واعمام الاباء والامھات کلھم واولادھن کذلک وان بعدوا بالاعلی والاسفل پھر اشخاص مذکورین کے بعد سب کے باپون اور ماؤن کی بھی پھپھیان اور انکے مامون اور خالائین اور باپ کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگے ہون یا سوتیلے یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون اوپر کے اور نیچے ہون ثم یخلفہ کہ میت کے عمات و خالات اور اخوال اور انکی اولاد موجود نہون تو اسکا حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور انکی مان کے چچا اور مامون اور عمہ اور خالہ کی طرف تو اگر ائنمین سے کوئی شخص متفرد ہوگا تو سب مال لے گا عدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہونگے اور قرابت انکی متحد ہوگی تو ائنمین سے قوی تر مقدم ہی خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر قرابت انکی برابر ہو تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت انکی مختلف ہی تو باپ کی قرابت والون کو دو تہائیان ہین اور مان کی قرابت والون کو ایک تہائی الی آخر ما مر پھر اگر یہ لوگ بھی نہون تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہی پھر اگر انکی اولاد بھی نہ ہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات و غیرہم کی طرف بعد انکے اولاد کی طرف الی غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ویقدم الاقرب فکل صنف اور مقدم ہوگا میت کے قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم مین ص قسم رابع مین یہ حکم ظاہر نہین اسواسطے کہ ائنمین کوئی اقرب نہین ہان انکی اولاد مین التبادر میت متحقق ہوتی ہی تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا استووا فی الدرجۃ تحدرت الجھۃ قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجے مین برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر ہم ولد وارث سے مراد صنف اول مین صاحب فرض کی اولاد ہی اور صنف ثالث مین عصبہ کی اولاد ہی اور صنف ثانی اور رابع مین یہ نہین ہوتا ہان انکی اولاد مین تقدیم اقرب کی ہوتی ہی پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فالقرابۃ کالاحد الثلثان والقرابۃ کالاخر الثلث اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے واسطے دو تہائیان ہین متروکہ میت کی اور مان کی قرابت والون کے واسطے ایک تہائی ہر ھم الطحطاوی نے کہا یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع مین ادا انکی اولاد مین ہوتی ہی نہ اول اور ثالث مین وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الادلاء والقوۃ اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر انکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے مین یکسان اور متفق ہو تو فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد رح کے ھم درصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سب کا حصہ برابر ہر اور اگر مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو ثانی و ثلث پاویگا اور ناتن ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ دھو ھنا البطن الثانی دھو ابن بنت وبنت بنت فجعل اعتبر صفۃ الاصول فی البطن الثانی فسئلتنا فقسم علیھما اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فحینئذ یکون للبنت الثلثان نصیب ابیھا وللثلث لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ وتمامہ فی السراجیۃ وشرحھا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت مین چنانچہ ناتی کی بیٹی اور ناتن کا بیٹا تو ائنمین محمد رح نے اصول کا اعتبار کیا ہی اور مال کو قسمت کیا ہی اس اول بطن پر جسمین اختلاف ہوا ذکورت اور انوثت کا اور وہ اختلاف استحقاق کی مثال مین بطن ثانی مین بڑا ہی یعنے ناتی اور ناتن مین تو محمد رح نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہی بطن ثانی مین ہمارے مفروض مسئلہ مین تو انہون نے مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہی اور ہر ایک فرع کو اسکی اصل کا حصہ دیا ہی تو اب مال گئی دو تہائیان نانی کی بیٹی کی ہونگی جو اسکے باپ کا حصہ ہی اور ایک تہائی ناتن کے بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی انکی مان کا حصہ ہی اور اسکا بوجہ مفصل بیان سراجیہ اور اسکی

شرحون مین ہی یعنے یہان نہایت مختصر مذکور ہوا ہے جبکا اصول مین اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف کا بیان بھی یہان فروع کا اعتبار کیا ہی اور اختلاف اصول کا کچھ اعتبا نہین کیا اور محمد نے اعلاے بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہی اور ہر اصل کا حصہ اسکی فرع کے واسطے مقرر کیا ہی تو یتین کی صورت مذکور مین ابو یوسف کے نزدیک مال کی تین تہائیان ہوکر دو تہائیان نانی کی بیٹیا پاویگا اور ایک تہائی نانی کی بیٹی باویگی برعکس قول محمد رح کے اور تعدد اختلاف بطن کی تفصیل محمد کے مذہب کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام جیا کا بحطاوی اور شروح سراجیہ مین مذکور ہین خوف تطویل کے سبب ترجمہ اُسکے ترجمہ کرنے سے متصد ہی فمن شاء والاستقصاء فلیرجع الیہا فعفا اعتبر الفرع فقط وابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہی نہ اصول کا ھم یہان فہیم کا مرجع مقدم مذکور نہین ہوا بلکہ مرجع سمیر کا سراج الدین کے کلام مین مذکور ہی کذا فی الطحطاوی لکن قول محمد اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ وھو ظاہر الروایۃ عن اصحابنا کما فی شرح المرجینانی وعلیہ الفتوی کما فی شرح المرجبیۃ للصفحی لیکن محمد کا قول مشہور تر ان دو روایتون مین سے ہی جو امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہین تمام ذوی الارحام مین اور اسی قول پر فتوی ہی ایسا مذکور ہی شرح مرجبیہ کے مصنف کی خرج مین ہم وہکذا فی الحاکمیۃ عن الکافی اور یہ بھی عالمگیری مین ہی کہ امام اسبیجابی کی مبسوط مین مذکور ہی کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہی کیونکہ وہ آسان تر ہی اور صاحب محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف کا قول لیا ہی اس قسم کے مسائل مین طحطاوی مین ہی کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوے دیا ہی وفی الملتقی وبقول محمد یفتی سئلت عن ترک بنت شقیقۃ وابن بنت شقیقۃ لکم نصفہ فقسمتہ فاجبت بانہ قد شرط اعتبار الفروع فی الاصول فحینئذ یصیر الشقیقۃ کشقیقتین فیقسم المال بینہما نصفین یقسم نصف الشقیقۃ بین ولدھا ثلاثا اور ملتقے مین ہی کہ محمد کے قول پر فتوی دیا جاتا ہی مجھسے سوال ہوا اُس مسئلہ کا جسنے اپنے سگے بھائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اسکا مترکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو مین نے جواب دیا اسطرح کہ فقہانے شمار فروع کا اصول مین ٹھہرا کیا ہی یعنے اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اسوقت مین سگی بہن دو سگی بہنون کے مانند ہوجاویگی یعنے اسواسطے کہ اسکی دو فرع ہین ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال مترکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنون کے ہوگئی نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اسکی اولاد مین تین تہائیان ہوکر مقسوم ہوگا ھم یہ جواب بنی ہی محمد کے قول پر اُنکا مذہب ہی کہ اگر فرع مین تعدد نہین ہی تو فرع مین اصول کی ذکورت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہین اور اگر فروع مین تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہون اور دوسری اصل کی دو فرع مونث ہون اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہان اصل کی صفت اور فرع مین جمع کرینگے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کے سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنے ذکورت اور انوثت کا اصل مین اعتبار نکرینگے تو بنا بر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ مین سگی بہن کے دو فرع ہین لہذا سگی بہن کو بمنزلہ دو بہنون کے قرار دیا اور متروکہ نصف سگے بھائی کو ملا اور نصف سگی بہن کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیان کرکے اسکی اولاد مین تقسیم کی دو تہائیان بیٹے کا اور ایک تہائی بیٹی کا کذا فی الطحطاوی بلفظہ ثم اعلم

فصل فی الغرقے والحرقی وغیرھم یہ فصل ہی ڈوبنے والون اور جلنے والون وغیرہم کے احکام مین ھم غرقی جمع ہی غرق کی اور حرقی جمع ہی حریق کی جیسے قتلے جمع ہی قتیل کی مراد اُنسے وہ لوگ ہین جو مرگئے اور یہ معلوم نہین کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر کے لوگ ساتھ ہی جل گئے یا اُنپر دیوار یا چھت گر پڑی یا معرکے مین مقتول ہوگئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہین تو یہ فرار دیا جاویگا کہ گویا سبھا ایک ہی اُن مین مرگئے **توارث بین الغرقی والحرقی کالا اذا علم ترتیب الموت** یعنے ڈوبنے اور جلنے والون مین باہم وارث ہونا نہین یعنے ایک غریق دوسرے غریق کا وارث نہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر مردون کا معلوم ہوجاے اسطرح پر کہ تعیین کے بعد شبہہ دافع ہو تو یہ پچھلا مرده وارث ہوگا پہلے مردے کا ھم غرقے اور اُنکے امثال کی پانچ صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ اُنمین سے میت سابق بالیقین معلوم ہوا اسکا حکم صریح ہی کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت یہ ہی کہ میت سابق علی التعیین پہلے تو معلوم تھا پھر اُسمین شبہہ پڑگیا اسکا حکم یہ ہی کہ اسکی میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہہ زائل ہو کر تعیین حاصل ہو یا وارث باہم صلح کرلین اسواسطے کہ یاد آجانے سے مایوسی نہین ہی تیسری صورت یہ ہی کہ میت سابق بالتعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہ ہی کہ سبھی موت ساتھی ہو پانچوین صورت یہ ہی

سبقت اور میت کچھ معاوم نہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن عجم زادہ وجنتی الشرنبلالی فلو جھل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم ہو مگر جہل ہو جائے یعنی اسکی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہو اسکی ذات میں اور یہ دوسری صورت ہے جو پانچ صورتوں کے جو مذکور ہو چکیں کذا فی الطحطاوی واعلی کان ایقنا بہ وقد للشکوک فیہ حقق بتبیین ایھما علی الاشہر فلیحرر تو دیا جاوے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جس شک پر ہے وہ موقوف رہے یہاں تک کہ صاف ظاہر ہو جائے یعنی یاد پڑ جائے اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کر لیں کذا فی الشرح المجمع قلت واظنہ للمصنف لکن نقل بخطہ عن ضوء السراج مزیا بخطہ ان لہ ثمانیۃ احدھا ولیس کذا یعلم کما ھو ظاہر فتحقق التعارض بینھما وھو مخالف للمتون بین کہتا ہوں اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی خط میں ثابت رکھا ہو لیکن ہمارے استاذ نے ضوء سراج سے منسوب بخط مجمع اس قول کو نقل کیا ہو کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مر گیا اور یہ معلوم نہیں کہ دونوں میں سے کون شخص پہلے مرا تو یہ حکم لیا ہوا دیکھا کہ گویا دونوں ساتھ ہی مر گئے ثبوت تعارض کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اسکو سوچ راے ضوء سراج میں صورت ثالثہ کا ذکر ہو اور جو شرح مجمع سے مذکور ہوا وہ صورت ثانیہ ہے تو ثانی اور ثالث ضم ہو گیا کذا فی الطحطاوی یعنے صورت ثالثہ میں میت سابق کا علم بالیقین ہے اور صورت ثانیہ میں علم علی التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اختلاف قولین باقی رہا واذا لم یعلم تنبیہ یقسم ما کان منھم علی ورثۃ الاحیاء ادلہ توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک میت کا مال ان لوگوں میں جو انکے زندہ وارثوں پر تقسیم کیا جاوے سوا سطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہیں شک کے سبب سے ہم لیئے استحقاق میراث کے سبب میں یہاں شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جبتک سبب بتیقن نہیں استحقاق میراث کا متحقق نہیں اسواسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہیں کذا فی الطحطاوی فراجعہ شرنبلالی میں ہے کہ صدیق اکبرؓ نے اہل یمامہ کے مقتولین میں اسی طرح کا حکم کیا یعنے زندوں کو مردوں کی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جبکہ عمویہ ہیں وباسے لوگ مر گئے تو عمر فاروقؓ نے اسی طرح حکم کیا اور علی مرتضیٰؓ نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم اور کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت سے مسلمان کے مانند یعنے کافر پر میراث مسلم کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور رحم کے طریق سے جبکہ کفار احکام مسلمین کی طرف مرافعہ کریں اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع لمرتد ابنان لو تفرقتا فی تخصیص حجب احدھما الاخر یرث بالحاجب اور اگر کافر ہیں دو ایسی قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتیں دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وہ وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے ہم جنانچہ مجوسی نے اپنی ماں سے نکاح کیا اسسے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے اور محجوب نہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے وان لم یحجب احدھما الاخر یرث بالقرابتین عندنا کذا فی الشرنبلالی اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنفیوں کے نزدیک چنانچہ ہمنے اسکو آگے ذکر کر دیا ہے باب العول سے پہلے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا سو اسسے فرزند پیدا ہوا تو یہ عورت اسکی ماں ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو ماں ہونے کی راہ سے تہائی متروکہ پاوے گی اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکے لے گی ولا یرثون بالکفر مستغرقہ عندھم او یستغرق نصفا کتزوج مجوسی امہ لان النکاح الفاسد لا یوجب التوارث بین المسلمین فلا یوجب بین المجوسی کذا فی الجوھرۃ قال وکل نکاح لو اسلما یقران علیہ یتوارثان وما لا فلا انتھی وھو فی الظھیریۃ اور کفار وارث نہیں ہوتے من حیث الزوجیت ان نکاحوں کی جہت سے جو انکے نزدیک حلال ہیں یعنے جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح کرنا اپنی ماں سے اسواسطے کہ فاسد نکاح دیانت مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوس میں بھی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی البحر ہمارے مصنف نے کہا کہ کافروں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رہ سکے جاویں تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نہ رہ جاویں تو باہم وارث نہ ہونگے اپنے مانی البحر ہ اور اسی قول کو صحیح کہا ہو ظہیریہ میں ویورث ولد الزنا واللعان بجھۃ الام فقط حاذفا ولد الزنا لانہ لا اب لھما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی ماں کی جہت سے وارث ہوگا اسواسطے کہ جنے عصبات کے بیان میں ذکر کر دیا ہے

کہ ان دونوں کا باپ نہیں یعنے احکام شرعی میں نہ واقع میں ہم تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو تو ماں سے یا زنا سے تو یہ بھائی اسکا عصبہ نہ ہوگا بلکہ ماں کی بھائی کی میراث لے گا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اسکی ماں کی فرضاً اور ردّاً اور اگر ماں نہو تو ماں کی ذوی الارحام وارث اسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ووقفہ للحمل حظ ابن واحد وبنت واحدۃ یعطی کان اکثر وعلیہ یفتی لانہ الغالب ویقولون احتیاطا اور اٹھا رکھا جاوے حمل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحدہ کا حصہ انمیں سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثوں سے اسقدر حصہ کا ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنے قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اسکو صرف نہ کرڈالیں ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطے چار بیٹوں کا حصہ اور صاحبین کے نزدیک تین بیٹوں کا حصہ اٹھا رکھا جاوے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہے اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ بطن واحد میں نہیں پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر پر مبنی ہوگا جب تک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیہ وشرحہا للسید کما ترک ابوین وبنتا وزوجۃ جد فان المسئلۃ من اربعۃ وعشرین ان فرض الحمل ذکرا وتعول للسبعۃ عشر وان فرض انثیین کان للبنتین الثلثین چنانچہ اگر مرنے والے دین اور ایک بیٹی اور زوجہ حامل کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا جو بیس سے اگر بیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجئے اور چوبیس عول کرینگے ۲۴ کی طرف اگر اسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹوں کے واسطے دو ثمانیاں فرض ہیں ہم ۱۶ سے اسواسطے مسئلہ ۲۷ کا ہوگا جس زوجہ کا والدین کے سدسین کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہیں ۳ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہیں چار ماں کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بہن کے ہیں للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۲۶ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دونوں بیٹوں کو ۱۶ ملنے چاہئیں اسلیے مسئلے عول کریگا، ۲۷ کی طرف قلت فلذا کان الحمل من المیت الا فتلہ کثیرۃ میں کہتا ہوں یہ مثال اس تقدیر پر ہے جبکہ حمل میت سے ہو اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اسکی مثالیں بہت کثرت سے ہیں ہم مثل الضمیمۃ وشاہد ثلثہ جسکی مثال کی شارح نے عبارت اسکی موہم ہوگئی کہ جس تقدیر پر حمل میت ہے تو اسکی یہی مثال خاص ہے جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحطاوی کما ورثت زوجا وابا وابنا حیا فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس کذا عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہ النصف وتعول لثمانیۃ کما لا یخفی چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حامل کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا حصہ ثمانی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس ہے اسواسطے کہ وہ عصبہ ہوتا کل مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ نصف مقرر کیا ہوا اسکے واسطے نصف مقرر کیا ہوا عمل کریگا یعنے اٹھکی طرف چنانچہ منحنی نہیں ہم مسئلہ جیسے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہوجانے سے اور عمل کریگا آٹھکی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ارہا لو کان علی احد الشقین یرث وعلی الآخر لا کما لو ترک زوجا وابا وابنا حیا فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس کذا عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہ النصف وتعول لثمانیۃ کما لا یخفی چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حامل کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا حصہ ثمانی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس ہے اسواسطے کہ وہ عصبہ ہوتا کل مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ نصف مقرر کیا ہوا اسکے واسطے نصف مقرر کیا ہوا عمل کریگا یعنے اٹھکی طرف چنانچہ منحنی نہیں ہم مسئلہ جیسے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہوجانے سے اور عمل کریگا آٹھکی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ارہا لو کان علی احد الشقین یرث وعلی الآخر لا کما لو ترک زوجا وابا وابنا حیا فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس کذا عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہ النصف وتعول لثمانیۃ کما لا یخفی چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حامل کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا حصہ ثمانی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس ہے اسواسطے کہ وہ عصبہ ہوتا کل مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ نصف مقرر کیا ہوا اسکے واسطے نصف مقرر کیا ہوا عمل کریگا یعنے اٹھکی طرف چنانچہ منحنی نہیں ہم مسئلہ جیسے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہوجانے سے اور عمل کریگا آٹھکی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ارہا لو کان علی احد الشقین یرث وعلی الآخر لا کما لو ترک زوجا وابا وابنا حیا فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس کذا عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہ النصف وتعول لثمانیۃ کما لا یخفی

ف ۲ محل منحنی عمل یعنے اصل مسئلہ جو چھبیس ہے اسکی تصحیح نہیں ہوتی ہے اور اسکے تمامی ہونے کی طرف عول ہے

فصل فی المناسخات یہ فصل ہم مناسخات میں ہم مناسخہ لغت میں عبارت ہے ازالہ اور تغییر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض میں مناسخہ یہ ہے کہ بعض یا کل وارثوں کے سہام انکے بھیجوں کی طرف منقول ہوجاویں بوجہ استحقاق یعنے ورثہ کے وارثوں کو دیے جاویں کذا فی الطحطاوی

یعنے ترکہ ہنوز قسمت نہوا تھا کہ وارث مرگیا تو اسکے حصے کو اسکے وارث کی طرف نقل کرنا اسی کا نام مناسخہ ہے **مات بعض ورثۃ قبل القسمۃ للترکۃ صحت المسئلۃ الاولی واعطیت سہام کل وارث لبعضہا وارث مرگیا ترکہ قسمت ہونے سے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی اور ہر وارث کے سہام دے جاوین** ص تصحیح مسئلہ اس سے عبارت ہے کہ سہام ایسے جاوین کہ کسر عدد سے اسطرح پر کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو کذا فی الشرنبلالی اور تصحیح مسائل کے سات قاعدے ہین آگے معلوم ہونگے **ثم الثانیۃ** پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی پہلے مسئلہ کے بعد ص اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے مافی الیدین نظر کرینگے تو یہ نظر تین حال سے خالی نہین یا دونون مافی الیدین مماثلت ہوگی یا موافقت یا مبائنت انکی مثالین آگے معلوم ہونگی **الا اذا اتحد کان مات عن عشرۃ بنین ثم مات احدھم عنہم** مگر جبکہ دونون مسئلون کی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچھ حاجت نہین چنانچہ ایک شخص مرگیا دس بیٹے چھوڑکر پھر اسکے بعد انمین سے ایک بیٹا مرگیا تو بھائی چھوڑا ص دس بھائی سگے ہون یا سوتیلے تمام متروکہ کو نو بھائیون پر تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تھا اسواسطے کہ اگر اول دس حصے کیجیے پھر ایک کا حصہ نو کو دیجیے تو تطویل بلاطائل ہے **فان استقام نصیب المیت الثانی علی ترکۃ فیہا دینہ ثانیہ** پھر مسئلہ ثانیہ مین اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا اسکے ترکہ پر یعنے اسکے وارثون پر بلا کسر متقسم ہوگیا تو بہت خوب اور بہتر ہوا ہم اسکی ایک مثال مذکور کرتے ہین جسمین احوال ثلثہ یعنے استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہون وہ یہ ہے کہ ایک عورت زوج اور بیٹی اور مان کو چھوڑکر مرگئے پھر زوج قبل از قسمت ترکہ ایک زوجہ اور والدین کو چھوڑکر مرگیا پھر بیٹی دو ابن اور ایک بنت اور اس جدہ کو چھوڑکر مرگئی جو میت اول کی مان ہے پھر وہ جدہ یعنے ثانی زوج اور دو بھائیون کو چھوڑکر مرگئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث موافقت کی مثال ہے اور میت رابع مبائنت کی مثال ہے پھر جب ہمنے عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح کیا اور ہر وارث کو اسکے سہام دیے پھر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت ثالث کی تصحیح مین تامل کیا تو مسئلہ اول کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع اور سدس کے اجتماع سے اور اس مسئلے مین رد فرض کرنا ہوگا زوج کے تین سہم اور بنت کے چھ اور مان کے دو ایک سہم باقی رہا اسکو سیّ اور مان پر لوٹا کے سہام مدکیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد و فرض مین سابق مذکور ہوچکا سو اس مسئلہ مین من یرد علیہ کے دو جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ جمع ہوا یعنے بنت اور ام کے ساتھ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ اقل مخارج سے یعنے چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بھی چار ہوا سو اسطرح کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہو نصف اسکا تین سو بنت کا فرض ہوا اور سدس اسکا ایک ہی سہام کا حصہ ہے تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطاء نصف زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد علیہ کے مسئلہ پر مستقیم نہین تو من یرد علیہ کے مسئلکی یعنے چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج مین اور وہ مخرج بھی چار ہی تو چار کو چار مین ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو مسئلہ من یرد علیہ مین یعنے چار مین ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور من یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض کے باقی مین ضرب کیا گیا تو مان کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو تین مین جو باقی ہے مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تھا جب اسکو تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور مان کو تین اور بیٹی کو نو پھر جب ہمنے میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنے زوج کی تو چار سہم سے اسکی تصحیح پائی اسواسطے کہ اسکی زوجہ کا ربع ہے اور اسکی مان کا حصہ باقی مال کی تہائی ہے اور اسکے باپ کا حصہ دو ثنائیان پھر جب ہمنے زوج کی مافی الید سہام مین نظر کی تو چار سہام پائے سو اسکے وارثون پر بلا کسر مستقیم ہین انمین سے زوجہ کا ایک سہم اور مان کا ثلث باقی یعنے ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنے دو سہم تو اس تصحیح مین ضرب کرنیکی حاجت نہ پڑی اور یہ بلا مسئلہ اور دوسرا سوال تھا صحیح ہوگیا کذا فی الظہیری والشرنبلالی **ان یستقیم فان کان بین سہامہ ومسئلتہ موافقۃ ضرب وفق التصحیح وکل الاول** اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہوا اسکے وارثون پر سو اگر میت ثانی کے سہام مین اور اسکے مسئلے مین موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے سہام مین ضرب کریگا مثال اسکی وہ بنت ہے صورت مذکورہ مین جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چھوڑکر مرگئی تو یہ مسئلہ چھ سے ہے جدہ کا ایک سدس ہی

یعنی ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ رؤس کے ہیں یعنے چار سہم دو بیٹوں کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی انکی مافی الید میں جو نہیں اور انکے مسئلے میں جو چھ ہیں تو انہیں موافقت بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہے تو اسکو ضرب کیا جمیع تصحیح اول میں جو سولہ ہیں تو حاصل ہوئے ۳۲ جسکے سہام سولہ سے تھے یعنے میت اول کے درثہ کے سو وہ لیگا دیں ضرب کر کے اسواسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے سہ لیگا اور جسکے سہام چھ سے ہیں یعنے میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لیگا تین میں ضرب کر کے اسواسطے کہ تین میت ثانی کے مافی الید کا وفق ہے سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سولہ سے جب انکو دو میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہ سے انکو دو میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور یہ آٹھ کی تقسیم زوج کے وارثوں پر بھی مستقیم ہے انمیں سے زوجہ کے دو سہم اور انکے باپ کے چار سہم اور انکی ماں کے دو سہم اور میت ثانی کے مسئلے سے جدہ کا ایک سہم تھا اسکو تین میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے انکو تین میں ضرب کیا ۱۵ حاصل انمیں سے ہر ایک کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۳۲ کی تقسیم صحیح ہو گئی کذا فی الطحطاوی والشرنبلی ملتقطا ولا یکون یتصاموا فقة بل مباینة ضربت کل الثانی فی کل الاول یصل المخرج المسئلتین اور اگر میت ثانی کے سہام میں اور انکے مسئلے میں موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کریگا تو جمیع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح اول میں حاصل ہوگا دونوں مسئلوں کا مخرج یعنے علی تقدیر الموافقة وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علی تقدیر المباینة کل تصحیح ثانی کی مرے تصحیح اول میں موافقت اور مباینت کے دونوں مسئلوں کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ میں وہ جدہ ہے جو زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مر گئی اور انکے ہاتھ میں تو سہم ہیں چھ سہم انتے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہے بالے اور تین سہم اپنی نانی سے جو میت ثالث ہے بالے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور مسئلہ جدہ کی تصحیح چار ہے ہے اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سے اسکا نصف زوج کو دیا یعنے ایک دو سے تو باقی رہا ایک وہ دو بھائیوں پر نصیب نہیں ہو سکتا مباینت کی وجہ سے تو بھائیوں کے رؤس کو اصل مسئلے میں یعنے دو میں ضرب کیا حاصل ہوئے چار انمیں سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ کے ہاتھ میں نو سہم ہیں اور نو میں اور چار میں مباینت ہے تو تصحیح ثانی یعنے چار کو تصحیح اول یعنے ۳۲ میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۲۸ تو جسکا حصہ ۳۲ میں تھا وہ حصہ چار میں یعنے مسئلہ جدہ میں ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار میں ہے وہ جدہ کی مافی الید یعنے نو میں ضرب کیا جائیگا سو میت ثانی جو نوح ہے میت اول کا اسکی دوسری زوجہ کا حصہ تھا ۳۲ سے اسکو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب انکا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی ماں کا بھی حصہ دو تھا اسکو بھی چار میں ضرب کیا آٹھ ہوئے یہ انکی ماں کا حصہ ٹھہرا اور میت ثانی کے والد کے سہام چار تھے جب انکو چار میں ضرب کیا سولہ حاصل ہوئے یہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنے میت اول کی بنت کے مدون فرزندوں کا حصہ چھ تھا ۳۲ سے چار میں ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا اسکو چار میں ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے یہ انکا حصہ ہوا اور میت رابع یعنے جدہ مذکورہ کی زوج کا حصہ دو سہم تھے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کی مافی الید یعنے نو سے تو اٹھارہ حاصل ہوئے یہ انکا حصہ ہوا اور جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اسکو بھی نو میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ نو نو سہم کا ہوا کذا فی الشرنبلی والطحطاوی ملتقطا فتضرب سهام ورثة الميت الاول في المضروب اي في التصحيح الثاني او في وفقه الثاني او في وفقه سو حصول مخرج کے بعد ورثہ میت اول کے سہام ضرب کرے تو مضروب میں یعنے تصحیح ثانی میں مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق میں موافقت کی تقدیر پر ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنے سے اس مضروب میں ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا طریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہو گیا امثلہ سابقہ میں وسهامه وسرنة الميت الثاني في كل ما في يده او في وفقه من التصحيح الاول اور میت ثانی کے وارثوں کے سہام کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام مافی الید میں علی تقدیر المباینة یا التصحیح اول کے وفق میں ضرب کرے علی تقدیر الموافقة ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما فصلت سابقا فادان فيهم من مات من الميتين ضربت لصيبه من الاول في الثاني او وفقه ونصيبه من الثاني فيما بقي للميت الثاني او وفقه اور اگر وارثوں میں وہ وارث ہو جو دونوں میت سے میراث پاتا ہو تو اسکے حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی میں اگر مباینت ہو یا اسکے وفق میں اگر موافقت ہو

مثال بنا سنہ
میت اولے
فریضہ ۱۲۰
نصیب ۳۲
مسئلہ ۱۶
مسئلہ دوبہ

فریضہ	بیت	بنت
حائذ	مالہ	۱
۶	۹	۴
۱۲	۱۸	۸

میت دوم
مسئلہ مستقیم حاصل ۲
شاکرہ زوجہ ام راشدہ خالہ اب
۲ ۲ ۲
۲ ۲ ۲

میت سوم
مسئلہ توافق بالثلث مناسخہ
ابن ابن بنت جدہ
۱ ۱ ۱ ۱
۱ ۱ ۱ ۱
۲ ۲ ۲ ۲
۴ ۴ ۴ ۴
۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

میت چہارم
مسئلہ تباین بہ ۱۲
زوج اخ اخ
قمر کوکب محمد شہید
۳ ۴ ۵
الاحد المبلغ ۱۲۸ ۱۲۸ ۱۲۸
شاکرہ راشدہ خالہ
۱۶ ۱۶ ۱۶
زہیر عمرو طالب
۲۴ ۲۴ ۲۴
۱۲ ۱۲ ۱۲
قمر کوکب خدیجہ
۱۶ ۹ ۹

فریضہ بین حصول یہ ہو گیا ہم کہتے ہیں سو ہر وارث کو نو نو سہم ملے ہیں انکو ضرب دیں گے ہر وارث کے سہام میں اور ہر وارث کے سہام کو ضرب دیں گے ہر بھائی کے سہام میں تو ہر بھائی کو نو نو سہم ملیں گے

نقول بجلد ۱۲۹

اور ضرب کرے تو اسکے سطحے کو ثانی سے میت ثانی کی مانی الید مین اگر مبائنت ہو یا اسکے وفق مین اگر موافقت ہو ہم پہلی صورت کی مثال یہ ہو کہ ایک شخص مرگیا ایک بیٹا چھوڑکے ایک عقار سے اور تین بیٹان چھوڑکے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مرگئی دو سگی بہنین اور ایک سوتیلا بھائی چھوڑکر تو پہلا مسئلہ پانچ سے ہو اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ مین ایک ہو اور ایک مین اور تین مین مبائنت ہو تو تین کو پانچ مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو ہر راس کا اول سے ایک سہم ہو اسکو مسئلہ ثانیہ مین ضرب کیا یعنے تین مین تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنون کے دو سہم تھے انکو ایک مین ضرب کیا دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اسکو ایک مین ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہ مثال ہو کہ ایک شخص مرگیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑکر پھر بیٹی مرگئی اپنی مان اور دادا کو چھوڑکر اور اسکی مان اور دادا میت اول کے بھی وارث ہین تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہو اسواسطے کہ ثمن طلاہ سدس سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونیکی وجہ سے تو بیٹی کے مابہ سہم اور بیٹی کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جبکہ بیٹی مرگئی اپنی مان اور دادا کو چھوڑکر تو اسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اسکے ہاتھ مین بارہ سہم ہین اور بارہ اور تین مین موافقت بالثلث ہے تو ایک کو جو تصحیح کا وفق ہی ۲۴ مین ضرب کرتو ۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولی مین ہی وہ اپنا حصہ لیگا ایک مین ضرب کرکے جو تصحیح کا وفق ہی اور جسکا حصہ مسئلہ ثانیہ مین ہی وہ اپنا حصہ لیگا چار مین ضرب کرکے اسواسطے کہ چار وفق ہی میت ثانی کی مانی الید کا یعنے بارہ کا تو مسئلہ اولے مین زوجہ کے تین تھے انکو ایک مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے انکو بھی ایک مین ضرب کیا تو تو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ مین مان کا ایک سہم تھا مجتمل تین سہم کے اسکو چار مین ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے مین سے انکو چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے فیما اسکا حصہ ظہر کذا فی الطحاوی ولو مات ثالث قبل القسمة جعل المبلغ الثانی مقام الاولی وجعل الثالثة مقام الثانیة فی العمل وهکذا کلما مات واحد فقوله مقام الثانیة والمبلغ الآخر قبله مقام الاولی الی النهایة اور اگر دارثون مین سے تیسرا میت مرگیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اولے کے مقام پر ٹھہرایا جائے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر اور اسی طرح عمل کرینگے اور اسی طرح جبکہ ایک وارث مرے تو اسکو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کرینگے اور جو مبلغ کہ اسکے پہلے حاصل ہوا ہے اسکو مسئلہ اولے کے مقام پر قائم کرنا جاری رہیگا یہانتک کہ میت ثالث کی موت قبل القسمہ سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولے اور ثانیہ سے حاصل ہوا ہی وہ بجاے تصحیح مسئلہ ثالثہ کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے منعلق ہی وہ بجاے تصحیح مسئلہ ثانیہ کے ہوگا عمل مین گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہوگئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا پھر اسی طرح میت رابع اور خامس مین بالی غیر النہایة عمل کرنا چاہیے اسواسطے کہ جب میت اول اور ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہوگئی تینون مردے ایک ہوگئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسی طرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک ہوگئی چارون مردے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا وعلی هذا القیاس الی مالا نهایة اسی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ واحدہ مین ہو یا مراتب متعددہ مین ہو عمل مین کچھ فرق نہین بہرصورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہی جو مذکور ہوچکا کذا فی الفرائض الشرنبلالیة مختصرا وهذا علم العمل فلا تغفل اور یہ جو مذکور ہوا علم ہی عمل کرنے کا سو اسمین غفلت نکیجیو شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہین ہی اسمین ہوشیاری اور بیداری لازم ہی اسواسطے کہ یہ دقیق ہی اور تامل اور فکر کی اسمین بہت حاجت ہی کذا فی الطحاوی

باب المناسخات

یہ باب ہی مناسخات مین ہم مناسخات جمع ہی مناسخہ کی یعنے جاے خروج فروض ستہ اب ان قاعدون کا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض مین حاجت ہوا اور چونکہ سب فروض کسور ہین تو انکے مناسخات بھی کسور ہونگے مناسخات ہین ماد مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہو جسکے عدد سے کسر صحیح ہو جیسے ۴ کا عدد ہے کسر ربع صحیح ہوجاتا ہی اور ربع کا اور ثلث ۳ کا ایک فرض ہی مخارج کو تصحیح مصنف نے مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہی مصنف نے اس باب مین اول مخارج کو ذکر کیا پھر تصحیح کو پھر تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین مین العددین کو پھر قسمت حصہ ہر فریق کو ہر تقسیم ترکہ کو مین الورثة والعبارة الغروض المذکورة فی القرآن نوعان الاول النصف ومخرجه کل کسر فیه کلمة او احد نصفه الا النصف فانه من اثنین فروض جسکے جو قرآن مجید مین مذکور ہین دو قسم ہین قسم اول النصف ہی اور مخرج ہر کسر کا اس کسر کا ہمنام ہوتا ہی یعنے ربع نکلا ہی اربعہ سے سوائے نصف کے کہ اسکا مخرج اسکا ہمنام نہین کیونکہ نصف نکلا ہی اثنین سے یعنے دو سے ہم ہمنام سے مراد یہ ہی کہ مخرج اور کسر عدد مین شریک

ہین اور اسی طرح ہندی زبان مین کسر اور مخرج ہمنام ہین چنانچہ ثمانی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے اوسکے کہ وہ ہمنام نہین ہی کیونکہ اسکا مخرج دہ ہی اور معلوم کرنا چاہئے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر ہی ربع سے اور مخرج اسکا اقل ہی ربع کے مخرج عدد الربع من اربعة والثمن من ثمانية والثلث والثلثان كلاهما من ثلثة والسدس من ستة اور بجملہ قسم اول ربع ہی چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فروض کی ثلث اور ثلثین مین وہ دونون نکلے ہین ثلثہ سے اور سدس ستہ سے ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار رہے ہی اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسہ ہی دوسرا سدسہ تکے کے شکستہ بدل گیا اور اسی طرح حال تکے دوسری تکے مین بچی ہوگئی تو ستہ ہوگیا على التضعيف والتصحيف فتقول مثلا الثمن وضعفه وضعف ضعفه او تقول النصف ونصفه ونصف نصفه فهو فرض مذكوره كا دونون ہونا باعتبار تضعیف اور تصحیف کے ہی تو مثلاً تو یون کہہ کہ ثمن اور اسکا دونا اور اسکا دونا اور اسکا دونا یا تو یون کہہ کہ نصف اور اسکا آدھا اور آدھے کا آدھا اس کلام سے مراد یہ ہی کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع حاصل ہوتا ہی اور ربع کو جو دونا کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہی اسی طرح سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہی اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہی اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہی اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہی اور یہی حال ثمن اور ثلث کی تصحیف مین ہی اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہی اسکا سبب یہ ہی کہ انھون نے ان فروض مین سے اس فرض کو تلاش کیا جو مقدار مین کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا مخرج ثمانیہ ہی اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونون بلا کسر نکلتے ہین تو انھون نے ان تینون فروض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر سدس کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہی اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اسمین سے بلا کسر نکلتے ہین تو ان تینون کو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفی قلت واحسن الکلام تقول الربع والثلث ونصف كل وضعفه مین کہتا ہون اور جمیع فروض مین سب عبارتون سے مختصر تر یہ عبارت ہی کہ تو یون کہہ کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دوچند تو اس عبارت مین فروض ستہ جمع ہوگئے نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہی اور ربع کا دوچند نصف ہی اور ثلث کا نصف سدس ہی اور ثلث کا دوچند ثلثین ہی فاذا جاءك فى المسئلة من هذه الفروض احاد فمخرج كل فرد منه سميه كالنصف كما مر یعنی کہ مسئلے فرائض مین ان چھ فرضون سے ایک ایک فرض آوے تو ہر فرد فرض کا مخرج اسکا ہمنام مفرد ہی سوائے نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنے اگر کسی مسئلے مین منفرد ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اسکا مخرج فقط ارقام ہی یا فقط ثمانیہ ہی یا فقط ثلثہ ہی یا فقط ستہ ہی واذا جاءك مثنى ثلث فما من نوع واحد فكل واحد فكل واحد فكل

اور دو سگی بہنیں وارث ہوں اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور مان وارث ہوا اور اختلاط النصف کا ثلث اور ثلثین سے ساتھی اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں وارث ہوں اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنیں اور ولد الام وارث ہوں اور اختلاط نصف کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنیں اور مان وارث ہوں او اختلط اربع من النوع الاول لکل الثانی او ببعضہ فاذا کان فی المسئلۃ ردت وھن ذکر فمن اثنی عشر او ثلثۃ عشر او ستۃ عشر ان ضربا الاربعۃ فی ثلثۃ لواقفۃ الستۃ یا نصف یا مختلط اور مجتمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو جبکہ مسئلے مین ردہ ہو اور اشخاص مذکورین ہوں تو مخرج انکا بارہ سے ہی بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چھ کو چار کے ساتھ تو افق بالنصف ہو ہم اشخاص مذکور سے مراد وہ لوگ ہین جو شارح نے اختلاط النصف کے ساتھ بیان کئے یعنے دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور مان یہ مثال ہی اختلاط ربع کی تمام نوع ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم مذکور کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیان وارث ہون اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور مان وارث ہو اور اختلاط ربع کا سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد مادری سے ایک شخص وارث ہوا اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان وارث ہوا اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور اختلاط ربع کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور مان اور دو اخیافی بہنین وارث ہون تو ان مختلطات ثنائیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ ہی اسواسطے کہ چھ تمام نوع ثانی کا مخرج ہی پھر بسبب ربع کا مخرج یا وہ چار ہی اور چار اور چھ مین موافقت بالنصف ہو تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنے دو کو چھ مین یا تین کو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا فی الشرنبلالی واختلط الثمن مع الفرع الاول بعض الثانی واما بکلہ فغیر مقصود اکلہ علی رأی من یسمع او فی الوصایا فیلحفظ فصار اربعۃ وعشرین یا نوع اول مین ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھ تو اسکا مخرج ۲۴ سے ہی اور اختلاط ثمن کا جمیع نوع ثانی کے ساتھ ہو منصوص نہین مگر عبداللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا مین البتہ ہو سکتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم ابن مسعودؓ کے نزدیک محروم صاحب ہونا ہی بحجت نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا صاحب ہو گیا ربع سے ثمن کی طرف اور ہمارے مذہب مین یہ متصور نہین اسواسطے کہ جب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیان ہون اور صاحب سدس مان ہو گی یا عدہ تو اسوقت مین جہت ثلث نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا مان ہی یا اسکی اولاد اور مان یہان محجوب ہو چکی ثلث سے سدس کی طرف اور انکی اولاد تو جمیع ثلث سے محجوب ہین تو ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھ ہو گا نہ ثلث کے ساتھ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی کا ہو گا وصایا مین اسطرح ہو کہ میت نے وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہین تو جاری ہو گی وصیت لیعنے ۲۴ کو ۳۱ کی طرف عول کر کے قسمت کرینگے کذا فی الظہیری مخرجہ اگر زوجۃ وبنتین وام لتن کما من ضرب الثمانیۃ فی ثلثۃ لما قلنا من موافقۃ الستۃ بالنصف مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیان اور مان بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین مین اسوجہ سے جو ہم مذکور کر چکے کہ چھ مین تو افق بالنصف ہو ہم بیان اسکا یہ ہو کہ اقل جزء ثانی کا مخرج چھ ہی اور اسمین ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہی تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ مین اور آٹھ مین جو ثمن کا مخرج ہی موافقت بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنے تین کو آٹھ مین یا آٹھ کو تین مین ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے کذا یعلم اکثر من اربعۃ فروض فی مسئلۃ واحدۃ اور ایک مسئلے مین چار فرضون سے زیادہ جمع نہین ہوتے ص اس کلیہ پر باعتبار اصل ہو کہ گاہے پانچ فرض بھی ایک مسئلے مین جمع ہو جاتی ہین چنانچہ زوج اور مان اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور گاہے چھ فرض بھی جمع ہو سکتے ہین چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھ زوجہ بھی ہو اسطرح کہ خنثے مشکل پر ایک مرد نے دعوی کیا کہ یہ میری زوجہ ہی اور ایک عورت نے اسپر دعوی کیا کہ وہ میرا شوہر ہی اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کئے تو ہر مدعی پر خنثے کا فرض ثابت ہو گا سو باعتبار اصل کل جواب یہ ہو گا کہ اسمین سے کوئی نہین ہو گا کذا فی الکافی

۵ یہ بھول ہی جو مرد اول کی اسطرح کی منکوحہ ہو اسکو ربع نہین ثلث ہو تو تیسرے خنثے کی بیوی دو سگی بہنین

۱۲ سے ۲۴ ہوئے ۱۲ سے ۳۱ ہوئے

فروض غیر مکررہ میں اور اعتراض ثانی کا یہ جواب ہے کہ وہ نادر امر ہے اور ناصر پر حکم نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وکما یفہم من انحصارہا الآتی من ستۃ وقولہ
اور اصحاب فرائض میں سے پانچ گروہوں سے زیادہ اجتماع نہیں ہوتا کہ یتکسر علی اکثر من اربع فرقٍ اور سہام میں چار فرقوں سے زیادہ کسر واقع نہیں ہوتی ہم یہاں تک مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہیں ہیں فرائض شریفی میں ہے کہ تصحیح مسائل فرائض اس سے عبارت ہے کہ کثرت عدد ممکن سے اسطرح پر سہام لیے جاویں کہ کسی وارث پر کسر واقع نہ ہو لیے سب وارثوں کے سہام پورے پورے ہوں کسیکا سہام نہایت چوتھائی نہ ہو واسطے تصحیح مسائل کے واسطے سات قاعدوں کی طرف حاجت ہے انمیں سے تین قاعدے تو مابین سہام مخارج اور رؤس ورؤس کے ہیں اور چار قاعدے مابین رؤس اور رؤس کے ہیں سو تین کا پہلا قاعدہ مسمے باستقامت ہے وہ یہ ہے کہ سہام ہر فریق کے وارثوں پر بغیر کسر کچھ کے منقسم ہو جاویں بدون کسر کچھ کے تو یہاں ضرب کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ والدین اور دو بیٹیاں وارث ہوں اسواسطے کہ یہاں مسئلہ چھ سے ہو والدین میں سے ہر ایک کا حصہ سدس لیعنے ایک ایک اور دو بیٹیوں کے دو ثلث ہیں لیعنے چار ہر بیٹی کے دو سہام تو سہام مستقیم ہو گئے رؤس ورثہ پر بلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہ ہے کہ ایک گروہ کا حصہ تو سنا ہو ولیکن انکے سہام اور رؤس میں موافقت ہو تو یہاں عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے میں ضرب کرینگے اگر عول نہ ہوا ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل مسئلے اور عول میں ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دو بیٹیاں یا زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں اور تیسرا قاعدہ مبائنت کا وہ یہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے سہام میں کسر مرتبی ہو ولیکن انکے سہام اور رؤس میں موافقت نہیں بلکہ مبائنت ہو تو یہاں تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے میں ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور جدہ اور تین اخیافی بہنیں اور اگر عول ہوا ہو تو اصل مسئلے اور عول میں ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں اور باقی چار قاعدے جو مابین رؤس کے ہیں سو ایک تماثل ہے اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف ان اصول سبعہ میں سے چھ قاعدوں کو ذکر کریگا اور استقامت کو اسلئے حذف کیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر ہے وقت طلب نہیں اور یہ پچھلے چار دن قاعدے نہیں ہوتے مگر وہاں جہاں مسائل میں دو گروہ ورنہ یہ یا زیادہ پر کسر واقع ہو کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی مختلفا واذا انکسر سہام کل فریقٍ علیہم ضربت عدتہم فی اصل المسئلۃ وعولہا ان وافقت عائلۃ کام امرأۃ واخوین للمرأۃ الربع یبقی لہا ثلثۃ لا تستقیم ولا توافق فاضربہا اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ اور جبکہ سہام ہر فریق کے وارثوں پر ٹوٹ جاویں تو انکے عدد رؤس کو اصل مسئلے میں ضرب کرو اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول میں ضرب کرینگے چنانچہ ایک عورت یعنے زوجہ اور دو بھائی وارث ہوں تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیوں پر تقسیم نہیں اور یہاں دو اور تین میں توافق کی بھی نسبت نہیں تو دو کو لیعنے عدد رؤس کو چار میں لیعنے اصل مسئلے میں ضرب کرو تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہوگا ہم یہ مثال ہے مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یوں مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں وارث ہیں یہ اصل مسئلہ چھ ہے اسکا نصف یعنے تین زوج کا حصہ ہے اور اسکی تلثین یعنے چار بہنوں کا حصہ ہے تو مسئلے نے عول کیا سات کی طرف اور یہاں فقط بہنوں کے سہام اسپر مستقیم نہیں اور اسکے سہام اور رؤس یعنے چار اور پانچ میں مبائنت ہے تو ہے عدد رؤس یعنے پانچ کو اصل مسئلے اور اسکے عول یعنے سات میں ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہو گیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے انکو مضروب یعنے پانچ میں ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنوں کے چار سہم تھے انکو بھی پانچ میں ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر سہم کے چار سہم ہوئے یہ تیسرا قاعدہ ہے خلاصہ تین قاعدوں کے وان وافق سہامہم عدتہم ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا ان کام امرأۃ وستۃ اخوۃ فلہم ثلثۃ توافقہم بالثلث فاضربہا ثلثین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ ایضا اور اگر وارثوں کے سہام میں اور انکے عدد رؤس میں توافق ہو تو انکے عدد کو وفق کو اصل مسئلے میں تو ضرب کرے اگر عائلہ نہ ہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول میں ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھ بھائی وارث ہوں تو بھائیوں کے تین سہم ہیں تو تین میں اور بھائیوں کے عدد رؤس لیعنے چھ میں توافق ہے تو دو کو چار میں ضرب کر تو مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہوگا ہم یہ مثال مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں وارث ہیں تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہو لیعنے تین سہم اور والدین کے دو سدس لیعنے چار سہم اور جملہ بیٹیوں کے دو ثلث لیعنے آٹھ سہم تو مسئلے نے عول کیا بارہ سے تیرہ تک

اور بیٹیون کے سہام لیے آٹھ فقط اُنکے عدد رؤس پر لیجئے چھ پر منکسر ہین لیکن عدد سہام اور عدد رؤس مین توافق بالنصف ہی تو جیسے اُنکے رؤس کو نصف کی طرف پھیر لیجئے تین کی طرف پھر تین کو اصل مسئلے اور اُسکے عول مین لیجئے پندرہ مین ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہوگیا اسواسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلے مین سے تین سہم کا تھا اُسکو مضروب لیعنے تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ اصل سے چار سہم کا تھا اسکو اسی مضروب مین لیعنے تین مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیون کا حصہ آٹھ سہم کا تھا اسکو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول ثلثہ سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہ ہی کہ اگر سہام ماخوذہ از مخرج وارثون پر مستقیم ہوگئے تو یہ بیلا قاعدہ ہی اور اگر مستقیم نہ ہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا اکثر پر دوسری شق تو اصول راجعہ مین مذکور ہی اور اصل شق لیعنے ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ اس گروہ کے سہام مین اور اُنکے عدد رؤس مین موافقت ہی یا نہین اگر موافقت ہی تو وہ دوسرا قاعدہ ہوا اور اگر موافقت نہین بلکہ مبائنت ہی تو وہ تیسرا قاعدہ ہی کذا فی الشریفی فاذا انکسر سہام فریقین او اکثر وعدد رؤسہم متماثلۃ ضربت احدالاعداد فی اصل المسئلۃ وعولہا او جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہین اور دونون کے رؤس تماثل اور برابر ہون تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کرکے اصل مسئلے مین اور اُنکے عول مین لیجئے اگر عول ہو تو اصل مسئلے مین ضرب کرکے اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے مین اُنکے عول کے ساتھ ضرب کرکے سہام یہان سے اول چار قاعدون کا ذکر شروع ہوا جو ابن رؤس کے ہین ملحقا وجہی کہا کہ سرا جیہ اور اُنکے شروح مین عول مذکور نہین مگر ایک فریق کے انکسار پر تو اسسے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہی کہ زوجہ اور تین سگی بہنین اور تین اخیافی بہنین وارث ہون کثلاثۃ بنات وثلثۃ اعمام فتکفی واحد للمتماثلین فاضرب ثلثۃ فی اصل المسئلۃ تکن تسعۃ منہا نفہم چنانچہ اگر تین بیٹیان اور تین چچا وارث ہون تو احد المتماثلین پر اکتفا کرکے تین کو اصل مسئلے مین ضرب کرو حاصل ہوگا نو جنمین سے مسئلہ صحیح ہوگا ہم اصل مسئلہ تین سے بیچ ہی پس باجتماع ثلثین اور ثلث کے اور ہمکو ثلثین لیعنے دو بیٹیون پر مستقیم نہین اور اسکا ثلث لیعنے ایک اعمام پر مستقیم نہین اور رؤس ورثہ متماثل ہین کیونکہ بنات بھی تین ہین اور اعمام بھی تین ہین تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ مین لیعنے تین کو تین مین ضرب کیا تو حاصل مسئلے اب قسمت صحیح ہوگئی بنات کا حصہ دو تھا اسکو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینون بیٹیون کو دو دو پہونچے اور اعمام کا حصہ ایک تھا اسکو تین مین ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار وان انکسر علی ثلثۃ فرق او اربع فاطلب المشارکۃ او الموافقۃ بین السہام والاعداد ثم بین الاعداد والاعداد ثم افعل کما فعلت فی الفریقین فی المداخلۃ والمماثلۃ والموافقۃ والمباینۃ فما حصل یسمی جزء السہم فاضربہ فی اصل المسئلۃ اشار الیہ بقولہ وان دخل بعض الاعداد فی بعض کاربع زوجات وثلث جدات واثنی عشر عما ضربت اکثر الاعداد لتداخلہا فی اصل المسئلۃ وہو اثنا عشر تکن مائۃ واربعۃ واربعین منہا نفہم اور اگر سہام منکسر ہون وارثون کے تین یا چار گروہون پر تو مشارکت لیعنے نسبت کو طلب کرو پہلے مابین سہام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کرو مابین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کرو جو تو نے کیا ہی دونون فریق کے اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت مین سو جو عدد کہ حاصل ہو اُسکا نام جزء سہم ہی اور اسکو مضروب بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی سو اسکو ضرب کرو اصل مسئلے مین مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہی اپنے اس قول مین اور اگر بعض اعداد بعض مین داخل ہو جیسے مین چنانچہ چار زوجہ اور تین دادیان اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب اُنکے تداخل کے اصل مین ضرب کرو اور وہ لیعنے اصل مسئلہ بارہ ہی تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل ہونگے انمین سے مسئلہ صحیح ہوگا ہم اصل مسئلہ ہی بارہ سے تین دادیون کا حصہ سدس ہی لیعنے دو سو انچاس مستقیم نہین اور اُنکے سہام اور رؤس مین مباینت ہی تو اُنکے تمام رؤس کو لیجئے تین کو لیجئے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہی لیعنے تین سو اسی مین بھی استقامت نہین اور اُنکے سہام اور رؤس مین بھی مباینت ہی تو اُنکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی لیعنے سات چچون کا حصہ ہی وہ بارہ پر مستقیم نہین بلکہ دونون مین تباین ہی تو اُنکے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد مین نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ مین داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس مین اکثر ہی تو اسی بارہ

کو اصل مسئلے میں کہ وہ بھی بارہ ہی ضرب کیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب انقسم بلا کسر صحیح ہوگئی یہ جوشاح نے کہا کہ تین چار فریق میں دو فریق کے مانند عمل کر سو فریق تین میں تو لفظ مماثلت مذکور ہوا حد توافق اور تباین جو سابق میں مذکور ہوچکے سو انکا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہونہ فریقین کا کذا فی الطحطاوی وان وافق بعضها بعضا کاربع زوجات وخمس عشرة حدة وثمان عشرة بنتا وستة اعمام ضربت وفق احدها ای احد اعداد فی جمیع الاخر والخارج فی وفق الثالث وان وافق الاتی جمیعه ثم الرابع کذلك ثم الجمع وهو جزء السهم وهو فی مسئلتنا ثمانیة وثمانون فی اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون یحصل اربعة آلاف ثمانمائة واثنا عشر ومنها تصح اگر بعض اعداد رؤس کو بعض اعداد سے توافق کی نسبت ہو جیسا کہ چار زوجہ اور پندرہ دادیان اور اٹھارہ بیٹیاں اور چھ چچا تو احد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام میں تو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل ہو خارج ہو اسکو تیسرے اعداد کے وفق میں ضرب کرے اگر تیسرے میں توافق ہو اور اگر توافق نہو بلکہ تباین ہو تو انکے تمام میں ضرب کرے پھر چوتھے میں اسی طرح ضرب کرے یعنے اگر توافق ہو تو اسکے وفق میں والا کل میں ضرب کرے پھر مجتمع کو جو سہی کہ جزء سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے میں ۱۰۸ ہی اصل مسئلہ میں جو یہاں ۴۴ ہی ضرب کرے تو ۴۷۵۲ ہوئے ان اعداد سے تقسیم بلا کسر صحیح ہوگی ص اصل مسئلہ ۴۴ ہی چار زوجہ کا ثمن ہی یعنے تین وہ انپر منقسم نہیں اور عدد سہام اور عدد رؤس میں تباین ہی تو تمام عدد رؤس میں تباین ہی تو تمام عدد رؤس کو ہمنے یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیوں کی دو تہائیاں ہیں یعنے سولہ اور وہ انپر مستقیم نہیں اور انکے سہام اور رؤس میں توافق بالنصف ہی تو انکے نصف عدد رؤس کو لیا یعنے نو کو اور پندرہ دادیوں کا حصہ سدس ہی یعنے چار وہ انپر مستقیم نہیں اور انکے سہام اور رؤس میں تباین ہی تو انکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھ چچوں کا حصہ باقی ہی یعنے ایک وہ انپر مستقیم نہیں اور انکے عدد رؤس میں تباین ہی تو انکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو ہمکو حاصل ہوئے عدد رؤس محفوظ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر ہمنے اعداد میں توافق کو طلب کیا تو چار اور چھ میں موافقت بالنصف پائی سو ان دونوں میں سے ایک کو انکے نصف کی طرف پھیرا اور اسکو دوسرے میں ضرب کیا تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو میں توافق بالثلث ہی تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام میں ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنے مبلغ ثانی اور پندرہ میں بھی موافقت بالثلث ہی تو پندرہ کی ثلثانی لیے پانچ کو ۳۶ میں ضرب کیا ۱۸۰ احاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے میں یعنے ۴ میں ضرب کیا تو ۷۲۰ حاصل ہوئے اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلہ میں تین تھا ۱۲ کو مضروب میں یعنے ۱۸۰ میں ضرب کیا ۲۱۶۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہونچے اور اٹھارہ بیٹیوں کا حصہ سولہ تھا اسکو مضروب مذکور میں ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ ۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیوں کا حصہ چار تھا اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چھ چچوں کا حصہ ایک تھا اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشریفی وان تباینت اعدادهن فاضرب عدد رؤس من انکسر علیهم سهامهم کام آبائین وست جدات وعشرینات وسبعة اعمام ضربت احدها ای احد اعدادها فی احد اعداد فی جمیع الثانی فالحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع یحصل جزء السهم وهو هنا ثمانیة وعشرة توافق رؤسها والجدات بالنصف فاضربها فی اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون یصل مائة واثنان وتسعون ومنها تصح اور اگر اعداد رؤس متباین ہوں انکے جن پر انکے سہام منکسر ہیں جیسا کہ دو زوجہ اور تین دادیاں اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد کو تمام ثانی میں پھر حاصل کو ضرب کرے ثالث میں اور انکے حاصل کو جمیع اعداد رابع میں حاصل ہوگا جزء سہم یعنے مضروب اور وہ یہاں ۲۱۰ ہی بسبب توافق بالنصف بخرج رؤس بنات اور جدات کے انکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اصل مسئلے میں اور وہ یہاں ۲۴ ہی حاصل ہونگے پانچ سو اور بہم اور انکے سے مسئلہ مستقیم ہوگا ص اصل مسئلہ ۲۴ سے ہی دو زوجہ کا حصہ ثمن ہی یعنے تین وہ انپر مستقیم نہیں اور انکے رؤس اور سہام میں تباین ہی تو ہمنے انکے عدد رؤس کو لیے دو کو یاد رکھا اور چھ دادیوں کا حصہ سدس ہی یعنے چار وہ انپر مستقیم نہیں اور انکے عدد رؤس اور عدد سہام میں موافقت بالنصف ہی تو ہمنے انکے عدد رؤس کی نصف کو لیے تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیوں کا حصہ دو ثلث ہی یعنے سولہ وہ انپر مستقیم نہیں اور انکے رؤس اور سہام میں موافقت بالنصف ہی تو ہمنے انکے نصف عدد رؤس کو لیے پانچ کو لیا اور سات چچوں کا حصہ باقی ہی یعنے ایک وہ انپر مستقیم

سنین اور ایک عین اور سات عین مبائنت ہو تو سنے اُنکے تمام عدد رؤس کو لیجئے سات کو لیا تو ہمارے پاس ۱۴ اور ۱۵ خوردہ ۱ دوسرے اور تیسرے ۱۶ اور پانچ اور سات حاصل ہوئے اور یہ سب عدد متباین ہیں تو سنے دو کو تین میں ضرب کیا جو حاصل ہوئے پھر اس حاصل کو پانچ میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے پھر سات کو، میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے اسی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہی پھر سنے اس مبلغ کو اصل مسئلے لیجئے ۴ میں ضرب کیا تو مجموع ۸۴۰ ہوئے انھیں سے مسئلہ صحیح ہو گیا سب فریقوں پر اسواسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے تین سہم تھے اسکو مضروب میں لیجئے ۲۱۰ میں ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو اٹھیں سے ۳۱۵ سہم ملے اور چھ داودیان کا حصہ چار سہم کا تھا اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیوں کے سہم سولہ تھے اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۲۳۶ سہم ملے اور سات چچوں کا حصہ ایک تھا اسکو بھی اسی مضروب میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے اور مجموعہ ان حصوں کا ۸۴۰ ہے کذا فی السراجیہ قولہ طحطاوی نے کہا جزء سہم یہاں عبارت ہے مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا العدد اس مبلغ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث میں مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے عدد رابع میں مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزء سہم ہے اور سہام نیات اور حصات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہو گیا شارح نے یہ تعلیل اسواسطے مذکور کی کہ اگر یہ موافقت یہ ہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہو جاتی اب مصنف متعرض تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کا قاعدہ مذکور کرتا ہے واذا ارفت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين هذه مقدمة يحتاج اليها في تقسيم التركة اور جبکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کی کو ہی سے دو عدد دون میں تاکہ اسکی مقدمہ کی طرف حاجت پڑے منروکہ کی تقسیم میں یعنے اعداد متخصین پر قسمت کرنا بلا کسر بدون رکھنے اس مقدمہ کے نہیں ہو سکتا فماثل العددين كون احدهما مساويا للاخر كثلثة وثلثة سو دو عدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے جیسا کہ تین اور تین ہم اور ایسے دونوں عدد دون کو متماثلین کہتے ہیں اور یہاں اسکا اعتبار کرنا ضروری کہ دونوں عدد دو محل میں واقع ہوں چنانچہ رؤس اور سہام میں اور اگر محل کا اعتبار نہ کیجئے تو تین مطلق میں تعدد نہیں تو مصنف بمبادات ممنوعہ قطعاً کذا فی التبیین والطحطاوی وتداخل العددين المختلفين باحدهما مرين على ما هنا اما بان يعد اقلهما الاكثر اى يفنيه او يكون الاقل العددين منقسما على الاقل قسمة صحيحة بلا كسر كقسمة الستة على ثلثة واثنين ور عددين مختلفين کا تداخل یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک عدد دوسرے پر یا سطح پر کہ عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دے اور مٹا دے یا اکثر عدد کہ عدد پر منقسم ہو جائے بقسمت صحیح بدون کسر کے جیسے قسمت ہونا چھ کا تین یا دو پر یعنے اقل اکثر کو فنا کر دے یعنے اگر اقل کو اکثر سے دو بار یا زیادہ گرائیں تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے جیسا تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرائے تو چھ بالکل فانی ہو جائے اور اسی طرح اگر نو سے تین کو تین بار گرائے تو کچھ باقی نہ رہے تو ایسے عددوں کو اصطلاح میں متداخلین کہتے ہیں برخلاف آٹھ کے کہ وہ تین کے گرانے سے فانی نہیں ہوتا اور سہام میں تداخل کی تعریف میں دو امر اور زیادہ مذکور کیے ہیں ایک یہ کہ تداخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجے تو اکثر کے برابر ہو جائے دوسرے یہ ہو کہ اقل خرد ہو اکثر کا جیسا کہ شریف نے کہا کہ یہ مذکور مرجع اختلاف فی العبارۃ کے ہے وتوافق العددين ان لا يعد اقلهما الاكثر لكن يعدهما عدد ثالث كالثانية مع العشرين يعدهما اربعة فيتوافقان بالربع اور توافق عددین کا یہ ہے کہ اکثر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونوں کو نیسر عدد فنا کر دے جیسا بارہ بیس کے ساتھ کہ ان دونوں کو چار فنا کر دیتا ہے تو آٹھ اور چار میں توافق بالربع ہے توافق عدد یعنے دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء پر یعنے نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا میں معلوم کرنا چاہیے کہ قول اصح میں واحد عددین داخل نہیں اسواسطے کہ عدد عبارت ہے کیف متالف عن الوحدات اور واحد ایسا نہیں ہے تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یوں کیجئے کہ مرتب عددین واقع ہو یا کم ہو کے جواب میں پڑے تو اسمیں واحد بھی داخل ہو تو یہاں یوں کہنا کی اصلاح ہو گی کہ توافق العددین وہ ہے کہ اقل اکثر کو فنا نہ کرے ولیکن انکو عدد ثالث جو واحد کے سوا ہے فنا کرے اسواسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح میں باہمی واحد اور کسی شے کے متداخل نہیں بلکہ تباین ہے کذا فی الخزینی والطحطاوی والمنتقی وتباين العددين ان لا يعد العددين المختلفين معا عدد ثالث اصلا كالتسعة مع العشرة اور دو عددوں کا تباین اصطلح تو یہ ہے کہ

بیان نسبت کا دو عددوں میں

عددین

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد اصلاً نہیں کہ دیتا چنانچہ نو دو کے ساتھ ہم لیئے نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوائے ایک کے نہیں مٹا دیتا اور واحد علی الاصح عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہ تھی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت میں مطلوب پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے اسکی توضیح قولہ آئندہ سے فرمائی کہ

واذا اردت معرفة المتوافقين والمتباينين بما العددين المختلفين اسقط الاقل من الاكثر من الجانبين مرارا حتى تفنى فان فنى العدد

اور جبکہ تو ارادہ کرے ما بین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اور کم کر یہاں تک کہ دونوں عدد ایک درجہ میں متفق ہو جاویں مثلاً جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک و جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو دس اور سات بسبب اسقاط اقل کے جا بجا سے چند بار متفق ہو گئے واحد میں لیئے ایک ہی باقی رہا و دونوں عدد دون جمیع اسقاط کے درجات میں فان توافقا فی واحد تباينا

وكالموافق سواگر بعد اسقاط مذکور کے دونوں عدد متفق ہو جاویں واحد میں تو وہ دونوں عدد متباین ہیں اور ان دونوں میں وفق نہیں وان توافقا فی اثنين

فبالنصف اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کریں دو میں تو وہ دونوں عدد متوافقین بالنصف ہیں مثلاً اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجیے تو دو باقی رہے اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرایئے تو بھی دو ہی باقی رہینگے تو یہ دونوں عدد یعنے اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہیں کذا فی الشرنبلی الطحاوی نے کہا توافق بالنصف

او توافق بالثلث وظاہر ہا کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونوں عددوں کو فنا کر دیتا ہے او ثلثة فبالثلث هكذا الى العشرة وتسمى المنطقة یا عددین تین میں باہم متفق ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اسی طرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں ہم نے اگر عددین دو میں توافق کریں چنانچہ چار اور دس تو وہ متوافقین بالنصف ہیں اور اگر تین میں توافق کریں چنانچہ نو اور بارہ ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اور اگر چار میں توافق کریں چنانچہ آٹھ اور بارہ تو متوافقین بالربع ہیں اور پانچ کے توافق میں متوافقین بالخمس ہیں چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ میں بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات میں بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ میں بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو میں بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق میں متوافقین بالعشر ہیں چنانچہ ۲۰ اور ۴۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں لیئے تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے اسکے مخرج کی طرف ممکن ہے چنانچہ یوں کہنا کہ نصف اور ثلث اور ربع الی آخر الکسور المنطقة بخلاف کسر اصم کے کہ اسکی تعبیر کرنا بدون اضافت اسکے مخرج کے ممکن نہیں چنانچہ یوں کہنا جزء من احد عشر لیئے گیارہ کا ایک جزء اسکو اصم لیئے کہ نکلا کہا ہا عتبار مجاز کے اسواسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہیں کذا فی الطحاوی واحد عشر فبجزء من احد عشر هكذا الى تسعة او تسعين

یا عددین نے توافق کیا گیارہ میں تو وہ دونوں عدد گیارہ کے ایک جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح بارہ یا نیزہ کا ایک جزء اور یہ کسر مسمی باصم ہے چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فنا کرتا ہے اور گیارہ گیارہ جزو کا مخرج ہے تو دونوں عدد گیارہ جزو میں متوافق ہیں اور اسی طرح توافق ہونا بارہ جزو میں چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرہ جزو میں چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ میں اور اسی طرح انتیس جزو میں توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۸ میں کذا فی الطحاوی

تتمہ خلاصۃ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جب دو عدد متفق ہوں اگر دونوں برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متداخلین ہیں والا اگر دونوں کو نسبہ احد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہیں اور جس کسر کا واحد ثالث مخرج ہو وہی کسر ان دونوں عددوں کا دافع ہو اور اگر عدد ثالث انکو فنا نہ کرے تو وہ متباینین ہیں اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی لیئے تداخل اور توافق اور تباین پہچانے جاتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت کیا جاوے اسی طرح چند بار کیا جاوے یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور پچھلا مقسوم علیہ وہی دونوں کا فنا کرنے والا ہو یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہیں کذا فی خلاصۃ الحساب واذا اردت معرفة نصيب كل فريق من الميتات والجدات والاعمام وغيرهم من التصحيح الذى استقام على الكل فاضرب ما كان لاى كل فريق من اصل المسئلة فما اى فى جزء السهم الذى وضع من المسئلة يخرج نصيب ذلك الفريق

اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کے اس تصحیح سے جو مستقیم

ہو چکی ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے اسکو ضرب کر اس جزو سہم اور مضروب مین جسکو تو نے ضرب کیا ہو اصل مسئلے مین تو اس فریق کا حصہ نکلا ہو گا
مثلاً تباین کی مثال مذکور مین جزو سہم اور مضروب ۱۰ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلے لینے ۴ سے تو جب تین کو ضرب کیا ۱۰ مین تو ۳۰ حاصل ہوئے
تو معلوم ہوا کہ ۳۰ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۳۰ ہو و علی ہذا القیاس معرفت نصیب ثبات وحیات واعمام ثم اذا اردت معرفۃ نصیب کل واحد من ذلک الفریق عرفت سہام کل وارث فی جزء السہم المضروب یخرج نصیبہ پھر جبکہ تو ارادہ کرے اس فریق کے ہر ہر واحد کے
حصہ کی معرفت کا تو ہر وارث کے سہام کو جزو سہم مضروب مین ضرب کر اسکا حاصل نکل آویگا مثلاً مسئلہ مذکورہ مین بتباین اعداد رؤس کی وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل
مسئلے مین تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر قسمت کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنے ڈیڑھ ہوا سو اسکو جبکہ مضروب یعنے دو سو دس مین ضرب کیا ۱۵ ۱۱
حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہر ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلے سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اسکو عدد رؤس یعنے ۱۰ پر قسمت کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہوئے
سو اسکو جبکہ اسی مضروب مین ضرب کیا ۳۶ ۳۳ حاصل ہوئے یہ حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور حیات کا حصہ اصل مسئلے سے چار سہم کا تھا پھر جب اسکو چھ دادیون پر قسمت
کیا تو ایک سہم کی دو تہائیان حاصل ہوئین سو اسکو جبکہ مضروب مذکور مین ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے یہ حصہ ہر ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلے سے ایک سہم کا تھا
پھر جب اسکو سات چھون پر قسمت کیا تو سبع یعنے ساتوان حصہ حاصل ہوا سو اسکو جب مضروب مذکور مین ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہوا ہر چچا کا وذلک وجہ طریق النسبۃ
اور ہر وارث کے حصہ کی شناخت مین واضح تر نسبت کا طریقہ ہوا سو اسط کہ اس طریق مین قسمت اور ضرب کی طرف حاجت نہین پڑتی بخلاف اور طریقون کے وہ طریق نسبت سہام
کل فریق من اصل المسئلۃ الی عدد رؤسہم وحدہم ثم تعطی بمثل تلک النسبۃ من المضروب لکل واحد من ذلک الفریق اور وہ یہ ہے کہ اصل مسئلے سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط انکے عدد رؤس کی طرف پھر اسی نسبت کے مانند دے تو مضروب سے اس فریق کے ہر ایک شخص کو سہم تو مسئلہ مذکورہ مین جبکہ
تو نے سہام زوجتین کی نسبت کی انکے عدد رؤس کی طرف یعنے تین کی دو کی طرف تو مثل ۱ در نصف یعنے ڈیڑھ کی نسبت ہوئی اور جبکہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنے ۲۱۰ سے
اسی نسبت کے مانند دیا تو ۱۵ ۳۱ ہوئے اسواسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیڑھ کیجیے تو ۳۱۵ ہوتے ہین اور جبکہ سہام بنات یعنے سولہ کو انکے عدد رؤس یعنے دس کی طرف نسبت
کیا تو مثل اصابع خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئی پھر جبکہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور انکے تین خمس کے مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ ہوئے اور جبکہ سہام حیات کو انکے عدد رؤس
کی طرف یعنے چار کو چھی کی طرف نسبت کیا تو واحد کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جبکہ ہر ہر زوجہ کو مضروب کی دو ثلثیان دین تو ۱۴۰ کا حصہ ہوا اور جبکہ سہام اعمام کو انکے عدد
رؤس کی طرف یعنے ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنے ساتوان حصے کی نسبت پائی تو جبکہ مضروب کا ساتوان حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس ۳۰ حاصل ہوئے فائدہ
چونکہ موارث سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہر وارث کو استحقاق دیا جاوے تو اس اہتمام کے واسطے علمانے انکے تین طریقے مذکور کئے ہین وہ طریقے مذکور ہوگئے ایک طریقہ ضرب سہام
ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور اوضح ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کر جس فریق پر تو چاہے پھر خارج قسمت کو
اسی فریق مقسوم علیہ پر ضرب کر تو حاصل ضرب حصہ ہوگا اس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکورہ مین جبکہ تو نے مضروب یعنے ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵ ہوا
پھر جبکہ اس خارج کو دونون زوجہ کے نصیب مین جو اصل مسئلے مین تھا یعنے تین مین ضرب کیا ۱۵ ۳ حاصل ہوئے یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جبکہ مضروب مذکور کو وسیٹھون پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اسکو انکے اصل مسئلے کے نصیب مین یعنے سولہ مین ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئی یہی حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جبکہ اسی مضروب کو
چھ دادیون پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جبکہ انکو حیات کے اصل مسئلے کے نصیب مین یعنے چار مین ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہوا ہر دادی کا اور جبکہ مضروب مذکور کو
اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جبکہ اس خارج کو انکے اصل مسئلہ کے نصیب مین یعنے ۱۶ مین ضرب کیا ۴۸۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہوا ہر چچا کا کذا فی الطحطاوی
ولو ترکت زوجۃ وابوین وابنتین فصح من ۲۴ للزوجۃ ۳ وللابوین ۸ ولکل بنت ۹ ولو ترکت زوجۃ وابوین وابنتین وجدا فصح من ۱۲ للزوجۃ ۳ وللابوین ۴ ولکل بنت ۲ وللجد ۱ ولو ترکت زوجۃ وابوین وابنتین وجدۃ فصح من ۱۲ للزوجۃ ۳ وللابوین ۴ ولکل بنت ۲ وللجدۃ ۱ ولو ترکت زوجۃ وابوین وابنتین وجدا وجدۃ فصح من ۱۲ للزوجۃ ۳ وللابوین ۴ ولکل بنت ۲ وللجد ۱ وسقط الجدۃ لان الجد یدلی بہا ولو ترکت زوجۃ وابوین وابنتین وجدۃ وجدا فصح من ۱۲ للزوجۃ ۳ وللابوین ۴ ولکل بنت ۲ وللجدۃ ۱ وسقط الجد لان الجدۃ ترث مع الجد ولو ترکت زوجۃ وابوین وابنتین وجدۃ وجدا وجدۃ فصح من ۱۲ للزوجۃ ۳ وللابوین ۴ ولکل بنت ۲ وللجدۃ ۱ وسقط الجد والجدۃ لان الجد یدلی بہا

ارباب دیون کے موارث کی قسمت پر پانچ صدر کی شرح سراجیہ میں یہ مطلب مشرح مذکور ہے صورت اسکی یہ ہے کہ جب ترکہ پورا پڑا ادا ہے جمیع دیون میں اور کچھ باقی رہا تو ارباب دیون میں اب قسمت کرنیکی کچھ حاجت نہیں وارثوں میں البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ ادا ہے دیون میں کافی نہ ہوا تو وارثوں کے لئے کچھ باقی نہ رہا قیاس ورثہ کے قسمت بھی ہوگی حاشیہ محمد زادہ میں ہے بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد میں بالاختصاص قسمت ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین کذا فی الطحطاوی فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاھر او اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت اور برابری ہو تو ظاہر ہے چنانچہ اگر میت نے ماں اور باپ اور چار بیٹیوں کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینار ہو تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملے گا اسواسطے کہ ثلث لیخے دو دینار والدین میں مشترک ہے اور تلیثین لیخے چار بنات کا حق ہو تو ترکہ بلا وقت تقسیم ہو گیا او موافقۃ ضربت سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ کذا فی نسخۃ الملتقی والشرح والموافق للسراجیۃ وغیرھا فی وفق الترکۃ والا فتضرب فی جمیع الترکۃ عند الطبابینۃ یا ترکہ اور تصحیح میں موافقت ہو تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ میں ضرب کیجائے اور تمام ترکہ میں تو ضرب کیجائی ہے فقط مبابینت کے وقت ہم سراجیہ وغیرہا کا مطلب ہیں چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفیہ میں واضح کر کے چند محل میں مذکور کیا ہے یہ کہ مبابنت کا حکم موافقت اور مداخلت میں بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کئے جاتے ہیں ہر وارث کے سہام تصحیح سے جمیع ترکہ میں اور موافقت کا دو طریقہ وہ ہے جسکو شارح نے مذکور کیا وہ یہ ہے کہ سہام ہر وارث کے ضرب کئے جاویں ترکہ کے وفق میں پھر حاصل ضرب کی وفق تصحیح پر قسمت ہو تو خارج قسمت نصیب ہوگا اس وارث کا اور مداخلت شرکت ہے موافقت کے اس طریقہ میں تو تجھکو اختیار ہے اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت میں تبائن کا طریقہ اختیار کرے اور چاہے ضرب وفق کا طریقہ پسند کرے دونوں کا مآل ایک ہے اور مبابنت کی صورت کا یہ بیان ہے کہ ایک عورت اپنا زوج اور مان اور دو سگی بہنیں چھوڑ کر مر گئی اور ترکہ ۱۲۵ اشرفیاں ہیں تو اصل مسئلہ چھ سے ہے اور عول کر کیا آٹھ کی طرف تو زوج کا اثنین سے تین ہے اور مان کا ایک اور ہر سہ کے دو سہم اور ترکہ اور تصحیح لیخے آٹھ میں تباین ہے پھر تو تجھ جب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے ترکہ سے تو جو نصیب ہر زوج کا تصحیح سے لیخے تین کو تمام ترکہ میں ضرب کر کے جو خارج حاصل ہونگے پھر اس مبلغ کو تصحیح لیخے آٹھ پر قسمت کر تو اثنا اشرفیاں اور ایک اشرفی کے تین ثمن خارج ہونگے تو حصہ ہر زوج کا اس ترکہ سے اور مان کا نصیب کو تصحیح سے لیخے ایک کو بھی جمیع ترکہ میں ضرب کر ۱۲۵ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت کیا تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو حصہ ہر مان کا ترکہ سے اور ہر سہ کے نصیب لیخے دو کو تمام ترکہ میں ضرب کر ۲۵۰ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت کیا چھ اشرفیاں اور پانچ اشرفی خارج ہوئی سو حصہ ہر ہر سہ کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اس مسئلہ میں ترکہ ۱۵۰ اشرفیاں فرض کیجے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالنصف ہے اور جیسا ترکہ ۲۴ اشرفیاں فرض کیجے تو تصحیح اور ترکہ میں تداخل ہے اور ان دونوں صورتوں میں تجھکو اختیار ہے چاہے مبابنت کے مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کی وفق ترکہ میں ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ میں کسر ہو تو اسمیں ترکہ بسط کرنیکی حاجت ہوگی تاکہ ایک صحیح جزو ہو جائے اور بسط کا طریقہ یہ ہے کہ صحیح کو مخرج کسر میں ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکورہ کو زیادہ کرے پھر اس عدد کو بھی جسے مسئلہ صحیح ہو گیا ہے مخرج کسر میں ضرب کرے حاصل میں ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو ذکور ہو چکا تو خارج قسمت اس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جیسے مثلاً مسئلہ مذکورہ میں ۱۲۵ اشرفیاں اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض کیا تو ۲ کو ثلث کے مخرج لیخے تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۵ اسپر تمامی کو زیادہ کیا تو ۷ ہوئے تمائیاں ہوئیں پھر تصحیح لیخے آٹھ کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۷ میں ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالی وھذا المعرفۃ نصیب کل فرد اور یہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے وتعمل کذلک فی معرفۃ نصیب کل فریق منھم اور اسی طرح تو عمل کرے وارثوں کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں ہم لیخے نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ میں ضرب کرے میں صورت تو تباین اور توافق اور تداخل میں اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنوں کا مسئلہ سابقہ میں بتمکو معلوم ہو چکا اور تجھکو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل میں وہ دوسرا طریقہ کرے جو مضرب مذکور ہو چکا مصنف نے حصہ ہر وارث کے بیان کو مقدم نہ کر کیا ہر فریق کے

حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہے اسواسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا مقصود ہے ہم نے اما قضاء الدیون فان وفی ببعضها او اداء دیون کی تو یہ تفصیل ہے کہ اگر مال متروک پورا پڑا اور کرینے مین تو بہتر اور کیا خوب ہے قال فی الغرر اما او اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون کی چند لوگ ہین ہم لیے اگر بقدر نہین بلکہ حسب دین ایک شخص ہے تو بعینہ تجہیز اور تکفین باقی مال کو وہی لیگا یقول بجموع الدیون کالتصحیح للمسئلة وبقول کل دین بنصیبه کسہام وارث وتعول کما مر درصورت عدم ایفاء اور تعدد ارباب دیون کے آمارے تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے اور ہر دائن کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دے اور وہ عمل کرتو جو قسمت بین الورثہ مین عمل کر چکا ہے اور قسمت سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا تو اشرفیون کا متروکہ چھوڑ کر اور اسپر دس اشرفیان ایک شخص کی اور چار اشرفیان دوسرے شخص کی ہین تو دونون پندرہ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے قرار دے اور یا مین دیون اور ترکہ کے جو اواشرفیان ہین نظر کر سو اگر دونون مین توافق ہو جانچ یہی صورت ہے کہ دونون مین توافق بالثلث ہے سو دس اشرفی والے دین کو وفق کیے تین مین ضرب کیا حاصل ہوئے چھ پھر اسے حاصل کو تصحیح کے وفق لیعنے پانچ پر قسمت کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو اسے اٹھکا حصہ ہوا اشرفیون سے اور جبکہ پانچ اشرفیون والے دین کو وفق ترکہ لیعنے تین مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنے پانچ پر قسمت کیا خارج ہوئے تین یہ پانچ اشرفیون والے کا حصہ ہوا اور اگر اس صورت مین تیرہ اشرفیان ہوون تو تیرہ اور مجموع دیون یعنے پندرہ مین جو بمنزلہ تصحیح کے ہی نہائن ہی تو ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام مین ضرب کر اور حاصل کو جیسے ترکہ کو قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا مو جبکہ دس اشرفیون والے دین کو تیرہ مین ضرب کیا اکسیو تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اسکو پندرہ پر قسمت کیا تو اٹھارہ اشرفیان اور ایک اشرفی کی دو تہائیان خارج ہوئین یہ دس اشرفیون والے دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیون والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ مین ضرب کیا ۷۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیان اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہ حصہ ہوا پانچ اشرفیون والے دائن کا اور اگر اسی صورت مین پانچ اشرفیون کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح مین توافق بالخمس ہوگا یا وجو دیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہین تو دس اشرفیون والے کے دین کو خمس ترکہ مین یعنے ایک مین ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل کو خمس تصحیح یعنے تین پر قسمت کر خارج ہونگی تین اشرفیان اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہ حصہ ہو دس اشرفیون والے کا اور پانچ اشرفیون والے کے دین کو بھی وفق ترکہ مین ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنے تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیان ایک کی یہ حصہ ہو پانچ اشرفیون والے کا اور یہ بھی اختیار ہے کہ تباین اور تداخل اور توافق مین تمام ترکہ مین ضرب کرے اور یہ بھی کہ توافق اور تداخل کی دونون صورتون مین وفق کا اثمین اعتبار کرے کذا فی الطحاوی والنہر لیکن ثم شرح فی مسئلة التخارج پھر مصنف نے یہان سے مسئلہ تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض مین اس عبارت ہے کہ ورثہ باہم صلح کر لین بعضے وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض مال کے جو اسکے حصے سے کم ہو اور یہ شروع مین درست ہی محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح مین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہے اور ضرورین دینا رسے روایت کی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات مین سے ایک زوجہ کو اپنی فوت موت مین طلاق دی پھر وہ عدت مین مر گئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اوپنین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو انکے وارثون نے اس عورت سے صلح کر لی اسکے ثمن یعنے آٹھوین حصے کی چوتہائی سے اسکے نصف یعنے ۱۲ ہزار دینار پر اور یہ دلیل ہے تخارج کے جائز ہونے پر جو ذکر کیا المبین اور حالانکہ الصلح جائز من الورثة والغرماء فعلی شیء معلوم منها طرح ای طرح سہامه من التصحیح وجعل کانه استوفی نصیبه یہ مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثون اور ارباب دیون مین سے صلح کرے چیز معین پر تو کیا یہ ہے کہ وارث کے سہام یا اس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اسنے اپنا حصہ پھر پایا پھر یعنے مع وجود مصالح بین الورثہ اولاً مسئلے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر اسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشریفی طحاوی نے کہا شیء معلوم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مصالح مجہول نکل جاوے اسواسطے کہ شیء مجہول ہے مع جہالت مبلغ صحیح نہین اگر یہ صلح درست ہے ثم قسم الباقی من التصحیح والدیون علی سہام من بقی منهم تصحیح مسئلہ کرنے کے بعد باقی کو تصحیح اور دیون پر سہام مین جو باقی ہون قسمت کرے

لیکن اگر کل ترکہ بین غرماء کی بدون تصحیح یعنے بجوسہام دیون پر قسمت ہو تو اور وفق کی صورت مین تصحیح کا بھی وفق لیا ہوگا ۱۲ منہ

یعنے ایک شخص جا نوجہ کا تھا تو نکل گیا حصہ اور جس چیز پر صلح ہوئی اسکو تصحیح سے گرا دیا ہو

پھر قسمت کیا جائے باقی تصحیح یا دونوں سے انکے سہام پر بچا باقی رہیں وارثوں میں سے تو بیچ ہونگے سہام باقی سے چچا نہ زوج اور مان اور چچا وارث رہے ہم نو مسئلہ مع وجود زوج کے چھ سے ہوا اور یہ تقسیم ہوا وارثوں پر اثنین سے زوج کے سہام تین ہیں اور مان کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم فصالح الزوج علما فی قسمۃ من الاثنین من بین الورثۃ فاطرح سہما منہ للتصحیح وھی ثلثۃ واقسم الباقی فی الترکۃ وھو ما عدا المہر بین الامام والعم اثلاثا بقدر سہامھما من التصحیح قبل التخارج وحینئذ یکون سہمان للام وسہم للعم پھر زوج نے صلح کرلی اپنے حصے کی لیے نصف میراث کی اسپر جو انکے ذمے پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہو اور وہ خارج ہوگیا وارثوں کے درمیان تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرادے اور باقی ترکہ سو سے مہر کے مان اور چچا میں تین تہائی کرکے بعد انکے سہام کے تصحیح قبیل از تخارج سے نسبت کردے اور اسوقت میں دو سہم مان کے ہوئے اور ایک سہم چچا کا ہو اسواسطے کہ جو سہام تھے ہر ایک وارث کے تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہیں زوج کے خارج ہوجانے سے سہام باقی ورثہ میں کچھ فرق اور تغیر واقع نہیں ہوا بخلاف ان یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال الی ثلث الباقی ورنہ جائز نہیں کہ زوج کو یوں قرار دیجئے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا تاکہ مان کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کی طرف بدل نہ جاوے ہم اصل مال چھ سہم تھے اسکی تہائی دو سہم ہیں اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اسکا اضافہ حصہ ساقط ہوکر تین سہم باقی رہینگے اسکی تہائی ایک سہم ہوگا تو حینئذ یکون للام سہم وللعم سہمان وھو خلاف الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت وھذا ھو الصواب فلا غلط فی قسمۃ ھذہ المسئلۃ صاحب المختار وصاحب المجمع والبحر وغیرھم علی ما عند من النسخ فانہا قسما الباقی للام سہم وللعم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع اسواسطے کہ اسوقت میں لیے باقی مال کی نسبت میں مان کا ایک سہم ہوگا اور چچا کے دو سہم اور وہ مخالف اجماع کے ہوا جیسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے میں کہتا ہوں اور یہی قول یعنے زوج کو نابود نہ فرض کرنا صحیح اور نزدیک صواب ہے البتہ اسمسئلہ کی قسمت کرنے میں صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرھما غلط کہ گئے ہیں بموجب ان کتابوں کے نسخوں کے جو میرے پاس موجود ہیں اسواسطے کہ ان دونوں مصنفوں نے باقی مال کو یعنے تین سہم کو زوجہ کو قسمت کیا ہے مان کا ایک سہم اور چچا کے دو سہم اور البتہ بخلاف سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ مخالف اجماع کے ہے ہم امید اس صحت پر محمول ہے جبکہ اسکا حق مختلف ہوتا ہو انکے ارث دلانے سے اور جبکہ اسطرح مختلف نہوتا ہو جیسا کہ اگر بجائے چچا کے باپ ہوتو انکے دخول کا اعتبار کرنا لازم نہیں اسواسطے کہ مان کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہیں دونوں لقمہ بنیں اور اگر یوں فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کرلی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ چچا کا حصہ لیے ایک سہم گرادیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم مان کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاوے گا زوج اور مان میں تو تین حصے زوج کے اور دو حصے مان کے اور اگر یوں فرض کیجیے کہ ایک حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہوگئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ ایک دو سہم ساقط کردئے جاویں باقی رہے تو باقی ترکہ چار حصے ہوگا اسمیں سے تین زوج کے اور ایک چچا کا کذا فی الطحطاوی قال العلامۃ قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاحملہ کما ھو لکن فی نظر ثم ذکر نحو ما قدمناہ عن قطب الدین محمد بن سلطان الخ شرح کنز میں کہا اور مانتا ہوں یہ قول کہ زوج کو یوں قرار دے کہ وہ گویا کہ نہ تھا ان قول میں اعتراض ہے بحر شارح نہ کورنے ویسا ہی بیان کیا جیسا کہ تحریر ہوچکا سو اسکو تامل سے قال مؤلفہ العبد الضعیف العاجز الحقیر محمد علاء الدین بن الشیخ علی الحصکفی الحنفی العبامی الدمشقی الاصل بجامع بنی امیۃ ثم للعقیبۃ بدمشق المحمیۃ تغمدہ ربہ برحمتہ فی اوائل شہر المحرم الحرام الخمسۃ والعشرین والف ھجریۃ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ ضعیف ناچیز یعنے محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصکفی کا رہنے والا حنفی مذہب عباسی النسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا پچھلی تاریخوں شہر محرم الحرام سن ایک ہزار پچیس ہجری میں ہجرت والے رسول پر جو بہتر درود اور سلام ہو قاموس میں ہے کہ حصن کئی ایک مواضع کا نام ہے شائد کہ شارح اثنین سے کسی موضع کی طرف منسوب ہو امام اور مفتی میں احتمال ہو کہ متارح کی صفت ہو یا انکے والد کی اور یہی ظاہر ہے قاما لغۃ فتلخیصہ وتحریرہ وتنقیحہ اور البتہ میں نے اس شرح کی تلخیص اور تحریر اور تنقیح میں بہت مبالغہ کیا ہے نظم سے مراد انتظام ہو قاموس میں ہے کہ تنظیم عبارت ہو نہیں اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالۃ تقسیمیہ میں کہا کہ ایجاز اور اختصار یعنی واضح ہیں یعنے اخلال لفظ سے توسیع المعنی یا اقلل منہ اخلال یا اختلال یا قلۃ الالفاظ مبانی والوفاء معانی یا رد الکثیر الی القلیل وقیل

ہیں اور اسکی تصحیح کی ہے اور اسکی تصحیح کی ہے اور اسکی تصحیح کی ہے

فیروزلک قاموس مین ہی کہ تحریر کتابت عبارت ہی اسکے قدیم سے اور تحریر رقبہ عبارت ہی اسکے اعتاق سے اور تصحیح شعر عبارت ہی اسکی تہذیب سے کذا فی الطحطاوی وتصحیح علامہ حموی مصحح اشباہ مین کہا تحریر کلام عبارت ہی بیان بالکتابت سے اور تقریر کلام عبارت ہی بیان بالعبارۃ سے ایسا ہی علامہ تفتازانی نے شرح تلخیص جامع مین شرح تلخیص تفتازانی علامہ مذکور نے کہا ہی کہ بعض ائمہ لغت نے کہا کہ تحریر کلام عبارت ہی تہذیب کلام سے انتہی فی الواقع شارح نے نقل عبارت کتب فقہیہ مین نہایت اختصار اور کمال تحریر اور غایت تصحیح کی ہی جو شخص کہ کتب منقول منہا کی طرف رجوع کرے وہ اسکا یقین لاوے بہو شارح کے کمال پر معتقد ہو دیا کو کوزے مین کرنا شارح کا کام تھا جزاہ اللہ خیر الجزاء وتبعت المصنف فی تغییر الواضح کثیرۃ من مشتدۃ وتصحیف وتہمت علیہ غالبا وعلی مواضع سہوا خرجہ بالجملۃ فالسلامۃ من ھذا الخطام یعز علی البشر فسترالله تعالی وعفا بلطفہ وکرمہ یعنی پیروی کی ہی مصنف کی مین نے کثیر مواضع کی مین کے بدل ڈالنے مین اور اسکی تصحیح مین اور صحیح اسپر اکثر مواضع مین آگاہ کردیا ہی اور بعضے مواضع مین مصنف سے سہو اور خطا پر خبردار کردیا ہی الحاصل اگرچہ تلخیص اور تحریر مین مین نے عرق ریزی کی ہی پر سلامت رہنا اس تصنیف اور تالیف خطرناک کے سہو اور خطا سے وہ امر ہی جو عسر زیادہ ہی اور نادر الوقوع ہی آدمی پر سو حق تعالے پردہ پوشی کرے اسکی جو غیر کی پردہ پوشی کرے اور بخشے اسکو جو اوروں کی خطا معاف کرے ہم اپنے انسان اگرچہ کامل الوجود ہو اور علوم اور معارف مین امام ہو لیکن سہو اور نسیان سے معصوم نہین اسلیے کہ نسیان آدمیت کا شعار ہی فان اول الناس اول ناس وان تجد عیبا فسد الخلل بین کالیہ عیب وہلا اور اگر بادے تو عیب کو تو خلل کو بند کر لیجئے ظاہر بکر بزرگ اور بلند مرتبہ ہی وہ ذات پاک جسمین عیب اور زوال نہین ہم اپنے اگر ابا بکر کے کلام مین کچھ سہو اور وہم کو پاوے تو عیب گوئی اور سخن چینی مت کر اسواسطے کہ تمام بنی آدم سواے حضرات معصومین علیہم الصلوات والسلام کے نقصان سے منزہ نہین اور جو بالکل عیوب اور نقائص سے مقدس ہی وہ خالق اکبر ہی جل وعلا کیف لا وقد بیضتہ وفی ھلیی من نارا بسعار عن لیلتہ ولا کاد وہ لاحیان یکاد یفلقہ کیونکر بھول چوک نہو اور البتہ مین نے درالمختار کو مسودہ کے اوراق سادہ مین صاف کیا اس حالت مین جبکہ میرے دل مین آتش جدائی تھی بادا وما ولادا وبھائیون اور نانی پوتون سے اسقدر کہ کلیجہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی تھی فرحم اللہ التقتازانی حیث اعتذر ولاجاد حیث قال نظما ؎ وما بجیدی دیمۃ بعقوبۃ ولا بأھزیل یبتدی ویعاد بالخلیصاھم سو رحمت کرے اللہ تعالے ملا سعد الدین تفتازانی پر جہان انکو نے دیباچہ مختصر معانی کی شرح مین ہجوم غموم اور مشقت اسفار کا عذر بیان کیا ہی اور خوب کہا ہی نظم مین کہ ایک طن جیدی مین اور الیکدن عقیق مین اور کسیدن غریب مین اور کسی دن خلیصا مین ہم جیدی اور عقیق اور غریب اور خلیصا مواضع اور بستیون کے نام ہین مین نے جو شخص قبیلہ حوادث اور سرگردان بلاد ہو وہ تصنیف کیا کرے اور اگر اسمے کچھ بھول چوک ہو تو مرحبا معذور ہی چونکہ شارح کا حال مہاجرت وطن مین تفتازانی کے حال کے مانند تھا لہذا انکے کلام کو اپنے اعتذار مین نقل کیا اور انکے واسطے دعا کی غفر اللہ لہما الکب الحمد للہ اما کاد واحزاہ وطاھا وباطا فلقد رضی ابتداء بہیضۃ جاء وجہ صاحب الہدایۃ مسا ہو الفقد الشیخ الخیر تجاہ جتہ صاحذا المتن الشریف علامۃ اقبولیہم والشریف لیکن ستائش اور شکر ہی خدا کو اول اور آخر ہیرا ظاہر اور باطن ہی سو البتہ احسن کیا ایسا ایسا تبیین المحارم کے سامنے نات پاک صلب سالت اور نثرت کے کہ نادر ہی فہم اور بیان ہی اور بسیب ختم ہونے اس کتاب کے مقابل قبر حضرت کے جو واحد ہی اس متن اشرف کا شاید کہ یہ مقابلہ ہو کہ کما قبول اور نشرف فی ہم بضعہ علیہ مین مواجہ روضہ مقدسہ کے نقل مسودہ کی ابتدا ہونا اور عزہ اشہم مین ماتن کی قبر کے سامنے ختم ہونا ظاہر انشانی ہی مقبولیت کی قال مؤلفہ نصا فیا شرف ان کنت دنی قبلتہ وان کان کل الناس قبلتہ وجہہ کہا اس کتاب کے مولف نے تو اے میری شرف عاجز ہو اگر تو نہ ہی میرے پروردگار کے والے قبول کرلیا اگر چہ سب لوگ اسکو سجدے کرین ت قبلتہ الرجا ومآتی وطلبتی ختم بنا جامع المصطفی احمد بقبول کر لیجیو مجھکو ماتن اور استاد کے ساتھ اور ہمارا سب کا حشر کیجیو احمد مصطفے کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین آمین ربنا اغفر لنا ولوالدینا ولمشائخنا ولجمیع المسلمین یوم یقوم الحساب آمین اور آخری حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے مسلمان بھائیون کا جو ہمسے پہلے گذر گئے ہین اور حشر کیجیو ہمکو حضرت کے ساتھ ہمارے والد کا جو ہمارا داعی تھا اور ہمارے استقامت دینی کا یستبشرا ویقول ھؤلاء اخوانی الذین کانوا یدعون الی الھدی ویقولون الینا اور حق تو یہ ہی کہ ہمارا کافی ہی اور کیا اچھا کارساز ہی اور کیا اچھا مددگار ہی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ونسئلہ تعالی ان ینصر دینہ ویعلی کلمتہ ویعز اولیاءہ ویذل اعداءہ انہ علی کل شیء قدیر وبالاجابۃ جدیر

خاتمۃ الطبع پروردگار کا شکر کہ یہ جلد عالیہ الاوطار ترجمہ اردو درالمختار ملیح منشی نولکشور واقع لکھنؤ ماہ شوال ۱۳۰۳ھ مطابق جولائی ۱۸۸۶ء مین چھپ